B A

History of Greece Vol III.

by

ADOLF HOLM

تاریخ یونان جلد سوم

ترجمہ

پروفیسر ہارون خان شروانی، ایم۔اے (آکسن)،

بیرسٹر ایٹ لا۔

قیمت	روپیہ	آنہ
سکۂ عثمانیہ	چار	چار
سکۂ انگریزی	تین	آٹھ

سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعۂ عثمانیہ
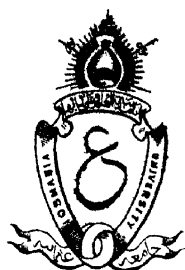
تاریخ یونان قدیم

جلد سوم

تالیف

پروفیسر اڈولف ہولم

ترجمہ

پروفیسر محمد ہارون خاں شروانی ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

رکن مجلس شعبۂ فنون و قانون و مجالس نصاب تاریخ و معاشیات جامعۂ عثمانیہ

رفیق (فیلو) جامعۂ عثمانیہ

ممتحن علیگڈھ مسلم یونیورسٹی و پنجاب یونیورسٹی

سنہ ۱۳۵۰ھ سنہ ۱۳۴۰ف سنہ ۱۹۳۱ء

یہ کتاب میکملین اینڈ کمپنی کی اجازت سے جن کو
حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں ترجمہ کرکے
طبع وشائع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین
تاریخ یونان قدیم جلد سوم

نمبر	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
۱	دیباچہ۔	۱
۲	انگریزی مترجموں کی یادداشت۔	۳
۳	پہلا باب۔ اسپارٹا کی سیادت؛ کورش اور دس ہزار؛ جنگ اسپارٹا و ایران؛ اگے سی لاؤس کا ورود ایشیا میں سنہ ۴۰۳ ق م لغایت ۳۹۵ ق م۔	۴
۴	یادداشت متعلق باب اول؛ اسناد عہد ۴۰۳/۳۶۲ ق م	۲۳
۵	دوسرا باب۔ اسپارٹا کے علاوہ دیگر یونانی مملکتوں کی حالت؛ حکیم سقراط کا خاتمہ۔	۳۵
۶	یادداشت متعلق باب دوم۔	۵۰
۷	تیسرا باب۔ اسپارٹا کے دشمنوں کو ایرانی امداد۔ جنگ خالکنائے کورنتھ اور بحری معرکے۔ ہالیارتوس؛ کنیدوس؛ کورونیہ؛ لیخائیوم؛ ایفیکراتیس۔ ۳۹۵ ق م تا ۳۹۲ ق م۔	۵۱
۸	یادداشت متعلق باب سوم۔	۶۵
	چوتھا باب۔ اسپارٹا ایران کی خوشامد کرتا ہے۔ آرگوس کے خلاف اگے سی پولس کی مہم۔ ایواغورس۔	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
	تھراسی بولوس کی موت - انتالکداس صلحنامۂ شہنشاہی - سنہ ۳۹۲ ق م لغایت سنہ ۳۸۶ ق م -	۷۰
۱۰	پانچواں باب - اسپارٹا کا تشدد، مین تی نیہ، فلیوس، اولین تھوس، تھیبز - سنہ ۳۸۵ ق م تا سنہ ۳۷۹ ق م -	۸۵
۱۱	یادداشت متعلق باب پنجم -	۹۴
۱۲	چھٹا باب - بیوتیہ، تھیبز کی آزادی، اسفودریاس سنہ ۳۷۹ ق م و سنہ ۳۷۸ ق م -	۹۹
۱۳	ساتواں باب - ایک جدید لیگ کے قیام کے باعث ایتھنز کا عروج - تھیبز اسپارٹا کے خلاف اپنی حیثیت قائم رکھتا ہے - خابریاس، تھودیوس، یاسون وائی فیرائے - سنہ ۳۷۸ ق م تا سنہ ۳۷۴ ق م -	۱۱۰
۱۴	آٹھواں باب - جنگ لیوکترا تک تھیبز کی ترقی کا حال - اپامنونداس - سنہ ۳۷۴ ق م تا سنہ ۳۷۱ ق م -	۱۲۱
۱۵	نواں باب - معاملات پیلوپونیز و مقدونیہ میں تھیبز کی مداخلت، میگالوپولس - مسینے -	۱۳۶
۱۶	دسواں باب - سیادت تھیبز کے آخری ایام، پیلوپی داس کا ورود سوس میں، آرکیڈیا و ایلیس - جنگ مین تی نیہ -	۱۵۳
۱۷	گیارھواں باب - چوتھی صدی ق م کے ابتدائی حصے میں سسلی اور اٹلی کے حالات اور یونان کے دیار مشرق و مغرب کی باہمی یکرنگی -	۱۶۹
۱۸	یادداشت متعلق باب یازدہم -	۱۹۸
۱۹	بارھواں باب - ادبیات، علوم و فنون چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں	۲۰۰

نمبر	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
۲۰	تیرھواں باب۔ ایتھنز کی کیفیت تقریباً ۳۶۰ سنہ ق م میں۔	۲۳۴
۲۱	یادداشت متعلق باب سیزدہم۔	۲۶۴
۲۲	چودھواں باب۔ مقدونیہ۔	۲۶۶
۲۳	یادداشت متعلق باب چہاردہم۔	۲۷۵
۲۴	پندرھواں باب۔ فیلقوس شاہ مقدونیہ۔ ایتھنز اور اس کے حلیفوں میں باہمی آویزش ۳۵۹ سنہ ق م تا ۳۵۳ سنہ ق م۔	۲۷۷
۲۵	یادداشت متعلق باب پانزدہم۔	۲۹۷
۲۶	سولھواں باب۔ جنگ مقدس۔ میدان سیاسیات میں دیموس تھنیس کی آمد۔ ۳۵۶ سنہ ق م تا ۳۵۲ سنہ ق م۔	۳۰۸
۲۷	سترھواں باب۔ فیلقوس اور یونانی صلحنامۂ فلوکراتیس اور تسخیر فوکس تک۔ ۳۵۲ سنہ ق م تا ۳۴۶ سنہ ق م۔	۳۲۸
۲۸	اٹھارھواں باب۔ مقدونیہ و یونان جنگ عئیرونیہ تک ۳۴۶ سنہ ق م تا ۳۳۸ سنہ ق م۔	۳۵۳
۲۹	انیسواں باب۔ فیلقوس کی زندگی کے آخری ایام ۳۳۸ سنہ ق م تا ۳۳۶ سنہ ق م۔	۳۷۹
۳۰	بیسواں باب۔ سکندر اعظم کا حال:۔ مہم ایشیا کی ابتدا تک۔	۳۹۴
۳۱	یادداشت متعلق باب بستم۔	۴۰۵
۳۲	اکیسواں باب۔ سلطنت ایران اور مشرقی دنیائے یونان کے تین اجزاء۔	۴۰۹
۳۳	اسناد متعلق باب بست ویکم۔	۴۳۷
۳۴	بائیسواں باب۔ سکندر مشرق قریب میں۔ جنگ گرانی کوس ۳۳۴ سنہ ق م تا ۳۳۳ سنہ ق م۔	۴۳۹

نمبر باب	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
۳۵	تئیسواں باب۔ اسوس، صور، مصر، ۳۳۳ ق م تا ۳۳۱ ق م۔	۴۵۰
۳۶	چوبیسواں باب۔ گوگا میلا۔ سکندر سردریا کے کنارے ۳۳۱ ق م تا ۳۲۹ ق م۔	۴۶۳
۳۷	پچیسواں باب۔ سکندر کی مہمات جنگ دریائے جہلم تک، ۳۲۹ ق م تا ۳۲۶ ق م۔	۴۷۵
۳۸	چھبیسواں باب۔ سکندر کی حکومت کے آخری ایام۔ آگس وہرپالوس ۳۲۶ ق م تا ۳۲۳ ق م۔	۴۹۲
۳۹	یادداشت متعلق باب بست وششم۔	۵۱۴
۴۰	ستائیسواں باب۔ سکندر کے اوصاف، کارنامے اور تاریخی اہمیت۔	۵۱۵
۴۱	اٹھائیسواں باب۔ سسلی اور اٹلی۔	۵۴۸
۴۲	انتیسواں باب۔ تمدن عصر۔	۵۷۱
۴۳	تتمہ۔ یونان کا قانون عامہ۔	۶۲۱
۴۴	اصطلاحات (۱) تاریخ یونان (۲) تاریخ وسیاسیات (۳) جمالیات، فلسفہ، ادبیات وغیرہ۔	
۴۵	فہرست اعلام۔	
۴۶	صحت نامہ۔	

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۴)

میں نے اس جلد میں تاریخ یونان کے اُس عہد کے حالات بیان کئے ہیں جس میں ہم بعض ایسے ممتاز افراد سے دو چار ہوتے ہیں جن کی تاریخی اہمیت کی بابت مورخوں میں بہت کچھ باہمی اختلاف ہے۔ میں نے جو کچھ رائے ان اشخاص کی بابت ظاہر کی ہے اُس کی بنیاد محض خیال پر ہی نہیں ہے بلکہ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ناظرین کرام کے سامنے دلائل بھی پیش کروں۔ دیموس تھنیس اور فیلقوس کی بابت اس قسم کی تحقیقات کی ضرورت تھی جو تاریخی اسناد پر مبنی ہو؛ جب اسناد کو پیش نظر رکھ کر میں نے دیموس تھنیس کی بابت غور کیا تو جن نتیجوں پر میں پہنچا وہ میرے بہت سے پیش رؤں کے نتائج سے مختلف تھے۔ لیکن دیموس تھنیس اور فیلقوس کے برعکس سکندر اعظم کی بابت مسئلۂ زیر بحث یہ تھا کہ تاریخ یونان میں اس کا حقیقی رتبہ کیا ہے۔ میں نے بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ ہم کو اُسے نہ صرف ایک عہد جدید کا بانی مبانی تصور کرنا چاہئے بلکہ میرے نزدیک اُس نے اُن تمام امیدوں کو پورا کر دکھایا جو زمانۂ دراز سے ہر ممتاز یونانی کے دل میں موجزن تھیں۔ اس کے ساتھ ہی میرے خیال کے مطابق وہ حقیقی معنی میں یونانی تھا۔ اس قسم کی آراء کا اظہار کرنے سے میں نے اپنے نزدیک انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔

دیباچہ

جہاں تک اس جلد کے موضوع کا تعلق ہے میں نے اس سے پہلی دو جلدوں کی طرح اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ پڑھنے والے کو یونانیوں کی عادات خصوصی کا علم ہو جائے۔ اس کے لئے اُس مخصوص مطالعے سے بھی مدد لی گئی ہے جو علمائے یونانیات نے زندگی کے مختلف شعبوں کا کیا ہے، مثلاً پہلی اور دوسری جلدوں کی طرح میں نے اس جلد میں بھی علم مسکوکیات سے مدد لینے سے گریز نہیں کی۔ یہ ظاہر کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان اس قسم کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اُس کیلئے ہر ایک امر کی تفصیلی معلومات کو ایک خاص اہمیت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ انسان ان تفصیلات میں پڑ کر بالکل گم ہو جاتا ہے اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ قدیمیات کی بھول بھلیّوں میں پہنچ کر خود تاریخی قدامت کا تخیل ہی حذف ہو جاتا ہے۔ اسی دشواری سے بچنے کے لئے میں نے ہمیشہ ممتاز اور نمایاں واقعات پر زور دیا ہے۔ اس جلد کے اختتام پر میں نے یونانی قانون عامہ کی بابت چند یادداشتیں مدوّن کی ہیں جن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جس طرح تاریخ روما کے اس شعبے میں اس قدر چمک دمک کے ساتھ آگے کی طرف قدم بڑھایا گیا ہے اسی طرح یونانی قوانین کے متعلق بھی تحقیقات کا دروازہ کھول دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسوقت تک جس قدر بھی تحقیقات یونانی مملکتوں کی تنظیم کی بابت کی گئی ہے وہ اُس مطالعے کا عشر عشیر بھی نہیں جو مختلف ریاستوں کے عام حالات کے متعلق کیا گیا ہے۔

اس سے پیشتر کی جلدوں کی طرح اس میں بھی بہت سی غلطیاں اور محذوفات ملیں گے۔ دوسری جلد کے شائع ہونے پر اُس کی جو تنقید کی گئی اُس سے میں نے تیسری جلد کی تیاری میں فائدہ اُٹھایا ہے۔ آخر میں جن بزرگوار وں نے اپنے بیش بہا انتقاد میں اپنے مفہوم کو لطف آمیز الفاظ میں ادا کیا ہے ان کا میں بدل ممنون ہوں۔

انگریزی مترجموں کی یادداشت

انگریزی کے مترجم جناب مولف کے تہ دل سے ممنون ہیں کہ انھوں نے کتاب کے چند واقعات کی تصحیح کی ہے، اور بعض امور کی تفصیل میں کچھ اضافے بھی کئے ہیں جنھیں مترجموں نے ترجمے میں شامل کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فریڈرک کلارک صاحب کا بھی (جو جامعۂ آکسفرڈ میں کسی وقت "طیلری" وظیفہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے) شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے ترجمے پر نظر غائر ڈالی ہے اور اس کے ساتھ پروف کی تصحیح بھی کی ہے۔

بابِ اوّل

اسپارٹا کی سیادت، کورش اور دس ہزار، جنگ اسپارٹا وایران، اگےسی لاؤس کا ورود ایشیا میں

۴۰۳ء ق م لغایت ۳۹۵ء ق م

ہم نے اس کتاب کی دوسری جلد میں ایتھنز کی تاریخ کو اس مقام تک بیان کیا تھا جب اس نے اسپارٹا اور حدیدی گروہ کا جوا اپنے کندھوں پر سے اتار کر پھینک دیا۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ جس شہر نے جنگ پیلوپونیز میں اس قدر نمایاں کامیابی حاصل کی تھی وہ اپنے اختیارات واقتدارات کو ایک وسیع تر دائرے میں کس طرح کام میں لایا۔

اگر ہم اسپارٹا کی حکمت عملی پر غور کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس نے صرف فتح کے ثمرات حاصل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اس حد سے تجاوز کر کے اپنے حلیفوں پر ظلم وستم ڈھانے کا شیوہ بھی اختیار کر لیا۔ اسپارٹا کو کورنتھ یا تھبز کے اقتدار میں کسی قسم کا اضافہ گوارا نہ تھا خواہ یہ اضافہ خاص ارض یونان میں ہو یا نوآبادیوں میں، چنانچہ ۴۰۳ء جیسے بعد زمانے ہی سے تھبزیوں اور کورنتھیوں دونوں نے اسپارٹا کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اس طرز عمل کی ابتدا کا الزام لیسانڈر کے سر

رکھنا پڑیگا، اس لئے کہ نہ صرف وہی اسپارٹا کی فتح کا اصلی باعث تھا بلکہ اُس کی درخشاں کامیابی کے بعد وہی اُس کے طرزِ عمل کی ساخت و پرداخت کی گویا روحِ رواں تھا[1]۔ ہم اس سے قبل دیکھ چکے ہیں کہ لیساندر نے اُن مقامات پر جنھیں ایتھنز سے فتح کیا گیا تھا، دس دس اراکین کی عاملانہ جماعتیں قائم کی تھیں جن کا فرض اوّلیں یہ تھا کہ لیساندر کے احکام کا اتباع کریں اور اسپارٹا کے مفاد کو مدنظر رکھیں۔ اُن کی پشت پناہی کے لئے تقریباً ہر ایک مفتوحہ شہر میں ایک ایک اسپارٹنی دستہ بھی مقرر کر دیا گیا تھا جو ایک ایک ہارموسٹ کے زیر کمان تھا۔ ان کی حکومت اُنھیں اصول پر مبنی تھی جو ایتھنز کے "تیس خودسروں" کی تھی، اور اُنھیں کی طرح لوگوں کو ان سے بھی بہت جلد نفرت پیدا ہو گئی۔ اس احساس تنفر کا اثر ابتداءً صرف لیساندر کی شخصیت پر پڑا، لیکن رفتہ رفتہ مملکت اسپارٹا بھی اُس کی زد میں آ گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ خود اُس کے ہم وطن اُس کے رتبے اور اُس کی عظمت کے باعث سے اُس سے حسد کرنے لگے، لیکن جب لیساندر کا بالآخر زوال ہوا اور حکومت کی باگ خود اُس کے حاسدوں کے ہاتھ میں آئی تو اُنھوں نے بھی اپنی حکومت کے بجنسہٖ وہی طریقے اختیار کئے جو خود لیساندر نے اختیار کئے تھے۔ وہ یہ نہیں بھولے کہ اُس کا اتنا اعزاز و احترام کیا گیا تھا جتنا صرف معبودوں کا ہونا چاہیئے، اور جزیرۂ ساموس میں اُس نے جو عدیدی حکومت قائم کی تھی اُس نے تو اس حد تک کیا کہ ایک تہوار کا کام جو ہیرا دیوی کے اعزاز میں ہوا کرتا تھا، نام بدل کر

---

[1] اسپارٹیوں کی بے انصافانہ حکومت، ریو فون ۳، ۵، ۱۱ وغیرہ۔ مقابلہ کیا جائے اسی تاریخ کی جلد ۲۔ باب ۳۰ کے آخری فقروں کا۔

لیساندر کے لئے پلوٹارک "لیساندر" ۸ تا ۲۲۔ جب یہ ملطیہ میں تھا تو اُس نے وہاں کے باشندوں سے یہ حلفی وعدہ کیا کہ عموم کے آٹھ سو رئیسوں کی جاں بخشی کریں گا لیکن جب یہ سردار کے قول پر اعتبار کر کے اپنے چھپنے کی جگہ سے نکل آئے تو اُس نے اُنھیں گرفتار کر کے عدیدیوں کے حوالے کر دیا جنھوں نے اُنھیں فوراً قتل کر دیا۔ لیساندر اور فرنابازوس کا قصہ، پلوٹارک: لیساندر ۲۰ و گروٹ (۵ (۲)، ۱۴۹) ثابت کرتا ہے کہ پلوٹارک کی یہ رائے (لیساندر ۲۱) کہ لیساندر پہلے لیبیا گیا اور وہاں سے ایشیا آیا صحیح نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ اُس کے پاس کافی وقت نہیں تھا۔

باب

اُسے لیسانڈر کے نام پر موسوم کر دیا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اُس باضابطہ دربار کی طرف جو ساموس میں لگا رہتا تھا، اور جو اُن شعرا کی جانب (مثلاً رزمیہ شاعر خوئے ریلوس) جو اُس کی مدح و ثنا کے طومار باندھتے تھے، اس قدر التفات نہیں کیا گیا۔ اسپارٹا کے حکام کا خیال تھا کہ اُس میں اور پوسانیاس جیسے شخص میں کوئی زیادہ فرق نہ تھا، چنانچہ اُن کا اُس کے خلاف متفق اور کمربستہ ہو جانا کوئی بعید از قیاس امر نہیں سِستوس میں جو اُس نے ایک فوجی نوآبادی قائم کی تھی اُس کا خاتمہ کر دیا گیا، اُس کے ایک دوست تھوراکس پر جو ساموس میں کومندان تھا، تغلب کا الزام لگا کر سزائے موت دی گئی، اور خود لیسانڈر کو اسپارٹا واپس بلا لیا گیا۔ وہ اپنے ساتھ نابازو کا ایک خط لایا جسے وہ سفارشانہ سمجھے ہوئے تھا، لیکن جب اُسے کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس خط کی بجائے جو فرنابازو نے اُسے پڑھ کر سنایا تھا ایک اور خط ہے جو لیسانڈر کی شکایتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایرانی صوبہ دار کی اس چالاکی کے باعث سے لیسانڈر خود اپنے ہموطنوں کی نظروں سے گر گیا اور اُن کا نشانۂ تضحیک بن گیا۔ اس سے اُسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ عمومی طوفان کے سامنے اُسے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے، چنانچہ اُس نے درخواست دی کہ وہ زیوس عمون کی زیارت کو جانا چاہتا ہے جس کی اُس نے نذر مانی تھی۔ اُس کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور وہ فوراً اسپارٹا سے چل دیا۔

غرضکہ اسپارٹا کو کچھ زمانے کے لئے ایک ایسے شخص سے نجات مل گئی جو حالات و واقعات موجودہ کے اعتبار سے اپنے وطن مالوف کے لئے خطرناک ثابت ہوتا۔ ہم اُس کی واپسی کی تاریخ کے متعلق کچھ نہیں جانتے، لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ گو اس کے بعد کے واقعات کا اُس کے پرانے دوست کورش کے ساتھ خاص تعلق تھا لیکن اُس نے اُن میں کسی قسم کی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ ہوا یہ کہ ایران کا شاہزادہ کورش اپنے بھائی شہنشاہ اردشیر کے خلاف اسپارٹا سے امداد کا خواہاں ہوا۔ اُس کے باپ دارا کے انتقال کے بعد ملکہ پری زادی نے یہ کوشش کی تھی کہ اُس کا چھوٹا بیٹا کورش تخت ایران پر بیٹھ جائے اس لئے کہ وہ اپنے بھائی سے عمر میں چھوٹا تھا اور یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے سے نسبتہً زیادہ

باب ۱

محبت ہوتی ہے۔ لیکن اس ارادے کی تکمیل میں تسافرنز مزاحم ہوا اور جب اردشیر بالآخر تخت پر بیٹھ گیا تو اُس نے نئے شہنشاہ کو یقین دلایا کہ کورش اُس کی (یعنی شہنشاہ کی) جان لینا چاہتا ہے۔ اس خبر سے اردشیر اس درجہ برافروختہ ہوا کہ وہ خود اپنے بھائی کے قتل کے درپے ہوگیا اور اگر اُس کی ماں ملکہ پری زادی دونوں کے درمیان حائل نہ ہوجاتی تو اُس نے ایک دن اپنے چھوٹے بھائی کو مار ہی دیا تھا۔ باوجود اس باہمی مخاصمت کے اردشیر نے کورش کو صوبہ دار بنا کر ایشیائے کوچک بھیج دیا لیکن اس کے حرکات و سکنات پر نگرانی رکھنے کے لئے اُس کے پیچھے پیچھے تسافرنز بھی روانہ کیا گیا۔ اب کورش علی الاعلان تخت ایران کا دعویدار ہوگیا اور اس مقصد کے حصول کی غرض سے اُس نے ایک عظیم الشان فوج جمع کرلی اور جگہ جگہ سے تنخواہ دار سپاہی فراہم کرنا شروع کئے۔ خوش قسمتی سے اُس زمانے میں مختلف یونانی مملکتوں میں بےچینی کی ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے ہزاروں بیروزگار یونانی (کسی نہ کسی کی) ملازمت کے خواہاں دربدر مارے مارے پھرتے تھے۔ چنانچہ انھیں میں سے تیرہ ہزار نے کورش کے سامنے ملازمت کی درخواست پیش کی جو فوراً منظور ہوگئی۔ اُس نے اپنی فوج کے لئے رنگروٹ بھرتی کرنے کے واسطے ایک اسپارٹی مسمی کلیارخوس کو نوکر رکھا جو کسی زمانے میں اسپارٹا کا امیر البحر اور ہارموست رہ چکا تھا اور جس نے کچھ لیسانڈر کی سی طبیعت پائی تھی*۔ اس سے قبل باوجود الیفوروں کی قطعی ممانعت کے اُس نے بیزنطہ میں ایک خودسرانہ حکومت قائم کرلی تھی، اور چونکہ اسپارٹی اس قسم کے طرزِ عمل کے کسی حالت اور صورت سے روادار نہ ہوسکتے تھے اس لئے اُس نے اُن کے دباؤ سے تنگ آکر بالآخر اپنی راج دھانی چھوڑ دی لیکن کورش اس بات سے مطمئن نہ تھا کہ اسپارٹا کے خفیہ اشارے سے یونانی اُس کے علم کے نیچے جوق جوق جمع ہوجائیں، بلکہ اُس کی اصل خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے اُسے اسپارٹا کی باضابطہ مدد مل جائے، اور چونکہ اسپارٹا اُس کا مرہون منت

---

* دیکھو اسی تاریخ کی جلد ۲، باب ۲۸۔

رہ چکا تھا اس لئے یہ کچھ بعید از قیاس بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ اب اسپارٹی ایک طرف تو علی الاعلان حکومت ایران کی دشمنی مول لینا بھی پسند نہ کرتے تھے اور دوسری جانب وہ کورش کو بھی خوش رکھنا چاہتے تھے اور اُن کے زعم میں کورش کی کامیابی سے انھیں بہت سے مادی فوائد حاصل ہو سکتے تھے، چنانچہ انھوں نے بالآخران تمام امیدوں کو پیش نظر رکھ کر خیئری سوفوس کی سرکردگی میں سات سو ہوپ لیٹ کورش کی امداد کو روانہ کر دئے۔ چونکہ بالفعل اصلی مقصد کو ظاہر کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لئے ظاہر یہ کیا گیا کہ یہ فوج دراصل کورش کی مدد کے لئے روانہ کی جا رہی ہے جو بحری قزاقوں کی گوشمالی کرنا چاہتا ہے لیکن بلا شبہہ بعد ازاں اُس کے جملہ احکام کی تعمیل ان پر فرض تھی۔

آخر کار سنہ ۴۰۱ ق م کے موسم بہار میں کورش نے ایک لاکھ ایشیائیوں اور تیرہ ہزار یونانیوں کو اپنے ساتھ لے کر اردشیر کے خلاف جنگ شروع کر دی[۹۵] لطف یہ کہ

---

[۹۵] کورش کی مہم اور دس ہزار کی پسپائی کے لئے ہماری معلومات زینوفون کے "انا باسس" پر مبنی ہیں۔ دیودوروس (۱۴، ۱۹-۳۱) کا بیان اس سے ذرا مختلف ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ماخذ الفوروس کے واسطے سے سوفئے نے توس ہے جس کا حوالہ انا باسس ۵، ۸، ۱ میں دیا ہوا ہے۔ نیز مقابلہ کیا جائے نوئی برٹ: کورش کی مہم کے متعلق "زینوفون اور دیودورس کے بیانات" Neubert De Xen anabasi et Diodori de Cyr. exped. لائپزگ سنہ ۱۸۸۱ء۔ کلیارخوس کے لئے ولٹ: "کلیارخوس" Wildt De Clearchs کولون سنہ ۱۸۸۲ء۔

جغرافی اور جنگی معلومات کے لئے جن مصنفوں کی تحریروں کا مطالعہ مناسب ہے اُن کا حوالہ ٹروین فیلڈ نے اپنی کتاب "دس ہزار یونانیوں کا راستہ" Treuenfeld· Der Zeg der 10,000 Griechen (ناؤمبرگ سنہ ۱۸۹۰ء) میں دیا ہے۔ نیز اس کے لئے ایزورتھ، کوخ، شترکر (سنہ ۱۸۸۲ء)، ہرٹزبرگ Ainsworth, Koch, Streeker Hertzberg ریوسٹوز کوخلی Ruestow Koechly گروٹ Grote اور شپیگل (قدیمیات ایران) Spiegel : Eranische Allerthumskunde ۲، ۴۴۳-۴۵۸

بابل

ان ہزار ہا نفوس میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو یہ جانتا ہو کہ آخر وہ کہاں جا رہا ہے۔
سب سے پہلے تو اس عظیم الشان لشکر نے شمال کا رخ کیا جس کی وجہ سے غیر ملکی تنخواہ دار
سپاہی ذرا گھبرائے لیکن کورش نے فوراً ان کے مشاہرے میں اضافہ کر کے انہیں
رام کر لیا۔ بہر حال یہ فوج سارڈس سے پہلے تو مشرقی سمت میں کیلائے نائے
کی طرف اور وہاں سے شمال اور شمال و مشرقی سمت میں افروجیہ اور لیکاؤنیہ ہوتی
ہوئی کاپادوسیہ کے شہر تیانا پہنچی، اور وہاں سے عین جنوب کی طرف کیلیکیہ کے
دروں میں ہوتی ہوئی طرسوس آئی۔ یہاں سے کورش خلیج اسوس کے ساحل کا چکر لگا کر
اسی راستے پر ہو کر گزرا جو آئندہ چل کر سکندر مقدونوی نے اختیار کیا، اور اس کے بعد
ریگستان میں ہو کر دریائے فرات کو شہر تھاپساکوس پر عبور کیا۔ یہاں سے وہ اس دریا
کے کنارے کنارے ہوتا ہوا شہر بابل کے مضافات تک پہنچ گیا۔ اس طویل سفر
کے دوران میں اسے اردشیر یا اس کی فوج کسی مقام پر نہیں ملی، لیکن یہاں پہنچ کر
اسے دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا۔ شہنشاہ ایران کی فوج میں مختلف بیانات کے اعتبار
سے چار لاکھ سے نو لاکھ تک سپاہی تھے، اور اس نے یہ جم غفیر لے کر کورش پر دجلہ
اور فرات کے دوآبے میں کوناکسا کے قریب حملہ کیا۔ باوجود اس عظیم الشان فوج کے
مقابلے کے اگر کورش ضرورت سے زیادہ جوش کا اظہار نہ کرتا یا اگر کلیارخوس
قابلیت کے ساتھ اپنا فرض منصبی ادا کرتا تو ممکن ہے فتح کا سہرا کورش ہی کے سر
رہتا! لیکن کلیارخوس نے بجائے اس کے کہ دشمن کے قلب پر حملہ کرنے میں
کورش کی مدد کرے، محض اپنے روبرو ایرانی لشکر کو شکست دینے اور اس کا تعاقب
کرنے پر اکتفا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نازک وقت پر جب کورش نے دشمن کے
قلب پر جہاں خود اردشیر موجود تھا، حملہ کیا تو اس وقت کلیارخوس اس کی مدد کیلئے
نہ پہنچ سکا اور دست بدست لڑائی میں خود کورش بھی کام آیا۔ اپنے سردار کو مردہ دیکھ کر
اس کے ایشیائی سپاہی تو میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، لیکن یونانیوں نے لڑائی برابر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ: کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

کوناکسا کے نام سے ہم صرف پلوٹارک کی سوانح عمری سے اردشیر میں دوچار ہوتے ہیں۔

باب۱

جاری رکھی، اور ایک مرتبہ پھر اپنے مقابل ایرانی سپاہ کو اپنے زعم میں شکست دے کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ تخت ایران کی وادوستد بھی شروع کر دی، یعنی ایک شخص مسمی آریائیوس کو اُس پر بٹھانا چاہا، لیکن اُس نے شکریئے کے ساتھ اُن کی اس درخواست کو نامنظور کر دیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے ایرانیوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ انکی واپسی کا انتظام کریں، اور جب تسافرنز کی عیاری سے اُن کے سپہ سالار کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا تو بھی وہ مایوس نہیں ہوئے بلکہ اُس کی بجائے ایک سپاہ دار مسمی زینوفون کی ترغیب وترہیب اور عاقلانہ مشوروں سے اُن کے دل بڑھ گئے۔ آخرالامر اُنھوں نے خئیروسوفوس کو اپنا سپہ سالار اعظم منتخب کر کے بیشمار دشمنوں میں ہو کر وطن کی راہ لی۔ راستے میں زینوفون انھیں اپنے نیک مشوروں سے مستفید کرتا رہا اور حتی الامکان اُس نے اُن کی جرأت، ہمت اور تادیبی کیفیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ اُسی راستے سے واپس جاتے جس سے وہ کورش کے ساتھ آئے تھے تو دشمن میدانوں میں اُن کے راستے میں حائل ہو کر اُنھیں چاروں طرف سے گھیر لیتے، اسلئے اُنھوں نے مجبوراً شمال کی طرف اپنا رخ کیا جس سے وہ مطلق واقف نہ تھے، اور یہ ارادہ کیا کہ سلسلۂ کوہ کو عبور کر کے وہ کسی طرح سے بھی بحیرۂ اسود پہنچ جائیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے اس پسپائی کا نپولین کی پسپائی روس سے یا ایتھنزیوں کی پسپائی سرقوسہ سے کسی طرح مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ انھیں بجائے شکست کے ایک معنی کر کے جو کامیابی حاصل ہوئی وہ محض ایک اتفاقی امر نہ تھا بلکہ اس سے ان لوگوں کی صریح قابلیت کا اظہار ہوتا ہے جن کے سر اس کا سہرا تھا۔ ممکن ہے کہ نپولین یا ایتھنزیوں کو سردی یا گرمی کی شدت سے بہت کچھ نقصان اٹھانا پڑا ہو یا ایرانی بہ نسبت روسیوں یا سرقوسیوں کی حملہ آور قوم کے لئے زیادہ خطرناک ہوں، لیکن اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ یونانی جغرافیۂ ایران سے جس قدر واقف تھے اس کی بہ نسبت نپولین یا ایتھنزیوں کو روس اور سرقوسہ کے ملک سے کہیں زیادہ واقفیت تھی۔ بہرحال سب سے پہلے تو دریائے دجلہ کے مغربی کنارے کے متوازی شمال کی طرف چلے لیکن جب وہ کاردوخیوں کے ملک یعنی کردستان میں ہو کر گزر رہے تھے تو اُن پر جنگجو

باب ۱

کُردوں نے اُن کے عقب سے اور ادروتیوں نے اُن کے مقابل آکر اُن پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ دریائے کینتری تیس کو (جسے اب بہتان شط کہتے ہیں) عبور کر کے انتہائی تکالیف اور پریشانیوں کے باوجود خلیج وان کے مغرب میں برف پوش پہاڑوں پر ہو کر برابر آگے بڑھے چلے گئے، یہاں تک فروری یا مارچ سنہ ۴۰۰ ق م میں وہ آخر کار طرابزون پہنچ گئے۔ جب اُن کی نظر پہلی مرتبہ سمندر کے پانی پر پڑی، جس کے دیکھنے کے وہ مہینوں سے مشتاق تھے، تو وہ یک زبان ہو کر فرطِ خوشی میں چلا اُٹھے کہ لو سمندر آگیا! سمندر آگیا!! اس پسپائی سے یونانی قوم کے جو خصوصیات عیاں ہو جاتے ہیں، وہ اُن کے کسی کارنامے سے ظاہر نہیں ہوتے۔ گو انھوں نے محض ذاتی نفع کی خاطر ملازمت قبول کی تھی لیکن اُنھوں نے صرف ایسے رہبروں کی ماتحتی گوارا کی جو خود اُن کے منتخب کردہ تھے، اُن میں آخر تک اپنی قومیت کا احساس رہا اور ایران میں بھی برابر وہ اپنے مذہبی ارکان بالکل اُسی طرح سے ادا کرتے رہے گویا کہ وہ یونان میں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہوں۔ وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ متحد و متفق رہے، لہٰذا جو کچھ بھی اُن کی راہ میں حائل ہوا اُس پر وہ برابر غالب ہی آتے رہے۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ گو اُن کا سپہ سالار ایک اسپارٹی تھا لیکن جس شخص نے خود اپنی بہادری کی تند، مثال اور یونانی طرز سے ترغیب دے کر انھیں یک جا رکھا وہ ایک ایتھنزی شہری تھا۔ مختصر یہ کہ اس پسپائی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۰۰ ق م میں یونانیوں میں اُتنا ہی دم خم موجود تھا جتنا اس سے ایک صدی پہلے تھا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اخلاقی اعتبار سے یہ سپاہی یونانیوں میں بہترین تھے، اور جب ایسے معمولی چال بازوں نے یہ کچھ کیا تو یقیناً یونانیوں کے برگزیدہ افراد سے، خاصکر جب اُن کی رہبری کے فرائض قابل اشخاص کے سپرد ہوں، بہت کچھ امید کی جا سکتی تھی۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُن کی نجات صرف اس وجہ سے ہوئی کہ ایک بہادر اور تنومند شخص ہر وقت اُن کا دل بڑھاتا رہا جس کی وجہ سے وہ اپنی ہی خوشی سے اپنے افسروں کی حکم برداری کرتے رہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قوم کیلئے کوئی طرزِ حکومت عمومیت سے بہتر نہیں تھا۔

باب

جب یہ لشکر، جس میں اب صرف نو ہزار نفوس باقی رہ گئے تھے، سمندر کے کنارے پہنچا تو بجائے اس کے کہ انھیں ایرانی دشمنوں کی مخالفت پر کمربستہ ہونا پڑے، اب انھیں مقامی دیہاتیوں کی چھیڑ خانیوں، اور برائے نام دوستوں کی ریشہ دوانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اس زمانے میں اسپارٹی آبنائے باسفورس کے ہر طرف ذی اقتدار تھے، اور چونکہ وہ شہنشاہ ایران سے بالکلیہ مقاطعہ کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے انھوں نے اس لشکر کے رستے میں ہر طرح سے روڑے اٹکانے شروع کئے۔ بیزنطہ پہنچنے پر وہ ادھر ادھر کھنچے پھرے، یہاں تک کہ آخر کار انھوں نے تھریسی حکمران سیوتھیس کی ملازمت اختیار کرلی، اور اس وقت تک جب انھیں ایران کے خلاف از سر نو تلوار نکالنا نہ پڑی وہ برابر اسی کے مطیع و منقاد رہے۔

الغرض اسپارٹا اور ایران کے درمیان از سر نو جنگ شروع ہوگئی۔ شہنشاہ ایران نے تسافرنز کے فتوحات کے صلے میں اسے افروجیۂ عظمی و الیونیہ کا صوبہ دار اور ایشیائے کوچک کا والی بنا کر بھیجا تھا۔ اپنے مستقر پر پہنچتے ہی اس نے ان تمام یونانی بلدیات کو جو ایشیا کے ساحل پر آباد تھے، سلطنت ایران میں شامل کرنے کا تہیہ کر کے فی الفور شہر کیمے کا محاصرہ کرلیا۔ اس پر ایشیائے کوچک کے یونانیوں نے ارض یونان کے مسلمہ رہبر اسپارٹا کے سامنے دست طلب دراز کیا، اور جس طرح کسی زمانے میں کریسوس نے اسپارٹا کو اپنا ہادی مان لیا تھا اسی طرح اس مرتبہ الیونیوں نے اسی مملکت کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیا، اور اسپارٹیوں نے الیونی شہروں کو اپنی حمایت و حفاظت میں لے لیا۔ ان کے خیال کے مطابق ایرانیوں نے نہایت کمینہ حرکت کی تھی، اور انھوں نے یہ سمجھا کہ جس سلطنت میں دس ہزار غیر ملکی نہایت اطمینان کے ساتھ گزر سکتے ہوں وہ کسی زبردست حملہ آور کی تاب نہیں لا سکتی۔ ان تمام خیالات کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے جس طرح اس سے قبل کورش کے نام احکام صادر کئے تھے اسی طرح تسافرنز کے نام پیغام بھیجا کہ وہ یونانیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے، اور جب تسافرنز نے اس کی طرف مطلق التفات نہ کیا تو انھوں نے تھمبرون کو ایتھنزیوں، لکدمونیوں، بعض دیگر پیلوپونیزیوں اور کورش کے آٹھ ہزار ساتھیوں سمیت ایشیا روانہ کیا۔ ابتدا میں تو اسپارٹیوں کو

تھوڑی بہت کامیابی ہوئی اور انھوں نے ایولس کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا، باب ۱
اس کے ساتھ دیمار اتوس اور گونگی لوس کی اولاد جو وہاں آباد ہوگئی تھی یونانیوں
سے آکر مل گئی۔ لیکن جو نتائج برآمد ہوئے وہ اسپارٹیوں کی امیدوں سے
بہت کم تھے، اور اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو تھمبرون جیسے قابل سپہ سالار کو
اتنی کامیابی حاصل نہیں ہوئی جتنی دس ہزار کو اپنے منتخب شدہ سرداروں کی
ماتحتی میں حاصل ہوگئی تھی۔ تھمبرون نے غلطی یہ کی کہ اپنے سپاہیوں کو خود
اسپارٹیوں کے حلیفوں اور دوستوں کی لوٹ مار کرنے کی عام اجازت
دیدی۔ بہرحال موسم خزاں ۳۹۹ ق م کے بعد اس کی جگہ درُکی لِداس سپہ سالار
مقرر ہوا اور اسے تھمبرون سے نسبتہً زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس نے تیسافرنز
کے ساتھ صلح کرکے اسے تو گویا غیر مسلح کر دیا اور ایک ہفتے کے اندر اندر تمام
ملک ایولس فرنا بازو سے لے کر اسے بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ ساتھ ہی ایک
فصیل تعمیر کرکے اس نے تھریسی خرسونیز کو محفوظ کرلیا، آتارنیوس کے شہر پر قبضہ کرلیا،
اور جب دشمن کی فوجیں ۳۹۷ ق م میں دریائے میاندر کے کنارے پر مقابلے
کے لئے آئیں تو اس کے استقلال کی وجہ سے فرنا بازوا ور تسافرنز دونوں کو
ایک طویل التوائے جنگ کی آڑ لینے کے سوا چارہ کار ہی نظر نہ آیا۔ اس کا مقصد عظیم
یہ تھا کہ خاموشی کے ساتھ ایک ایسے صلحنامے پر دستخط کرائے جس میں ایشیائے کوچک
کے یونانی شہروں کو بالکل خود مختار تسلیم کرلیا جائے[۱]۔ غرضکہ اس مہم کی ابتدا تو

[۱] اس زمانے میں اسپارٹا کی جو حالت تھی اس کے لئے مقابلہ کرو بازیں: "جمہوریۂ اسپارٹا
خانۂ زینوفون" Bazm : La republique des Lared. de xenophon
پیرس ۱۸۸۸ء؛ فلئی شاندرل: "اسپارٹا کی حالت زینوفون کے زمانے میں" Fleischanderl:
Die spartan Verfassung bei xenophon لائپزگ ۱۸۸۸ء
تسافرنز کے لئے مقابلہ کرو نکولائی: "تسافرنز کا مدبر" Nicolai Die Politik
des Tissap ۱۸۵۹ء۔ چوتھی صدی ق م میں ایشیائی معاملات کے لئے دیکھو پ۔ کرمھولتس:
"ایشیائے کوچک کے ایرانی صوبے" P. Krumbholz: Die Asia minoris

باب

کامیابیوں کے ساتھ ہوئی، لیکن نتیجہ اس قدر مفید نہ نکلا۔ اصل میں اسپارٹیوں نے اپنی تمام تر قوت کو ایران کے خلاف استعمال ہی نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ انھوں نے خاص ارض یونان میں بھی اپنے دشمنوں کو نیچا دکھانا چاہا، یعنی بغیر لیساندر کی موجودگی کے اُس کی سیاسی خواہشات کو پایۂ تکمیل کو پہنچانا چاہا۔ اُن کا یہ خیال تھا کہ انھیں ایران اور اسپارٹا کے یونانی دشمنوں دونوں کو بیک وقت مغلوب کرنے کی اہلیت حاصل ہے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے ایلس کی طرف رخ کیا۔ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں یہاں کے باشندوں نے اسپارٹیوں کو بہت دق کیا تھا، اور اب اس جرم کی پاداش میں اسپارٹا نے انھیں سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ انھیں یہ حکم ملا کہ وہ اُن تمام بے ریو آئی کیون کو جو اُن کے ملک میں ہوں، فی الفور آزاد کر دیں، اور انکاری جواب ملنے پر اسپارٹیوں نے ایلس پر حملہ کر دیا۔ اس پر ایلس نے اسپارٹا کے دشمنوں سے مدد چاہی، لیکن اُدھر سے شافی جواب ملنے کے عوض آرکیڈیا اور اکائیہ نے موقع کو غنیمت سمجھ کر خود ایلس پر حملہ کر دیا۔ الغرض ۳۹۸ اور ۳۹۷ ق م میں مسلسل دو برس تک شاہ آگس ملک ایلس کو روندتا رہا اور ایک طرف تو لکد سوئی، اُن کے حلیفہ، اور ایتھنز ہی اُس کی مدد کے لئے موجود رہے دوسری جانب خود سرزمین ایلس میں بھی اندرونی فساد برپا رہنے سے اُسے اپنے کام میں بہت کچھ آسانی ہو گئی۔ آخر ۳۹۷ ق م میں ایلس کو نہ صرف لپریوم دشمن کے حوالے کر دینا پڑا بلکہ تری فیلیہ کے ضلع سے بھی دست بردار ہونا پڑا، نیز ساحل کا وہ حصہ بھی جس میں فئی یا اور کیلینے واقع تھے، اور سرحدی ضلع اکرو ریا بھی دشمن کے قبضے میں آ گئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ باوجود ان پے در پے شکستوں کے ایلس ہی اولمپیا کے کھیلوں کا صدر بنا رہا۔[۱]

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Satrapus peruels لائپزک ۱۸۸۳ء۔

تھیمبرن و ڈرکی لداس ۲ زینوفن حصہ ۳ اور دیودورس ۱۴ ۳۸ ۔ زینوفن (۳۔۲) ۱ ا اپنے بہترین اسلوب میں یہ بتاتا ہے کہ ڈرکی لیداس نے کس طرح میدیاس جیسے بدکاروں کو نیچا دکھایا۔

[۱] جنگ ایلس ۲ زینوفن ۳ ۲ ۲۱؛ دیودورس ۱۴ ، ۱۷ ، ۳۴ ؛ کرتیوس Breitenbach کے

شاہ اگیس نے مال غنیمت کا دسواں حصہ دلفی کی نذر کرکے اسپارٹا کی راہ لی۔ لیکن ان کامیابیوں کے بعد وہ بہت دن زندہ نہیں رہا بلکہ ۳۹۹ ق م میں راہی ملک عدم ہوا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کے ورثا میں جھگڑا پڑ گیا۔ دعویداروں میں سے ایک لیوتی خدیس تھا جو اپنے آپ کو اگیس کا بیٹا بتاتا تھا لیکن بہت سے اسپارٹی اُسے الکبیادیس کی اولاد تصور کرتے تھے۔ دوسرا دعویدار ۴۴ سالہ اسگے سی لاؤس تھا جو اگیس کا بھائی اور آرخی داموس کا بیٹا تھا۔ زینوفون نے اپنی کتاب میں اس تنازعہ کے دلائل ایک مکالمے کی شکل میں پیش کئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا میں مشکل سے کوئی متنفس ایسا ہو جو لیوتی خدیس کو اگیس کی جائز اولاد تصور کرتا ہو، لیکن غالباً ایک فریق ایسا تھا جو اُسے اپنا آلۂ کار بنائے ہوئے تھا اور اپنی مطلب براری کے لئے اُس کا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے اسپارٹی اسگے سی لاؤس کے لنگ کرنے کی وجہ اس کا بادشاہ ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ آخر کار جب دیوپیتھیس سے، جو فال نکالنے میں نہایت مشاق تھا، استفسار کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ اپولو کے حسب قول اسپارٹا میں "لنگڑی" حکومت کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ لیسانڈر بھی، جس کی سیاسی قوت اُس وقت تک برابر قائم تھی، اسگے سی لاؤس کا ہمنوا تھا، چنانچہ اس فال کی اُس نے یہ تاویل کی کہ "لنگڑی حکومت" سے مراد لنگڑے بادشاہ کی حکومت نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اسپارٹا کے تخت پر نہیں بیٹھنا چاہئیے جو کم اصل ہو یا جسکی نجابت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ حواشی زینوفون ۳، ۲، ۲۱؛ کرتیوس کے حواشی ۳، ۴۴، ۷۔ پئوسانیاس ۵، ۴، ۸، ۶، ۲، ۸ کے مطابق ایلیسیوں کو اولمپیا کے مقام پر اسپارٹیوں کے خلاف ایک تھوڑی کامیابی ہوئی جس کی انھوں نے ایک یادگار قائم کی؛ گارڈنر (سکہ جات ایلس، رسالہ مسکوکیات Gardner Coins of Elis Numis Chr. ۱۸۷۹ء صفحہ ۲۴۱) کا خیال ہے کہ اس یادگار کی تصویر ایک نہایت حسین ایلسی سکے پر بنی ہوئی ہے۔ اس سکے کو ہیڈ Head نے بھی اپنی کتاب میں جگہ دی ہے (صفحہ ۳۵۵ نشان ۲۲۳)۔ اس پر فتح کی دیبی کے ہاتھ میں سابہار (؟) کی ایک شاخ فطرتاً ہے۔

باب ا

کسی قسم کا شک و شبہ ہو۔ اس دلیل کا اسپارٹیوں پر بہت اثر پڑا چنانچہ اُنھوں نے فوراً اگے سی لاؤس کو اپنا بادشاہ منتخب کرلیا۔

اگے سی لاؤس بہادر، سیدھا سادہ اور با مروت شخص تھا، اور اُس میں وہ تمام عادات و اطوار موجود تھے جو عام طور پر کسی سچے اسپارٹی شہری میں ہونے چاہئیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے وہ کبھی ایفوروں کے ساتھ، جو شہر کے اصلی رہبر تھے، دست و گریباں نہیں ہوا، اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے اپنے اثر کی وجہ سے کبھی کسی اسپارٹی شہری کو آزردہ خاطر نہیں کیا۔ اس میں شک نہیں کہ لیساندر نے اُس کا ساتھ صرف اس لئے دیا تھا کہ وہ اُسے اپنا آلۂ کار بنانا چاہتا تھا، لیکن جیسے اس چالاک اسپارٹی نے فرنابازو کی اصلیت سمجھنے میں غلطی کھائی تھی اُسی طرح وہ اگے سی لاؤس کے حقیقی خصائص کی تہ کو نہیں پہنچ سکا۔ اگے سی لاؤس میں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ وہ ہر وقت ہر واقعے کے لئے گویا تیار بیٹھا رہتا تھا۔ اپنی خانگی زندگی میں وہ نہایت ہوشیار تھا لیکن اُسے کبھی اپنے اوپر زعم باطل نہیں ہوا؛ بحیثیت ایک بادشاہ کے وہ ہمیشہ ایفوروں کا تابعدار رہا، لیکن اوروں کے سامنے اُس نے کبھی اپنی متانت اور سنجیدگی ہاتھ سے نہیں جانے دی، چنانچہ وہ وقت دور نہ تھا جب خود لیساندر کو بھی اس خصوصیت کا تجربہ ہو جائے اور اسپارٹی اُس سے بیحد مسرور و محظوظ ہوں۔

اگے سی لاؤس کے انتخاب کے بعد ہی اسپارٹا کو ایک بڑے خطرے کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سب سے پہلے تو بادشاہ کو قربانی کے شگونوں سے معلوم ہو گیا کہ ملک پر کوئی عظیم الشان مصیبت آنے والی ہے۔ اس واقعے کے کچھ دن بعد ایک شخص نے ایفوروں کے پاس آکر اطلاع دی کہ بعض لوگوں نے ایک شخص مسمی کینادون کی سرکردگی میں ایک سازش تیار کی ہے، اور یہ کینادون بجائے کسی اچھے امیر خاندان کا ایک فرد ہونے کے اس قدر غریب ہے کہ وہ دستر خوان مشترکہ کا چندہ تک ادا نہیں کرسکتا۔ اُس نے یہ کہا کہ کینادون نے خود اُسے یہ حکم دیا تھا کہ جب اسپارٹا کا چوک بھرا ہو تو وہاں کے سب "دشمنوں" کو شمار کرے، اور "دشمنوں" سے اُسکی مراد بادشاہوں، ایفوروں، گیروشیوں اور ذی اقتدار طبقے کے دیگر افراد سے تھی۔

بہرحال جب ان دشمنوں کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ چار ہزار آدمیوں میں صرف چالیس ایسے افراد ہیں جو اس زمرے میں آسکتے ہیں یعنی اُن کا تناسب ایک فی صدی سے زیادہ نہیں ہے۔ اُس نے یہ بھی اطلاع دی کہ اس کیناڈون نے بعینہ اسی قسم کی درخواست دوسروں سے بھی کی تھی، اور کہا تھا کہ اسپارٹا کے سپے ریوئی کیوں اور ہیلوتوں کی یہ خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے ان خود ساختہ اشیائی رہبروں کا خاتمہ ہوجائے، بلکہ بعض تو انھیں زندہ چبا ڈالنے کے لئے بالکل تیار تھے۔ جب کسی نے اُس سے دریافت کیا کہ آخر تم ہتھیار کہاں سے لاؤگے تو اُس نے جواب دیا کہ اول تو خود ارباب سازش ہی کے پاس ہتھیاروں کی کمی نہیں، اور اس کے علاوہ لوہاروں کی دکانیں اور مزدوروں کے گھر ان سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ قصہ سُن کر ایفوروں نے اس کا تہیہ کرلیا کہ کسی طرح سے اس خطرناک شخص سے چھٹکارا حاصل ہونا چاہیئے۔ ایفوروں نے اس سے پیشتر اُس سے کئی مرتبہ اکثر خفیہ امور میں کام نکالا تھا لہٰذا وہ اُس سے خوب اچھی طرح سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایسے شخص کا خاص شہر اسپارٹا میں گرفتار کرنا خالی از خطرہ نہیں ہے اس لئے انھوں نے اُسے ایک سرکاری کاغذ دے کر اسپارٹا سے روانہ کردیا اور جو سپاہی اُس کے ساتھ گئے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اُسے شہر کے باہر پہنچ کر گرفتار کرلیں۔ کیناڈون پابجولاں اسپارٹا واپس آیا؛ ایفوروں کے حکم سے اُس کے سربازار دُرّے لگائے گئے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو، اور آخرکار اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا کام تمام کردیا گیا۔[۵]

[۵] اگے سی لاؤس کی تخت نشینی، زینوفون ۳/۳، ۱-۴، پلوٹارک۔ اگے سی لاؤس ۳، لی سیاس ۲۲۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ دیوپی تھیس وہی دیوپی تھیس ہے جس نے تیس سال پہلے ایتھنز میں اناسی غورس پر الزام لگایا تھا۔ اگے سی لاؤس پر مفصلہ ذیل کتابیں قابل مطالعہ ہیں۔ ہرٹس برگ "سوانح عمری شاہ اگے سی لاؤس دوم" Hertzberg Das Leben des Koenigs Agesilaos II ہالے ۱۸۵۶ء؛ ہرٹس برگ کا مضمون پاؤلی کے مجموعے ۱(۲)، ۴ میں اگے لان؛ "سوانح عمری اگے سی لاؤس" Buttmann : Lebendes Agesilaos ہامبرگ ۱۸۶۲ء۔

باب ۱

ہم نے ۳۹۷ق م کے بعد کے ایشیائی حالات کا ذکر نہیں کیا، لہذا اب ہم اُن کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ۳۹۷ق م کے اختتام اور ۳۹۶ق م کے آغاز پر اسپارٹا اور ایران کی جنگ میں کچھ سکون پیدا ہو چلا تھا لیکن ۳۹۶ق م کے موسم گرما میں اس میں پہلے کی سی تیزی پیدا ہو گئی۔ زینوفون کے قول کے بموجب ایک سنر قوسی مسمی ہیرو داس نے اسپارٹا آکر بیان کیا کہ اُس نے خود اپنی آنکھوں سے فنیقیہ میں ایک ایرانی بیڑا تیار ہوتے ہوئے دیکھا ہے جسمیں تین سو سہ طبقہ کشتیاں ہیں، لیکن اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس بیڑے کا مقصد کیا ہے۔ اسپارٹیوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ہو نہ ہو یہ بیڑا اسپارٹا کے خلاف لڑنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ اب جنگ لسئے گوس پوتامی کے بعد ایتھنزی امیرالبحر کونون نے ایواغورس شاہ سالامس (قبرص) کے پاس پناہ لی تھی۔ جب شہنشاہ اردشیر اور اسپارٹا کے مابین نزاعات بڑھے تو اُس نے اردشیر کو یہ کہلا بھیجا کہ اگر ایران کو اُس کی خدمات کی ضرورت ہے تو وہ بسر وچشم حاضر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اسپارٹا نے اردشیر کے مخالف شاہزادۂ کورش کی مدد کی تھی تو ایک ایتھنزی کے لئے اس سے زیادہ کوئی راستہ صاف نہ تھا کہ وہ اردشیر کی مدد کے لئے تیار ہو جائے۔ بالآخر بادشاہ نے اپنے صوبہ دار فرنا بازو کی وساطت سے اُسے یہ حکم دیا کہ وہ فوراً کاریہ اور لکیہ میں ایران کے لئے ایک بیڑا تیار کرے۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ بہت سے مصنف اس کوشش میں لگے رہے ہیں کہ اگے سی لاؤس کی بابت جس قدر واقعات کا ثبوت ہے اُن سے بھی زیادہ واقعات بیان کریں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس بادشاہ کے خیالات پہلے تو نہایت وسیع تھے اور اُسکا دائرۂ نظر تمام ارض یونان تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان میں ایک قسم کی تنگی پیدا ہونے لگی تا آنکہ اُس کی نگاہ محض اسپارٹا کے مفاد تک ہی محدود ہو گئی۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب اُس میں ذہنی انقلاب کا ہونا بیان کیا جاتا ہے تو اُسوقت اُسکی عمر پچاس سال سے متجاوز ہو گئی تھی، اور اگر ہم اُسے ایک ایسا شاہی اسپارٹی تصور کریں جو ہیئت الغوروں کے حکم کی تعمیل کو اپنا فرض عین تصور کرتا تھا تو اُسکے طرز عمل میں ہم ایک قسم کی یکرنگی محسوس کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہر چیز کا افادی پہلو پیش نظر رکھتا تھا۔

کینادون کی سازش، زینوفون ۳، ۳، ۴–۱۱

باب ۲

الغرض ہیروداس کی اطلاع سے اسپارٹیوں میں بہت کچھ ہیجان پیدا ہوا اور تمام پیلوپونیز میں حب وطن کی ایک رو دوڑ گئی۔ اسی زمانے میں ٹموتیوس، جو شاعر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ماہر موسیقی بھی تھا، اپنے ناٹک "ایرانیاں" سے لوگوں کا جوش تازہ کر رہا تھا۔ لیساندر نے یہ تحریک کی کہ اگے سی لائوس تیس اسپارٹامیوں، ۲۰۰۰ نیوداموڈیوں* اور ۶۰۰۰ حلیفوں کو ساتھ لے کر فوراً ایشیا چلا جائے۔ لیساندر کا اصلی مقصد یہ تھا کہ اُس کا زائل شدہ اثر از سر نو قائم ہو جائے اور وہ عشاری حکومتیں جنھیں اسپارٹیوں نے برخاست کر دیا تھا، دوبارہ برسر اقتدار ہو جائیں؛ نیز اس کا یہ بھی خیال تھا کہ اگے سی لائوس جو اُس کا رہین منت ہے، ضرور اُس کے خیالات کی تائید کرے گا۔ یہ ایک نہایت خوش آیند بات تھی کہ مصری بغاوت کی وجہ سے ایران اور ایشیائے کوچک میں نسبتہً قوت و جبروت کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ غرضکہ اگے سی لائوس تیس اسپارٹیوں کو لے کر جس میں خود لیساندر بھی موجود تھا، ایشیا روانہ ہو گیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کی مدد کے لئے ایتھنز، تھیبز، کورنتھ اور آرگوس نے کسی قسم کی امدادی فوج روانہ نہیں کی۔ شاہ اسپارٹا کی یہ خواہش تھی کہ وہ اس مہم کو کسی مقدس مذہبی رسم سے شروع کرے، چنانچہ وہ سب سے پہلے آؤلس اس غرض سے گیا کہ اگامیمنون کی طرح وہاں قربانی کرے تاکہ اُس کے معبود اُسے اپنے ظل حفاظت میں لے لیں۔ لیکن جب بیوتارخوں کو یہ معلوم ہوا کہ وہ بیوتی عقیدے کے مطابق قربانی نہیں کرنا چاہتا تو انھوں نے قربانی کو قربان گاہ سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ بادشاہ نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور یہ خیال کر کے کہ جب مہم کا آغاز اس قدر بُرے شگون سے ہوا تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے، وہ نہایت تردد اور غصے کی حالت میں ایشیا چلا گیا۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسی فوج سے جو تعداد میں کورش کے اجیر سپاہیوں کی تعداد سے بھی کم تھی، یہ امید کرنی لا حاصل تھی کہ وہ ایرانیوں کو مرعوب یا مغلوب کر سکے گی ۵۶

* نیوداموڈی = وہ ہیلوٹ جنھوں نے جنگ میں کوئی کار نمایاں انجام دیا ہو اور جنھیں اُسکے صلے میں آزاد کر دیا گیا ہو۔

۵۶ آؤلس کی قربانی، پلوٹارک: اگے سی لائوس ۶۔ ایشیائی جنگ، زینوفون ۳، ۴؛ پلوٹارک: اگے سی لائوس ۶ وغیرہ؛ لیساندر ۲۳، ۲۴۔

چونکہ تسافرنز باضابطہ جنگ کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے اُس نے یہ اعلان کیا کہ اگر شہنشاہ ایران اجازت دیدے تو وہ یونانی بلدیات کو سوراج دینے کے لئے تیار ہے اور شہنشاہ کی اجازت آنے تک جنگ کو ملتوی کرنا مناسب ہے ساتھ ہی ساتھ اُس نے کمک کے لئے سوس آدمی بھیجا۔ بہرحال اگے سی لاؤس التوائے جنگ کے لئے آمادہ ہوگیا اور اطمینان سے ایفی سوس میں رہنے لگا۔ لیکن یہاں اُس کے اور لیسانڈر کے مابین منافشے کی شکل پیدا ہوگئی۔ وہ اس طرح کہ جہاں ایشیا میں لیسانڈر کے نام سے گویا بچہ بچہ واقف تھا وہاں اگے سی لاؤس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ شاہ اسپارٹا نے اس تکلیف دہ صورت حال کا خاتمہ کرنے کی یہ ترکیب نکالی کہ جب کوئی معاملہ تصفیئے کی غرض سے اُس کے سامنے پیش ہوتا تو وہ فوراً لیسانڈر کی رائے کے خلاف فیصلہ صادر کرتا جس سے لیسانڈر اس درجہ زچ ہوا کہ اُس نے یہ درخواست کی کہ اُسے کسی اور کام پر لگادیا جائے جو فوراً منظور ہوگئی، لیکن جاتے جاتے بھی اُس نے اپنی قابلیت کے ثبوت کے طور پہ فرنا بازو کے ایک ماتحت مسمی سپتھری داتیس کو ایران کے خلاف بغاوت پر آمادہ کردیا۔ اسی دوران میں تسافرنز کے پاس کمک آگئی چنانچہ اُس نے اپنا مصنوعی جامہ اُتار کر پھینک دیا اور اگے سی لاؤس کو سرزمین ایشیا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ الغرض فریقین کے درمیان جنگ ازسرنو شروع ہوئی۔ تسافرنز کا خیال تھا کہ اگے سی لاؤس کاریہ کی طرف بڑھیگا، چنانچہ اُس نے اپنی فوج کے بیشتر حصے کا اسی صوبے میں اجتماع کیا اور اپنے سواروں کے دستے کو وادیٔ میانڈر اس امید پہ چھوڑ دیا کہ ضرورت کے وقت وہ صرف اُسی کی مدد سے اگے سی لاؤس کا خاتمہ کردے گا۔ لیکن اگے سی لاؤس اس کے خلاف بڑھنے کی بجائے ذرا شمال کی طرف چلا اور یہاں سے اُس نے یہ اندازہ کرلیا کہ اُس کی کامیابی کے لئے اُسے سواروں کی ازبس ضرورت ہے، اس کے بعد اُس نے بعینہ وہی ترکیب چلی جو زمانہ مابعد میں سی پیو اکبر عہد عروج روما میں چلنے والا تھا۔ ابتدا میں اُس نے باشندگان ملک سے ذاتی خدمات کا مطالبہ کیا تھا لیکن اب اُس نے اُن سے یہ کہا کہ اگر تم اپنے قائم مقام اور سوار مہیا کردوگے تو پھر تمہاری ذاتی خدمت کی ضرورت نہیں رہیگی۔ اس لے ۳۹۶/۳۹۵ ق م کا موسم گرما ایفی سوس میں بسر کیا جو ایک بڑا جنگی پڑاؤ معلوم ہوتا تھا اور اس کی شکل بالکل ویسے ہی تھی جیسی ان واقعات سے کچھ عرصے پہلے سرقوسہ کی اُس وقت ہوگئی تھی جب دیونی سیوس حملے کی تیاری میں مصروف تھا

(دیکھو اسی کتاب کا گیارھواں باب)۔اس نے جن ایرانیوں کو گرفتار کیا انھیں برہنہ
کرا کے اُن کی نمائش کرائی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ زن نما مرد کس قدر بزدل
ہیں۔ موسم بہار میں اپنے پڑاؤ سے نکل کر اُس نے ایرانی سواروں کے دستے کو بمقام
پاکٹولوس ایک شکست فاش دی، اور گو ساردس اُس کے قبضے میں نہیں آیا لیکن
اُس کی اس کامیابی کی وجہ سے تسافرنز کا خاتمہ ہو گیا۔ شہنشاہ کی ماں پری زادی
نے جو اپنے بیٹے کورش کو بہت چاہتی تھی اور جو شخص کورش کا دشمن تھا اُسے اپنا بھی
دشمن تصور کرتی تھی، اردشیر کو یہ پڑھایا کہ تسافرنز نے ضرور غداری کی ہے جس پر اردشیر
نے فوراً اپنے وزیر تھتھراؤس تیس کو تسافرنز کا کام تمام کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔
آخر کار ۳۹۵ء ق م میں تسافرنز گرفتار کر لیا گیا اور اُسے بمقام کیلائے ناسے سولی پر
چڑھا دیا گیا۔ اب سیدھے سادے ایشیائیوں کی طرح تھتھراؤس تیس نے یہ خیال
کیا کہ چونکہ نقض امن کرنے والے کا تو خاتمہ ہو چکا اور یونانیوں کا مقصد حاصل ہو گیا
اس لئے یونانیوں کو اپنے ملک کو واپس چلا جانا چاہیئے، چنانچہ اُس نے یہ اعلان کیا
کہ اسپارٹیوں کی خواہش پوری کر دی جائیگی اور اگر یونانی بلدیات شہنشاہ کو خراج ادا کرتے
رہیں گے تو اُنھیں سواراج کے اختیارات عطا کر دئے جائیں گے۔ اگےسی لاؤس نے
اس اعلان کا یہ جواب دیا کہ جب تک اسپارٹا سے مکمل ہدایات نہ آجائیں اُس وقت
تک وہ قطعی تصفیہ نہیں کر سکتا۔ اس پر تھتھراؤس تیس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اسپارٹا
سے جواب آنے تک اگےسی لاؤس کو فرنابازو کے صوبے میں اقامت گزیں ہونا
مناسب ہے۔ اگےسی لاؤس نے اُس کے اس مطالبے کو منظور کر کے شمال کا رخ
کیا۔ اسی دوران میں اسپارٹی بیڑے پر بھی اضافہ ہو گیا تھا اور اُسے اگےسی لاؤس
کی ہی ماتحتی میں رکھ دیا گیا تھا۔ اگےسی لاؤس نے فوراً اپنے نسبتی بھائی پساندر کو اُس کا
افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ اس سے قبل ۳۹۶ء ق م میں اسپارٹی فاراکس ایک سو بیس جہازوں
کو لے کر جزیرہ رھوڈز کو چلا تھا اور یک بیک کاؤنوس کے مقام پر جہاں کونون پڑا
ہوا تھا، لنگر ڈال دیا تھا۔ کونون کو بندرگاہ سے باہر نکلنے میں بہت دقت پیش آئی لیکن
وہ کسی نہ کسی طرح لڑتا بھڑتا نکل ہی آیا۔ اب جزیرہ رھوڈز بھی اسپارٹا سے باغی ہو گیا،
اس لئے فاراکس دوبارہ جزیرے میں قدم نہیں رکھ سکا۔ ادھر کونون نے بہت سے

باب ۱

جہازوں کو جو مصر سے اسپارٹا جا رہے تھے، گرفتار کر لیا۔

ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹی بیڑے نے باوجود اچھے بڑے ہونے کے ۳۹۵ ق م میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا۔ بہرحال اب پیسانڈر کے اسپارٹی بیڑے میں مزید جہازوں کا اضافہ ہو کر اُن کی تعداد ایک سو بیس ہو گئی۔[ش۱]

الغرض سمندر اور خشکی دونوں پر اسپارٹی اپنے دشمنوں کے لئے خطرناک ثابت ہوئے۔ اب تِتھ راؤس تیس یہ سوچنے لگا کہ میدانِ جنگ سے اسپارٹا سے دست بدست لڑنے سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ خود اسپارٹیوں کے ہم وطنوں کو فوجی یا رقمی امداد دے کر اُن کے خلاف بھڑکایا جائے۔ ارضِ یونان میں شاید ہی کوئی ایسی مملکت باقی رہی تھی جسے اسپارٹا نے کسی نہ کسی طرح کوئی نہ کوئی گزند نہ پہنچایا ہو، جس کی وجہ سے اسپارٹا کے نام لیوا

ش۱ ایرانی وزیر تِتھ راؤس تیس، ۴ Nep Con. جس پر نیپرڈے Nipperdey نے حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ اس ضمن میں اس کتاب کے باب ۲، ۲ کا حاشیہ نمبر ۲ بھی دیکھا جائے۔
تِساقرنِز کی موت، زینوفون ۳، ۴، ۲۵؛ دیودوروس ۱۴، ۸۰۔
اسپارٹی بیڑا، زینوفون ۳، ۴، ۲۸ مع حواشی براٹن بلخ؛ دیودوروس ۱۴، ۷۹۔
کونن اور ایرانی، دیودوروس ۱۴، ۳۹؛ پلوٹارک، اردشیر ۲۱؛ کتے سیاس ۲۶۔ اس آخری سوانح عمری کے بیان کے مطابق مورخ کتے سیاس نے، جو اُس زمانے میں شہنشاہ ایران کا طبیب خاص تھا، فریقین کے درمیان گفت و شنود کی تھی، اور وہی ایران اور رھوڈز میں ایران کا قائم مقام مقرر ہوا۔ ایواغورس کے ذریعے سے کونن اور بادشاہ کے درمیان گفت و شنود، پئوسانیاس ۱، ۳، ۱۔ زینوفون ۳، ۴، ۱ میں ہیروداس کا جو قول نقل کیا ہے اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بحری جنگ تِساقرنِز کے اشارے سے ہی ہوئی تھی، لیکن Nep. Con. ۲ کے مطابق اُس کے اور اگے سی لاؤس کے مابین سمجھوتا ہو گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں ایشیائے کوچک کی سرزمین میں سازشوں کا بازار خوب گرم تھا، لیکن ہمیں کسی قسم کی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ جب تک سلطنت ایران قائم رہی اُس وقت تک ہر شخص اپنے بھلے کے لئے گویا مارآستین بنا رہا۔ زینوفون نے ۳، ۴، ۸ میں جو رائے ظاہر کی ہے اُس سے اسپارٹی ذہنیت کا پتا چلتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقتدار، فوجی قواعد اور تعمیلِ حکم یہی تین چیزیں ایک کامیاب مملکت کی بنیاد کا کام دیتی ہیں۔

بہت ہی کم باقی رہ گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر اُدھر خانگی سازشیں اُٹھ کھڑی ہوئیں اور ادھر میدان جنگ میں بھی لڑنا پڑا تو اسپارٹا کی کامیابی بہت ہی مشتبہ ہو جائیگی۔

یادداشت متعلق باب اوّل

اسناد عہد ۴۰۳ تا ۳۶۲ ق م

اس عہد کی اہم ترین سند زینوفون؛ "ہیلے نیکا" مقالہ ۳ تا ۷ ہے جس کی تنقید برائٹن باخ Breitenbach نے اپنی اشاعت کی تمہید اور حواشی میں کی ہے (دو جلد برلن، ۱۸۸۴ء)۔ عہد نصف دوم یعنی ۳۸۴ تا ۳۶۲ ق م کے حالات کے لئے فون شٹرون کی تحقیقات جو اس نے اپنی "تاریخ سیادت اسپارٹا و تھبز" Von Stern : Geschichte den spartan und theban Hegemonie (ڈیورپ فیلڈ ۱۸۸۴ء) میں مدوّن کی ہے، منجملہ دیگر اسباب کے اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں زینوفون کے محاسن کو نہایت ممتاز کر دیا گیا ہے۔ اگر ہم اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ جن واقعات کو زینوفون نے بیان کیا ہے اُس میں خود اُس نے نمایاں حصہ لیا تھا تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ اپنی روش میں حتی الامکان غیر جانبدار نظر آتا ہے۔ اُس کے حالات کے لئے دیکھو ا۔ روکیت: "سوانح عمری زینوفون" A. Roquette : De Xen. vita کینگس برگ ۱۸۸۴ء۔ لیکن بہت سے نقادوں کی رائے یہ ہے کہ زینوفون کی تحریروں سے جانبداری کی جھلک نظر آتی ہے، اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے بہت سے واقعات بالکل حذف کر دئیے ہیں جن میں سے چند مفصلہ ذیل ہیں:۔ (۱) وہ ایپامی نونڈاس اور پیلوپیداس کے کارنامے بہت کم بیان کرتا ہے اور اپنی کتاب کے اوائل میں اُن کا ذکر نہیں کرتا ہے، یعنی ایپامی نونڈاس کا ذکر تو ۷، ۱، ۴ تک نہیں کیا جاتا اور پیلوپیداس کا بیان صرف ۷، ۱، ۳۳ میں کافی سمجھا جاتا ہے۔ (۲) وہ میگالوپولس اور

یادداشت متعلق باب

مسینے کی بنیاد کا مطلق تذکرہ نہیں کرتا۔ لیکن ہمیں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ یہ محذوفات اُس کی جانب داری پر مبنی نہیں ہیں۔ دونوں تھبنزی رہبروں کا تو اُس نے اُسی بنا پر ذکر نہیں کیا کہ اس کے جذبات بھی دیموس تھنیس کے احساسات کے ہم شکل تھے جن کا اظہار موخر الذکر نے اپنی کتاب "ارسطقراطیس" Aristocr ۱۹۸ میں کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ محض تھبنزی قوم کا ذکر کافی سمجھتا ہے اور اُن کے سپہ سالاروں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اسی کے ساتھ اُس کے بیان میں ایک خصوصیت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ تاوقتیکہ وہ کسی شخص کی خصائص خود اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر بیان نہ کر سکے وہ سنی سنائی انفرادی خصوصیات کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مثلاً جب وہ اسپارٹا کی حفاظت کا ذکر کرتا ہے۔ تو جہاں دیگر مورخ اگے سی لاؤس کی تعریف کے طومار باندھ دیتے ہیں وہاں وہ اس کا نام بھی نہیں لیتا؛ اسی طرح جب اس کا اپنا بیٹا وفات پاتا ہے تو درانحالیکہ اُس کی موت کا قصہ قدیم زمانے میں زباں زد خاص و عام تھا، وہ خود اس کا ذکر بھی نہیں کرتا۔ جب صورت حال یہ ہے تو اس میں کون تعجب کی بات ہے کہ جب وہ محض "تھبنزیوں" کے حالات پر اکتفا کرتا ہے تو ایپامی نونداس کی توہین کا خیال تک اُس کے دل میں جگہ نہیں پاتا، اور جب وہ پیلوپی داس کی شمالی فتوحات کو نظر انداز کر دیتا ہے تو اس سے اُس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ تھبنز کی عظمت میں کسی قسم کا بٹا لگائے۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ میگالوپولس اور مسینے کی بنیاد کا تذکرہ نہ ہونے سے اُس کی تاریخ میں ایک بدیہی نقص رہ گیا ہے، لیکن اُس کا سبب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جانب دار تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ زینوفون عالمگیر تاریخ لکھنے پر قادر نہ تھا بلکہ اس کے عوض وہ صرف ایسے واقعات کو ضبط تحریر میں لاتا تھا جن کی بابت اُسے کوئی خاص معلومات ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اُس کی تاریخ میں بہت سے فقرے ایسے ہیں جن سے غیر جانب داری مترشح ہوتی ہے مثلاً (۱) ایپامی نونداس کی تعریف و توصیف ۷، ۵، ۸، ۱۸ وغیرہ (۲) الفی کراتیس ساکن ایتھنز کی قابلیت کا اقرار (۳) اسپارٹا پر یہ الزام کہ اُس نے تھبنز پر مظالم ڈھائے، اور یہ اس قسم کے الفاظ میں کہ اگر لکھنے والا اسپارٹا کا دشمن بھی ہوتا تو بھی اپنا مفہوم اس سے بہتر ادا نہ کرتا۔ اسی طرح اگے سی لاؤس کے پیلوپونیز میں ہو کر گذرنے اور ناکامی کا منھ

یادداشت متعلق بابلہ

دیکھنے کی بابت بھی اُس نے نہایت سخت الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے؛ ۴،
۵/۱۸ - نیز اگے سی لاؤس کی طبعی کمزوری کی وجہ سے خفیہ سازشوں کے ہونے اور
سفوڈریاس کی بریت کے متعلق بھی اس کا بیان پڑھنے کے قابل ہے ۵/۴، ۲۵/۳۴؛
اور جب تھسالوی اسپارٹا کے سامنے دست استمداد پھیلاتے ہیں تو زینوفون کے
نزدیک اسپارٹا بہت کمزوری دکھاتا ہے ۶/۱، ۲ وغیرہ؛ وہ ان حقائق کا اعادہ کرنے
میں پس و پیش نہیں کرتا جو اؤتوکلیس اسپارٹیوں کے سامنے بیان کرتا ہے جس پر اسپارٹیوں
سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا - بہرحال ان مثالوں اور نیز دوسری اور بہت سی مثالوں سے
زینوفون کی غیر جانبداری کا پتا لگتا ہے - نیز دیکھو اسی کتاب کا بارھواں باب -
زینوفون ایک نہایت صاف گو مورخ ہے جو حکیم سقراط کی تعلیم کا اتباع کر کے محض
لفاظی اور لسانی سے پرہیز کرتا ہے، اور خود اُس کے نقاد اُس کے بہترین فقروں
کو اپنی کتابوں میں ہو بہو نقل کر کے گویا اُس کے محاسن پر مُہر لگا دیتے ہیں -
اہمیت کے اعتبار سے زینوفون کے بعد دیودوروس کا نمبر آتا ہے،
جس کی تصنیف کے مقالہ جات ۱۴ و ۱۵ کا تعلق عہد زیر بحث سے ہے - میں
دیودوروس پر اپنی کتاب کی جلد ۲، باب ۷ کے اختتام پر تنقید کر چکا ہوں حقیقت
یہ ہے کہ اُس کی خواہش تھی کہ تاریخ عامہ کی تحریر میں اخباری رنگ اختیار کرے لیکن
اُس کی سنویت اکثر و بیشتر بالکل بیکار ثابت ہوتی ہے اور جن دو حصوں سے بالفعل
ہمارا مطلب ہے وہ بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں ہیں - اپنے اس خیال کے ثبوت
میں میں مفصلۂ ذیل دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں :- (۱) اُس کے دئے ہوئے سنین
پر کسی طرح اعتبار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ہر سال کی ابتدا میں وہ اُن ایتھنزی
آرخنوں اور رومن قنصلوں کے نام لکھتا ہے جو بیک وقت جائزہ دار نہیں تھے
بعض مرتبہ جب سال آرخن کے جائزے سے نو ماہ پیشتر ہی شروع ہو جاتا ہے
(جلد ۲ باب ۷، حاشیہ متعلق اسناد) تو خلفشار المضاعف ہو جاتا ہے - اگر وہ اپنے
سنوی تسلسل کے لئے کوئی خاص مسلک اختیار کرتا یعنی اپنے سال کو ایک ہی تاریخ
پر شروع اور ایک ہی پر ختم کرتا تو غالباً اس قدر ابتری نہ بڑھتی؛ لیکن اس کی بجائے کبھی تو
اس کا سال بڑا ہو جاتا ہے کبھی چھوٹا؛ کبھی تو اس میں سال بھر سے زیادہ کے مہینے

یادداشت متعلق باب ۲

شامل کر دئے جاتے ہیں اور کبھی متعدد سال ایک ہی دائرے میں داخل کر لئے جاتے ہیں (دیکھو حواشی متعلق باب ۵)، چنانچہ اگر وہ کسی امیر کا کسی خاص سال میں واقع ہونا بیان کرتا ہے تو بھی ہم اس قطعی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے کہ خود اُس کی اپنی رائے میں بھی وہ اُسی سال میں ضرور پیش آیا ہوگا۔ (۲) لیکن اس سے بھی زیادہ جس وجہ سے اُس کا ساختہ سال سنوی اعتبار سے بالکل لغو ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے بجائے اختیاری طرز اختیار کرنے کے اپنے ہی بنائے ہوئے طرز پر عمل کیا ہے جس کی بنا واقعات کے باہمی تعلق پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر بہت سے سنین کے واقعات کو ایک ہی سال میں شامل کر دیتا ہے، اور اکثر و بیشتر ان واقعات کا فیصلوں اور آرخنوں کی فہرست سے مطلق کوئی تعلق نہیں ہوتا جن کے نام اس سال کے تحت میں لکھ دئے گئے ہوں۔

دیودورس کے مغالطہ آمیز سنوی تسلسل پر تنقید کر کے ہم اُس کے محاسن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور اس ضمن میں ہم سب سے پہلے اس رائے کے اظہار پر مجبور ہیں کہ اُس نے مختلف واقعات و اشیاء کے پوشیدہ تعلقات کو آشکارا کرنے کی کوشش کی ہے، ساتھ ہی اُس نے اپنے مخصوص طرز تحریر کا اتباع کرنے کے علاوہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک کار آزمودہ نقاش بھی ہے، اور اُس کی اس صنعت کو آج تک نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے جس تاریخی مواد سے مدد لی اور اُس میں جو ترتیب و تہذیب پیدا کی اُس میں فنی اور نقاشانہ اصول مضمر تھے۔ اُس نے اپنی کتاب کے مختلف مقالوں میں جو تقسیم کی ہے اُس کی بنا محض مضامین کی نوعیت پر ہے اور ہر مقالے میں ایک قسم کی پنہاں یک رنگی نظر آتی ہے جس میں ایک یا زیادہ اشخاص یا واقعات کو ممتاز کر کے دکھایا گیا ہے۔ چونکہ ہر مقالے کا حجم ایک خاص حد سے تجاوز نہیں کر سکتا اس لئے اُن حالات کے بیان میں جن کا اُن اشخاص یا واقعات سے نسبتہً کم تعلق ہے اختصار مدنظر رکھا گیا ہے۔ دیودورس کے نزدیک دنیائے معلومہ تین بڑے بڑے حصوں میں منقسم تھی یعنی مشرق، ارض یونان اور مغرب؛ ان میں سے مشرق اور یونان کا نہایت گہرا باہمی تعلق ہے، اور چونکہ تاریخ عالم میں یہ حصے یکے بعد دیگرے طاقتور اور ممتاز ہوتے ہیں اس لئے اُن واقعات کے بیان میں جو

یادداشت متعلق باب

جو کسی خاص عہد میں نسبتہً کم نمایاں ہیں، نہایت کم گوئی کا اصول مدنظر رکھا گیا ہے۔ جو مقالے چوتھی صدی ق م سے متعلق ہیں اُن میں سے چودھویں مقالے (۴۰۶ ق م تا ۳۸۷ ق م) کا مرکز دیونی سیوس اکبر کا عہد حکومت ہے؛ پندرھویں مقالے (۳۸۶ ق م تا ۳۶۱ ق م) میں تھبز، اسپارٹا اور ایتھنز کی باہمی کشمکش کا ذکر ہے؛ سولھویں مقالے (۳۶۰ ق م تا ۳۳۶ ق م) میں سب سے ممتاز شخصیت فیلقوس کی ہے؛ سترھویں مقالے (۳۳۵ ق م تا ۳۲۴ ق م) میں سکندر اعظم کا بیان اس قدر غالب ہے کہ اُس زمانے میں اٹلی اور سسلی کی تاریخ بالکلیہ حذف کر دی گئی ہے۔ اس آخری واقعے کی وجہ سے بعض مورخوں کو یہ خیال پیدا ہو چلا ہے کہ ہمارے پاس سترھواں مقالہ تمام و کمال موجود نہیں ہے؛ مقابلہ کرو ڈروائے سن "یونانیت" Droysen Hellenismus ۲، ۱، ۳۶۹؛ گروسر "کروتون" Grosser Croton : ۱، ۴۴۶۔ اگر بالفرض یہ خیال صحت پر مبنی بھی ہوتا ہم وہ اصول جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے، غلط ثابت نہیں ہوتا۔ اغلب امر یہ ہے کہ سترھویں مقالے کا اگر کوئی جزو حذف ہوا ہے تو بھی وہ حجم میں زیادہ نہیں ہوگا، اور دیگر مقالوں میں تو اجزا تلف ہو گئے ہیں وہ صاف عیاں ہیں۔ دیودوروس اپنے سولھویں مقالے میں دیونی سوس کی طرف خاص طور سے رجوع ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اگے سی لاؤس کی تخت نشینی کو بالکل ہی اُڑا جاتا ہے، اور یہ ہم کسی طرح سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ واقعہ ممتاز نہ تھا۔ چونکہ پندرھویں مقالے میں اُس کی توجہ بالخصوص ارض یونان کی طرف مبذول ہے اس لئے وہ دیونی سیوس کے حالات بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتا لیکن ہمیں اس کا یقین ہے کہ دیونی سیوس نے اس دور میں بھی بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئے ہوں گے۔ وہ دیونی سوس اصغر کا ذکر ۳۵۹ ق م تک یعنی اسی حکومت کے نویں سال تک نہیں کرتا اور اس کے بعد اپنے سولھویں مقالے کا نصف حصہ اس کے لئے مختص کر دیتا ہے۔ دیودوروس کی تصنیف کی خصوصیت اُن ابواب کے حجم سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو اُس نے مختلف حصص دنیا کے لئے مخصوص کر دیئے ہیں۔ چودھویں مقالے میں مغرب کے حالات کو ۲۸ ابواب میں منقسم کر دیا گیا ہے، حالانکہ یونان اور ایشیا کے بیان کے لئے صرف ۹۴ ابواب کافی سمجھے گئے ہیں

یادداشت متعلق باب

جن میں سے تیرہ ابواب میں دس ہزار کی پسپائی کا ذکر بھرا ہوا ہے۔ اس کے برعکس پندرھویں مقالے کے ۶۷ ابواب میں مشرقی حالات بیان کئے گئے ہیں، لیکن یہاں مغرب کے لئے صرف ۳۱ باب وقف ہیں بہت سے ایسے سال بھی ہیں جن میں مشرقی تاریخ بیان کی گئی ہے نہ مغربی تاریخ، اس لئے نہیں کہ ان سنین میں ان ممالک میں کوئی ممتاز واقعہ پیش نہیں آیا، بلکہ محض اس لئے کہ مصنف کے پاس یہاں کے حالات بیان کرنے کے لئے کافی جگہ باقی نہیں رہی۔ تمثیلاً چودھویں مقالے میں ۳۹۸ ق م، ۳۹۷ ق م، ۳۸۹ ق م، اور ۳۸۳ ق م میں مشرق کا ذکر تک نہیں ہے، لیکن جہاں پندرھویں مقالے میں ۳۸۴ ق م اور ۳۷۹ ق م کے مشرقی واقعات کو نظر انداز کیا گیا ہے وہاں چھبیس سال میں سے بیس سال کے مغربی حالات بالکل محذوف ہیں۔ یہ بالکل دوسرا سوال ہے کہ ان امور کو مدنظر رکھ کر ہمارے دل میں دیودوروس کی وقعت بطور ایک تاریخی سند کے بڑھ جاتی ہے یا کم ہو جاتی ہے۔ چودھویں مقالے کے لئے (یعنی اُس حصے کے لئے جس سے اس تاریخ کے ابواب ۱ تا ۴ اور باب ۱۱ کو تعلق ہے) اُس نے جس تاریخی مواد کا انتخاب کیا ہے اور اُسے جس طرح پر ترکیب دی ہے اُس میں اُس نے مشرق اور مغرب کے ہمجنس واقعات کا گویا توازن قائم کر دیا ہے، مثلاً دونوں مقامات میں خودسر حکمرانی کرتے ہیں، اور یونانیوں کو مشرق میں ایران سے اور مغرب میں قرطاجنہ سے جنگ آزمائی کرنی پڑتی ہے۔ اس مقالے کے آخری حصے سے مصنف کا اصلی مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والے پر ایک خاص اثر پیدا ہو۔ تین اہم واقعات جن سے خودسروں اور غیر یونانیوں کی کامیابی ظاہر ہوتی ہے، ایک ہی سال کے تحت درج کر دیئے گئے ہیں یعنی صلحنامۂ شہنشاہی، اور لپیا کے مقام پر دیونی سیوس کی توہین کے باوجود اُس کی کامیابی اور غالویوں کے ہاتھوں روما کی تباہی (ابواب ۱۱۰ تا ۱۱۷)۔ چودھواں مقالہ مطلق العنان حکمرانوں کے لئے وقف ہے۔ اس مقالے میں بہت سے واقعات کی تفصیل غلط مندرج ہے، مثلاً تیس کی حکومت کی تاریخ، بیوتی اور کورنتھی لڑائیوں مثلاً جنگ کورونیا کے حالات وغیرہ۔ باب ۲۵ کے مطابق انی توس اور میلے توس کو "بلا تحقیقات" سزائے موت تجویز کی گئی تھی! پندرھویں مقالے میں دیودوروس سے

یادداشت متعلق باب

جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اُن کے لئے اس کتاب کے باب ۵ کے حواشی ملاحظہ ہوں۔
چودھویں مقالے میں تاریخ سسلی کے علاوہ ایشیا اور ممالک شمال کے حالات
مفید مطلب ہیں (ابواب ۳۹، ۷۹، ۸۲)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود دیودورس کا انحصار کن اسناد پر تھا۔
لیکن اُس کے جواب سے کسی مفید مطلب بات کا ہماری معلومات میں اضافہ نہیں ہوتا،
اس لئے کہ ہم ایفوروس اور تھیوپومپوس سے اس قدر کم واقف ہیں کہ ہم یہ رائے
قائم نہیں کر سکتے کہ چونکہ فلاں امر کا ماخذ ان دونوں میں سے کوئی ہے اس لئے
اُسے منظور یا نامنظور کرنا چاہئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ حکمیات میں اس قسم کے
افادہ ہیئت آمیز قیاسات کو فیصلہ کن تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ ایک حکمیاتی مسئلہ
ہے کہ کسی موجودہ مصنف کی تحریر سے ایسے مصنف کے حقیقی وجود کا ثبوت دیا
جا سکتا ہے یا نہیں جس کی تصانیف تلف ہو چکی ہوں۔ بہرحال ہمارا خیال ہے کہ
نقادوں کو بالذات قیاس کرنے کے بجائے واقعۂ معلومہ سے واقعۂ غیر معلومہ کی طرف
جانا چاہئے تھا، اور جہاں تک دیودورس کا سوال ہے، انھیں سب سے پہلے
اُس کے مخصوص طریق کا اور اُس کے بعض واقعات کو دُہرانے کے خاص طرز بیان
کی جانچ کرنی چاہئے تھی؛ نیز اگر اُس کی تصانیف کے مختلف حصوں میں کسی قسم
کا اختلاف پایا جاتا تو اُس کی اصلیت سے آگاہی حاصل کرنی چاہئے تھی۔ اسکے
بعد ممکن ہے کہ اُس کی اسناد کا اختلاف عیاں ہو جاتا۔ لیکن نقادوں اور محققوں نے
ہنوز اس اُصول پر عام طور پر عمل نہیں کیا، گو ل۔ بریوکر نے اپنی دو کتابوں یعنی
"تحقیقات متعلق دیودورس" اور "محقق زمانۂ حال و مورخ زمانۂ قدیم"
L. Broecker · Untersuchungen ueber Diodor, und Moderne
Quellenforscher und antike Geschichtsschreiber میں اس کی ابتدا
ضرور کی ہے۔ شٹرن نے اپنی کتاب "دیودورس کی سند اعلیٰ یعنی تاریخ تھیوپومپوس"
Stein. Theopompus eine Hauptquelle Diodors اشٹراس برگ
۱۸۸۵ء میں جانبداری کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ مقابلہ کرو باؤئر "سالنامۂ تاریخ یونان"
Bauer: Jahrbuch ueber Griech Gesch. کالواری ۱۸۸۹ء۔

یادداشت متعلق باب

مفصلانہ ذیل بیان میں میں ایک ایسا موضوع لوں گا جس کا دیودوروس نہایت شائق معلوم ہوتا ہے، یعنی لڑائیاں اور جنگیں، اور اس موضوع کی تحقیقات کر کے اس کے عام طرز استدلال کا تعین کروں گا۔ میرے نتائج اُن اصحاب کے لئے ضرور کارآمد ثابت ہوں گے جو دیودوروس کی کتاب کو بطور ایک تاریخی سند کے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنی جانچ پرتال اور تحقیق کے لئے دو لڑائیوں یعنی جنگ پلاطیہ اور جنگ لیوکترا کو لیتا ہوں جو بعض مورخوں کی رائے کے مطابق ہمشکل اور بعض کے نزدیک ایک دوسرے سے بہت کچھ مختلف تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دیودوروس نے ان دونوں لڑائیوں کا ذکر کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ دونوں کے تدریجی حالات صاف نظر آتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اُس نے ان دونوں کا ایک ہی قسم کی شگفتہ بیانی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید دونوں کی صورت حال ایک ہی ہو۔ اس معنی کر کے ابواب ۱۱، ۳۱، ۳۲ (لیوکترا) اور ۱۵، ۵۵، ۵۶ (پلاطیہ) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ابتدا میں تو دونوں لشکر نہایت بہادری سے لڑتے ہیں (۱۱، ۳۱؛ ۱۵، ۵۵)؛ اس کے بعد مہرنوشش اور کلیومبروتوس کی موت کی وجہ سے صورت حال میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے (۱۱، ۳۱؛ ۱۵، ۵۵)۔ دونوں کا طرز بیان بالکل یکساں ہے۔ دیودوروس نے اپنے مقالہ جات ۱۱ تا ۱۷ میں جن لڑائیوں کا بیان کیا ہے اُن میں سے اکثر کے لئے ایک ہی طرح کے فقرے استعمال کئے ہیں؛ شوبرٹ Schubert سے بعض زوردار فقرے دوریس کی طرف منسوب کرتا ہے (اگاتھوکلیس ۲۰)، لیکن ایسے فقرے ۱۳، ۵۴ میں بھی ملتے ہیں، اور کم سے کم اس حصے کا ماخذ کسی حالت میں دوریس نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے پرزور الفاظ خود دیودوروس کے تخیل جنگ کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اُس نے جتنی لڑائیوں اور محاصروں کا اپنی کتاب کے مقالہ جات ۱۱ تا ۱۷ میں ذکر کیا ہے اُن کو وہ تقریباً جنگ لیوکترا اور جنگ پلاطیہ کی طرح بیان کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ واقعات مختلف ہوتے ہیں اور لڑائیوں کی درجہ بدرجہ ترقی میں بھی اختلاف ہوتا ہے، لیکن دیودوروس کے خیال کے مطابق یہ واقعات بمنزلہ کچی دال چاول کے ہیں اور جب تک ان میں اپنے ذائقے کے مطابق

یادداشت
متعلق بابلہ

نمک مرچ مسالہ نہ ملایا جائیگا اُس وقت تک اُن میں لطف و لذت پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہر باضابطہ لڑائی کا اظہار نفیریوں اور شور و غوغا سے ہوتا ہے۔ ہر ایک میں فریقین نہایت بہادری سے لڑتے ہیں اور ہر ایک کا نتیجہ مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے۔ ہر ایک لڑائی میں "بہت سے" سپاہی مارے جاتے ہیں اور "اُن سے بھی زیادہ" زخمی ہوتے ہیں؛ اس کے بعد اگر ممکن ہو تو ایک طرف کا سپہ سالار مارا جاتا ہے (اسلئے کہ اس کے بغیر ایک فریق کے غلبے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے) اور اُس کی ماتحت فوج فرار ہو جاتی ہے جس کا دشمن فی الفور تعاقب کرتا ہے۔ ہر باضابطہ لڑائی کے تین عنصر ضرور ہوتے ہیں یعنی شور و غل، بہادری اور خوش قسمتی، اور یہ سلسلہ ۴۸۰ ق م سے تقریباً سنہ ۳۲۰ ق م تک ایشیا، یونان اور سسلی کی ہر ایک جنگ پر صادق آتا ہے۔ چونکہ بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام ممالک اور جملہ سنین کی بابت دیودورس کا ماخذ ایک ہی اخبار نویس ہو اس لئے اُسے نقال محض کا لقب نہیں دیا جاسکتا بلکہ ہم اُس پر یہ حکم لگانے میں حق بجانب ہیں کہ اُس نے مختلف اسناد کو اپنا ماخذ و منبع بنایا ہوگا اور واقعات کو خود اپنے الفاظ میں ادا کیا ہوگا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اپنے نفیس فقرے اور جنگ کا باقاعدہ بیان کہاں سے لیا؛ اگر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان امور کا ماخذ افوروس ہے تو پھر بلاشبہہ تھیوپومپوس اور تماثیوس کو بھی اُس نے اُسی طرح اپنے سانچے میں ڈھال لیا ہوگا۔ مقالہ جات ۸ تا ۲۰ میں اُس کی زبان اس قدر نپی تلی نہیں ہے، اور اسی طرح مقالہ ۱۶، ۱۴، ۲۰ کی شکل جداگانہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دیودوروس نے اپنی تصنیف کے ہر حصے کے لئے ایک ہی طرز اختیار نہیں کیا، اور ہمارے لئے یہ امر بھی کچھ غیر اہم نہیں ہے ہم جہاں تہاں اس کا تعین کرسکتے ہیں کہ اُس نے کونسے مصنف سے اپنے واقعات اخذ کئے ہوں گے؛ مثلاً ۱۴، ۳، ۸، ۴، ۸ کا ماخذ زینوفون ۴، ۲، ۳ ہے اس لئے کہ دونوں میں ایک ہی سلسلۂ واقعات کا تسلسل ایک ہی طرح دکھایا گیا ہے درانحالیکہ یہ تسلسل اصلیت کے برعکس ہے۔ دیودورس نے مفصلۂ ذیل بیان میں وہی ترتیب رکھی ہے جو ہمیں زینوفون میں ملتی ہے: جنگ کورنتھ (زینوفون ۴، ۲، ۹، ۲۳) اگسے سی لاؤس کا کوچ ارض یونان کی شمالی سرحد تک (زینوفون ۴، ۳، ۱۱)، جنگ کنیدوس

یادداشت متعلق باب

(زینوفون ۴، ۴، ۱۱)؛ اگے سی لاؤس کورنیہ میں (زینوفون ۴، ۳، ۱۵)۔

اب ہم اس مسئلے کی طرف رجوع ہوتے ہیں کہ آخر دیودورس ہمارے کس کام کا ہے۔ اُس کے سنوی تسلسل میں ہم ایسے مسائل سے دو چار ہوتے ہیں جنھیں حل کرنے کے لئے ہمیں دوسرے مصنفوں کے تصانیف کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی سنویت صرف انھیں مقامات پر قابل وثوق ہے جہاں کسی مفصل بیان کو متعدد سالوں میں پھیلا دیا گیا ہو۔ جہاں تک تاریخی واقعات کا تعلق ہے، وہ سسلی کے حالات کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ تاریخ یونان کیلئے ایک تتمے کا کام دیتا ہے اور ایشیا کی تاریخ کے لئے بھی نہایت کارآمد ہے علاوہ تاریخی مواد کے اُس کی تصنیف اکثر و بیشتر بیکار ہے؛ لیکن ہم بحیثیت ایک عالمگیر تاریخ کے مؤلف کے اُس کی اہمیت کو ہرگز نظر انداز نہیں کر سکتے اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ اپنے واقعات کو نہایت ہوشیاری سے یک جا کرتا ہے۔ (دیکھو اس کتاب کے باب ۱۵ کے حواشی)۔ اگر اُس نے کوئی واقعہ حذف بھی کر دیا تو بھی اُن اسباب کی بنا پر جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے، کوئی نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا تاریخ روما کے لئے بھی انھیں امور کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اگر کوئی واقعہ ایسا ہے جس کا دیودورس میں کہیں پتا نہیں تو محض اسی وجہ سے یہ باور کرنا صحیح نہیں کہ سرے سے یہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا ہو گا۔

پلوٹارک کے تذکرہ جات لیسانڈر، اگے سی لاؤس وارد شیر میں بہت سے ایسے فقرے آئے ہیں جن سے ان افراد کے خصائص معلوم ہوتے ہیں۔ اُس نے اردشیر کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ایران کی شخصی حکومت کا ایک نہایت ہی نفیس خاکہ ہے۔ کتے سیاس دیگر معاملات میں قابل وثوق نہ ہو (اور شپیگل نے اپنی "قدیمیات ایران" Spiegel Eranische Alter ۴، ۲۲۲-۲۴۴ میں اس کا قطعی بطلان کر دیا ہے؛ لیکن اُسے ان معاملات کی بابت بہت کچھ معلومات حاصل تھیں۔ مقابلہ کرو ہاوگ: "یونانیوں کی سوانح عمریوں کے لئے پلوٹارک کے آخذ" Hauq . Die Quellen Plutarchs in der Lebenbesehr, der Griechen ٹیوبنگن ۱۸۵۴ء؛ سمتھ: "پلوٹارک کی سوانح عمری اردشیر" Smyth Astudy of Plutarch's

یادداشت متعلق باب ۱

life of Artaxerxes لائپزگ ۱۸۸۱ء۔ اس کی سوانح عمری لیساندر میں لیساندر کے مقاصد اور اُس کی موت کی بابت نہایت مفید معلومات دی ہوئی ہیں جن میں سے اُس کی موت کا حال غالبًا بیوتی ماخذ سے لیا گیا ہے۔ اُس کے تذکرۂ اگےسی لاؤس میں اس لئے بہت سے واقعات تھیوپومپوس سے اخذ کئے ہیں، لیکن زاخسے کا خیال الیفوروس کی طرف منتقل ہوتا ہے ("اگےسی لائوس کی سوانح عمری میں پلوٹارک کے ماخذ" Sachse Die Quellen P in der Lebensb des Agesilaos شلائیز ۱۸۸۸ء۔ پلوٹارک ہمیشہ بہ نسبت تسلسل تاریخی کے سلسلۂ واقعات کی طرف زیادہ توجہ کرتا تھا، اس کے لئے اسی باب کا حاشیہ نمبر ۱ دیکھنا مفید ہوگا۔

کورنے لیوس نیپوس کی تالیفات میں سے تھراسی بولوس، کونون، ای فیکراتیس، خابریاس، تیمودیوس، داتامیس اور اگےسی لاؤس کی سوانح عمریوں کا ہمارے عہد سے تعلق ہے۔ ان کتابوں کی بیشمار تاریخی غلطیوں پر نیپرڈے Nipperday نے اپنی اشاعت دوم (لٹویوس، برلن) میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ یوسٹی نوس کی تصنیف کے مقالہ جات ۵ و ۶ تقریبًا بالکل ہی بیکار ہیں، لیکن پولی اے نوس میں بہت سا کار آمد مواد موجود ہے جس کے لئے ملبر کی کتاب "ماخذ پولی اے نوس" Melber · Ueber den Werth and die Quellen Strat. -gemensammdl Polyaenus Suppl Vol تتمۂ نمبر ۱۴ No XIV of the Jahib f Kl Phil سالنامۂ لسانیات قدیمہ صفحہ ۴۱۹ تا صفحہ ۶۸۸۔

ڈِٹن برگر Dittenburger "مجموعۂ نوشتہ جات قدیمہ" C.I.A. جلد ۲ ۔ اور ہکس Hicks کی کتابوں میں اکثر اہم نوشتے دئے ہوئے ہیں۔

سنہ ۳۶۲ ق م تک کے واقعات کے لئے زمانۂ حال میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُن میں سے مفصلۂ ذیل کا ذکر اس جگہ مناسب ہے:- لاخمان "تاریخ یونان از جنگ پیلوپونیز تا زمانۂ سکندر اعظم" Lachmann Gesch. Griechenlands vom ende des pelop Krieges bis Alexander لائپزگ ۱۸۳۹ء؛

یادداشت متعلق ماخذ

زیورز: "تاریخ یونان از جنگ پیلوپونیز تا جنگ مین تی نیہ" Sievers : Geschichte Griechenlands vom Ende des pelop Krieges bis zur Schlacht bei Mantinea کیل ۱۸۴۰ء؛ فون شٹرن کی کتاب "تاریخ اسپارٹا و تھبیز" Stern . Geschichte des spartan und theban Hegemonie نیز تفصیل کے لئے براٹن باخ کی اشاعت ہیلے نیکا اور کرٹیوس کی "تاریخ یونان Curtius Gr Gesch کی اشاعت ششم کے حواشی - بلاس بھی اپنی کتاب "خطابت یونان" Blars : Die griech Beredsamkeit میں نہایت تفصیل سے بحث کرتا ہے۔ اس جلد کے لئے ہرمان کی "قدیمیات" Hermann · Staats alter میں مواد کا جو مجموعہ ہے اُس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

باب دوم

اسپارٹا کے علاوہ دیگر یونانی مملکتوں کی حالت

حکیم سقراط کا خاتمہ

اسپارٹا کی عظمت و اقتدار کے مخالفوں میں سب سے ممتاز ایتھنز تھا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ حال ہی میں اُسے ایک بڑی زک اُٹھانی پڑی تھی، لیکن بجائے اس کے کہ اُس کے باعث کسی قسم کی کمزوری پیدا ہو، اس کی تجارت میں، جو اُس کی قوت و سطوت کی اصلی بنیاد تھی، از سرِ نو ایک خاص قسم کی گرمجوشی پیدا ہو گئی تھی۔ زمانۂ دراز سے یہ شہر بحیرۂ ایجین کی تجارت کا مرکز بنا ہوا تھا اور اپنے انتہائے عروج کے زمانے میں اُسے اس تجارت کا گویا اجارہ حاصل تھا، جس کے باعث اُس کی بندرگاہ پرائیوس کی دولت اور مرفہ الحالی میں بیش بہا اضافہ ہو گیا۔ گو پچھلی شکست کے بعد وہ پہلی سی بات تو رہی نہ تھی اور بجائے اس کے کہ ایجین کی تمام تجارت پرائیوس کھنچکر آئے اس سمندر کے جزیروں اور ساحلی بلدیات کو آزادیٔ تامہ حاصل ہو گئی تھی، تاہم پڑی ہوئی عادت دفعتاً چھٹ نہیں سکتی، چنانچہ ان شہروں کے بہت سے تاجر اپنا مال و اسباب حسبِ سابق ایتھنز لے جاتے اور وہاں اُسے بآسانی فروخت کر دیا کرتے۔ اس جدید صورت حال کی وجہ سے ایتھنزی تجارت کو از سرِ نو فروغ حاصل ہوا اور پچھلی جنگ میں اُس کے سیاسی جسم میں جو زخم ہو گئے تھے اُن کا جلد جلد اندمال ہونے لگا۔ لیسانڈر کی حکمت عملی یہ تھی کہ ایتھنز کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کی غرض سے شہر کو بیشمار غیر ملکیوں سے بھر دے، اور وہ اب رفتہ رفتہ اپنے گھروں کی راہ لینے لگے۔

باب ۲ — ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنز کے پاس بہت کم نوآبادیاں رہ گئی تھیں، چنانچہ بہت سے جری اور باہمت ایتھنزیوں نے یہ وتیرہ اختیار کر لیا کہ جب کبھی ایشیا یا کسی اور ملک میں کوئی جنگ برپا ہوتی تو متخاصم فریقوں کی فوج میں وہ بھرتی ہو جاتے اور اپنے نئے مالکوں کے موافق لڑائی میں حصہ لیتے۔ ان تارکان وطن کے لئے ایتھنز کے امیرالبحر کونون نے خود اپنے عمل سے ایک قسم کی مثال قائم کر دی تھی۔ الغرض اس طریقے سے شہر کو اپنے مشکوک و مشتبہ باشندوں سے نجات مل گئی جس کے باعث ان شہریوں کی مرفہ الحالی میں اضافہ ہو گیا جو اپنا وطن چھوڑ کر باہر نہیں گئے تھے۔

ایتھنز کے لئے یہ امر بھی نہایت ہی خوش آیند تھا کہ عدیدی گروہ نے جو زمانۂ دراز سے ملک میں خلفشار مچائے ہوئے تھا، اپنے اقتدار کو غلط طریقے پر استعمال کر کے گویا خود اپنے گلے پر چھری پھیر لی تھی۔ جب ہم چوتھی صدی ق م کے واقعات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں مشکل سے کوئی ایسا ایتھنزی نظر آتا ہے جسے عدیدیوں یا اسپارٹیوں کے قبضۂ ایتھنز کا ڈر ہو، اور اس طرح ایتھنزیوں کو اس خوف سے جو کیمون سے لے کر کری تیاس کے زمانے تک ہر ایک شخص کے دل میں جاگزیں تھا، بالآخر نجات مل گئی تھی۔ اسی سبب سے ہتیائے ریاست یا خفیہ انجمنوں کا پتا بھی نہیں ہے، اور ہر شخص یا تو عمومی حکومت سے بالکلیہ مطمئن ہے یا اپنے اختلاف یا تنفر کے جذبے کو عملی جامہ نہیں پہناتا۔ اسی زمانے میں ایک اور واقعہ ایسا پیش آیا جس سے ایتھنز کے امن و امان میں گونہ اضافہ ہو گیا، اور یہ واقعہ الکبیادیس کی موت تھی۔ اس منچلے ایتھنزی کی فوری موت کے اسباب کی بابت مورخوں میں اختلاف ہے؛ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اسپارٹی اور ایرانی، لاتیس خودسر، اور کورش، اگیس اور لیساندر، غرض جتنے بھی اشخاص کسی زاویۂ دنیا میں برسر اقتدار ہوئے وہ سب کے سب اس کے حرکات شنیعہ کی وجہ سے اس سے دلی نفرت کرتے تھے اور یہ سمجھنے لگے تھے کہ اس نے محض اپنے مفاد کی خاطر ان میں سے ہر ایک کو اپنا آلۂ دلبستگی بنایا ہے۔ ایسی صورت حال میں اس کے لئے صرف سوس ہی ایسا مقام تھا جہاں اس کی زندگی محفوظ رہ سکتی تھی، اور چونکہ شہنشاہ ایران ہر مفرور و غدار یونانی کو اپنے ملک میں پناہ دیتا تھا اس لئے

باب ۲

لیسانڈر نے اپنے دشمنوں کے نرغے سے نکل کر سیدھا پائے تخت ایران کی طرف رُخ کیا۔ اُس کا راستہ افروجیہ میں ہو کر تھا، چنانچہ جب وہ اس صوبے میں ہو کر گزر رہا تھا تو فرنا بازو کے اشارے سے اُس کی قیام گاہ کو آگ لگا دی گئی اور جب اُس نے نکل کر بھاگنا چاہا تو نشانہ بنا کر اُس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس حوصلہ مند اثینھنزی کے حرکات سے اس کے شہر کو کتنی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور اُس کی موت کے بعد اب اُس کے ہم قوم اپنی نیند سو سکتے تھے۔ اُس کی موت سے کسی فرد بشر کو نقصان نہیں پہنچا، بلکہ اثینھنز کو تو اُس سے صریحی فائدہ ہوا، اس لئے کہ جس انسانی صفت کی اب اثینھنزیوں کو ضرورت تھی وہ محنت و مشقت تھی، اور الکبیادیس جیسا دور رس اور زیرک شخص جو خواب دیکھا کرتا تھا ان کی تکمیل کی کوشش شہر والوں کے لئے بیحد نقصان رساں اور مضر ہوتی[1]۔

ان خداداد آسانیوں کے باوجود بھی اثینھنزیوں کے لئے اپنے گھر کا انتظام کرنا، خصوصاً مسائل قبضۂ اراضی کا حل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تیس نو دسروں نے جن شہریوں کو اپنا نشانۂ ستم بنایا تھا، اُن کے شہری حقوق کو ہی نقصان نہیں پہنچایا تھا بلکہ انھیں بعض مملوکات سے بھی دست بردار ہونا پڑا تھا۔ اثینھنز میں بھی اُن تمام مملکتوں کی طرح جہاں کے مفرور باشندے اپنے اپنے وطن مالوف کو واپس آ رہے تھے، یہی مسئلہ در پیش تھا کہ ان واپس شدہ شہریوں کے نقصان کی کس طرح تلافی کی جائے، اور اگر ان کی عدم موجودگی میں اُن کی مملوکات دوسروں نے خرید لی ہیں تو ان خریداروں کو اُن کے واپس کرنے پر

---

[1] الکبیادیس کی موت کے لئے نیپوس: "الکبیادیس" ۱۰، پلوٹارک: "الکبیادیس" ۳۸؛ یوستی نوس ۵، ۸، جو غالباً تھیوپومپس کا اتباع کرتا ہے؛ اسی طرح دیودوروس (۱۴، ۱۱) غالباً افورس کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ پلوٹارک "نوا" ۸ میں لکھا ہے کہ رومنوں نے فیثاغورس کا بت بھی نصب کیا، جس سے اس اثینھنزی کی شہرت کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے حلیے کیلئے بؤمائسٹر "یادگارہائے" Baumeister Denkm صفحہ ۴۶۔

مجبور کیا جائے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر سابق عدیدی حکمرانوں کی ہر ایک کارروائی کو کالعدم قرار دیا جاتا تو بدامنی اور بے چینی بڑھ جاتی۔ ہم جانتے ہیں کہ تقریباً ہر ایک ملک کو اس قسم کی مشکلات کا کبھی نہ کبھی ضرور مقابلہ کرنا پڑا ہے، اور یہ ایتھنزیوں کی بڑی بھاری کامیابی ہے کہ وہ اس گتھی کو سلجھانے میں دوسرے یونانی بلدیات سے کہیں زیادہ کامیاب ہوئے، اور انھوں نے جو نئے قواعد مدون کئے اُن سے بے چینی کی آگ میں پہلے سے زیادہ حدت پیدا نہیں ہوئی۔ امن و امان قائم رکھنے کا سہرا شہر کے عمومی رہبروں یعنی تھراسی بولوس اور اُس کے ساتھیوں کے سر ہے جنھوں نے اپنی نکلی ہوئی اراضی کا معاوضہ لینے سے انکار کرنے میں مسابقت کی۔ ان کے اس فعل سے اُن لوگوں کے جوش پر گویا پانی پڑ گیا جو نہایت شد و مد سے معاوضے کا مطالبہ کرنے والے تھے، اور باہمی مفاہمت کا دروازہ کھل گیا۔

اس کے بعد ایتھنزی اپنے قوانین موضوعہ کی نظر ثانی کے اہم کام کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہنے کو تو بظاہر پرانے قوانین کے نفاذ میں کسی قسم کی وقت معلوم نہیں ہوتی تھی، لیکن اس میں عملی مشکلات بے شمار تھیں۔ ایتھنز میں اکثر و بیشتر قانون سازی "تجاویز عوام" کے ذریعے سے ہوا کرتی تھی جو اکثر ایک دوسرے سے متضاد تھیں، چنانچہ اُس کے ہموار کرنے کی خاطر تسامینوس کی تحریک پر چند مقننوں کا تقرر ہوا اور انھوں نے اپنی مدد کے لئے بعض ایسے افراد کا انتخاب کیا جنھیں ایسے معاملات میں مہارت حاصل تھی۔ ان میں سے ایک نکوماخوس بھی تھا، جو در اصل اُس اعتبار و اعتماد کا ہرگز مستحق نہ تھا جو اُس پر کیا گیا تھا، اور جس کی نالائقی و نااہلی کی وجہ سے اس اہم کام کی تکمیل میں ضرورت سے زیادہ دیر لگ گئی۔ اس پچھلے زمانے میں شہریوں کی باضابطہ فہرست میں کسی نہ کسی طرح سے بہت سے غیر ملکیوں کے نام بھی شامل ہو گئے تھے اس لئے سولون کے اُس پرانے قانون کا از سر نو احیاء کیا گیا جس کے بموجب حقوق شہریت صرف انھیں افراد تک محدود رہنے چاہئیے تھے جن کے والدین ایتھنزی شہری ہوں۔

چونکہ یہ سب اصلاحات آرخن اقلیدس کے عہد میں عمل میں آئی تھیں اسلئے اُس کا زمانہ (یعنی اولمپیاد ۹۴، ۲ = ۴۰۳ ق م) تاریخ ایتھنز میں ایک نہایت ممتاز عہد

باب ۱۵

شمار کیا جاتا ہے۔ اسی سال میں آرخینوس کی تحریک پر سرکاری کاروبار میں ایونی حروف تہجی کا استعمال کیا جانے لگا۔ ان میں اور قدیم اٹیکائی حروف میں یہ فرق تھا کہ یہاں طویل حروف علت اور دوسرے حروف صحیحہ کے لئے خاص خاص علامتیں تھیں جو قدیم اٹیکائی حروف تہجی میں نہ تھیں۔ نیز پیانے زمانے میں ناٹک کی حاضری اور عدالتی خدمات کے معاوضے میں ایتھنزی شہریوں کو جو معاوضہ دیا جاتا تھا اُسے ازسرنو رائج کیا گیا، اور کچھ عرصے کے بعد اگی رصیوس کی تحریک پر یہ قرار پایا کہ اجلاس جمعیت کی شرکت کے لئے بھی شہریوں کو معاوضہ دیا جائے۔ ان سب امور کو مدنظر رکھ کر ہم یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایتھنزی مالی حالت پہلے سے یقیناً بہتر ہوگی۔[۵۵]

پچھلے زمانے میں تھراسی بولوس ہی نے ایتھنز کو آزاد کرانے میں نہایت نمایاں حصہ لیا تھا، چنانچہ اُقلیدس کی آرخنی کے بعد ایتھنزی میدان سیاست میں سب سے مرفع و ممتاز شخصیت اُسی کی تھی۔ اُس کی سربراہی میں عموم ایتھنز کی رہبری کے فرائض انی توس (جس نے آئندہ چل کر حکیم سقراط پر استغاثہ دائر کیا)، اگی رصیوس (جس کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے)، کیفالوس اور ایپیکراتیس کے سپرد تھے۔ ان میں سے کیفالوس مقرروں کی صف اول میں تھا اور جو کچھ کرتا تھا نہایت سوچ سمجھ کر کرتا تھا، کہتے ہیں کہ جب اُس کی سیاسی زندگی ختم ہوگئی تو وہ ہمیشہ فخریہ انداز سے یہ کہا کرتا تھا کہ مجھ سے کبھی کوئی خلاف آئین حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ رہا ایپیکراتیس، سو اُس کا لباس اور عام انداز اسپارٹیوں کی طرح نہایت سیدھا سادہ تھا۔[۵۶]

---

[۵۵] تھراسی بولوس اور انی توس نے معاوضہ لینے سے انکار کیا؛ الیسقراطیس و کالی ماخوس ۲۳۔ نکوماخوس کیلئے Lys or XXX اور فروبرگر Frohburger کی تمہید کا مطالعہ کیا جائے۔ اقلیدس کی آرخنی میں اصلاحات، گلبرٹ "قدیمیات" ۱، ۱۵۱، کرتیوس "تاریخ یونان" ۳ (۹) ۵ وغیرہ Curtius · G Gesch ۵ ۳ ،۶ ۳ ۷؛ ہرمان "قدیمیات" Hermann Staatsalt ۸ ۱۶ ۔ شہریوں کو معاوضہ دیا جانا، گلبرٹ ۱، ۵ ۲ ۳ وغیرہ۔ اگی رصیوس کی تحریک پر جمعیت میں حاضری کا معاوضہ Schol. Ap Eccl ۱۰۲ ، قبیلیاستوں کی تقسیم و مجموعہ بلدیۂ ایتھنز Wachsmuth Statdt Athen ۲ ، ۲ ۷ ۳۔

[۵۶] سنہ ق م کے بعد ایتھنز کے عمومی رہبر، بیلوخ Beloch باب ۷ حصہ ۱ صفحہ ۱۲۶ وغیرہ۔

باب ۱

علاوہ تھراسی بولوس کے یہ سب رہبر محض معمولی عقل وتمیز کے انسان تھے اور ان میں سے کسی میں کوئی خاص قابلیت نہیں تھی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنزیوں کے سامنے جو مسائل درپیش تھے ان کا تعلق جدید ادارات کے شیوع کی بجائے قدیم ادارت کی تجدید سے تھا، اور اس کام کے لئے محض قابلیت سے زیادہ محنت، ترتیب اور تہذیب کی ضرورت تھی؛ چنانچہ باوجودیکہ یہ رہبر غیر معمولی قابلیت کے نہ تھے، لیکن محض اسی کے باعث ایتھنزی انھیں نہایت پسند کرتے تھے۔ جدید حکومت نے ایک سو ٹالنٹ کا بار عظیم ملک پر عائد کر دیا تھا؛ اسے ادا کرنے کے لئے، نیز جنگی کشتیوں کی تیاری، اسلحہ سازی کے کارخانوں کی تجدید اور عموماً ایتھنز کو مختلف خدمات کے معاوضوں کے واسطے روپے کی سخت ضرورت تھی۔ عمومی رہبر اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور گو انھوں نے اپنے عہد میں دائرہ حکومت میں اعتدال کو پیش نگاہ رکھا، لیکن ایتھنز کے لئے یہ امر نہایت ہی خوش آئند ہوتا اگر ذہنی دائرے میں بھی وہ اسی قسم کا اعتدال مد نظر رکھتے۔ لیکن اس کی بجائے سیاسی اعیانیت کے دشمنوں نے ذہنی اعیانیت کی مخالفت بھی شروع کر دی، چنانچہ بالآخر انھوں نے حکیم سقراط کو اپنے اسی طرز عمل پہ قربانی چڑھا دیا[۹۴]

---

۹۴ حکیم سقراط کی سزا۔ اس بحث کو فورشخ ہامر Forch hammer نے اپنی کتاب "ایتھنزی و حکیم سقراط" Athener und Socrates برلن ۱۸۳۷ء میں بہت نمایاں کر دیا ہے۔ اس موضوع پر آخر ترین تصنیف گ، سوریل، "مقدمہ سقراط" G Sorel Le Proces de Socrate (پیرس ۱۸۸۹ء) ہے؛ اور ونڈل بانڈ "تاریخ فلسفہ قدیمہ" صفحہ ۱۹، Windelband Gesch d alten Philos. میں اس مقدمے کا صحیح لب لباب دیا ہوا ہے۔

سقراط کے مقدمے کا دار و مدار اس واقعے پر تھا کہ اس نے ملکی مذہب میں جدید معبودوں کا اضافہ کیا ہے اور نوجوان ایتھنزیوں کے اخلاق خراب کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی عمل کا بھی مرتکب نہیں ہوا۔ بدیں سبب ایتھنزی سیاستوں کے حامیوں کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جیوری نے واقعات کو غلط نا وشیہ نگاہ سے صرور دیکھا ہے، لیکن انھوں نے سقراط کو محض اس وجہ سے مجرم گردانا ہے کہ ان کے نزدیک سقراط نے انسان کی ذاتی رائے کو

باب ۲

حکیم سقراط نے اپنی عمر کے متعدد سال اپنے شہر میں ادھر اُدھر چکر لگانے میں گزارے تھے۔ وہ دراصل سنگ تراشی کا پیشہ کرتا تھا، لیکن اُس نے عوام کو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ جو غیر معمولی اہمیت دی ہے وہ مملکت کے لئے خالی از خطرہ نہیں ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حکیم سقراط ایک ایسا مجوز تھا جس کی رائے میں اُس کی اپنی ذات کو کوئی دخل نہیں تھا، اور کم از کم جیوری کے متعلق ہم یہ رائے قائم کرسکتے ہیں کہ انہیں دونوں کے درمیان تصویق کرنے کی قابلیت ہی نہ تھی۔ یہاں ایک خاص امر کی جانب ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے جسے دوسرے مصنفوں نے نظرانداز کردیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنز نے ہے لیاستوں نے حکیم سقراط کو جو سزا دی اُس سے وہ خطرناک نتائج ظہور پذیر نہیں ہوئے جو آجکل کے معاشروں میں اس قسم کی سزا سے نکلتے، اور چونکہ ایتھنز نظائر کی اہمیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اس لئے سقراط کی سزا سے کسی قسم کی نظیر بھی قائم نہیں ہوئی۔ یونانی حکمیات قانون کی ماہیت سے واقف نہیں تھے، اور علم اصول قانون دراصل سلطنت روما کا ایک کارنامہ ہے۔ یونان میں ہر عادل مقدمے کی تجویز سے پہلے اپنے لئے ایک منطقی شکل قائم کرلیتا اور تجویز میں کسی بھی اسباب و توجیہات کی ضرورت نہ سمجھتا؛ نیز یہ بھی یاد رکھنا مناسب ہوگا کہ گو مقدمات میں ملزم کی طرف سے وکلا کو پیروی کرنے کی اجازت دی جاتی تھی لیکن اصولاً عادل اس قسم کی اجازت دینے پر مجبور نہ تھا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ ہر ملزم کو قانون پر عبور نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا جب ایک طرف تو وکلاء کو پیروی کے لئے عام اجازت نہ ہو اور دوسری جانب مقدمے کا دار و مدار عادلوں کی ذاتی رائے پر ہو، تو ظاہر ہے کہ ہر مقدمے کی تجویز خود اُسی کے واقعات کے لحاظ سے دی جاتی ہوگی۔ انھیں اسباب کی بنا پر ایتھنز میں کسی عدالت مرافعہ کا ذکر سننے میں نہیں آتا۔ اس طریق کار کا جو اثر تاریخ تمدن پر پڑا اُس کا ذکر اس موقع پر بے محل ہوگا، جہاں تک سقراط اور اُس کی سزا کا تعلق ہے، اُس کی اہمیت یہ ہے کہ ایتھنز میں کسی فرد بشر کا یہ خیال نہیں تھا کہ سقراط کی سزا سے آئندہ اسی قسم کے ملزموں کے لئے کوئی نظیر قائم ہوگئی ہے۔

ساتھ ہی ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جب حکیم سقراط پر جرم ثابت ہوگیا تو اُس کیلئے سزائے موت کی

باب ۱

نیکی اور بھلائی کی ہدایت کرنا اپنا فرض سمجھ لیا تھا، چنانچہ جہاں کہیں اُسے کوئی مل جاتا وہیں اُسے ٹھہراکر روزمرہ کی زندگی پر غور و فکر کرنے کی فہمائش کیا کرتا۔ اُس میں کسی قسم کی خودغرضی یا جاہ طلبی نام کو نہ تھی، اور وہ اُن تمام فرائض کو جو ایتھنزی شہری ہونے کی حیثیت سے اُس پر عائد تھے، نہایت وفاداری سے بیدھڑک انجام دیتا تھا۔ گو وہ خود نہایت کم رو تھا، لیکن وہ ہر خوبصورت چیز کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے واسطے تیار رہتا تھا۔ اُس کے ہر طرف پُرجوش دوستوں کا جھرمٹ لگا رہتا تھا جن میں سے اکثر و بیشتر نوجوان ایتھنزی ہوتے تھے۔ جب وہ کسی جمِ غفیر میں ہو کر نکلتا تو لوگ دیوانہ سمجھ کر اُسے گھورنے لگتے، اور یہ خیال کرکے کہ گو بظاہر اُس کی روش معصومانہ ہے لیکن اُس میں کچھ نہ کچھ فی ضرور ہے، ہمیشہ اُس کی طرف شک و شبہہ کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ اُس کی روش اکثر ایتھنزیوں کے لئے سخت تکلیف دہ تھی، مثلاً وہ شاہراہ پر چلتے چلتے رک کر راہگیروں سے جرح کرنے لگتا، اور اُس کے سوالات محض روزمرہ کے واقعات اور بازاری گپ شپ سے متعلق نہ ہوتے تھے، جو عام ایتھنزیوں کو مرغوب و محبوب تھی، بلکہ وہ ہر شخص سے یہ استفسار کرتا کہ اُس کے نزدیک فرائض انسانی کیا کیا ہیں، اور بعض مرتبہ سوال کا جواب پاکر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تجویز کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ یونان کا ضابطۂ تعزیرات اس ابتدائی اصول پر مبنی تھا کہ مملکت کو اپنی حفاظت خود اختیاری کا حق حاصل ہے، اور اُس کے لئے وہاں جو طریقے برتے جاتے تھے اُن کا تشدد اور اُن کی سادگی بالکل لاثانی تھی۔ مجرموں کو صرف دو قسم کی سزا دی جاتی تھی، یعنی جرمانہ یا سزائے موت، اور تمام تر ارض یونان میں صرف اسپارٹا ہی کی مملکت ایسی تھی جہاں سزائے موت کی بجائے دیس نکالا ممکن تھا۔ (زینوفون: ہیلے نیکا، ۴، ۵، ۲۵)۔ یہی وجہ ہے جس کے باعث ہمیں تاریخ یونان کی ورق گردانی سے سزائے موت کی بیشمار مثالیں ملتی ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے سیاسی رہبروں کو بیدریغ زہر کا پیالہ پلا دیا جاتا ہے۔ اس طرزِ عمل کا ایک اچھا نتیجہ یہ نکلا کہ کورکائرا اور آرگوس جیسی مملکتوں میں جو قتل عام ہوا کرتے تھے اُن کی نظیر ایتھنز میں نہیں ملتی، اور ہیلاس دوسری بڑی بڑی یونانی مملکتوں کے برخلاف عام شہریوں اور معمولی رعایا کی جان و مال کی کماحقہ حفاظت کیجاتی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز میں دشمنوں کیساتھ کسی قسم کی رعایت روا نہیں رکھی جاتی تھی۔

اپنے مخاطب کو تنبیہ کرنے لگتا، جسے اکثر شہری نہایت ناشائستہ اور نامعقول فعل تصور کرتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی شہری کے سامنے یہ ثابت کرتا کہ وہ اپنے بچوں کو صحیح اصول پر تعلیم و تربیت نہیں دے رہا ہے، چند روز کے بعد جب وہ شہری اپنے بچوں کو بجائے اُس کی ہدایت پر عمل کرنے کے سقراط کے اصول پر عمل کرتے ہوئے دیکھتا تو سقراط پر بہت غصہ آتا، اور جب سقراط کہتا کہ اُسے لوگوں کے خانگی معاملات سے کچھ واقفیت نہیں ہے تو وہ اُسے جھوٹا خیال کرنے لگتا لیکن سب سے زیادہ جو چیز اتھنزیوں کی آنکھ میں کھٹکتی تھی وہ یہ شہرت تھی کہ سقراط عمومیت کا مخالف ہے۔ اس وقت تک اتھنز میں جس قدر بھی سیاسی انقلابات ہوئے تھے اُن سب میں سا ہو کر وہ بالکل بیضرر نکل گیا تھا، لیکن عمومیت کی احیاء کے بعد اُس پر میلے توس، لیکون اور انی توس نے یہ الزام لگایا کہ وہ اتھنزی نوجوانوں کے اخلاق خراب کرتا ہے اور ملک کے دیوتاؤں میں نئے معبودوں کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ ان الزاموں کی تحقیقات کے لئے پانچ سو شہریوں کے ایک جیوری کو مامور کیا گیا، جب بحث و تمحیص کے بعد تجویز پر رائے لینے کا وقت آیا تو اُنھوں نے صرف پانچ رایوں کی کثرت سے اُسے مجرم قرار دیا۔ جن لوگوں نے اُس کے خلاف استغاثہ دائر کیا تھا اُنھوں نے ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اگر اُس پر یہ الزامات ثابت ہو جائیں تو اُسے سزائے موت دی جائے؛ لیکن اتھنزی ضابطے کے مطابق اگر کوئی شخص کسی سزا کا مستوجب قرار پاتا تو اُسے اپنی سزا کی بابت خود بھی کسی قسم کی تحریک کرنے کا اختیار تھا۔ اب سقراط کے خلاف جو رائیں تھیں وہ نہایت ہی قلیل تھیں، اس لئے ظن غالب یہ ہے کہ اگر وہ خود اپنی سزا گھٹانے کی بابت کچھ کہتا تو شاید جیوری اُسے منظور کر لیتی۔ اس درخواست کی بجائے اُس نے مطالبہ کیا تو یہ کہ مرنے سے پہلے اُسے پری تانیوم میں دعوت دی جائے، اور یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس کے بہت ہی کم اتھنزی مستحق سمجھے جاتے تھے۔ اس مطالبے کا جیوری پر نہایت ہی برا اثر پڑا اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ سقراط کا اصلی مطلب یہ ہے کہ اتھنز کے عاملانہ اقتدار کی توہین و تذلیل کرے، چنانچہ جب مسئلہ سزا پر رائے لینے کا وقت آیا تو گو سقراط تیس مینائے جرمانہ ادا کرنے پر تیار ہو گیا تھا لیکن سزائے موت کے موافق جو

باب ۵ کثرت رائے تھی وہ محض اثبات جرم کی کثرت سے کہیں بڑھی ہوئی تھی۔ مقدمے کے دوران میں اپولو کا تہوار منانے کے لئے ایتھنز سے مقدس کشتی نکل چکی تھی، اور قاعدہ یہ تھا کہ جب تک یہ واپس نہ آئے اُس وقت تک کسی کو سزائے موت نہیں مل سکتی تھی؛ چنانچہ سقراط تیس روز تک برابر قید خانے میں پڑا رہا، اور جب اُسکے دوستوں نے اُسے قید سے نجات پانے کی تدابیر بتائیں تو اُس نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ وہ اپنے وطن مالوف کی حفاظت سے نکلنا ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔ اس دوران میں اُس کے دوست برابر اُس کے پاس آتے جاتے رہے، اور اپنی موت سے تھوڑی ہی دیر پہلے اُس نے روح کے غیر فانی ہونے کے مسئلے پر اُن اعلیٰ و ارفع خیالات کا اظہار کیا جو حکیم افلاطون نے اپنی کتاب فیڈو میں نقل کر دئیے ہیں (۳۹۹ء ق م)۔

ہمارے پاس اس کا مطلق کوئی ثبوت نہیں کہ حکیم موصوف کے دشمنوں نے اُس کے خلاف جو استغاثہ دائر کیا تھا وہ واقعات پر مبنی تھا۔ بلاشبہ سقراط ہمیشہ کسی ایسی ندائے آسمانی (ڈائے مونیون) کا ذکر کیا کرتا تھا جس کے ذریعے سے اُسے امور شنیعہ سے بچنے کی ہدایت ہوا کرتی تھی؛ لیکن چونکہ اُس نے کبھی کسی کو اپنا مذہب بدل کر ندائے غیبی کا معتقد بن جانے کی تلقین و تبلیغ نہیں کی اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے ایتھنزیوں کے مذہب میں نئے نئے معبود پیدا کرنے کی کوشش کی؛ بلکہ ہمارے علم میں تو وہ ایتھنزی معبودوں کی نہایت خوش عقیدگی سے پرستش کیا کرتا تھا۔ اسی طرح کوئی حق پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے ایتھنزی نوجوانوں کے اخلاق خراب کرنے چاہے، بلکہ اُس کی بجائے واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ اُس نے کیا اُن کی بھلائی کے ہی لئے کیا۔ اصل قصہ یہ تھا کہ ایتھنز اُس زمانے میں نہایت تنگ نظر عمومیوں کے پنجے میں گرفتار تھا، جنھوں نے حکیم سقراط کو اُسکے شاگردوں یعنی کری تیاس اور الکیبیاڈیس کے حرکات مذمومہ کا جواب دہ گردانا اور آخر اُسے زہر کا پیالہ پلا کر چھوڑا۔ اگر ہم تمام واقعات پر نظر غائر ڈالیں تو ہم اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ اُس کے ساتھ سخت بے انصافی کا برتاؤ کیا گیا؛ لیکن اگر ہم ایتھنز کے رائج الوقت قانون کو پیش نظر رکھیں تو اُس کی سزا سطح تنقید سے بالاتر نظر آئے گی،

باب ۶

اس لئے کہ ایتھنز ہی سے لیا ستون کی تجویز کا دار و مدار صرف اُن کی ذاتی رائے پر تھا، اور اِس میں بھی شبہہ نہیں کہ مملکت ایتھنز کو اپنے شہریوں کی زندگی پر اختیارِ تامّہ حاصل تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سقراط نے قید سے فرار ہونے سے بالکل انکار کر دیا جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرائضِ شہریت سے اُتنا ہی واقف تھا جتنا خود اُسکے مخالف۔ یہ بھی عیاں ہے کہ مستغیثوں نے جن کے سرگروہوں میں انی توس بھی تھا، محض اس وجہ سے استغاثہ دائر کیا تھا کہ وہ اُسے عمومیتِ ایتھنز کا ایک خطرناک دشمن تصور کرتے تھے۔ جس جیوری کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا اُس میں علاوہ پُرجوش عمومیوں اور متقی ایتھنزیوں کے، جنھیں یہ سمجھایا گیا تھا کہ سقراط واقعی نئے نئے معبودوں کی پرستش کرانا چاہتا ہے، غالباً ایسے بھی تھے جو اُس سے دوسروں کے خانگی معاملات میں مداخلت کی عادت کی وجہ سے سخت متنفر تھے۔

اس واقعے کے کچھ ہی دن پیشتر فال گوئے دلفی نے خےئے ریفون کی تحریک پر یہ اعلان کر دیا تھا کہ سقراط سے زیادہ دنیائے یونان میں کوئی عقلمند نہیں ہے؛ لیکن مشکل یہ تھی کہ جب دلفی کے اقوال ایتھنزیوں کے منشاء کے خلاف ہوتے تھے تو وہ دوسرے یونانیوں کی طرح اس کی طرف مطلق التفات نہیں کرتے تھے؛ اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ دلفی والوں کے ذریعہ سے یونانی مذہب اکثر طمعِ نفسانی اور خود غرضانہ حرص و آز کا آلۂ کار بن جاتا تھا تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُن کا یہ فعل قطعاً حق بجانب تھا۔ علاوہ ازیں ہم یہ جانتے ہیں کہ فہم و ادراک اور تورع دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے ایسے لوگ بھی، جن میں آپس میں بہت کچھ اختلافِ رائے پایا جاتا تھا، سقراط کی سزائے موت کے بارے میں متحد اللسان ہو گئے۔ بایں ہمہ اگر اُس کے ذاتی خصائص سے عوام کو کسی طرح واقفیت حاصل ہو جاتی تو بھی ممکن ہے کہ اُن کے ضمیر کا فعل راہِ راست پر آ جاتا؛ لیکن بجائے اسکے کہ عوام اُس کے حقیقی خصائل سے واقف ہوں وہ اُس کی اس مزاح آمیز شکل ہی سے واقف تھے جو ایتھنز کی ایک تماشا گاہ پر لانے کے عادی تھے۔ سقراط عوام سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ تھا، اور الکبیادیس اور کری تیاس کے زمانے سے ایتھنزیوں کو اپسے

باب ۲ـ

لوگوں سے دلی نفرت پیدا ہوگئی تھی؛ چنانچہ سقراط کی وفات کے بعد ایک زمانۂ دراز تک باشندگان ایتھنز پر کسی غیر معمولی قابلیت کے شخص نے مستقل طور پر اثر نہیں ڈالا۔

سقراط کی موت سے خود ایتھنز کو بھی یقیناً نقصان پہنچا اور اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اُس میں اپنے طبّاع اور ذہین شہریوں کے محاسن سے فائدہ اُٹھانے کی قابلیت نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سقراط جیسے شخص کی شہادت سے بنی نوع انسان کو اخلاقی فائدہ ضرور پہنچا، اور اس میں شبہ نہیں کہ خود شہید کے لئے جام شہادت پینا یقیناً نہایت مبارک ہے، (اس لئے کہ مرنا تو ہر ایک کو ہے) اور ایسی موت کسے نصیب ہوتی ہے۔ حق یہ ہے کہ حکیم سقراط نے جیسے اپنے فرائض کی تکمیل میں اپنی زندگی گزاری ویسے ہی اپنی جان بھی دیدی۔ اُس کے کارنامے اور اُس کی تعلیم نہایت ثمر آور ثابت ہوئی۔ اُس کے ہمنشینوں نے اُس کی تربیت سے مختلف قسم کے فائدے اُٹھائے۔ چنانچہ بعض پر اُس کی عملی تعلیم کا اور بعض پر اُس کی نظری تعلیم کا اثر پڑا۔ سقراط کی زندگی مستقبل کے لئے نیکیوں کا ایک عجیب نمونہ رہی ہے۔ کانٹ کہتا ہے کہ بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں اپنے معلومات پر مطلق فخر نہیں ہوتا اور جو اپنے ضمیر کی آواز کا اتباع کرتے ہیں؛ ہمارے نزدیک سقراط ایسا ہی انسان تھا۔ سقراط نے اپنی "ندائے غیبی" کا اعلان کر کے گویا کانٹ کے "حکم قطعی" کی پیش بندی کی ہے۔

اکثر مورخوں کا یہ خیال ہے کہ حکیم سقراط کی وفات کے بعد ایتھنزی اپنے فعل قبیحہ پر سخت نادم ہوئے، لیکن اُن کی ندامت کا ہمارے پاس کوئی ناقابل تردید ثبوت نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنی رائے بدل دی ہو، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز میں سزائے موت نسبتہً ایک معمولی سی بات تھی، لہٰذا اُس کی سزا سے لوگوں میں وہ احساسات و جذبات پیدا نہیں ہوئے ہوں گے جو ایسے مواقع پر ہمارے دلوں میں موجزن ہوتے ہیں۔ اُس زمانے میں ایتھنزیوں کی تمامتر توجہ شہر کی عام مرفہ الحالی اور اُس کے اثرات کی طرف مبذول تھی، اور گو ایک اور شہر یعنی رھوڈز نے بھی شاہراہ ترقی پر قدم رکھ دیا تھا لیکن بالفعل ایتھنزی اپنی عام ثروت و مرفہ الحالی کا احیاء کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جزیرہ رھوڈز ابتدا میں تو

اتیھنز کا باج گزار تھا، لیکن بالآخر اُس نے علم بغاوت بلند کر دیا اور ۴۱۲ ق م میں لِندوس، یالی سوس اور کامیروس کے باشندوں نے ایک جدید شہر رھوڈز کی بنیاد ڈالی لیکن جزیرہ کچھ ایسے مقام پر واقع تھا کہ ابتدا میں اُسے اپنی تمام تر قوت جنوب و مشرقی بحیرۂ ایجین اور جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کے اندرونی حصوں سے تعلقات پیدا کرنے میں صرف کرنا پڑی۔ بعض واقعات اس قسم کے تھے جن کی وجہ سے اس نواح کی تجارت میں بہت ترقی ہوئی اور نئے مرکز تجارت کے قیام کے باوجود پرانے مرکز بھی برابر قائم رہے[5]۔ زمانۂ مابعد میں اس صورت حال میں تبدیلی پیدا ہوگئی جس کے باعث رھوڈز کی تجارت خود اتیھنزی تجارت سے بدرجہا بڑھ گئی؛ لیکن جس عہد کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں اُس میں اتیھنز اول درجے کی تجارتی منڈی تھی۔ اسکے علاوہ یونان کے ذہنی مرکز کی حیثیت سے بھی اُس کی اہمیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا جس کی وجہ سے چاروں طرف کے دولتمند غیر ملکی آتے اور یہاں کی دولت میں اضافہ کرتے تھے۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ تاریخ عالم میں اس کی بہت ہی کم مثالیں ملیں گی کہ ایک قوم نے جو زکوں پر زکیں پا چکی ہو، اپنی حالت اتنی جلد سنبھالی ہو یا اُن زکوں کے آثار اس قدر جلد مٹا دئے ہوں جیسے ۴۰۴ ق م کے بعد اتیھنز نے۔

اس حالت سے اُس شہر کی حالت بالکل مختلف تھی جس نے اتیھنز کو نیچا دکھانے میں اس قدر نمایاں حصہ لیا تھا۔ کورنتھ نے اتیھنز کی تذلیل میں اسپارٹا کی

---

[5] رھوڈز؛ دیکھو اس کتاب کی جلد ۲ باب -۔ اس کے اجزا کا اختلاط باہمی، فرلو دوروس ۱۳، ۵ ۷؛ استرابو ۱۴، ۶۵۵/۶۵۴؛ Arist. or. ۴۳۔ یہ شہر یالی سوس سے ۸ استادیس (= تقریباً ایک کوس) تھا، اور اس قدر بڑے پیمانے پر آباد تھا کہ ارسطاطالیس کے بیان کے مطابق وہ "متعدد میدانوں اور باغوں سے بھرا ہوا تھا"۔ مقابلہ کرو کون: "بلدیات قدیمہ کا قیام" Kuhn·Ensteh der Staedte der Alten ص ۲۰۹/۲۲۱؛ شوماخر "جمہوریۂ رھوڈیان" Schumachr De republ Rhodiorum، ہائیڈلبرگ ۱۸۸۶ء۔

رھوڈز کے سکوں کا ایک مخصوص معیار تھا جس سے اُس شہر کی تجارتی اہمیت ظاہر ہوتی ہے؛ اسکے لئے باب ۲ حاشیہ ۱ اور ۲ کا مطالعہ سود مند ہوگا۔

باب ۱

بردکی تھی، اور اُسے امید تھی کہ اس کے معاوضے میں اسپارٹا اُس کا مرہون منت ہوگا؛ لیکن اسپارٹا نے کورنتھیوں کی خواہشات کو پورا نہیں کیا۔ کورنتھ کو مغربی سمندروں میں سیادت کا دعویٰ تھا، لیکن اسپارٹا اس سیادت کو خود ہضم کر گیا۔ کورنتھ چاہتا تھا کہ وہ کورکائرا میں حکومت کرے، اور سرقوسہ میں بھی ایک خاص رتبہ حاصل کرے، لیکن اسپارٹا ان دونوں میں سے کسی کا بھی روادار نہ تھا، جس کی وجہ سے ایک طرف تو کورکائرا برابر آزاد و خود مختار رہا، دوسری جانب سرقوسہ میں اسپارٹا نے اُسی خودسر کی پشت پناہی کی جس کی کورنتھ نے مخالفت کی تھی۔ اس پر کورنتھیوں نے اسپارٹا کے مخالفوں کا ساتھ دینا شروع کیا اور جیسا ہم عنقریب پڑھیں گے، محض اسپارٹا کو بھیجا ب گزند پہنچانے کی خاطر وہ خود اپنی آزادی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن کورنتھی سکوں کے مختلف اطراف و اکناف میں برآمد ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بدامنی کے دور میں بھی اُس کی تجارت، بالخصوص مغربی ممالک سے تعلقات، میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی[۵۶]۔

اہم ترین یونانی مملکتوں میں آرگوس نے اپنی قدیم حیثیت قائم رکھی اور دوسرے درجے کی ریاستوں میں اول نمبر اسی کا رہا۔ اس کے برعکس تھبز نے خلاف امید ترقی کی اور ہم خود اس سے پیشتر یہ دیکھ چکے ہیں کہ اس مملکت میں نہایت شدومد سے ارتقا ہو رہا تھا۔ تھبز کو بھی اسپارٹا اور کورنتھ کی طرح ایتھنز سے دلی نفرت تھی، بلکہ اُس کا زور چلتا تو وہ ایتھنز کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔ لیکن تھبزیوں کے جذبات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا، چنانچہ اسپارٹا کے عروج کے زمانے میں

---

[۵۶] کورنتھی سکے جنھیں پیگاسی کہتے تھے، پانچویں صدی ق م میں بھی کورنتھی علاقوں یعنی اناکتوریوم، لیوکاس اور امبراکیہ میں مضروب ہوتے تھے (دیکھو جلد ۲ باب ۱۲) لیکن ان سکوں پر حرف ق جو خاص کورنتھ کے ٹکسال کی نشانی تھی، کندہ نہ تھا۔ چوتھی صدی ق م میں یہ سکے اکارنانیہ کے دیگر بلدیات مثلاً ۳۵۰ ق م کے بعد کورکائرا میں بھی بنائے جانے لگے؛ نیز بعض سکے ایسے بھی ملے ہیں جو ایبائروس، الیریہ، بروتیوم اور سسلی میں بنے ہیں، اور جن پر ہر دار الضرب کی علامت کیلئے حروف تہجی میں سے ایک ایک کندہ ہے، مقابلہ رو بلومر اکارنانی سکے Imhoof Blumer Muenzen 'Akarnaniens وائنا ۱۸۸۶ء اور ہیڈ صفحہ ۳۴۱۔

باب ۲

وہ اُس کے مخالف ہو گئے اور لیسانڈر وا گے سی لاؤس کی بے دھڑک اور کھلے خزانے مخالفت کرنے لگے۔ کورنتھ نے اسپارٹا سے محض اپنی امیدوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھ کر جھگڑا مول لیا تھا؛ تھبز کو یہ امید تھی کہ اسپارٹا کا ساتھ دینے سے وہ ملک بیوتیہ کا سردار بن جائیگا، لیکن جب اسپارٹا کا بول بالا ہوا تو اُس نے تھبز کی مدد کرنے سے صاف انکار کردیا۔ ان تمام واقعات کا یہ نتیجہ نکلا کہ یونانی فرقہ بندی کی شکل وہی ہوگئی جو صلح نامۂ نکیاس کے بعد تھی۔

تھبز کی قوت و سطوت کا مظاہرہ اس قدر جلد اس لئے ہوا کہ وہاں کے باشندوں نے جدید ذہنی اعیانیت کے سپرد سیاہ و سفید کردیا۔ ایتھنز نے ہر غیر معمولی بات سے کنارہ کشی کرکے اپنی قدیم روش برابر جاری رکھی؛ اس کے برعکس تھبز اپنے عقلمند اور فہیم شہریوں کی رہبری کے اصول کو تسلیم کرکے اپنے لاثانی سیاسی مرتبے کو پہنچ گیا۔ اب جو تین یونانی مملکتیں صف اول میں نظر آتی ہیں، اُن کے خصائص ہمارے نزدیک مفصلۂ ذیل ہیں:۔ اسپارٹا میں عدیدیوں کی حکومت ہے اور اس میں بھی نہایت قابل اور دور رس مدبر موجود ہیں؛ ایتھنز میں اصول عمومیت پر حکمرانی کی جاتی ہے، اور اس کے شہریوں نے یہ تصفیہ کرلیا ہے کہ کسی شخص کی، خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، مستقل رہبری کو تسلیم نہیں کریں گے؛ تھبز میں بھی عمومی طرز کی حکومت ہوتی ہے، لیکن یہاں کے حالات اپنی قسم کے نرالے ہیں، یعنی عموم چند قابل افراد کے اقوال پر عمل کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔[۵]

۵۔ تھبز کی حالت کا اندازہ پلوٹارک: "لی سیاس" سے ہوتا ہے۔
یہاں کے قومی عہدوں کی طرف بہت سے کارنامے نمایاں اور سرفروشیاں منسوب کی جاتی ہیں۔
تھبز کی پالسی کے عملی مقاصد؛ حواشی باب ۱۔

یادداشت متعلق باب دوم

چوتھی صدی ق م کے اوائل میں ایتھنز کی حالت کی بابت جو اسناد ہیں اُنہیں یہاں کے مقرر، (خصوصاً ئی سیاس) بھی شامل ہیں؛ ان کے لئے بلاس "خطابت ایٹیکا" Blass · Attische Beredsamkeit جلد ۱ - اور فروبرگر Frohberger کی بسیط تمہید اور تفسیر کا مطالعہ کیا جائے (لائپزگ ۱۸۷۱ء)۔
زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے دیکھو شیفر: "دیموس تھینس اور اس کا عہد" Schaefer Demosthenes und seine Zeit جلد ۱ حصہ ۱
اور بیلوخ: "عہد فارقلیس میں ایٹیکائی سیاسیات" Beloch Die attische Politik seit Perikles لائپزگ ۱۸۸۴ء۔

باب سوم

اسپارٹا کے دشمنوں کو ایرانی امداد۔ جنگ خاکناۓ کورنتھ اور بحری معرکے ہالیازتوس، کنیدوس، کورونیہ، لیخائیوم۔

الفیکراتیس

۳۹۵ سنہ قم تا ۳۹۱ سنہ قم

اب ہم ۳۹۵ سنہ ق م کے واقعات کی طرف از سر نو رجوع ہوتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ یونان کی کیفیت کچھ عجیب و غریب ہے، یعنی ظاہری صورت حال اور اصلی واقعات میں بہت کچھ تفاوت پایا جاتا ہے۔ گو بظاہر اسپارٹا نہایت طاقتور معلوم ہوتا ہے، لیکن چونکہ اُس کا موجودہ دستور محض جبر و قوت اور فریب کے ذریعے سے قائم ہے اور جو کچھ بھی اُس کی سیاسی حیثیت ہے وہ صرف اُس کے حلیفوں کی وجہ سے ہے، اس لئے اُس کی بنیاد فی الواقع نہایت ہی کمزور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں مختلف حصص یونان کی کچھ ویسی ہی کیفیت تھی جو جرمن عہدیت کے اجزا کی؛ یعنی اس میں دو بڑی بڑی مملکتیں، تین دوسرے درجے کی مملکتیں (یعنی تھبز، آرگوس اور کورنتھ)، اور بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ ایتھنز اقتدار کو زیر کرنے میں اسپارٹا کو دوسرے اور تیسرے درجے کی اکثر ریاستوں سے مدد ملی تھی، اور اگر اُسے اپنی فاتحانہ حیثیت برقرار رکھنی تھی تو دوسرے درجے کی مملکتوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنا چاہیئے تھا۔ آرگوس تو بالکل الگ تھلگ تھا؛ رہے کورنتھ اور تھبز تو اُس کے لئے یہ لازم تھا کہ وہ بعض شعبوں میں ان دونوں مملکتوں کو کلی آزادی دیدے

باب ۵

اور انھیں اس پر راضی کرے کہ دیگر سیاسی شعبہ جات میں وہ مداخلت نہیں کریں گے۔ لیکن لیسانڈر کی موت کے بعد اسپارٹا کا طرز عمل بجائے چھوٹی مملکتوں کو رام کرنے کے یہ ہو گیا کہ جیسے ممکن ہو اُن کی تذلیل و توہین کی جائے جس کے باعث یہ دونوں ایتھنز اور آرگوس سے اتحاد عمل کر کے اسپارٹا کی مخالفت کے لئے آمادہ ہو گئیں حقیقت یہ ہے کہ باہمی منافرت کے مخزن بارود میں صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی، ورنہ یونان ایک عظیم دھماکے کے لئے بالکل تیار تھا۔

معاملات یونان میں مداخلت کرنے کے وقت ایرانی اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ اگر یونان اپنی فراست اور قوت ایران سے لڑنے میں دل کھول کر صرف کر سکتا ہے تو وہ بھی دشمن کا زور کم کرنے کے لئے اپنا روپیہ بیدریغ خرچ کرنے پر قادر ہیں، اور روپیہ ایسی چیز تھی کہ اُس کا نام سن کر یونانیوں کے منھ میں ہمیشہ پانی بھر آتا تھا۔ ساٹھ برس پہلے میگا بازو نے اسپارٹا میں ایرانی روپیہ دل کھول کر خرچ کیا تھا لیکن اُس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تھا، تاہم اُس نے محض اپنی قوت بازو پر بھروسا کر کے مصر کو مسخر کر لیا تھا؛ اب گو مشرقی اقتدار کم ہو گیا تھا، لیکن تھراؤس تیس کی داراثیاں اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہیں۔ ایرانیوں نے بلدیۂ رھوڈز کے ایک شہری مسمی تمو کراتیس کو بیچ میں ڈالا اور تیس تالنت (تقریباً ۹۰۰۰ روپیہ) اس غرض سے اُس کے حوالے کیا کہ وہ اس رقم کو یونان کے سربرآوردہ لوگوں میں تقسیم کر دے تاکہ وہ اپنے ہم قوموں کو اسپارٹا کی مخالفت پر اُبھاریں۔ ہم پڑھتے ہیں کہ تھبز میں اندروکلیداس، اسمے نیاسس اور گالاکسی دوروس نے، کورنتھ میں تمولاؤس اور پولی انتھیس نے اور آرگوس میں کیلون نے ایرانی پیشکش کو منظور کر لیا، لیکن گو ایتھنز میں کیفالوس اور اپے پکراتیس کی رشوت کی بابت سننے میں آتا ہے لیکن زینوفون کا بیان ہے کہ ایتھنز میں کسی نے رشوت نہیں لی[1]۔ بہرحال بعض ایتھنزی اور دوسرے بلاد یونان کے بہت سی شہری

---

[1] اسپارٹا کے حلیفوں کی بے چینی؛ زینوفون ۳، ۵، ۱۲۔ تمو کراتیس کا اپنے ساتھ تیس تالنت لیجانا۔ زینوفون ۳، ۵، ۱؛ لیکن اس رقم کی تعداد اور کے تعین کیواسطے پلوٹارک "اردشیر" ۲۰ اور "اسگے سی لاؤس" ۱۵ کا ملاحظہ کیا جائے۔ پؤسانیاس (۳، ۹، ۴) کہتا ہے کہ کیفالوس اور اپے پکراتیس نے بھی رشوت لی تھی۔ تھبز اور ایتھنز کے باہمی عہدنامے کے اجزا؛ مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا "۲" ۶ = ڈٹن برگر، ۱۵۔

بالفعل ایران کے دام تزویر میں گرفتار ہو گئے تاکہ ایرانی روپیہ اجیر سپاہیوں کے مہیا کرنے اور قلعے تعمیر کرنے کے کام میں لائیں اور اسپارٹی حملوں کی مدافعت کی جا سکے۔ باب ۱

اس تحریک کی سرپرستی کے فرائض تھبز نے اپنے سر لئے۔ اس نے ایک طرف تو ایشیائی بلاد کی ایک باضابطہ لیگ قائم کی اور دوسری جانب خاص ارض یونان میں اسپارٹا کے دشمنوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ سب سے پہلے تو اسپارٹا کو لڑائی میں شامل کرنے کی غرض سے اُس نے فوکس اور اوزولی لوکرس کو آپس میں لڑا دیا اور خود لوکرس کا حلیف بن کر فوکس پر حملہ کر دیا۔ اس پر فوکس نے اسپارٹا سے مدد چاہی، اور چونکہ اسپارٹی تھبز کے مسلسل افعالِ معاندت کی وجہ سے سخت ناراض تھے اس لئے اُس نے فوراً اس استدعا کو منظور کر لیا۔ اُس کا ارادہ یہ تھا کہ سب سے پہلے تھبز پر ایک عظیم الشان وار کرے، اور اُسے اس قدر تعجیل تھی کہ اُس نے فوراً لیسانڈر کو فوکسیوں کو یکجا کرنے کی ہدایت کر کے یہ حکم دیا کہ وہ اسپارٹی فوج سے بمقام ہالیارٹوس مل جائے جہاں شاہ پیؤسانیاس لکدسونی فوج کو لے کر تاریخ مقررہ پر آموجود ہوگا۔ اب تھبز نے اپنے سفرا ایتھنز روانہ کئے اور اُن کے ذریعے سے یہ کہلوایا کہ اسپارٹا پر حملہ کرنے کے لئے یہ ایک نہایت عمدہ موقع ہے؛ اُس نے یہ پیام بھی بھیجا کہ جس طرح تیس سال قبل ایتھنز کے حلیف اُس سے کنارہ کشی پر آمادہ تھے، اُسی طرح اب اسپارٹی حلیف اُس کا ساتھ چھوڑنے پر بالکل تلے ہوئے ہیں؛ ایتھنز کو اپنے آپ کو طاقتور بنانے کے واسطے اس سے بہتر موقع ملنا مشکل ہے؛ اور درانحالیکہ اس وقت تک وہ صرف بحری مملکتوں پر قابو یافتہ تھا، اب وہ خاص پیلوپونیز کو مغلوب کر سکتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ لیسانڈر کی فتوحات سے صرف نو سال کے بعد تھبز ایتھنز کو سیادت یونان کے سبز باغ کیسے دکھا سکتا تھا، اس لئے یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ تھبزی سفرا نے ایتھنزیوں کے سامنے بجنسہ اسی قسم کے الفاظ کا اعادہ کیا ہوگا۔ لیکن اسی کے ساتھ ہمارا خیال ہے کہ تھبز یہ باتیں محض اوپری دل سے کہتا ہوگا، چنانچہ ممکن ہے کہ ایتھنز کو اپنا ہمنوا بنانے کی خاطر سفیروں کی تقریر کا ماحصل یہی ہو۔ اب ایتھنز نے اپنے قدیم دشمنوں کی

باب

باہمی رقابت سے اس طرح فائدہ اٹھایا جیسے آئندہ چل کر (نپولین اعظم کے زوال کے بعد) تالے راں کی وساطت سے ہزیمت خوردہ فرانس نے وائنا کی کانگریس میں تمام یورپ پر از سر نو اپنا اثر قائم کرلیا۔ الغرض تھراسی بولوس تھبز گیا اور وہاں واہ واہ اور مرحبا کی صداؤں میں ایک دفاعی محالفے کی تحریک کی جسے فوراً منظور کرلیا گیا۔ اس محالفے میں آرگوس اور کورنتھ بھی شامل ہوگئے۔

جنگ کی ہوا اسپارٹی امیدوں کے موافق نہیں چلی۔ شہر الیارتوس قلعہ بند تھا، اور بجائے چپ چاپ پڑے رہنے کے لیساندر نے اُس پر حملہ کردیا۔ تھبزی فوراً میدان میں آموجود ہوئے، اور نہ صرف انھوں نے اسپارٹیوں کو شکست فاش دیکر بھاگنے پر مجبور کیا بلکہ لڑائی میں لیساندر بھی کام آیا۔ کچھ عرصے کے بعد پؤسانیاس بھی اسپارٹی فوج کو ہمراہ لے کر آپہنچا، اور رواج کے مطابق لیساندر کی نعش کا مطالبہ کیا۔ لیکن اسی دوران میں اتھینزی کمک بھی پہنچ گئی جس کے باعث تھبزیوں کا دل بڑھ گیا، چنانچہ انھوں نے پؤسانیاس کو یہ جواب دیا کہ وہ نعش کو اسی وقت حوالے کریں گے جب اسپارٹی سپاہی ایک ایک کرکے اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے۔ ہم اس سے پیشتر (جلد ۲، باب ۲۳ میں) واقعۂ دیلیوم کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ اپنی سیاسی کامیابی کی غرض سے تھبزی مذہب سے کام لینے میں مطلق پس و پیش نہیں کرتے تھے، اور بعض مرتبہ زندہ دشمن کو شکست دینے میں مردوں تک سے کام نکال لیتے تھے۔ قصہ مختصر اسپارٹیوں نے یہ محسوس کرکے کہ وہ جنگ آزمائی کے لئے کافی طاقتور نہیں ہیں، اپنے گھروں کا رخ لیا۔ واپسی پر پؤسانیاس پر مقدمہ قائم کیا گیا اور اُسے سزائے موت دی گئی، جس کی وجہ سے اُسے تگیہ میں جلاوطنی کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔

لیساندر کی موت کے بعد اسپارٹیوں کو معلوم ہوا کہ اُس کا خیال اسپارٹی دستور کو تہ و بالا کردینے کا تھا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اُس نے بڑے بڑے منصوبے پکائے تھے منجملہ دوسری باتوں کے وہ چاہتا تھا کہ اقتدار شاہی کا دروازہ ہر ایک اسپارٹی کے لئے کھل جانا چاہئیے، اور اس سے اُس کا مقصد صاف طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود بھی اس عہدۂ بالاتر کا امیدوار ہونا چاہتا تھا۔ اسی زمانے میں اس کے ثبوت میں

حکومت اسپارٹا کو ایک تحریر دستیاب ہوئی جو لیسانڈر نے ایک شخص مسمی کلیون کے قلم سے لکھوائی تھی؛ اگے سی لاؤس تو یہ چاہتا تھا کہ اُسے شائع کردے، لیکن افیوروں نے اس کی ممانعت کردی۔ ان واقعات سے پتا لگتا ہے کہ لیسانڈر کی موت نے اسپارٹا کو بدامنی کے طوفان سے بال بال بچا لیا۔[۵۲] باب ۲

جب یہ واقعات یورپ میں پیش آرہے تھے تو شاہ اگے سی لاؤس ایشیا میں کچھ پیش قدمی کررہا تھا۔[۵۳] اسپتھرِی داتیس نے اُس سے مل کر اُس میں اور اوتیس یا کوتیس شاہ پفلاگونیا میں ملاپ کرادیا تھا۔ لیکن چونکہ اُن تیس اسپارٹیوں کے سردار ہری پیداس نے، جو بادشاہ کے ساتھ اسپارٹا سے آئے تھے اسپتھرِی داتیس اور اوتیس کو مالِ غنیمت کا حصہ دینے سے انکار کردیا اس لئے یہ دونوں اپنے حلیفوں کا ساتھ چھوڑ کر خود شاہی فرودگاہ کی طرف چل دئیے اور اس طرح اس نئے محالفے کو ختم کردیا۔ یہ یونانیوں کی عین خوش قسمتی تھی کہ اس زک کے بعد انھیں کوئی اور نقصان نہیں پہنچا۔ اگے سی لاؤس یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ بہت سے حکمرانوں اور اقوام کو ایران کا ساتھ چھڑوانے اور بڑے بڑے ایرانی لشکروں کو ہزیمت دینے میں کامیاب ہوجائیگا۔ لیکن عین اُس وقت جب اُسے عظیم الشان اسپارٹی فتوحات کے خواب نظر آرہے تھے، اُسے افیوروں کا یہ حکم ملا کہ چونکہ اسپارٹا کو خطرات نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا ہے اس لئے اُن سے محفوظ رکھنے کی غرض سے اُسے فوراً وطن کا رخ کرنا چاہیئے۔ اس حکم کی تعمیل قطعاً ناگزیر تھی، چنانچہ اُس نے اُن سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے کر جنھیں اُس نے ایشیا میں جمع کیا تھا، تھریس میں ہوکر یونان کا رخ کیا۔

اسی دوران میں بلا مددِ غیرے اسپارٹیوں کو ایک حد تک کامیابی حاصل ہوگئی

۵۲ وفات لیسانڈر: زینوفون ۳، ۵، ۱۹؛ اسکے منصوبے: پلوٹارک: "لیسانڈر" ۲۵، ۲۶، ۳۰۔

۵۳ شمالی یوناں میں جنگ، دیودورس ۱۴، ۸۲۔ زینوفون (اناباسس ۵، ۸۶) کہتا ہے کہ پفلاگونیوں کے حکمران کے پاس سواروں کے دستوں کی بڑی تعداد تھی؛ اور زینوفون کی ہیلے نیکا (۴، ۱) میں اس کا نام اوتیس رکھا گیا ہے۔ اگے سی لاؤس اور فرنابازو کی ملاقات، زینوفون ۴، ۱، ۲۹۔

باب ۳

حلیفوں کی فوج نے، جس میں اتھنزی، کورنتھی اور آرگوسی شامل تھے، یہ ترکیب نکالی کہ وہ اسپارٹا پر اس کی سرحد کے قریب ایسے مقام پر حملہ کردیں گے جو اسپارٹی اتحادیوں کی دسترس سے باہر ہوگا۔ لیکن اتفاقاً ان میں اور اسپارٹیوں میں بجائے ایسے خاطر خواہ مقام کے کورنتھ کے قریب نمیا نامی چشمے کے کنارے پر مڈبھیڑ ہوئی[۵۴] اس لڑائی میں اسپارٹا، ایلس، ترواسے زین اور ہالی آئیس کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد تیرہ ہزار پانچ سو ہوپ لیت[۱] اور ایک ہزار تین سو سوار اور ہلکے ہتھیاروں والے پیدل تھے؛ دشمن کی فوج میں علاوہ ساڑھے پندرہ سو سواروں اور بہت سے ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں کے چھ ہزار اتھنزی، سات ہزار آرگوسی، پانچ ہزار بیوتی، تین ہزار کورنتھی اور تین ہزار یوبیائی ہوپ لیت شامل تھے۔ اسپارٹی فوج کا سپہ سالار اگے سی پولس (ولد پوسانیاس) قائم مقام ارسطودیموس تھا، جس نے نہایت تدبر اور شجاعت کا ثبوت دیا اور آخر کار دشمن کو شکست اٹھانی پڑی۔ اب اسپارٹی فوج نے وسطی یونان کی طرف رخ کیا لیکن چونکہ دشمن ان کے راستے میں حائل تھا اس لئے وہ اپنے مقصد کی خاطر خواہ تکمیل نہیں کرسکے۔ چونکہ کورنتھ کا راستہ رکا ہوا تھا اس لئے اسپارٹیوں کو شمال کی طرف جانے کے واسطے دو راستے کھلے ہوئے تھے، ایک کورنتھ کے مشرق میں اور دوسرا مغرب کی طرف ہوکر؛ ان میں سے مشرقی راستہ زنجیرہ ادنیوم کو عبور کرکے کورنتھ اور خلیج سارون کے درمیان یا ساحل کے قریب کنکریا سے ہوتا ہوا

[۵۴] جنگ کورنتھ، زینوفون ۴، ۲، ۹ تا ۲۳۔ اتھنزیوں نے اپنے ہمقوم دیکسی لوس کی جو اس لڑائی میں کام آیا تھا، کیرامی کوس کے مقام پر ایک یادگار نصب کی، کرتیوس کا مضمون آثاریات Curtius، Arch Anz. سنہ ۱۸۶۳ء صفحہ ۱۰۳، ڈٹن برگر ۵۶۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اتھنزی مبارز اس لڑائی میں مارے گئے، ڈٹن برگر ۵۶۔ ڈپیلون دروازے کے باہر اتھنزی قبرستان کے لئے مقابلہ کرو ک. کرتیوس کا مضمون جریدۂ آثاریات Archaeol Zeitung سنہ ۱۸۷۱ء میں۔

اسی زمانے میں اتھنزیوں اور آرگوسیوں نے اسپارٹیوں کو بمقام ادنیوم بھی شکست دی تھی اور انھوں نے اس یادگار کی طور پر ڈیلفی میں ایک چڑھاوا چڑھانے کے علاوہ (پوسانیاس ۱۰، ۲) اتھنز کے ایوان بلفرن میں ایک تصویر تیار کرائی تھی، دیکھو وخسموت: بلدیۂ اتھنز Wachsmuth : Die Stadt Athen ۲، ۲۱۵۔

باب

شمال کی طرف جاتا تھا، لیکن غالباً اُس کے استحکام کی وجہ سے اسپارٹیوں نے اُسے اختیار کرنے کی کوشش ہی نہیں کی، بلکہ مغربی راستے پر ہو کر جو نمیا کے قریب گزرتا تھا، شمال کی طرف رخ کیا۔ لیکن اُس کے دوسری جانب وہ طویل دیوار تھی جو کورنتھ کو اُس کے بندرگاہ لیخائیوم سے ملاتی تھی، اور اب یہ حملہ آوروں کے لئے سدِ راہ بن گئی۔ اسپارٹی اس پر حملہ کرنے کی جرأت کرنے کے بجائے اس امید میں پیلوپونیز ہی میں پڑے رہے کہ شمال میں اگے سی لاؤس دشمن پر حملہ کر کے اُس کا دھیان بٹائیگا جس کے باعث اُن کا راستہ کھل جائیگا۔

اجفی پولس پہنچنے پر شاہ اسپارٹا کو ورکی لداس ملا اور اُسے یہ خبر دی کہ اسپارٹیوں کو کورنتھ کے مقام پر فتح حاصل ہوئی ہے[۵]۔ اس کے بعد اگے سی لاؤس نے سیدھا تھسلی کا رخ کیا جہاں کے باشندے اسپارٹا کے دشمن تھے اور تھسالوی سواروں کے دستے کو، جو اپنی بہادری اور جاں بازی کے سبب مشہور آفاق تھا، شکست فاش دی۔ لیکن وہ دشمن کے ساتھ بمقام کورونیہ برسرِ پیکار ہونے ہی کو تھا کہ اُسے ایک خبر بد ملی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اگے سی لاؤس نے پیساندر کو اسپارٹی بیڑے کا امیر البحر بنا دیا تھا اور دیودوروس کے بیان کے مطابق اُس کے پاس پچاسی جہاز تھے جس کے مقابلے کے لئے کونون اور فرنابازو نے نوّے سے زائد کشتیاں مہیا کر لی تھیں۔ ان دونوں بیڑوں میں بمقام کنیدوس لڑائی ہوئی جس میں اسپارٹیوں کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا اور خود پیساندر بھی کام آیا[۶]۔ ہم پڑھتے ہیں کہ تقریباً اُسی وقت جب یہ خبر اگے سی لاؤس کو پہنچی تو سورج گرہن پڑ رہا تھا، جس کی تاریخ کا تعین بہ امراست ۳۹۴ء ق م کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا شگون تھا جسے اسپارٹی اور اُن کے دشمن

---

[۵] زینوفون (۴، ۳، ۲) ورکی لداس کو "فلایودیموس" یا "سفر پسند" کا لقب دیتا ہے۔ زینوفون "اگے سی لاؤس" ۶ ، ۷ میں کہتا ہے کہ اگے سی لاؤس نے دشمن کے ملک میں زیادتیاں نہیں کیں۔

[۶] جنگ کنیدوس: زینوفون ۴، ۳، ۱۱، ۱۲۔ دیودوروس (۱۴، ۸۳) کا بیان مبہم ہے۔ دیکھیے برائٹن باخ کی تنقید زینوفون کے بیان پر (حسب بالا)۔

دونوں فریق میں سے کوئی بھی بُرا تصور کرسکتا تھا، اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر اسپارٹی جنگ کنیدوس کا حال سُن لیتے تو وہ بہت ہی پست پڑجاتے؛ چنانچہ اگے سی لاؤس نے اس خبر کو اپنے سپاہیوں سے چھپایا اور یہ ظاہر کیا کہ گوپسانڈر مار گیا لیکن میدان اسپارٹیوں کے ہاتھ ہی رہا۔ اس مدبرانہ کارروائی کی وجہ سے اسپارٹیوں کے دل بڑھے ہوئے رہے اور تمام مشکلات کو عبور کر کے انھوں نے بالآخر دشمن پر فتح پائی۔ اگے سی لاؤس نے مال غنیمت کا دسواں حصہ، جس کی مقدار ایک سو تالنت کے قریب ہوتی تھی، معبود دیلفی کے نذر کیا، اور اس کے بعد زینوفون کے بیان کے مطابق، سمندر کے راستے سے اپنے وطن کا رخ کیا۔ زینوفون کا یہ قول اس لئے قابل لحاظ ہے کہ اغلباً شاہ اسپارٹا صرف اس خیال سے خاکنائے کورنتھ ہو کر واپس روانہ نہیں ہوا کہ اُس کے نزدیک دشمن کو اس راستے پر نیچا دکھانا نہایت ہی دشوار امر تھا۔ ظفرمند اسپارٹی سپاہی، جنھیں نہ صرف ہیلیس پونٹ سے بیوتیہ تک کوچ کرنا پڑا تھا بلکہ دشمنوں کے ملک میں ہو کر گزرنا بھی پڑا تھا، اب جہازوں میں بیٹھ بیٹھ کر گھر کا رخ کرنے پر مجبور ہوئے۔ گو اسپارٹا پیلوپونیز، بیوتیہ، کورنتھ اور کورونیہ میں ہر جگہ کامیاب رہا تھا لیکن دونوں فاتح افواج میں سے کسی کو بھی اُس خاکنائے کو عبور کرنے کی ہمت نہیں تھی جو اُن کے درمیان میں حائل تھی۔ واضح ہو کہ یہ سب واقعات ایتھنز کی توہین و تذلیل کے صرف دس سال کے اندر اندر پیش آرہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اسپارٹیوں کی یہ خواہش تھی کہ جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں اُنکا کوئی ہمسر نہ رہے تو اول تو انھیں کورنتھ کو اپنے ہی زیر اقتدار رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی اور اب جبکہ وہ ہاتھ سے نکل چکا تھا تو حتے الوسع اُس پر از سرِ نو قبضہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا چاہئے تھا۔ لیکن شہر کورنتھ نے نہایت ہی نادر طریقے سے اپنے آپ کو دشمنان اسپارٹا کے ساتھ مربوط کر لیا تھا۔ سب سے پہلے تو یہاں کے عمومیت پسند گروہ نے عید اُقلیہ کے موقع پر اپنے مخالفوں کے سرگروہوں کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا، اور اس کے بعد انھوں نے یہ اعلان کیا کہ آج سے کورنتھ اور آرگوس ایک ہی مملکت کے اجزا سمجھے جائیں گے، یعنی دونوں بلاد کے شہریوں کو دونوں جگہ مساویانہ حقوق حاصل ہوں گے۔ یونان میں اس قسم کی کارروائی

بالکل ہی لاثانی تھی، اور گو اس سے پہلے جزیرۂ رھوڈز کے تین شہر یعنی یالی سوس، کامیروس اور لنڈوس آپس میں مربوط ہو گئے تھے، لیکن بہ نسبت کورنتھ اور آرگوس کے ان تین میں کہیں زیادہ باہمی تعلق تھا۔ ہمارے نزدیک اگر کورنتھ اور آرگوس کا یہ اختلاط محض فرضی کارروائی سے زیادہ وقعت رکھتا اور اس میں کسی قسم کے استقلال کی کیفیت ہوتی تو ممکن ہے کہ اسی سے یونان کا اصول مملکت بالکل بدل جاتا، یعنی بجائے شہری مملکت کے یہاں ایک عالمگیر یونانی مملکت کی بنیاد پڑ جاتی لیکن اس کارروائی کی ابتدا اور اصل محض ایک مخصوص سیاسی گروہ کی طرف سے ہوئی تھی، چنانچہ یہ تعلق دیرپا ثابت نہیں ہوا۔ ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ دونوں مقامات کے شہریوں کے تساوی اختیارات کی عملی شکل کیا تھی، لیکن ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو، خود اس کے محرک بھی اس سے مطمئن نہ تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ محض ایک لفظی قرارداد سے کسی مقام کی اس آزادی کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا جو اسے صدیوں سے حاصل ہو۔

الغرض خاکناے کورنتھ اس طریقے سے اسپارٹی اثر سے باہر ہو گئی، اور اب انھوں نے اس پر از سر نو قبضہ کرنے کی جان توڑ کر کوشش کی، جس کی وجہ سے جنگ گویا اب جنگ کورنتھ بن گئی اور اس کا مقصد عظیم یہ ہو گیا کہ کسی طرح سے خاکناے پر تسلط حاصل کر لیا جائے۔ گوناگوں مشکلوں کے باوجود اس وقت تک وہ کورنتھی بھی جو لسپارٹا کے مداح تھے اور انقلاب حکومت کے باعث کورنتھ سے فرار ہو گئے تھے، ابھی تک کورنتھ کو دوبارہ اپنے اقتدار کے ماتحت لانے سے مایوس نہیں ہوئے تھے، چنانچہ انھوں نے اپنے ان دوستوں سے جو شہر میں رہ گئے تھے اور ان لکڈمونیوں سے جو سکیون میں تھے نامہ و پیام شروع کیا۔ سکیون کے اسپارٹی دستے کا فوجدار پراکسی تاس تھا، اور اس نے اب اپنے سپاہیوں کا ایک رسالہ جس کے ساتھ بعض سکیونی اور کورنتھی مفرور بھی تھے، طویل دیواروں کے درمیان لا کھڑا کیا، اور باوجود اسپارٹا کے ان مخالفوں کے پے در پے حملوں کے جو کورنتھ میں برسر اقتدار تھے، برابر اپنی جگہ پر جما رہا۔ بالآخر کورنتھی فوج کو سخت شکست ہوئی، اور لیخائیوم کے بندرگاہ پر کورنتھیوں کا قبضہ رہنے کے باوجود فتح کا سہرا اسپارٹیوں ہی کے سر رہا۔ اس کے بعد پراکسی تاس نے

باب ۳

طویل دیواروں کے ایک حصے کو مسمار کر کے خاکنائے کو عبور کرنے کا راستہ کھول دیا، جہاں سے اُس نے میگارا کی اراضی پر چھاپے مارنے شروع کر دئے اور ساتھ ہی ارض میگارا کے مختلف مقامات کو قلعہ بند کر کے اُن میں پیلوپونیزی فوجی دستے چھوڑ دئے۔ اسی طرح کورنتھ کے مختلف مقامات میں اسپارٹی فوج چھوڑتا ہوا وہ وطن کی طرف روانہ ہوا۔ ان تمام واقعات کے بعد پیلوپونیز کی صورت حال کچھ مفصلۂ ذیل ہو گئی: اسپارٹیوں کا مستقر سکیون اور اُن کے دشمن حلیفوں کا مستقر کورنتھ ہے، اور درانحالیکہ اسپارٹی لڑ بھڑ کر خاکنائے کو عبور کر لیتے ہیں، حلیفوں کے پاس کورنتھ ایسا مرکز ہے جہاں سے وہ اپنے دشمنوں کو میلوں گرداگرد نقصان پہنچا سکتے ہیں[۵۴]۔

اس جنگ میں حلیفوں کا دارومدار اکثر و بیشتر اجیر سپاہیوں پر رہا۔ اُن کا سپہ سالار ایتھنزی ایفیکراتیس تھا جسکی ذاتی وجاہت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا اور جس نے بہت جلد اپنے آپ کو اُس زمانے کا قابل ترین سپہ سالار ثابت کر دیا[۵۵]۔ اصل یہ ہے کہ اجیر سپاہی اس عہد کے ضروریات کو دو طرح سے پورا کرتے تھے، اول تو فوج میں بھرتی ہو کر اُن تندرست نوجوانوں کو کچھ کام مل جاتا تھا جو اپنے گھروں پر بیکار بیٹھے رہا کرتے تھے؛ دوسرے ایسے شہری جنگ کے زمانے میں اپنے ملک کی مدد کر سکتے تھے جن کے پاس روپیہ تو وافر تھا لیکن جو خود میدان جنگ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ یونان کے بعض اضلاع اجیر سپاہیوں کے لئے مشہور تھے، مثلاً کریٹ، آرکیڈیا، اکائیہ، اکارنانیہ اور ایتولیہ۔ یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ ان اجیر سپاہیوں میں سے اکثر اس قدر غیر مہذب، غیر متمدن یا جانوروں کی طرح بے رحم تھے، کہ اُس قطعی تعمیل حکم کے معاوضے میں، جو اُن پر فرض تھی،

[۵۴] خاکنائے کے لئے لڑائی؛ کورنتھ میں تبدیلیاں؛ ذینوفون ۴، ۴ وغیرہ؛ دیودورس ۱۴، ۹۲- زینوفون (۴، ۶، ۱) کہتا ہے کہ اسی زمانے میں اکائیوں نے کالی ڈون پر قبضہ کر لیا۔

[۵۵] ایفیکراتیس کے لئے دیکھو رسے وانتز: سوانح عمری ایفیکراتیس دیو Rebdaniz : Vita Iphicratis, Chabriae, Timothei برلن ۱۸۴۵ء؛ باؤر: حربیات جنگہائے یونان، کتابچہ ا. میولر Baner : Griech. Kriegsalterth in I. Muellers Handbuch ۴، ق ۹۴

باب ۱

وہ طرح طرح کے حرکات شنیعہ کے مرتکب ہوتے تھے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی اتنی ہی سختی سے حفاظت کرتے تھے جتنی سترھویں صدی عیسوی کے جرآتی اور سوئیٹزرستانی نیزہ بردار اجیر سپاہی۔ اُن کی عام تادیب تو معمولی اور روایتی طریقے پر ہوتی تھی، لیکن اپنے ہتھیاروں کے مسئلے میں وہ شہری سپاہیوں سے ممتاز تھے۔ اُنھیں شہری سپاہیوں سے کہیں زیادہ اپنے گھروں سے باہر پڑاؤ پر رہنا اور اُن سے کہیں زیادہ کوچ کرنا پڑتا تھا، بلکہ یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ وہ پیشہ ور سپاہی تھے جن کا گویا گھر ہی چھاؤنی میں تھا۔ انھیں اسباب کی بنا پر ہوپ لیتوں کے ہلکے ہتھیار اُن کے لئے قطعًا نامناسب تھے اور اُنھیں اپنے لئے مخصوص اسلحہ کی ضرورت تھی۔ ایفیکراتیس نے ان تمام امور کو مدنظر رکھ کر اپنی توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول کی اور اپنی اصلاحوں سے یونانی فن حرب میں گویا ایک جدید باب کا اضافہ کر دیا۔ اُس نے ہر سپاہی کے پاؤں ڈھکنے کے لئے ایک ہلکا سا کپڑا مہیا کیا اور درانحالیکہ اُن کی ڈھالیں معمولی ڈھالوں سے ذرا چھوٹی تھیں لیکن اُن کے بلم اور تلوار ہوپ لیتوں کے بلم اور تلوار سے زیادہ بڑے تھے۔ اس قسم کے اسلحہ سے جو سپاہی مسلح ہوتے تھے اُنھیں اصطلاح میں پیل تاست یا "سبک سپر بردار" کہتے تھے۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ نسبتًہ آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے تھے چنانچہ اُن میں کسی کمیں گاہ سے دشمن پر یک بیک ٹوٹ پڑنے کی خاص قابلیت تھی، اور یہی وہ طرز تھا جسے دیموس تھنیس پانچویں صدی ق م میں اختیار کر چکا تھا۔ ایفیکراتیس نے محض کورنتھ کے قرب وجوار میں اپنے کارہائے نمایاں دکھانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ فلیوس اور آرکیڈیا کے ملکوں پر بھی چھاپے مارے۔ ساتھ ہی اُس نے طویل دیواروں کا منہدم شدہ حصہ از سر نو تعمیر کیا؛ چنانچہ اب اسپارٹیوں کے لئے خاکنائے کو عبور کرنا پھر ناممکن ہو گیا۔

چونکہ اسپارٹیوں کو اب صرف اگےسی لاؤس ہی ایسا شخص نظر آتا تھا جو میدان جنگ میں اُن کی سیادت کو از سر نو قائم کر سکتا، اس لئے اُنھوں نے اُسے فورًا محاذ جنگ کی طرف روانہ کیا۔ اُس نے وہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے تو طویل دیواروں پر قبضہ کیا، اور اس طرح زینوفون کے قول کے مطابق گویا پیلوپونیز کے دروازے اپنے ہمقوموں کے لئے کھول دئے۔ لطف یہ ہے کہ عین اُسی روز

باب ۱۵

جس دن ان فصیلوں پر حملہ ہوا ہے، اگے سی لاؤس کے بھائی نے لیخائیوم کا بندرگاہ مسخر کرکے جو جہاز وہاں موجود تھے اُن سب پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بہرحال اگے سی لاؤس نے یہاں سے نکل کر بعض مہمات سر کیں، جو خود یقیناً اس قدر اہم نہ تھیں جتنی زینوفون ظاہر کرکے اپنے دوست شاہ اسپارٹا کے طرز کار کو نمایاں کر دیتا ہے۔ جب وہ خاکنائے کورنتھ پر پہنچا تو آرگوسی خاکنائی کھیلوں میں مشغول تھے، چنانچہ انھیں منتشر کرکے وہ خود ان کھیلوں کی نگرانی کرنے لگا۔ لیکن جونہیں اس نے پیٹھ موڑی فوراً آرگوسیوں نے واپس آکر اس عید کو از سر نو منایا جس کی وجہ سے (بقول زینوفون) بعض مقابلہ رانوں کو ایک ہی سال میں دو مرتبہ میری بننے کا موقع ہاتھ آگیا۔ اس کے بعد ایفیکراتیس نے پرائیوم کی اُس اراضی پر دھاوا کیا جو خلیج کورنتھ میں چلی گئی ہے، اور جو کورنتھی فوج شہر پر قابض تھی اُسے گرفتار کر لیا۔ در اصل اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ اس سے بیوتی نائف ہو جائیں، چنانچہ بیوتیہ اور دوسری مملکتوں کے سفرا نے اگے سی لاؤس کے پاس آکر اُس سے شرائط صلح کی بابت استفسار کیا۔ وہ انھیں جواب دینے والا ہی تھا کہ اُسے ایک عظیم الشان مصیبت کی خبر آئی، یعنی دشمن نے لیخائیوم کے مقام پر ایک اسپارٹی رجمنٹ کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ لیخائیوم کے محافظ دستے میں امیکلائے کے بھی بہت سے شہری تھے۔ ایک قدیم رواج کے بموجب اُن کا یہ فرض تھا کہ حتی المقدور وہ عید ہیاکنتھوس اپنے وطن امیکلائے ہی میں منائیں، چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ لیخائیوم سے چلے اور انھیں خدا حافظ کہنے کے لئے اُن کے بعض مقامی دوست بھی اُن کے ہمراہ کچھ دور تک چلے گئے۔ جب موخر الذکر لیخائیوم کو واپس آرہے تھے تو راستے میں اُن پر ایفیکراتیس کے پیل تاستوں نے حملہ کر دیا۔ لیکن اُن کی اور حملہ آوروں کی جو لڑائی ہوئی اُس کا وہی انجام ہوا جو جزیرۂ اسفاکتریہ میں اسپارٹیوں کا ہوا تھا یعنی وہ مسلسل حملوں کے باعث لڑائی میں تھک کر پست پڑ گئے اور اُن کے ڈھائی سو سپاہی کام آئے۔ جب اگے سی لاؤس کو اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع پہنچی تو اُس نے فوراً خود لیخائیوم جانے کا ارادہ کیا، لیکن یہ معلوم ہونے پر کہ مردوں کی نعشیں پہلے ہی حاصل کر لی گئی ہیں اُس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور کچھ عرصے پرائیوم میں قیام کرنے کے بعد لیخائیوم میں ایک مورا یعنی رجمنٹ

باب ک

چھوڑتا ہوا جنوب کی طرف چل دیا۔ زینوفون بیان کرتا ہے کہ اُسے بُرے بھلے آدمیوں
کی بد اندیش گفتگو سے اس درجہ نفرت تھی کہ وہ پیلو پونیز کے شہروں میں ہوکر دن کی بجائے
رات میں نکلا اور مین ٹی نیہ سے ذرا گریز کرتا ہوا آخر کار اسپارٹا پہنچ گیا۔ ایفیکراتیس کے
اجیر سپاہیوں نے اسپارٹیوں پر فتح پاکر اپنی شہرت میں چار چاند لگا دئے، اور جس طرح
اسپارٹا کی شہرت مہم اسفل کتے ریہ کے بعد کم ہونی شروع ہوگئی تھی اسی طرح اس مرتبہ بھی
اس کی بابت لوگوں کی رائے میں گونہ تبدیلی پیدا ہوگئی۔

کورنتھ کے قریب جو واقعات رونما ہوئے اُن کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے
متواتر زینوفون کا اتباع کیا ہے، اور اُن اہم امور کو بالکل نظرانداز کردیا ہے جو اسی
زمانے میں سمندر اور ساحل ایجین پر پیش آرہے تھے۔ ہم اس بات سے واقف ہیں
کہ زینوفون مختلف امور کی تاریخ کا ٹھیک تعین نہیں کرتا چنانچہ مشرقی مہمات اور خاص
ارض یونان کی لڑائیوں کا ہمعصر ہونا خالی از شبہ نہیں ہے۔ گو کورنتھ کے قریب کے
واقعات میں سے اکثر و بیشتر اُسی وقت ٹھیک سمجھ میں آسکتے ہیں جب ہمیں اُسی زمانے
کے مشرقی حالات کا بھی علم ہوجائے، لیکن ہم ان دونوں کو علٰحدہ علٰحدہ بیان کرنے پر
مجبور رہیں۔ جنگ کنیدوس کے بعد اسپارٹیوں کے قبضے سے بحری سیادت نکل گئی
تھی، جس کی وجہ سے اب خاکنائے کو عبور کرنا اُن کے لئے پہلے سے بھی بدرجہا مشکل
ہوگیا تھا۔ اس لڑائی کے بعد فرنا باز و اور کونون نے بحیرۂ ایجین میں ہوکر یونان کا
رخ کیا اور اُن ریاستوں کو آزاد کیا جن پر اسپارٹا تشدد کا برتاؤ کر رہا تھا۔ دیودوروس
کہتا ہے کہ پہلے تو کوس اور اُس کے بعد نسی روس، تیوس، خیوس، متی لنہ، ایفی سوس
اور اریتھرائے اُن سے جا ملے۔ ایفی سوس سے فرنا باز و تو خشکی کے راستے اور کونون
سمندر کی راہ ہیلیس پونت گئے جہاں پہنچ کر انھوں نے اسپارٹی سپہ سالار درکی لداس
سے سستوس اور ابی دوس تک تمام ملک چھین لیا، اور یہ دونوں مقامات عین الیشیاء
کے راستے میں واقع ہونے کی وجہ سے نہایت اہم تھے۔ ان نوشتوں کے اجزا سے
جو ہم تک پہنچے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ خیوس اور فاسے لس نے بھی ایتھنز
سے عہدنامے کرلئے[۹] آئندہ سال یعنی ۳۹۳ ق م میں ان واقعات سے بھی

۹۔ ایتھنز اور اریتریا کے باہمی عہدنامے پر غالباً اسی زمانے میں دستخط ہوئے ہوں گے کیونکہ

باب ۸

اہم تر حالات رونما ہوئے ۔ فرنا بازو اور کونون چند ایرانی جہازوں کو لے کر جزیرۂ میلوس پہنچے؛ وہاں سے فیرائے آئے جو خلیج مسینیہ پر واقع تھا اور جزیرۂ کیتھرا کے قریب کا ساحلی علاقہ تباہ و برباد کر کے ایتھنری نکوفیموس کو اس کا ہارموسٹ یا حاکم مقرر کیا۔ اب انھوں نے خاکنائے کورنتھہ پہنچ کر اسپارٹا کے دشمنوں میں روپیہ پیسہ تقسیم کیا اور اُن سے محالفہ کر لیا۔ اس کے بعد فرنا بازو تو ایشیا چلا گیا اور اُس کی اجازت سے کونون نے ایتھنز کا رخ کیا، جہاں اُس نے ایرانی روپے سے جو اُس نے فرنا بازو سے لیا تھا، ایتھنز کی فصیل تعمیر کرائی ۔ اس کام میں تھبز اور بعض دیگر بلدیات[1] نے ایتھنز کی مدد کی، اور اول الذکر نے پانچ سو خشت ساز اور معمار بھی روانہ کئے۔ الغرض ایتھنز نے اپنے آپ کو از سر نو بیرونی حملوں سے محفوظ و مامون کر کے اپنے آپ کو آئندہ کے واسطے پہلے سے ہی تیار کر لیا۔ ہمیں مملکت ایران کی بڑھی ہوئی طاقت کا اس امر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ستاسی برس پہلے کی طرح ایرانی بیڑہ اس سال میں پھر ساحل یونان پر بصد تزک و احتشام نمودار ہوا۔ کونون نے اپنے وطن مالوف کی ایک اور طرح سے بھی خدمت کی، یعنی اُس نے اپنے دوست ایواغورس والی سالامس کی مدد سے دیونی سیوس خود سر سرقوسہ کو، جس کی قوت و سطوت کا سکہ مشرق تک میں بیٹھا ہوا تھا، ایتھنز کا طرفدار بنانے کی کوشش کی ۔ لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا، بلکہ اپنے جوش و خروش کی وجہ سے وہ ایرانیوں کی نظروں میں مشتبہ ہو گیا چنانچہ انھوں نے اُسے ہر طرح سے دق کرنا شروع کر دیا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Kochler ۲، ۲۱۲؛ ڈٹن برگر ۵۲۔

ایریتھرایے والوں نے کونون کو "محسن بلدیہ" کا خطاب دیا تھا، ڈٹن برگر ۵۳۔ ایتھنز اور فلسیکس کے باہمی تعلقات ویسے ہی تھے جیسے ایتھنز اور دیموس کے؛ "مجموعۂ نوشتہائے اٹیکا" I. C. A. ۲، ۱ = ڈٹن برگر، ۵۰۔ کونون کے کارہائے نمایاں، ایسقراطیس ۶۳، ۶۴۔

[1] ایتھنزی طویل دیواروں کی تعمیر کے لئے دیکھو ایک قدیم نوشتے کا جزو جو کیہ نمبر ۲، ۸۰ میں دیا ہوا ہے نیز مقابلہ کرو واخسموت "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth Die Stadt Athen ۱، ۶۹۰ وغیرہ ۲، ۸، ۱۸ وغیرہ اور ۲، صفحہ

باب ۳

ان مہمات اور گفت وشنود کی وجہ سے دُنیائے یونان میں اسپارٹی سیادت کا بالکلیہ خاتمہ ہوگیا، اور آئندہ وہ اپنی چھوٹی اُنگلی تک اٹھانے پر قادر نہیں رہا۔ اب ایتھنز کے دم میں دم آیا، آرگوس میں ایک خاص توانائی پیدا ہوگئی اور تھبز نے مشرقی ممالک سے تعلقات پیدا کر کے اُن پر اپنے آئندہ کے دوررس طرز عمل کو مبنی کر دیا۔[۱۱]

یادداشت متعلق باب سوم

۳۹۵ق م سے ۳۸۶ق م تک کا تسلسل واقعات بہت ہی مشتبہ ہے؛ مقابلہ کرو برائٹن باخ Breitenbach کی اشاعت ہیلے نیکا میں اُس کی تمہید؛ فون شٹرن صفحہ ۷؛ بیلوخ: اٹیکائی سیاسیات، Beloch Ath. Politik ص ۳۴۶-۳۵۹؛ برلوکلر؛ "جنگ کورنتھ کا تسلسل واقعات"، Brueckler: De chronol. belli Corinthiaci ہالے ۱۸۸۹ء۔ اصل مشکل اس لئے پیش آتی ہے کہ ہمارا مستند ترین مصنف زینوفون اپنی کتاب کو واقعات یونان سے شروع کرتا ہے (۴، ۱) اور اُس کے بعد بحری معرکوں کو بیان کرتا ہے، لیکن یہاں بھی وہ جنگ کنیدوس کو ہضم کر جاتا ہے اس لئے کہ اُس کا بیان اس سے پیشتر ہی (۴، ۳، ۱۰-۱۲) آچکا ہے۔

---

[۱۱] ایتھنز اور رہوڈس کے باہمی تعلقات Lys de bon Aristoer ۹ وغیرہ؛ مجموعۂ نوشتہ جات یونانی C I A. ۲، ۸ = ڈٹن برگر ۶۵۔ یہاں کی اسپارٹا کے خلاف بغاوت اور جنگ کنیدوس کے باعث مختلف یونانی ریاستوں کے مابین ایک لیگ قائم ہوگئی، لیکن اس کی بابت جو کچھ بھی معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ سب سکوں کے ذریعے سے ہیں۔ سب سے پہلے جس محقق نے اس موضوع پر بحث کی وہ واڈنگٹن تھا، جس کا مضمون جریدۂ مسکوکیات ۱۸۶۳ء Waddington: Revue numismatique 1863 میں طبع ہوا تھا؛ اس کے بعد ۱۸۸۰ء میں ہیڈ Head نے سکہ جات افیسوس پر ایک رسالہ لکھا،

یادداشت متعلق باب ۳

حقیقت یہ ہے کہ دونوں واقعات پر اس سے پہلے ہی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ الغرض جنگ کنیدوس کی تاریخ معلوم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی سورج گرہن ۱۴ اگست ۳۹۴ق م کا پڑنا، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی اگست ۳۹۴ ق م کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اور اسی طرح امہوف بلومر نے بھی اپنے رسالہ "سکہ جات یونان" ۱۸۸۳ء Imhoof Blumer : monnaies grecque صفحہ ۳۱۱ پر بحث کی۔ بلومر پہلا شخص ہے جس نے زیر بحث سکۂ یاسوس کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ دیکھو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head : Hist Num کے مختلف فقرے۔ رھوڈز، کنیدوس، یاسوس، ساموس اور ایفی سوس کے سکوں پر لفظ SYN ہے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ یہ سب جزیرے ایک لیگ میں منسلک ہو گئے ہوں گے۔ ان کے سکوں کے ایک طرف ہرقل کی شبیہ ہے، جس میں وہ اپنے زمانۂ طفولیت میں ایک سانپ کی گردن دباتا ہوا نظر آتا ہے؛ اور دوسری طرف مختلف بلدیات کے امتیازی علامات ہیں جیسے رھوڈز کے لئے گلاب کا پھول (ہیڈ ۵۴۰)، کنیدوس کے لئے افرودیت کا سر (ہیڈ ۵۲۸)، ساموس کے لئے شیر کا چہرہ (ہیڈ ۵۱۶) اور ایفی سوس کے لئے شہد کی مکھی (ہیڈ ۴۹۵)۔ واڈنگٹن کی رائے میں یہ لیگ غالباً جنگ کنیدوس کے بعد منظم ہوئی ہوگی اور واقعہ یہی ہے کہ صلح نامۂ شہنشاہی کے بعد یعنی ۳۸۷ق م کے قریب ایفی سوس، یاسوس اور کنیدوس اس قسم کی لیگ میں شامل ہو بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن علاوہ ان سکوں کے جن پر لیگ کے لئے لفظ SYN کندہ ہے اور بھی بعینہٖ ان سکوں کی شکل کے سکے ہیں لیکن ان پر یہ علامت مفقود ہے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں قسم کے سکہ جات میں کیا تعلق ہے۔ ایسے سکے مفصلۂ ذیل ہیں:۔ تھیبز نقرئی سکہ مع بیوتی ڈھال کے، اور ایلکٹرون کا سکہ مع دیونی سوس کے سر کے (ہیڈ ۳۴۹ اور اس کی کتاب "سکہ جات بیوتیہ" Coins of Boeotia صفحہ ۴۱ و ۴۴)؛ کرو تون، نقرئی سکہ، لمپساکوس، طلائی سکے (گارڈنر: "یونانی سکوں کے انواع" Gardner : Types of Greek Coins تصویر ۷، ۸۷، ۸)؛ راکنتھوس (ہیڈ ۳۶۰)، کیزیکوس، ایلکٹرون (واڈنگٹن "جریدۂ مسکوکیات" ۱۸۶۳ء، تصویر ۱، ۶)۔ ان سب سکوں میں تھبز کے سکے نہایت اہم ہیں اس لئے کہ ان سے ایک ایسی صورت حال معلوم ہوتی ہے جسے اس وقت تک مورخوں نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ نوجوان ہرقل کا ایک سانپ کا گلا گھوٹنے کی علامت تھبز میں پانچویں صدی کے بعید زمانے میں بھی پائی جاتی ہے

یادداشت متعلق باب ۳

ابتدا ایں ہوئی ہوگی۔ اس کے علاوہ ہمیں مطلق کوئی معلومات اس امر کی بابت حاصل نہیں کہ آخر سمندر اور خشکی پر کون کونسی لڑائیاں ایک ساتھ ہوئیں، اور زمانۂ حال کے مورخوں کی یہ حالت ہے کہ اس کی بابت حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ مختلف مورخوں کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (عجائب خانۂ برطانیہ: "وسطی یونان" تصویر ۱×۷)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علامت کو لیگ والوں نے تھبز سے اخذ کیا ہوگا۔ اس امر پر اس سے پہلے بھی غور کیا گیا ہے، لیکن اگر ہم ان سکّوں کے اوزان پر توجہ کریں تو ہماری معلومات میں مزید اضافہ ہو جائیگا۔ ہیڈ نے اپنی کتاب میں ہمیں بتایا ہے کہ لیگ کے چاندی کے سکّے دراصل رھوڈزی سہ درہمیاں ہیں جن کا وزن ۱۷۰۸ اگرین ہے، لیکن سکس Six نے خود مجھے مطلع کیا ہے (پیر مقابلہ کروانہیں کا مضمون "سکہ جات یونان" جریدۂ مسکوکیات Six : monnaies grecques num Chron ۱۸۸۸ء صفحہ ۱۰۷) کہ بعض بیوتی معیار پر بھی پورے اُترتے ہیں (دیکھو اس تاریخ کی جلد ۲ باب ۱۷، حاشیہ ۱۰ اور ہیڈ "بیوتیہ" صفحہ ۱۴، ۸۶۔۸ اگرین)۔ الغرض ان سہ درہمیوں کا تھبز سے تعلق یقینی ہے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ایلکتروں کے سکّے ڈھالنے میں تھبز نے ایشیا کا اتباع کیوں کیا۔ تھبز نے سونے کے ایسے سکّے ڈھالے جن سے اُس کا نام اور مخصوص نشان ایشیا میں مشہور و معروف ہو گیا، اور اُسے یہ سونا تموکراتیس کی وساطت سے ایران سے ملا جو تھبز اور رھوڈز کے باہمی معاملات میں سفیر کا کام کرتا تھا۔ رھوڈزی معیار ایک اور طرح سے سمجھ میں آجائیگا۔ رھوڈز کے باشندے اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے اور اقلیمی یونان کے باہمی تعلقات اچھے رہے تو یہ اُن کے لئے سودمند ہوگا، چنانچہ انھوں نے ایک ایسا سکّہ رائج کیا جو آئیگیبی معیار کے مطابق بنایا جا سکتا تھا۔ اس ضمن میں ہمیں آخری بات یہ کہنی ہے کہ ۳۹۴ ق م کے بعد تھبز اور رھوڈز کے تعلقات نہایت گہرے تھے اور اس کی مدد سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ زمانۂ مابعد میں اپیامی نونداس نے کس بنا پر رھوڈزیوں کے سامنے ہاتھ پھیلایا تھا (دیودوروس ۱۷، ۷۹)۔ ایسے واقعات اور حالات کے تحت تھبزی بحری سیادت کا تخیل اس قدر لغو نہیں تھا جتنا بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔

اب لمپساکوس، کنیڈرکوس، کروتون اور زاکینتھوس کی طرف آئیے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ لمپساکوس کے سکّے اُسی صنف کے ہوں جن پر اس حاشیے میں ہم بحث کر چکے ہیں؛ علاوہ اریں مجھے سکس نے مطلع کیا ہے کہ کنیڈرکوس نے ہرقل کی علامت کو زمانۂ مابعد میں اختیار کیا، گو اُس نے ایفیکلیس کا اضافہ کرکے ایک قسم کا

یادداشت متعلق باب

اندازے کے مابین پورے دو سال کا فرق ہے بیلوخ (صفحۂ ۳۴۸) کو اس بات کا یقین ہے کہ گروٹ نے یہ معاملہ قطعی طور پر طے کر دیا ہے (۵، ۲۳۸)؛ لیکن گروٹ کے نظریے کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ از بسکہ فرنا بازو نے کورنتھیوں کی حالت ۳۹۲ ق م میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ امتیاز ضرور پیدا کر لیا۔ زاکینتھوس کے سکوں میں ہرقل سانپ کا گلا دباتا ضرور نظر آتا ہے لیکن اُس کا طرز جداگانہ ہے۔ اس علامت کے اختیار کرنے سے کم از کم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلدیات زیر بحث دُنیا کے سامنے اپنی حصول آزادی کی خواہش کا اظہار کرنا چاہتے تھے، اور اس عہد کے مماثل عہد کی تلاش میں ہمیں اپنی نگاہ ۳۸۰ ق م کے بعد کے واقعات پر دوڑانا پڑے گی جب اسپارٹا کے خلاف ایک جدید لیگ منظم کی جا رہی تھی، اور اُن نوشتوں کے مطابق جن پر باب ۷ میں بحث کی جائے گی ("مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۷ = ڈٹن برگر ۶۳) اس میں "زاکینتھوس اور نیلوس دونوں کے شہری" شریک تھے۔ اس طرح ممکن ہے کہ جو زاکینتھی سکہ ہم تک پہنچا ہے وہ اُسی عہد کا سکہ ہو۔ اب کروتون کی طرف نظر دوڑائیے، اس ضمن میں یہ امر بہت کچھ قابل لحاظ ہے کہ Theocr ۴، ۳۲ کے مطابق کروتون اور زاکینتھوس کے درمیان کچھ نہ کچھ تعلقات ضرور تھے لیکن ہم اُن کی صحیح نوعیت سے واقف نہیں ہیں۔ میں اسی کتاب کے گیارھویں باب کے حواشی میں یہ دکھاؤں گا کہ کروتون کی خودمختاری کا ۳۸۰ ق م تک خاتمہ ہو چکا تھا لیکن میرا اصل مقصد یہ ہے کہ کروتون اور زاکینتھوس کے باہمی گہرے تعلقات کا واقعی ثبوت بہم پہنچاؤں، اور مجھے اس کا یقین واثق ہے کہ کروتون کا ہرقلی سکہ ذرا پہلے یعنی ۳۹۰ ق م کے قریب کے زمانے میں مسکوک ہوا ہوگا، جب یہ شہر دیونی سیوس کے خلاف مدافعت کی تیاریاں کر رہا تھا اور ایک جدید اطالوی لیگ اس خودسر کے خلاف منظم کی جا رہی تھی۔

چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں تمام دنیائے یونان میں آزادی کی تحریک نہایت زور و شور سے پھیل رہی تھی، اور اُس کی ایک دلچسپ علامت یہی ہرقل کی تصویر ہے جس میں وہ ایک اسی کا گلا گھونٹتا ہوا نظر آتا ہے، اور جسے رہوڈز سے کروتون تک کے بلدیات اپنے سکوں کے لئے اختیار کر لیتے ہیں۔ جس طرح سوس سے قرطاجنہ تک کی بربری اقوام نے ایک دوسرے کو مدد پہنچائی بعینہٖ اسی طرح وہ یونانی جنھیں آزادی سے گویا عشق تھا، ایک دوسرے کو مدد پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے، اور اُس کی علامتیں یہی سانپ کا گلا گھونٹنے والے اور شیر سے لڑنے والے ہرقل کی تصویریں نظر آتی ہیں (جن میں سے موخر الذکر کا بیان گیارھویں باب کے حواشی میں کیا جائیگا)۔

ذرا درست کرلی تھی کورنتھی اپنی جیپنی کا ۳۹۲ء ق م سے پیشتر مظاہرہ نہیں کرسکتے تھے (زینوفون ۴، ۴، ۱) بہرحال برائمن بلخ اس جیپنی کا ۳۹۳ء ق م میں فرنابازو کی واپسی سے پہلے ہونا بیان کرتا ہے۔ اس مفروضے کے تسلیم کرنے کے بعد یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ جن اولمپی کھیلوں کا تذکرہ کیاگیا ہے وہ ۳۹۲ء ق م کے ہی ہوں (۴، ۵، ۱)۔ بہ نسبت بری جنگوں کے بحری جنگوں کی تاریخ کا نسبتہً آسانی سے تعین ممکن ہے: دیکھو فون شٹرن صفحہ ۷۔

یادداشت متعلق باب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہمیں یہ اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ریوکسس نے ایک تصویر تیار کی تھی جس میں ہرقل کو سانپ مارتے ہوئے دکھایا تھا، لیکن اس میں اس کے علاوہ دوسری شکلیں بھی تھیں، اور چونکہ تھیبری سکہ زیوکسس کی تصویر سے قدیم تر ہے اس لئے اس تصویر کا کوئی اثر سکوں کی صنعت کاری پر نہیں پڑا (وسطی یونان ۱۲، ۷) نیپلز میں تانبے کا ایک سکہ ہے جو ان سکوں کے مشابہ ہے۔ بومیسٹر نقاشی Bumeister Abbild. صفحہ ۷۲۱، نیز اسی کتاب کے چھٹے باب کے حواشی کا مطالعہ کیا جائے۔

ہیڈ (۳۱۴) کے نزدیک ۳۹۰ء ق م کے قریب کے زمانے میں ایتھنزی طلائی سکہ بھی نمودار ہوتا ہے، جس سے تھراوس تھیس، تھوکراتیس اور کونون والے (ایرانی) سونے کا مزید ثبوت ہم پہنچتا ہے۔

تاریخ یونان کے واقعات معلوم کرنے کے لئے سکوں کی تحقیقات بھی ایک نہایت ہی دل آویز مطالعہ ہے، اور اگر دنیا کے ممتاز ترین سکہ شناس جیسے واڈنگٹن، امہوف، سکس اور ہیڈ قابل وثوق واقعات کو معلوم کرکے ہماری رہبری کرسکتے ہیں، تو دوسروں کو بھی اس کی اجازت ہونی چاہیئے کہ بعض مزید واقعات دریافت کرکے اُن کے وقیع انکشافات کو مکمل کرکے ان واقعات کو عام فہم بنا دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسناد تاریخ کی دقیق تنقیدوں سے اس تحقیقات میں کہیں زیادہ تاریخی مواد ملتا ہے۔

باب چہارم

اسپارٹا ایران کی خوشامد کرتا ہے۔ آرگوس کے خلاف اگےسی لوس کی مہم۔ ایواغورس۔ تھراسی بولوس کی موت۔ انتالکِداس صلح نامۂ شہنشاہی

۳۹۲ ق م لغایت ۳۸۶ ق م

اسپارٹیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ انھیں پچھلی نبرد آزمائیوں میں جو شکست ہوئی ہے اُس کا صرف یہی ایک سبب تھا کہ اُس کے دشمنوں نے شہنشاہ سے مخالفہ کر کے ایران سے روپیہ حاصل کر لیا تھا اور اُسے اسپارٹا کے خلاف جنگی تیاریوں میں صرف کر دیا تھا۔ انھوں نے اس کی ضرورت محسوس کر کے کہ کسی نہ کسی طرح سے ایران کو مخالفین سے علیحدہ کر لیا جائے، یہ طے کیا کہ اگر ایران اسپارٹا کو اس بات کا یقین دلائے کہ سیادت یونان اُسی کو حاصل رہیگی تو وہ اُس سے مفاہمت کرنے کو تیار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایشیائی یونانیوں کی آزادی ایک نہایت قابل تعریف اور قابل حصول مقصد تھا، لیکن اسپارٹیوں کے لئے اس سے بھی زیادہ اہم یہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اپنی فوقیت یورپی یونان میں قائم رکھ سکیں، چنانچہ اُس کے معاوضے میں انھوں نے اپنے ایشیائی بھائیوں کو ایران کے رحم پر چھوڑ دینے میں ذرہ برابر دریغ نہیں کیا۔ الغرض ان مقاصد کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے انتالکداس کو تری بازو صوبہ دار ایشیائے بعید کے پاس بطور اپنے ایلچی کے روانہ کیا اور اسکے ذریعے سے ایرانیوں کے ساتھ گفت و شنید شروع کی۔ اس سفارت کے کاٹ کرنے کیلئے

۴۱۱ ق م

اتھینیوں نے کونون کو بھیجا اور اُس کے پیچھے پیچھے تھبز، کورنتھ اور آرگوس کے سفیر بھی سرزمین ایشیا پہنچے ۔ انتالکداس نے فوراً یہ اعلان کر دیا کہ اسپارٹا ایشیائی یونانیوں کو شہنشاہ ایران کے ماتحت رہنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتا تھا، لیکن ساتھ ہی وہ جزیروں اور دوسرے یونانی بلدیات کی آزادی کو ایک نہایت ہی لازمی امر تصور کرتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایران کے قدیم ہمنوا ایشیائی یونانیوں کی ماتحتی کے خلاف زبان ہلانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے تھے، لیکن اسپارٹا کی دوسری تحریک کی تائید ناممکن تھی، اس لئے کہ اسپارٹی سفیر کی زبانی یونانی بلدیات کی آزادی کے صرف یہ معنی ہو سکتے تھے کہ بیوتیہ پر تھبز کو جو حقوق حاصل تھے وہ سب زائل ہو جائیں، آرگوس کورنتھ سے علحدہ ہو جائے اور اتھینز صرف اپنے جدید حلیفوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے بلکہ شاید اپنے قدیم مقبوضات لیمنوس، اِمبروس اور سکی روس سے بھی دست بردار ہو جائے ۔ تری بازو نے ان متحالف یونانیوں کی جدوجہد سے اپنی بے تعلقی دکھا کر یہ جواب دیا کہ وہ ان امور کی اطلاع شہنشاہ ایران کو کریگا، لیکن ساتھ ہی ایک طرف تو اُس نے انتالکداس کی مٹھی گرم کر دی اور دوسری جانب کونون کو قید کر لیا ۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد ہی کونون نے جزیرۂ قبرس میں وفات پائی [1]

---

[1] انتالکداس کی سفارت، یونون، ۴، ۸، ۱۲ وغیرہ ۔

کونون نے اپنی قوم کو پچاس تالنت نذر کئے (دیموس، کونون ۴۹) تمام اتھینیوں کی جانب سے (Athen ۱، ۵) اور جنگ کنید وس کی یادگار کے طور پر پیرائیوس میں افرودیت کے نام پر ایک بت خانہ تعمیر کرایا (پئوساسیاس ۱، ۱، ۳)، ان تمام باتوں کی وجہ سے وہ اتھینیوں میں نہایت ہر دلعزیز ہو گیا تھا ۔ اس کے تعمیر کردہ بت خانے کا مقام اب متعین ہو گیا ہے، دیکھو واخسموت "بلدیۂ اتھینز" (Wachsmuth Die Stadt Athen) ۲، ۱۲۰ ۔ اتھینیوں نے اس کا اور ایوا گوراس کا ایک مجسمہ زیوس الیوتھیریوس اور ستوا بازی لیوس کے قریب نصب کیا (دیموس تھنیس ۲۰، ۰؛ ارسطوقراطیس ۹، ۵؛ پئوساسیاس ۱، ۳، ۱) ۔

اس میں شبہ نہیں کہ تری بازو نے کونون کی مخالفت محض فرنابازو کے حسد کی وجہ سے کی تھی ۔

باب ۶

شہنشاہ نے تری بازو کی گزارش کو کان لگا کر سنا لیکن اُس نے اسپارٹا کی خواہش کے بموجب احکام صادر کرنے کی بجائے اتھنز کے ہمنوا اسٹروتھاس کو تری بازو کی جگہ ایشیائے بعید کا والی بنا کر بھیج دیا۔ یہ خبر سن کر اسپارٹیوں نے ازسرِ نو دشمن کو دھمکا کر زیر کرنے کا ارادہ کر کے تھبرون کو ۳۹۱ ق م میں ایشیا روانہ کیا جہاں پہنچ کر اُس نے وادیٔ میاندر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا ہی تھا کہ اُسے سٹروتھاس نے چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر دیا۔

غالباً ان واقعات کے پیش آنے سے ذرا پہلے ہی اتھنزیوں نے یہ بھانپ کر کہ اسپارٹا اور ایران ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں، براہ راست اسپارٹا کے ساتھ اندوکی دیس کی معرفت گفت و شنود شروع کر دی، چنانچہ ان دونوں میں سمجھوتہ ہو گیا کہ وہ برابر لیمنوس، ائمبروس اور سکی روس پر قابض رہیں گے، ان کے شہر کی طویل دیواریں برابر محفوظ رہیں گی اور اُس کے بیڑے کی حیثیت میں کسی قسم کا فرق نہ آئیگا، لیکن ساتھ ہی وہ اسپارٹا کے اس مطالبے پر راضی ہو گئے کہ تھبز اورخومینوس سے دست بردار ہو جائے اور آرگوس اور کورنتھ ایک دوسرے سے علحدگی اختیار کر لیں۔ ظاہر ہے کہ آرگوس اس سمجھوتے کو کسی طرح پسند نہیں کر سکتا تھا، بلکہ جب یہ اتھنزیوں کے سامنے پیش کیا گیا تو خود انھوں نے اس کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا۔ ہم دیکھیں گے کہ تھوڑے ہی زمانے کے بعد ہی وہ ان شرائط کے منظور کرنے پر مجبور ہو گئے۔[۲]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کونون کے باقی ماندہ حالات زندگی کے لئے دیکھو نیپوس: کونون ۵، ایسقراطیس ۴، ۴، ۱۵، ویماسوروس ۱۴، ۸۵: لی سیاس ۱۹، ۳۹، ۴۱۔

سٹروتھاس اور تھبرون، زینوفون ۴، ۸، ۷ تا ۱۹۔

[۲] ام ہار صلح نامہ اندوکی دیس کا ذکر علاوہ فلوخوروس کے کسی اور مورخ نے نہیں کیا: فلوخوروس کے بیان کے مطابق اس پر ۳۹۲ ق م، ۳۹۱ ق م یا ۳۹۰ ق م میں دستخط ہو گئے ہوں گے۔ اس کے لئے مقابلہ کرو کرشنر کی کتاب (Kirchner. De Andocidea tert. orat, برلن ۱۸۶۱ء؛ بلاس (Blass. Griech Bereds. یونانی فن خطابت ۱، ۲۸۱ وغیرہ ۱۹۶، ۳۱ وغیرہ؛ بیلوخ "سیاسیات اتیکا" (Beloch Att Pol) ۱۲۳، ۱۲۴؛ فون شترن (Von Stern) ۔

باب ۴

بہر حال جنگ برابر جاری رہی، گو ہم اس کے مختلف واقعات کی صحیح تاریخوں کا تعین نہیں کر سکتے۔ اسپارٹیوں نے حتی الامکان اپنا اثر قائم کرنے کی کوشش کی اور اس کے لئے اگے سی لاؤس اور اگے سی پولس دونوں نے اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ مغرب میں اکائیائیوں نے شہر کالی دون پر قبضہ کر لیا تھا، اور جب انھیں اس شہر کے تخلیہ پر مجبور کرنے کے لئے اکارنانی آگے بڑھے تو اگے سی لاؤس اکائیائیوں کی مدد کے لئے محاذ جنگ پر پہنچا اور اکارنانیوں سے لڑ کر بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے یہ دھمکی دی کہ اگر اکارنانی اپنے افعال سے باز نہیں آئے تو وہ مغربی یونان میں آکر دوبارہ ان کی گوشمالی کریگا، چنانچہ انھیں بھی مجبوراً اسپارٹی لیگ میں شامل ہونا پڑا۔ اب اگے سی پولس کی یہ خواہش ہوئی کہ جس طرح اس کے ساتھی اگے سی لاؤس کو ایک نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے اسی طرح اس کا نام بھی کسی جنگی کارنامے کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے ایک نہایت عمدہ ترکیب نکالی۔ آرگوسی اس بات سے واقف تھے کہ دوریائی ماہ کارنیوس کا احترام کرتے اور اس میں لڑنے کو گناہ عظیمہ تصور کرتے ہیں، چنانچہ جب کبھی انھیں دوریانیوں سے جنگ آزمائی کرنی پڑتی اور وہ تیار نہ ہوتے تو وہ فوراً ماہ کارنیوس کا تہوار منانے لگتے تھے۔ ہم اس سے پہلے (جلد ۲، باب ۴ میں) دیکھ چکے ہیں کہ یونانی مذہب میں اس قسم کی چالبازی ناممکن نہ تھی۔ اگے سی پولس کو معلوم تھا کہ اگر اس نے یکایک آرگوس پر حملہ کر دیا تو یہی حرکت کی جائیگی جس کے باعث اسے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، چنانچہ مہم سر کرنے سے پہلے اس نے اولمپیا کے زیوس سے یہ اعلان کرا لیا کہ اگر کوئی مملکت کسی مقدس مہینے کا تہوار ملتوی کر کے اسے کسی اور مہینے میں منانے لگے تو اس کے اس فعل کا دوسری مملکتوں پر اثر نہیں پڑتا، اور اس اعلان کی تصدیق و توثیق دلفی کے معبود سے بھی کرا لی جسے زیوس کا فرزند تصور کیا جاتا تھا۔ اسکی پیش بندی ٹھیک ثابت ہوئی، اس لئے کہ جب وہ آرگولس کی سرحد کو عبور کر رہا تھا تو اسے آرگوس کے دو نقیب ملے جو اپنے سروں پر پتوں کے گھیرے پہنے ہوئے تھے، اور انھوں نے اسے آرگوسیوں کا یہ پیام پہنچایا کہ عید کارنیوس کی وجہ سے اسے مہم کو فوراً

باب۶

ختم کر دینا چاہیئے۔ لیکن اُن کے تعجب اور خوف کی انتہا نہ رہی جب اُنھوں نے دیکھا کہ حملہ آور اس کا مطلق لحاظ نہیں کرتے بلکہ برابر آگے کو بڑھے چلے جاتے ہیں۔ بہرحال یہ مہم اسپارٹیوں کے لئے خوش آیند ثابت نہیں ہوئی۔ اوّل تو شگون ہی بُرے نکلے یعنی اسپارٹی پڑاؤ میں زلزلہ آیا اور قربانی شدہ جانوروں کے جگر کا ایک ٹکڑا ہی مفقود نکلا۔ زلزلے کی تو اگے سی پولس نے یہ تاویل کی کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیوس اُسے شاباش دے رہا ہے، لیکن قربانی کی ناکامی دیکھ کر وہ بھی گھبرا گیا اور بغیر کسی مقام کو مستحکم کئے ہوئے آرگولس سے واپس چل دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا کو آرگوس کے مقابلے میں اُس وقت بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی جب ابتدائی حالات و واقعات کی بنا پر اُن کی کامیابی یقینی نظر آگئی تھی[۳]۔

اسپارٹا کو سرزمین ایشیا میں اور بحیرۂ ایجین پر بھی ابتدا میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ رھوڈز نے جنگ کنیدوس کے زمانے میں ہی اسپارٹا کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا (دیکھو باب ۱)، لیکن جب وہاں کے غیر مطمئن اعیانیوں نے اسپارٹا کے سامنے دست اعانت دراز کر دیا تو اُس نے ایک دی کوس اور دِفری داس کی ماتحتی میں آٹھ جہاز اور تھیبروں کی فوج اُن کی مدد کے لئے روانہ کر دی۔ لیکن اس مہم میں بھی اسپارٹا ہی ناکام ہوا جس کے باعث عمومی گروہ مسلسل برسر اقتدار رہا۔ اس پر اسپارٹیوں نے تے لیوتیاس کو، جو خلیج کورنتھ میں امیر البحر تھا، بارہ جہاز لے کر ایشیا روانہ کیا۔ وہ ساموس سے مزید فوج لے کر میدان میں پہنچا، اور ایک دی کوس سے جائزہ لے کر دس ایتھنزی جہاز جو فلوکراتیس کی ماتحتی میں تھے اور جو ایواغورس والیٔ قبرس کی مدد کے لئے روانہ کئے گئے تھے، گرفتار کر لئے۔ اس موقع پر ایواغورس

---

[۱] اگے سی لاؤس کی مہمات، اکارنانیہ، زینوفون ۴، ۶، و ۷، ۱۔ مقابلہ کرو درائٹس ماخ کی اشاعت ہیلے نیکا، جلد ۲، (LXXXiv)

ان ممالک کے لئے مقابلہ کرو اوبرہومر اکارنانیہ (Oberhummer Akarnanien,) (Ambrakia U S W im Alterth.) میونخ ۱۸۸۷ء۔

[۳] اگے سی پولس کی مہم آرگوس، زینوفون ۴، ۷، ۲ تا ۷۔ یہ مہم ۳۸۸ق م یا ۳۸۹ق م میں سر کی گئی

باب ۱

شہنشاہ ایران سے برسرپیکار تھا، چنانچہ اُس کا یہ عجیب و غریب نتیجہ نکلا کہ ایران کے حلیف ایتھنز نے تو اُس کے دشمن کو مدد دی اور اسپارٹا نے، جو ایران کے ساتھ دست و گریباں تھا، اُس کے ایک اور دشمن کو کمزور کر کے اُسے گویا طاقتور کر دیا۔ اغلب امر ہے کہ اس عجیب و غریب صورت حال نے شہنشاہ ایران کو اسپارٹی تحریکات کی پذیرائی پر ضرور آمادہ کر دیا ہوگا[۵۹]۔

اب ایواغورس اور ایران کے باہمی تعلقات میں متعدد اسباب کی وجہ سے تبدیلی ہوگئی۔ سالامس میں تو ایواغورس کی حکومت مسلمہ تھی، لیکن جب اس نے جزیرے کے دیگر بلدیات پر بھی اپنا اثر قائم کرنا چاہا تو اماتھوس، سولی اور کی تیوم کی شہروں نے شہنشاہ ایران سے اس کی شکایت کی، چنانچہ اُس نے ہکاتومنوس والی کاریہ اور اوتوفرداتیس صوبہ دار لیدیہ کو اس کے خلاف یورش کرنے کا حکم دیا۔ اس پر اس نے ایتھنزیوں سے مدد کی استدعا کی، اور بلحاظ اس امر کے کہ اگر انھوں نے اُسے مدد دی تو اُس کا مربی شہنشاہ ایران اُن سے ناراض ہو جائیگا، انھوں نے اس کا وعدہ کر لیا۔ لیکن فلوکراتیس کا بیڑا دشمن کے قبضے میں آنے کے بعد انھیں ایواغورس کی مدد کا خیال ترک کر دینا پڑا اور اس کی بجائے خود اپنی قوت کو وسعت دینے کی طرف رجوع ہوئے۔ انھوں نے تھراسی بولوس کی سرکردگی میں چالیس جہازوں کا ایک بیڑا اپنے رھوڈز کے دوستوں کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ لیکن بجائے رھوڈز جانے کے تھراسی بولوس نے اس بیڑے کو لے کر ایک ایسی مہم سر کی جس سے ایتھنز کو بہت کچھ نفع پہنچا، اور ایسے ممالک کا رخ کیا جو ایتھنز کے لئے رھوڈز سے بھی اہم تر تھے۔ وہ تھریس اور ہیلیس پونٹ کی طرف چل دیا، اور تھاسوس، ساموتھریس، تھریسی خرسونیز، تینے دوس، بیزنطہ اور خالکیدون کو اپنے ساتھ ملا کر اس نے جنوب کی راہ لی۔ اس کے علاوہ پونتوس کی برآمد پر بوسفورس میں جو کروڑ گری لی جاتی تھی اتھینز کی طرف سے ہراج کرنے میں کامیاب ہوا (دیکھو جلد ۲، باب ۲۸)۔ جزیرہ لسبوس میں گو شہر متی لنہ ایتھنز کا دوست تھا لیکن اس کے دوسرے شہر اسپارٹا کا دم بھرتے تھے؛

[۵۹] رھوڈز سے تے لیوتاس وغیرہ، زینوفون ۴، ۸، ۲۰ تا ۲۴۔

باب ۶

یہاں پہنچ کر تھراسی بولوس نے اسپارٹی ہارموسٹ تھیریماخوس کو شکست دے کر
تمام جزیرے میں ایتھنزی سیادت کا ڈنکا بجا دیا۔ بعد ازاں کلازومے نائے اور
ہالی کارناسوس کو اپنا جانبدار کر کے وہ رھوڈز کی طرف جانے کی بجائے ایشیائے کوچک
سے کچھ روپیہ وصول کرنے کی خاطر اُدھر چل دیا، اور آخر کار پمفیلیا پہنچا جہاں ۴۱۱ ق م
میں اُس کے دوست الکبیادیس نے سکونت اختیار کی تھی (جلد ۲ باب ۲۸)۔ یہاں
ایک روز رات کے وقت اسپندیوں نے اُس کی قیام گاہ کا محاصرہ کر کے اُسے
قتل کر ڈالا، اور اس طرح ایک ایسے شخص کا خاتمہ کر دیا جو ایتھنز کو آزاد کرانے میں
کامیاب ہوا اور جو اپنی دور اندیشی اور فہم و فراست کو کام میں لا کر اُس کی قدیم عظمت
و سطوت کا از سر نو احیاء کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ باوجود اُس کی درخشاں کامیابیوں کے ایتھنزی تھراسی بولوس
سے غیر مطمئن ہو گئے تھے۔ اُس کے مخالف اُس کی ترقی کو ناپسند کرتے تھے اور
اُس پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ خودسری حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، گو یہ کوئی نہیں
کہہ سکتا تھا کہ وہ خاص ایتھنز میں خودسر بننے کا خواہاں ہے۔ اُس کی موت کے بعد
اُس کے دوست اور ساتھی ایرگوکلیس پر جمع شدہ روپیے کے تغلب کا الزام
لگایا گیا، اور پمفیلیا کی مہم نے اُس کے مخالفوں کو اور بھی مشتبہ کر دیا۔ الغرض ایرگوکلیس
کو مجرم گردان کر اُسے سزائے موت دی گئی۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس سے زرِ متنازعہ فیہ
میں سے ایک حبہ بھی برآمد نہیں ہوا اس لئے دشمنوں نے اُس کے ایک اور دوست
فلوکراتیس پر بھی تغلب کا الزام لگایا اور تھراسی بولوس کی جگہ اگی رھیوس کو جو اصول عمومیت
میں غلو رکھتا تھا، میدان جنگ کو روانہ کیا۔[5]

---

[5] ایواغورس کے لئے دیکھو شارفے: "حالات ایواغورس" (Seharfe : De Evag. rebus gestis) ۱۸۶۶ء، ایرخ: "ایواغورس ساکن قبرس" Erich: De Evag Cyprio برلن ۱۸۶۲ء؛ نیز اسی کتاب کے باب ۲۱ سے مدد ملیگی۔

تھراسی بولوس کی جانبازیاں، زینوفون ۴، ۸، ۲۵ تا ۳۰؛ دیودوروس ۱۴، ۹۴ تا ۹۹؛ وہ تھاسوس کو اپنا طرفدار بنا لیتا ہے، دیموس تھینیس ۲، ۵۹؛ پمفیلیا سے تعلقات ایضاً ۱۰، ۶۰۔

ایتھنزیوں کو اپنی بحری سیادت کی کنجی یعنی ہیلیس پونٹ پر قبضہ حاصل ہوگیا تھا۔ یہ اسپارٹا کے لئے ہرگز گوارا نہ تھا، چنانچہ ایک طرف تو اُس نے ایران کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش جاری رکھی اور دوسری جانب اپنے ہی بل بوتے پر ایتھنزیوں کی سیادت ہیلیس پونٹ کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایفوروں نے ایک مزید ناز موقعت مسمیٰ اناکسی بیوس کو میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ یہ وہی شخص تھا جو "دس ہزار" کے ساتھ بری طرح پیش آیا تھا، لیکن اب اُس نے اسپارٹی حکومت کو رام کر لیا تھا۔ اس نے ابی دوس کو اپنا مرکز بنا کر وہاں سے ایتھنزیوں پر پے در پے یورشیں کیں اور انہیں معتدبہ نقصان پہنچایا۔ اس پر ایتھنزیوں نے ۳۸۹ ق م میں ایفیکراٹیس کو اُس کے خلاف تھریسی خرسونیز روانہ کیا، اور اُس نے اپنی عادت کے مطابق ایک چال چل کر اپنا کام نکال لیا۔ اسپارٹی سپہ سالار نے، جس کا پڑاؤ ایشیا میں تھا، ابی دوس سے انتانڈروس تک ساحل پر ایک مہم سر کی اور وہاں سے وہ اس خیال کو لئے ہوئے واپس چلا کہ وہ بالکل محفوظ و مامون ہے۔ لیکن ایفیکراٹیس خفیہ طور پر ایشیا پہنچ کر اُس کی گھات میں بیٹھا ہوا تھا، چنانچہ جب اناکسی بیوس قریب ہو کر نکلا تو وہ اُس پر ٹوٹ پڑا۔ اس لڑائی میں اناکسی بیوس نے ایسی بہادری کے جوہر دکھائے کہ ایتھنزیوں کی توجہ اُس کے سپاہیوں سے ہٹ گئی اور ان میں سے بہت سے میدان جنگ سے نکل کر ابی دوس کی طرف چلے گئے۔ اب اس ناکامی کی تلافی کرنے کی غرض سے اسپارٹیوں نے ای گینا کو اپنا مرکز بنا کر وہاں سے ایتھنز کو دق کرنا شروع کیا، جس پر ایتھنزیوں نے فوراً اس جزیرے پر اپنا بھی ایک قلعہ بنا لیا، لیکن جب اسپارٹی گورگوپاس نے آکر فوج کا جائزہ لیا تو ایتھنزی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بیز دیکھو "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" (C I A) ۲، ۲۴، ۴، ۱۴؛ سوڈیورا Mittheilungen ۷، ۴، ۷، ۱۷؛ کیوہلر ۷، ۱۳، ۳؛ خول اشٹرن ا، میلوخ ۲۴۵، ۳۴۹۔

ایتھنزیوں نے تھراسی بولوس کے دوستوں کے خلاف مقدمے قائم کئے، اکی بات لی سیاس کی ان تقریروں سے معلومات حاصل ہوتی ہیں جو اس نے ارگوکلیس اور فلوکراتیس کے خلاف کیں۔ بیز دیکھو ہرمان "قدیمیاست" (Hermann St A) ۱۶۹۔

باب

جزیرے کو چھوڑ کر چلے گئے۔

٣٨٩ ق م میں ہیلیس پونٹ اور اٹیکا کے ساحل پر حسب معمول لڑائی جاری رہی جس میں ایتھنزی ہیلیس پونٹ میں اور اسپارٹی ساحل اٹیکا پر کامیاب ہوئے۔ اب ہیلیس پونٹ کا سپہ سالار انتالکداس تھا، لیکن اس نے اپنی توجہ عرصۂ جنگ کی بجائے میدان تدبر کی طرف زیادہ مبذول کر لی تھی۔ ایتھنزیوں نے اس کے مددگار نکولائوس کو ابی دوس میں چاروں طرف سے گھیر لیا، لیکن اُدھر گورگو پاس آئی گینا سے نکلا اور ایتھنزی کا ندار یونوموس کے پیچھے پیچھے ساحل اٹیکا تک جا کر اس کے چار جہاز گرفتار کر لئے۔ یہاں ہم پہلی مرتبہ ایتھنزی خابریاس سے دوچار ہوتے ہیں جس نے اسپارٹیوں پر ایک پوشیدہ کمیں گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا اور گورگو پاس کا خاتمہ کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جدید قسم کی جنگ آزمائی کی بنیاد جس میں چالبازی اور تدبر کو بڑا دخل تھا، دیوس تھنیس نے پانچویں صدی ق م میں رکھی تھی، اور گو جنگ پیلوپونیز میں اسپارٹیوں نے اسے اختیار کیا تھا لیکن وہ انہیں زیادہ کامیاب نہیں ہوئے تھے (جلد ۲، باب ۲۲)؛ اب ایفیکراتیس نے اصلاحیں کر کے اس کے ذریعے سے دشمن پر پے در پے کامیابیاں حاصل کیں۔ لڑائی کا یہ طریقہ روز بروز زیادہ مروج ہوتا گیا یہاں تک کہ کچھ عرصے تک تو یہ اس پرانے طریقے کی جگہ رائج ہو گیا جس میں ہوپ لیتوں سے زیادہ کام لیا جاتا تھا اور جس میں اسپارٹیوں، تھیبزیوں اور ایتھنزیوں نے کمال حاصل کیا تھا۔ الغرض اگے سی لاؤس کا بھائی تے لیوتیاس ائی گینا آیا اور ایتھنزیوں کے ساتھ ایک ایسی چال چلا جو خود ایفیکراتیس کی شان کے شایاں تھی۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو پرائیوس پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اور راتوں رات تیاری کر کے علی الصباح حملہ کر دیا۔ اسپارٹیوں نے ایتھنز کے بندرگاہ میں گھس کر جتنا سامان جنگ ممکن ہوا برباد کیا، جو سہ طبقہ جہاز ہاتھ آئے انہیں اپنے ساتھ لیا اور بعض ماہی گیروں کی کشتیاں جنھوں نے اسپارٹیوں کو ایتھنزی سمجھ کر آنے دیا تھا، گرفتار کر کے واپس چلے گئے۔[1]

---

[1] اناکسی میوس، زینوفن ۴، ۸، ۳۱ تا ۲۹؛ واقعات ائی گینا، زینوفن ۵، ۱؛ کرلوٹرس، نیپوفن ۵، ۱، ۶، ۷۔

باب ۱

لیکن باوجود ان تمام لڑائیوں کے فریقین کے باہمی تنازعات نے فیصلہ کن صورت اُسی وقت اختیار کی جب اسپارٹا نے جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام کی طرح اپنی مدبرانہ قابلیت دکھائی اور ایران و سرقوسہ کو اپنا ہمنوا بنا لیا (دیکھو جلد ۲ باب ۲۸)۔ ان میں سے ایک حلیف مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں، اور اُن کی پشت پناہی کے باعث اسپارٹا کے دشمنوں نے اُس سے مرعوب ہو کر اُس کے مطلوبہ شرائط کو فوراً منظور کر لیا۔ ان دونوں مملکتوں سے اسپارٹا کے مراسم نہایت دیرینہ تھے؛ دیونی سیوس خودسر سرقوسہ کے تعلقات میں تو کسی قسم کا فرق نہیں آیا تھا، اور ایران کے ساتھ پہلے کی طرح سے دوستانہ ربط و ضبط پیدا ہو گیا تھا۔

غرضکہ انتالکداس تری بازو کو ساتھ لے کر سوس سے آیا اور اپنے ساتھ شہنشاہ کا ایک پیام لایا جس کا مضمون عنقریب بیان کیا جائیگا۔ لیکن اگر اسپارٹی آخری ثانیہ میں اپنے دشمنوں پر ایک فتح حاصل نہ کر لیتے تو یہ پیام بالکل بیکار رہتا۔ ہوا یہ کہ جب انتالکداس ابی دوس پہنچا تو اُس سے چند ایرانی اور بیس صقالوی جہاز آکر مل گئے؛ چنانچہ اسّی جہازوں کے ایک بیڑے کے ذریعے سے اُس نے ایتھنزی کشتیوں کی ہیلیس پونٹ میں ناکہ بندی کر دی اور آٹھ جہازوں کو بغیر کسی قسم کی لڑائی کے گرفتار کر لیا۔ اپنی بےبسی سے ایتھنزی سخت متردد ہوئے، اور جب انھیں جنگ ائی گوس پوتامی کے بعد کی تکالیف یاد آئیں تو وہ انھیں شرائط کو منظور کرنے پر تیار ہو گئے جو انھوں نے چند سال پیشتر مسترد کر دی تھیں۔ ممکن ہے کہ اس موقع پر بہت سے ایتھنزی ایسی جنگ کے جاری رکھنے کے خلاف ہو گئے ہوں جو انھوں نے محض تھبز کی وجہ سے شروع کی تھی اور جس میں انھیں تھبز سے بھی زیادہ نقصانات برداشت کرنے پڑے تھے۔ الغرض جب ایتھنز کے بعد آرگوس نے بھی ہتیار ڈال دئے تو پیغام شہنشاہی کی کامیابی میں مطلق کوئی شک و شبہہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ خابریاس کے ابتدائی کارہائے نمایاں دیودورس ۱۴، ۹۸؛ ۱۵، ۲؛ تھیوپومپوس جزو ۱۱۱؛ ڈیموستھنیس ۲۰، ۷۶؛ نیپوس: خابریاس ۲؛ براشن باخ نے اس کا ایک ملخص تیار کیا ہے جو اُسکے مرتبہ حواشی زینوفون ۵، ۱، ۱۰ میں ملیگا۔ خابریاس ایواغورس کے بہت کچھ کام آیا۔

باب ۵ باقی نہیں رہا۔ اس پیغام کے الفاظ مفصلۂ ذیل تھے:۔

"شہنشاہ اردشیر کی خواہش ہے کہ ایشیائی بلدیات اور جزائر کلازومنائے

و قبرس اُسی کے قبضے میں رہیں؛ امبروس، لیمنوس اور سکی روس حسب سابق

ایتھنز کے ماتحت رہیں؛ اور دیگر یونانی بلدیات، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے

بالکل خود مختار ہوجائیں۔ شہنشاہ اور اُس کے حلیفوں نے یہ بھی تہیہ کرلیا ہے

کہ جو فریق اس فیصلے کو تسلیم نہیں کرے گا اُس سے وہ برسرِ پیکار

ہوجائیں گے۔"

اس پر تھیبز نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اس صلح نامے کا حلف نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ بیوتیوں کی جانب سے بھی لے، جس سے اُس کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ اُسے بیوتیوں کا سردار تسلیم کرلیا جائے۔ لیکن اسپارٹا نے ایران سے جو مدد چاہی تھی اُس کی ایک جہت یہ بھی تھی کہ تھیبز بیوتیہ کی سیادت سے محروم ہوجائے۔ تھیبز ہی نے جنگ کورنتھ کی ابتدا کی تھی، اور اب اسپارٹا کی دلی خواہش یہ تھی کہ اُسے اپنے کرتوت کی سزا ملے؛ چنانچہ جب تھیبز نے بیوتیوں کا مستقل سرگروہ بننا چاہا تو اگے سی لاؤس نے اُس کے خلاف مہم سر کرنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ اس پر تھیبزیوں نے رعب میں آکر اپنا مطالبہ واپس لے لیا اور اعلان کردیا کہ آئندہ سے وہ بھی بیوتی بلدیات کی آزادی کی حرمت کریں گے۔ اسی طرح آرگوس بھی کورنتھ سے دست بردار ہوگیا۔ یہی وہ صلحنامہ تھا جسے "صلح نامۂ شہنشاہی" یا صلح نامۂ انتالکداس کا لقب دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک مقدونیوں نے یونانیوں کی سیاسی حالت کو بالکل تہ و بالا نہ کردیا اس وقت تک یہ صلح نامہ برابر اتحادِ یونان کی بنیاد رہا۔[۵]

---

۵ صلحنامۂ شہنشاہی قبول کرنے سے پہلے ایتھنز کے حالات، زینوفون ۵، ۱، ۲۵ تا ۳۰۔ اسی زمانے میں فالوکریتوس ساکن پاروس نے ایتھنزیوں کو دشمن کے حرکات و سکنات کی خبر دی۔ اس مضمون کے نوشتے پر فوکارٹ نے "جریدۂ آثاریات" Foucart. Rev. Archeol ۱۸، ۲۹۹ میں بحث کی ہے کہ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" (C.I.A.) ۲، ۲۲ = ڈٹن برگر ۵۸۔ اس صلحنامے کے بعد ہی ایتھنز اور خیوس کے مابین ایک معاہدہ ہوگیا۔ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۵

ہمارا خیال ہے کہ صلحنامۂ شہنشاہی اُس توازن قوت کا پرتو ہے جو چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں یونان میں نظر آتا تھا۔ ایشیائے کوچک کے یونانیوں کو آزاد کرنے کا وقعہ کی ایک واقعۂ ماضیہ سے زیادہ وقعت نہیں رہی تھی خاص یونان میں کوئی ایسی مملکت نہیں تھی جسے دوسری ریاستوں پر کسی قسم کی فوقیت حاصل ہو، چنانچہ اس صلح نامے میں شہنشاہ نے ہر ایک بلدیے کی آزادی کا حکم نافذ کردیا۔ اسپارٹا کے بعد یونان کی قوی ترین مملکت ایتھنز کی تھی، اور ممکن ہے کہ اگر ایتھنز کوشش کرتا تو اس صلح نامے کی مخالفت کرنے میں کامیاب ہوجاتا۔ خود اس صلح نامے میں بھی اُسے ایک خاص امتیازی کیفیت حاصل تھی جس سے دوسری مملکتیں محروم تھیں، اس لئے کہ وہی ایک ایسی مملکت تھی جسے بیرونی

ماہیہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ = ڈٹس برگر ۹۹۔

صلحنامے کا نام "صلحنامۂ شہنشاہی" پڑگیا لیکن بعد میں اسے "صلحنامۂ انتالکداس" بھی کہنے لگے دیکھو زینوفون ۵، ۱، ۳۶ صلحنامے کا بیان زینوفون ۵، ۱، ۲۹ تا ۳۱ میں ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایتھنز اور کلازومنے کے مابین ۳۸۶ ق م میں ایک مخالفہ ہوا تھا، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسکا نفاذ ۳۸۶ ق م سے پہلے نہیں ہوا ہوگا۔ دیکھو سوبودا (Swohoda) ۴، ۷ اوغیرہ۔

کلازومنے مائے کے صحیح مقام کے لئے لوباہ "سفرنامہ" (Lebas Voyage) تصویر ۲۔

زینوفون ۵، ۱، ۳۶ میں جو الفاظ ہیں اُنکا مطلب صلحناموں کے نفاذ کرنیوالوں سے نہیں ہے، بلکہ "پروستاتیس" کا لقب محض ایک خطاب ہی خطاب ہے جسکے ساتھ کوئی خاص حق وابستہ نہیں تھا۔ دیکھو اسی کتاب کا باب ۲۹، حواشی نہیں اسپارٹا کی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے یہ امر خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

جہاں تک ان شرائط کا تعلق ہے جنکے ذریعے سے تھیبریوں کے ساتھ صلح کیگئی، معاملہ ذیل امور مدنظر رکھے جائیں:- وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ جسطرح اسپارٹا نے اپنے حلیفوں کیطرف سے قسم کھائی ہے اُسیطرح انہیں بھی اجازت دیجائے (زینوفون ۵، ۱، ۳۲) باوجود اسکے اگے سی لاؤس اُنکے مطالبوں کو مسترد کرنے میں اسلئے حق بجانب تھا کہ جہاں اسپارٹی اپنے حلیفوں کی خودمختاری تسلیم کرتے تھے وہاں تھیبزی بیوتیوں کی خودمختاری تسلیم نہیں کرتے تھے، چنانچہ اُنھوں نے یہ شرط کی کہ تھیبزی چھوٹے بڑے سب بلدیات کی خودمختاری کا حلف لیں اور آخر میں انہیں مختلف بلدیات کی آزادی کا اعلان کردینا پڑا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس کے بعد انہیں "جملہ بیوتیوں کی طرف سے" حلف لینے کی اجازت مل گئی یا نہیں۔

باب ۲ 　علاقوں پر قبضہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ رقبے کے اعتبار سے بھی اگر اُس کے مقبوضات کو اس میں شامل کر دیا جائے تو اسپارٹا کے بعد وہی یونان کی وسیع ترین مملکت نظر آتی ہے۔ لیمنوس کا رقبہ تقریباً ۳۰۰ مربع میل، اِمبروس کا ۱۶۰ مربع میل اور سکی روس کا ۱۲۰ مربع میل ہے، اور اگر اس رقبے کو اٹیکا کے ڈیڑھ ہزار مربع میل میں ملا دیا جائے تو جملہ مقبوضات ایتھنز کا رقبہ تقریباً دو ہزار مربع میل ہو جاتا ہے۔ یونان میں جو اہم ترین مملکتیں تھیں اُن میں صرف اسپارٹا ہی ایسی تھی جو اس سے بھی وسیع تھی، یعنی اگر مسینیہ کو علیحدہ رکھا جائے پھر بھی اُس کے قبضے میں ۲۵۰۰ مربع میل سے زیادہ اراضی نکلے گی، اور اگر مسینیہ کا رقبہ اسمیں شامل کر لیا جائے تو اُس کی مقدار ۳۷۵۰ مربع میل ہو جاتی ہے، یعنی اُس کے پاس ایتھنز سے تقریباً دوگنا ملک تھا۔ بلاشبہہ آرگوس کی اراضی بھی ۲۵۰۰ مربع میل تھی، لیکن اس تخمینے میں کورنتھ اور اکیتے کے آزاد بلدیات بھی شامل ہیں۔ اگر تھبز کے پاس تمام ملک بیوتیہ بھی رہتا تاہم اس کا حلقۂ اثر ۱۶۰۰ مربع میل سے زیادہ نہ ہوتا، اور اگر اس میں سے اورخومینوس وغیرہ کو منہا کر دیا جائے تو اس میں مزید کمی ہو جائیگی۔ ایتھنزیوں کو اپنی قوت کا احساس اُنکی حیثیت کے احساس کے مطابق تھا۔ انھوں نے اس کا اندازہ کر لیا کہ صلح نامے میں اُن کی قدیم لیگ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ فی الفور اُس کے احیاء کے مسئلے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ ہر آزاد بلدیے کو یہ اختیار تھا کہ وہ جس مملکت کے ساتھ چاہے محالفہ کر لے، اور اسی اصول پر کاربند ہو کر بہت سے بلدیات نے خود اسپارٹا سے محالفے کر لئے تھے۔ لیگ کے سرگروہ کا صرف یہ اعلان کافی تھا کہ اُس کے اراکین بالکلیہ آزاد ہیں، اور جہاں تک اسپارٹا کا تعلق ہے اُسنے اپنے حلیفوں پر بہت سے اختیارات چھوڑ رکھے تھے۔ اگر صلح نامے کو سطحی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز کو زک اُٹھانی پڑی، چنانچہ اُس نے اپنے بعض سیاسی رہبروں کو اس کی وجہ سے سخت سخت سزائیں دیں۔ اس صلح نامے کے بعد ایتھنز میں سب سے نمایاں اور با اثر شخص کالسٹراتوس تھا جو عمومیت پسند اگی رصیوس کا بھتیجا تھا، اور بلاشبہہ خود بھی عمومیت پسند تھا۔ لیکن باوجود اپنے اصول کے واقعات اور حالات اسپارٹا سے علیحدگی کے منافی تھے، چنانچہ اُسے بھی اسپارٹا سے میل کرنا پڑا، جس کے معاوضے میں اسپارٹا نے بیوتیہ کے خلاف ایتھنز کی پشت پناہی کرکے

باب ۱۱

شہر اور ویوس اتیھنز کو دلوا دیا۔[۵۹]

یونان کے لئے یہ نہایت افسوس کا مقام تھا کہ فریقین میں مصالحت کا آغاز اور صلح نامے کا نفاذ شہنشاہ ایران کے حکم سے ہوا، اور یہ وہ حکمراں تھا جس کی قوت عرصۂ دراز سے محض اُس کی دولت و ثروت پر مبنی رہ گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس صلح نامے کو تسلیم کرنے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ جہاں آرگوس اور اتیھنز کو ایران سے روپیہ آنا بند ہو گیا تھا وہاں اسپارٹا کے لئے ایرانی تھیلیوں کے مُنھ ہر وقت کھلے تھے۔ دوسرے الفاظ میں یونان کی صورت حال کچھ اس قسم کی ہو گئی تھی کہ وہ یونانی مملکت جہاں سب سے زیادہ ایرانی روپیہ آئے، اُسے اپنی ہمسایہ ریاستوں پر قابو حاصل ہو جائے۔ یہ امر یونان کے لئے دو طرح سے باعث تذلیل و توہین تھا، اول تو ایک ایسے حکمراں کو جو پچھلے دنوں میں دس ہزار یونانیوں کو شکست نہیں دے سکا، کسی یونانی مملکت کی استدعا پر یا بغیر کسی کی استدعا کے یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کا

[۵۹] اتیھنزی مدبروں کو اس صلح نامے کے بعد جو سزائیں دی گئیں اُن کے لئے بیلوخ ۱۴۰ – اگی رہیوس اور تھراسی بولوس سالن کولی ترس کو قید کر لیا گیا، ڈیموس تھنیس، تموکراتیس" ۴ ۱۳ – مفصلۂ ذیل کو سزائے موت دی گئی: دیولی سیوس (ڈیموس تھیس Pesi Par ۱۸)؛ نکوفیموس و ارسطوفانیس (لی سیاس ۱۹)؛ ایپی کراتیس و فورمیریوس (ڈیموس تھیس ۷ ۲۷)۔ یہ امر یقینی ہے کہ اتیھنز کی ۳۸۶ ق م والی حیثیت اور اب کی حیثیت میں بہت بڑا فرق تھا اور ممکن تھا کہ وہ صلح نامے کی مقاومت کرتا؛ لیکن اسی وجہ سے تو اُس کے ساتھ برتاؤ اچھا کیا گیا، اور جو شرائط اُس کے سامنے پیش کئے وہ وہی تھے جنھیں خود اسپارٹا ایک مرتبہ پہلے اندوکیدیس کے سامنے پیش کر چکا تھا۔

مختلف مقبوضات کے رقبوں کے تعین میں میں نے بیلوخ۔ "دنیائے یونان و روما کی آبادی" Beloch Bevoelk, der griech und roem Welt لائپزگ ۱۸۸۶ء، الواب ۳ لغایت ۶ کا اتباع کیا ہے۔

گویا اختیار مل گیا؛ اور دوسرے آئندہ سے بجائے اپنے بل بوتے پر کھڑے ہوسکے یونانی محض ایرانی روپے پر تکیہ کرنے لگے۔

اس صلح نامے سے اسپارٹا کو فائدہ اور تھیبز کو بہت نقصان ہوا۔ اسپارٹا اب تھیبز کے ساتھ بُرا سلوک کرنے لگا، جس کی وجہ سے دنیائے یونان میں چند نہایت اہم واقعات رونما ہونا شروع ہو گئے۔

باب پنجم

اسپارٹا کا تشدّد

من تی نیہ، فلیوس، اولین تھوس، تھبز

۳۸۵ ق م تا ۳۷۹ ق م

صلح نامۂ شہنشاہی کے بعد اسپارٹا کو جو مہلت ملی اُس سے استفادہ حاصل کر کے اُس نے دوسرے اور تیسرے درجے کی مملکتوں پر اپنا رعب جمانا شروع کر دیا، اور گو پچھلی جنگ کورنتھ کے واقعات اُسے متنبہ کرنے کے لئے کافی تھے، لیکن اُس نے انھیں بالکلیہ نظر انداز کر کے نہ صرف لیسانڈر کے طرزِ عمل پر از سرِ نو عمل کرنا شروع کر دیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سختی برتنے لگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹیوں نے سنینِ ماضیہ سے نہ کوئی سبق حاصل کیا تھا اور نہ وہ کسی واقعے کو بھولے تھے، اور چونکہ ایران ان کے ساتھ تھا، اور خاکنائے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے انھیں کسی سے ڈرنے یا دبکنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہ آئی[1]

بہرنہج ۳۸۵ ق م میں اسپارٹا نے من تی نیہ کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں، اور وہاں کے باشندوں پر یہ الزامات لگائے کہ اول تو انھوں نے پچھلی جنگ میں آرگوس کو غلہ روانہ کیا، دوسرے ایک مرتبہ باوجود اسپارٹا کے قطعی حکم کے میدانِ جنگ جانے سے انکار کیا، اور تیسرے جنگ میں کما حقہٗ دل لگا کر حصہ نہیں لیا،

---

[1] ریتوون ۵، ۲، ۱ کے بموجب اسپارٹی اُن حلیفوں کو سزا دینے کے خواہاں تھے جنھوں نے پچھلے تنازعات میں معاندانہ روش اختیار کی تھی۔

ب ۵ بلکہ اسپارٹیوں کے نزدیک اُن کے جذبات و احساسات کا میلان فی الجملہ معاندانہ ہی رہا۔ الغرض مین تی نیوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی شہر پناہ منہدم کردیں، اور جب وہاں سے انکاری جواب ملا تو اسپارٹا نے فوراً اُن کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ لڑائی ٹھن جانے کے بعد اگے سی پولس نے اپنے ہموطنوں سے یہ استدعا کی کہ چونکہ ستر برس پہلے مسینیہ کے خلاف مین تی نیہ نے اُس کے والد کا ہاتھ بٹایا تھا اس لئے اُسے معذور سمجھ کر خدمات سپہ سالاری سے معاف کردیا جائے، چنانچہ اسپارٹیوں نے اُس کے عذرات منظور کر لئے اور اُس کی جگہ اگے سی پولس کو سپہ سالار افواج مقرر کردیا۔ جس طرح آرگوس کے خلاف فوجکشی کے دوران میں اگے سی پولس نے آئندہ واقعات کی پیش بندی کر کے اپنی فہم و فراست کا ثبوت دیا تھا اُسی طرح اس مرتبہ بھی اس نے اپنے فرائض منصبی نہایت قابلیت سے انجام دیئے۔ سب سے پہلے تو اُس نے مین تی نیوں کو ھوکا دینے کی غرض سے شہر کے ہر چہار طرف ایک دیوار تعمیر کر کے اُس کی ناکہ بندی کردی، لیکن چونکہ شہر میں سامان خورد و نوش کی کمی نہ تھی اس لئے اُس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں نکلا۔ اب اُس کا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ اگر اُس مقام پر جہاں دریائے اوفس شہر سے نکلتا ہے[۱] ایک پشتہ بنا دیا جائے تو اُس کے باعث شہر پانی سے بھر جائیگا، اور شہر کی فصیل جو کچی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے بیٹھ جائیگی۔ جب مین تی نیہ کے باشندوں نے اپنی شہر پناہ منہدم ہوتے ہوئے دیکھی تو اُسے مضبوط کرنے کی غرض سے اُس پر جگہ جگہ سہارے لگا دئے، لیکن فصیل بیٹھتی ہی چلی گئی جس کی وجہ سے آخرکار اُنھیں ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ اب یہاں کے

---

[۱] یودورس ۱۵/۱۲ میں اوفس کے متعلق جو لکھا ہے وہ خلاف واقعہ ہے، گو بلاشبہ زمانۂ مابعد میں اُسے ضرور جنگی خندق کے طور پر استعمال کیا گیا تھا، مقابلہ کرو فوژیرا "مین تی نیہ کی کھدائیاں" Fougeres Fenilles de mantinee جریدہ مراسلات یونان Revudecor nell ۱۴/۶۰۵- پلوٹارک تیسیداس ۱۴ اور پوسانیاس ۸/۸/۵ اور ۹/۱۳/۱ میں جس لڑائی کا ذکر ہے اُس کے لئے دیکھو فون شترن ۲۶/۲۷۔

عمومی رہبروں کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسپارٹی ہم سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں، چنانچہ انھوں نے اگے سی پولس کے باپ پوسانیاس سے، جو تیگیا میں رہتا تھا، یہ استدعا کی کہ وہ اگے سی پولس سے اُن کی سفارش کر دے تو اُن کی جان بچ جائیگی۔ باپ کے کہنے سے اسپارٹی سپہ سالار نے سختی سے باز آکر عمومیوں کی جاں بخشی کردی اور انھیں یہ اجازت دیدی کہ وہ اسپارٹی سپاہیوں کی دو رویہ صف میں ہوکر شہر سے نکل جائیں۔ ان عمومیوں کے جانے کے بعد اسپارٹیوں نے مین تی نیہ والوں کو چار مختلف موضعوں میں آباد کرلیا، اور زینوفون کہتا ہے کہ سرانبوہوں کی حکومت سے نجات ملنے کے باعث وہ اپنی جاگیروں پر خوشی وخرمی سے اپنی زندگی گزارنے لگے۔

۳۸۴ق م میں اسپارٹا نے فلیوس پر وار کیا، اور اسے اپنے اعیانی جلاوطنوں کو واپسی کی اجازت دینے پر مجبور کیا۔ علاوہ ازیں اسپارٹا کے حکم سے ان جلاوطنوں کو یا تو اُن کی ضبط شدہ جائدادیں واپس مل گئیں یا وہ مملکت کی جانب سے ہرجہ پانے کے مستحق قرار پائے۔ اس طرز عمل سے فلیوس میں جو پیچیدگیاں پیدا ہوئیں اُن کے نتائج بہت جلد ظہور پذیر ہو گئے[۵۳]

لیکن قبل اس کے کہ اس قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہوں، اسپارٹیوں کو اپنی بہادری اور شجاعت دکھانے کا ایک اور موقع مل گیا۔ ۳۸۳ق م میں دو تھریسی شہروں یعنی اکانتھوس و اپولونیا کی طرف سے ایک سفارت اس لئے اسپارٹا آئی کہ اولین تھوس کے جبر وتشدد کی شکایت اسپارٹا کے گوش گزار کی جائے۔ انھوں نے اسپارٹا کو اطلاع دی کہ اولین تھوس نے قرب وجوار کے بلدیات کو اپنے ساتھ اتحاد کرنے پر راضی کرلیا ہے اور ان میں آپس میں سمجھوتا ہو گیا ہے کہ ہر ایک شہر کے قوانین ہمشکل ہوں گے اور ہر ایک کے شہریوں کو اسی قسم کے حقوق

---

۵۳ معاملات فلیوس؛ زینوفون ۵، ۲، ۸ تا ۱۰؛ ۳، ۱ تا ۱۷۔ لوبا کے سفرنامہ Lebas tineraire میں ایک نمبر ۲۳ نقشہ دیا ہوا ہے جس کے مطالعے سے یہاں کے قلعے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

باب

حاصل ہوں گے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اولین تھوس نے اسی پر قناعت نہیں
کی ہے بلکہ بہت سے مقدونوی بلدیات کو (جن میں پیلا جیسا وسیع شہر بھی شامل ہے)
شاہ امین تاس کی حکومت سے آزاد کر دیا ہے، اور واقعہ تو یہ ہے کہ یہ بادشاہ
اپنا تمام ملک کھو بیٹھنے میں بس بال بال ہی بچ گیا ورنہ اولین تھوس نے تو کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں کیا۔ سفیروں کے قول کے بموجب اولین تھوس نے یہ سب
حرکات کر کے اکانتھوس اور اپولونیا کو بھی ان کے ساتھ اتحاد کرنے کا حکم دیا تھا
اور ساتھ ہی یہ دھمکی دی تھی کہ اگر ان دونوں نے اس کی سرتابی کی تو وہ اُنسے برسرپیکار
ہو جائیگا۔ اسپارٹا کو اُن کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ ایتھنز اور تھبز دونوں کے سفیر اس وقت
اولین تھوس کو اپنا جانبدار بنانے کے لئے موجود ہیں، اور اگر اس شہر کے قبضے میں
ایک دفعہ پوتی دیا بھی آگیا (جو جزیرہ نما اور اقلیم یوریپ کے مابین گویا حد فاصل ہے)
تو پھر تمام جزیرہ نما پر اس کا اثر قائم ہونے میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہے گا۔
انھوں نے اسپارٹیوں سے کہا کہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو تم بیوتی
شہروں کو آپس میں اتحاد کرنے سے روکتے ہو، اور دوسری جانب ایک
عظیم الشان شمالی بلدیے کو اس کی گویا اجازت دیتے ہو کہ وہ اپنے بڑے کو
تقویت پہنچائے، اور تھریسی کانوں سے سونا برآمد کر کے ہمسایہ بلاد کو اپنے ساتھ
ملائے اور اپنی قوت و سطوت میں اضافے پر اضافہ کئے چلا جائے؛ آخر میں
انھوں نے اسپارٹا کو آگاہ کیا کہ یہی وقت مداخلت کا ہے، ورنہ جس روز مختلف
بلدیات اور اولین تھوس میں اتحاد ہو گیا وہ آپس میں رشتہ داری اور اشتراک ملک
کی وجہ سے باہمدگر وابستہ ہو گئے تو پھر یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ الغرض
ان دلائل کو سن کر اسپارٹی اُن کی مدد کے لئے آمادہ ہو گئے[۵۴]

[۵۴] اکانتھوسیوں اور اپولونیائیوں کی سفارت؛ زینوفون ۵، ۲، ۱۱ وغیرہ
خالکدیسی لیگ؛ کون؛ "بلدیات قدیمہ کا خاتمہ" kuhn : Dic Enstehung
قدیم سیاسیات یونان؛ گلبرٹ؛ وغیرہ ۳۸۳ صفحہ ۱۸۷۸ء لائپزگ der Staeate der Alten
خالکدیسی لیگ کے سکے۔ ۱۹۸، ۱۸۷۶ Gilbert . Griech, Staatsalt.

بابـ

قصہ مختصر اسپارٹیوں نے یہ تہیہ کرلیا کہ انھیں تھریس میں ایک بہت بڑی مہم سرکرنی چاہیئے ۔ اُس زمانے میں جس کا ہم ذکر کررہے ہیں، فوجی تنظیم پر بہت کچھ زور دیا جاتا تھا، چنانچہ اسپارٹا نے اپنے حلیفوں کو اس بات کی اجازت دی کہ اگر وہ اس میں اپنی سہولت سمجھیں تو بجائے سپاہیوں کے روپیہ مہیا کریں، اور چونکہ انھوں نے ایک اجیر سپاہی کے روزمرہ کے اخراجات کے لئے ایک استاتر یعنی دو درہم روزانہ کافی سمجھے اس لئے یہ قاعدہ مقرر کردیا کہ حلیف بلدیات پر سپاہی کے معاوضے میں اس قدر رقم روزانہ ادا کیا کریں گے لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ایک طرف تو اکانتھوس کے سفیر بہت جلدی کررہے تھے اور دوسری جانب ایک ایسی مہم کی ترتیب و تنظیم کے لئے زمانہ درکار تھا۔ الغرض اسپارٹا نے یہ طے کیا کہ بالفعل تو دو ہزار نیوداموڈیس اور پیریوئیکی اور سکی ریتائی* یوڈامیداس کے زیر قیادت روانہ کردیئے جائیں اور باقی ماندہ فوج اُس کے بھائی فی بداس کی ماتحتی میں متعاقب روانہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہیڈ ۴۸۰ - یہ سکے سونے، چاندی اور تانبے کے تھے اور اُن کے ایک طرف تو اپولو کا سر اور دوسری طرف ایک بربط یا تپائی کی تصویر، اور الفاظ "خالکی دیون" اور "ایپی" کے ساتھ کسی عہدہ دار کا نام بھی کندہ تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس لیگ کے متعلق کوئی عہدہ دار بھی تھا، جو بلاشبہ انشراتی گوس ہوگا۔ اُس زمانے کے اکانتھوسی ابقل پر بھی یہی علامات اور لفظ "اکانتھیون" کندہ تھا۔

خالکدیسیوں اور مقدونیہ کے باہمی تعلقات کیلئے مقابلہ کرو ہوں شٹرن ۱۳ سٹوبود ۱۰ امین تاس اور خالکدیسیوں کا باہمی معاہدہ "آسٹروی جریدۂ آثاریات وکتبیات" Swobad Vertrag des Amyntas mit den chalcidiern in the Arch. epigr mitth. aus Oesterreich, جلد ۷، ۱۸۸۳ء - نیز اسی موضوع پر ڈٹن برگر ۶۰ میں ایک نوشتے کی نقل بھی کی ہے - یہاں بھی ہمیں اکانتھوس (جس کے ساتھ اُتھی پولس اور پوتیائی بھی شامل ہیں) اور خالکدیسیوں کے مابین اختلاف نظر آتا ہے - نیز مقابلہ کرو دیو دوروس ۱۴، ۹۲ اور ۱۵، ۱۹، ۲۱ -

* یہ ایک اسپارٹی فوج کے ایک رسالے کا نام تھا جس میں ۶ پیدل سپاہی ہوتے تھے اور جس میں زیادہ تر آرکیڈیا کے ضلع سکی ریتس کے باشندے شامل رہتے تھے۔

باب ۵

کردی جائے گی۔

تھریس پہنچتے ہی یوڈامیداس نے اُن شہروں میں اسپارٹی رسالوں کو متعین کردیا جنھوں نے اس کی استدعا کی تھی، اور پوتی دیا پر قبضہ کرکے اُسے اپنی مہم کا مرکز بنا لیا، لیکن فی بداس تھریس نہیں پہنچ سکا۔ وہ ۳۸۲ ق م کے موسم گرما میں شمال کا رخ کرکے تھبز آیا اور شہر کے باہر ورزشگاہ کے قریب اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں اُس سے ملنے کیلئے شہر کے اسپارٹی فریق کا رہبر اور دو پولیمارخوں میں سے ایک یعنی لیون تیادیس اُس سے ملا، دوسرا پولیمارخ، جس کا نام اِزمے نیاس تھا، اسپارٹا کے مخالف فریق کا رہبر تھا، اور یہ دہ گروہ تھا جس کی عین خواہش یہ تھی کہ تھبز خوب اچھی طرح سے طاقتور ہو جائے اور تمام تر بوتیہ پر اثر قائم کرلے۔ یہ ایک عجیب وغریب بات تھی کہ ایک ہی شہر کے دو اعلیٰ عمال مختلف سیاسی گروہوں کے رہبر اور ایک دوسرے کے گویا خون کے پیاسے ہوں، لیکن اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہر میں ان دونوں گروہوں کی قوت کم وبیش مساوی ہوگی۔ بہرحال لیون تیادیس نے فی بداس کو قلعۂ کاذمیہ حوالے کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا، اور کہا کہ چونکہ یہ زمانہ عید تھس موفوریا کا ہے، جس کی وجہ سے قلعہ محض عورتوں سے بھرا ہوا ہے اس لئے اُس پر قبضہ کرنے کے لئے اس سے بہتر موقع ملنا محال ہے؛ رہا وقت کا مسئلہ، سو حملے کے لئے بہترین وقت دوپہر کا ہے، جب مرد قیلولہ کررہے ہوں گے اور اسپارٹیوں کو لڑے بغیر اپنا مقصد حاصل ہو جائیگا۔ اسپارٹی سپہ سالار نے اس خیال سے اس تحریک کو منظور کرلیا کہ اس سے اسپارٹیوں کی عزیز ترین خواہش پوری ہو جائیگی، یعنی تھبز کو اُس کی نخوت وتکبر کی سزا مل جائیگی۔ الغرض لیون تیادیس نے قلعہ پہنچ کر اسپارٹیوں کا قبضہ کرادیا، اور اس کے بعد مجلس گاہ جاکر ازمے نیاس کو گرفتار کرلیا۔ لیون تیادیس نے یہ تمام کارروائی اس سرعت سے کی تھی کہ فریق مخالف کو آپس میں اتحاد کرنے اور دشمن کی مدافعت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا بلکہ اس کے بجائے وہ اس قدر مرعوب ہوگیا کہ اُس کے چار سو سربرآوردہ ارکان فوراً شہر چھوڑ کے فرار ہو گئے۔ گو اس خبر کے سننے سے اسپارٹیوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ آیا موجودہ سیاسی حالات کے اعتبار سے لیون تیادیس کو اس قسم کی چال چلنی چاہئے تھی یا نہیں۔ اسپارٹا کے

باب۵

سیاسی میدان میں اگےسی لاؤس کو ایک خاص وقعت حاصل تھی، چنانچہ اُس نے اس مشکل مسئلے کو حل کرنے کی اپنے ہموطنوں کو ایک ترکیب بتائی اور کہا کہ اگر کسی اسپارٹن کے فعل سے اسپارٹا کو کسی قسم کا فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو یہ فعل اُس کے لئے بالکل مباح ہے بشرطیکہ وہ اُس کی ذمہ داری پر کیا گیا ہو۔ اگےسی لاؤس کے اس خیال سے فعل کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ فاعل کی ذات پر منحصر ہو گیا، اور اب یہ سوال نہیں رہا کہ کاڈمیہ واپس دیا جائے یا نہیں بلکہ امر متنازعہ فیہ یہ ہو گیا کہ آیا فی بد اس کسی سزا کا مستحق ہے یا نہیں۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ فی بداس نے محض اپنے اختیار سے تھبز پر زیادتی کی ہے جس کی پاداش میں اُسے ایک لاکھ درہم (یعنی ۱۶ ۲/۳ تالنت) بطور جرمانہ خزانۂ اسپارٹا میں داخل کر دینے چاہئیں۔ لیکن ایک طرف کاڈمیہ پر برابر اسپارٹی قبضہ جاری رہا اور دوسری طرف غالباً فی بداس کو جرمانے کی رقم خطیر ادا کرنی نہیں پڑی۔

اب ازمے نیاس سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کرنا تھا، چنانچہ اُس کے لئے بجنسہ وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو ساٹھ برس پہلے پلاٹیہ کے خلاف اُسی گروہ کے کہنے سے اختیار کیا گیا تھا جس کی اب بیخ کنی منظور تھی۔ اسپارٹا نے ازمے نیاس کی تحقیقات کے لئے ایک فرضی عدالت قائم کی جس میں ہر حلیف ریاست کی طرف سے ایک ایک اور اسپارٹا کی طرف سے تین عادلوں کا تقرر کیا گیا۔ انھوں نے ازمے نیاس پر متعدد الزامات عائد کئے، مثلاً اُس کی بربریوں سے دوستی، رشوت لیکر شہنشاہ ایران کی طرفداری، اُس کا اندرونِ کلی داس سے مل کر* یونان کو طرح طرح کے مصائب و آلام میں گرفتار کرنا؛ چنانچہ انھوں نے اُس کے خلاف سزائے موت کا حکم صادر کیا، اور ازمے نیاس فوراً تلوار کے گھاٹ اُتار گیا۔ اس معاملے میں اسپارٹا کا طرزِ عمل اس درجہ خلاف انصاف رہا کہ خود زینوفون بھی (جو کسی امر پر اپنی رائے قائم کرنے سے ہمیشہ احتراز کرتا ہے) اُس کے خلاف اپنی آواز بلند کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسپارٹیوں کو ایک شخص کو ایسے فعل کے ارتکاب پر گردن زدنی ٹھہراتے ہوئے شرم آنی چاہئے تھی جس کے وہ خود مرتکب ہو چکے تھے؛ انھیں ایک ایسے شخص کو ہرگز

*اس کے لئے اس کتاب کا تیسرا باب دیکھا جائے۔

باب ۹

سزائے موت نہیں دی جانی چاہئے تھی جس نے اس خیال میں خود ان کی پیش بندی کی تھی کہ یونان کی نجات صرف اسی طرح ممکن ہے کہ بربری اقوام کے ساتھ دوستی پیدا کی جائے۔

بہر حال غالباً بد اس برابر بیوتیہ ہی میں رہا، اور اُس کی جگہ ۳۸۲ ق م میں تے لیوتیاس کو تھریس روانہ کیا گیا۔ اُس نے جاتے ہی امین تاس اور درداس والیٔ ایلی میہ کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے، اور ابتدا میں اُسے کامیابی بھی ہوئی لیکن آئندہ سال یعنی ۳۸۱ ق م میں وہ تھریس میں مارا گیا۔ اسکے بعد خود شاہ اگے سی لاؤس افواج کی کمان لے کر خود شمال کی طرف روانہ ہو گیا[۵۵]

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد ۳۸۱ ق م میں فلیوسیوں کی بےچینی کی وجہ سے پیلوپونیز میں از سر نو تنازعات پیدا ہو گئے۔ اس شہر کے جو لوگ جلاوطن ہوئے تھے اُنھوں نے واپس آکر یہ شکایت کی کہ اُنھیں ضبط شدہ مملوکات کا کافی معاوضہ نہیں ملا اور مقامی عادلوں نے اُن کے ساتھ عام طور پر بے انصافی کا برتاؤ کیا ہے، لہذا اُنھوں نے غیر جانبدار بیرونی عادلوں کے تقرر کا مطالبہ کیا، اور جب مقامی حکام نے اُن کی یہ درخواست مسترد کر دی تو اُنھوں نے اسپارٹا کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا کے دونوں بادشاہوں نے حلیف بلدیات میں سے کسی نہ کسی کی سرپرستی کا ذمہ لے لیا ہوگا مثلاً جہاں اگے سی لاؤس مین تی نیہ کی پشت پناہی کرتا تھا وہاں اگے سی لاؤس فلیوس کا طرفدار تھا، اور موخر الذکر کو غالباً یہ پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ فلیوسی جلاوطن اسپارٹا سے مدد کیلئے مستدعی ہوں گے لیکن وہ اس میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی تصور کرتا تھا۔ بہر حال

---

[۵۵] تھبریہ یک بیک قبضہ، زینوفون ۵، ۲، ۲۴ تا ۳۶ ۔ گو اکثر تھبز میں دو پولیمارخ ہوا کرتے تھے، لیکن اس موقع پر دو ہی تھے۔ مقابلہ کرو فون شٹرن ۴۴ ۳ جس میں پرو ولتس (۲۰ مسائل بیوتیہ " Preuss Quaest Boeot لائپزگ ۱۸۷۶ء) کا اتباع کیا گیا ہے۔ زینوفون کی رائے کے خلاف عام طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ تھبز پر جو قبضہ کیا گیا اُس کی بابت جملہ امور خاص اسپارٹا ہی میں قرار پائے تھے۔ زینوفون اپنی کتاب (۵، ۲، ۳۲) میں لیون تیادیس کی بابت جو رائے قائم کرتا ہے وہ بالکلیہ انصاف پر مبنی ہے۔

باب ۹ اگے سی پولس تو تھریس جا چکا تھا لہذا اس جھگڑے کی بابت فیصلہ کرنے کا اختیار تنہا اگے سی لاؤس کو تھا جس نے درخواست کی سماعت کرتے ہی فلیوس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اب فلیوس نے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ دیکھا کہ جلاوطنوں کے دعاوی کو تسلیم کرے لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ اگے سی لاؤس کے نزدیک بغیر کسی قسم کی ضمانت کے محض زبانی وعدہ بالکل بیکار تھا اور جب اُس کی نوعیت کی بابت دریافت کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ سب سے بہتر ضمانت یہ ہوگی کہ فلیوس کے اکروپلس پر اسپارٹیوں کا قبضہ ہو جائے، جس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ جو برتاؤ تھیبز کے ساتھ کیا گیا تھا وہی اب فلیوس کے ساتھ کیا جائیگا۔ تمام نشیب و فراز کا اندازہ کرنے کے بعد شہر کے حکام نے یہی طے کیا کہ ہم لڑیں گے، اسپارٹیوں کو محاصرہ کرنے دو، اور چونکہ محاصرے کے ایام کے اواخر میں شہر والوں نے اپنی خوراک نصف کر دی اس لئے محاصرہ خلاف امید عرصۂ دراز تک جاری رہا آخر کار سنہ ۳۷۹ ق م میں وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور انھوں نے اس خیال سے کہ اطاعت کی رضامندی کے اظہار پر ممکن ہے کہ اگے سی لاؤس اُن پر تشدد کرنے سے باز آئے اُس سے گفت و شنود شروع کر دی۔ لیکن شاہ اسپارٹا نے یہ طے کیا کہ جلاوطنوں میں سے پچاس اور اتنے ہی دوسرے فلیوسی یہ طے کریں کہ کس کس کو سزائے موت ملنی چاہیئے، ساتھ ہی تین سو فلیوسی اپنے شہر کے لئے جدید قوانین مرتب کریں اور چھ مہینے تک شہر میں ایک اسپارٹی رسالہ موجود رہے۔ (فلیوس کی تسخیر سے پہلے ہی اگے سی پولس تھریسی شہر افی ترس میں راہی ملک عدم ہوا اور رواج کے بموجب اُس کی نعش شہد میں محفوظ ہو کر دفن کے لئے اسپارٹا لائی گئی)۔

اسی سال اولین تھوس کو بھوکا مار کر اسپارٹیوں نے اطاعت پر مجبور کیا اور اُسے بھی اسپارٹی لیگ کا رکن بن جانا پڑا[۱]۔

الغرض اس طرح اسپارٹیوں نے پیلوپونیز، وسطی یونان اور شمالی یونان میں

---

[۱] جنگ اولین تھوس: زینوفون ۵، ۲، ۲۲، ۳۷ تا ۳۴، ۳، ۱، ۹، ۲۶ - فون شٹرن (۳۹) یہ ثابت کرتا ہے کہ واقعات جنگ کے تسلسل پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کیا جاسکتا۔

باب ۵ اپنے مقاصد پورے کر لیئے اور سطحی طور پر اُن کی قوت پہلے سے زیادہ مستحکم نظر آتی تھی۔
لیکن ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اُن کی ان فتوحات سے یونان کو کوئی خاص فائدہ حاصل
نہیں ہوا۔ مثالاً اولین تھوس نے محض اپنی انفرادی آزادی قائم رکھنے کے بجائے
قرب وجوار کے بلدیات کی ایک عہدیت قائم کر کے جملہ حصص یونان کے لئے
ایک قابل تعریف نمونہ قائم کر دیا تھا، اور جب اسپارٹا نے اُس کی تمام کوششوں کا
جبراً خاتمہ کر دیا تو اُس نے گویا یونان کے تدریجی ارتقا کی کیفیت میں خلل انداز ہو کر
مقدونیہ کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ آئندہ اولین تھوس نے
بلدیات خالکدیس کی ایک نئی لیگ قائم کر لی لیکن اسپارٹی غلبے کی وجہ سے یہ اپنے
مقاصد میں کامیاب نہیں ہوئی۔ آخر کار فیلقوس شاہ مقدونیہ نے اس شہر کو فتح
کر کے اپنی آئندہ کی کامیابیوں پر گویا مہر ثبت کر دی۔ لیکن سب سے زیادہ افسوسناک
اور قابل تاسّف وہ آواز ہے جو اکانتھوس سے آتی ہے، یعنی یہ کہ اگر اولین تھوس
کو کامیابی حاصل ہو گئی تو وہ تھریس پر قبضہ کر لیگا اور وہاں کی کانوں سے سونا برآمد
کرنے سے ایک طاقتور بیڑا تیار کر لیگا۔ ایک خالکدیسی شہر اپنے ہمسائے کی جس قوت
کی شکایت کرتا ہے، وہی بہت جلد مقدونیہ کے فرماں روا کو حاصل ہو جاتی ہے۔

یادداشت متعلق باب پنجم

باب پنجم اور اُس کے بعد کے چار ابواب کے لئے ہماری سند دیودوروس
کتاب ۱۵ ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے ۸۴ ابواب جن میں مشرقی اور
یونانی معاملات کا تذکرہ ہے، غلطیوں سے بھرے پڑے ہیں، جن کے انکشاف
کا سہرا فون شٹرن (دیکھو یادداشت متعلق باب اول) اور پوہلر (دیودوروس
بطور ماخذ تاریخ یونان ۳۷۹ ق م تا ۳۶۲ ق م" Pohler Diodorus
als Quelle Zur Geschichte von Hellas کاسل ۱۸۸۵ء) کے سر ہے۔ نیز

یادداشت متعلق باب ۵

مقابلہ کرو، شیفر، "دیموس تھنیس" Schaefer . Demosthenes ا(۲) ۱۲، ۱۷-

انگر Unger نے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ دیودوروس ہر سال کے واقعات مقدونوی سال کی ابتدا یعنی ایتھنزی اپونیموس کے عہدے سے نو ماہ پیشتر سے شروع کرتا ہے (دیکھو یہی تاریخ، جلد ۲، اسناد متعلق باب ہفتم)؛ لیکن پوہلر کے نزدیک اس کلیے کا انطباق دیودوروس کی پندرھویں کتاب پر نہیں ہوتا، چنانچہ اُس کے خیال کے مطابق مختلف واقعات کو مختلف سنین کے تحت جو رکھا گیا ہے وہ صحت پر مبنی ہے۔ اگر پوہلر کا یہ قول درست ہے، تو اس سے دیودوروس کا تسلسل واقعات صحیح ثابت ہو جائیگا اور ہمیں یہ جانچنا ہے کہ اس کا استدلال کس حد تک قابل تسلیم ہے۔ سب سے پہلے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اُس کے استدلال کی بنیاد ہی کمزور ہے، اس لئے کہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ دیودوروس کا ماخذ الیفوروس ہی ہے، وہ صرف یہی نہیں کرتا کہ انگر نے مقدونوی سال کی بابت جو خیال ظاہر کیا ہے اس پر استدلال کرے، بلکہ اُس قدیم نظریئے سے بھی کام لیتا ہے جس کے مطابق الیفوروس نے مختلف سنین کے تعین کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی۔ پوہلر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر کہتا ہے کہ "الیفوروس نے اپنی تاریخ میں کسی خاص امر کی بابت کئی کئی سال کے واقعات متعلقہ کو یکجا کر دیا ہے اور ایسے ہمعصر حالات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جو ایک دوسرے سے متعلق نہ ہوں۔" اسی طرح صفحہ ۱۸ پر وہ لکھتا ہے کہ "ہم عرصۂ دراز سے الیفوروس کی اس خصوصیت سے واقف ہیں کہ وہ مختلف واقعات کو اُن کے موضوع کے لحاظ سے جمع کر دیتا ہے اور اس میں سنوی تسلسل کا مطلق لحاظ نہیں کرتا۔" اس اصول کے مطابق جہاں کہیں (دیودوروس میں) سنویت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو وہاں الیفوروس کے ماخذ ہونے کا پتا لگتا ہے، اور یہی کیفیت اُن حصوں کی بھی سمجھی گئی ہے جن میں گزشتہ موسم سرما کے حالات کسی سنۂ مابعد کے سلسلے میں درج کر دئے گئے ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر پہلا معیار درست ہے تو دوسرا خود بخود غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ دیودوروس ۱۵، ۲۵ تا ۵۰ کی مفصلۂ ذیل تنقید میں پوہلر کا اتباع کیا گیا ہے، اور یہ نہ صرف نفس تاریخ کے لئے کارآمد ہے، بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا معیار (جس پر انگر اور پوہلر دونوں متفق ہیں) قطعاً بیکار ہے

یادداشت متعلق باب ۴

دیو دوروس ۱۵، ۲۵ تا ۲۷ کا پہلا سال انگر اور پوہلر کے نظریئے کا انطباق کرنے سے سمجھ میں آتا ہے، اور چونکہ اس میں ۳۷۹ ق م سے ۳۷۷ ق م تک کے واقعات مندرج ہیں اس لئے اس کی ابتدا ۳۷۹ ق م کے موسم سرما سے قرار دیجا سکتی ہے۔ لیکن خود پوہلر کے قول کے مطابق دیو دوروس ۱۵، ۲۸ تا ۳۵ کے سال میں بہار ۳۷۸ ق م سے خزاں ۳۷۶ ق م تک کے کم از کم ڈھائی سال شامل ہیں (پوہلر ۲)؛ واقعاً اس "سال" میں اس سے بھی زیادہ مدت شامل ہے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ ایتھنز نے حلیفوں کو بغاوت کی ترغیب (باب ۲۸) اعلان جنگ (باب ۲۹) کے بعد ہی دی ہو (پوہلر ۲۱)، بلکہ ممکن ہے کہ خیوس وغیرہ نے ایتھنز کے ساتھ اس سے پہلے ہی اتحاد عمل کر لیا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ باب ۲۸ میں چند الفاظ ایسے ہیں جن سے دیو دوروس کی مراد متعدد سالوں سے ہوتی ہے۔ میں اس سال کے واقعات پر پھر بحث کروں گا۔ خود پوہلر اس سال کے حدود سے جو مارچ ۳۷۸ ق م کو ختم ہوتا ہے، آگے بڑھ جاتا ہے (سفودریاس) کا حملہ، باب ۲۹، پوہلر ۲۲)، اسمیں ۳۷۸-۳۷۶ ق م کی مدت برائے نام شامل ہے، اور اس کے نظریئے کے مطابق اسکی ابتدا خزاں ۳۷۸ ق م سے پہلے نہیں ہونی چاہیئے۔ تیسرا سال یعنی ۳۷۶-۳۷۵ ق م جس کا ذکر دیو دوروس ۱۵، ۳۶ تا ۳۷ میں کیا گیا ہے، خزاں ۳۷۶ ق م تک شروع نہیں ہوتا (پوہلر ۲۸)، درانحالیکہ اگر نظریہ درست ہے تو اُس کی ابتدا بہار ۳۷۷ ق م میں، اور خاتمہ خزاں ۳۷۶ ق م میں ہونا چاہیئے۔ سال چہارم ۳۷۵-۳۷۴ ق م جس کا حال دیو دوروس ۱۵، ۳۸ تا ۴۰ میں بیان کیا گیا ہے، موسم گرما ۳۷۴ ق م تک جاری رہتا ہے، درانحالیکہ نظریئے کے مطابق اسے خزاں ۳۷۶ ق م میں شروع اور خزاں ۳۷۵ ق م میں ختم ہو جانا چاہیئے۔ پانچویں سال یعنی ۳۷۴-۳۷۳ ق م کا تذکرہ دیو دوروس ۱۵، ۴۵ تا ۴۷ میں کیا گیا ہے؛ پوہلر کے نزدیک زاکینتھوس کے جھگڑوں میں تموتیوس نے "مئی یا جون ۳۷۴ ق م" میں مداخلت کی، جس کے یہ معنے ہوئے کہ اس سال کے ضمن میں جن واقعات کا تذکرہ ہے وہ دراصل اس گزرے ہوئے سال کے واقعات ہیں جن کا بیان اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں سال ۳۷۲-۳۷۱ ق م میں سے بھی کے حالات دیو دوروس ۱۵، ۴۸ تا ۴۹ میں

یادداشت متعلق بالا

مذکور ہیں، پہلے سال میں تو ہم ہیلی کے اور بوراکی تباہی کا بیان پڑھتے ہیں، دوسرے کے تحت صلح کانگریس کا ذکر دیا ہوا ہے، اور یونکر کہتا ہے کہ ان دونوں سنین میں الیفوروس کا اتباع کرنے کے بجائے صحیح سنوی تسلسل قائم رکھا گیا ہے۔ اس تجزیئے سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جدید نظرئے کا انطباق واقعات کے ان سات مجموعوں میں سے صرف ایک ہی سال پر کیا جا سکتا ہے۔

اس کے برعکس قدیم نظرئے کا اندازہ دور ثانی (دیودوروس ۱۵، ۷۸ تا ۳۵) کے حالات کو جانچنے سے ہو جاتا ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کی تاریخ کی اہمیت جس کے مطابق الیفوروس نے مختلف موضوعات متعلقہ کو یکجا کر دیا ہے) قطعاً ناقابل انکار ہے۔ اس دور کی فہرست مضامین مفصلۂ ذیل ہے:۔ ایتھنز کی لیگ کا بتدریج قیام؛ سفودریاس کا حملۂ ایتھنز؛ تھبز کا لیگ میں داخلہ اور لیگ کا مزید استحکام؛ خابریاس کی بحری مہمات؛ اسپارٹی لیگ کی ازسرنو تنظیم؛ اگے سی لاؤس کا بیوتیہ جانا اور خابریاس کا مقابلہ؛ فی بداس کی موت بمقام تھس پیئے؛ اگے سی لاؤس ازسرنو بیوتیہ میں برسرپیکار ہوتا ہے اور اسے شکست ملتی ہے؛ جنگ ناکسوس میں خابریاس کی فتح۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۳۷۷ ق م کی مفروضہ تاریخ میں اسپارٹا اور ایتھنز کی قائم کردہ قوت وسطوت کے استحکام اور ان کے باہمی مناقشوں میں خابریاس ایتھنز اور اگے سی لاؤس اسپارٹا کی رہبری کرتے ہیں اور خابریاس ہی اپنے رقیب سے زیادہ عاقل و دانا ثابت ہوتا ہے۔ اس دوران میں تھبز کی حیثیت محض ثانوی ہی رہتی ہے۔ کہنے کو تو یہ صرف ایک سال کی تاریخ ہے، مگر فی الواقع یہ ایک مختصر سی تاریخی تصنیف ہے، جس کی حقیقی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ایک عظیم الشان تنازع کی تصویر ایک مخصوص زاویۂ نگاہ سے کھینچی گئی ہے، اور جس میں مولف نے تھبز کو ایتھنز اور اسپارٹا کے مقابلے میں محض ثانوی حیثیت دی ہے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سنوی اعتبار سے یہ تصویر بیکار محض ہے۔ اسی طرح اگر ہم دیودوروس کے ان سات تاریخی سالوں کی فہرست مضامین پر نظر ڈالیں تو بھی اس کے مخصوص انداز کا پتا چل جائیگا:۔ (۱) تھبز کی علیحدگی (۲) ایتھنز، اسپارٹا، خابریاس، اگے سی لاؤس۔ (۳) خابریاس مشرق میں اور تیمودیوس مغرب میں اپنی جلیت بہت

یادداشت متعلق باٹ

دکھاتا ہے؛ تھبز کا اور خونیوس پر قبضہ۔ (۴) ایران کی تحریک پر صلح؛ ایرانی چاہتے ہیں کہ مصر کے خلاف یونان سے کام نکالیں؛ تھبز صلح کرنے سے انکار کرتا ہے؛ پیلوپونیز میں عمومی اختلال۔ (۵) ایران کی مصر پر فوجکشی؛ اس جنگ میں ایفیکراتیس اپنے آپ کو ممتاز کرتا ہے؛ یہ تیسرا اتھنزی سپہ سالار ہے جو اس طرح ممتاز اشخاص کی صف اول میں آجاتا ہے؛ یونان کے ایسے حصوں میں جن کا ذکر ابھی تک نہیں ہوا، اختلال، خصوصاً زاکین تھوس کورکائرا اور ریوتیہ میں۔ (۶) شگون اور عجائبات۔ (۷) تھبز کے بغیر صلح ان اجزاء میں سے ہر ایک کے واقعات کے اعتبار سے بالکل مکمل ہے، اور ہر ایک کی ابتدا میں دیودوروس نے ایک سنہ چسپاں کردیا ہے، جس سے صرف مرور ایام کا ہی عام اندازہ ممکن ہے۔

اس کے برعکس اپنی پندرھویں کتاب میں جب دیودوروس واقعات کی تفصیل بیان کرنے لگتا ہے تو اس سے بہت سی غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں؛ اس بارے میں میں فون شٹرن کا خاص طور پر حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ دیودوروس کے بارھویں باب کے لئے اسی موجودہ باب کا حاشیہ نمبر ۲ دیکھا جائے۔ باب ۲۲ میں اتھنزی سپہ سالار دیموفون کا سرکاری طور پر مامور ہونا صحیح نہیں۔ دیودوروس کے باب ۲۷ کے لئے اس کتاب کا چھٹا باب ملاحظہ کیا جائے۔ ابواب ۲۸، ۲۲، ۳۳، ۳۴ کے لئے دیکھو فون شٹرن ۷۰، ۸۲، ۱۰۲، ۱۱۳۔ جنگ لیوکترا کے لئے اس کتاب کے آٹھویں باب کے حواشی اور فون شٹرن ۱۲۵، ۱۴۲ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ ابواب ۵۹، ۶۱ تا ۶۳، ۶۷ تا ۶۹ (پیلوپونیز میں تھبزی مہمات) کے لئے فون شٹرن ۱۴۹، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۹، ۱۹۰۔ دیودوروس کے باب ۳۷ کے لئے اس کتاب کا نواں باب ۸۲ تا ۸۹ کے لئے دسویں باب کے حواشی دیکھے جائیں۔

پلوٹارک پر چھٹے باب کے حواشی میں بحث کی گئی ہے۔ بدقسمتی سے اس کی سوانح عمری اپامینونداس ضائع ہوگئی ہے۔

باب ششم

بیوتیہ، تھبز کی آزادی، اسفودریاس

۳۷۹ ق م و ۳۶۲ ق م

پچھلے سات برس میں ممالک یونان میں جو تاریکی پھیلی ہوئی تھی اُس میں تھبز کی طرف سے کچھ روشنی نمودار ہوتی ہے، اور یہی وہ شہر ہے جو اب یونان کی رہبری کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ہم ضلع بیوتیہ سے کماحقۂ واقف نہیں ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ چوتھی صدی ق م میں اسے جو چند روزہ اہمیت حاصل ہوئی اُس کا اصلی باعث اُس کی ابتدائی تاریخ ہوگی، لیکن شومئی قسمت سے اس کے واقعات نہایت تاریک ہیں۔ بہر حال جب ہم بیوتیوں کے ذاتی خصائص پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اُن میں بالکل متضاد اور متبائن خصائص نظر آتے ہیں۔ ان میں ایک طرف تو اتحاد کی طرف نہایت پُرجوش میلان معلوم ہوتا ہے اور دوسری جانب وہ اتنی ہی سختی کے ساتھ مختلف بلدیات بیوتیہ کی آزادی کے بھی خواستگار ہیں۔ علاوہ ازیں اخلاقی میدان میں جہاں ایک بڑی اقلیت مطمحی خیالات سے بھری ہوئی ہے، وہاں اکثریت پر مادّی اثرات غالب ہیں۔ ان متبائن رجحانات سے یہاں والوں کے خصائص کی تنومندی اور قوت معلوم ہوتی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ بیوتیوں کے روزانہ کاروبار پر نظر ڈالنے سے جن ظاہری صفات کا اندازہ ممکن ہے اُن سے کہیں زیادہ عمق ہے۔

جیسا ہم اس کتاب کی پہلی جلد میں بیان کر چکے ہیں، بیوتیہ یونانی تمدن کے قدیم ترین مرکزوں میں سے ایک ہے، اور صرف آرگوس اور تھسلی ہی اُس کی قدامت کو پہنچ سکتے ہیں[۱]۔ ان میں سے آرگوس کو تو تاریخی اہمیت حاصل ہی نہیں ہوئی رہا تھسلی

[۱] گو ہم بیوتیوں کے تمدن کے معیار کا قابل اطمینان طور سے اندازہ کر سکتے ہیں، لیکن یہ تقریباً

باب ۔ سوائس کی امیدوں اور آرزوؤں کے پیدا ہوتے ہی یا دمخالف کی وجہ سے خاتمہ ہوگیا۔ ان تینوں میں سے صرف بیوتیہ ہی ایسا ملک تھا جس نے چوتھی صدی ق م میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ناممکن ہے کہ ہم تھبز کے مختلف سیاسی فریقوں کی بابت کوئی قطعی رائے قائم کریں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہاں کی سیاسیات کی بنا اس مسئلے پر نہیں تھی کہ حکومت اعیانی طرز پر چلنی چاہئے یا عمومی طرز پر، بلکہ سوال زیر بحث یہ تھا کہ بیوتیہ کو آزاد ہونا چاہئے یا پابند۔ ہم یہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جو فریق یہ چاہتا تھا کہ تھبز بیوتیہ پر حاوی نہ رہے وہ بہت جلد غیر مقبول ہو جاتا، اس کے برعکس وہ مملکتیں جو تھبز کی اس خواہش کی تائید کرتیں وہ ہر دلعزیز ہو جاتیں اور تھبز فوراً اُن سے مخالفہ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا۔ یہی وجہ تھی کہ ۴۸۰ ق م میں تھبز نے ایران کے ساتھ مصالحہ کر لیا، اور گو اسپارٹا کا مقصد تھبز کا بالکلیہ قلع قمع کر دینے کا تھا تاہم ۳۷۹ ق م میں اُس نے اپنے اس دشمن سے بھی دوستی کر لی، اور ایتھنز سے، جس سے اُسکی حمایت کی تھی، کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ اسپارٹا تو تھبز کے اختیار کی توسیع پر معترض نہ تھا، لیکن ایتھنز کو اس طرز عمل پر اعتراض تھا۔ لیکن جس وقت تھبز نے یہ دیکھا کہ اُسکی اس خواہش کی مخالفت کی جاتی ہے، اور اُسے اپنے اس خیال کا ثبوت اول تو معاہدۂ نکیاس کے بعد پانا کتوم کے معاملے میں (جلد ۲، باب ۲۴) ملگیا تھا کہ ۴۰۴ ق م میں جب لیساندر نے اس اصول کا اعلان کیا کہ علاوہ اسپارٹا کے کسی اور مملکت کو ماتحت علاقوں پر اپنا اثر قائم رکھنے کا اختیار نہیں ہے تو اُسے اس کا یقین ہوگیا، چنانچہ اُس کی سیاسی روش میں ایک تامّ ردعمل شروع ہوا۔ اب تھبز اسپارٹا کا دشمن ہو گیا، اور فی بداس نے جن اعیانیوں کو برسر اقتدار کیا تھا، وہ عام بے چینی کے بھینٹ چڑھ گئے؛ ان کا قصور یہ تھا کہ اُنھوں نے پلاٹیہ اور تھسپیا کی آزادی کو برقرار رکھ کر گویا تھبز کی قوت و سطوت کو صدمہ پہنچایا تھا۔ خود اپامنونداس بھی صرف اس وجہ سے مسلسل برسر اقتدار رہا کہ وہ بیوتیہ کی اطاعت کے اصول سے واقف تھا۔ اسی طرح شاہ فیلقوس دوم تھبز میں صرف اُسی وقت تک ہر دلعزیز رہا جب تک اُس نے بیوتیہ کو تھبز سے آزاد کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی؛ اور جب تھبزی مشتبہ ہو گئے تو دیموس تھینیس نے موقع دیکھ کر فوراً اعلان جنگ کر دیا کہ ایتھنز کو تھبز کے مقاصد سے ہمدردی ہے، جسکے بعد فوراً تھبز ایتھنز کا حلیف ہو گیا۔

صون لطیمہ کے لئے دیکھو گروتوس: تاریخ یونان ج ۳ (۶)، ۱۷۸۔

مارجن: دُنیائے یونان پر اپنا اثر ڈالا۔ آرگوس اور تھسلی کی طرح بیوتیہ میں بھی بہت سے ایسے شہر تھے جن کی خصوصیات میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ اس ملک میں چار یا پانچ مختلف النوع مجموعے نظر آتے ہیں۔ پہلا مجموعہ تو اُن شمالی شہروں کا ہے جو کوپائس جھیل کے چاروں طرف آباد تھے، اُن کی سرگروہی کے فرائض یہاں کا قدیم شہر اورخومینوس ادا کرتا تھا، اور اس سے ہالیارتوس، کورونیہ اور خئیرونیہ کا بھی تعلق تھا۔ دوسرے مجموعے کا رہبر خود شہر تھیبز تھا۔ علاوہ ازیں مشرق میں تناگرا اور مغرب میں تھس پیائے اور (بعض امور میں) پلاٹیہ کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ ان میں ہر مجموعے کا منفذ و مخرج جداگانہ تھا؛ مثلاً اورخومینوس منیائی تھا اور غالباً اس کا کچھ نہ کچھ تعلق تھسلی کے ساتھ بھی ہوگا۔ عرصۂ دراز تک یہ باقی ماندہ بیوتی مجموعوں سے الگ تھلگ رہا، اور اُس زمانے میں بھی جب جہازوں کی وہ فہرست مرتب ہوئی تھی جس کا ہومری تحریروں میں ذکر ہے، اُس کی حیثیت ایک خودمختار مملکت جیسی تھی، لیکن اس مملکت میں علاوہ خود اورخومینوس اور اسپلے دون کے کوئی تیسرا شہر شامل نہ تھا۔ بہر حال منجملہ اُن مقامات کے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، پانچویں صدی ق م تک اس کا تعلق شہر خئیرونیہ کے ساتھ نہایت خاص تھا، اور اغلباً کوپائے بھی جو (اورخومینوس سے یوریپوس جانے والی سڑک پر واقع تھا) کسی زمانے میں ضرور اورخومینوس کے ماتحت رہا ہوگا۔ اگرا اورخومینوس کا ہالیارتوس اور راون خستوس سے کوئی دیرینہ تعلق رہا بھی ہوگا تاہم ہمیں اُس کی بابت بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ گو یہ دونوں مقامات اندرون ملک میں واقع تھے لیکن یہاں پوسیڈون ہی کی پوجا کی جاتی تھی، اور راون خستوس ایک ایسی عہدیت کا سرگروہ تھا جس میں دور دراز بلدیات بھی شامل تھے، چنانچہ ممکن ہے کہ یہاں بھی منیائی قوم کے آثار ہوں۔ افسانوں سے پتا چلتا ہے کہ تھیبز پر فینیقیوں کا اثر پڑا ہوگا، اور فی الواقع بھی یہ اثرات بعید از قیاس نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بیوتیہ کے جنوب و مشرقی حصے یعنی تھس پیائے اور قرب و جوار کے مضافات میں تھریسی آباد تھے، علاوہ ازیں تھس پیائے اور ایتھنز کے باہمی روابط نہایت دوستانہ تھے، بلکہ ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ تھس پیائے کے اولیں آبادکار ایتھنز سے ہی آئے تھے۔ بیوتیہ کے اس حصے میں میوزوں کا پہاڑ، کوہ ہیلی کون واقع تھا، اور

باب ۱

اور اس پر پوجا کا جو طریقہ رائج تھا اُس کا تعلق بھی تھریس ہی سے سمجھا جاتا تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تھس پیائے کی اراضی کے جنوبی سرحد کے قریب ہی کوہ کیتھائے رون بھی تھا جو باکھوس کی پوجا کا مرکز تصور کیا جاتا تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس طرز عبادت کا بھی تھریس ہی وطن ہوگا۔ تھبز میں بھی باکھوس کی بہت کچھ قدر و منزلت ہوتی تھی، اور یہاں کے باشندے اُسے اور ہرقل دونوں کو اپنے رکھشک دیوتا تصور کرتے تھے۔ الغرض ہمیں بیوشیہ میں منیائی، فینقی، تھریسی اور اٹیکائی عنصر دوش بدوش ملتے ہیں۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ مختلف حصص بیوتیہ میں آلہ تحت الثریٰ کی بھی پرستش کی جاتی تھی، مثلاً اور ویوس میں اِمفیاراؤس کی، تھبز میں کابی ری کی اور لبادیہ میں ترفونیوس کی؛ اسی طرح ہالیارتوس میں رھادامانتھوس اور ترے سیاس کی قبریں دکھائی جاتی تھیں اور یہ بھی بیان کیا جاتا تھا کہ لبادیہ ہی میں ہرقل اور کربیروس تحت الثریٰ سے سطح زمین پر برآمد ہوئے تھے۔

بیوتی فتح کے بعد ملک کے ہر حصے میں ایک قسم کی اعیانیت پیدا ہو گئی؛ لیکن ان اعیانیوں نے مقامی روایات کو مسترد نہیں کیا بلکہ اُن بلدیات میں جو پہلے نسبتہً اہم تھے اپنا اقتدار قائم کرنا چاہا، اور اپنے اس میلان کو صاف ظاہر کر دیا کہ وہ کسی ایک شہر کی اطاعت نہیں کریں گے خواہ اُس شہر میں جدید بیوتی امرا ہی کیوں نہ صاحب اقتدار ہوں۔ یہی امور اتحاد باہمی اور سیادت تھبز کے راستے میں حائل ہو گئے۔ مثلاً اورخومینوس میں صرف قدیم منیائیوں کی اولاد ہی تھبزی اقتدار کے مخالف نہ تھی، بلکہ ایولی بیوتی بھی جو وہاں جاکر آباد ہو گئے تھے اور جو منیائی قوم کے گویا جانشین تھے، اس شہر کی قدیم عظمت کی نہایت پرزور تائید کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

الغرض ملک کے انتظام کے لئے ایک وفاقی دستور مرتب ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ بیوتی شہر (یعنی تھبز) جو اپنے ہمسایوں سے کہیں زیادہ طاقتور تھا، محض ایک وتاتیہ کی سیادت پر کس طرح قانع ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اس بات کی کوشش کی کہ دوسرے بلدیات کو سیاسی اعتبار سے اپنا ماتحت بنا کر اُن کے مشترکہ معاملات کی نگرانی کرے یا کم از کم اُن معاملات میں اُس کا بول بالا ہو۔ تھبز کے اس طرز عمل کی مخالفت پر بیوتیہ کے تمام بلدیات نہایت شد و مد سے آمادہ ہو گئے۔

باب ۷

بیان کیا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں اس بیوتی لیگ میں چودہ اراکین شامل تھے، لیکن زمانۂ مابعد میں صرف سات بلدیات (یعنی تھیبز کے علاوہ غالباً ارخومینوس ہالیارتوس، کورونیہ، کوپائے، تھسپیائے اور تناگرا) کو رائے دینے کا حق باقی رہ گیا تھا۔ لیگ پر نگرانی کا فرض بیوتارخوں کے ذمے تھا جن کی تعداد زمانۂ مابعد میں سات تھی۔ لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ کونسے ادارات تھے جن کی قراردادیں تمام وفاقیہ پر حاوی ہوتی تھیں۔ ایک جگہ طوسی ویدیس چار مجالس کا ذکر کرتا ہے، لیکن ہمیں ان مجالس کی ترکیب سے مطلق واقفیت نہیں ہے۔ ۴۸۰ ق م میں تھیبز نے ایرانیوں کا ساتھ دیا اور اُسے اپنے اس فعل کی سزا بھی نہایت سخت ملی، لیکن اُس نے اپنے اس نقصان کی بہت جلد تلافی کر لی۔ یہاں کے سپاہیوں نے میدان جنگ میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے، اور نہ صرف "عہد حسینی" میں بلکہ جنگ پیلوپونیز میں بھی چلت پھرت اور تیزی میں پہلے تو تھیبز اتھینز کے برابر تھا اور پھر اس سے بھی سبقت لے گیا۔ ذہنی میدان میں تمام بیوتیہ کی طرح تھیبز بھی اپنے ہمسایہ ملک (یعنی اٹیکا) میں بدنام تھا، لیکن وہ کسی طرح اس بدنامی کا مستحق نہ تھا۔ بلاشبہ بیوتیوں کے دماغ میں وہ مستعدی نہیں پائی جاتی جو اتھینزیوں میں تھی لیکن ذہنی عمق میں وہ اتھینزیوں سے کچھ کم نہ تھے اور اسی سرزمین سے ہومر کے بعد قدیم ترین یونانی شاعر کا ظہور ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ فنون پیکر سازی میں بیوتیہ سے وہ علو ظاہر نہیں ہوتا جو بعض دوسرے یونانی اضلاع کا مایۂ ناز ہے؛ اور خود ایلیوتھرائے اور تناگرا بھی جو اس ضمن میں (اول الذکر اپنے گلی مجسموں اور ثانی الذکر میدون کی جائے پیدائش ہونے کی وجہ سے) مشہور رہیں، اٹیکا کی سرحد پر واقع ہیں، اور ہمیشہ اٹیکا اور بیوتیہ کے مابین مابہ النزاع رہے ہیں۔ بیوتیوں کے خصائص میں ایک خاص عمق اور سنجیدگی پائی جاتی ہے، اور یہ صفات شعر گوئی کی بعض اصناف کے لئے نہایت مفید ہیں؛ چنانچہ وہ ملک جس میں تحت الثریٰ کے معبودوں کی پرستش کی جاتی تھی وہی پندار کا جنم بھوم بھی تھا۔ بیوتیہ میں کورنا ساکنۂ تناگرا کے علاوہ میرتس ساکنۂ انتھے دون کا بھی مزاری شعرا میں شمار ہوتا تھا؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں اتھینز سے کہیں زیادہ صنف لطیف کی عزت کی جاتی تھی۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ دنیائے یونان میں بیوتیہ کے علاوہ

یوں تو وہ پہلے بھی اسپارٹی مدافعت کا تہیہ کئے ہوئے تھے، لیکن وہ اس کمک کے نہایت بیتابی سے منتظر تھے۔ پلاٹیہ نے ضرور اپنی فوج بھیجی لیکن اُسے شکست اٹھانی پڑی۔ اس کے برخلاف تھیبز نے اُس احسان کا معاوضہ ادا کیا جو تھبزیوں نے تھراسی بولوس کی مدد کر کے اُن پر کیا تھا، چنانچہ اُنھوں نے اپنی فوج تھیبز کی مدد کرنے کی غرض سے روانہ کر دی۔ ایتھنز میں اس قدر جوش تھا کہ دو ایتھنی سترا تیگوں نے اس مہم میں بذات خاص حصہ لیا، گو نہ تو اُن کے پاس جمعیت ایتھنز سے کوئی حکم آیا تھا؛ ورنہ جمعیت کی کثرت آراء اُن کے اس فعل کے موافق تھی حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی جمعیت اصولاً اس لئے اسپارٹا کے خلاف جنگ آزمائی کرنا پسند نہ کرتی تھی کہ تھیبز میں اسپارٹی اقتدار کے باعث اُنھیں دو بڑے بڑے فائدے حاصل ہو گئے تھے، یعنی ایک تو اُنھیں پلاٹیہ واپس مل گیا اور دوسرے اُنکا سرحدی شہر اوروپس پر قبضہ ہو گیا تھا۔ بہرنہج کلاذمیہ کے اسپارٹی سپہ سالار نے واقعات و حالات کو ملحوظ رکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ وہ اس پر زیادہ دیر تک قابض نہیں رہ سکتا، لہذا قلعہ تھبزیوں کے حوالے کر کے وہ شہر سے نکل گیا، لیکن اسکے ساتھ جو تھبزی شہر سے نکل کر چلے جا رہے تھے اُنھیں اُس کے ہموطنوں نے پکڑ کر خود اسپارٹیوں کے روبرو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے اسلئے کہ ہم جانتے ہیں کہ کسی زمانے میں کلیومنیس بھی اپنے ایتھنزی دوستوں کے ساتھ بھی بالکل ایسے ہی پیش آیا تھا۔ بہرحال جب اسپارٹی کماندار اسپارٹا پہنچا تو اُس پر فوراً مقدمہ قائم کیا گیا اور اُسے سزائے موت دی گئی۔ اسپارٹیوں نے اب تھیبز پر حملہ کرنے کا تہیہ کیا، اور حملہ آور فوج کی سپہ سالاری کے فرائض اگیسی لاؤس کے تفویض ہوئے؛ لیکن اُس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ ضعف پیری کی وجہ سے یہ فرض ادا کرنے کے قابل نہیں رہا، چنانچہ اُس کے عوض اگیسی پولس کا بھائی اند جانشین کلیومبروتوس کماندار مقرر ہوا۔ وہ پلاٹیہ ہو کر تھیبز کے قریب کینوس کیفالائے پہنچا جہاں وہ سولہ دن متواتر تھبزیوں کا منتظر رہا، لیکن جب تھبزی نظر ہی نہیں آئے تو اسپارٹی حقوق کی حفاظت کرنے کی غرض سے اسفودریاس نامی ہارموست کی ماتحتی میں فوج چھوڑ کر وہ خود واپس

چلا گیا۔[۱]

اسی دوران میں ایتھنز کے جذبات میں ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا

---

[۱] تھیبز کی آزادی؛ اس کے لئے اسناد، زینوفون، "ہیلے نیکا" ۵، ۴، ۱ تا ۱۲ Plut gen Socr
۲ تا ۱۳، ان اسناد کی تنقید کے لئے دیکھو کوئیک، "سوانح عمری پیلوپیداس
میں پلوٹارک کا ماخذ" Queck De fontibus Plut in vita Pelop, ڈرائبرگ
۱۸۷۶ء، ہانسکے، "پلوٹارک بحیثیت ایک بیوتی کے" Hanske Plutarch als Boeoter
درتس ۱۸۸۲ء، فون شٹرن "زینوفون کی کتاب ہیلے نیکا اور بیوتی تاریخی روایات" Von Stern
Xenophons Hellenica und die boiot Geschichtueberlieferung
ڈورپٹ ۱۸۸۷ء۔ فون شٹرن یہ فرض کر لیتا ہے کہ پلوٹارک نے بیوتی دیونی سودورس اور
اناکسس کا تاریخی مواد gen Socr, میں اور کالس تھنیس کو اپنی سوانح عمری پیلوپیداس میں استعمال
کیا، درانحالیکہ موخر الذکر نے پہلے کے دونوں مورخوں سے اپنی تصنیف میں مدد لی تھی۔ علاوہ ازیں
نیپوس نے اپنی کتاب "پولی اسے نوس" ۲، ۳، ۱ میں چند نہایت عجیب وغریب غلطیاں ملتی ہیں۔
دیودورس (۱۵، ۲۵) نے عام رائے دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ہماری اسناد دراصل دو ہی ہیں،
یعنی زینوفون اور پلوٹارک، ان میں سے زینوفون تو جو کچھ کہتا ہے، سوچ سمجھ کر کہتا ہے، لیکن پلوٹارک
بعض مرتبہ جوش میں بھر جاتا ہے۔ زمانۂ حال کے مصنفوں نے زینوفون کے بجائے پلوٹارک
کا اتباع اس لئے کیا ہے کہ اُن کے نزدیک زینوفون کی بعض رایوں میں فریقانہ جھلک
پائی جاتی ہے؛ لیکن جیسا فون شٹرن اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر ثابت کرتا ہے، یہ امر واقعے کے
خلاف ہے۔ میں اُس کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کہ جہاں زینوفون خاموش ہو وہاں
بھی پلوٹارک سے کام نہیں لینا چاہئے۔ خود زینوفون (۵، ۴، ۷) کہتا ہے کہ بعض کا خیال یہ ہے
اور بعض کا وہ۔ زینوفون اور پلوٹارک اپنے اپنے واقعات مختلف اصول کی بنا پر منتخب کرتے
ہیں، اس لئے ممکن ہے کہ باوجود فون شٹرن کی رائے کے (۵۵) پلوٹارک نے "پیلوپیداس"
میں جو فقرہ "کار ضروری کل پر رکھو" نقل کیا ہے، ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو۔ یہ سچ ہے کہ فون شٹرن کے
قول کے بموجب آرخیاس نے بےچینی کے آثار دکھائے تھے، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیشہ
شرابیوں کے افعال منطقی معیار پر پورے نہیں اُترتے۔ اس کے برعکس زینوفون کا بیان ۵، ۴، ۶

۱ ق

ہوتی ہے۔ ایتھنزیوں نے اُن دو اسٹراٹی گوئی پر جنھوں نے کادمیہ کے محافظ لشکر پر
ذاتی طور پر پیش قدمی کی تھی، مقدمہ قائم کیا، اور انھیں مجرم گردانا۔ ان میں سے ایک کو تو
سزائے موت دی گئی لیکن دوسرا فرار ہوگیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز
چاہتا تھا کہ اسپارٹا کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھے۔ لیکن ان خوش آیند توقعات پر
اسفودریاس اور خود اسپارٹیوں کے فعل سے گویا پانی پڑگیا۔ ۳۷۸ ق م میں
اسفودریاس نے اٹیکا پر اس خیال سے حملہ کیا کہ وہ پیرائیوس پر قابض ہو جائیگا؛
لیکن وہ صرف میدان تھریا تک، جو ایلیوسس کے قریب واقع ہے، پہنچا ہی تھا کہ
خود اپنی جرأت وہمت سے خوف زدہ ہو کر پیچھے پلٹ پڑا؛ لیکن واپس ہوتے ہوتے
اُس نے اٹیکا کے دیہاتوں کو تاخت وتاراج کر دیا۔ اس کے جواب میں ایتھنزیوں
نے تین اسپارٹی سفیروں کو جو اُس وقت ایتھنز میں اپنے پروکسی نس کالیاس کے یہاں
ٹھہرے ہوئے تھے، گرفتار کر لیا۔ لیکن سفیروں نے یہ بیان کیا کہ انھیں اسفودریاس
کی خواہشات کا مطلق کوئی علم نہیں ہے، اور اسی کے ساتھ ایتھنزیوں کو یہ یقین دلایا
کہ افوروں نے اس حملے کی مطلق کوئی تیاری نہیں کی بلکہ وہ اسفودریاس کو بہت جلد
اس حرکت کا مزا چکھا دیں گے۔ یہ سُن کر ایتھنزیوں نے اُن سفیروں کو رہا کر دیا۔ لیکن
زینوفون لکھتا ہے کہ اسفودریاس کا بیٹا اگےسی لاؤس کے بیٹے آرخی داموس کا
دوست تھا؛ چنانچہ موخرالذکر نے اگےسی لاؤس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اسفودریاس
کے خلاف رائے نہ دے؛ اور چونکہ اُس کی رائے نہایت وقیع تھی نیز چونکہ
کلیومبروتوس برابر اسفودریاس کا ساتھ دے رہا تھا اس لئے اُس کی مخالفت کے لئے
کوئی سربرآوردہ شخص باقی نہیں رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسفودریاس بالآخر چھوٹ گیا۔
قدما کے خیال کے بموجب تھبزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایتھنز و اسپارٹا متحد و متفق رہیں؛
چنانچہ انھوں ہی نے اسفودریاس کو اٹیکا پر حملہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس میں تو شبہ نہیں

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مشتبہ سمجھ سکتے ہیں اس لئے کہ یہاں اُس نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں
اُن سے ہیروڈوٹس ۵، ۲ کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر واقعات ایک سے ہوں تو بہت سے لوگوں کا
طرز عمل ایک ہی سا ہوتا ہے۔ کادمیہ کا بیان کرتے ہوئے دیودوروس ۱۵، ۲۷ اپنی خطابت ختم کر دیتا ہے۔

۱ Plat Iser ۱۲ کے مطابق تھبزیوں نے اسی زمانے میں اسپارٹا سے صلح کی گفت وشنود کی ابتدا کی۔

۷۱

کہ اس ناکام حملے سے علاوہ تھبز کے کسی کو مطلق کوئی فائدہ نہیں پہنچا اس لئے کہ
آخر الامر اس کے بعد اتیفنز اپنے تلوّن کو دور کر کے تھبز کا ساتھی ہو گیا، اور ممکن ہے
کہ اسی مقصد کے حصول کی غرض سے تھبزیوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا ہو۔ لیکن
اگر اسفودریاس اپنی حوصلہ مندی کے ساتھ بیوقوف نہ ہوتا تو وہ کبھی فی بداس کے
قدم بقدم چلنے کی کوشش نہ کرتا[۳۵]۔ حقیقت یہ ہے کہ صورت حال بہت کچھ بدلی
ہوئی تھی۔ اگر بالفرض وہ پیرائیوس پر قبضہ کر لیتا پھر بھی اس سے اسپارٹا کی مشکلات
کا آغاز ہی ہوتا، اور یہ اُن مشکلات سے بالکل مغائر ہوتیں جن سے تھبز کو
دو چار ہونا پڑا[۳۶]۔

---

۳۵ اسفودریاس پر زینوفون اور پلوٹارک دونوں یہ فرض کر لیتے ہیں کہ تھبز ہی نے ترکیب
چلی ہوگی۔ ("پیلوپی داس" ۱۴، "آگیسی لاؤس" ۲۴)۔ زینوفون ۵، ۴، ۲ کے مطابق
انھوں نے اسفودریاس کو رشوت تک دی۔ مقابلہ کرو فون شٹرن ۶۷۔ معلوم ہوتا ہے
کہ بیوتی اپنی چالبازی کا بڑے فخر سے ذکر کرتے تھے۔

۳۶ بیوشیہ کی چوتھی صدی ق م کا خاکہ اس کے سکوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے لئے دیکھو
ہیڈ، "سکہ جات بیوتیہ"، لندن سنہ ۱۸۸۱ء Heao coms of Boeotia, Num
Chron (جریدۂ سکہ کیات) ۳۹۵ ق م سے ۳۸۷ ق م تک لیگ کے الیکٹروں اور
چاندی دونوں دھاتوں کے سکوں پر حرف Θ کندہ ملتا ہے ۳۸۷ ق م
(صلح نامۂ انتالکداس) سے تقریباً ۳۷۴ ق م تک کم وبیش ہر بیوتی شہر اپنا اپنا سکہ ڈھالتا تھا،
خلیئروسیہ، کوپائے، کوروسیہ، ہالیارتوس، لبادیہ، میکالے سوس، ایزخومینوس (اسی طرح کندہ ہے)
پلاٹیہ (پہلی مرتبہ) تناگرا، تھسپیائے اور تھبز سب میں علیٰحدہ علیٰحدہ سکّے ڈھالے جاتے تھے۔
تھبز کی آزادی سے جنگ خئیروسیہ تک صرف تھبز میں ہی ٹکسال رہجاتی ہے، اور اس کے سکوں
پر بیوتی ڈھال، دو دستہ صراحی اور عاملوں (غالباً بولیارخوں) کے نام کندہ ہیں (ہیڈ صفحہ ۶۱)۔
گارڈنر "انواع" Gardner Types (صفحہ ۱۱) میرون کو ایک بہت بڑا اتفاق قرار دیکر یا کہتا ہے قدیم
کے بہت سے بیوتی سکوں (خصوصاً انھیں جن پر ہرقل کی شبیہ کندہ ہے) اُنکی طرف منسوب کرتا ہے (تصویر ۳، ۴۴، ۴۵)۔

باب ہفتم

ایک جدید لیگ کے قیام کے باعث ایتھنز کا عروج۔

تھبز اسپارٹا کے خلاف اپنی حیثیت قائم رکھتا ہے۔

خابریاس۔ تموديوس۔ یاسون والئ فیرائے

۳۷۷ ق م تا ۳۷۴ ق م

ایتھنز نے یہ دیکھ کر کہ تھبز آزاد ہو گیا ہے اور اسپارٹیوں کی سفیہانہ حرکات برابر جاری ہیں، موجودہ حالات سے فائدہ اٹھایا اور آخر کار اسپارٹا سے قطعاً بے تعلق اور خود مختار ہو گیا۔ ان واقعات کی اصلیت سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ ہم اس سے پہلے کے چند سالوں کی کیفیات پر سرسری نظر ڈالیں۔

۳۹۴ ق م میں کونون نے بحیرۂ ایجین میں ایتھنزی اقتدار کا از سر نو احیا کیا، اور (غالباً ۳۸۹ ق م میں) تھراسی بولوس نے اس کے طرز عمل کو قائم رکھا۔ انھیں ایام میں ایتھنز اور تھریس، ایشیائے کوچک، اور جزائر کے مختلف بلدیات کے مابین چند عہد نامے ہوئے جن کے بموجب ایتھنز کو اسی قسم کے حقوق حاصل ہو گئے جو اسے اپنی قدیم سیادت کے عہد میں حاصل تھے۔ اس نے محض ان عہد ناموں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دیونی سیوس نے خود سر قوسہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر کے اپنا دائرۂ اثر وسیع کرنا چاہا، اور ساتھ ہی چونکہ ایران اس کی (یعنی ایتھنز کی) پشت پناہی کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اس لئے اس کی مادی قوت میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ صلح نامۂ شہنشاہی خود ایتھنز کیلئے بھی

نقصان رساں تھا، لیکن اُسے اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور حاصل ہوا تھا، یعنی وہ اس کے بعد بھی جزائر لیمنوس، اِمبروس اور سکی روس پر برابر قابض تھا۔ بہرحال اُسے نہایت خاموشی کے ساتھ غیر ایشیائی اقوام کے ساتھ عہد نامے کرنے کا گویا حق حاصل کر کے اپنے سپہ سالار خابریاس کے ذریعے سے مصری معاملات میں مداخلت کردی۔ مصر سلطنت ایران سے باغی ہو گیا تھا اور اُس پر مصری حکمران حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ ۳۸۵ ق م سے ۳۶۹ ق م تک یہاں کا فرماں روا انکتانیبوس تھا اور یہ ایواغورس کا حلیف تھا۔ ایواغورس نے بھی ایران کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا تھا، لیکن باوجود متعدد بار ایران سے برسرپیکار ہونے کے اُسے آخر کار ہتھیار ڈال ہی دینا پڑے جس کے باعث ایرانیوں نے نہایت اطمینان سے مصر کا رخ کیا۔ اس وقت تک تو خابریاس ایواغورس کا خدمتگار تھا لیکن ایواغورس کی ناکامی کے بعد اُسے نکتانیبوس نے بلا کر اجیر سپاہیوں کے ایک بڑے لشکر کی سپہ سالاری پر مامور کردیا۔ ظاہر ہے کہ خابریاس کو مصر ایتھنزیوں نے نہیں بھیجا تھا بلکہ وہ اُس ملک میں اپنی ہی خوشی سے گیا تھا، لیکن یہ امر ضرور قابل لحاظ تھا کہ مصری فوج کا سپہ سالار ایک ایتھنزی کماندار ہو؛ اس سے ایتھنز کی شہرت میں چار چاند لگ گئے اور لوگوں کو اُس کی قوت و سطوت کا اندازہ ہو گیا۔ خابریاس زیادہ دنوں تک مصر میں مقیم نہیں رہا اس لئے کہ شہنشاہ ایران کے حکم سے ایتھنزیوں نے اُسے واپس بلا لیا[1]

الغرض ایتھنز کے حوصلوں اور آرزوؤں میں پھر ایک خاص کیفیت پیدا ہوگئی تھی، اور جب بیوتیہ میں اسپارٹا کو رک مل گئی تو اُس نے اپنی تمام تر توجہ ایک نئی لیگ کو مرتب کرنے کی طرف مبذول کردی حقیقت یہ ہے کہ اس لیگ کے قیام کیلئے مواد بیشتر ہی سے تیار تھا، اور ۳۷۸ ق م میں ایتھنز نے اُس کی تکمیل کی طرف صرف آخری قدم رکھ کر اُس کی تکمیل کردی۔ اغلب امر یہ ہے کہ اگر اسپارٹا نے خود اپنے مفاد کو

[1] مصر و خابریاس؛ دیودورس ۵، ۲تا ۹،۸،۱۸، ۲۹-۲۹۔ پولی سیوس ۳، ۲۹، ۱، ۲ Schol-art
Plut. مقابلہ کرو ویڈماں "تاریخ مصر" Wiedemann . Aegypt. Gesch. ۲، ۴، ۷، ۲ و ۷، ۳۔

باب ۴

قربان نہ کردیا ہوتا اور اپنی قوت و اقتدار کو غلط طور پر استعمال کرکے ایتھنز کی دشمنی مول
نہ لے لی ہوتی تو ایتھنز صرف اسی حکمت عملی پر اکتفا کرتا جسے کونون اور تھراسی بولوس نے
اختیار کیا تھا، یعنی زیادہ سے زیادہ یہ کرتا کہ بحری مملکتوں سے اسی قسم کے محالفے
کرے جیسے فارقلیس اور کونون کے عہد میں ایتھنزی لیگ نے کئے تھے۔ لیکن
اب تھیبز کے عروج اور اسفوڈریاس کے طرزِ عمل سے صورت حال میں تبدیلی پیدا
ہوچکی تھی، اور اس جدید ایتھنزی لیگ کا مقصد علی الاعلان یہ تھا کہ وہ اسپارٹا کے
ظلم وستم سے ہر ایک یونانی ریاست کو محفوظ رکھنے کی خواہش مند ہے۔ ظاہر ہے
کہ اس قسم کی لیگ میں اراکین کی تو کوئی کمی نہ ہوگی، لیکن ساتھ ہی اس کی بنیاد مستحکم
و دیرپا بھی ہونا ناممکن تھا۔ چونکہ اس جدید محالفے کا اساسی اصول یہ تھا کہ آزادی کی
حفاظت کی جائے، اس لئے اس میں اور قدیم ایتھنزی لیگ میں کچھ نہ کچھ فرق ہونا
لازمی تھا۔ ارسطاطالیس ساکن مار اتھون کی تحریک پر ۳۷۷ ق م میں ایک قرارداد
منظور ہوئی جس میں اس کی سیاسی تنظیم کے اصول مدوّن کئے گئے؛ اس کے
پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انھیں اصول کا اعادہ کیا گیا ہے جن کا ایتھنز
اعلان کرچکا تھا۔ اس کے مطابق لیگ کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعے سے
ممالک یونان کی آزادی کو اسپارٹا کی دستبرد سے محفوظ رکھا جائیگا۔ لیکن ہمیں یہ
امر واضح کردینا چاہئے کہ یہاں یونان سے مراد صرف یورپی یونان اور جزائر سے تھی
اور ایتھنز نے صلح نامۂ شہنشاہی کو تسلیم کرکے ایشیائی یونانیوں پر سلطنت ایران کی سیادت
کو تسلیم کرلیا تھا۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز نے اراکین لیگ
کی اراضی پر خود اپنی نوآبادیاں قائم کرکے انھیں ناراض کردیا تھا، چنانچہ اس مرتبہ
انھوں نے یہ عقلمندی کی کہ اپنے حلیفوں کو ہموار کرنے کی غرض سے چھوٹتے ہی
ان سے یہ وعدہ کرلیا کہ وہ اراکین لیگ کی اراضی پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے
ایک بالکل نئے دستور کی تنظیم کی گئی اور آئندہ لیگ کی قراردادوں کے نفاذ کے لئے
قواعد وضوابط مدوّن کئے گئے جو نہایت ہی قابل لحاظ تھے۔ یہ قرار پایا کہ لیگ
کے دو حصے کئے جائیں ایک میں صرف ایتھنز سمجھا جائے اور دیگر حلفا کی ایک
سی نیڈریون یا مجلس ایتھنز میں منعقد ہوا کرے جس میں خود ایتھنز رکن نہ ہو؛ اس

باب

اس مجلس کی جملہ قرار دادوں کو خواہ اُن کی تحریک خود ایتھنز نے کی ہو یا نہ کی ہو، خود ایتھنزیوں کے سامنے بھیجا جاتا اور انھیں اُن کے منظور یا نامنظور کرنے کا کلیتہً اختیار رہوتا۔ اس سبب سے یہ ناممکن ہو گیا کہ لیگ کوئی ایسی تحریک منظور کرے جس سے ایتھنز اختلاف کرتا ہو، لیکن اسی کے ساتھ ایتھنز کو بھی کسی ایسے طرز عمل کا اختیار نہیں رہا جس کی مخالفت پر اراکین کی زیادہ تعداد کمربستہ ہو۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ گو ایتھنز کو اس نئی لیگ میں اب بھی چند مخصوص اختیارات حاصل تھے، لیکن پانچویں صدی ق م کی صورت حال کی طرح اُسے کسی قسم کا مطلق اقتدار نہیں رہا تھا۔ باوجود ان تمام باتوں کے ہمارے پاس اس امر کے باور کرنے کے اسباب ہیں کہ اب بھی اس کا مقصد یہی تھا کہ اپنا کھویا ہوا اقتدار از سر نو حاصل کرے، چنانچہ گو اُس نے "خراج" (فوروس) کا مطالبہ نہیں کیا، لیکن "محاصل" (سیونٹاکس) عائد کئے، اور ان دونوں میں لفظی فرق ہو معنوی فرق نہ تھا؛ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز نے صرف یہی کافی سمجھا کہ جس لفظ سے اُس کے حلیفوں کو دلی نفرت تھی اُسے استعمال کرنے سے گریز کرے۔ ہر ایک رکن کو جہاز اور سپاہی مہیا کرنے پڑتے، لیکن پہلے کی طرح اگر کوئی بلدیہ یکمشت رقم معینہ ادا کر دیتا تو وہ اس بار سے سبکدوش ہو جاتا۔ علاوہ ازیں ایتھنز کی قدیم عدالتی سیادت کا از سر نو احیا کرنے کی غرض سے آسانیاں پیدا کی گئیں اور اس بارے میں مختلف ریاستوں کو گویا ایتھنز کے ساتھ سمجھوتا کرنے کی آزادی دی گئی۔ الغرض ایتھنزی اپنی تمام تر قوت اس مقصد کے حصول کے لئے صرف کر رہے تھے کہ وہ آزادی کے ایک عظیم الشان دائرے کے اندر اپنی سلطنت قائم کرلیں۔ ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ لیگ نے خاص شہر ایتھنز پر بھی مالی بوجھ ڈالا اور عین اُسی سال میں جس میں اُس کی بنیاد پڑی آئس فورا یا براہ راست محصول کا از سر نو تعین کیا گیا (دیکھو باب ۱۳) گو ایتھنزی اس محصول کو ناپسند کرتے تھے لیکن اُس کی ضرورت روز بروز واضح ہوتی جا رہی تھی۔

ایتھنزی قرار داد کی اُس نقل میں جو ہم تک پہنچی ہے، اُن بلدیات کے نام درج ہیں جو لیگ میں یکے بعد دیگرے شامل ہوئے۔ لیگ کے ابتدائی دو برسا

باب ۴

خیوس، متی لنہ، میتھمنا، رھوڈز اور بزنطہ، یعنی وہ تمام بلدیات شامل تھے جو ساحل ایشیا پر یا تھریس میں تھے۔ بعد ازاں اس میں تینے دوس، خالکس ایریتریا دیگر یوبیائی بلدیات اور تھبز بھی شامل ہوگئے تھبز کا شمول اس وجہ سے اور بھی زیادہ معنی خیز تھا کہ اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ لیگ کا تعلق محض بحری امور سے نہیں، بلکہ جیسے جنگ کنیدوس سے پہلے تھبز نے تحریک کی تھی، اس کا مقصد تمام بلاد یونان پر حاوی ہونے کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مقصد میں کامیابی ممکن نہ تھی، اور خود تھبز بھی آسانی سے ایتھنز کے روز افزوں اثر کو برداشت نہیں کرسکتا تھا، بلکہ بہت جلد وہ خود اس قدر قوی ہوگیا کہ اُس نے کسی بیرونی اثر کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کردیا، اور ایتھنز سے تو خاص طور پر اُسے پرخاش ہوگئی۔ ان شہروں کے بعد جزائر اور تھریس کے شہر اس لیگ میں آگئے، اور آخری مقامات جو اس میں شامل ہوئے وہ مغربی اقوام و حکمران تھے مثلاً کورکائرا، اکارنانی قوم، باشندگان کیفالونیہ، مولوسی شہزادگان مسمی الکیتاس و نیوبطلیموس اور جزیرۂ زاکینتھوس کا شہر نیلوس۔ الغرض جب لیگ کا انتظام پایۂ تکمیل کو پہنچا تو اس میں تقریباً ستر بلاد و اقوام شامل تھے[۹۵]

۹۵؎ ۳۷۸ ق م کی ایتھنزی لیگ کے لیئے دیکھو بوسولٹ: "دوسری ایتھنزی لیگ"
Busolt · Der Zweite athenische Bund, N Jahr جلد ۷ صفحہ ۶۶۳ وغیرہ؛ لینتز
Senz Das Synedrion der Bundesgenossen "مجلس محالف" کیونگزبرگ ۱۸۸۴ء،
ہیوک: "محالفے کی مجلس ملی" Hoek : Der Rath der Bundesgen , N Jahrb جلد ۱۱۷
شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۲۹؛ گلبرٹ و بوسولٹ کے "کتابچہ جات"۔
۳۸۰ ق م جیسے بعید زمانے میں بھی ایتھنز کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ایتھنزی
"اپنی سیادت" پر بحث کرنے لگے تھے، Isocr Paneg ۱۶، ۲۰۔ یہی مصنف (۱۱۴)
کلیروخیوں سے دست برداری کی بھی پیش بندی کرتا ہے۔ دیکھو شیفر: "محالفۂ ایتھنز"
Schaeffer · Dess c Athen. in T لائپزگ ۱۸۵۶ء؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا"
Wachsmuth . ۲، ۱۷؛ ڈٹن برگر ۶۳؛ ہکس ۸۱؛ مقابلہ کرو واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" ۱

باب　اس لیگ نے اپنا مقصد یہ ظاہر کیا کہ وہ اسپارٹا کی دست درازیوں کے خلاف یونانی مملکتوں کی آزادی برقرار رکھیگی، اور یہی دراصل اُس کے سیاسی ایوان کی اساسی کمزوری تھی۔ اس اعلان سے گویا یہ مسئلہ زیرِ بحث آگیا کہ اگر سیاسی صورتِ حال کے تبدیل ہونے کی وجہ سے اسپارٹا سے خوف جاتا رہے تو کیا لیگ کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔ یونانیوں کی کیفیت یہ تھی کہ جب کبھی اُنھیں کسی فوری خطرے سے دوچار ہونا پڑتا تو وہ ایک حد تک باہمی اتحاد کے رشتے میں منسلک ہو کر اس خطرے سے چھٹکارا حاصل کر لیتے تھے، لیکن جب وہ خطرہ رفع ہو جاتا تو اس کے بعد اُن کا فطری اور ناقابلِ زوال جذبۂ حرّیت ازسرِ نو اُبھر آتا اور وہ خود مختاری حاصل کرنے کے درپے ہو جاتے۔ یہی اب بھی ہوا اور جدید ایتھنزی لیگ کے بہت جلد ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

اس کے بعد جو دور آتا ہے اُس میں لیگ کی حیثیت محض ثانوی ہو جاتی ہے، گو اس میں شبہہ نہیں کہ اس کے ذریعے سے ایتھنز کو اپنی قوت و اقتدار کے بڑھانے میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ یونان میں تین مملکتیں ایسی ہیں جو نہایت پیش پیش ہیں، یعنی اسپارٹا، ایتھنز اور تھیبز۔ ان کی چلت پھرت اور سیاسی عمل کے باعث ان کے مقاصد میں باہمی تصادم ہوتا ہے جس کی وجہ سے تمام یونان

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Die Stadt Athen ۲، ۲۷۴۔ منجملہ مورخوں کے دیودوروس ہماری واحد سند ہے، اور اس کے ابواب ۲۸ تا ۳۵ نہایت ہی کارآمد ہیں۔

نیز مقابلہ کرو کرتیوس "تاریخ یونان" ۳ (۲)، ۵۹، ۶۰، ۷۶، اور فوکار ط: جریدۂ مطالعات یونان" ۱۸۹۵ء صفحۂ ۴۳۵ وغیرہ۔ مشرق میں خابریاس اور تیموتھیوس نے مختلف اقوام کو لیگ میں شامل ہونے کے لیے آمادہ کیا اور مغرب میں صرف تیموتھیوس نے۔ سکوں پر لیگ کا مطلق حوالہ نہیں۔ دیلوس ۳۷۷ ق م میں ایتھنز کے اثر میں آیا، شیوفر "معاملاتِ جزیرۂ دیلوس" Schoeffer De Deli ins rebus برلن ۱۸۸۹ء صفحہ ۵۶۔

۳۷۷ ق م سے ایتھنز اور تھریس کے باہمی تعلقات کا بیان ۱۱، ہیوک کی کتاب "ایتھنز کی تدابیر تھریس میں" De rebus ab Atheniens in Thracia etc gestis ۱۸۸۲ء صفحہ ۴ پر دیا ہوا ہے

باب

لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔ ابتدا میں اسپارٹا خفیف ہو رہا ہے اور اُن زیادتیوں کو برداشت نہیں کرسکتا، جو اُس پر کی گئی ہیں، چنانچہ وہ جنگ کو از سرِ نو جاری کرنا ہی بہتر سمجھتا ہے۔ اس کے بعد تھیبز بھی نچلا بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ اس باہمی تصادم کے عہد میں ایتھنز، ایران دونوں کے توڑ جوڑ کو بغور دیکھ رہا ہے اور اپنے وسائل سے کام نکال رہا ہے، اور اس فکر میں ہے کہ موقع ملے تو میں فریقین کے درمیان آجاؤں۔ الغرض آئندہ چند سال کے زمانے میں اسپارٹا اور تھیبز کی باہمی کشمکش اُس عہد کی تاریخ یونان کا ممتاز ترین واقعہ ہے۔

اسی عہد میں اسپارٹیوں نے بھی اپنے زعم میں تھیبز کو مغلوب کرنے یا کم از کم اُسے شدید نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنی لیگ کی بھی از سرِ نو تنظیم کی۔ اُنھوں نے اسے نو حصوں میں منقسم کیا، جن میں سے دو حصوں میں آرکیڈیا، اور ایک ایک حصے میں ایلس، اکائیہ، کورنتھ و میگارا، سکیون و فلیوس و بلدیات اسکتے، فوکس و لوکرس، اولینتھوس و دیگر تھریسی حلفائے اسپارٹا شامل تھے[۵۳]۔

تھیبز کی آزادی کے سال کلیومبروتوس نے بیوتیہ پر ایک حملہ کیا تھا جس میں اُسے ناکامی ہوئی تھی، چنانچہ اب ۳۷۷ ق م میں اس کا بدلہ لینے کی غرض سے اگیسی لاؤس نے از سرِ نو بیوتیہ پر چڑھائی کی۔ زینوفون نے اپنے سرپرست کی اس مہم کا مفصل ذکر کیا ہے، لیکن اُس نے یہ واقعہ نظر انداز کر دیا ہے کہ

[۵۳] اسپارٹی لیگ کی تنظیم: دیودوروس ۱۵، ۳۱۔ مہمات ریوفون ۵، ۴، ۳۴ تا ۳۶۔ ۳۷۷ ق م میں خابریاس کے کارنامے، دیودوروس ۱۵، ۳۲۔ خابریاس کی فوج کا معرکہ برتاؤ: اُس کا مجسمہ، دیودوروس ۱۵، ۳۲، ۳۳، نیپوس، خابریاس ۱ (مع حواشی مرتبہ ہیپرڈسے)، پولی اسئے نوس ۲، ۱، ۲۔ ۳۷۸ ق م میں اسپارٹی فوج کی آزادگی، پلوٹارک اگیسی لاؤس ۲۶۔ دیودوروس (۱۵، ۲۷) کا یہ خیال کہ تھیبزی سپاہی پیادے کی طرف ابتدا ہی میں بڑھے تھے، غلطی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اپنے بیان (باب ۲۳) کی پیش بندی کرتا ہے۔

باٹ

اسپارٹا کے مخالفوں میں سب سے زیادہ کامیابی ایتھنزی خابریاس کو ہی حاصل ہوئی۔ اس مہم کا ایک عجیب و غریب پہلو یہ تھا کہ غالباً چونکہ تھبزی کھلے میدان میں اسپارٹیوں سے جنگ آزمائی کرنے سے ڈرتے تھے اس لئے اُنھوں نے اپنے ملک کے بہترین حصے میں خندقوں کا جال پھیلا دیا اور جگہ جگہ پشتے بنا لئے؛ نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین میں جو کچھ لڑائی ہوئی وہ اُنھیں خندقوں اور پشتوں کے چاروں طرف ہوئی، اور اگیسی لاؤس کو صرف یہ کامیابی ہوئی کہ اُس نے ملک کو برباد اور مالِ غنیمت پر قبضہ کر لیا۔ اپنی واپسی پر اُس نے فی بداس کو تھبس پیائے میں چھوڑ دیا، لیکن فی بداس کو تھبزیوں سے لڑنا پڑا، اور اسی لڑائی میں وہ خود بھی کام آیا، جس کی وجہ سے تھبزی محبانِ وطن کے دل بہت بڑھ گئے ۳۷۸ ق م کے موسمِ خزاں میں ایک اور اسپارٹی رسالہ سمندر کے راستے بیوتیہ روانہ ہوا، اور ۳۷۷ ق م کے موسمِ خزاں میں خود اگیسی لاؤس نے اسی طرف کا رخ کیا۔ بیوتیہ پہنچ کر وہ اس قدر خوش تدبیری سے لڑا کہ اُس کے حریفوں کو ایک زمانے تک سامانِ رسد کی کمی کی وجہ سے تکلیف اُٹھانا پڑی لیکن اسی مہم کے دوران میں اگیسی لاؤس بیمار پڑ گیا اور اُسکی جگہ کلیومبروتوس بیوتیہ روانہ ہوا

چونکہ اسپارٹیوں کو خشکی پر کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی اسلئے اُن کے حلیفوں نے اُنھیں اس پر آمادہ کیا کہ وہ ایتھنز کے خلاف سمندر پر قسمت آزمائی کریں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر ایتھنز کسی بحری معرکے میں ہار گیا تو اسپارٹیوں کا تھبز پر بآسانی قبضہ ہو جائیگا۔ اس دلیل سے متاثر ہو کر اسپارٹا نے پولیس کی ماتحتی میں ساٹھ سہ طبقہ جہاز روانہ کئے جنھوں نے نہ صرف ایتھنز کو بہت کچھ نقصان پہنچایا بلکہ جو جہاز پونتوس سے اناج لیکر آ رہے تھے اُنھیں بھی گیرائس توس سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اب ایتھنز میں بیداری کے آثار پیدا ہوئے، اور اس نے ایک بیڑا مرتب کیا جس کے ذریعے سے خابریاس نے جزیرۂ ناکسوس کے قریب اسپارٹا کو شکست دی۔ یہ کامیابی ایتھنز کے لئے اسلئے اور بھی زیادہ قابلِ لحاظ تھی کہ زمانۂ دراز سے اُسے اتنی کامیابی نہیں ہوئی تھی؛ یہی جنگ کنیدوس،

باب ۴

سو وہاں کونون کی پشت پناہی کے لئے اتھنزی بیڑا موجود تھا۔ چنانچہ جب خابریاس واپس آیا تو اُس کے ہموطنوں نے اُس پر اعزاز و مبارکباد کی گویا بوچھار کر دی۔ تھریسی ساحل پر جنگ جاری رہی[۱] اور ساتھ ہی ساتھ کونون کا بیٹا تموديوس جو علاوہ ایک شجیع و تربیت یافتہ شہری ہونے کے ایک قابل سپہ سالار بھی تھا، جہازوں کا ایک بیڑا لیکر پیلوپونیز کی طرف چلا اور جزیرہ نما کا دورہ کر کے بحیرۂ ایونیہ میں جزیرۂ کورکائرا پر قبضہ کر لیا۔ تموديوس کا میلان عمومیت کے بجائے اعیانیت کی طرف تھا، چنانچہ اُس نے کورکائرا والوں کو اپنا قدیم اعیانی دستور برقرار رکھنے کی اجازت دیدی چونکہ وہ عادتاً ہر شخص سے نہایت خلق سے پیش آتا تھا اس لئے اُس نے بہت سے بلدیات کو رام کر لیا اور پیلوپونیزی بیڑے کو، جو نکولوخوس کی ماتحتی میں تھا، الیزیہ کے قریب ۳۷۵ ق م میں شکست دی۔[۱]

اسپارٹیوں کا یہ خیال غلط تھا کہ انھیں کسی بحری مہم سے تھبز کے ساتھ جنگ آزمائی میں فائدہ ہوگا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پچھلے بحری معرکوں میں انھیں جو زک پہنچی اُس سے تھبز کی سیاسی حیثیت میں گونہ اضافہ ہوگیا، اور اُس نے بیوتیہ کے اکثر حصے کو ایک عہدیت کے رشتے میں منسلک کر لیا۔ ۳۷۵ ق م میں پیلوپی داس نے "قشون مقدس" کو لے کر دشمن کو زیر کیا اور ۳۷۴ ق م میں تھبزی فوج نے آگے بڑھ کر فوکس پر حملہ کر دیا۔ گو اسپارٹا نے فوکس کو فوراً کمک روانہ کی، لیکن باوجود اپنی عہدیت کی جدید تنظیم کے (جس میں فوکس بھی شامل تھا)، وہ شمالی محاذ میں بالکل ناکام ہوئے اور انھیں اپنی ناکامی کو تسلیم کرنا پڑا۔ اسی دوران میں فارسالوس کا ایک نہایت ذی اثر شخص پولی داموس

---

[۱] جنگ نکسوس، زینوفون ۵، ۴، ۶۱؛ دیودوروس ۱۵، ۳۴؛ پلوٹارک: Phoc ۷، جو متضاد واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ خابریاس کا اعزاز Dem Lept ۷۷؛ خابریاس تھریس میں، دیودوروس ۱۵، ۳۶؛ ایسقراطیس ۱۵، ۱۲۱ وغیرہ تموديوس کے لئے آئندہ باب کے حواشی ملاحظہ کئے جائیں۔ نکی سا، دیودوروس ۱۵، ۳۷؛ پلوٹارک، پیلوپیداس ۱۶-۱۷، فون شترن ۸۹۔

باب

اسپارٹا آیا اور تھسالویوں کی سیاسی کیفیت اسپارٹیوں کے سامنے پیش کر کے
اُن کی مدد کا طالب ہوا۔ اُس نے کہا کہ تھسلی کا سب سے طاقتور فرماں روا
فیرائے کا حکمراں یاسون ہے جو اپنے پیشرو لیکوفرون کا جانشین ہے۔
پولی داموس کے بیان کے بموجب لیکوفرون ایک نہایت قابل حکمراں
تھا جس نے ایک ہزار کا لشکر منظم کر کے بہت سے تھسالوی شہر مغلوب
کر لئے تھے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اب یاسون کا دانت فارسالوس پر لگا
ہوا ہے، اور فارسالوس کے زیر کرنے کے بعد وہ تمام ملک تھسلی پر پورے طور سے
حاوی ہو جائیگا۔ یاسون نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ حتی الامکان وہ فارسالوس پر
بغیر لڑے جھگڑے قبضہ کرنا چاہتا ہے، لیکن اگر وہاں کے باشندوں نے
اُس کا کہانہ مانا تو وہ اُنھیں اطاعت کرنے پر مجبور کرے گا۔ فارسالوس والوں
کی نگاہیں اسپارٹا ہی کی طرف اُٹھتی تھیں، بلکہ خود یاسون نے اُنھیں اسپارٹا
سے مدد کی التجا کرنے کے لئے اجازت دے دی تھی۔ پولی داموس نے
یہ بھی صاف کہدیا کہ یاسون نہایت حوصلہ مند اور ہمت والا آدمی ہے، جسکا
مقصد یہ ہے کہ ایران جیسی سلطنت کو، جس کی کمزوریوں کا اندازہ دس ہزار
کی مہم سے ہوگیا تھا، زیر کر لے۔ ان سب باتوں کو سننے کے باوجود اسپارٹیوں
نے اپنی معذوری کا اظہار کیا، جس کے باعث پولیداموس کے فارسالوس
پہنچتے ہی اُس کے ہم وطنوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ یاسون تھسلی کا فرماں روا
تسلیم کر لیا گیا، اور اُس نے اپنی کامیابی کے بعد جو فوج منظم کی اُس میں آٹھ ہزار
سوار، بیس ہزار ہوپ لیت اور بے شمار ہلکے ہتھیار والے سپاہی تھے، اور
زینوفون کہتا ہے کہ اُن شہروں کا شمار کرنا جہاں سے یہ فوج آئی تھی خالی از دقت
نہیں ہے۔ یاسون کی سیادت میں تھسلی کا تاریخ عالم میں ایک ممتاز حیثیت پیدا
کر لینا ناممکن معلوم نہ ہوتا تھا۔[۵]

---

[۵] اسپارٹا میں پولیداموس، زینوفون، ۶، ۱، ۲۔ لیکوفرون کے لئے گروٹیس، تاریخ یونان،
۳ (۶)، ۳۲۸، ۴۶۶۔ یاسون، ایضاً، ۴۶۶ و ۴۶۴۔ صلح کے لئے زینوفون، ۶، ۲، ۱۔

باب ۱۰

تھسلی کے معاملات میں اسپارٹا نے مداخلت کرنے سے جو انکار کیا اُس سے اُس نے گویا یہ تسلیم کر لیا کہ وہ اب وقت واحد میں اپنے تمام دشمنوں سے لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ اس کے برعکس تھبز کی قوت اتھنزیوں کیلئے ناقابل برداشت ہوگئی، چنانچہ اتھنز نے اعیانیت پسند کالیاس کی وساطت سے اسپارٹا سے گفت و شنید شروع کردی اور آخرکار فریقین کے مابین ۳۷۱ ق م میں صلح ہوگئی۔ زینوفون تو صلح نامے کے شرائط کی بابت ساکت ہے، اور اُس کی جو تفصیل دیودورس نے دی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ۳۷۱ ق م کے صلح نامے سے خلط مبحث ہوگیا ہے۔ خیال یہ تھا کہ "سی نیدریون" یا مجلس حلفا کی منظوری پر تھبز بھی اتھنز کے حلیف کی حیثیت سے اُس پر دستخط کردے گا، لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ایسا ہوا بھی یا نہیں۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دیودورس ۱۵، ۳۸؛ مقابلہ کرو نون کشتران ۳ ۹ وغیرہ۔ تھسلی کے دستور سیاسی کے لئے دیکھو ہرمان: "مملکت قدیم" Hermann · Staatsalterth ص ۱۷۸۔

باب ہشتم

جنگ لیوکٹرا تک تھبز کی ترقی کا حال

اپامنونڈاس

سنہ ۳۷۴ ق م تا سنہ ۳۶۱ ق م

فریقین میں صلح ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اُن کے مابین از سرِ نو مخاصمت پیدا ہو گئی[1]

تموتیوس نے مغرب سے اپنے وطن مالوف کی طرف چلنے سے پہلے زاکینتھوس میں وہاں کے بعض جلا وطنوں کو اُتار دیا، جس کی وجہ سے اس جزیرے کی ذی اقتدار جماعت میں ایک عام ناخوشی کی لہر دوڑ گئی اور اُس نے اسپارٹا سے مدد کے لئے التجا کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز اسپارٹا کو اپنی کمزوریوں کا کافی احساس نہیں ہوا تھا، چنانچہ جب یہ خبر پہنچی تو اُس نے فوراً جنگ کا اعلان کر دیا۔ الغرض کورنتھ، لیوکاس، امبریسیہ، ایلیس، زاکینتھوس، اکائیہ، اپی دورس

[1] امن و امان کا خاتمہ، زینوفون ۶، ۲، ۳۔ اُن اسباب کے لئے جن کی بنا پر اسپارٹا نے اس قدر آسانی سے امن کو خیرباد کہا دیکھو فون شٹرن von Stern ۱۰۳۔ کورکائرا کی اہمیت کے لئے دیکھو زینوفون ۱، ۶، ۳؛ نیز اے ہیوک "کورکائرا کی شرکت اتیھنز کے دوسرے بحری اتحاد میں"

A Hoek Die Beziehungen Korkyras Zum Zweiten Athen Zeebunde ہیوزدم ۱۸۸۱ء۔

تھروسے زین، ہرمیو نے اور ہالی آئس کی مدد سے انھوں نے ساٹھ جہازوں کا ایک بڑا تیار کر کے کورکائرا روانہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ دیونی سیوس سے مدد کیلئے استدعا کی۔ اس مرتبہ بھی جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی عہد کی طرح امر مابہ النزاع یہ تھا کہ آخر بحیرۂ ایونیہ پر کس کی سیادت رہیگی، چنانچہ ہم یہ فرض کر لینے میں حق بجانب ہونگے کہ کورنتھیوں کی پیش بندی ہی لڑائی کے ازسرنو آغاز کا باعث تھی۔

الغرض حلیفوں نے جزیرۂ کورکائرا کا محاصرہ کرلیا۔ جب کورکائریوں نے ایتھنز سے مدد طلب کی تو انھوں نے پہلے تو تیمو دیوس ہی کو اس مہم کا سردار اعلیٰ بنایا لیکن اس نے تیاری ہی تیاری میں اپنا اتنا وقت گنوا دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی نظر میں مشتبہ ہو گیا، چنانچہ آخر کار اس کی جگہ ایفی کراٹیس کو سپہ سالار بنا کر ایتھنزیوں نے ستر جہاز اس کے ساتھ کر دیئے اور یہ بیڑا ۳۷۳ء ق م میں ایتھنز سے مغرب کی طرف چل دیا۔[۵۲]

اس طرف کورکائرا والوں کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ آخر کار انھیں ہتھیار ڈال دینے پڑیں گے۔ لیکن اسپارٹی افسروں کے طرز عمل میں اب بھی پہلے ہی کی طرح بہت سی خامیاں تھیں، چنانچہ اسپارٹی سپہ سالار مناسی پوس نے جب یہ دیکھا کہ کورکائرا والوں کو سر تسلیم خم کرنے کے سوائے چارہ ہی نہیں تو نہ صرف وہ بے پروائی برتنے لگا بلکہ اپنی فوج کے اجیر سپاہیوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرنی شروع کر دی کہ وہ بھی ناخوشی کے جوش میں اپنے فرائض سے غافل ہو گئے۔ کورکائرا والے اپنی شہر پناہ سے یہ سب دیکھ رہے تھے، چنانچہ وہ موقع پا کر یک بیک نہایت تیزی کے ساتھ نکل آئے اور ان میں اور اسپارٹیوں میں جو لڑائی ہوئی اس میں خود

---

[۵۲] دیو دوروس (۱۵، ۴۶، ۴۷) میں کورکائرا کی بابت چند عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں۔ اگر ہم فون شٹرن ۷۰ کا اتباع کریں تو ہمیں اس کا یہ خیال مسترد کرنا پڑے گا (۱۵، ۴۷) کہ ایتھنزیوں نے تیمو دیوس کو معزول کر کے ازسرنو اسے اپنے عہدے پر بحال کر دیا۔

باب ۴

مناسی یوس بھی کام آیا۔ جب اسپارٹیوں نے سُنا کہ ایفی کراتیس بھی اُن کے خلاف پیش قدمی کررہا ہے تو وہ فوراً اپنے جہازوں پر بیٹھے اور جلدی میں (زینوفون کے بیان کے مطابق) غلہ و شراب اور بہت سے بیماروں اور غلاموں کو وہیں چھوڑ کر وطن کی راہ لی۔ ایفی کراتیس نے مغرب کی طرف پیش قدمی کرنے کے دوران میں اور کورکائرا پہنچ کر جو انتظامات کئے تھے وہ اس قدر عمدہ تھے کہ زینوفون (جو ایسے امور میں رائے دینے کا اہل ہے) اپنے نامور اہلِ ملک کی فراست اور تدبر کی تعریف کے طومار باندھ دیتا ہے۔ اُس نے کورکائرا پہنچتے ہی دس سرقوسی کشتیوں کو، جو اُسی وقت مغرب سے آئی تھیں، گرفتار کرکے اپنے بیڑے میں ملالیا، اور خود اکارنانیہ اور کیفالونیہ جاکر وہاں سے معقول رقم بطور خراج وصول کی (۳۷۳ ق م)۔ اُدھر اتھنز میں (نومبر ۳۷۳ ق م میں) تموتیوس پر عدم ادائے فرائض کا الزام لگایا گیا لیکن وہ اپنے دوستوں یعنی یاسون ساکن فےرائے اور موٹوسی الکےتاس کی پیروی کے بعد آخر کار جملہ الزامات سے بری ہوگیا[1]

جہاں مغرب میں تمام امور اتھنزیوں کے لئے قابلِ اطمینان طرز پر طے ہورہے تھے وہاں خود اُن کی سرحد پر جو سیاسی کیفیت تھی وہ اُن کے لئے ہرگز مسرت افزا نہیں تھی، اس لئے کہ اس محاذ پر تھیبز جو بظاہر اُن کا حلیف تھا، اُن کے تردّدات میں بہت کچھ اضافہ کررہا تھا۔ تھیبز چھوٹی چھوٹی بیوتی بلدیات کو زیر کرنے کی فکر میں تھا، جن میں سے بعض اتھنزی سرحد پر واقع تھے، چنانچہ

---

[1] ایفی کراتیس تموتیوس کے برابر ہوشیار نہیں تھا۔ مقابلہ کرو یولی اے نوس ۳، ۹، ۲۰۔ تموتیوس کے مقدمے کے لئے فون شٹرل ۱۱۶۔ وہ ایک نہایت دولتمند شخص ہونے کے علاوہ سقراط اور افلاطون کا دوست بھی تھا، اور اگر اتھنزیوں کے دل میں اُسکے خلاف حسد کی آگ نہ بھڑکتی تو وہ قدیم روش کے مطابق سپہ سالار اور مدبر دونوں بن جاتا۔ دیکھو ملاحظات یونان Griech Bereds Blass ۲، ۹۴ وغیرہ۔ اور کلیس Cless کا مضمون پاؤلی کی "محیط المحیط" Pauly's Realenc جلد ۶، صفحہ ۲ میں۔

باب ۹

ایتھنز انھیں تھبز کے خلاف بطور حاجب کے استعمال کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تھبز محض اپنی کمزوری کو محسوس کر کے ایتھنز کی ہمنوائی کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ اُدھر پلاٹیا والوں نے اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر ایتھنز کو مامن بنا لیا تھا، اور اب تھسپیا کو بھی خطرہ محسوس ہونے لگا تھا[۴۷]۔ ساتھ ہی ساتھ فوکسیوں کے ساتھ جو اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کی دوستی کا دم بھرتے تھے تھبز نے چھیڑ خانی شروع کر دی تھی۔ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر ایتھنزیوں نے یہ سوچا کہ موجودہ صورت حال قائم رہنے کے بجائے یہ بدرجہا بہتر ہو گا اگر ایک عام صلح کر لی جائے۔ سب سے پہلے اُس نے اسپارٹا سے گفت و شنود کا تہیہ کیا اس لئے کہ جب یہ دو بڑی بڑی دولتیں باہم اتحاد کریں گی تو پھر ایتھنزیوں کے خیال کے مطابق باقی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بہ آسانی صلح پر آمادہ ہو جائیں گی اور اس طرح خود اسپارٹا پر اس طرز عمل کی اہمیت عیاں ہو جائیگی۔ الغرض ایتھنز نے ۳۷۱ ق م میں خود پیش قدمی کر کے نہ صرف اپنے سفرا کو اسپارٹا روانہ کر دیا بلکہ تھبز سے بھی اپنے سفرا اسپارٹا روانہ کرنے کی تحریک کی۔ ایتھنزی سفیر کالیاس (جس نے دو سال پہلے بھی صلح کرانے میں حصہ لیا تھا) اوتوکلیس ، ڈیموسٹراتوس اور (سرانبوہ) کالیسٹراتوس تھے۔ غالباً تھبزیوں کے سفیاب میں سب سے پہلے توکالیاس نے اپنا تعارف اس طرح کرایا کہ اُس کے جدامجد ترپتولیموس اور ہرقل کے مابین رشتہ داری تھی جس کے باعث گویا اس کا نسلی تعلق اسپارٹا سے تھا۔ بعدازاں اوتوکلیس اُٹھا اور اُس نے کہا کہ اسپارٹا کا طرز عمل اس خود مختاری کے اصول کے بالکل منافی ہے جو ہر یونانی کا جزو ایمان ہے، اور خود اسپارٹا بھی اس اصول کا متعدد مرتبہ اعلان کر چکا ہے۔ اوتوکلیس نے

[۴۷] پلاٹیا پر ۳۷۲ ق م کے موسم سرما میں قبضہ ہوا ہو گا، دیکھو فون شٹرن ۱۱۸۔ یہی مصنف یہ بھی فرض کر لیتا ہے کہ (ص ۱۱۹) کہ اسی زمانے میں تھبز نے تھسپیائے پر قبضہ کر کے اُس کے باشندوں کو مختلف قریوں میں تقسیم کر دیا تھا، اور اس طرح وہ زینوفون ۶، ۳، ۷ کا پوسانیاس ۹، ۱۴، ۲ سے تطابق کرتا ہے۔

باب ۴

کہا کہ اسپارٹا کے جدید طرزِ عمل کے باعث یونان میں اُس کے بہت سے نئے دشمن پیدا ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد کالیسٹرانوس کی باری آئی جس نے اپنی تقریر میں صورتِ حال کے عملی پہلو پر زور دیکر کہا کہ اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کے لئے صلح کرنا ہی بہتر ہوگا تاکہ وہ ایک دوسرے کی دستبُرد سے محفوظ رہ سکیں، ایک خشکی پر دوسرا سمندر پر۔ قصہ مختصر یہ کہ کوُرکائرا کے تلخ تجربے کے بعد اسپارٹا نے صلح ہی کرنا مناسب سمجھا، چنانچہ فریقین کے مابین یہ طے ہوا کہ صلح نامۂ شہنشاہی میں جن یونانی بلدیات کو آزادی مل چکی ہے ان سب کی آزادی کا از سرِ نو اعلان کر دیا جائے، ساتھ ہی ساتھ اسپارٹا نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان تمام ہارموستوں کو جو اس وقت مختلف بلاد میں برسرِ اقتدار ہیں، واپس بلالیگا اور اپنے بیڑے اور افواج کو جو غیر ممالک میں مقیم ہیں، واپسی کا حکم دیدے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ اگر کوئی مملکت ان شرائط کی خلاف ورزی کرے تو اُس پر مشترکہ فوج کشی کی جائے۔ جیسا خیال تھا، اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کی باہمی صلح کے بعد جملہ یونانی مملکتوں نے اُن کا اتباع کیا، اور صلح نامے پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے اور اُس کی تعمیل کا حلف لینے کی رسم ہی باقی رہ گئی۔ اب ایک طرف تو اسپارٹیوں نے اس فرض کو اپنی اور اپنے حلیفوں کی طرف سے پورا کر دیا؛ دوسری جانب ایتھنزیوں اور اُن کے حلیفوں نے اپنی اپنی طرف سے حلف لیا، جن میں تھبزی بھی تھے۔ لیکن دستخط کرنے کے دوسرے روز تھبزیوں نے یہ اجازت چاہی کہ وہ صلحنامے پر اپنے دستخطوں کے بجائے "تھبزی" کے "بیوتی" لکھ دیں، لیکن اگے سی لاؤس نے انھیں اس قسم کی اجازت دینے سے قطعی انکار کر دیا، جس پر تھبزیوں نے اسپارٹا کو چھوڑ کر اپنے وطن کی راہ لی، اور باقی ماندہ دوَل نے صلح کے درہم و برہم کرنے کا ان ہی پر الزام لگایا۔[۵]

---

[۵] اسپارٹا کی صلح کانفرنس۔ دیکھو، حصوصًا فوان ستُرن ص ۱۲۳ وغیرہ۔ ہماری سند ریذفون ہے اور پلوٹارک محض اُس کی ترئین پر اکتفا کرتا ہے۔ پہلے دن تو تھبزیوں نے ایتھنزی لیگ کے ارکان کی حیثیت سے دستخط کئے، لیکن دوسرے دن کچھ سوچ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے لئے "تھبزی" کے بجائے "بیوتی" ہی لکھنا بہتر ہوتا، اور یہ مطالبہ کیا کہ انھیں اس تبدیلی کی اجازت

باب ۸

یہ کارروائی بہت سی باتوں کے اعتبار سے عجیب و غریب تھی۔ تھبزیوں کو دستخطوں میں تبدیلی کی اس وجہ سے اجازت نہیں دی گئی تھی کہ اسپارٹیوں کے خیال کے مطابق اگر وہ اپنے ناموں کے بعد بجائے "تھبزی" کے "بیوتی" لکھ دیتے تو گویا اُن کی سیادت بیوتیہ مسلمہ ہو جاتی، اور یہ ایک ایسا امر تھا جس کے اسپارٹا اور ایتھنز دونوں روادار نہ تھے۔ علاوہ ازیں اگے سی لاؤس کو یہ امید تھی کہ اگر تھبزیوں کی سختی کے ساتھ مخالفت کی گئی تو وہ ضرور صلح نامۂ شہنشاہی کے موقع کی طرح اس مرتبہ بھی سر تسلیم خم کر دیں گے۔ لیکن اس مرتبہ ایک طرف تو تھبز پہلے سے کہیں زیادہ قوی تھا اور اپنی مستقل مزاجی کا ثبوت دینے پر گویا تلا ہوا تھا، دوسری جانب اسپارٹا کی قوت میں انحطاط پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تھبز کے سربرآوردہ مدبروں نے تمام و کمال بیوتیہ کو مغلوب کرنے کا گویا تہیہ کر لیا تھا۔

الغرض تھبز بھی ترقی کی اُسی شاہراہ کو طے کرنا چاہتا تھا جس پر اس سے پہلے اسپارٹا اور ایتھنز گزر چکے تھے اور یہ صرف اسی طرح سے ممکن تھا کہ وہ تمام بیوتیہ پر قابض ہو جائے۔ چونکہ بیوتی شہر ایک ایسی وحدت کے رکن تھے جن کے مابین شرز بیشتر یک رنگی پائی جاتی تھی، اس لئے یہ امر بالکل قرین قیاس تھا کہ اگر وہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ دی جائے۔ لیکن اسپارٹا کو یہ تبدیلی مطلق پسند نہ تھی۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب تھبزیوں کو صلح نامۂ شہنشاہی پر تمام بیوتیوں کی طرف سے دستخط کرنے کی اجازت مل چکی تھی (زینوفون ۵، ۱، ۳۲؛ دیکھو اسی کتاب کے باب ۴ کی یادداشتیں) تو پھر اسپارٹا اس مرتبہ کیوں سدِّ راہ ہوا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انھیں صرف اس شرط پر اجازت دی گئی تھی کہ وہ بیوتی معاملات میں دخیل نہیں ہوں گے، اور اس مرتبہ وہ اس پر رضامند نہیں تھے؛ تھبزیوں کے طرز عمل کی اس تبدیلی کی وجہ سے اسپارٹیوں کا طرز عمل صحیح معلوم ہوتا ہے۔

صلح کے قیام کے نگراں "لو لو میتوئس" تھے (ریوحولی ۶، ۳، ۱۸)، اور کسی کو جبر کا خیال بھی نہیں تھا۔

بیوتیہ کی مرکزیت کیلئے دیکھو گلبرٹ "ممالک قدیمہ" Gilbert : Staatsaltert ۲، ۵۰۔

باب ۶

دنیا میں نام پیدا کرنا چاہتے ہیں تو انھیں پہلے سے بھی زیادہ اتحاد کا نمونہ قائم کرنا چاہئے یعنی دوسرے الفاظ میں انھیں تھبز کی زیردستی کو پہلے سے بھی زیادہ قبول کرلینا مناسب ہے، اور بلاشبہہ نہ صرف اُن منفرد شہروں کا بلکہ خود بیوتیہ کا مفاد بھی اسی طرزِ عمل میں مُضمر تھا۔ لیکن اگر یہ بلدیات اس پر راضی نہ ہوں اور اپنے قدیم حقوق کی مضبوطی کے ساتھ گرفت کئے رہیں پھر بھی یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ انھوں نے اپنے اس فعل سے اُن اُصول کو خیرباد کہدیا جو یونانیوں کے لئے سرمایۂ ناز تھے، اور اگر تھبزیوں نے ہتھیار اُٹھائے تو دیگر یونانیوں کی نگاہ میں وہ ایسے حقوق کے پائمال کرنے کے مرتکب ہوئے جو گویا اُن کی گھٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تسخیر اکثر بالجبر ہی عمل میں آتی ہے، اور اگر مغلوب زبردست ہتھیار ڈال دیتا ہے تو جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے معاملہ بالکل مختتم ہوجاتا ہے لیکن اگر وہ ہتھیار نہ ڈالے تو بھی ہم اسے کم از کم برسرِ ناحق نہیں کہہ سکتے۔ حالات مذکورۂ بالا میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تھبز کلیۃً حق پر تھا۔ اگر اورخومینوس اور پلاٹیہ کے باشندے اُس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوگئے تو اس سے بلاشبہہ بیوتیہ کے اقتدار میں ضرور اضافہ ہوگیا، لیکن اس سے اتحادِ یونان کا خیال کوسوں دور چلا گیا۔ اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے تھبز کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرلیا، اور موخرالذکر مملکت کے لئے یہ ناممکن ہوگیا کہ ان دونوں پر غلبہ حاصل کرے، جس کے باعث ایک ایسا بیوتیہ جو جبراً و قہراً متحد کیا گیا ہو، یونان کے انحطاطِ مزید کے لئے گویا آلہ بن گیا۔ جو لوگ تھبزیوں کے طرزِ عمل کے موئید ہیں وہ اپامینونداس کے اعلےٰ و افضل خصائل پر استدلال کرتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ کسی فردِ واحد کے عادات و اطوار ملک کا مستقبل درخشاں نہیں بنا سکتے۔ اس کے علاوہ یونان میں یہ قاعدہ تھا کہ تبدیلی دستور کے ساتھ ہی مغلوب فریق کے ارکین یا تو جان سے مار ڈالے جاتے یا جلاوطن کردئے جاتے تھے۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بیوتی شہروں کے وہ باشندے جو سیاسیات و تمدن کے میدان میں اپنے ملک کے درخشاں عہد کی داستان سے اپنی یاد تازہ کرلیتے تھے (دیکھو اسی کتاب کا باب ۶)، اگر تھبز کے طرزِ عمل کی مخالفت پر آمادہ تھے

باب ۵

تاہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا یہ فعل اُن کی کجروی پر مبنی تھا؛ اور وہ یونانی جو تھیبز کو بیوتیہ کا سردار بنانے کے خواہاں نہ تھے اُن پر تھیبزیوں کے دعاوی کو مسترد کرنے کے باعث دشمنان ملک ہونے کا الزام کسی طرح پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔

تھیبزیوں کے منصوبوں کو روکنے کا کام اسپارٹا نے اپنے ذمّے لے لیا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس نے اور ایتھنز نے صلحنامے کی تعمیل کرنے میں مطلق کوتاہی نہیں کی۔ مثلاً مؤخر الذکر نے ایلفیکراتیس کو واپس بلا کر وہ سب مال غنیمت واپس کر دیا جو صلح نامے کی توثیق کے بعد اُس کے ہاتھ لگا تھا۔ اسی طرح سے اسپارٹا نے اپنے وعدے کے مطابق اپنے ہارموست واپس بلا لئے۔ لیکن کلیومبروتوس ابھی تک اسپارٹی لشکر لئے ہوئے تھیبزیوں کی سرکوبی کی غرض سے فوکس میں پڑا ہوا تھا، اور اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آیا اسے اسپارٹا واپس جا کر لانا، یا تھیبز کے خلاف مہم سر کرنی چاہیئے یا نہیں۔ جب اس مسئلے کے حل کے لئے کلیومبروتوس نے اسپارٹا سے ہدایات طلب کیں تو وہاں کے ایک شخص مسمی پروتھوئس نے یہ صلاح دی کہ کلیومبروتوس کی فوج فوراً برخاست کر دی جائے، حلیفوں کے چندے کا روپیہ بتکدۂ ڈیلفی میں جمع کر دیا جائے اور اگر تھیبزی دوسرے یونانیوں کو ایذا پہنچانے سے گریز نہ کریں تو ایسی حالت میں اُن کے خلاف فوج کشی کی جائے۔ لیکن اسپارٹیوں نے اس رائے کو ماننے کے بجائے یہ طے کیا کہ اگر تھیبزی بیوتیوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑیں تو بلا توقف اُن کی سرکوبی کرنی چاہیئے۔ زینوفون کا یہ بیان ہے کہ انھوں نے یہ قرارداد محض وسوسۂ شیطانی سے مغلوب ہو کر منظور کی تھی، اس کے ساتھ ہی ساتھ زمانہ حال کے مورخ بھی اسپارٹا کے اس فیصلے کو خلاف انصاف تصوّر کرتے ہیں، اور ان کا یہ خیال ہے کہ اسپارٹا کو پروتھوئس کی تجویز پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن رسمی نقطۂ نظر سے اسپارٹا کا طرزِ عمل بالکل صحت پر مبنی تھا؛ اُس نے اپنی فوج کو واپس بلانے کا حکم بھیج دیا، لیکن ظاہر ہے کہ اگر راستے میں اُسے ایسے یونانیوں سے دو چار ہونا پڑا جو شرائط صلح نامہ کے خلاف دوسروں پر ظلم ڈھا رہے ہوں، اور اس کی پاداش میں اُن کی سرزنش کی گئی تو اُس سے نہ تو الفاظ عہد نامہ کی

باب

خلاف ورزی ہو گی نہ روانیِ اصول کی۔ بلاشبہ زمانۂ مابعد میں اسپارٹا کف افسوس ملتے ہوں گے کہ آخر انھوں نے ایک طاقتور لشکر بھیج کر معترضوں کا منھ کیوں نہ بند کر دیا کسی شیطانی وسوسے کی وجہ سے اسپارٹا نے قواعد کی خلاف ورزی کی ہو یا نہ کی ہو، اس میں شبہ نہیں کہ انھیں فریق ثانی کی قوت و جبروت کا بہت ہی کم اندازہ ہوا۔ الغرض کلیئندروس نے تھبزیوں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے بیوتیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور جب اُسے انکاری جواب ملا تو اُس نے فوراً بیوتیہ پر حملہ کر دیا۔ وہ پھسلی کے راستے ہو کر بندرگاہ کریوسس کی طرف اس خیال سے چلا کہ کہیں دشمن اُس کے اور پیلوپونیز کے مابین حائل نہ ہو جائے۔ اس بندرگاہ پر پہنچتے ہی اُس نے بارہ تھبزی سطیقہ جہاز گرفتار کر لئے اور اسکے بعد وہ مقام لیوکترا دشمن کے انتظار میں ٹھہر گیا۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں تھبزی سپہ سالار اپامینونداس نے غیر فانی شہرت حاصل کی۔

اپامینونداس سنہ ۴۲۰ ق م کے قریب ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا تھا جو گو زیادہ امیر تو نہ تھا لیکن شہر میں اُس کا اثر ضرور تھا۔ اُس کا مزاج قدرتی طور پر نہایت شائستہ واقع ہوا تھا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُسے فن موسیقی سے خاص طور پر ذوق تھا، چنانچہ قدما کی تصانیف میں اُن اُستادوں کے نام ملتے ہیں جنھوں نے اسے ستار نوازی اور رقص و سرود کی تعلیم دی تھی۔ وہ سکندر اعظم کی طرح کشتی جیسی ورزش کو ناپسند کرتا تھا اور اُس کی جگہ دوڑ دھوپ کو ترجیح دیتا تھا۔ اُس نے فیثاغورس کے ایک پیرو لی سس ساکن تارنتوم سے فلسفے کا درس لیا تھا، اور اُس کے دل میں اپنے اُستاد کی اتنی قدر پیدا ہو گئی تھی کہ اُس نے نہایت اصرار سے اُسے اپنے مکان میں مستقل مہمان بنا لیا تھا۔ یہ درس اُس کے ذاتی اوصاف کی پختگی اور نفاست کے لئے نہایت اہم ثابت ہوا، اس لئے کہ اغلباً اسی کے باعث اُس کے اطوار میں وہ شرافت اور انسانیت کا جذبہ پیدا ہو گیا جس کی مدح سرائی سے قدما کبھی نہیں تھکتے۔ جو کچھ اُس کے ذاتی خصائل بیان کئے جاتے ہیں یعنی سنجیدگی و حلم، کلام میں ایک طرح کی کشش، حق کی محبت، تھبزیوں کی بہتری کے لئے کوشاں ہونا، ان سب کو جب ہم پیش نظر رکھتے ہیں تو اُس کے اور

باب ۲

فارقلیس کے مابین بہت کچھ مشابہت معلوم ہوتی ہے، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ان تمام اوصاف کے ساتھ ہی ساتھ نہ صرف یونانی سپہ سالاروں میں عظیم ترین بلکہ دُنیا کے عالیشان فوجی رہنماؤں میں سے ایک تھا تو وہ ہماری نظر میں فارقلیس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ ایک اور معاملے میں بھی وہ اس اتھنزی مدبر سے زیادہ خوش قسمت تھا، یعنی اُس کی مجلس مشورت اور میدان جنگ دونوں میں اُس کا دلی غمخوار اور دوست "قشون مقدس" کا سپہ دار پیلوپیداس موجود رہتا تھا، جو نہ صرف اپنے عہد کی بنا پر بلکہ عملی جنگی خدمت کے باریک سے باریک پہلوؤں سے واقفیت کی وجہ سے بھی ایپامینونداس کے عظیم الشان منصوبوں کی پشت پناہی کرنے کا حد درجہ اہل تھا۔ یہ ایپامینونداس اور پیلوپیداس ہی تھے جنھوں نے کم و بیش وزنی بیوتی اوصاف میں کیفیت تموّج پیدا کر کے انھیں تیز رو بنا دیا جس سے بعض نہایت درخشاں نتائج ظہور پذیر ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے بہت ہی کم اشخاص قدیم و جدید دُنیا میں نظر آتے ہیں جن کی بابت اتنی ہی متفق طور پر تعریف و توصیف کی جاتی ہو جیسی ایپامینونداس کی کیجاتی ہے۔ سکندر اعظم کے ذاتی خصائص بھی ایپامینونداس کی طرح نفیس تھے، لیکن وہ اپنے ماحول کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا، چنانچہ اُس کی بعض حرکات نہایت بیہودہ تھیں، اور ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ چوتھی صدی ق م کے بہترین یونانی خصوصیات کا ایپامینونداس ہی مظہر ہے۔ اُس کی یہ آرزو کہ تعمیر دُنیائے یونان میں ایک طاقتور مملکت بن جائے ایک نہایت قابل تعریف آرزو تھی، اور اُس نے اس مقصد کے حصول کے لئے جو طریقے اختیار کئے وہ سب کے سب تمام دوسرے یونانی سیاسی رہبروں کے طریقوں کی طرح زبردست تھے، اور دُنیائے یونان کی عام ترقی کی طرف اُس کی توجہ کم از کم اتنی ضرور تھی جتنی اگے سی لاؤس اور دیموس تھنیس جیسے سیاسی رہبروں کی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یونان کے تخیل کے مطابق یونان کا حقیقی مفاد مختلف مملکتوں کی آزادی کے برقرار رکھنے پر ہی مشتمل تھا۔[۵۹]

۵۹ ایپامینونداس ۔ زمانۂ حال کے مصنفوں کی تصانیف: ڈیومنیل: سیاسیات ایپامینونداس کی

باب

زینوفون کا یہ بیان پڑھنے کے وقت کہ ابتدا ہی سے شگون اور علامات اسپارٹیوں کے خلاف نظر آرہے تھے، ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب کچھ جنگ کے بعد ہی لکھا گیا تھا؛ لیکن اس کا یہ بیان غالباً صحت پر مبنی ہے کہ اسپارٹیوں نے دوپہر کا کھانا کھا کر اور شراب و کباب سے خوب سیر ہو کر لڑائی شروع کی؛ نیز اس میں بھی شبہہ کی گنجائش نہیں کہ تھبزی سوار پیلوپونیزی سواروں سے کم نہیں تھے۔ علاوہ ازیں جب پیلوپونیزی حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھے تو انھوں نے اپنے ہلکے ہتھیاروں والے سپاہیوں کے ذریعے سے دشمن کی فوج کے اس حصے کو پیچھے ہٹا کر جو میدان جنگ سے جا رہا تھا، دشمن کے لشکر کے وسط میں جا ملایا جس کے باعث بیوٹیوں کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن تھبزی فتح کا سب سے بڑا سبب اُن کی فوج کی صف آرائی اور اُن کے حملہ کرنے کا طرز تھا۔ درانحالیکہ اپنی قدیم رسم کے مطابق پیلوپونیزی صف کے عمق میں ہر جگہ بارہ بارہ سپاہی ایستادہ تھے، اپامینونداس نے اس خیال سے کہ مبادا حملے کا بار اُسی پر پڑے اپنا بایاں بازو نہایت طاقتور کر لیا تھا، اور اس کے عمق میں پچاس پچاس سپاہی کھڑے کر دئے تھے۔ ہم (اسی کتاب کی جلد ۲، باب ۲۳ میں) دیکھ چکے ہیں کہ جنگ ڈیلیوم کے موقع پر تھبزی عمق میں پچیس پچیس سپاہی کھڑے تھے۔ اپامینونداس کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اصلی قیمت" Du Mesnil . Ueber der Werth der Politik des Epaminondas, جریدۂ تاریخی Histor, Zeitschr سنہ ۱۸۶۳ء

بومتو: "سوانح عمری اپامینونداس" Pomtow . Leben des Epaminondas برلن سنہ ۱۸۷۰ء۔

پیلوپیداس کے لئے فاتر "سوانح عمری پیلوپیداس" سالنامہ لسانیات، تتمہ سنہ ۱۸۴۲ء Vater Leben des Pelopidas, N Jahrb f Phil, Supplementbund VIII, 1842,

* یاد رکھنا چاہیئے کہ تھبز اور باقی ماندہ بیوٹیہ کے باہمی تعلقات، تھبز و انجمن یا اسپارٹا و لقونیہ کے باہمی تعلقات سے بالکل مختلف تھے؛ در حقیقت یہ ہے کہ تھبز یا اٹیہ اور ارلارخومینوس والوں کے ساتھ وہی کام کرنا چاہتا تھا جو اسپارٹا نے مسینیہ والوں کے

باب ۸

مقصد یہ تھا کہ دشمن کے لشکر کے بہترین حصے کو، کلیو مبروتوس کی سرکردگی میں
دائیں جانب مقیم تھا محض اپنے حملے کے زور سے شکست دے کر میدان سے
بھگا دے۔ تنظیم لشکر کی اس شکل کو ترچھی یا میخ نما طرز کہتے ہیں، اس لئے کہ
پیش قدمی کرنے والا حصہ گویا میخ کی طرح دشمن کی صف میں جا گھستا ہے، اور
گو اس کی بنا ایک عمدہ اصول پر ہوتی ہے، لیکن اس کی تکمیل کے لئے ایسے
سپہ سالار کی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے جو موجودہ صورت حال کو اچھی طرح
سمجھتا ہو اور یہ صفت یونان کی شہری فوج میں بہت ہی کم پائی جاتی تھی۔ یونانی
شہری سپاہی صف بستہ پیش قدمی کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے،
اور ان کے کماندار بھی اس میں ان کی رہبری کرنے کے اہل تھے، لیکن یہ اصول
کہ ہراول کا ایک حصہ تو آگے بڑھ جائے اور دوسرا حصہ اپنی جگہ ساکت رہے،
یعنی دوسرے الفاظ میں یہ کہ لشکر کا کمزور حصہ دشمن کے تقدیمی حصے یا پیشقدمی
کرنے والا حصہ دشمن کے حیاحی حملے کا نشانہ بنا رہے، یہ ایک ایسا امر تھا
جس کا خیال نہ تو کسی یونانی سپہ سالار کے دل میں جاگزیں ہو سکتا تھا نہ وہ
اسے پورا ہی کر سکتا تھا، اس لئے کہ اس کی قابلیت اور معمولی ہوسلیت
کی تادیبی کیفیت دونوں اس کے لئے کافی نہ تھیں۔ یہ تھیبز کی خوش قسمتی
تھی کہ اس کے سپاہیوں میں تنظیم اور اس کے سپہ سالار میں فطری قابلیت
دونوں چیزیں موجود تھیں۔ الغرض تھیبزیوں نے حملہ کیا اور لڑائی میں پلوپیداس
اور اس کے "فشون مقدس" نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئے، خود
کلیومبروتوس اور اس کے ۷۰۰ سپاہیوں میں سے ۴۰۰ کام آئے اور تھیبزیوں
کے سر کامیابی کا سہرا رہا۔ لیکن شکست کے باوجود اسپارٹی فوج خاصی ترتیب
و تنظیم کے ساتھ اسی فوجی پڑاؤ کی طرف ہٹ گئی جہاں سے وہ چلی تھی مشکل یہ پڑی
کہ اس میں اب اتنی قوت باقی نہ رہی تھی کہ وہ از سر نو پیش قدمی کر کے اسپارٹی
مردوں کی نعشیں حاصل کرے، چنانچہ اس نے ایک نقیب کو دشمن کی طرف
روانہ کر کے اس سے نعشوں کے حصول کی استدعا کی، چونکہ یونانی قواعد جنگ
کے مطابق اسپارٹیوں کا یہ عمل ان کی شکست کے مترادف تھا، اس لئے

باب

تھبزیوں نے میدان جنگ میں اپنی فتح کی ایک یادگار نصب کی اور اُس کی اطلاع
ایتھنز اور یاسون ساکن فیرائے کو بھی روانہ کر دی[1] لیکن ایتھنزی تھبزیوں کی
اس کامیابی پر خوش نہیں ہوئے، چنانچہ ایتھنزی مجلس نے نہ تو تھبزی اطلاع کا
کوئی جواب دیا اور نہ سفیروں کو معمول کے مطابق دعوت عامہ میں مدعو کیا گیا۔
یاسون ایک لشکر لے کر بیوتیہ پہنچا، لیکن جب تھبزیوں نے اُس سے اسپارٹا
کے خلاف اتحاد کرنے کے لئے کہا تو اُس نے صاف انکار کر دیا اور اُسکے بجائے
انھیں دشمن سے وقتی صلح کر لینے کی صلاح دی، جس پر فریقین نے عمل کیا اور
اسپارٹیوں کو اپنے وطن پلٹ جانے کی اجازت مل گئی۔ لیکن بجائے تھبزیوں کے
حلف کے وہ اپنی سرعت رفتار پر زیادہ اعتماد کر کے دوسری ہی شب کو واپس
ہو گئے۔ اسپارٹیوں نے تمام توقعات کے خلاف اس شکست کی مصیبت کو

[1] جنگ لیوکترا پر فون شطرن نے نہایت مفصل بحث کی ہے (۱۳۳)۔ اسے دیودوروس کے بیان
(۵۶،۱۵) کی جو تنقید کی ہے (۱۳۲) اسکی بابت ہمارا خیال ہے کہ محض یہ واقعہ کہ افیوروس نے ایک تاریخ عالم
پر قلم اُٹھایا تھا اس مفروضے کا سد باب نہیں ہے کہ دیودوروس نے یہ مفصل بیان افیوروس سے
اخذ کیا ہوگا، اسلئے کہ درحقیقت یہ دیودوروس ہی تھا جس نے پہلی مرتبہ بالاستقلال تاریخ عالم لکھی۔ پولی بیوس
کی تنقید (۱۲، ۲۵) سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ افیوروس نے نہایت مفصل کیفیت قلمبند کی ہے۔ مناسب
ہے کہ ہم اُس بیوتی بیان کو تسلیم کر لیں جسے فون شطرن نے دیودوروس کے ابواب ۱۵، ۵۴
کا ماخذ قرار دیا ہے جس میں جنگ کے پیش خیموں کا ذکر ہے؛ لیکن جب ہم نفس جنگ پر آتے ہیں
تو (ابواب ۵۵، ۵۶) وہاں ہمیں دیودوروس کا معمولی طرز بیان نظر آتا ہے جس کا ماخذ اغلباً
افیوروس ہوگا۔

پوسانیاس ۴، ۲۶ کے مطابق جنگ لیوکترا کے بعد بھی تھبزیوں نے ان مسینیوں کو جو افریقہ، سسلی
اور اٹلی میں رہنے لگے تھے، اپنے وطن مالوف آنے کی دعوت دی لیکن
فون شطرن کہتا ہے کہ دور اندیشی کا یہ طرز عمل بعید از قیاس معلوم ہوتا
ہے۔

نیز مقابلہ کرو گروٹیوس، "تاریخ یونان" ۳ (۶) ۲۹۲ تا ۲۹۳۔

باب ۱ نہایت بہادرانہ طور سے برداشت کیا جس سے یہ محسوس ہونے لگا کہ اسپارٹیوں میں پرانا دم خم باقی ہے۔ جب یہ خبر اسپارٹا پہنچی تو اُس وقت گیمنوپی ڈیا* کا شادی آمیز میلا ہو رہا تھا اور لوگ نہایت شوق سے لڑکوں کا ناچ اور اُن کے کرتبوں کو دیکھ رہے تھے؛ لیکن ایفوروں نے یہ حکم دیا کہ یہ میلا برابر جاری رہے اور اس دلخراش خبر کا لوگوں کی شادمانی اور خوشی پر مطلق اثر نہ پڑے۔ لڑائی میں جو لوگ مارے گئے تھے اُن کی بیواؤں نے مطلق آہ و بکا نہیں کی، اور چونکہ مرنے والوں نے اپنے ملک پر جان قربان کی تھی اور زندہ رہنے والوں کو شہادت نصیب نہیں ہوئی تھی اس لئے شہیدوں کے اعزا و اقربا سڑکوں پر خوش و خرم پھرتے نظر آتے تھے اور باقی شہری مغموم دکھائی دیتے تھے جس سے غیر ملکی انگشت بدنداں تھے۔ قصہ مختصر اگے سی لاؤس کے بیٹے آرخی داموس کو حکم ملا کہ وہ (اسپارٹی فوج کی حفاظت کی غرض سے) معمر سپاہیوں کو لے کر (جن کی عمریں ساٹھ سال سے متجاوز نہوں) بیوتیہ جائے، اور راستے میں اُس کے ساتھ تی گیا، لمن تی نیہ، کورنتھ، سیکیون، فلیوس اور اکائیہ کے سپاہی بھی ہو گئے۔ آرخی داموس کو لیوکترا سے واپس آتی ہوئی فوج مگارا کے شہر ائی گوس تھینا میں ملی؛ اسے ساتھ لیکر وہ فوراً کورنتھ پہنچا اور وہاں اپنی فوج کو برخاست کر دیا۔

اخلاقی حیثیت سے جنگ لیوکترا کچھ کم اہم نہ تھی۔ اول تو اسپارٹا جیسی مملکت کو کھلے میدان میں نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ بظاہر تو اسپارٹیوں نے اپنا فوجی مرکز چھوڑ کر دشمن پر حملہ کیا اور باوجود پسپائی کے وہ اپنے پڑاؤ پر برابر قابض رہے اور اس کے بعد خود ہی میدان جنگ چھوڑ کر چلے گئے؛ اور اگر انھوں نے اُس اجازت سے فائدہ نہ اُٹھایا ہوتا جو تھبزیوں نے نہایت عقلمندی و فراست سے انھیں دی تھی تو ممکن ہے کہ آرخی داموس کی موجودگی سے میدان جنگ میں کایا پلٹ ہو جاتی لیکن اُنکی خود اعتمادی پر دفعتہ آ جانے کی وجہ سے جنگ کے اخلاقی پہلو نے اہمیت اختیار کر لی۔ بلاشبہ انھیں اب بھی بہت کم طاقت باقی تھی اور خود اسپارٹا کی حفاظت سے اُنکی قوت مدافعت کا پتا ملتا ہے؛ لیکن تمام یونان کے لئے جو امر قابل لحاظ تھا وہ یہ تھا کہ اب وہ اپنے آپ کو پیدائشی فاتحین کا

---

* یہ ایک سالانہ میلا تھا جس میں برہنہ لڑکے ناچتے اور طرح طرح کے کرتب کرتے تھے۔ (مترجم اردو)

باب ۶

لقب نہیں دے سکتے تھے، اور اس احساس کا اثر دُنیائے یونان پر عظیم الشان پڑا۔ خود فاتحوں کے نقطۂ نظر سے بھی جنگ لیوکترا کچھ کم اہم نہ تھی۔ تھبزیوں کے ہاتھ میدان محض اُن کی ذاتی بہادری کے سبب سے رہا تھا، اور اس کامیابی میں ،جیر سپاہیوں کا مطلق دخل نہ تھا۔ اس سے دُنیائے یونان میں ایک جدید قوت محسوس ہونے لگی جو اسپارٹیوں کی سطوت کے ہم پلہ تھی اور جس نے یونانیوں کے افسانہائے شجاعت میں گویا چار چاند لگا دئے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ دُنیا کو ایک ایسے سپہ سالار کا انکشاف ہوا جس کا ثانی خود اسپارٹا میں کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

تھبزیوں کی کیفیت عنفوان شباب کی سی تھی؛ ان کے جوش کی کوئی انتہا نہ تھی، وہ اپنے آپ کو حق بجانب تصور کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم حق کے لئے لڑ رہے ہیں؛ ان کی تادیبی اور تنظیمی کیفیت کی سطح نہایت ارفع و اعلیٰ تھی اور اُن کے سپہ سالار کا دنیائے معلوم میں کوئی ثانی نہ تھا۔ گویا ایک ایسے نوجوان کی مانند تھے جس کا شباب زوروں پر ہو؛ اور انھوں نے ایسے اسپارٹا کے خلاف ہتھیار اُٹھائے تھے جو نہ صرف معمر ہونے کی وجہ سے رو بانحطاط تھا بلکہ جسکی آبادی بھی خطرناک طرز پر روز بروز مائل بہ تنزل تھی۔

باب نہم

معاملات پیلوپونیز و مقدونیہ میں تھبز کی مداخلت

میگالوپولس۔ مسینے

۳۷۱ ق م تا ۳۶۲ ق م

آرخی داموس کے پیلوپونیز واپس چلے جانے پر ایتھنزیوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اسپارٹی قوت کا انحطاط ہر چند فی نفسہ خوش آئند نہ ہو لیکن اس سے انھیں اپنے اقتدار میں اضافہ کرنے کا ایک نہایت نفیس موقع مل گیا ہے۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو اب بھی ایتھنز کا درجہ اسپارٹا سے کمتر تھا، اس لئے کہ جہاں صلح نامۂ شہنشاہی کا حلف ایتھنز کے دوستوں نے علیحدہ علیحدہ لیا تھا وہاں اسپارٹا نے اپنے جملہ ساتھیوں کی نمائندگی کی تھی۔ اب خیال یہ ہوا کہ اگر اس جدید عہد نامے کا حلف جملہ پیلوپونیزیوں نے جدا جدا لیا تو اس سے اسپارٹا کے اثر میں کچھ نہ کچھ کمی ضرور آجائیگی اور اسی مناسبت سے ایتھنز ہی اقتدار میں اضافہ ہو جائیگا۔ ان امور کو ملحوظ رکھ کر ایتھنزیوں نے عہد نامے کی توثیق کی غرض سے اپنے شہر میں ایک کانگریس طلب کی جہاں (زینوفون کے بیان کے بموجب) ایلس کے سوائے یونان کی تمام مملکتوں نے اپنے قائم مقام روانہ کرکے صلح نامے کا حلف لیا۔ اب خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غالباً اس کانگریس میں تھبزی بھی شریک ہوئے ہوں گے، لیکن ہماری دانست میں اس کا جواب نفی میں ہے۔ بہر نہج اس کو منعقد کرکے ایتھنز نے اپنی فتح و نصرت کا

گویا علم نصب کر دیا ہم (اسی کتاب کی جلد ۲ باب ۱۹ میں) فار نلیس کے جس طرز عمل کی ناکامی کا ذکر کر چکے ہیں اُسی کے بموجب صلح عامہ کے لئے تمام یونانی مملکتوں کی ایک کانگریس خاص ایتھنز میں کام کر رہی تھی اور اقتدار اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ یہاں والے صلح نامے کا حلف اُٹھوانے کی غرض سے اطراف واکناف یونان میں اپنے قاصد روانہ کر رہے تھے۔

لیکن اس تمام علفا حلفی کی وقعت نمائش سے زیادہ نہ تھی، اور نہ اُس کا اثر موجودہ صورت حال پر پڑ رہا تھا۔ قدیم فرقی جھگڑے برابر جاری تھے، اور سوال زیر بحث یہ تھا کہ اشپارٹا اور ایتھنز ان دونوں مملکتوں میں سے کونسی مملکت سبقت لے جائیگی۔ شمالی یونان میں تو جنگ لیوکترا کے بعد اقدار تھبز بلاشبہ مسلمہ ہو گیا تھا؛ جنوب میں اب پیلوپونیز تنازعے کا مرکز بن گیا تھا اور باہمی کشمکش یہاں نہایت زور شور پر تھی۔ تمام ملک میں عمومی تحریک کی موافقت (اور اشپارٹا کی مخالفت) میں بغاوتیں شروع ہو گئیں، اور آرگوس میں تو جوش وخروش اس قدر بڑھا کہ وہاں والوں نے پہلے تو بہت سے مالدار باشندوں کو اور پھر بعض عمومی رہبروں کو تہ تیغ کر کے دم لیا۔ لیکن ان سب سے کہیں زیادہ اہم آرکیڈیا کے معاملات تھے جنھوں نے صورت واقعات پر گہرا اثر ڈالا[۱]

گو اشپارٹیوں نے (اپنے عروج کے زمانے میں) مین تی نیہ والوں کو کاشتکاری کے علاوہ کوئی دوسرا پیشہ اختیار کرنے کی ممانعت کر دی تھی لیکن وہ اب اپنے شہر کو از سر نو قلعہ بند کرنے لگے۔ اُن کے اس فیصلے سے اشپارٹا کی

---

[۱] ایتھنز کی کانگریس، زینوفون ۶، ۵، ۱ تا ۳؛ مقابلہ کرو فون نشرن ۱۴۶۔
مین تی نیہ کی فصیل کی از سر نو تعمیر، زینوفون ۶، ۵، ۲ تا ۵۔
آرجوس تھبریوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے؛ دیودورس ۱۵، ۵۷؛
نیز مقابلہ کرو کتاب ہذا کا باب ۱۰، حواشی۔ تھس یالئی غالباً اسی زمانے میں نکالے گئے ہوں گے۔
پیلوپونیز میں اندرونی اختلال، دیودورس ۱۵، ۴۰، ۵۷، ۵۸۔

باب ۹

انتہائی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ اسپارٹیوں نے ذرا تدبر سے کام لے کر یہ اعلان کیا کہ اگر مین تی نیہ والے چند روز اور ٹھہر جائیں تو وہ خود اُن کی مدد کریں گے؛ لیکن مین تی نیوں نے محض اپنی قوتِ بازو اور اپنے حقیقی دوستوں کی مدد پر بھروسا کر کے بلا توقف اپنی فصیل کی مرمت شروع کر دی۔ انھیں بہت سی بستیوں نے مدد دی، مثلاً اس کام کی تکمیل کی غرض سے ایلس نے تین تالنت قیمتی سونا مین تی نیہ کی نذر کر دیا۔ الغرض یہ تحریک تمام ملک آرکیڈیا میں پھیل گئی، اور یہاں کے باشندوں نے صرف اپنے شہروں کی مرمت ہی نہیں کی بلکہ ایسے مقامات پر بھی نئے نئے شہر تعمیر کرنے شروع کر دئے جہاں اس سے قبل آبادی کا نشان بھی نہ تھا۔ اس تحریک میں تگیا سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ زینوفون کا بیان ہے کہ تگیا کے عمومیوں نے یہ طریقہ نکالا تھا کہ اگر تمام آرکیڈیوں کی ایک جمعیت عامہ منعقد کی جائے اور اس میں ایسی قرار دادیں منظور ہوں جن کا جملہ آرکیڈی شہروں پر نفاذ ہو سکے تو اس طرح آرکیڈیا میں بہت کچھ یکجہتی پیدا ہو جائے گی۔ لیکن فریق مخالف کو اس میں بہت کچھ کلام تھا، چنانچہ باہمی نقیضں بڑھنے کے باعث فریقین میں جنگ ہو گئی جس میں آخر کار عمومیوں کا ہی بول بالا ہوا اور انھوں نے اپنے مخالفوں کو جو پالانتیوم میں جا چھپے تھے، گرفتار کر لیا اور تگیا لا کر سب کی گردنیں اُڑا دیں۔ گو زینوفون کسی جدید شہر کی تعمیر کا ذکر نہیں کرتا لیکن ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اسی دور میں میگالوپولس ضرور آباد ہوا ہوگا اس لئے کہ قدیم مورخ اس کی بنا کا تعین ۳۷۱ق م سے ۳۶۸ق م تک کسی سال میں کرتے ہیں۔ اس شہر کا محیط پچاس استادیا (تقریباً چھ میل) تھا اور یہ قرار پایا کہ وادی ہیلوسون کے قرب وجوار کے باشندے، مائی نالی، پرمازی، ائی گی تیس، بوتریزی اور کینوری اپنے اپنے مساکن کو چھوڑ کر اس "بلدیۂ عظمیٰ" میں آباد ہو جائیں اور اسی میں جملہ آرکیڈیوں کی مجلس منعقد ہوا کرے۔ یہ تمام قرار دادیں عمومی فریق کے دباؤ سے ہی منظور کی گئی تھیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ آئندہ سے اُن سب آرکیڈیوں کا مجموعی نام جو وقت معینہ پر میگالوپولس میں جمع ہو کر جنگ و امن کے معاملات طے کیا کریں گے[۱] "دہ ہزار" ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ آرکیڈی جو میگالوپولس میں بر وقت موجود ہوتا رائے دینے کا مستحق تھا۔ ساتھ ہی ساتھ پانچ ہزار کی ایک مستقل فوج بھی منظم کی گئی جسے

باب ۹

ایپاری توئے" کہتے تھے۔ گویہ "دہ ہزار" کبھی کبھی یک جا ہو کر قرار دادیں منظور کر لیتے تھے، لیکن آرکیڈی اتحاد و مرکزیت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ خود مٹی تالی، پرھازی وغیرہ قبیلے بھی جو اپنے اپنے گاؤں کو چھوڑ چھوڑ کر جدید شہر میں آباد ہو گئے تھے، اپنے اس نئے وطن کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ہم سنتے ہیں کہ یہ شہر تجارت کے لئے عمدہ تھا، لیکن جبکہ آرکیڈی ارباب فلاحت سرے سے تجارت کے خواہاں ہی نہ تھے تو اُس کی تجارتی اہمیت سے کیا فائدہ؟ علاوہ ازیں اس شہر کی بنا تجارتی اغراض سے نہیں ڈالی گئی تھی بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ جنوب و مغربی آرکیڈیا میں اسپارٹا کے مقابلے کی غرض سے ایک قلعہ تعمیر ہو جائے، لیکن یہ مقصد اس لئے پورا نہیں ہوا کہ میدان میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر مدافعت کے لئے بھی اچھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میگالوپولس بجائے ایک "بلدۂ عظمیٰ" کے بہت جلد "صحرائے عظیم" بن گیا چنانچہ ہم کسی پہلو سے بھی اس کی بنیاد کو کوئی کامیاب نہیں گردان سکتے[۱۲۵]

---

۱۲۵ آرکیڈی معاملات: زینوفون ۶، ۵، $\frac{۶}{۲۲}$، دیودورس ۱۵، ۲۹، پوسانیاس ۸، ۲۷، ۲۔ میگالوپولس (یونانی "میگالے پولیس")، کون "زوال ممالک ہائے قدیمہ" Kahn Enstehung der maedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء، صفحہ ۲۲۳ وغیرہ۔ اس کی بنیاد کی تاریخ کے لئے پوسانیاس ۸، ۲۷ (اولمپیاد ۱۰۲، ۲ = ۳۷۱ ق م)، Marm Par (۱۰۲، ۳)؛ دیودورس ۱۵، ۷۲ (اولمپیاد ۱۰۳، ۱)؛ وان اشٹرن Von Stern ۱۵۷۔

پوسانیاس کے بیان کے مطابق دو آرکیڈی (جن کے نام لِکومدیس اور ہوپولیاس تھے) جو منگیا اور مینالی نیہ کے باشندے تھے، اس کی بنیاد میں شریک ہوئے، اور باوجود دیودورس ۱۵، ۵۹ کے، موخر الذکر کی حیثیت اپنے ساتھی کی بہ نسبت اہم تر ہے۔ غالباً اسی کراتیس اور تھیوکسی نوس، جن کا ذکر پوسانیاس میں پڑھنے میں آتا ہے، وہی ہیں جن کی طرف آرکیڈی لیگ کے میگالوپولس والے سکوں پر حروف "نو" اور "تھ" کے ذریعے سے اشارہ

باب ۹

چونکہ تگیا کے شکست خوردہ اعیان اسپارٹا فرار ہو گئے تھے اس لئے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کیا گیا ہے، ہیڈ "تاریخ مسکوکیات" Head H. N ۳۰۲-
Plut. C. Col) ۳۲ کے مطابق افلاطون نے ارسطونیموس کو آرکیڈیوں کے پاس "اتحاد و اجتماع" کی ہدایت کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ پئوسانیاس (۸، ۲۷) کہتا ہے کہ شہر کے بانیوں میں ایک ہیئے رونیموس بھی تھا جو زاں ٔ مابعد میں مقدونیوں کا طرفدار بن گیا، لیکن غالباً پئوسانیاس کی مراد ارسطونیموس سے ہو گی۔ دیکھو شیفر "دیموس تھنیس" Schgeffer · Demosth. ۲، ۱۷۱-

میگالوپولس کے موقع کے لئے برسیان "جغرافیہ" Burman . Geogr ۲، ۲۲۵ وغیرہ، بیڈیکر ۲، ۳۱۲-

حقیقت یہ ہے کہ میگالوپولس کی بنیاد کی اصل غایت یہی تھی کہ اسپارٹا سے جنگ آزمائی کی جائے، اور اسی کے ذریعے سے اسپارٹا کا اقتدار دریائے الفیوس کی بالائی وادی سے ہٹا دیا گیا۔ پئوسانیاس کہتا ہے (۸، ۳۲، ۱) کہ "دہ ہزار آرکیڈیا" (جن کا ذکر ﷲ ق م جیسے قریب زمانے تک میں پڑھنے میں آتا ہے" (ہرمان: "مملکت قدیمہ" Hermann . Stantsalt } ۷، ۱) تھرسی لیوم میں جمع ہوتے تھے۔ لفظ "میوریوئی" سے معلوم ہوتا ہے کہ باشندے کثیر التعداد ہوں گے؛ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس لفظ کا انطباق ہر قوم کے جملہ شہریوں پر ہوتا تھا۔ ہیرو دامس مطلع نظر یہی "میوریوئی" تھا، اور یونانی زبان میں "میوریاندروس پولس" مستقر حکومت کو کہتے تھے۔ گو تمام "میوریوئی" میگالوپولس میں رہتے ہوں لیکن یہ اور میگالے پولس ہم معنی تھے۔

میوریوئے امدین قی نیہ کے ابین لقیمیں، ریبوفون ۷، ۴، ۳۳- زینوفون ۷، ۴، ۳۲ میں جس "ہیپاری" "توئے" کا ذکر کرتا ہے اُن کا بیان دیوِدوروس ۱۵، ۶۲ و ۶۷ میں بھی ہے، اور زینوفون ۷، ۴، ۳۳، ۴۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مشاہرہ ملتا تھا۔ جدید آرکیڈی ادارات میں افلاطونی خیالات کی بھی جھلک نظر آتی ہے؛ چنانچہ زینوفون (۷، ۴، ۳۴) کہتا ہے کہ چونکہ میوریوئے رہبران قوم بھی ہیں، اس لئے وہ سمجھدار بھی ہوتے ہیں، و ساتھ ہی ہیسکیہ Hesych. اُنھیں "نگران عموم" کا لقب دیا ہے۔

باب ۹

اسپارٹیوں نے اگے سی لاؤس کو تگیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا مین تی نیہ کے باشندے
اس شہر کی مدد کیلئے کمک بھیجنا چاہتے تھے لیکن اسوقت خود اُن پر مصیبت آئی ہوئی تھی۔
واقعہ یہ تھا کہ مین تی نیہ اور اور خومینوس کے مابین ہمیشہ نقیض بمبیا
رہتی تھی، چنانچہ موخر الذکر اپنے حریف کی سرکوبی کے لئے اجنبیہ
سپاہیوں کی ایک فوج جمع کر رہا تھا۔ سو نے پر سہاگہ یہ ہوا کہ اب نہ صرف اسپارٹی
ہی اُن کے مدمقابل بن گئے بلکہ ہرآئیہ اور کیپرہوم والے بھی اسپارٹیوں سے
آکر مل گئے۔ الغرض مین تی نیہ اور اور خومینوس کے مابین مڈبھیڑ ہوئی جسمیں مین تی نیہ
ہی کو کامیابی ہوئی۔ لیکن اس سے اُسے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا اس لئے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ میگالوپولس میں تمرکز کی اصل غایت یہ تھی کہ اُس کے ذریعے سے جوب
معربی آرکیڈیا کی حفاظت ہوسکے۔ اس شہر کی آبادی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی تمرکز کے اصول سے متنفر نہ تھے، اور اس طرح ہم کیلون اور دیونی سیوس کے طرز عمل کو سمجھ سکتے ہیں۔ نیز مقابلہ کرو گلبرٹ "مملکت قدیمہ" ۲ ۳ ۱۴۳ وغیرہ۔ یونانی وفاقیتوں پر فریمین Freeman، فیشر Vischer وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں اُن پر بعد میں تبصرہ کیا جائیگا۔ چھٹی صدی ق م کے چند سکے ایسے دستیاب ہوئے ہیں جن پر الفاظ "آرکا" یا "ارک" کندہ ہے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں بھی ملک اتحاد باہمی کی طرف مائل تھا۔ یہی کیفیت اُن سکوں کی بھی ہے جنھیں صرف ہرائیہ میں مسکوک کیا گیا (امہوف بلومر "سکہ جات یونان" Imhoof-Blumer Monn Gr ۱۹۲)۔ اتحادی لیگ کے جدید سکوں کے ایک طرف حروف "اب" اور زیوس لیکائوس کے سر کی شبیہ اور دوسری جانب نستیان کی تصویر کندہ ہے۔ (ہیڈ ۳۷ کا کروتون اور پانڈوسیا میں جو شبیہ نظر آتی ہے اُس میں اور اس میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے (دیکھو باب ۱۱)۔ لیکن سکوں کے ایک ہی مرکز پر مسکوک ہونے کا زمانہ مختصر ہی رہا، اور غالباً جنگ مین تی نیہ کے بعد ہی مختلف بلدیات نے ازسرنو سکے ڈھالنے شروع کر دئے، جن میں سب سے خوبصورت سکے فےنیوس اور ستیم فالوس کے ہیں۔ نیز دیکھو کرتیوس "تاریخ یونان" ۳ (۲) ۴ ۶ ۴
و ۵ ۶ ۷۔

باب ۹

آگے سی لاؤس مین تی نیہ کے ملک میں گھس گیا، اور اگر وہ اس پر فوراً حملہ کر دیتا تو شہر کی بہت ہی بری گت بنتی۔ لیکن حملہ کرنے کے بجائے تین دن کے بعد وہ اشپارٹا کی طرف مڑ گیا۔ اس طرح گویا اس نے اشپارٹا کی لاج رکھ لی اس لئے کہ اس نے خاص مین تی نیہ میں داخل ہو کر جنگ آزمائی کرنی چاہی تھی، اور اگر فریق مخالف نے اس کا جواب نہیں دیا تو کم از کم اشپارٹا کا قصور نہ تھا[۱]۔

لیکن عین اس نازک وقت پر آرکیڈیوں کو ایک نہایت طاقتور ساتھی کی مدد ملی یعنی (۳۷۰ ق م میں) اپامینونڈاس اور پیلوپیداس کی سرکردگی میں ایک تھیبزی فوج نے خاکنائے کو عبور کر کے جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی طرف رخ کیا۔ ایتھنز تو آرکیڈیوں کو مدد دینا نہیں چاہتا تھا، لیکن اس موقع کو غنیمت جان کر تھیبز نہایت خوشی سے اسپارٹیوں کو ان کی قدیم سخت گیریوں کا بدلہ دینے کیلئے تیار ہو گیا۔ آرکیڈیا میں داخل ہوتے ہی تھیبزیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ اسپارٹی اس ملک کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اور ممکن ہے کہ وہ فوراً اپنے وطن کو واپس چلے جاتے؛ لیکن آرکیڈیوں اور آرگوسیوں کے کہنے سے اپامینونڈاس نے اپنی ختم شدہ مدت سپہ سالاری کی خود ہی توسیع کر کے لقونیہ پر حملہ کر دیا حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا کو نقصان پہنچانے کا یہ موقع ایسا نہ تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے اور تھیبزیوں کو اس کا علم تھا کہ مدت دراز تک تھیبزی فوجیں اسپارٹا کے اس قدر قریب نہ پہنچیں گی۔ اس میں شبہہ نہیں کہ انھیں اس کا خطرہ ضرور لگا ہوا تھا کہ ایتھنز

(۲) آرکیڈیا میں جنگ، زینوفون ۶، ۵، ۱۰ تا ۲۲۔ پوسانیاس ۱۰، ۹، ۵ کے مطابق آرکیڈیوں نے اشپارٹا پر فتح پانے کے اعزاز میں بہت سے مجسمے دیلفی میں نصب کئے تھے؛ اس نصیب کا یادگاری نوشتہ برآمد ہو گیا ہے؛ پومتوف: "تحقیقات متعلق توصیف دیلفی" Pomtow Beitraege Z Topogr, von Delphi ۱۴، ۳۹؛ وائل: "جریدۂ لسانیات برلن" Weil : Berl. Phil. Woch. ۱۸۸۹ء صفحہ ۸۱۸ و صفحہ ۹۰۸۔ یہ یادگاریں غالباً ۳۶۹ ق م میں نصب ہوئی ہوں گی۔

[۱] آرکیڈیوں کی درخواست کا ایتھنز میں مسترد کیا جانا، دیودوروس ۱۵، ۶۲۔

ان کی پسپائی کے وقت اُن کا سدِ راہ ہو جائیگا، لیکن یہ خطرہ ایسا تھا جس سے گلو خلاصی کی کبھی بھی امید نہ تھی۔ الغرض حلیفوں کی فوجیں لقونیہ کی طرف بڑھیں، یعنی تھیبز تو کاریا ئے کے راستے سے اور آرکیڈی اور یا کی طرف ہو کر؛ اور اس مقام پر اسخولاؤس اور اس کے اسپارٹائی پیرو سوراؤں کی موت مرے۔ اب حلیفوں نے سیلاسیہ پر قبضہ کر کے خاص اسپارٹا کی جانب پیش قدمی کی، وہی اسپارٹا جس نے کبھی اس سے قبل اپنے کسی دشمن کو اپنے سے اتنا قریب نہیں دیکھا تھا۔ اسپارٹیوں کا سپہ سالار خود اگےسی لاؤس تھا۔ اُس نے بعض ہیلوتوں کو مسلح کرنا شروع کیا، اور گو یہ فعل خطرے سے خالی نہ تھا لیکن آخرکار اس کا نتیجہ بہتر ہی نکلا۔ علاوہ ازیں فلیوس، کورنتھ، ایپی داوروس اور پیلینے کی مدد بھی آپہنچی۔ بالآخر جب دشمن اسپارٹا ہو کر نکلا اور امیکلائی پہنچا تو اس مقام پر اسپارٹی افواج نے اُس کی مزید پیش قدمی کو روک اُسے شکست دی۔ باوجود اس ہزیمت کے حلہ آوروں نے ہیلوس اور گی تھیوم پر قبضہ کر لیا جس کے بعد اپامینونداس نے ایک نہایت ہی دوراندیشی کی چال چلی اور باوجودیکہ زینوفون اسے نظر انداز کر دیتا ہے لیکن اسکے اہم ہونے میں مطلق کوئی شک نہیں ہے، یعنی ان مقامات کی تسخیر کے بعد اُس نے مسینیہ کو اُس کے اصلی باشندوں کے سپرد کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا پر اس تدبیر سے زیادہ کاری ضرب نہیں لگ سکتی تھی۔ مسینیوں کو اپنے آبائی وطن کے ساتھ جو دلی تعلق تھا اُسے اُنھوں نے کبھی فراموش نہیں کیا تھا، اور نوپاکتوس اور کیفالے نیہ میں بھی اُنھیں ہر وقت یہی امید لگی رہتی تھی کہ کب موقع ملے اور کب وہ مسینیہ واپس پہنچ جائیں۔ جیسے ہی اُنھیں تھیبز کی طاقت کا اندازہ ہوا اُنھوں نے اُس کے علم کے نیچے پناہ لے لی، اور ملک کی متعدد بغاوتوں سے اپامینونداس کے حصول مقاصد میں بہت کچھ آسانی پیدا ہو گئی۔ اپامینونداس کی اس تدبیر سے مسینیہ کو ازسرنو ایک آزاد مملکت کا رتبہ حاصل ہو گیا اور اس کے بعد کبھی اسپارٹا اُسے زیر نہیں کر سکا۔ اس جدید مملکت کی آزادی کو تقویت پہنچانے کی غرض سے قلعۂ اِتھومے کے قریب جو پہلی جنگ مسینیہ میں نہایت ممتاز رہا تھا، ایک نیا شہر مسینے آباد کیا گیا۔ اس شہر کا محیط چالیس اِستادیا تھا۔ اس کی فصیل کا ایک حصّہ

باب ۹

جو نہایت کاری گری سے بنائی گئی تھی اس وقت تک کھڑا ہوا ہے اور شمالی آرکیڈی دروازہ اپنی قسم کا آپ ہی جواب ہے[۵۹]۔

یہ تمام حالات سُن کر ایتھنزیوں نے تھیبز کی مزید ترقی کو روک دینے کا تہیہ کرلیا۔ اُنھیں اس سے پہلے ہی اس امر کا احساس ہوگیا تھا کہ موجودہ حالات و واقعات کے تحت تھیبز کی مزید ترقی یقینی اور لازمی ہے: اب اسپارٹی سفیروں نے بھی اسی طرزِ عمل پر زور دیا اور ایک کورنتھی اور ایک فلیوسی نے (جس کا نام پروکلیس تھا)، ایتھنز کو صلاح دی کہ وہ تھیبزی سپاہ کا راستہ روک دے۔ اس پر ایفیکراتیس آرکیڈیا کی طرف بڑھا، لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ آرکیڈی، آرگوسی اور ایلیسی اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے ہیں تو وہ پلٹ پڑا اور خاکنائے پر تھیبزیوں کے سدِّراہ ہونے کے بجائے اُس نے سیدھا ایتھنز کا رُخ کیا۔ زینوفون اُس کی اس حرکت پر اُسے موردِ الزام سمجھتا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے یہ طرزِ عمل محض ملکی مصلحتوں کی وجہ سے روا رکھا ہوگا۔ تھیبزی کنکریائے ہو کر اپنے وطنِ مالوف واپس پہنچ گئے، اور گو اپامینونداس پر اسکی توسیع مدّتِ خدمت کا الزام لگایا گیا، لیکن جب اُس نے اپنے ممتاز کارنامے پیش کئے تو اُسے بریٔ الذّمہ کردیا گیا۔

مندرجۂ بالا واقعات سے ہم ۳۶۹ ق م کی ابتدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس سنہ میں ایک جدید اسپارٹی سفارت ایتھنز پہنچی تاکہ ان دونوں بلاد کے مابین

---

[۵۸] تھیبزی فوج لقونیہ اور مسینیہ میں، زینوفون ۶، ۵، ۲۲ تا ۳۲ - اسپارٹا کی حفاظت کے لئے اگےسی لاؤس کی عملی تدابیر، پلوٹارک: اگےسی لاؤس ۳۱؛ اسی کا ذرا مجمل ذکر دیودورس ۱۵، ۶۵ میں ہے۔

مسینے پوساتیاس ۴، ۲۶، ۵ تا ۲۷، ۵؛ ۹، ۱۴، ۲؛ دیودورس ۱۵، ۶۶، ۶۷؛ پلوٹارک: اگےسی لاؤس ۳۴؛ پیلوپیداس ۲۴؛ پرسیان ۲، ۶۵ وغیرہ۔

[۵۹] مسینی سکوں کے ایک طرف اِتھومے کا زیوس کا زیوس اور دوسری جانب دیمیتر کا سر ہے؛ ہیڈ ۳۶۱؛ گارڈنر: انواع، Gardner : Types، تصویر iii، ۲۵، ۲۸۔

باب ۹

ایک محالفے پر دستخط کر دئے جائیں ۔ پروکلیس ساکن فلیوس نے یہ تحریک کی کہ اسپارٹا بری افواج کی سپہ سالاری کرے اور بحری فوج کی کمان کے فرائض ایتھنز کے سپرد کئے جائیں، لیکن ایک ایتھنزی کیفی سودوتوس نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس طرح اسپارٹا کے زیر اثر تو بہریں ایتھنزی ہو جائیں گے لیکن ایتھنز کو بدترین اسپارٹیوں پر ہی حکم چلانے پر قناعت کرنی پڑے گی ۔ العرض اسی قسم کی بیکار لفاظی کو کام میں لاکر اُس نے یہ قرار داد منظور کرالی کہ ہر دو مملکتوں کے ذمے جملہ بری و بحری سپاہ کی کمان باری باری سے پانچ پانچ سال رہے ۔ یہ ظاہر ہے کہ اول تو اس طرح سے بری میدان یا بحری رزمگاہ دونوں میں مطلق کامیابی کی امید نہ تھی اور دوسرے خود ایتھنزیوں کو اس قسم کا انتظام پسند نہیں تھا۔[۵]

موسم گرما ۳۶۹ ق م میں اپامنونداس پیلوپونیز پر دوبارہ حملہ آور ہوا[۶] اور (زینوفون کے بیان کے بموجب) باوجود اسپارٹی پولیمارخ کی موجودگی کے اُسنے زنجیرۂ اونیوم کو زبردستی عبور کر لیا ۔ لیکن اب وہ فوج جو دیونی سیوس نے اسپارٹا کی مدد کے لئے بھیجی تھی، پیلوپونیز میں آپہنچی ؛ اس میں کلٹی اور ایبیری سپاہیوں کے علاوہ پچاس سواروں کا ایک دستہ بھی تھا اور یہ سب بیس سہ طبقہ کشتیوں میں سسلی سے آئے تھے ۔ تھبریوں نے کورنتھ اور سکیون کے درمیانی میدان پر قبضہ کر لیا تھا، لیکن صقالوی فوجوں نے انھیں اس درجہ نقصان پہنچایا کہ چار و ناچار انھیں گھر کی راہ

(۵) ایتھنز میں گفت و شنود وغیرہ، زینوفون ۶، ۵، ۳۳ ۔ پوسانیاس ۹، ۱۴، ۳ کے لئے مقابلہ کرو نون گشرین ۱۸۰ ۔

تھبری سپہ سالاروں کا محاسبہ، پوسانیاس ۹، ۱۴ ۔ پلوٹارک، پیلوپیڈاس[۲۵] میں جو بیان دیا ہوا ہے وہ مشکوک ہے ۔ Nep Ep. H. Y۷۷/۸ Ael ۱۳، ۴۲ ۔

ایتھنز اور اسپارٹا کے مابین شرائط محالفہ، زینوفون ۷، ۱، ۱۴ ۔

کورنتھ میں تھبریوں کی شکست، زینوفون ۷، ۱، ۱۹ ؛ لیکن دیوودوروس ۱۵، ۶۹ میں جو تفصیل دی ہوئی ہے وہ اس سے مختلف ہے ۔

سکیون اور تھبز میں اتحاد، دیوودوروس ۱۵، ۶۹ ۔ اور نون گشرین ۸۵

باب ۹

لینی پڑی۔ واقعہ یہ ہے کہ اُن پچاس سواروں نے جو سسلی سے آئے تھے اپنے فوجی کرتبوں اور جنگی تدبیروں کا سکہ بٹھادیا تھا اور انکے آتے ہی لوگوں کے دلوں میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوگئی۔

جب بظاہر تھبز کی قسمت اُس کا ساتھ چھوڑتی ہوئی نظر آئی تو اسپارٹا کے دشمنوں میں جو باہمی اتحاد ہوگیا تھا وہ رفتہ رفتہ قائم ہونے لگا۔ آرکیڈی یہ خیال کرنے لگے کہ اگر وہ صرف اپنے پانوؤں پر ہی کھڑے ہوئے تو بھی وہ تھبزیوں کی طرح مظفر و منصور رہوں گے۔ لیکو میدیس ساکن مین تی نیہ نے اُن سے کہا کہ فی الحقیقت وہی جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی سب سے طاقتور قوم کے افراد ہیں اور اُن کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنی قوت بازو سے دوسروں کا بول بالا کریں، یعنی کبھی اسپارٹا کو اور کبھی تھبز کو نفع پہنچا کر اپنا ہی نقصان کریں۔ زینوفون کہتا ہے کہ جب آرکیڈی لڑتے تھے تو انھیں نہ تو طوفان باد و باراں کی پروا ہوتی تھی، نہ وہ پہاڑوں کا ہی خیال کرتے تھے اور نہ لمبے لمبے کوچوں سے جھجکتے تھے۔ ہم خود بھی اس سے واقف ہیں کہ وہ دوسرے یونانیوں سے کہیں زیادہ تنومند تھے۔ چنانچہ دوسری مملکتیں انھیں اجرت پر اپنی فوجوں میں بھرتی کرتی تھیں۔ الغرض اپنی قوت کے زعم میں آکر آرکیڈیوں نے تھبز کی خواہشات کو پس پشت ڈالنا شروع کردیا اور دوسری طرف ضلع تری فالیہ کے حوالے کرنے سے انکار کر کے ایلسیوں کو بھی برافروختہ کردیا۔[۹۶]

زینوفون طنز آمیز انداز سے لکھتا ہے کہ جب حلیف مملکتوں میں سے ہر ایک خود اپنی ہی قوت پر نگراں تھا تو ایرانی صوبہ دار اریوبارزان کی طرف سے (۳۶۸ ق م میں) فلیس کوس فودسر ابی دوس یونان میں امن و امان قائم کرنے کی غرض سے آموجود ہوا۔ اس سے قبل اسپارٹا اور ایتھنز کے مابین جو کانفرنسیں ہوئی تھیں وہ بالکل بے نتیجہ ثابت ہوئی تھیں، چنانچہ اس دفعہ یہ قرار پایا کہ اگر ڈیلفی جیسے مقدس مقام میں یہ جلسہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ

---

[۹۶] لی کومیدیس، آرکیڈیوں کی مشہور و معروف خصوصیات، زینوفون ۷، ۱، ۲۳ تا ۲۷۔

بار آور ہو۔ لیکن یہ ایک بالکل انوکھی بات تھی کہ مختلف جنگ آزما یونانیوں میں باہمی مصالحت کرانے کے لئے ایک ایرانی آئے اور یونانیوں کے لئے اس سے زیادہ کوئی امر باعث انگشت نمائی نہیں ہو سکتا تھا کہ ڈیلفی میں کانگریس ہو اور اُس پر صدارت ایک ایسا ایشیائی خود سر کرے جس کی جیبیں ایرانی سونے سے بھری ہوئی ہوں۔ الغرض کانگریس ہوئی اور یہ بھی اپنے پیش رو کانگریسوں کی طرح بالکل بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ جلسے کے دوران میں فلیس کوس نے یہ مطالبہ کیا کہ مسینیہ اسپارٹا کو پھر ملنا چاہیئے، جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بھی ایران اسپارٹا ہی کا طرفدار تھا۔ الغرض جنگ برابر جاری رہی۔ دیونی سیوس والیٔ سرقوسہ نے ازسرنو کمک روانہ کی اور پہلے سے بھی زیادہ زور اور استقلال سے اسپارٹا کی طرفداری میں مداخلت کی۔ لیکن سرقوسی فوجوں سے کام لینے کے مسئلے پر حلیفوں میں باہمی اختلاف رائے پیدا ہوا اس لئے کہ ایتھنز والوں نے تو یہ خواہش ظاہر کی کہ انھیں اُن تھبزیوں کے خلاف روانہ کیا جائے جو اس وقت تک تھسلی میں برسرِ پیکار تھے، لیکن اسپارٹی اُن سے پیلوپونیز میں کام لینا چاہتے تھے۔ بہر حال اسپارٹا کے کہنے پر ہی عمل ہوا اور سرقوسیوں کی مدد سے آرخی داموس نے کاریائے تسخیر کر کے آرکیڈیا کے ضلع پارہاز یا پر حملہ کر دیا، جو ... میگالوپلس کے قیام کے بعد ایک جدید حیثیت اختیار کر لی تھی۔ یہاں میدیا کے قریب اسے آرکیڈی اور آرگوسی نظر آئے۔ اُن سے ملنے پر دیونی سیوس کی فرستادہ فوج کے سپہ سالار کسا داس نے یہ اعلان کر کے کہ اُس کی مدت خدمت ختم ہو گئی ہے، اپنے دستے کو میدان سے ہٹ جانے کا حکم دے دیا۔ لیکن جس وقت وہ واپس ہو رہا تھا اُس وقت اُس پر مسینی ٹوٹ پڑے اور باقی ماندہ فوج نے آرخی داموس پر حملہ کر دیا، جس پر اسپارٹیوں اور صقالویوں نے ازسرنو اتحاد کر کے اپنے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ لڑائی میں لاکے دیمونیوں کا مطلق کچھ نقصان نہیں ہوا، لیکن دشمن کی طرف کے بہت سے سپاہی ہلاک ہوئے۔ جب اگے سی لاؤس، گیرونتیس اور ایفوروں کو اس درخشاں کامیابی کی خبر ملی تو خوشی کے مارے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور لوگوں نے (خطایانہ تضاد کے طریق کا استعمال کر کے) اس کا نام

باب ۹

"فتح بے اشک" رکھ دیا۔ زینوفون کہتا ہے کہ آرکیڈیوں کی شکست سے تھبزی اور ایلسی اتنے ہی خوش ہوئے جتنے خود اسپارٹی۔ بہرحال اس کے بعد اسپارٹا کے حلیف ایتھنز اور سرقوسہ کے مابین دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے، جسکے باعث ایک طرف تو ایتھنز میں دیونی سیوس کے اعزاز میں متعدد اعلانات شائع ہوئے دوسری جانب ایتھنز اور سرقوسہ کے درمیان باضابطہ محالفہ ہوگیا۔ یہ احکام ہنوز موجود ہیں اور ان سے یہ پتا لگتا ہے کہ سرقوسہ اور ایران دونوں اسوقت اسپارٹا کی طرفداری کر رہے تھے۔ لیکن اس طرز عمل میں بہت جلد ایک نمایاں فرق پیدا ہوگیا، یعنی آئندہ سال ایران تو اسپارٹا کا ساتھ چھوڑ کر تھبز سے جا ملا اور دیونی سیوس کی موت کے بعد سرقوسہ کا طرز عمل اس قدر کمزور ہوگیا کہ اُسے خود اپنی حفاظت کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا ہونے لگا۔[۹]

ہم اس سے پیشتر یہ [illegible] چکے ہیں کہ تھسلی بھی تھبز کے اقتدار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ چونکہ ان واقعات کا جو بیان زینوفون میں موجود ہے [illegible] نہیں مکمل ہے اس لیے [illegible] دوسرے اسناد پر بھروسا کرنا پڑیگا۔

---

[۵] فلس کوس، رسودوں [illegible]، دیودورس ۱۵، [illegible] کے مطابق شہنشاہ ایران نے اُسے اجیر سپاہیوں کی بھرتی کے لئے بھیجا تھا۔ اگر یونانی اس کے سامنے اپنے اتحاد کا اعلان کر دیتے اور اسے ملک کے مالی وسائل بھی قیمتاً اُسکے حوالے کر دیتے تو یہ یقیناً شہنشاہ کی خوشنودی کا باعث ہوتا۔ اریوبارزان اور فلس کوس دونوں کو اتھنزی شہری بنایا گیا Dem Aristocr ۱۴۱۔ خود فلس کوس کا قتل لیساکوس میں۔ ایضاً ۱۴۲۔

"جنگ بے اشک" میدیا یا مدیہ کے مقام پر واقع ہوئی؛ زینوفون ۲۸، ۱، ۷؛ پلوٹارک اگے سی لاؤس ۳۳؛ دیودورس ۵، ۱، ۲، ۷؛ جہاں "میریوئے" (یعنی شمار یا دس ہزار) آرکیڈی مارے گئے۔ اس نے جس مولف سے یہ واقعات اخذ کئے ہونگے اُن کی بلاشبہ یہ رائے ہوگی کہ آرکیڈی قوم "(میریوئے") میں سے بہت سے کام آئے۔

دیونی سیوس کے اعزاز میں اٹیکائی احکام مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا ۲، ۵۱ = ڈٹن برگر [illegible] مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا ۲، ۵۲ = ڈٹن برگر ۷۳، (محالفہ، اولمپیاد ۱۰۳، ۱)۔

باب ۹

یاسون والیٔ فرائے نے اس ملک میں اپنا اثر قائم کر کے اپنے آپ کو تمام ملک تھسلی کا تاگوس یا فرماں روا تسلیم کرالیا تھا۔ اُسے ایران پر حملہ کرنے کی ہمیشہ سے آرزو تھی، چنانچہ ایک طرف تو اُس نے اپنے مقصد کے حصول کی غرض سے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا، دوسری جانب اپنا اثر بڑھانے کیلئے فیثوی کھیلوں کے موقع پر نام آوری کا منصوبہ گانٹھا۔ الغرض اُس نے اُن اقوام کو جو اُس کے پرچم کے نیچے رہتی تھیں دیلفی میں قربانی کرنے کی غرض سے بیل، بھیڑیں، بکریاں اور سؤر مہیا کرنے کا حکم دیا، اور گو ہر قوم کو ان چوپاؤں کی ایک قلیل ہی تعداد مہیا کرنی پڑی، تاہم اس ترکیب سے اُس کے پاس ایک ہزار سے زیادہ بیل اور دس ہزار سے زیادہ دوسرے مویشی جمع ہو گئے۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک بڑی فوج ساتھ لے کر دیلفی میں داخل ہو لیکن اُس کی حوصلہ مندی اور شدت آرزو کے باعث اُس کے دشمن بھڑک اُٹھے اور جب وہ اپنے سواروں کا معائنہ کر رہا تھا تو سات نوجوانوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُسے جان سے مار ڈالا۔ اُس کا کام تمام کر کے اُس کے قاتل فرار ہو گئے، جن میں سے چند نے یونانی بلدیات کو اپنا مامن و مسکن قرار دیا جہاں اُنکی بہت کچھ آؤ بھگت کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمان یونان پر نجم تھسلی کی روشنی بس کچھ یوں ہی سی نظر آنے پائی تھی کہ دفعتہً ہمیشہ کے واسطے نظر سے اوجھل ہو گئی۔ ممکن ہے کہ یاسون کی سیادت میں اُس کا ملک تاریخ عالم کے ڈھالنے میں وہی حصّہ لیتا جو کچھ عرصے کے بعد مقدونیہ نے لیا، لیکن اُس کے بھائی پولی دوروس اور پولیفرون جو اسکے بعد مسند خود سری پر بیٹھے، نہایت معمولی طرز کے حکمراں تھے۔ پولیفرون نے اپنے بھائی پولیدروس کو قتل کر کے تنہا ایک سال تک حکومت کی، لیکن اُسے موخر الذکر کے بیٹے سکندر نے تہ تیغ کر دیا اور خود حکمراں بن بیٹھا۔ زینوفون کہتا ہے کہ یہ خود سر نہ صرف تھبزیوں اور ایتھنزیوں کے حق میں باعث آزار تھا، بلکہ اپنے ہم قوموں پر بھی متشدد و ظالم تھا۔ اس نے گیارہ سال حکومت کی اور ۳۵۸ ق م میں خود اپنے بیٹے کی سازش سے مارا گیا۔[۵۸]

۵۸ یاسون والیٔ فرائے کی موت؛ زینوفون ۶، ۴، ۲۸، تا ۳۲۔ سکندر والیٔ فرائے

باب ۵

سکندر روائی فےرائے کے مخالفوں نے پہلے تو سکندر ولد امین تاس والئ مقدونیہ سے مدد کے لئے درخواست کی لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنا ذاتی اقتدار تھسلی میں وسیع کرلے تو وہ تھبز کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کی استدعا کو منظور کرکے تھبز نے پیلوپیداس کو ایک فوج لے کر تھسلی روانہ کیا جس پر مقدونوی، جنھوں نے لاریسا اور کرانون پر قبضہ کرلیا تھا، ان شہروں کو چھوڑ کر واپس چل دئے۔ اس واقعے کے بعد سکندر نے اپنے دائرۂ عمل کو صرف فےرائے تک ہی محدود کرلیا اور آئندہ سے وہ تھسلی کا "تاگوس" نہیں رہا، جس کی وجہ سے تھسالوی جماعتوں کا نظام از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت تک پیلوپیداس نے جو کچھ کیا تھا اس کا نتیجہ اچھا نکلا تھا، لیکن اب (۳۶۹ ق م میں) اس نے معاملات مقدونیہ میں مداخلت کرنی شروع کردی۔ اس ملک میں دو مدعی تخت تھے، ایک تو بطلیموس الوری تیس دوسرا سکندر، اور پیلوپیداس نے سکندر کے حق میں رائے دی۔ پیلوپیداس کے اس فعل سے تھبز شمالی سیاسیات میں بھی اتنا ہی ملوث ہوگیا جتنا وہ جنوبی معاملات میں تھا۔ اس قسم کی مداخلت اس عہد کے مخصوص امتیازات میں شمار کی جاسکتی ہے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اوّل کے قابل ترین سرفروش یونانی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ محض اپنے وطن مالوف میں ان کا دائرۂ عمل نہایت تنگ ہے اس لئے اس کے حدود سے باہر اپنی قابلیت کا سکہ جمانا چاہئے۔ ممکن تھا کہ وہ ایشیا کا رخ کرتے، لیکن انھوں نے ایران کے خلاف اتحاد کرنے کے بجائے باہمی مناقشات اور تنازعات کو ہی ترجیح دی۔ بلاشبہ شمالی اضلاع میں پیلوپیداس کو اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے کا بہت کچھ موقع مل گیا، لیکن اس سے تھبز کو نقصان ہی نقصان پہنچا۔ ۳۶۸ ق م میں تھسالویوں نے پھر سکندر روائی فےرائے کی شکایت کی،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ: زینوفون ۶، ۴، ۳۶، ۳۷۔

یاسون کا کوئی سکہ اس وقت موجود نہیں ہے لیکن سکندر کے بعض سکے جن پر اس کا نام کندہ ہے ہنوز موجود ہیں۔ ہیڈ ۲۶۱۔

جس پر پیلوپیداس نے شمال کا رخ کیا، لیکن اس خیال سے کہ محض اُس کی ذاتی وجاہت ہی سے سب جھگڑوں کا فیصلہ ہو جائیگا، وہ اپنے ساتھ فوج نہیں لے گیا۔ جب اُسے یہ خبر ملی کہ سکندر شاہ مقدونیہ کو، جو تھبز کا دوست تھا، اُس کے مدِمقابل بطلیموس نے قتل کر دیا ہے، تو وہ تھسلی میں قیام کرنے کے بجائے سیدھا مقدونیہ چلا گیا۔ اُدھر بطلیموس کا ایک حریف پئوسانیاس پیدا ہو گیا تھا، جسکے خلاف اُس نے ایفیکراتیس سے، جو اُن دنوں مقدونیہ کے قریب ہی چند ایتھنزی جہازوں کو لے کر جاکر لنگار رہا تھا، مدد کی درخواست کی، اور اُس کی یہ درخواست فوراً منظور ہو گئی۔ اب پیلوپیداس پر یہ لازم ہو گیا کہ مقدونیہ میں ایتھنز کا اقتدار بڑھنے نہ دے، چنانچہ اجیر سپاہیوں کی ایک فوج لے کر اُس نے اس ملک پر حملہ کر دیا۔ لیکن بطلیموس نے بہلا پھسلا کر ان سپاہیوں کو پیلوپیداس کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کر لیا، اور جب پیلوپیداس بے دست و پا رہ گیا تو اُسے مجبوراً اپنے دشمن کا ساتھ دینا پڑا، اور تھبز کے حریف بطلیموس سے تھبزی امداد کا وعدہ کرنا پڑا۔ اس کے بعد اُس نے جنوب کا رخ کیا اور تھسلی پہنچ کر اُس نے غداروں کے ان اہل و عیال کو جو یہاں آباد تھے گرفتار کرنے اور اُنھیں اُنکے عزیزوں کے کردار کی سزا دینے کے لئے ایک جدید اجیر فوج لے کر فارسالوس کی طرف رخ کیا۔ یہاں اُس کی سکندر والئ فرائے سے پھر ملاقات ہوئی اور اس زعم میں آکر کہ یہ خود سر محض اُس کے ذاتی اقتدار کے باعث اپنے خیالات بدل دیگا، وہ بے دھڑک نہتا اُس کی جائے قیام میں چلا گیا۔ لیکن اپنا طرزِ عمل بدلنے کے بجائے سکندر نے اُسے گرفتار کر لیا، اور اس طرح تھبز پر دباؤ ڈالنے کا ایک نہایت نفیس آلہ اُس کے ہاتھ آگیا۔ سکندر نے تھبز کو زیر کرنے کی غرض سے ایتھنز کے سامنے ایک باہمی محالفے کی تحریک پیش کی، جسے ایتھنز نے فوراً منظور کر لیا اور اوتوکلیس کی ماتحتی میں جہاز اور سپاہی دونوں روانہ کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ یہی وہ موقع تھا جب ایتھنز والوں نے سسلی کی افواج کو تھسلی روانہ کرنیکے لئے استدعا کی تھی۔ اُدھر تھبز نے پیلوپیداس کو چھڑانے کی سر توڑ کوشش کی، لیکن اُس کے دو سپہ سالار یعنی کلیومنیس اور

باب ۹

ہی پارتس جو اس مقصد کے لئے بھیجے گئے اپنی مہم میں ناکام ہوے اور اُن کی فوج بھی محض اپامنونداس کی وجہ سے، جو اُس میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے شامل تھا، بچ گئی۔ اس کے بعد تھبزیوں نے خود اپامنونداس کو سپہ سالار بناکر تھسلی روانہ کیا، اور بالآخر ۳۶۷ ق م کے اوائل میں اُس نے سکندر سے پیلوپیداس کو رہا کرالیا۔

یہاں پیلوپیداس کی شمالی مہمات کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ان سے یہ پتا لگتا ہے کہ تھبزوالوں میں قابلیت اور ہمت وجرأت کی تو کسی طرح کمی نہ تھی، لیکن اُس کے مادّی وسائل کی نسبت یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کی مداخلت سے پیلوپونیز میں جو نتائج ظہور میں آئے وہ تو دیرپا اور مستقل تھے، لیکن شمالی ممالک کے تعلقات نہ تو اسوقت اور نہ بعد میں دُنیائے یونان کے لئے مفید ثابت ہوے۹۔

---

۹ پیلوپیداس نے شمال میں جرأت اور سرفروشی کی جو مثال قائم کی اُس سے ویولین ویبر Wuellenweber کے ساتھی ماکس مایر Max Meier کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

تھسالوی مہم کا بیان پلوٹارک "پیلوپیداس" ۲۶ تا ۲۹، دیودوروس ۲۵، ۱۷ اور پوسانیاس ۹، ۱۵ میں دیا ہوا ہے۔ فون شٹرن کے خیال کے مطابق ان تینوں کتابوں میں جو ذکر ہے وہ کسی بیوتی سند کا اقتباس ہوگا۔

Dem. Arist. ۱۲۰ میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پیلوپیداس نے تھسلی میں بیوتیہ کے نمونے پر ایک کوئے نون (مملکت) قائم کی تھی جس میں چار اضلاع ("تیت رادیس") یعنی پیلاس گیوتس، فتیوتس، تھسالیوتس اور ہستیائیوتس تھے؛ ان میں سے ہر ایک پر ایک پولیمارخ نگرانی کرتا تھا اور تمام ملک کا ایک آرخن سرگروہ تھا۔ کیولر: "معلومات Koehler; Mitth. ۲، ۲۰۱ وغیرہ اور گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert. Staatsalt. ۲، ۱۲ میں نوشتے کی وضاحت کی گئی ہے۔ فیلقوس شاہ مقدونیہ اس انتظام کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کام میں لایا۔

باب دہم

سیادت تھبز کے آخری ایام، پیلوپی داس کا ورود سوس میں، آرکیڈیا و ایلس، جنگ مین تی نیہ

۳۷۱ ق م تا ۳۶۲ ق م

تھبز کا مقصد دراصل وہی تھا جسے زینوفون اپنے عہد کی زبان میں "قیادت یونان" کا لقب دیتا ہے۔ اس زمانے میں یہ لفظ "قیادت" Hegemonia اپنے اصلی معنی سے ہٹ چکا تھا۔ ابتداءً اس لفظ سے فوج کی سپہ سالاری مراد لی جاتی تھی، چنانچہ جب یہ تمام یونان کے لئے استعمال کیا جاتا تھا تو اس سے مراد بربری اقوام کے خلاف یونانیوں کی سپہ سالاری سے ہی ہوتی تھی، اور جب لڑائی ختم ہو جاتی تو "قائد" بھی برخاست کر دیا جاتا تھا۔ اس سے بھی بعید زمانے میں لفظ Prostates (رہبر) اس مملکت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جسے دُنیائے یونان میں ایک خاص تفوق ہوتا، اور مدت دراز سے یہ امتیاز اسپارٹا کو ہی حاصل تھا؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پروستاتیس حکم نہیں دے سکتا تھا بلکہ اس کا منصب محض مشورہ اور کمزوروں کی پشت پناہی تک محدود تھا۔ علاوہ ازیں دوران امن میں عملاً اس امتیاز کے کوئی معنی نہ تھے

باب۱۰

جب سنہ ۳۷۱ ق م یا اس سے قریب زمانے میں ملک کسی بیرونی مملکت سے برسرپیکار نہیں تھا تو صرف ایک ہی صورت میں "قیادت یونان" کے کچھ معنی ہو سکتے تھے یعنی اگر تمام ارض یونان کے لئے ایک واحد سیاسی دستور مرتب کرنے کی تجویز زیر غور ہو۔ اوّل تو اس قسم کا کسی کو خیال بھی نہ تھا، اور اگر بفرض محال کسی کے دل میں یہ خیال ہوتا بھی تاہم یہ بات مشکل سے ہماری سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس دستور میں تمام یونانی قوم کی قیادت اعلیٰ تھبز جیسی مملکت کے سپرد کی جا سکتی ہو۔ بلاشبہہ مسینیہ میں تھبز ایک واقعی پروستائیس کی حکمت عملی پر کاربند ہوا تھا اور اپنے مخصوص طرز عمل سے ایک قدیم نقص کی اصلاح کر لی تھی؛ لیکن دیگر اطراف و اکناف میں اُس نے مختلف مملکتوں کے معاملات میں زائد از ضرورت مداخلت کر کے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ان کی حفاظت کے بجائے اُنھیں اپنے دائرۂ اقتدار میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا طرز عمل ویسا ہی ہو گیا جیسا جنگ ائی گوس پوتامی کے بعد اسپارٹا کا تھا، اور یونانیوں نے اپنے تجربے کے بعد اس کا تہیّہ کر لیا تھا کہ وہ اُس کے ہرگز روادار نہ ہوں گے۔

تھبز کا اقتدار اتنا نہیں تھا کہ یونان کے جملہ متنازعہ فیہ امور میں وہ فیصلہ کن رائے دے سکے، چنانچہ اپنی مطلب براری کے واسطے اُسنے یونانیوں کے قدرتی سرپنچ یعنی ایران کی طرف رُخ کیا۔[1] اس سے پہلے اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے مدت دراز تک اسی اصول پر عمل کیا تھا۔ جب تھبزیوں کو معلوم ہوا کہ انتلکیس ساکن اسپارٹا پہلے سے ایران میں موجود ہے تو (سنہ ۳۶۷ ق م میں) پیلوپی داس خود سوس گیا، چنانچہ انطاکوس ساکن آرکیدیا، آرخی داموس ساکن الیس اور تماغورس و لیون ساکنان ایتھنز نے بھی اُدھر ہی کی راہ لی۔ پیلوپی داس نے اُن خدمات پر زور دیا جو زرکسز کے

---

[1] تھبز قیادت یونان کے حصول کی کوشش کرتا ہے، زینوفون ۷، ۱، ۳۳۔ "ہیلینیکا" یا "قیادت" کے مسئلے پر اسی جلد کے اختتام پر بحث کی گئی ہے۔

عہد سے لے کر اگے سی لاؤس کے عہد تک تھبز نے انجام دی تھیں (دیکھو اس کتاب کا باب اوّل)، اور اُس کی تائید تماغورس ساکن ایتھنز نے کی۔ جب شہنشاہ نے تھبزیوں کا عندیہ دریافت کیا تو اُس کا پیلوپی داس نے یہ جواب دیا کہ اُن کی واحد خواہش مسینیہ کی آزادی کا استحکام ہے اور ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ایتھنز اپنے جہازوں کو غیر مسلح کر کے گودیوں میں رکھ دے۔ الغرض شہنشاہ نے اس مطالبے کے مطابق اپنی رائے پیش کر دی، جس پر لیون بول اُٹھا کہ اگر صورت حال ایسی ہے تو قسم ہے زیوس کی ایتھنزیوں کو اپنا دوست کہیں دوسری جگہ تلاش کرنا پڑے گا۔ یہ سُن کر شہنشاہ نے اپنے فیصلے میں یہ اضافہ کر دیا کہ اگر ایتھنزی اس پر مطمئن نہیں ہیں تو وہ اپنے خیال کو ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد لیون نے تماغورس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور جب دونوں واپس ایتھنز پہنچے تو اُس نے اپنے ساتھی پر غدّاری کا الزام لگا کر اُسے سزائے موت دلوا دی۔ آرخی داموس تو تھبز ہی کا طرفدار تھا، لیکن آرکیڈی انطاکوس نے شہنشاہ سے کسی قسم کے تحائف لینے سے قطعاً انکار کیا اور اُس نے اپنے افسروں یعنی "مجلس دہ ہزار" کو مطلع کیا کہ گو شہنشاہ کے خدّام میں بہت سے نان پز، باورچی اور پیالہ بردار ہوں، لیکن اُس کے محلات میں انسانیت کا تو نام و نشان تک نظر نہیں آتا؛ اور لوگ جس طلائی درخت کا، جسے لیدوی پی تھیوس نے دارائے ایران کو تحفۃً دیا تھا، اور جو تخت شاہی پر رکھا ہے، خیال سنتے ہیں، وہ اس قدر مختصر ہے کہ شاید انسان تو انسان کسی چیونٹی پر بھی سایہ کرنے کے قابل نہیں ہے۔

الغرض تھبزی سفرا نے اپنے وطن کی راہ لی۔ ۳۶۶ ق م میں تھبز نے اپنے حلیفوں کا ایک جلسہ کیا جس میں ایک ایرانی افسر نے جو اُن کے ساتھ آیا تھا، فرمانِ شہنشاہی کی مُہر دکھا کر اُسے پڑھ کر سُنایا اور تھبزی قائم مقاموں نے اپنے حلیفوں کے سفرا سے اُس پر حلف لینے کے لئے کہا لیکن ان سفرا نے اس سے بالکل انکار کیا اور جواب دیا کہ ہم صرف سننے کے لئے آئے ہیں اور ہمیں کسی قرارداد کے منظور کرنے کا مطلق کوئی منصب نہیں ہے بلکہ یہ فرض دراصل

باب۵ لیگ کی ایک جمعیت کا ہے جو جنگ کا مسئلہ پیش آنے پر کسی نہ کسی مقام پر اس کے لئے منعقد کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سفیروں نے اُس قدرتی اصول پر عمل کیا تھا کہ مسئلۂ قیادت پر بحث کرنے کا وقت صرف کسی جنگ کی ابتدا پر ہوتا ہے، اور ایسے ہی موقع پر آئندہ کے طرزِ عمل کا تعین کرنے کی غرض سے کوئی قرارداد منظور کرنا چاہئیے۔ بہرکیف ایران کے حکم کی تعمیل کرنے سے سب نے انکار کیا۔ اب تھبز نے یہ کوشش کی کہ مختلف ممالک کو وفود روانہ کر کے حلف لوائے، لیکن سب سے پہلے کورنتھیوں نے فوراً یہ اعلان کر دیا کہ وہ حلف لے کر شہنشاہ ایران کے ساتھ منسلک ہونا پسند نہیں کرتے۔ الغرض جیسا زینوفون کہتا ہے، "تھبزیوں کا یہ منصوبہ کہ وہ بہت سی ریاستوں کو اپنا ساتھی بنالیگا بالکل ناکام ثابت ہوا"، اور اس طرح تھبز کو صرف خود اپنے ہی کرتوت سے اُس اعلیٰ وارفع مقام سے اُترنا پڑا جس پر وہ جنگ لیوکترا کے بعد پہنچ گیا تھا۔ لیوکترا میں اُس نے یہ دکھادیا تھا کہ بہادرانہ قوت ہی مملکتوں کی قسمت کا فیصلہ کرتی ہے؛ اب اُس نے یہ کوشش کی کہ ایرانی طلا و نقرہ کی مدد سے اپنی سیادت کو یونانی مملکتوں سے تسلیم کرادے، لیکن اس کوشش میں اُسے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یونان تھبز کو اپنا اخلاقی رہنما بنائے وہ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

الغرض اپنے مقاصد کے حصول کے لئے تھبزیوں کو خود اپنے ہی وسائل پر قناعت کرنا پڑی؛ اس میں اُنھوں نے مطلق پہلوتہی نہیں کی بلکہ ہر ممکنہ کوشش و جستجو میں مصروف ہو گئے۔ اس سے پیشتر ہی اپامینونداس نے اکائیائی اعیان و اکابر کے ساتھ عمدہ سلوک کر کے اکائیائیوں کو تھبزی عہدیت میں شامل ہونے پر راضی کر لیا تھا[۵۵]، لیکن اب بہت سے لوگ، خصوصاً آرکیڈی ہی یہ کہنے لگے تھے کہ اس طرزِ عمل سے محض اسپارٹا ہی کو فائدہ پہنچا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھبز نے اکائیہ کو اپنے ہارموست روانہ کئے اور اُنھیں وہاں عمومی حکومت کے قیام کا

[۵۵] پیلوپونیز میں اپامینونداس کی تیسری مہم: زینوفون ۷، ۱، ۴۱ تا ۴۳۔

باب ۱

حکم دیا جس کے باعث ہر جگہ بےچینی کے آثار نمودار ہوگئے، اور جلاوطن اعیانیوں نے واپس آکر اسپارٹا کی طرف سے ملک پر از سر نو قبضہ کرلیا۔ اسی طرح سکیون میں بھی بہت کچھ خلفشار مچا ہوا تھا؛ یہاں ایک شخص مسمی یوفرون نے خودسرانہ حکومت قائم کرلی تھی، لیکن اسے شہر بدر کرکے مروا ڈالا گیا۔ فلیوس برابر اسپارٹا ہی کی دوستی کا دم بھرتا رہا[۵۳]۔ شمال اور مشرق میں ابتداءً ایتھنز کو کافی کامیابی حاصل ہوئی، مثلاً ۳۶۵ ق م میں تموتیوس نے ایرانی سپہ سالار تیگرانیس سے جزیرۂ ساموس چھین لیا اور اس میں ایتھنزی شہریوں کی کلیروخیاں (نوآبادیاں) قائم کردیں۔ اسی طرح تموتیوس نے سستوس، میتھونے، پیدنا، پوتیدیا اور تورونے پر بھی ایتھنز کی طرف سے قبضہ کرلیا؛ لیکن اس سے امفی پولس کی تسخیر نہ ہوسکی، اور یہی وہ مقام تھا جس پر قبضہ کرنے کی اسے سب سے زیادہ آرزو تھی۔ ۳۶۶ ق م میں ضلع اوروپس پر، جو ہمیشہ ایتھنز اور تھبز کے مابین متنازعہ فیہ رہتا تھا، آخرکار تھبز ہی کا قبضہ ہوگیا[۵۴]۔ ادھر پیلوپونیز میں ایتھنز نے آرکیڈی نمائندوں یعنی "دہ ہزار" سے محالفہ کرکے گویا تھبز پر ایک کاری ضرب لگادی[۵۵]، جس کے باعث کورنتھ جیسے ایتھنز کی روزافزوں قوت سے بہت کچھ فکر دامنگیر ہوگئی تھی، اس کے محالفے سے دست بردار ہوگیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد ہی کورنتھی محسوس کرنے لگے کہ وہ دیار یونان میں بالکل بے یار و مددگار ہیں، چنانچہ انھوں نے اسپارٹا کی اجازت سے تھبز سے صلح کرلی۔ خود تھبزی سیدھے سادے صلح نامے کے بجائے محالفے کو ہی زیادہ پسند کرتے تھے،

[۵۳] یوفرون؛ زینوفون ۷، ۱، ۴۴ تا ۴۶؛ ۳، ۱، ۱۲؛ ۷، ۲ میں زینوفون فلیوس کا مفصل حال بیان کرتا ہے۔ دیودورس نے ۱۵، ۷۰ میں جو سنوں کا تسلسل دیا ہے وہ غلط ہے۔

[۵۴] تھبزی اوروپس پر قبضہ کرلیتے ہیں، زینوفون ۷، ۴، ۱؛ دیودورس ۱۵، ۷۶۔ مقابلہ کرو ونن عطرن ۲۰۹۔ تموتیوس کے مہمات، شیفر "دیموستھنیس" Schaefer, Demosth ۱، ۱۰۰ وغیرہ۔

[۵۵] ایتھنزیوں اور آرکیڈیوں کا باہمی محالفہ، زینوفون ۷، ۴، ۲۔

باب۱۰ لیکن کورنتھی اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ اُدھر فلیوس نے بھی کورنتھ ہی کی حکمت عملی کا اتباع کیا۔ حقیقت میں اسپارٹا کے زوال کی یہ ایک بہت بڑی نشانی تھی کہ کورنتھ اور فلیوس جیسی ریاستیں ایک طرف تو اُس کی دوستی کا دم بھرتی تھیں اور دوسری جانب اُس کے ساتھ محالفہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں اس لئے کہ وہ اسے محسوس کرتی تھیں کہ اسپارٹا اُن کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا۔ [۵۵]

پیلوپونیز کی صورت حال ویسے بھی کافی پیچیدہ تھی، لیکن جب آرکیڈیا اور ایلس میں باہمی ناچاقی ہوگئی تو اُس کی پیچیدگی المضاعف ہوگئی۔ ایلسیوں نے ضلع ترِی فالیہ کے شہر لاسیوم پر، جو آرکیڈیوں نے اُن سے چھین لیا تھا، قبضہ کرلیا؛ لیکن آرکیڈیوں نے اُسے دوبارہ تسخیر کیا، اور ساتھ ہی ساتھ وہ اُس مقام پر بھی قابض ہوگئے جہاں تہوار منایا جاتا تھا۔ یہاں پہنچ کر اُنھوں نے ایلسی عمومیت پسندوں کو ملالیا، اور دوسری طرف اسپارٹی اور بعض اکائیائی ایلسیوں کی طرفداری کرنے لگے۔ جب ۳۶۴ ق م کے اولمپیائی میلے کا زمانہ آیا تو آرکیڈیوں نے پیزائیوں سے مل کر، جو زمانۂ قدیم میں اس پر مہدارت کیا کرتے تھے، یہ تہوار منایا۔ لیکن مقابلے ختم ہونے سے پہلے ہی ایلس نے اکائیہ سے مدد مانگ کر اپنی فوج کو مرتب کیا اور دشمن پر حملہ کردیا۔ اُدھر آرکیڈیوں نے دو ہزار آرگوسیوں اور چار سو ایتھنزی سواروں کو لیکر اپنا لشکر دریائے کلادیوس کے کنارے ایستادہ کیا۔ آخر کار لڑائی میں ایلسی ہی بڑھے ہوئے رہے۔ چنانچہ اُنھوں نے زیوس کی قربان گاہ عظمیٰ تک دشمن کا تعاقب کیا؛ لیکن وہ اس مقام پر پہنچے تو دشمن نے بارہ دریوں، دروازوں، ایوان مجلس اور بت کدۂ زیوس سے نکل نکل کر اُن پر حملہ کرکے اُنھیں واپس ہونے پر مجبور کردیا جس کے باعث اُنھوں نے آخر کار حرم مقدس پر حملہ کرنے کا خیال بالکل ہی چھوڑ دیا۔

---

۵۵ معاملات کورنتھ، زینوفون، ۷، ۴، ۴ وغیرہ۔ کورنتھ، فلیوس اور آرگوس کے ساتھ ایتھنزی صلح کرلیتے ہیں، زینوفون، ۷، ۴، ۱۰ ایس کورنتھیوں کے طرزِ عمل کو حق بجانب تسلیم کرلیتا ہے۔

باب ۱۵

اب چونکہ آرکیڈیوں کو اپنے ایپاری توئے یا جیش مستقل کی تنخواہ دینی تھی اس لئے اُنھوں نے اس بُت خانے کے خزانے پر قبضہ کرلیا؛ لیکن ایکطرف تو مین تی نی اسے مقاماتِ مقدسہ کی حرمت کے خلاف سمجھتے تھے، دوسری جانب خود دہ ہزار میں سے بھی بہت سے ایسے تھے جو اس حرکت کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس جیش میں صرف وہی سپاہی رہ گئے جو اپنے اسلحہ اور سامان خورد و نوش کا خاطر خواہ انتظام کرسکتے ہوں؛ جس کے باعث اس میں ایک اعیانی بلکہ یوں کہو کہ لقوتوری کیفیت نمایاں ہوگئی۔ جنھوں نے بُت خانے پر دست درازی کی تھی اُنھوں نے تو اپنی مدد کے لئے تھبزیوں کو طلب کیا، لیکن اکثر آرکیڈیوں نے جھگڑے سے دست بردار ہوکر ایلس کے ساتھ صلح کرلی۔ جب آخرکار تھبزی کمک آئی تو اُس نے آرکیڈیا والوں سے نہایت ہی بُرا برتاؤ شروع کیا؛ مثلاً جب تگیا کے آرکیڈی اپنے اور ایلس کے مابین صلح نامے کی یادگار منا رہے تھے تو اُس وقت تھبزی فوج کے سپہ سالاروں نے اس میلے میں حصہ لینے والے اعیانیوں کو گرفتار کرکے داخلِ زنداں کردیا[۵۶]۔ لیکن تھبز کے سب سے بڑے حریف مین تی نی تھے، اور جن کی تعداد ان محبوسوں میں بہت کم تھی؛ اس لئے ممکن ہے کہ مین تی نیہ اپنے ان مٹھی بھر شہریوں کی گرفتاری سے مطلق متاثر نہ ہوتا اور یہ خیال نہ کرتا کہ تھبز کے سامنے اُس نے گویا سرِ تسلیم خم کردیا ہے؛ لیکن اُنھوں نے صورتِ حال دیکھ کر

---

۵۶ آرکیڈیا کے اندرونی خلفشار کے لئے دیکھو فون شٹرن ۲۲۶۔ ایتھنزیوں نے اپنے سواروں کا ایک حصہ آرکیڈیوں کی مدد اور اسپارٹا کی مخالفت کے لئے روانہ کیا تھا؛ لیکن اس رسالے کے لقونیہ میں قدم رکھنے تک ایتھنز اور اسپارٹا کے مابین لڑائی نہیں چھڑی۔ اسی قسم کی دوسری مثالوں کیلئے دیکھو جلد ۲ باب ۲۱ د ۲۹۔

سیلاسیہ کو تسخیر کرنے کیلئے سرقوسی اپنی فوج اسپارٹا کی مدد کیلئے روانہ کرتے ہیں؛ زینوفون ۷، ۴، ۱۲۔

ایلسیوں اور آرکیڈیوں کے مابین آویزش؛ اولوروس پر قبضہ کرنے کیلئے ۳۶۵ ق م میں جھگڑا؛

ایلس اور اسپارٹا کے مابین معاہدہ؛ کرومسوس پر نزاع؛ اولمپیا میں لڑائی (۳۶۴ ق م)؛ زینوفون ۷، ۴، ۱۳

تا ۳۲؛ مین تی نیہ اور دہ ہزار کے درمیان تنازعہ۔ زینوفون ۷، ۴، ۳۳۔

واقعات تگیا؛ زینوفون ۷، ۴، ۳۶ تا ۴۰۔

باب ۱۰

بہتر یہی سمجھا کہ یہ مسئلہ "دہ ہزار" کے سامنے پیش کر دیا جائے اس پر تھبنزی کمان دار نے بظاہر مرعوب ہو کر قیدیوں کو رہا کر دیا اور اپنی برأت میں یہ عذر پیش کیا کہ اُسے یہ اطلاع ملی تھی کہ ان لوگوں نے تھبنز کے خلاف اسپارٹا سے سازش کر لی ہے بہرحال آرکیڈیوں نے اس کے خلاف خود تھبنز میں استغاثہ دائر کیا؛ لیکن کہا جاتا ہے کہ اپامنونداس نے کمانداری کی طرفداری کی اور کہا کہ وہ لوگ اعیانیوں کے گرفتار کرنے میں حق بجانب تھے اور اگر وہ تھبنز کی اجازت کے بغیر صلح کر لیتا تو یہ صریح غداری ہوتی۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو بلا شبہ اس کا یہ اعلان یونانی تخیلات کے بالکل منافی تھا اس لئے کہ آرکیڈیوں کو ایلس کے ساتھ صلح کرنے کا بالکلیہ اختیار تھا۔ بہرحال ان تمام امور کو ملحوظ رکھ کر نہ صرف مین تی نی بلکہ آرکیڈیا کے دوسرے بلدیات کے شہری بھی اس نتیجے پر پہنچے کہ تھبنز فی الحقیقت اپنی سیادت کے استحکام کے لئے کوشاں ہے، چنانچہ اُنھوں نے اسپارٹا اور ایتھنز کے سامنے اُس کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ آرکیڈیا کا خلفشار حد انتہا پہنچ گیا تھا اور کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اقتدار واقعی کس شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے، یعنی "دہ ہزار" کے ساتھ یا علٰحدہ علٰحدہ بلدیات کے ساتھ، اور ان دونوں میں سے کوئی بھی اپنے حقیقی مقاصد سے واقف نہیں تھا۔[۵]

امور مندرجۂ بالا کے باعث تھبنز کو معاملات یونان میں اب (یعنی ۳۶۲ ق م میں) پہلے سے بھی زیادہ تن دہی کے ساتھ مداخلت کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ موجودہ صورت حال کچھ اس قسم کی تھی کہ اُسے ایک طرف تو

---

۵ آرکیڈی ایتھنز سے درخواست کرتے ہیں، زینوفون ۷، ۵، ۱: دیودورس ۱۸، ۸۲۔
آرخون مولون کے عہد (۳۶۲ تا ۳۶۱ ق م) میں یعنی جنگ مین تی نیہ سے پہلے ایتھنز اور مین تی نیہ کے مابین جو معاہدہ ہوا تھا اُس کے اجزا کی تفسیر سب سے پہلے کیو ہلر نے شائع کی۔ اس کے بعد یہ اجزا مجموعۂ نوشت جات اٹیکا C. I. A. ۲، ۵۷ (ب) = ڈِٹن برگر Ditt. ۳ میں طبع ہوئے۔ دیکھو فون شترن ۲۳۸۔

باب ۱

اپنے دشمنوں کو زیر کرنا تھا اور دوسری جانب اس خوف سے کہ مبادا کہیں بغاوت نہ پھیل جائے، اپنے حلیفوں کو بھی کسی نہ کسی طرح مرعوب کرنا تھا۔ پچھلے چند سالوں میں اُس نے اپنا حلقۂ اثر وسیع کرنے کی سر توڑ کوشش کی تھی، اور اس میں اُسے کچھ کامیابی ہوئی تھی۔ مثلاً خاص بیوتیہ میں اُس نے اورخومینوس کی قوت توڑ کر اپنے مخالف فوق کا خاتمہ کر دیا، اور اس کے بعض باشندوں کو تو تہِ تیغ کر دیا اور بعض کو بطور غلاموں کے فروخت کر دیا۔ تھسلی میں بھی تھبز کو کامیابی حاصل ہوئی لیکن یہاں کی ایک مہم میں پیلوپی داس سکندر والئے فِرائے سے لڑتے ہوئے مارا گیا[۵۸]۔ انھوں نے ایتھنزیوں کے بحری تفوّق کو برباد کرنے کی نہایت ہی جانبازانہ کوشش کی، یعنی وہ ایک بیڑا تیار کر کے اُن تعلقات کو کام میں لائے جو تیس سال پیشتر قائم ہوئے تھے، اور ایتھنز کے حلیفوں یعنی رھوڈز، خیوس اور بیزنطہ کو اُس کے خلاف بھڑکایا[۵۹]۔ الغرض عین اُس وقت جب اُن کے

۵۸ اورخومیوس کی تاراجی، دیودوروس ۱۵، ۷۹، پئوسانیاس (۹، ۱۵، ۳) نے اس کیلئے جس سال کا تعین کیا ہے ذرا وہ قبل از وقت معلوم ہوتا ہے؛ مقابلہ کرو فون شٹرن ۲۲۴۔ ا۔ میولر O Mueller (فون شٹرن ۲۲۳) کے خیال کے بموجب اورخومیوس کے سواروں پر شکست کا الزام عائد نہیں ہوسکتا بلکہ دراصل اُنھیں دھوکا دیا گیا۔ فون شٹرن کہتا ہے (۲۱۹) کہ ۳۶۴ق م میں تھبز کی تھسالوی مہم کا مقصد یہ تھا کہ اُسے بحری تفوّق حاصل کرنے میں آسانی ہو۔

ایامنونداس کا تعزیہ، ائس خیلوس Aesch P Parap ۳۲ میں؛ لیکن یہ کیفیت صحیح بھی ہے؟

۵۹ بحری سیادت کے لئے تھبزیوں نے جو کوشش کی اُس کے لئے دیکھو فون شٹرن ۲۱۶ وغیرہ نیز دیکھو اس جلد کا اختتام۔

پئوسانیاس ۹، ۲۳، ۸ کے مطابق ایک بندرگاہ لاریمنا کا محالفہ تھبز سے ہوگیا۔

تھبزیوں کی جانبداریاں، دیودوروس ۱۵، ۷۸ و ۷۹۔؛ سو جہاز؛ رھوڈز، خیوس اور بیزنطہ ایتھنزی محالفے سے دستکش ہو جاتے ہیں۔ کیوس میں ہیجیتی کے آثار؛ دیکھو نوشتہ معدرجۂ کیوہلر "معلومات" Koehler . Mitth ۲، ۱۴۲ = ڈِٹن برگر ۷۹۔ خود ایامنونداس تھریس میں

باب۵ دلوں میں طرح طرح کے منصوبوں اور ولولوں کے بادل اُمنڈ رہے تھے تو انھیں دفعتہً یہ معلوم ہوا کہ پیلوپونیزی اُن کے حلقۂ اثر سے نکل جانا چاہتے ہیں، اور اب وہ اس زہر کے مارنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگے۔

اپامنونداس چند بیوتیوں، یوبیائیوں اور تھسالویوں کو ساتھ لیکر پیلوپونیز آیا۔ رہے فوکسی تو یہ اُس کے ساتھ اس لئے نہیں ہوئے کہ اُن کے نزدیک یہ ایک جارحانہ جنگ تھی جس میں وہ بیوتیوں کے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور نہیں تھے۔ جب اپامنونداس پیلوپونیز پہنچا تو آرکوسی، مسینی اور جنوبی آرکیڈی بھی جو اسپارٹا کے ہمسایہ ہونے کی وجہ سے اُس کے دشمن تھے، اُن کے ساتھ ہو گئے۔ راستے میں اُس نے بمقام نمیہ قیام کیا تاکہ وہ اُس ایتھنزی فوج کو روک سکے جو اسپارٹا کی مدد کے لئے ایتھنز سے آرہی تھی؛ لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ایتھنزیوں نے اُسے سمندر کے راستے سے روانہ کیا ہے تو وہ اپنے حلیف بلدیۂ تگییا کی طرف بڑھا۔ زینوفون کہتا ہے کہ اُس کی یہ پیشقدمی جنگی تدبر کے لحاظ سے نہایت قابل تعریف تھی اس لئے کہ یہاں پہنچ کر بیوتی فوج دشمن کی نظروں سے اوجھل ہو گئی؛ علاوہ ازیں یہ مقام اس لئے بھی نہایت موزوں تھا کہ یہاں بیوتی اسپارٹا اور مین تی نیہ کے وسط میں حائل ہو گئے تھے۔ اپامنونداس کا پہلا خیال یہ تھا کہ اس مقام سے اسپارٹا پر ایک کاری زخم لگائے؛ اگےسی لاؤس اسپارٹی فوج کو لے کر شمال و مغرب کی طرف چلا گیا تھا جس کی وجہ سے خاص شہر اسپارٹا میں بہت کم سپاہی رہ گئے تھے اور تگییا اور اسپارٹا کی درمیانی سڑک بالکل کھلی ہوئی تھی۔ غرضکہ اپامنونداس اسپارٹا کی طرف یک بیک مڑ گیا، اور اگر اگےسی لاؤس کو اُس کے ارادے کی خبر نہ ہو گئی ہوتی تو یقین ہے کہ تھبزی شہر پر قابض ہو جاتے۔

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ موجود تھا، جہاں اس سے پہلے تمودیوس کارہائے نمایاں انجام دیچکا تھا۔ مقابلہ کرو ہوک Hoek؛ "تھریس میں ایتھنزیوں کے کارنامے" وغیرہ

De rebus ab Atheniens in Thracia, etc. ۱۸۶۲ء صفحۂ ۴۲ وغیرہ۔

نیز مقابلہ کرو گروتیرس ۳ (۶)، ۷۶۱۔

باب ۱

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو تھبزیوں کا اسپارٹا پر قبضہ فی نفسہ ایک نہایت ہی قابل لحاظ واقعہ ہوتا لیکن (ہاڑک کے برلن میں ۱۸۷۰ء میں داخلی کی طرح) اس سے جنگ کے نتیجے پر اثر نہ پڑتا۔ بہرحال اپامنونداس سے پہلے ہی اگےسی لاءوس اسپارٹا پہنچ گیا، جس کی وجہ سے تھبزی فوج شیبی شہر کے صرف ایک حصے پر قابض ہو سکی اور اُسے بالائی حصے پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ بالآخر آرخی داموس مٹھی بھر آدمیوں کو لے کر اپامنونداس پر ٹوٹ پڑا اور اُسے زک دی، چنانچہ آخرکار تھبزی فوج کو تجیا کی طرف پلٹ جانا پڑا تاکہ وہاں سے شمال کی طرف پیش قدمی کر سکے۔ یہاں پہنچ کر اُسے خیال ہوا کہ شاید منتی نیہ پر قبضہ کرنے میں اُسے کامیابی ہو جائے چنانچہ اُس نے اپنے سواروں کو اُدھر ہی کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن اُس کے پہنچنے سے ذرا پہلے وہاں ایتھنزی کمک آگئی تھی، اور اُس نے شہر سے نکل کر تھبزیوں کو کھلے میدان میں شکست دیدی۔ اس موقع پر زینوفون کا بیٹا گری لوس، جو اُس کے بھائی دیودورس کے ساتھ ایتھنزی سواروں میں داخل تھا، کام آیا۔

اپامنونداس نے اب دشمن کے ساتھ، جو منتی نیہ کے قریب پڑا ہوا تھا، ایک فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کرلیا۔ اس لڑائی میں تھبزیوں اور اُن کے حلیفوں نے، جن کی تفصیل اوپر بیان کی جاچکی ہے، اسپارٹا شمالی آرکیڈیا، ایلس، اکائیہ اور ایتھنز کی افواج سے، جس کا کماندار ایک آرکیڈی تھا، مقابلہ کیا۔ تھبزیوں اور اُن کے حلفا کی تعداد تیس ہزار اور اُن کے دشمنوں کی تعداد بیس ہزار سے متجاوز تھی۔ اپامنونداس کی حکمت عملی کی توصیف میں زینوفون بہت کچھ رطب اللسان ہے؛ وہ کہتا ہے کہ اُس کے افعال سے یہ نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اُس روز حملہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ اُس کا اصل مقصد محض پڑاؤ ڈالنا ہے، اور جب اُس نے دیکھا کہ دشمن اُس کی نقل و حرکت سے بےخبر ہے تو اُس نے یکایک حملہ کردیا۔ چنانچہ جب تھبزی فوج پیشقدمی کر رہی تھی تو دشمن اپنی صف بندی میں مشغول تھا۔ زینوفون کے شگفتہ اور واضح بیان کے بموجب اپامنونداس کی فوج جب

باب ۱

آگے کی طرف بڑھ رہی تھی تو بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سہ طبقہ کشتی دشمن کے کسی جہاز پر حملہ آور ہونا چاہتی ہے۔ میدان لیوکٹرا کی طرح اس نے اپنی بہترین فوج دشمن کے بہترین سپاہیوں کے مقابل رکھی اور دشمن کے یمنہ پر اپنے یسرہ کے ذریعے سے حملہ کیا۔ آخرکار اُسے کامیابی حاصل ہوئی اور اُس کے اعلیٰ سواروں نے دشمن کے سواروں کو زیر کر لیا۔ ایتھنزی اپنے ساتھیوں کے بائیں جناح پر ایستادہ تھے، اور چونکہ ایامنونداس یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایتھنزی اسپارٹیوں کی مدد کو جائیں اس لئے اُس نے ان کے خلاف مظاہرہ کرنا مناسب سمجھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی تدبیر بہترین تھی، اور بالآخر میدان تھبزیوں ہی کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود تھبزیوں کا سپہ سالار اور روح رواں اس فتح کی بھینٹ چڑھ گیا، یعنی اُس کے ایک کاری نیزہ لگا جس کے باعث اُس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ لیکن اپنے مرنے سے پہلے اُسے اپنی فوج کی فتح و نصرت کی خبر معلوم ہو گئی تھی اور اُس نے نیزے کو زخم سے کھینچنے کی اسی وقت اجازت دی جب اُسے اطمینان ہو گیا، چنانچہ نیزہ کھینچتے ہی اُس کی روح پرواز کر گئی۔ تھبزی اُس کی موت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ فتح کے باوجود اُن کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے اور ایتھنزی سپاہیوں نے اُن کے بہت سے سواروں اور سپر داروں کو تہ تیغ کر دیا۔[۱]

---

[۱] جنگ مین تی نیہ کے حالات کے لئے، جو دیودورس ۱۵، ۸۵ تا ۸۹ میں دئے ہوئے ہیں، مقابلہ کرو فون شٹرن ۲۳۳۔ دیودورس سے ایک اصولی غلطی یہ سرزد ہوئی ہے کہ وہ سوارے کی اس مڈبھیڑ کو جس میں گری لوس کام آیا اور جس کا جنگ مین تی نیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس کا ایک جزو تصور کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اُس نے جو کچھ اس لڑائی کا حال بیان کیا ہے اُس میں بیکار لفاظی زیادہ ہے، اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر اس وقت تک کافی غور نہیں کیا گیا ہے۔ ایامنونداس کا جسم تیروں سے چھلنی ہو جاتا ہے اور وہ "اپنے جسم سے تیر نکال نکال کر اُن کی اپنے دشمنوں پر بوچھار کرتا ہے" اس لغو اور بے معنی فقرے سے ہمیں بیرن میونخ ہاؤزن Baron Muenchhausen کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

باب ۱

زینوفون اپنی کتاب کو اس لڑائی کے حال پر ختم کرتا ہے، اور یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آخری فقرے نقل کردئے جائیں :- "لوگوں کو پہلے سے جو کچھ بھی توقعات اور آرزوئیں تھیں اُن کا بالکل عکس پیش آیا تھا۔ چونکہ اس لڑائی میں یونان کی تقریباً ہر ایک مملکت نے حصہ لیا تھا اس لئے عام خیال یہ تھا کہ آئندہ وہی مملکت برسر اقتدار رہیگی جس کے سر فتح ونصرت کا سہرا رہا ہے؛ لیکن مشیت ایزدی یہ تھی کہ دونوں کو فتح کا دعویٰ ہو۔ چنانچہ فریقین نے اپنی فتح کی یادگاریں نہایت اطمینان سے منائیں، اور انہیں کوئی مزاحم نہیں ہوا۔ دونوں نے ایکدوسرے کو اپنی اپنی فاتحانہ حیثیت سے فریق مخالف کے مُردے حوالہ کردئے۔ اس طرح گو فریقین اپنی اپنی کامیابی کے دعویدار تھے، لیکن انمیں سے کسی کو نہ کوئی فائدہ ہوا نہ اراضی میں کسی قسم کا اضافہ ہوا نہ حلقۂ اثر وسیع ہوا؛ اور واقعہ یہ ہے کہ جتنا تذبذب اور جتنی ابتری اس جنگ سے پہلے تھی اتنی ہی اس کے بعد بھی برابر قائم رہی "

یہاں میں اس کا ایک دوسرے واقعے سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں جس سے جنگ مین تی نیہ پر تھوڑی بہت روشنی پڑ جائیگی۔ اس جنگ کے واقعات متعلقہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اسی طرح ۵، ۸۶ میں وہ کہتا ہے کہ خطرات کی پروانہ کرکے جنگ کا فیصلہ کرنے کیلئے وہ اپنی صفوں سے نکل آیا اور لکدمونیوں پر بذات خاص حملہ کردیا۔ یہ قصہ بالکل لغو اور خود ساختہ ہے۔ آخر اس سے کیا فائدہ تھا؟ ایک ایسے سپہ سالار کی موت سے، جس کا نام تک محفوظ نہیں رہا، لڑائی کا پانسہ کیسے پلٹ سکتا تھا؟ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کا طرز عمل کسی ایشیائی جنگ ہی میں بھلا معلوم ہوتا ہے جہاں ہر امر کا مرکز خود بادشاہ کی ذات ہوتی ہے؛ اور جس مورخ سے دیودورس نے اپنے واقعات اخذ کئے ہیں اسنے اسی قسم کے کسی ماخذ سے کام نکالا ہوگا۔ مقابلہ کرو جنگ کوناکسا (۱۴، ۲۳)، جنگ اسوس (۱۷، ۳۴) جنگ گوگامیلا (۱۷، ۶۰)۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اپامنونداس نے محض ایک معمولی حیثیت کے کسی شخص کیلئے جو دشمن کی فوج کی کمان کررہا ہو، اپنے تمام منصوبوں اور امیدوں پر پانی پھیر دیا ہوگا؟ ان تمام امور کو مد نظر رکھکر ہم پولی بیس (۱۲، ۲۵ وغیرہ) کو حق بجانب کہنے پر تیار ہیں کہ جنگ مین تی نیہ کا جو بیان افورس نے پیش کیا ہے وہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا، اور افورس کو بری جنگ کی ابتدائی کیفیات کا علم تک نہ تھا۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ مورخوں کا عام قیاس کہ افورس ہی دیودورس کا ماخذ ہے، صحت پر مبنی ہے۔

باب۱۵ اور مرنے والے سپہ سالار کے ذاتی خصائص سے جنگ لیوثرن اور گستاوس اڈولفس کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اپامنونداس کی طرح اس بادشاہ نے ایک عظیم الشان کام اپنے ذمے لیا، اور اپنے یونانی پیشرو کی طرح وہ بھی نہایت جوش و خروش اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اس میں منہمک ہو گیا۔ علاوہ اپنے مقصد عظیم کے دونوں ایک دوسری طرح کے خیالات سے متاثر تھے؛ ایک طرف اپامنونداس کو نہ صرف اسپارٹا ہی کو زک پہنچانا مطلوب تھا بلکہ تھبز کے مفاد کا خیال بھی اس کے دل میں جاگزیں تھا؛ اسی طرح گستاوس اڈولفس نہ صرف احتجاجیت کا بول بالا کرنا چاہتا تھا بلکہ اس کی دیرینہ تمنا یہ تھی کہ سویڈن کو ایک بڑی قوم بنا دے۔ ہم دونوں رہبروں میں یہ خاص بات دیکھتے ہیں کہ انھوں نے بہ نسبت اپنے حقیقی اور وسیع مقصد کے اپنے پیش نامے میں ملکی مفاد کو اولین جگہ دی۔ دونوں نے لڑائیاں لڑیں؛ دونوں کو ایسے موقع سے پسپا ہونا پڑا جہاں سے انھیں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کی آرزو تھی اور دونوں لڑائی میں کام آئے۔ حالات اس درجہ مساوی ہیں کہ دونوں کی موت سے ان کے ممالک کے عہد زریں کا خاتمہ ہو گیا، گو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ تھبز کی بابت یہ حکم کہیں زیادہ وثوق سے لگایا جا سکتا ہے۔ جنگ لیوثرن کے بعد سویڈن کے طرز عمل اور جنگ مین تی نیہ کے بعد تھبز کے طرز عمل میں وہ پہلی سی بے تعلقی کی کیفیت باقی نہیں رہی، اور آئندہ سے دونوں مملکتوں کا طرز عمل محض خود غرضانہ جذبات پر مبنی ہو گیا۔ آخر میں ہمیں صرف یہ اور کہنا ہے کہ سوئیڈن کا فرانس سے جو تعلق قائم ہوا وہ اسی قسم کا ہے جیسا مین تی نیہ کے بعد تھبز کا ایران سے۔

اپامنونداس کی زندگی سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ کسی فرد کے عمدہ اور نفیس افعال اس کے ذاتی خصائص سے ہمیشہ مناسبت نہیں رکھتے ہمیں اپامنونداس کی شخصیت کے اعلیٰ و ارفع اور محبوب ہونے میں مطلق کلام نہیں، اور نہ صرف میدان تمدن ہی میں بلکہ عرصۂ کارزار میں بھی

باب ۸

اس کی عظمت متفق علیہ ہے۔ اس کا دشمن مشکل ہی سے کوئی نظر آتا ہے، اور اُس کے سیاسی حریفوں، مثلاً زینوفون، تک کے دل میں اُس کی کچھ کم وقعت نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس کی عملی زندگی کس طرح یونان کے لئے مفید ثابت ہوئی۔ بلا شبہہ ایک خاص موقع پر اُس نے اسپارٹا کی سیادت کو کاری ضرب لگا کر مسینیہ کی قدیم حیثیت از سر نو قائم کر دی، اور اس طرح وہ یونانیوں کی آزادی کی شاہراہ پر ایک اور قدم بڑھانے میں ممد و معاون ہوا؛ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس کے اس کام پر قدرا بہت کچھ رطب اللسان ہیں۔ لیکن آرکیڈیا کی بابت اس کا جو طرز عمل رہا اُس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا، اور اُس نے اتحاد یونان کی بابت تو کچھ بھی نہیں کیا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اول تو اتحاد یونان کی خود یونانی بھی کچھ زیادہ پروا نہ کرتے تھے، اور دوسرے اس تخیل کی بابت اُس کے اپنے جو خیالات تھے اُن کے ہوتے ہوئے یہ کچھ زیادہ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اُسنے اورخومینوس کی بربادی سے تھبز کے مخالفوں کو پہلے سے بھی زیادہ برافروختہ کر دیا، اور یہ خیال کر کے کہ وہ ایتھنز کا بیڑا نیست و نابود کر دیگا اور ایک ایتھنزی بحری لیگ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، وہ نہایت ہی شدید غلطی کا مرتکب ہوا۔ جب تھبز آرکیڈیا تک کو اپنا مستقل جانبدار نہ بنا سکا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ بجائے ایتھنز کے وہ بیزنطہ اور رھوڈز جیسے شہروں کے حالفے سے کام نکال سکے۔ یہ ممکن ہے کہ پیلوپی داس کی بیچین طبیعت ہی اُس مغلوبانہ تعلق کی بانی مبانی ہو جو تھبز کا ایران سے تھا (اور یہ تاریخ یونان پر ایک نہایت ہی بدنما دھبہ ہے) لیکن ہم جانتے ہیں کہ اپامنونداس نے بھی اُس کے لئے خود اپنی منظوری دے دی تھی۔ الغرض تھبز یوں کے دو بڑے بڑے سپہ سالاروں کے لاف آمیز منصوبوں کے باعث اُنھیں ایسے میدانوں میں قدم رکھنا پڑا جو اُن کی قوت و سطوت کے دائرے سے باہر تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ پیلوپی داس اور

باب ۱۵

اپامنونداس دونوں کی موت نے عین کامیابی کے موقع پر اس دنیا سے اُنھیں جدا کرکے اُن کی شہرت اور ناموری پر چار چاند لگا دیئے۔

باب یازدہم

چوتھی صدی ق م کے ابتدائی حصے میں سسلی اور اٹلی کے حالات:

(۱)

یونان کے دیار مشرق و مغرب کی باہمی یکرنگی

اب ہم دنیائے یونان کے مغربی حصے کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ہم اپنی کتاب کی دوسری جلد میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ ۴۰۵ ق م میں سرقوسہ پر دیونی سیوس حکمراں تھا اور اس نے اپنی حیثیت اپنے پائے تخت کو قلعہ بند کر کے بہت کچھ مستحکم کر لی تھی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں سرقوسہ سے محض جزیرۂ اورتگیا مراد نہیں تھا، جہاں سے دیونی سیوس نے قدیم باشندوں کو نکال باہر کیا تھا، بلکہ اس میں ہمسایہ ساحلی علاقہ یعنی اخرادینہ کا ایک حصہ بھی شامل تھا، چنانچہ دیونی سیوس نے ان مقامات کو قلعہ بند کر کے اُن میں ایک بندرگاہ اور ایک اسلحہ سازی کا کارخانہ قائم کر دیا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ اُسے سرقوسیوں کی ایک مہیب بغاوت فرو کرنی پڑی، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس میں اُسے اسپارٹا کی امداد ملی تھی۔ ہوا یہ کہ سرقوسہ میں جو کورنتھی سفیر رہتا تھا وہ ہمیشہ شہریوں کو آزادی کا مطالبہ کرنے کیلئے بھڑکایا کرتا تھا، اور اُسے ایک اسپارٹی نے جو شہر میں رہتا تھا، قتل کروا دیا جس کی وجہ سے سرقوسیوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ الغرض اس بغاوت کے فرو کرنے کے بعد دیونی سیوس نے صقالیوں اور ان یونانیوں کو جو

باب ۱۳

جزیرے میں مقیم تھے، مغلوب کر کے کمپانیا کے اجیر سپاہیوں کو جزیرے میں آباد کر دیا۔ ہم اسی کتاب (جلد ۲، باب ۲۷) میں بیان کر چکے ہیں کہ بحیثیت پایۂ تخت کے سرقوسہ کا کمزور نکتہ یہ تھا کہ اخرادینہ کے مغرب میں اس سے بالکل ملحق ایک سطح مرتفع واقع تھی؛ اب دیونی سیوس نے اس مثلث حدب کو اپنے پایۂ تخت کی فصیل کے اندر لے لیا اور اس کے چاروں طرف ایک دیوار تعمیر کر دی۔ اُس نے سب سے پہلے تو شمالی سمت کو لیا اور یہاں کی فصیل کو، جو ۳۰ استادیا یعنی تقریباً چھ ہزار گز طویل تھی، (قدیم مصری حکمرانوں کی طرح) ساٹھ ہزار مزدور لگا کر بیس روز میں مکمل کرا دیا۔ اس کے بعد ۳۹۹ ق م میں اُس نے نہایت کثیر مقدار میں سامان اسلحہ تیار کرایا، اور کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر منجنیق کی اور چپوؤں والی پانچ قطاروں والی جنگی کشتی کی ایجاد ہوئی۔ اس کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ شہر سرقوسہ میں اپنی سیادت قائم کر دے بلکہ اصل میں وہ یہ چاہتا تھا کہ سسلی سے قرطاجنی حکومت کو بیخ و بُن سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ اُس نے مسانا، رھیگیوم اور خاصکر لوکری سے عمدہ تعلقات پیدا کئے، اور ۳۹۷ ق م میں آخر کار قرطاجنیوں سے یونانی بلدیات کی آزادی کا مطالبہ کر دیا؛ جب اُن کی طرف سے انکاری جواب آیا تو اُس نے فوراً اُن کے خلاف لڑائی چھیڑ دی۔

وہ ایک بڑی فوج لے کر جس میں اکثر و بیشتر اجیر سپاہی تھے، جزیرے کی مغربی سمت روانہ ہوا اور سائس کے بیشتر حصے کو فتح کر لیا۔ دیودورس کے بیان کے بموجب اُس نے موتیہ کو تو اس کے ہر چہار طرف پشتہ بنا کر مسخر کیا اور اس مضبوط مقام کے علاوہ اُس نے پہاڑی شہر ایرکس پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن ابتدائے جنگ میں دیونی سیوس کو جو کچھ بھی کامیابی ہوئی اُس کی وجہ یہ تھی کہ قرطاجنی لڑائی کے لئے کما حقہٗ تیار نہ تھے۔ ابتدائی مراحل ختم ہونے پر انھوں نے باضابطہ جنگ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں، اور ۳۹۶ ق م میں وہ دیونی سیوس کی فوج سے کہیں بڑی فوج لے کر جزیرے میں اُترے اور اپنے معمولی راستے کو چھوڑ کر ایک جدید راستے سے اندرون ملک

کی طرف بڑھنے سب سے پہلے تو وہ شمالی سسلی کی طرف بڑھے تاکہ مسانا اور شلی اٹلی سے
دیونی سیوس کی کمک کو روک دیں۔ انھوں نے مسانا پر قبضہ کرلیا اور کوہ اتنہ کے قریب
سرقوسی فوج کو شکست دیکر خاص شہر سرقوسہ میں اُس کی ناکہ بندی کردی۔ خودسر کے اقبال کو زوال
پر دیکھ کر باشندگان سرقوسہ میں بھی بےچینی کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ بھی
اپنی آزادی کا راگ گانے لگے جس کی وجہ سے دیونی سیوس ایک نہایت ہی
سخت دشواری میں پھنس گیا۔ لیکن اس مرتبہ بھی اسپارٹا کی مداخلت کی
وجہ سے معاملات روبراہ ہو گئے یعنی اسپارٹی سفیر نے اپنی مملکت کیطرف
سے دیونی سیوس کی دوستی اور یگانگی کا اعلان کردیا۔ اُدھر قرطاجنی پڑاؤ میں
وبائے طاعون پھیل گئی اور اُن کی فوج کا ایک حصہ اس موذی مرض کی بھینٹ
چڑھ گیا۔ اب خودسر نے اپنے دشمن کے پیچ و تاب سے فائدہ اُٹھا کر خفیہ طور پر
اپنی فوج اور بیڑے کو حرکت دی، اور اگر محض وقتی کامیابی ہی اُس کا
مقصد اعلیٰ ہوتا تو یقین ہے کہ وہ اس قرطاجنی فوج کا، جو سرقوسہ کو گھیرے
پڑی تھی، بالکل ہی کام تمام کردیتا۔ لیکن اُس نے از راہ چالاکی قرطاجنی فوج کے
شہری سپاہیوں کو فرار ہونے دیا تاکہ اگر صلح کی نوبت آئے تو خود قرطاجنہ کا
ایک گروہ اُس کا ہمنوا ہو جائے۔ بعد ازاں اُس نے دشمن کی فوج کے بہترین
اجیر سپاہیوں یعنی ایبریائیوں کو خود اپنے یہاں نوکر رکھ لیا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ
قرطاجینوں کو خبر ملی کہ اُن کے افریقی مقبوضات میں بغاوت پھیل گئی ہے۔
چنانچہ وہ، گو چند روز کے لئے ہی سہی، تمام جزیرۂ سسلی کا بلا شرکت غیرے
گویا مالک بن گیا۔ لیکن اُس نے اُن وسیع اختیارات سے کام لے کر
جزیرے سے قرطاجینوں کو ملک بدر کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بظاہر اپنے
دیرینہ منصوبوں کو گویا بالائے طاق رکھ دیا۔ اگر وہ اپنے قدیم خیال کے بموجب
عمل کرتا تو اُسے قرطاجنہ سے مسلسل جنگ آزمائی کرنی پڑتی جس میں شاید بعض
مرتبہ اُسے خود اپنا اقتدار بھی قائم رکھنا مشکل پڑ جاتا۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی
چاہتا تھا کہ اگر قرطاجنہ نے اُسے شکست دے دی تو سرقوسی ضرور بغاوت
کردیں گے، چنانچہ اُس نے اپنی تدبیر و تدبر کا مرکز اپنی حکومت سرقوسہ کو

باب۱ قرار دیا اور یہ طے کرلیا کہ اگر اُس نے قرطاجینوں کا زیادہ پیچھا نہ کیا تو رفتہ رفتہ وہ اُسے اسپنے حال پر چھوڑ دیں گے۔ ان تمام امور کو مدِّ نظر رکھ کر وہ خود مختار یونانیوں کو قرطاجینوں سے کمزور سمجھ کر اُن کی طرف پلٹا تاکہ اگر تمام جزیرۂ سسلی کو نہیں تو کم از کم نشیبی اٹلی کے ایک حصے کو تو اپنی سلطنت میں شامل کرلے۔

دیونی سیوس کو معاملات اٹلی میں دست اندازی کرنے کا موقع بہت جلد مل گیا۔ ہوا یہ کہ رھیگیوم والوں نے ناکسوس اور کتانہ کے بعض باشندوں کو، جنھیں دیونی سیوس نے ملک بدر کردیا تھا، سسلی کے شمالی ساحل پر بمقام میلائے (حال ملاتسو) لا بسایا اور شہر مسانا پر جو سرقوسہ کے ماتحت تھا ۳۹۳ ق م میں حملہ کردیا۔ اس طرح دیونی سیوس گویا اطالوی یونانیوں سے عین اُس وقت برسرِ پیکار ہوگیا جب خود سسلی میں بھی اُسے قرطاجینوں اور بعض صقالی قبیلوں کا مقابلہ کرنا باقی تھا۔ اُسے تورومے نیوم میں مطلق کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور اس مقام پر صقالیوں کا قبضہ ہوگیا؛ لیکن یہ کچھ زیادہ اہم ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ اُس نے پلٹ کر قرطاجینوں کو بمقام اگرن شکست دے دی اور اب وہ اپنی پوری توجہ رھے گیوم کی طرف مبذول کرسکا۔

نہ صرف یہ کہ اُسے ابتدا میں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا بلکہ اُس کے حملے سے نشیبی اٹلی کے یونانیوں میں پہلے سے بھی زیادہ یکجہتی پیدا ہوگئی۔ اس یکجہتی کا ایک سبب اور بھی تھا، وہ یہ کہ شمال کی طرف سے ایک نیا دشمن یعنی لوکانی اُنھیں دبا رہا تھا۔ یہ سامنی نسل کے افراد تھے اور اُن کی اور تھوری ئی والوں کی دشمنی پانچویں صدی ق م سے یعنی اُس وقت سے برابر چلی آرہی تھی جب کی پوس کا باپ یعنی کلیاندرید اس ساکن اسپارٹا تھوری ئی والوں کا افسرِ اعلیٰ تھا۔ کچھ بھی ہو آزادی پسند یونانیوں کی جانبازی اُنکے کچھ کام نہ آئی۔[۱]

---

[۱] لوکانی؛ دیکھو نسن: "جغرافیہ اٹلی" Nissen; Italische Landeskunde

باب ۱۱

ایک قرطاجنی حملے کی وجہ سے دیونی سیوس ۳۹۲ ق م میں اٹلی پر حملہ آور نہ ہوسکا۔ لیکن اُس کے اور قرطاجنہ کے مابین بہت جلد صلح ہوگئی جسکی بنا پر موخرالذکر نے اسے مشرقی سسلی کے بیشتر حصے کا حکمراں تسلیم کرلیا۔ الغرض ۳۹۰ ق م میں وہ ازسرنو ریجیوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن اس مرتبہ علاوہ لوکری والوں کے جو دیونی سیوس ہی کے طرفدار تھے، باقی تمام اطالوی یونانی کروتون کی سرکردگی میں ریجیوم کی پشت پناہی پر کمربستہ ہوگئے جس کی وجہ سے خود سرقوسہ کو زک اُٹھانی پڑی۔ اس کے بعد اُس نے بربریوں کے ساتھ محالفہ کرلیا۔ الغرض لوکانیوں نے تھوری کولاؤس کے قریب شکست فاش دیدی جس کے بعد اطالوی یونانیوں میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ پر اسنے دم خم کے ساتھ دیونی سیوس کا مقابلہ کرسکیں۔ اُس نے ۳۸۹ ق م میں ازسرنو میدان کارزار گرم کیا اور ضلع کاؤلونیہ میں دریائے ہیلیپولوس کے کنارے انھیں شکست دیدی۔ اس لڑائی کے بعد تسیبی اٹلی کے حالات میں ایک عظیم الشان تبدیلی رونما ہوئی۔ دیونی سیوس نے بحیرۂ ایونیہ پر کاؤلونیہ اور بحیرۂ ترھینیہ پر ہپونیوم پر قبضہ کرلیا اور یہاں کے باشندوں کو ۳۸۸ ق م میں سرقوسہ کو منتقل کرکے اُن کی اراضی لوکری والوں کے سپرد کردی، چنانچہ اب لوکری سلطنت دیونی سیوس کی شمالی سرحد بن گیا۔ دیونی سیوس کے حکم سے ریجیوم اپنا مکمل بیڑا اُس کے حوالے کرنے پر مجبور ہوا، لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ اگر وہ اُس کے جملہ مطالبات پورا کیئے دیتے ہیں تو وہ اُس کے بالکل دست نگر ہوجائیں گے تو اُنھوں نے مجبوراً اُن مطالبات کو مسترد کردیا۔ اس پر دیونی سیوس نے شہر کی ناکہ بندی کردی اور شہریوں کو بھوکا مار کر آخرکار انھیں ہتھیار رکھ دینے پر مجبور کیا۔ الغرض ۳۸۷ ق م تک اٹلی کا مکمل جنوبی حصہ سرقوسہ کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (۲۳۱ وغیرہ۔ صرف پولی اکے نوس (۲، ۱۰، ۲) ہی ایک ایسا مورخ ہے جس نے پانچویں صدی ق م جیسے بعید عہد میں اُس قوم کی موجودگی بیان کی ہے Frontin ۲۔۳۔۲ دیودوروس کی کتاب میں ان کا ۳۹۳ ق م تک ذکر نہیں ہے (۱۹۱۴، ۱)۔

باب ۱۱

ماتحتی میں آگیا۔

اس طرح دیونی سیوس کی مہمات کا تقریباً صلح نامۂ انتالکداس کے ساتھ ہی ساتھ خاتمہ ہوا۔ ہم اس سے قبل باب ۴۴ میں دیکھ چکے ہیں کہ صلح نامۂ انتالکداس کا بیشتر دار اُس بیڑے پر تھا جو دیونی سیوس نے اپنے اسپارٹی حلیفوں کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ اس وقت اپنی قوت و سطوت کے عین عروج پر تھا، اور جسطرح یونان کے دیار مشرق میں اُس کا کوئی مدمقابل نہ تھا اسی طرح دیار مغرب میں بھی دیونی سیوس کا کوئی ثانی نظر نہ آتا تھا۔ وہ اپنی سیادت قائم رکھنے میں اپنے حلفا سے بھی زیادہ کامیاب ثابت ہوا اس لئے کہ بہ نسبت اُن کے اُس کی قوت کا مدار بیرونی مدد پر نسبتہً کم تھا۔

اس کے بعد کچھ عرصے تک دیونی سیوس کے حالات پر تاریکی کا پردہ پڑجاتا ہے۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ دیودوروس نے اپنی کتاب کو کچھ اسی انداز سے ترتیب دیا ہے، اور کچھ یہ ہے کہ جب یہ خود سر اطمینان کلی سے اپنے تخت پر بیٹھ گیا اور اپنے مخالفوں کی پروا نہ رہی تو اُس کی حکومت کے واقعات میں ایسے مورخ کو جسے لڑائیوں اور مہموں سے زیادہ دلچسپی تھی، خامہ فرسائی کا زیادہ موقع نہیں رہا۔ بہرحال اُسے ۳۸۲ ق م میں قرطاجنہ کے خلاف اپنا علم بلند کرنا پڑا، اور اس مرتبہ قرطاجنیوں نے اٹلی کے راستے سے اُس پر وار کیا۔ لیکن دیونی سیوس نے اُنھیں شکست دیدی، اور جب ۳۷۹ ق م میں اُنھوں نے پھر حملہ کیا تو اُن کی فوج میں وبا پھیل جانے کے باعث آخرکار انھیں افریقہ واپس چلا جانا پڑا۔ اب دیونی سیوس نے یہ سوچا کہ اُسے اٹلی کی طرف سے ہمیشہ خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خواہ وہ خطرہ اطالوی دول کی جانب سے ہو یا قرطاجنہ کی وجہ سے، چنانچہ اُس نے یہ طے کیا کہ اٹلی کے جنوبی حصے کو ایک فصیل بنوا کر اور اُس کے برابر برابر ایک خندق کھدوا کر محفوظ کرلیا جائے، اور یہ فصیل موجودہ مقام کاتانتسارو کے جنوب میں جو خاکنائے ہے اسکے دونوں کناروں کو ملا دے یعنی ہیپونیوم کے شمال میں خلیج لامی توس سے خلیج سکے لے تیوم تک چلی جائے لیکن اس سرحدی خطے کی قلعہ بندی کرنے کے بجائے اُس نے اُن مقامات سے آگے بڑھ کر (غالباً ۳۷۹ ق م میں)

شہر کروتون پر قبضہ کرلیا اور ہیرالی کی نیہ کے بت خانے کو لوٹ کر سکی لے تیوم لوکری والوں کے حوالے کر دیا۔ اس سے آگے وہ اپنا علاقہ نہیں بڑھا سکا، لیکن اسکا حلقۂ اثر واقعاً بحیرۂ ایڈریاٹک تک پھیلا ہوا تھا، چنانچہ اُس نے ساحل الیریا پر شہر لسوس جا آباد کیا۔ اس کے تعلقات اکلے تاس فرمانروائے مولوسیان سے بھی دوستانہ تھے اور اُس کی جلاوطنی کے زمانے میں ۳۸۵ء ق م میں دیونی سیوس ہی نے اُس کی میزبانی کی تھی۔ ۳۸۴ء ق م میں دیونی سیوس کے اجیر سپاہیوں نے چند یونانیوں کو الیریائی بربریوں کے جنگل سے چھٹایا، اور اسی سال آگے بڑھ کر ایتروریہ کے شہر کیرے کے قریب بتخانۂ الیتھیہ کو تاخت و تاراج کرکے اپنا خزانہ بھرا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب باشندگان غالیہ روما پر دباؤ ڈال رہے تھے، چنانچہ دیونی سیوس نے اُن کے سربرآوردہ رہبروں سے بھی محالفے اور عہدنامے کرلئے۔

دیونی سیوس کی سلطنت میں سب سے مقتدر جماعت اجیر سپاہیوں کی تھی اور ان کے بعد سرقوسی شہریوں کا نمبر آتا تھا۔ ممکن ہے کہ اسکے حلقۂ اقتدار کے بعض شہروں کو بعض سے زیادہ آزادی حاصل ہو، لیکن عام طور پر اسکا برتاؤ اپنی رعایا کے جان و مال پر بالکل ایسا ہی تھا جیسا کسی خودسر کا ہونا چاہیئے۔ اگر اُسے روپے کی ضرورت پڑتی تو وہ طرح طرح کے حیلے حوالوں سے اپنا مقصد حاصل کرلیتا؛ مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ وہ کبھی کبھی سکوں کو کھوٹا کردیتا اور لوگوں کے ذاتی مال و دولت پر ہاتھ ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا جب اسکا موقعہ آیا کہ اُس کی سلطنت میں ایک ہی قسم کا سکہ جاری کیا جائے تو اُس نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنا مقصد حاصل کیا۔ جتنے شہر اُس کے ماتحت تھے سب کا نقرئی سکہ ڈھالنا بند کر دیا گیا اور صرف ایک ہی شہر سرقوسہ میں دارالضرب قائم رکھا گیا جس کے نکلے ہوئے سکے نہایت لطیف و حسین ہیں۔ دیونی سیوس نے اپنے پائے تخت کی مادی ثروت بڑھانے میں بہت کچھ کوشش کی، اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ شہر دنیائے یونان کا عظیم ترین شہر بن گیا۔ اس کی فوج کی نفاست اور جہازوں کی تعداد کا کوئی دوسری یونانی مملکت

باب ۱۱

مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ بلا شبہ وہ ظالم و سفاک اور شکّی و بدگمان تھا، لیکن وہ
کلس تھنیس والیٔ سکیون کی طرح ایسے خودسروں کے زمرے میں تھا جو دُنیا کو
دیکھ دیکھ کر لطف اُٹھاتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اُسے عوام سے اُن کی اخلاقی
کمزوریوں کی وجہ سے ایک طرح کی نفرت سی ہو گئی تھی۔ بنی نوع انسان کو وہ
اس درجہ حقیر و ذلیل تصور کرتا تھا کہ اُس نے اپنے تصنیف کردہ درامیوں
میں بعض عجیب و غریب اخلاقی چٹکلے لکھ دئیے ہیں، مثلاً "خودسری تمام
بے انصافی کی جڑ ہے"۔ ایتھنزیوں کے ساتھ محالفہ کرنے کے بعد اُنھوں
نے محض اُس کا دل خوش کرنے کی غرض سے اُس کے درامیوں کو مستحق انعام
گردانا تھا۔ چنانچہ جب اُسے مقابلے میں ایک انعامی گھیرا ملا تو اُسے بچوں کی طرح
مسرت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مدت دراز تک بہت لوگوں نے اُسکی شعر شاعری
کا مضحکہ اُڑایا تھا، اور ان میں اُس کے دست نگر بھی تھے اور ایسے بھی جنھیں
اُس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، چنانچہ جب اُس کے درامیے مستحق انعام
قرار پائے تو اُس نے اس خوشی میں اتنی شراب پی کہ پیتے پیتے اُس کی جان
نکل گئی۔ ممکن ہے کہ یہ قصہ اُس کے ہمعصروں کی من گھڑت ہو اس لئے
کہ بفحوائے مثل "آخر میں ہنسنے والا ہی سب سے زیادہ ہنستا ہے" بہت سے
لوگوں نے اس لغو گو اور مغرور خودسر کے خاتمے کی وجہ سے خوب بغلیں
بجائی ہوں گی۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ وہ نہ صرف اپنے زمانے کی
سب سے زبردست شخصیت بلکہ سب سے ہوشیار مدبر بھی تھا۔ اُسنے
قرطاجنیوں سے دوستی کی، سسلی اور نشیبی اٹلی کے ایک بڑے حصے کو
اپنا باجگزار بنالیا اور یونانی معاملات میں کچھ اس طرح دست اندازی کی
کہ اس کی تحریکات کو کچھ نہ کچھ کامیابی ضرور ہوئی۔ ۳۸۷ ق م میں وہی "صلحنامۂ شہنشاہی"
کے اعلان کا موجب ہوا؛ ۳۷۲ ق م میں اُسی نے ایتھنز کے مقابلے میں
اسپارٹا کو مدد دی، گو اس موقع پر اُسے ایفیکراتیس کے ہاتھوں شکست ہی
کیوں نہ پہنچی ہو؛ ساتھ ہی ۳۶۹ ق م میں سرقوسی امدادی فوج نے
تھبزی حملۂ پیلوپونیز کے موقع پر کارہائے نمایاں انجام دئے اور ۳۶۸ ق م میں

باب ۱۱

اِس نے اسپارٹیوں کو "فتح بے اشک" جیسی کامیابی میں مدد دی جب کبھی یونانیوں کو اُس کی مدد کی ضرورت ہوتی تو وہ اُس کی بڑی آؤ بھگت کرتے، ورنہ وہ اُسی زمرے میں رکھا جاتا تھا جس میں اُن کی نظروں میں شہنشاہ ایران تھا، اور وطن دوست یونانیوں کی نگاہ میں بھی وہ شخص یونانی آزادی کے بدترین دشمن تھے۔ انھیں جذبات کے باعث ۳۸۸ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر لی سیاس نے یہ تحریک کی تھی کہ دیونی سیوس کو رتھ دوڑ میں شریک ہونے کی ممانعت کردی جائے، لیکن یہ تحریک منظور نہیں ہوئی ۹۲

۹۳ دیونی سیوس کی خودسری کی خصوصیات میری کتاب "تاریخ سسلی قدیم" Geschichte Sic in Alt جلد ۲ میں دی ہوئی ہیں۔ ج، بیلوح اپنی کتاب "سلطنت سسلی" بہ ماتحت دیونی سیوس" L Beloch L'impero Siciliano di Dionisio (روما، ۱۸۸۱ء) میں بعض جدید معلومات کا اضافہ کرتا ہے۔ وہ اپنے اس خیال پر بہت کچھ زور دیتا ہے کہ دیونی سیوس کی خودسرانہ حکومت ایک طرح کی دستوری سلطنت تھی، لیکن وہ اس نظریے کو پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچا سکتا، چنانچہ میں نے اس پر اپنے مضمون مندرجۂ "سالیانۂ برسیان" Rec der Abh. in Bursian's Jahresber ۱۸۸۱ء میں مدلل بحث کی ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو یونانیوں کو ہمیشہ خودسروں سے واسطہ پڑتا تھا لیکن اُنھوں نے کبھی یہ تسلیم نہیں کیا کہ خودسری حکومت انصاف پر مبنی ہوسکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ہمیشہ یونانی دستوری حلقے سے باہر ہی رہتی تھی۔ اسی لئے قدما ہمیشہ اُسے "غیر ذمہ دار حکومت" کا لقب دیتے تھے۔

مسکوکیات:۔ ۵۰۰ق م سے ۳۰۰ق م تک سسلی کے شہر کے سکوں کے لئے مہرکنی میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے میں کوشاں تھے۔ مہرکنوں کے کارناموں کے لئے دیکھو وائل: "سسلی کے سکوں کی مہریں" Weil Die Kuenstlerinschriften der Sicilischen Muenzen, Berl,. Winckelmannspr ۱۸۸۴ء۔ ان میں سے مشہور ترین مفصلۂ ذیل ہیں:۔

باب ۱۱

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اٹلی میں بعض بلدیات کو اب بھی خود مختاری حاصل تھی جن میں سب سے اہم تارنتوم تھا۔ اس کا روح رواں ایک فیثاغورسی مسمی آرخی تاس تھا جو فہم و فراست اور مدنیت کے باعث ممتاز تھا اور جسے متعدد مرتبہ تارنتوم کا استراتی گوس منتخب کیا جا چکا تھا۔ بہرحال استداد زمانہ سے تارنتوم روز بروز عیش و عشرت کی وجہ سے بدنام ہوگیا اور اُس سے یہ امید نہ رہی کہ وہ خودسر سرقوسہ کا سدّ راہ بن سکیگا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہرقلیداس کتاہ میں، اقلیداس، بواسطے نیتوس اور کیمون سرقوسہ میں تھے ان میں سے آخری دو مہرکنوں نے سرقوسی دو درہمیوں کا ٹھپہ بنایا جو اپنی نفاست میں لاثانی ہے۔ سکہ جات سسلی میں خصوصیت کے ساتھ دریائی دیوتاؤں اور نمفوں کی جوڑی اور چوکڑی گاڑیوں کی تصاویر ہیں اور ان معبودوں میں ممتاز ترین اری تھوزا ہے ۔ ۴۰۹ ق م کے بعد سلی نوس ہمرا، اکراگاس اور گیلا کی تاراجی اور جزیرے کے مشرقی حصے کی دیونی سیوس کے ہاتھوں تسخیر، ان سب باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ دیونی سیوس کے دارالضرب کے علاوہ جزیرے میں مشکل سے کوئی دوسرا دارالضرب باقی رہا ہوگا۔ اس خودسر نے سوائے خود اپنے نقرئی سکوں کے باقی تمام چاندی کے سکوں کی ممانعت کر دی تھی اور اب مفصلۂ بالا نقاشوں کی مدد سے اُسے سرقوسہ کے سکوں کے حسن کی شہرت برقرار رکھی۔ مقابلہ کرو ہولم "تاریخ سسلی قدیم" Holm Gesch Sic. im Alt. جلد ۲، ۱۷۴۔ قرطاجیوں نے جزیرے کے مغربی حصے میں سرقوسی سکوں کی نقل اُتاری؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ پانورموس، ایریکس، موتیہ اور سیگستا میں مقامی سکے بھی موجود تھے، اور گو بعض مورخوں کے نزدیک سیگستا کا زوال ۴۰۰ ق م میں ہی شروع ہوگیا تھا، لیکن اسکا کوئی خاطر خواہ ثبوت نہیں سیگستا کی چودہی سے جس پر ایک شکاری کی تصویر بنی ہوئی ہے جو اپنا پاؤں رکھے ہے (ہیڈ ۱۴۵)، نشیبی اٹلی کے مہرکنوں کا پتا لگتا ہے۔ (دیکھو کروتون اور پاندوسیہ کے متعلق حواشی)۔ یہاں اُس وثیقاتی تعلق کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو سیگستا اور اٹلی کی قوم فلوک تے تیس کے مابین بیان کیا جاتا ہے؛ اس قوم کی جائے سکونت کروتون اور پاندوسیہ کے قریب تھی اور یہی مقام تھا جہاں قیصر کرمیسہ سے سیگستا کے قریب دریائے کریمیسوس کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

بلکہ اُس کے نزدیک اگر اجیر سپاہیوں کی مدد سے وہ خود اپنی اور اپنے ہمسایہ بلاد کی آزادی کو کسی طرح برقرار رکھ سکے تو اس سے بہتر کیا ہوسکتا تھا۔ اُس کے حلیفوں میں سب سے ممتاز شہر ہرقلیہ، پیتاپونتوم اور تھوری تھے۔ بحیرۂ ترھینیہ پر شہر ایلیہ اور نیاپولس نے بھی اپنی خود مختاری قائم رکھی تھی لیکن ان سب کو لوکانیوں کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ لوکانی ۳۹۰ق م جیسے بعید زمانے ہی میں لاؤس اور پوسئیدونیہ کو اپنا دست نگر بنا چکے تھے اور اسکے علاوہ بحیرۂ ایونیہ پر کروتون کے قریب کے ملک پر بھی قابض تھے جسمیں بعض نہایت قدیم مقامات مثلاً پےتےلیہ، خونے اور کریمیہ تھے اور اُنکی بابت یہ روایت مشہور تھی کہ انھیں فلوک تےتیس نے آباد کیا ہے۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لوکانیوں اور دیونی سیوس کے مابین تعلقات دیرینہ تھے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اول الذکر نے شہر کروتون اور لی کی نی ہیرا کا بت خانہ اُسی کے قبضے میں دیدیا تھا۔ لوکانی قوم بحیرۂ ترھینیہ سے بحیرۂ ایونیہ تک مسلسل ملک پر قابض تھی اور اُس نے اطالوی یونانیوں کو گویا دو حصوں میں تقسیم کردیا تھا[۲]۔

---

[۱] اٹلی کے یونانی ملک کے جنوب مشرقی و مشرقی جزیرہ نما میں جسے آجکل کالابریہ کہتے ہیں، آباد تھے، اور اس کی چوتھی صدی ق م کے نصف اول کی تاریخ پر اُس کے سکّوں سے بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

[۲] رےگیوم کو دیونی سیوس نے ۳۸۷ق م میں فتح کیا (دیودوروس ۱۴، ۱۱۱)۔ اس وقت تک اس شہر میں نہایت نفیس سکّے ڈھالے جاتے تھے۔ اسے ۳۴۶ق م مقامی خودسری سے آزادی حاصل ہوئی تھی، اور اُسی وقت سے اُس کے سکّوں پر خرگوش اور خچروں کی جوٹ کی تصویر منبت ہونی موقوف ہوگئی جو اناکسی لاس کے عہد میں رائج تھی، بلکہ اُس کے بجائے سامو سی سکّوں کا اتباع کیا جانے لگا جن کی وضع اناکسی لاس سے پہلے یہاں مروج تھی، یعنی ایک طرف تو تصاویر کے منہ پر شیر کا نقلی چہرہ اور دوسری جانب ایک نشستہ شخص کی تصویر (بلا تارنتوم کے سکّوں کی طرح) عام طور پر دیموس کی شکل کی بنائی جاتی تھی۔ (واضح ہو کہ ہیڈ اس نظریے کی تردید کرتا ہے)۔ زمانۂ مابعد میں رےگیوم کے سکّوں پر کورنتھی وضع کے بیکاسی

باب ۱۸

اس باب میں مغربی یونان کے جن واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے اُن کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (پرداز گھوڑے) نظر آتے ہیں؛ یہ دراصل تمولیون کے اثر کا نتیجہ ہے جس کا پلوٹارک ("تمولیون" ۹، ۱۰) کے نزدیک رہے گیوم نے نہایت دوستانہ انداز سے خیر مقدم کیا تھا۔

اس زمانے میں لوکری میں کوئی ٹکسال نہیں تھی جس کی وجہ یا تو اُس کے سخت قوانین ہوں گے ورنہ یہ ہوگی کہ وہ سرقوسہ کا دست نگر تھا۔

ہپونیوم مونتے لیونے کے قریب لوکری کی ایک نو آبادی تھی۔ استرابو ۶، ۲۵۶۔ ہپونیوم کے قدیم ترین سکے تانبے کے ہیں اور اُن پر لفظ VEIP کندہ ہے جس کا V اوسکانی طرز کا ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے سکّے صرف اُس وقت ڈھالے گئے ہوں گے جب شہر کی اصلی یونانی کیفیت زائل ہو چکی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوکری کی جگہ ہپونیوم میں بھی ابتدائی زمانے میں سکّے نہیں ڈھلتے تھے۔ مفصلۂ ذیل امور کو پیش نظر رکھنے سے سکوں کی ابتدائی کیفیات پر روشنی پڑیگی، لیکن اس ضمن میں سب سے پہلی مشکل یہ ہے کہ ہمارے پاس ہپونیوم کی بابت بہت ہی کم ذرائع معلومات ہیں ۳۸۹ ق م میں دیونی سیوس نے اُسے تاراج کر کے اُس کی اراضی لوکری والوں کو دے دی (دیودورس ۱۴، ۱۰۷)۔ ۳۷۹ ق م میں قرطاجینوں نے اُسے واپس کر دیا (دیودورس ۱۵، ۲۴)۔ غالباً ۲۹۴ ق م میں اس پر اگاتھوکلیس نے قبضہ کر لیا (دیودورس ۲۱، ۸)، لیکن بہت جلد اُس کی آزادی از سر نو قائم ہوگئی۔ ہمارے واقعی معلومات بس انھیں واقعات تک محدود ہیں۔ لیکن ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ جب ۳۷۹ ق م میں یا اُس کے بعد قرطاجینوں نے شہر کو چھوڑ دیا تو ہپونیوم ضرور دیونی سیوس کے حلقۂ اقتدار میں آگیا ہوگا، لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دیونی سیوس اوسکانی حروف کی منبت کی کبھی اجازت نہیں دیسکتا تھا؛ چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایسے سکّے ضرور ۳۵۶ ق م (یعنی سلطنت دیونی سیوس کے انتزاع کے بعد ڈھالے گئے ہوں گے اور اُسی وقت اُن پر اوسکانی اثر پڑا ہوگا۔ رومنوں نے اس شہر کا نام دیبو دالیس تیہ رکھا اور کتبۂ VEIP سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ "دیبو" اوسکانی الاصل ہوگا۔ نیز دیکھو حواشی متعلق باب ۲۸۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اب ہم کروتون کی طرف رجوع ہوتے ہیں جو رہجیوم کے بعد اس حصۂ ملک کا سب سے بڑا شہر تھا۔ دیوڈ ساکن ہالی کار ناسوس (۲۰، ۷) کے نزدیک یہ شہر اور رہجیوم دونوں بارہ برس تک دیونی سیوس کے ماتحت رہے؛ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ دیونی سیوس نے کروتوں ۳۷۹ ق م میں یعنی اپنی موت سے بارہ برس پیشتر فتح کیا ہوگا۔ لیوی ۲۴، ۳ کے بموجب دیونی سیوس نے دھوکا دے کر اس کے قلعے پر قبضہ کیا تھا۔ ابتدائی زمانے میں کروتون کے سکوں پر اپولو کی تپائی بنی ہوئی ہے، لیکن بعد میں (اگر طرز نقاشی سے استدلال کیا جائے تو ۴۲۰ ق م کے قریب) ان میں بھی نشستہ ہرقل کی شبیہ (جس نے کروتون آباد کیا تھا) بنائی جاتی ہے، اور پرانی تپائی کے برابر اژدہے کو مارتا ہوا اپولو نظر آتا ہے۔ بعض سکوں میں ہیرا کی سیہ اور اپولو کی شبیہیں بھی نظر آتی ہیں۔ اس کے بعد جو سکے ڈھالے جاتے ہیں ان پر ایک طرف اپولو کا سر اور دوسری جانب تپائی بنی ہوتی ہے اور (ہیڈ ۸۳ کے بموجب) ان سے سرقوسہ کے الکتروں کے سکوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ان موخرالذکر سکوں کو ۳۴۵ ق م سے پہلے کے زمانے میں نہیں رکھا جا سکتا (تمولیون) چنانچہ کروتون کے سکے بھی ۳۷۰ ق م سے ۳۳۰ ق م تک کے وقفے میں بنے ہوں گے بلکہ شاید ان کا زمانہ ۳۴۵ ق م کے بعد ہی کا رہا ہے۔ اس ضمن میں ہیڈ کی رائے غلط معلوم ہوتی ہے ان سب باتوں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ دیونی سیوس کی فتح کے بعد سے اس کے انتقال تک کروتوں میں سکے ڈھلنا بند ہو گیا ہوگا۔ ہم اس کتاب کے باب ۳ کے حاشی میں کروتون کے اس سکے پر بحث کر چکے ہیں جس پر سانپ کا گلا گھونٹتے ہوئے ہرقل کی شبیہ بنی ہوئی تھی۔

تیریہ کروتون ہی کی ایک نوآبادی تھی (پلینی ۳، ۱۰؛ استیفان ساکن بیزنطہ؛ ف، لینورمان "یونان کبیر" G. G. F. Lenorment ۳، ۹۸ وغیرہ) کی رائے کے مطابق یہ مقام بانی دی سان یوسفیہ اور سمندر کے مابین واقع تھا۔ اس کے سکے غیر معمولی طور پر حسین ہیں، اور ان پر بحری پری تریینہ اور ایک نشستہ ننگے پانی گاگایا کی شبیہ کندہ ہے۔ ہیڈ (۵٦) ایونز ("سواران تارنتوم" Evans. The Horsemen of Tarentum ۲۱) کہتے ہیں کہ ۳۸۸ ق م میں دیونی سیوس نے اس شہر کو لوکریوں کے حوالے کر دیا؛ لیکن دیودورس

باب ۱۱ | ایک دوسرے کی ہوبہو تصویریں ۔ قرطاجنہ، سسلی کے یونانیوں پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (۱۴، ۱۰۶، ۱۰۷) کا بیان ہے کہ صرف ہیپونیوم اور کاؤلونیہ پر اُن کا قبضہ کرایا گیا تھا۔ ہیڈ کا خیال ہے کہ تیرینہ کے تری کوئترا یا ثلث استاتر سے صقالی یعنی دیونی سیوسی حکومت کا پتا لگتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ دیونی سیوس نے صرف اسی مقام پر سکّے ڈھالنے کی اجازت دی ہو؟ اس کے برعکس مروجہ روایت کے بموجب (دیودوروس ۱۶، ۱۵) ۳۵۶ق م میں تیرینہ کو قوم برے تئی نے فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد کورنتھی استاتروں کا نمبر آتا ہے، اور انھیں ہیڈ (۹۸) ۳۸۸ق م اور ۳۵۶ق م کے درمیان رکھتا ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ عہد خودسری میں کورنتھی اثر کے قائم رہنے کے کیا وجوہ تھے؟ دیکھو ہیڈ ۸۶۔ اس کا کیا سبب ہے کہ تموليون ہی کے زمانے میں کورنتھی طرز تیرینہ میں رائج نہیں ہوئی؟ تیرینہ ہنی یال کے ہاتھوں تاراج ہوا (استرابو ۶، ۲۵۶)۔ راٹ گیبر (یونان کبیر و فیثاغورس — Rathgeber Grossgrie Chenlend und Pythagoras گوٹا ۱۸۶۶ء) نے تیرینہ کی بابت مفصل قیاسات کا اعادہ کیا ہے، مقابلہ کرو گروسر "کروتون" Grosser Kroton جلد ۲، دیباچہ، مِنڈن ۱۸۶۸ء۔

ہمسایہ شہر تمیسہ کی آبادکاری کی بابت (جو لیبورمان کی رائے کے مطابق آجکل کے ماتوناتے کے موقع پر واقع تھا، "یونان کبیر" ۳، ۹۳) استرابو ۶، ۲۵۵ دیکھا جائے۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ تمیسہ پر لوکریوں کا کب قبضہ ہوا۔ بلا شبہہ لوکری اور تمیسہ کے مابین روایتی تعلق ضرور ہے (پئوسانیاس ۶، ۶، ۲ وغیرہ)، کم از کم سکّوں کی مدد سے تو یہ تعلق بہ نسبت لوکری کے زیادہ معلوم ہوتا ہے، مثلاً ان سکّوں سے جن کی ایک طرف کروتون کی تپائی ہے اور دوسری جانب "خود" ہے جو خاص تمیسہ کی علامت ہے (ہیڈ ۸۰)۔ یہ سکّے پانچویں صدی ق م کے ہیں اور ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تمیسہ کا کوئی سکّہ ۳۸۸ق م سے بعد کا موجود نہیں ہے۔ تمیسہ بھی آخر کار دیونی سیوس کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ ماتوناتے باتئی دی سان یوفے میہ کے شمال میں واقع ہے۔ کاش کہ ان مقامات کے مواقع کا قطعی تعین ہو جاتا تو مورخ کو بہت بڑی مدد ملتی۔

ماباب

تقریباً اسی وقت حملہ کرتا ہے جس وقت ایتھنز کے خلاف ایرانی اپنے غیظ وغضب کا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کاؤلونیہ بحیرۂ ایونیہ پر دریائے ساگراس کے شمال میں واقع تھا اور اُسے استرابو (۶، ۲۶۱) "اکائیائی نوآبادی" کا لقب دیتا ہے۔ محققوں کا خیال ہے کہ یہ شہر کاستل ویتیرے کے قریب لوکری (جیراچے) کے شمال میں ہوگا۔ ۳۸۹ق م سے اسے دیونی سیوس نے برباد کر کے لوکریوں کے حوالے کر دیا (دیودوروس ۱۴، ۱۰۶)۔ استرابو کہتا ہے کہ سکی لےتیوم (موجودہ سکی لاچی) جس کی نسبت لینورماں نے نہایت طویل بحث کی ہے ("یونان کبیر" ۲، ۳۲۹ وغیرہ) اور جو کاؤلونیہ کے شمال میں واقع ہے کروتوں کے ماتحت تھا۔ اس کا کوئی سکہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ استرابو کہتا ہے کہ دیونی سیوس نے یہ شہر بھی لوکریوں کے حوالے کر دیا۔ کاؤلونیہ کے وہ نہایت عجیب سکّے جات جن کے ایک طرف تو ایک شخص ہاتھ پھیلائے ہوئے اور دوسری جانب ایک بارہ سنگھا نظر آتے ہیں، دراصل ۳۸۹ق م سے پہلے کے نہیں ہیں۔

اندرون ملک میں کروتوں سے مغرب کی طرف دریائے آخیرونی کے کنارے تین پہاڑیوں پر اور استرابو (۶، ۲۵۶) کے بموجب کونسن تیہ کے ذرا شمال میں پاندوسیہ آباد تھا۔ لیکن اس شہر کے موقع کی ہنوز قطعی طور پر کوئی تحقیقات نہیں ہوئی۔ لینورماں ("یونان کبیر" ۱، ۴۴۵) نے اس موقع کو متعین کر لیا ہے اور ہیڈ (۹۱) نے اُس کے نتائج کو تسلیم بھی کر لیا ہے، لیکن جیسا میں نے لینورماں کی کتاب کے تبصرے میں، جو برسیان کے سالیانہ ۱۸۸۱ء Jahrebericht 1881 میں چھپا ہے، ظاہر کیا ہے، اس کے استدلال کی بنا محض سطحی واقعات پر ہے۔ چونکہ شہر کا نام تھس پروتیاں ہے اس لئے ابتدائی آبادکار منروسا یا مُرَوس سے آئے ہوں گے۔ ہیڈ (۹۱) کا خیال ہے کہ پاندوسیہ پر ۴۰۰ق م کے بعد برے تیی قوم کا قبضہ ہوگیا، لیکن مجھے اس قصے کی متعلق کوئی سند نہیں ملی۔ معلوم ہوتا ہے کہ پاندوسیہ کے سکوں کا زمانہ ۴۰۰ق م سے زیادہ بعد کا زمانہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ وہی عہد ہے جب دیونی سیوس اُس کے ہمسایہ شہر کروتون پر قابض ہوگیا تھا۔ لینورماں (۱، ۴۴۳) سیبارس اور پاندوسیہ کے لیگ کے سکوں کا ذکر کرتا ہے، اور ہمارے نزدیک اس نے پاندوسیہ اور پوسئیدوسیہ کے مابین غلط مبحث کر دیا ہے۔ پاندوسیہ کے خوبصورت سکوں سے کروتون کے ساتھ

اظہار کرتے ہیں (سنہ ۴۱۲ ق م) لیکن گوا تیھنز کو رشوت دے کر بھی کچھ زیادہ کامیابی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس کے تعلق کا پتا لگتا ہے۔ آخری سکوں میں، جو غالبًا سنہ ۴۲۰ ق م کے قریبی زمانے میں ڈھلے ہوں گے، ایک طرف تو (کروتون کے ہمعصر سکوں کی طرح ہیرالی کی نیہ کا پورا چہرہ ہے (ہیڈ ۸۲ و ۹۰) جس کا رواج تقریبًا سنہ ۴۲۰ ق م میں پڑ گیا تھا؛ دوسری طرف (ریگیوم اور کروتون کے سکوں کی طرح) ایک نشستہ شبیہ ہے جو (پاندوسیہ کے سکوں میں) پان دیوتا کی ہے۔

ہمسایہ شہر کونسن تیہ (یونانی "کوسن تیہ" حال "کوسنتزا") میں، جسے استرابو (۶، ۲۵۶) "برے تئی مرکز" کا لقب دیتا ہے، تانبے کے سکے ڈھالے جاتے تھے، اور ہیڈ کے نزدیک یہ سنہ ۴۳۵ ق م کے ساختہ ہیں۔ خالص برے تئی سکوں کی ابتدا جن پر لفظ "برے تیون" کندہ ہے، سنہ ۴۲۰ ق م کے بعد تک نہیں ہوئی۔ برے تیون کے متعلق دیکھو باب ۲۸۔ اسی طرح پے تے لیہ میں بھی جو آجکل "سترونگولی" کہلاتا ہے اور جو لوکانیوں کا مستقر تھا (استرابو ۶، ۲۵۴) ایک زمانۂ بعد تک سکے نہیں ڈھالے گئے۔

اب تھورئی آئیے، جو برو تیوم اور لوکانیہ کی سرحد پر واقع تھا۔ سنہ ۳۹۰ ق م میں اس شہر کو لوکانیوں کے ہاتھوں بمقام لاؤس ایک بڑی زک اٹھانی پڑی (دیودورس ۱۴، ۱۰۲) لیکن اس کی تسخیر کی بابت (جس کا ذکر کرسٹ نے اپنی کتاب "ادبیات یونان" Christ. Gr Lit. ۲۰۱ میں کیا ہے) ہمیں کوئی سند نہیں ملی؛ بہرحال اس زک کی وجہ سے اسکی قوت میں بہت کچھ کمی ہوگئی۔ سنہ ۳۵۶ ق م میں یا اس کے کچھ عرصے بعد تیرینہ اور غالبًا ہیپونیوم کے ساتھ ہی ساتھ برے تئی قوم نے اسے مغلوب کر لیا۔ دیودورس ۱۶، ۱۵ (لینورمان "یونان کبیر" ۱، ۳۱۱) نے تھورئی کی تاریخ سمجھنے میں خلط مبحث کر کے دوسروں کو بھی غلطی میں ڈال دیا ہے۔ کم سے کم یہ امر تو قطعی ہے کہ تھورئی کی آزادی کی تجدید ۳۵۶ ق م سے پہلے تو کسی حالت میں نہیں ہوئی ہوگی۔ اگر ہم تھورئی کے سکوں کا مطالعہ کریں تو بھی ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے۔ ان کے ایک طرف تو اثیکائی خود پہنے ہوئے پالاس کی شبیہ ہے اور دوسری طرف اتراتے ہوئے سانڈ کی شکل کندہ ہے۔ اس قسم کے سکے برابر چوتھی صدی (غالبًا سنہ ۳۵۶ ق م) تک ڈھلتے رہے۔ لیکن تھوریوں کا مخصوص سکہ سنہ ۳۵۶ ق م میں بھی یعنی برے تیوں کی فتح کے

باب

نہیں ہوتی، قرطاجنیوں کو اپنے تادیب یافتہ اجیر سپاہیوں کے ذریعے سے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ زمانے میں بھی بند نہیں ہوا اس لئے کہ تھورئی کے دو سکے جن کی تصاویر سکہ جات قدما" Coins of the Ancients (تصاویر نمبر ۴۳ و نمبر ۲۲ و نمبر ۴۵ و نمبر ۱۸)
میں دی ہوئی ہیں، صاف طور پر اس کے بعد کے معلوم ہوتے ہیں، اور پہلا سکہ تو یقیناً چوتھی صدی ق م اور دوسرا تیسری صدی ق م کا ہے تیسری صدی ق م کے ابتدا میں تھورئی کی آزادی کا مزید ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ لیوی Eprt XI کے مطابق رومنوں نے لوکانیوں کے خلاف تھوریوں کو مدد دی۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ برے تی کی فتح کے بعد تھورئی والے زیادہ دن تک ان کے حلقہ بگوش رہے ہوں گے۔
تھورئی کی حالت سے ہمیں پر وتیوم اور لوکانیہ کی کیفیت کے درمیان انتقال نظر آتا ہے۔ چونکہ سسلی کی طرح پر وتیوم کے شہروں کی ترقی دیونی سیوس کی فتوحات کی وجہ سے رک گئی اس لئے ۳۸۸ق م میں ان کے سکے ڈھلنا بھی موقوف ہو جاتے ہیں، چنانچہ ریگیم، کروتون، تیرینہ، تیمیسہ اور کالونیہ کی بعینہٖ یہی کیفیت ہے۔ البتہ لوکری اور ہیپونیوم نے اپنے سکے ڈھالنا شروع نہیں کیا تھا۔ اس کے برعکس لوکانیہ کے شہروں پر لوکانی قوم کا بہت کچھ دباؤ پڑ رہا تھا لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنی آزادی قائم رکھی۔ تھورئی کو برے تیوں نے ۳۵۶ق م تک تسخیر نہیں کیا اور اس سال میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مستقل طور پر اس کا دست نگر ہو گیا تھا۔
لوکانیہ میں بحیرۂ ایونیہ کے کنارے پر اس پہاڑی ملک کے شمال میں جو ۴۰ درجہ طول البلد پر سمندر کے بالکل قریب تک آ جاتا ہے، ہرقلیہ واقع تھا، اور استرابو (۶، ۲۶۴) کے قول کے مطابق اسی مقام پر کسی زمانے میں قلعۂ لاگاریہ تھا جسے اپے یوس اور فوکسیوں نے مل کر آباد کیا تھا۔ بہرحال اس میں شبہہ نہیں کہ اس مقام پر کوئی اہم یونانی شہر آباد نہیں ہوا۔ اس پہاڑی علاقے کے بجائے یونانیوں کو میدان زیادہ پسند تھا، چنانچہ انھوں نے ہرقلیہ (حال پولی کورو) آباد کیا تاکہ انھیں قدیم اور مشہور شہر سیرس کا نعم البدل حاصل ہو جائے۔ استرابو (۶، ۲۸۰) کے بموجب سکندر روائی مولوسیان کی آمد تک یونانی کی اجتماع گاہ ہرقلیہ ہی کی اراضی تھی۔ لیسنورمان (یونان کبیر ا، ۱۶۸) کا خیال ہے کہ مولوسی سکندر کے بعد یہ اراضی از سر نو لوکانیوں کے

بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے ۔ سنہ ۴۰۰ ق م کے قریب سسلی کے محض مشرقی حصے پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ قبضے میں چلی گئی؛ لیکن اس کی سند کیا ہے؟ ہیڈ بالکل درست کہتا ہے (۵۹) کہ "بہرحال یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اُس کی آزادی سلب کر لی گئی ہوگی" اور اگر لینورمان کی رائے کو ہیڈ کی طرح بالکل درست سمجھ لیا جائے تاہم اس مفروضے کے بعد وہ بیکار ہو جاتی ہے ۔ ہرقلیہ کے خوبصورت سکوں پر ایک طرف پالاس کا سر منقوش ہے جس پر اکثر اتیمفتری خود رکھی ہوتی ہے، اور دوسری طرف ہرقل کی تصویر ہے جو جواہ بیٹھا ہوا اور نہ تیر سے لڑتا ہوا نظر آتا ہے ۔ واضح ہو کہ ہیڈ نے تصویر نمبر ۴۳ کو اپنی کتاب "سکہ جات قدما" Coins of the Ancients تصویر ۲۴، ۱۱ کے تحت نیکے بتاتا ہے، اور ہمارے خیال کے مطابق بھی اس قسم کی "پالاس" بالکل خلاف معمول ہے ۔ نشستہ ہرقل کی شبیہ ان تصاویر کے زمرے میں بھی آتی ہے جن سے ہم کروتون اور پاندوسیہ میں دوچار ہو چکے ہیں، ساتھ ہی یہ نشستہ اور تاراس کے سکوں میں بھی ملتی ہے (ایونز Evans تصویر ا، ۱۲) ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے نشستہ اشخاص کی شبیہیں جن کے سامنے یا جن کے قبضے میں کوئی چیز موجود ہے، سنہ ۴۰۰ ق م کے قریب زمانے میں بنائی گئی ہوں گی ۔ ایونز "سواران" Evans Horsemen ۵۳) کی رائے کے مطابق ہرقلیہ، کروتون، اور پاندوسیہ کے سکوں کی نشستہ شبیہوں میں پاڑ نیچے تون کے نیچے سیوس کا خاکہ نظر آتا ہے ۔ سانپ کا گلا گھونٹنے والے ہرقل سے غالباً تیبی اٹلی کے شہروں کی لیگ مراد ہے جس کی "اجتماع گاہ" کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے ۔ اسی قسم کا مجموعہ تاراس اور مشرق میں کیلیکیہ کے شہر مالوس میں (ا مہوف) اور قبرص کے شہر کی تیوم میں بھی نظر آتا ہے (سکس)؛ اغلب یہ ہے کہ ان مقامات میں بھی اس کا تعلق آزادی سے ہوگا ۔ نیز دیکھو حواشی متعلق باب ۲۸ ۔ باب ۳ میں ہرقل کی جس شکل سے بحث کی گئی ہے وہ اُس کے مد مقابل ہے جس کا ذکر اس سے قبل کروتون کے تحت کیا گیا ہے ۔

چوتھی صدی ق م کی تاریخ میں میتاپونتم زیادہ ممتاز نہیں ہے، چنانچہ اس کے سکوں میں کوئی امر بین طور پر قابل لحاظ نہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ارتقا مسلسل ہوا ہوگا ۔ اسی زمانے میں جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں اُس کے سکوں میں ایک طرف تو اناج کی بال نظر آتی ہے اور دوسری جانب یا تو اپولو یا ہرقل ور دو انسان کی شکل میں دریائے اخیلوئس (جس کے سر پر بیل کے سینگ ہیں) نظر آتا ہے ۔ ہیڈ (۶۳) ایسے سکوں کا ذکر کرتا ہے جن پر زنانہ سر

یونانی قابض نظر آتے ہیں، لیکن اس موقع پر قرطاجنی عفریت کو دیونی سیوس اکبر کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بنے ہوئے ہیں، اور جو یہاں کی تاریخ کے عہد سوم کے، یعنی سنہ ۴۰۰ ق م سے سنہ ۳۳۵ ق م تک کے معلوم ہوتے ہیں، اور اُن پر مختلف نام مثلاً ہیکی آئیا، ہومونویا اور داماترکندہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اول ہی میں نہیں بلکہ اس کے بعد بھی میتاپونتوم کو آزادانہ ارتقا کا موقع مل گیا ہوگا۔

اس کے بعد تارنتوم کی باری آتی ہے۔ اس شہر کے سکّوں پر اے جے، ایونز کا ایک نہایت نفیس مضمون مسمی "سواران تارنتوم" جریدۂ مسکوکیات A J Evans The Horsemen of Tarentum, Num Chron سنہ ۱۸۸۹ء صفحہ ۱ تا صفحہ ۲۲۹ ہے۔ ایونز عہد زیر تذکرہ کو عہد آرخی تاس (سنہ ۳۶۰ ق م تا سنہ ۳۴۵ ق م) کا لقب دیتا ہے۔ اگر ہم سکّوں کو اپنا معیار قرار دیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچنے پر حق بجانب ہیں کہ یہ زمانہ میتاپونتوم کی طرح تارنتوم کے لئے بھی امن و امان کا زمانہ تھا۔ سکّوں میں مچھلی پر بیٹھا ہوا تار اس نظر آتا ہے اور اکثر اُس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار دکھلائی نہیں دیتا۔ علاوہ تارنتومی لترا کے کے اٹیکائی اوبول (دو اوبولیاں، ہیڈ ۵۴) بھی ملتے ہیں، جن کے ایک طرف تو تھوری کے سکّوں کی طرح پالاس کا سر بنا ہوا ہے اور دوسری طرف ہرقلیہ کے سکّوں کی طرح ہرقل شیر کا گلا گھونٹتا نظر آتا ہے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ سکّے دراصل مشرقی یونان کبیر کے متذکرۂ بالا لیگ کے عہد کی یادگار ہیں۔ ایونز (۱۵) کی رائے کے مطابق اس مخصوص طرز کے سکّوں کی ابتدا کا سہرا ایک نقاش کے سر ہے جس نے اُن پر اپنا نام حرف "ف" کے ذریعے سے ظاہر کیا ہے اور جس نے ہرقلیہ، تھوری، تیرینہ اور نیاپولس کی بھی خدمات انجام دی تھیں۔ پول Poole کے نزدیک اس میں اٹیکائی طرز کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ اگر ہم ان خیالات پر اُن معلومات کا بھی اضافہ کریں جو دوسرے ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں مغربی یونان میں دو مختلف شاہراہیں نظر آتی ہیں جن میں پہلی کا مرکز سرقوسہ ہے اور یہ مطلق العنانی کے رنگ سے رنگا ہوا ہے، اور دوسری آزادی کے جذبات سے متاثر ہے اور اس کا مرکز تھوری سے تالاس تک کے شہروں کی لیگ ہے۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ اس لیگ کا رکھشک دیوتا ہرقل ہے، جو سکّوں پر

باب ۱۱ قوت کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے ۔ دیونی سیوس یونانی قومیت کی حفاظت کرنیکے ساتھ ہی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کہیں تو سانپ کی گردن دباتا اور کہیں شیر کو مارتا نظر آتا ہے، اور اُس کا تعلق سیاسی اعتبار سے تو تھنبر کے ساتھ ہے لیکن فنی لحاظ سے وہ ایتھنز کے ساتھ وابستہ ہے

اب ہم بحیرۂ ایڈریاٹک کو چھوڑتے ہوئے، جہاں کے سکّوں پر یونانی عنصر کا اثر کم از کم اس زمانے میں نہیں معلوم ہوتا، مغربی اضلاع کی طرف، جو بحیرۂ ترحسینیہ پر واقع ہیں رخ کرتے ہیں یونانی شہر لاؤس، جسکے سکّوں سے اُس کا سیبارس کے ساتھ قدیم تعلق ظاہر ہوتا ہے، ۳۹۰ ق م میں لوکانی تھا (دیودورس ۱۴، ۱۰۱) ۔ الفاظ "ستا" اور "اوسپی" بعض سکّوں پر نمودار ہوتے ہیں، اور اغلباً ان علامات سے "ستاتیوس" اور "اوسپی اوس" جیسے شہروں سے مراد ہوگی جو بلاشبہ اوسکانی الاصل تھے ۔ چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ ایسے سکّے اُس وقت مسکوک کئے گئے ہوں گے جب لاؤس لوکانیوں کے قبضے میں تھا ۔ ان سکّوں پر لفظ "لائکندہ" نہیں جو اس قسم کے دوسرے تانبے کے سکّوں پر پایا جاتا ہے ۔

ایلیا کی توصیف پر شلوئی ننگ کا مضمون "ویلیہ بہ ملک لوکانیہ" کار آمد ہے جو "سالیانۂ انجمن آثاریات" ۴، ۳، صفحہ ۱۶۹ تا ۱۹۵ میں دیا ہوا ہے ۔ Schleuning ·

Velia in Lukanien, Jahrb des arch. Inst IV 3, 169 195

استرابو (۶، ۲۵۲) کہتا ہے کہ اس شہر نے لوکانیوں کا مقابلہ کرکے اپنی آزادی کو قائم رکھا ۔ اسکا امتیازی نشان مسیلیہ کی طرح شیر تھا، اور دونوں مقامات کی بنا فوکسیوں نے ڈالی تھی ۔ ہرقلیہ کے قدیم سکّوں پر بھی بعینہٖ اسی قسم کا شیر نظر آتا ہے ("سکّہ جات قدما" Coins of the Ancients ۵، ۱۵) اور انھیں ہیڈ ۳۵۰ ق م سے پہلے کا بتاتا ہے ۔ ۳۵۰ ق م کے بعد ایلیائی سکّوں پر پالاس کا سر جس پر ایتکائی خود ہے اور دوسری طرف ایک اُلّو کی تصویر کندہ ہے (ہیڈ ۷۵) ۔ کیا اس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ایلیا کے تعلقات ایک طرف تو شہروں کی اس لیگ سے تھے جس کا مرکز بحیرۂ ایونیہ تھا؟ اور دوسری جانب ایتھنز سے بھی اس کے روابط تھے؟ ہمارے نزدیک یہ امر قرین قیاس نہیں ہے ۔

استرابو (۶، ۲۵۲) کہتا ہے کہ پوسیڈونیہ پر لوکانی اثرات پیدا ہوگئے ۔ لیکن وہ اسکی بابت کسی مخصوص سال کا تعین نہیں کرتا ۔ ہمارے نزدیک لوکانیوں نے اُسے ۴۰۰ ق م کے قریب

یونانیوں کی آزادی کو بالکل اسی طرح پامال کردیتا ہے جیسے مشرق میں اسپارٹا،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ زمانے میں سر کیا ہوگا۔ باوجودیکہ ایلیا لوکانی مرکز کے قریب تر تھا لیکن لوکانیوں نے کبھی اس پر قبضہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایلیا کی قوت مدافعت نسبتاً زیادہ تھی۔ فوکیہ کی طرح ایلیا ایک پہاڑی قلعہ تھا، اور سیبارس کی طرح پوسئیدونیہ ایک میدانی شہر۔ استرابو کہتا ہے کہ دریائے سیلاروس کے دہانے پر ہیرا آرگائیہ کی پوجا کی جاتی تھی، اور آخری سکہ جات پوسئیدونیہ پر ہیرا کا پورا چہرہ کندہ ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ق م سے کچھ زیادہ عرصہ پیشتر پوسئیدونیہ نے اپنی آزادی نہیں کھوئی۔ ہیرا کا پورا چہرہ کمپانی شہروں یعنی فستی لیہ، ہیریہ، اور نیاپولس کے سکوں میں بھی نظر آتا ہے (ہیڈ ۶۸)۔

اب صرف کمپانیہ باقی رہا جہاں کے یونانیوں کی سیاسی حیثیت اُس عہد میں نہایت ہی کمزور ہوگئی تھی۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس حصۂ ملک میں یونانی تمدن کی قومیت میں کسی قسم کا فرق آیا ہوگا، بلکہ اس کے برعکس اب بھی کمپے میں نہایت نفیس یونانی برتن بنائے جاتے تھے (دیکھو اسی کتاب کا باب ۲۹)، اور سکوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان مقامات میں بھی جو دوسرے اسناد کے لحاظ سے بالکل غیر معروف ہیں بلکہ شائد یونانی الاصل بھی نہیں ہیں، ان میں بھی یونانی تمدن سرایت کرگیا تھا۔

گو نیاپولس میں اوسکانی عنصر کی آمیزش تھی لیکن اس شہر میں یونانیت کو مسلسل فوقیت کا درجہ حاصل رہا۔ اس کے بعض سکوں پر ایک زنانہ سر ہے اور بعض پر پالاس کا سر جو ایتھنی خود کے ایک طرف اور دوسری جانب انسانی سر والا بیل کندہ ہے جن میں سے موخرالذکر سے شائد دیونی سیوس مراد ہے۔ پورا چہرہ جس کا اوپر ذکر آچکا ہے، یہاں کے سکوں پر بھی نظر آتا ہے۔ نیاپولس اور روما کے معاہدے سے، جس کے بعد بھی یہ شہر برابر آزاد رہا، یہاں کے سکوں پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ جیسا امہوف بلومر نے اپنی کتاب "سکہ جات یونان کبیر"

Imhoof Blumer Zur Muenz Kunde Gros·griechen lands

(دالجناسات ۱۸۸۶ء، ۱۰۵، ۲۲۲ وغیرہ میں دکھایا ہے، کمپانیوں کے وہ سکے جن کا ذکر ہیڈ (*تاریخ مسکوکیات" H N. ۲۷) کرتا ہے کمایوا میں نہیں بلکہ نیاپولس میں ڈھالے گئے تھے

باب

جو ایک طرف تریوروپی یونانیوں پر ستم ڈھاتا ہے اور دوسری جانب دیونی سیوس سے مخالفہ کرکے کچھ عرصے کے لئے ایشیائی یونانیوں کو ایران کی دست برد سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہیریا کے سکوں سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں؛ اول تو اس شہر کے صحیح موقع کا ہی تعین نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن غالباً یہ نولا کے قریب ہی ہوگا، بلکہ بعض مورخ تو یہاں تک دعوے کرتے ہیں کہ نولا اور ہیریا کا محل وقوع بالکل ایک ہی ہے اس مسئلے پر آخری مفصل بحث اھوف بلومر نے اپنی کتاب کے صفحۂ ۲۰۶ وغیرہ میں کی ہے، اور اُس نے دکھایا ہے کہ لفظ "سنسر" جو بعض سکوں پر کندہ ہے دراصل "فیسر" ہے، اور یہ سکے ہیریا کے ہیں (ہیڈ ۳۶) - ہیڈ کا خیال ہے کہ اس لفظ کا تعلق "وسیریس" سے ہے جو لیوی ۸، ۸ میں اس شہر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ہیریا کے سکوں پر ایک طرف تو پالاس کا سر جس پر ایتھنزی خود رکھی ہے یا ہیرا کا پورا چہرہ بنا ہے، اور دوسری جانب کمپانی بیل کی شبیہ کندہ ہے۔ ہیڈ کے نزدیک یہ سکے ۴۲۰ تا ۳۴۰ ق م میں ڈھالے گئے ہوں گے۔

ذرا اور اندرون ملک میں بڑھ کر سامنیوم میں دریائے ولتورنوس کے کنارے پر الیفائے اور فستے لیہ واقع تھے جہاں یونانی وضع کے سکے ڈھالے جاتے تھے، لیکن جن پر چوتھی صدی ق م کے نصف ابتدائی میں اوسکانی کتبے کندہ تھے۔ الیفائے کو آجکل الیفے کہتے ہیں، اور غالباً فستے لیہ تیلیرے کے قریب آباد ہوگا۔ مقابلہ کرو ڈریسل کے مضامین تاریخ ولسانیات جو کرتیوس کے نام نامی پر معنون کئے گئے ہیں Dressel

برلن سنہ ۱۸۸۴ء		Hist u. Philol. Aufs., dedicated to E Curtius

صفحہ ۲۴۵ تا ۲۵۸ جن میں ان تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ الیفائے کے بعض سکوں پر پالاس کا سر اور کمپانی بیل کی شبیہ کندہ ہیں، ہیڈ ۲۱ - فستے لیہ کے سکوں کے لئے دیکھو بوسنید وینہ" کے ضمن میں میرے خیالات۔ ایک سکے پر کتبہ "اپ سی اس" کندہ ہے (ڈریسل ۲۵۳)؛ دیکھو حاشیۂ متعلقۂ "لاؤس"۔

آرخی تاس کے لئے دیکھو مضمون پاؤلی کے محیط المحیط میں، ۱، ۲، ۱۴۸۱ ۱۴۸۲، اور لورینتز "تارنتوم کا قدیم بلدیہ" Lorentz De Civit Vet Tar.

باب ۱۱

بجاتا ہے۔ اس موقع پر مشرق اور مغرب کی تاریخ تقریباً ایک دوسرے کا اعادہ ہے۔ دیونی سیوس اپنی عظیم الشان جنگ قرطاجنہ کی ابتدا ۳۹۷ ق م میں کرتا ہے، اور اسپارٹا ایران کے خلاف فوج کشی ۳۹۶ ق م میں یعنی اُس وقت کرتا ہے جب وہ یہ دیکھ لیتا ہے کہ ایرانی یونان پر وار کرنے والے ہیں؛ اُدھر ایرانی عین اُس وقت حملے کی تیاریاں کرتے ہیں جب واقعات نے قرطاجنہ کو متحیر اور بےچین کر دیا ہے اور قرطاجنی اپنی فوج کو مجتمع کر کے سرقوسہ کو تاراج کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں لیکن جہاں ہمیں ایران و یونان کے باہمی تعلقات مابعد کی بابت تھوڑی بہت معلومات حاصل ہیں، وہاں قرطاجنہ اور دیونی سیوس کے باہمی تعلقات کی بابت ہم گونہ تاریکی میں ہیں۔ بلاشبہہ آئندہ ان دونوں مغربی دول کے مابین اُتنا ہی کم اختلاف رہتا ہے جتنا اسپارٹا اور ایران کے مابین، اور جس طرح بعض مرتبہ اسپارٹا ایران کے خوشامد میں رہتا ہے اسی طرح دیونی سیوس بھی کبھی کبھی قرطاجنہ کے راگ گاتا نظر آتا ہے لیکن باہمہ مخالف مملکتوں کے باہمی تعلقات کی کیفیت مشرق اور مغرب میں بالکل جداگانہ ہے، اور فی الجملہ مغربی یونانیوں اور غیر یونانیوں کے افعال میں اُتنی ہی قوت اور توانائی نمایاں ہے جتنی مشرق میں بےبسی اور بےپروائی مشرقی میدان میں۔ بہ نسبت مشرق کے مغرب میں قومی احساس زیادہ نظر آتا ہے۔ قبل اس کے کہ ۳۹۷ ق م میں دیونی سیوس قرطاجنہ کے خلاف اپنی عظیم الشان مہم شروع کرے، سسلی کے بربریوں کا ایک بغاوت کے سلسلے میں قتل عام کر دیا جاتا ہے، اور اس سے ۱۲۸۲ء والے سسلی کے فرانسیسیوں کے قتل عام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ مشرق میں اگے سی لاؤس کی مہمات میں یونانی اور بربری کا باہمی فرق عیاں ہو جاتا ہے لیکن صورت حال میں بہت جلد کچھ ایسی تبدیلی ہوتی ہے کہ وہاں ایک بھی ایسی یونانی مملکت

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۱۸۳۳ء صفحہ ۳۸ و ۳۹ - دیو جانس لیرتیز کے مطابق وہ چھ سات مرتبہ ستراتی گس مقرر ہوا۔ اگو تارنتوم کے باشندے معمولاً کسی ایک شخص کو ایک سے زائد مرتبہ ایک ہی عہدے پر فائز نہ کرتے تھے۔

باب ۱۵

باقی نہیں رہتی جو دو زانو ہو کر ایرانی زر و مال کی پوجا کرنے کے لئے تیار نہ بیٹھی ہو۔ مغرب میں بھی جذبات کا بول بالا ہو جاتا ہے، مشرق میں سازش اور منصوبہ بازی کا۔ مغرب میں اب بھی چند آزاد یونانی مملکتیں باقی ہیں، لیکن جیسے اسپارٹا مشرقی مملکتوں کی آزادی کی بیخ کنی کی فکر میں رہتا تھا وہی برتاؤ دیونی سیوس اُن یونانیوں کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن دونوں کا نتیجہ ایک دوسرے سے مختلف نکلتا ہے۔ مغرب میں محض قوت کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور دیونی سیوس کو اس طرح سزا نہیں ملتی جس طرح اسپارٹا کو ملتی ہے۔ تھبز اور لیوکترا میں بحیثیت ایک مدبر کے آخری تاس ساکن تارنتوم کا مقابلہ ایک دوسرے فیثاغورسی یعنی ایا منونداس سے نہیں کیا جا سکتا۔ دیونی سیوس تو اپنے انتہائی عروج کے زمانے میں مرجاتا ہے، لیکن اگے سی لاؤس اپنی زندگی ایک غیر ملک میں اجیر سپاہیوں کے رہبر کی حیثیت سے ختم کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسپارٹیوں کے قبضے سے مسینیہ نکل جاتا ہے۔ ہمیں اس ضمن میں آخری بات یہ بیان کرنی ہے کہ شمالی اقوام کے تعلقات میں بھی مشرق اور مغرب کی تاریخ میں ایک طرح کی یکرنگی پائی جاتی ہے، اس لئے کہ شمالی یونان یا تھسالوی جس قسم کی کوشش کر رہے ہیں اُن کی تکمیل لوکانیوں کے ہاتھ سرزمین اٹلی میں ہوتی ہے۔

دنیائے یونان کے مشرقی و مغربی حصوں میں فی الحقیقت ایک قسم کی یکرنگی پائی جاتی ہے اسی لئے ان دونوں کے ارتقا میں بہت سی باتیں ایک سی نظر آتی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے علاوہ دونوں کا ایک دوسرے پر براہ راست اثر بھی پڑتا ہے۔ اول تو یہ امر نہایت درجہ قابل لحاظ ہے کہ خاص خاص مملکتیں اور مخصوص افراد مشرق اور مغرب دونوں میں بیک وقت کارہائے نمایاں انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ دنیائے یونان کے دونوں حصوں میں کورنتھ مطلق العنانی کے خلاف قدم اُٹھاتا ہے، یعنی مشرق میں اسپارٹا کے خلاف اور مغرب میں دیونی سیوس کے مقابل، اور اسی طرح لیسانڈر جو مشرقی یونان کا گویا مالک بن گیا ہے، مغرب میں اپنے ہمخیال خود سر رؤسا کے

دربار میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح پولس نامی ایک اسپارتی جسے مشرقی بیڑے کا کمانڈر بنایا جاتا ہے، مغرب میں بھی نظر آتا ہے جہاں دیونی سیوس اسے افلاطون کے فروخت کا حکم دیتا ہے۔ مولوسی اسکے تاس کا نام بھی دیونی سیوس کے سوانح اور تاریخ مشرق دونوں میں پڑھنے میں آتا ہے۔ کونون کی اس کوشش سے کہ کسی طرح ایواغورس کے ذریعے سے دیونی سیوس ایتھنز کا ہمنوا بن جائے، قبرص اور سرقوسہ کا باہمی تعلق عیاں ہو جاتا ہے۔ فرنا بازو اسپارٹیوں کو جہاز سازی کے لئے لکڑی تحفۃً پیش کرتا ہے، اور ہرموکراتس ساکن سرقوسہ کو کچھ روپیہ اور غالباً جہاز بھی نذر کرتا ہے تاکہ وہ سسلی کی مخالفت کے لئے تیار ہو جائے۔ ان واقعات میں بہت سے دوسرے اسی قسم کے حالات کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مشرقی اور مغربی یونان کے بہت سے شہروں کے سکوں پر ہرقل کی تصویر کندہ ہے جس میں وہ سانپ کا گلا گھونٹتا ہوا یا شیر کو مارتا ہوا نظر آتا ہے؛ یہ سکے تقریباً ہمعصر ہیں، اور اول الذکر لمپساکوس اور رہوڈز سے کروتون تک اور ثانی الذکر تارنتوم، ہرقلیہ، صقالوی، نالوس اور قبرصی کیتیوم میں پائے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم ان علامات کے ذریعے سے یہ نتیجہ نکالنے پر حق بجانب ہیں کہ اسپارٹا اور سرقوسہ نے آزادی کو پسپا کرنے کی جو کوشش کی اسکا مقابلہ کرنے کے لئے دور دراز شہروں تک کی آزادی کے پرستاروں نے کامیابی کے ساتھ ایک دوسرے سے تعلقات پیدا کرلئے اور ایک ہی طرح کے سیاسی مطمح نظر کے ذریعے سے جو اخلاقی جبل متین وجود میں آئی تھی اسکے باعث ایسے لوگ باہم متفق و متحد ہو گئے جنھوں نے ایک دوسرے کو گویا دیکھا بھی نہ تھا۔ ہمیں اس ضمن میں آخری بات یہ بیان کرنی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ آرخی تاس ایک فیثاغورسی تھا اور ایامنونداس کی پرورش بھی ایک فیثاغورسی ہی نے کی تھی اور ساتھ ہی فیثاغورسی برادری میں دیونی سیوس کے سخت ترین مخالف موجود تھے، تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس بھائی چارے نے دنیائے یونان کے اس عہد غلامی میں

باب ۱۱

اصول آزادی کے لئے جائے پناہ کا کام دیا تھا اور اس کی کوششوں کو ایک حد تک کامیابی بھی حاصل ہو گئی تھی۔ اگر ہم یونانیوں کی فطری انتظامی قابلیت اور اُن کی اس خصوصیت کو کہ وہ دور دراز ممالک میں اطمینان اور چین کی زندگی بسر کر سکتے تھے، پیش نظر رکھیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ جغرافی دوری کے باوجود ان میں باہمی تعلقات کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہیں۔

اب ہم دیونی سیوس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تاکہ اس بوڑھے خودسر کے عہد کے اختتام اور اُس کے بیٹے کے عہد کی ابتدا کا حال بیان کریں۔ اپنی زندگی کے خاتمے پر دیونی سیوس امن و امان کا خواہاں ہو گیا تھا، اور نہ صرف وہ خود شعر کہتا تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ قدیم خودسروں کی طرح اُس کے دربار میں بھی شعرا و مصنفین کا جمگھٹ رہے۔ گو اس عہد میں دنیائے یونان میں مشہور و معروف شعرا کا کم و بیش فقدان تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دربار سرقوسہ میں بعض ادیب ضرور نظر آتے تھے مثلاً اُس وقت کے ممتاز ترین شعرائے یونان میں سے ایک شاعر یعنی مزماری فلوکسے نوس اسی دربار میں رہتا تھا، اور وہ اس فن سے واقف تھا کہ کسی خودسر کے روبرو اپنی خودداری اور رکھ رکھاؤ کیسے قائم رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دیونی سیوس کے اشعار کی تخریب کرنے اور اُس کی بے ادبی کی پاداش میں اُسے پتھر کی کان کے مشہور محبس میں بند کر دیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اُس نے از سرنو دربار میں رسوخ پیدا کر لیا اور اسے اپنے اشعار بآواز بلند سنانے کا موقع مل گیا۔ دیونی سیوس کی عین خواہش تھی کہ وہ اُس کی زبان سے اپنے اشعار کے متعلق کچھ تعریف و توصیف کے الفاظ سُنے، چنانچہ اُسے بلا کر خودسر نے اپنے چند اشعار سنائے۔ اس پر بجائے اس کے کہ فلوکسی نوس ان اشعار کے متعلق کچھ کہتا اُس نے سرکاری چوبداروں کی طرف دیکھا اور اُن سے کہنے لگا کہ بھائی اب دیر نہ کرو، مجھے پتھر کی کان کے محبس میں لے جا کر بند کر دو۔ فلسفیوں میں ایک شخص ارسطی فوس تھا جو دنیاداری کی باتیں کرنے میں کمال رکھتا تھا، چنانچہ انسانی زندگی اور فی الجملہ بنی نوع انسان پر طعنہ زنی کرنے پر اُسے خودسر نے انعام عطا کیا۔ اسی طرح افلاطون بھی

باب ۱۱

سرقوسہ بھیجا۔ افلاطون کے نزدیک ایک طرف تو ایتھنزیوں میں نیک اور اچھے شہری بننے کی مطلق اہلیت نہیں تھی اور دوسری جانب سسلی کے خودسر یعنی دیونی سیوس اور اس کے بیٹے سے اسے مایوسی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ گو اس نے دیونی سیوس کے داماد دیون کو اپنا ہمخیال بنا لیا تھا، لیکن خودسر کے دل میں اس کی طرف سے طرح طرح کے شکوک پیدا ہو گئے اور آخرالامر اس نے اسے اپنے ملک سے نکال دیا، بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے پولس ساکن اسپارٹا کو حکم دیا کہ وہ اسے بطور غلام کے فروخت کر دے۔ دیونی سیوس کے نزدیک تقریباً ہر چیز، خصوصاً شعر و شاعری اور فلسفہ کی قدر آلۂ تضحیک سے زیادہ نہ تھی، چنانچہ اس دنیا کے لئے ارسطی فوس سے بہتر کوئی فلسفی ملنا دشوار تھا؛ رہا افلاطون، تو جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی امیدیں دیونی سیوس جیسے شخص سے وابستہ تھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ دنیا اور بنی نوع انسان کے اصلی حالات سے ناواقف تھا۔

سنہ ۳۶۷ ق م میں دیونی سیوس کی موت کے بعد اس کا ۲۷ سال کا بیٹا دیونی سیوس دوم تخت نشین ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ نہ تو فطرتاً اس مرتبے کے قابل تھا اور نہ اسے مناسب تربیت ہی دی گئی تھی اس لئے کہ اس کے باپ نے محض حسد کی وجہ سے اسے اپنی زندگی میں کسی طرح کا عروج حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ الغرض یہ بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ وہ ایسی سلطنت پر حکمرانی کا مطلق اہل نہیں جس کی بنیادیں تو مضبوط ہوں لیکن جس میں بے اعتباری سرایت کئے ہوئے ہو اور جو محض جبر و قوت کے زور پر قائم رہ سکتی ہو۔ ابتدا ہی میں اس کے عزیز دیون نے قرطاجنہ کے ساتھ ایک قابل اطمینان صلحنامہ کر لیا جس کے باعث دیونی سیوس کو امن و امان سے حکومت کرنے کا موقع مل گیا، لیکن اس نے اس موقع کو بھی ہاتھ سے جانے دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جنگ میں تو کیا، امن میں بھی وہ بحسن و خوبی حکومت کرنے کا اہل نہیں ہے بہرنہج اس میں یہ سمجھنے کی قابلیت ضرور تھی کہ حکمران کو علم کی اشد ضرورت ہے چنانچہ اس نے علم حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر دیون نے

باب ۱۱

نہایت ہمت کر کے افلاطون کو سرقوسہ واپس بلالیا۔ دیون کا خیال ہوا کہ شاید افلاطون کے اثر سے دیونی سیوس کچھ سنبھل جائے یا اُس کی فلسفیانہ صحبت کے اثرات حکومت پر پڑ کر مفید نتائج پیدا کریں۔ الغرض افلاطون واپس آگیا، اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دیونی سیوس اور اُس کے درباری علم ہندسہ کا سبق لینے لگے اور مدوّر، مربع اور مستطیل شکلیں بالو پر بنانے لگے بلکہ دیونی سیوس تو یہاں تک بڑھا کہ وہ اپنے باپ کا مشہور فقرہ کہ "خودسری تمام بے انصافیوں کی جڑ ہے" بار بار دُہرانے لگا۔ لیکن اُسے عیش و عشرت سے جو فطری لگاؤ تھا اُس کی وجہ سے وہ بہت جلد ہندسیات اور فلسفہ سے عاری آگیا، اور دربار خودسری کے عملی سیاست داں جو دورِ فلسفہ میں پیچھے ہٹا دئیے گئے تھے رفتہ رفتہ پھر اوج پر پہنچ گئے اور خاندانِ خودسری کا ایک فرد فلس توس جو مدبّر بھی تھا اور مورّخ بھی، اور جو طبعًا مطلق العنان طرز حکومت کا دلدادہ تھا، وہ نوجوان دیونی سیوس کا مشیر و صلاح کار بن گیا۔ اب دیون پر یہ تہمت لگائی گئی کہ وہ حکومت کے خلاف سازشوں میں حصہ لیتا ہے اور خود تخت نشیں ہونا چاہتا ہے، چنانچہ اُسے فوراً ملک بدر کر دیا گیا۔ رہا افلاطون، سو وہ چند روز تک تو سرقوسہ ہی میں رہا، لیکن بالآخر اُسے بھی علحدہ کر دیا گیا۔ دیون تو سیدھا یونان چلا گیا جہاں وہ متمول یونانیوں کی طرح عزت کی زندگی بسر کرنے لگا۔ لیکن افلاطون ایک مرتبہ پھر سرقوسہ طلب کیا گیا اور اُسے تیسری بار اُسی مہیب جزیرے، انھیں خار بدرکیں جیسی چٹانوں یعنی اسی شہر کو جانا پڑا جہاں اُسے اس سے قبل مایوسی کا منھ دیکھنا پڑا تھا۔ لیکن لوگ اس سے بہت جلد تنگ آگئے چنانچہ اس دفعہ بھی اُس کے ساتھ پہلے ہی کی طرح برتاؤ کیا گیا، اور خودسر کے اجیر سپاہی اُس سے اتنے متنفر ہو گئے کہ اُسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ اُسے قتل نہ کر دیں۔ آخرکار افلاطون سرقوسہ کے شاہی باغیچے میں ایک قیدی کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ قصہ مختصر آرخی تاس ساکن تارنتوم نے دیونی سیوس سے سفارش کر کے اُسے عزت و آبرو کے ساتھ

علیحدہ کرادیا۔ یونان واپس آنے پر ۳۶۰ ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر اُس کی اپنے پرانے دوست دیون سے ملاقات ہوئی۔ بہت سے لوگوں نے دیون کو یہ صلاح دی کہ سرقوسہ جاکر دیونی سیوس کو تخت سے اتار دے لیکن افلاطون نے اُسے اُس وقت باز رکھا۔ الغرض ۳۶۲ ق م میں دیار مغرب اور دیار مشرق کی حالت تقریباً ایک سی ہی تھی اور ہر جگہ معاملات درہم برہم نظر آتے تھے۔ بلاشبہ سسلی دیونی سیوس اور قرطاجنیوں میں باہم منقسم ہوگئی تھی لیکن دیونی سیوس کی حکومت اتنی کمزور ہوگئی تھی کہ وہ دن دور نہ تھا کہ سیاسی صورت حال میں کچھ نہ کچھ تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اٹلی کا جنوب ترین حصہ دیونی سیوس کے ماتحت تھا؛ اس کے بعد لوکانیوں کا ملک آتا تھا، ازاں بعد بعض خود مختار بلدیات کی اراضی تھی جن میں سے تارنتوم کو ہی تھوڑی بہت اہمیت حاصل تھی۔

یادداشت متعلق باب یازدہم

سسلی کے حالات کے لئے ہماری مخصوص سند دیودوروس کتاب ۱۴ و ۱۵ ہے۔ لیکن صرف کتاب ۱۴ میں ہمیں واقعات کی کچھ تفصیل ملتی ہے اور کتاب ۱۵ میں مولف تفصیل سے بالکلیہ کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے اس لئے کہ صلح نامۂ شہنشاہی سے جنگ مین تی نیہ تک مشرقی معاملات اُس کی توجہ کو مبذول کرلیتے ہیں اور سسلی کے واقعات کا جہاں تہاں حوالہ دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

زمانۂ حال کی کتابوں میں مقابلہ کرو ہولم: "تاریخ سسلی قدیمہ" Holm: Gesch Siciliens im Alterthum جلد ۲، لائپزگ سنہ ۱۸۷۰ء؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ" Meltzer Gesch, der Karthage جلد ۱، برلن ۱۸۷۹ء؛ کاوالاری و ہولم: "سرقوسہ کی آثاری توصیف" Cava lari—Holm: Topografia archaeologica di Siracusa پالرمو سنہ ۱۸۸۳ء (جرمن ترجمہ لوپوس: "شہر سرقوسہ بہ زمانۂ قدیمہ" Lupus: Derstadt Syrakus in Alterth. اشتراس برگ سنہ ۱۸۹۰ء)۔ نشیبی اٹلی کی کوئی قابل اعتبار عام تاریخ نہیں ہے؛ اِس کے لئے لینورمان کی کتابیں قابل مطالعہ ہیں، دیکھو کتاب ہٰذا کی جلد ۱، باب ۲۱، حاشیہ ۳۸۔ لورینتنز کے مفصل مضامین جو اُس نے تارنتوم پر لکھے ہیں اور جن کا اقتباس حاشیۂ بالا میں دیا گیا ہے واقعات سے لبریز ہیں۔

سسلی کی بابت میں نے اقتباسات سے بچنے کی کوشش

یادداشت متعلق باب ۱۲

کی ہے اس لئے کہ جو کچھ مواد درکار ہے وہ سب مفصلۂ بالا کتابوں میں دیا ہوا ہے۔ جہاں جہاں اقتباسات کارآمد معلوم ہوئے اُنھیں سکّوں کے ضمن میں دے دیا گیا ہے جن کے متعلق ہیڈ کی "تاریخ مسکوکیات" Head: Historia Num ؛ گارڈنر "انواع" Types مہوف کے مختلف تصانیف اور ایونز Evans کی کتاب متعلق تارنتوم جن کے اقتباسات آگے دئے گئے ہیں، ان سب کتابوں میں معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ ملے گا۔

باب دوازدہم

ادبیات، علوم و فنون چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں

چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں یونان کی ذہنی ترقی کی تقریباً وہی کیفیت رہی جو اس سے پہلے کے عہد میں نظر آچکی ہے، لیکن ان دونوں عہدوں میں کچھ تھوڑا بہت فرق بھی ہے جس کا اصلی سبب اس زمانے کے خصوصیات اور ان کے مختص خیالات تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمدن کی بہت سی شاخیں جو عہد ماقبل میں اپنی روشنی سے دنیائے یونان کو منور کر رہی تھیں، خاموشی اور تاریکی کے عالم میں ہیں، اور ان کے برعکس دوسری شاخوں میں ارتقائی کیفیت نظر آتی ہے۔ اول الذکر میں سب سے پہلا شمارہ نظم کا ہے اور شق دوم میں نثر کا۔ اس عہد جدید میں نظم کی وہ قسم جو عوام کے مفاد کے لئے لکھی جاتی تھی اب نظر نہیں آتی، بلکہ اب ایسی نظم لکھی جانے لگی ہے جو علوئے تخیل کی وجہ سے صرف ایک محدود طبقے کو ہی لطف اندوز کر سکتی ہے، اور بجائے اس کے کہ بڑے بڑے جلسوں میں اشعار زبانی سنائے جائیں اب انھیں چھوٹی چھوٹی صحبتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظم کی ان دونوں قسموں کے مابین جو امتیاز ہے وہ معمولی ادبی تاریخوں میں واضح نہیں کیا جاتا، بلکہ ان میں تینوں انواع نظم کو، یعنی رزمیہ، مزاری اور تمثیلی اشعار کو محض اس وجہ سے صرف ایک ہی شق میں رکھا جاتا ہے کہ ان کی روایت کا طرز صرف ایک ہی ہے۔ لیکن ہم نے جو امتیاز پیدا کیا ہے وہ نہایت درجہ اہم ہے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ دراصل نظم مسرت آمیز طبیعت کا

باب ۱۲

ایک مظاہرہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بہت سے لوگ بیک وقت اس سے محظوظ ہوں، اور اسی وجہ سے اس کا موسیقی کے ساتھ گہرا تعلق دکھایا جاتا ہے۔ گو ابتدائی زمانے میں نظم پڑھنے کے لئے لکھی جاتی تھی اور اس سے انسان محض تنہا محظوظ ہو سکتا تھا، لیکن اس قسم کی تصانیف مستثنیات سے سمجھنی چاہئیں۔ اور نظم کا اولیں مقصد بہت جلد یہی سمجھا جانے لگا کہ اس سے بہت سے لوگ محظوظ ہوں۔ ایسے جلسے جن میں عوام اشعار سے مستفید ہوتے تھے، یا تو مذہبی ہوتے تھے یا دنیوی، لیکن موخر الذکر جلسوں کا بھی مذہب سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور ہوتا تھا۔ پھر اشعار چند خاص قواعد کے مطابق پڑھے جاتے تھے جس کے باعث شعرا کو اپنے طرز بیان میں آزادی تامہ حاصل نہ تھی۔ علاوہ ازیں اس کا وجود بھی فی نفسہ آزادانہ اور دوسرے ادبی اصناف سے غیر متعلق نہ تھا، اس لئے کہ ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ ان رسوم میں لوگوں کی دلچسپی کم ہوئی اور خود شعر و شاعری کا خاتمہ ہوا۔ آخر میں چل کر کچھ اسی قسم کے کیفیات پیدا ہو گئے، اس لئے کہ جب مرفہ الحال طبقات نے ان بڑے بڑے معاشرتی جلسوں میں دلچسپی لینا موقوف کر دیا جہاں حاضرین قدیم افسانوں کے سننے کے لئے جمع ہوتے تھے، تو رزمیہ نظم کا باب بھی مسدود ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ رزمیہ اشعار کا عروج و زوال بعض تہواروں اور اجتماعوں کی مقبولیت اور عدم مقبولیت کی مناسبت کے ساتھ ہوا۔ آخری بات یہ ہے کہ ناٹک کا گہرا تعلق ایتھنز والوں کے معاشرتی رسم و رواج کے ساتھ تھا، چنانچہ اس عہد میں جس کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں، رزمیہ و مزماری شعر گوئی اور درد یہ نویسی میں کسی قسم کا ارتقا نہیں ہوا۔ جب لوگ یکجا ہوتے تو ایسے اشعار سننا پسند کرتے اور ان کے بجائے دوسرے قسم کے مضامین سننے کے خواہاں ہوتے۔ اس وقت تک رسمی اصول کی نظم نویسی کا تخیل پیدا نہیں ہوا تھا، اور شعرا کے دل میں ہنوز یہ سوال موجزن نہیں ہوا تھا کہ میں اس وزن یا اس وزن میں کس قسم کے مضمون کو ڈھالوں۔ یہ صورت حال مخصوص طور پر دردیہ نویسی میں

باب ۱۲

بالکل عیاں ہے۔ اس میدان میں نہ صرف بعض بعض اصول بلکہ بعض بعض مضامین بھی سینہ بہ سینہ چلے آتے تھے جن سے کسی قسم کی گریز بالکل ممکن نہیں تھی۔ پرانے افسانوں کو بار بار سانچے میں ڈھالا جاتا تھا اور چونکہ اس بارے میں جدید شعرا اپنے پیش رووں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے قدیم ناٹک ہی بار بار تماشا گاہ پر لائے جاتے تھے، چنانچہ ایتھنزی مدبر لیکرگوس نے زمانۂ مابعد میں اسی ضمن میں ایتھنزی تماشا گاہوں کے لئے قوانین مرتب کئے۔ بدیں سبب اس باب میں جہاں ہم یونانیوں کے ذہنی تمدن کا ذکر کریں گے یہ بیکار معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے درد ریہ نویسوں کی ایک فہرست ہدیۂ ناظرین کریں جن کی بابت ہماری معلومات بھی باوثوق نہیں کہی جا سکتیں۔ درد آمیز نظموں کی دلچسپی میں جو کمی پیدا ہوئی اُس کی ایک وجہ یہ بھی کہ جہاں پانچویں صدی ق م میں لوگوں کو اشعار کے ذریعے سے تعلیم و تربیت دی جاتی تھی وہاں اب اُن کی توجہ بالکلیہ فلسفیانہ تحریک کی طرف مبذول ہو گئی اور اسپر ادبیات نثر نے نسبتۃً براہ راست متنوع حیثیت سے اثر ڈالا۔ ہم اس کا ذکر آگے کریں گے۔

اس کے برعکس سرور یہ جات میں، جن کا واحد مقصد لوگوں کیلئے سامان تفریح مہیا کرنا تھا، اب بھی برابر ارتقا ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اسمیں سے سنگت اور پاراباسس* (گریز) کا جزو نکل گیا، اور جب عوام یہ محسوس کرنے لگے کہ سروریہ کا ایک رخ خطرناک بھی ہو سکتا ہے تو اس سے سیاسیات کو جو تعلق تھا وہ بالکل جاتا رہا، چنانچہ اب سروریہ نویسوں کا مقصد صرف یہ رہ گیا کہ مروجہ عادات و خصائل کا خاکہ کھینچیں، اور اسی قسم کے سروریہ کو "سروریۂ جدیدہ" کہنے لگے۔ گو جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں

* سروریہ کے کھیل کے وسط میں سنگت تماشا گاہ پر آتا تھا اور ناظرین کے سامنے ناٹک کے مصنف کے خیالات کا اظہار کرتا تھا؛ اسے پاراباسس یا "گریز" کہتے تھے۔ [مترجم اردو]

اُس کے تصنیف کردہ سروریوں کو "سروریہ جات وسطی" کہتے ہیں، لیکن انمیں کوئی ممیز خصوصیت نہیں نظر آتی۔ ان کے لکھنے میں ایتھنزیوں نے کوئی خاص امتیاز پیدا نہیں کیا، اس لئے کہ اناکساندریداس تو کامیروس کا باشندہ تھا اور الک سس تھوری کا، اور ان میں سے موخرالذکر کا تعلق دراصل عہد مابعد سے تھا۔ سروریہ نویسی جلد اس قدر مقبول ہوئی کہ وہ بہت جلد گویا دنیائے یونان کی مشترکہ نتیجۂ فکر بن گئی؛ اس کے برعکس مزاری نظم چراغ سحری کی طرح آخری مرتبہ ٹمٹمائی اور فلوکسی نوس نے، جو دیونی سیوس خودسر سرقوسہ کے دربار میں مقیم تھا، باکھوس کے حمد کے ترانے گائے۔ اسی طرح فن موسیقی میں تمودیوکس نے نام پیدا کیا اور اس میں بہت سی جدتیں کیں۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ سنانے کے قابل ہے؛ وہ یہ کہ جب تمودیوس نے اپنے ستار میں چند نئے تاروں کا اضافہ کیا تو اسپارٹی الیفوروں نے محض اس خیال سے کہ ستار میں قدیم تار ہی کافی ہیں اور اس میں کسی قسم کا اضافہ بدعت سیئہ کا حکم رکھتا ہے، اس کے ستار سے حکماً جدید تار کٹوا کر پھنکوا دئے۔

اس عہد کی شاعری کے متعلق ہمارا ذخیرۂ معلومات اس سے زیادہ نہیں ہے۔ بلاشبہ جو کچھ اس عہد میں نظم کیا گیا وہ سب کا سب تلف ہوچکا ہے، لیکن اگر وہ نظمیں اس وقت موجود بھی ہوتیں تاہم اغلب امر یہ ہے کہ اس قسم کی عام تاریخ یونان میں شاید ان پر اس سے زیادہ تبصرہ نہ ہوسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عہد کے ادبیات کی اہمیت کی بنا اسکے اشعار پر نہیں بلکہ اُس کی نثر پر ہے، اور اس شعبے کی تین شقوں یعنی تاریخ، بلاغت اور فلسفے کو اس عہد میں خاص کامیابی حاصل ہوئی اور بڑے بڑے نامور نثاروں نے کتابیں لکھیں جو آج تک موجود ہیں۔

اس عہد کی نثر پر تمدن جدید کے ان قائم مقاموں کا بہت بڑا اثر پڑا جن کا عہد ماقبل میں ہم سے تعارف ہوچکا ہے، اور جن میں ممتاز ترین ہستیاں خطابیوں اور حکیم الحکما سقراط کی ہیں۔ سقراط کی شخصیت اس وجہ سے

باب ۱۲

عظیم الشان ہے کہ اُس نے تاریخ اور فلسفہ دونوں پر پورے طور سے اپنا رنگ جمادیا ہے۔ اس زمانے میں نثر نویسی کو بہت سے امتیازات حاصل تھے جن کی وجہ سے ہم اسے شاعری کا بدل قرار دے سکتے ہیں۔ گو (جیسا ہم آگے چل کر دیکھیں گے) جہاں تک اصول تحریر کا تعلق ہے، نثر کی کوئی تصنیف نظم کے برابر بلند پایہ نہیں ہو سکتی، لیکن عہد زیر بحث میں یونانی نثر ہی سے اپنی عملی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اس عہد کے بڑے بڑے نثر نویس لی سیاس، السیقراطیس، زینوفون اور افلاطون ہیں، اور ان کی تحریروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونان کی عام زندگی کے عموماً اور ایتھنز کے خاص طور پر قائم مقام ہونے کی حیثیت سے انھیں ایک خاص اہمیت حاصل ہے، چنانچہ ہم ان کی تصانیف سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس عہد میں تعلیم یافتہ یونانیوں کی تمناؤں اور آرزوؤں میں کس حد تک تخالف و تضاد پایا جاتا تھا۔ یہ چاروں کے چاروں ایتھنزی تھے، لیکن ان میں سے صرف دو نے یعنی لی سیاس اور السیقراطیس نے ایتھنز کی خدمت کرنا اپنا فرض عین سمجھا، اور ان میں سے بھی السیقراطیس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے عمدہ سیاسی اصول پیش کر کے صرف ایتھنز ہی کی نہیں بلکہ تمام یونان کی خدمت کی؛ زینوفون اسپارٹا کا ہمنوا تھا، رہا افلاطون، تو اس کی تو عین خواہش تھی کہ ہر مملکت کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دے اور اُسے ایک منطقی جامہ پہنا دے۔ ان چار حکما میں سے صرف لی سیاس ہی عمومیت پسند ہے، باقی تینوں اعیانیت کے ہمنوا ہیں۔

اب ان چاروں ادیبوں پر علٰحدہ علٰحدہ غور کیجئے اور سب سے پہلے خطابیوں کو لیجئے۔ لی سیاس ولد کیفالوس ساکن سرقوسہ غالباً سرقوسہ میں تقریباً ۴۵۰ ق م میں پیدا ہوا تھا، لیکن اوائل عمر ہی میں اپنے باپ کے ساتھ ایتھنز آکر رہنے لگا تھا۔ بعدازاں اُس نے تھوریٔ آکر بودوباش اختیار کر لی،

لیکن وہاں سے آخر کار مستقل طور پر ایتھنز آکر رہنے لگا۔ اس کا خاندان "غیر ملکی" طبقے میں سے تھا اور نہایت متموّل تھا۔ جب "تیس خودسروں" کا دور دورہ ہوا تو انھوں نے اس خاندان کے مملوکات پر قبضہ کر لیا اور لی سیاس کے بھائی پولیمارخوس کو مروا ڈالا۔ ظاہر ہے کہ جب وقت آیا تو لی سیاس نے ان خودسروں کے خلاف عمومیوں کو مدد دینے سے گریز نہیں کیا جس کے صلے میں تھراسی بولوس نے تحریک کی کہ اُسے ایتھنزی شہریت کے جملہ حقوق عطا کر دئے جائیں۔ لیکن اُس کے دشمنوں نے اس کے خلاف اتنی کوشش کی کہ بالآخر اس تحریک کو ناکامی کا مُنھ دیکھنا پڑا، چنانچہ ایک طرف تو آئندہ سے اُسے ایتھنزی شہریوں کے برابر محاصل ادا کرنے پڑے اور دوسری جانب اُسے مملکت میں حصہ لینے کا مطلق کسی قسم کا اختیار نہیں رہا۔ اُس نے اپنی زندگی دوسروں کے لئے تقریریں لکھنے کے واسطے وقف کر دی یعنی اُس نے اپنا پیشہ تقریر نویسی مقرر کر لیا جو کچھ زیادہ قابل وقعت نہیں تھا۔ اس کی تمام تقریروں میں سادگی، صفائی اور زندہ دلی بھری ہوئی ہے اور ان میں بہت سا ایسا مواد موجود ہے جس سے اُس زمانے کے سیاسی حالات سے ہمارے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر دو اور معاصر خطیبوں یعنی ازائیوس اور اندوکیداس کا ذکر کریں۔ ان میں سے ازائیوس ساکن خالکس لی سیاس کی طرح ایک "غیر ملکی" اور تقریر نویس تھا، اور اپنی تیز فہمی کی وجہ سے مشہور خاص و عام تھا۔ اُس نے مملکت کے خانگی قانون کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا چنانچہ وہ اپنے ہمچشموں میں فرائض وراثت کا مبصّر سمجھا جاتا تھا۔ خود دیموس تھنیس نے اپنے مخصوص فن کی تعلیم اسی سے حاصل کی تھی۔ اندوکیداس کی اہمیت ازائیوس سے کم ہے ہم جنگ پیلوپونیز کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ یہی وہ شخص تھا جس نے مجسمۂ ہرمیس کے قصے سے اپنے آپ کو نکالنے کے لئے دوسرے بتوں کو توڑ ڈالا تھا۔ زمانۂ مابعد میں یہ اس قدر عزت کا مستحق سمجھا گیا کہ جنگ کورنتھ میں ایتھنزیوں نے

باب ۱۲

اسی کو سفارت لے کر اسپارٹا روانہ کیا[1]

[1] یونانی فن بلاغت پر بہترین کتاب بلاس: "خطابت یونان" Blass Die Griech. Beredsamkeit ۴ جلد، لائپزگ ۱۸۶۸ء۔ نیز دیکھو سکل و کرسٹ کے ابواب ادبیات کی شاخوں میں شاید فن بلاغت ہی ایسا ہے جس کا مطالعۂ متقابلہ ہنوز ابتدائی حالت میں ہے، حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ مختلف تصانیف کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے یہ نہایت ہی لازمی اور ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو طالب علم انگلستان و فرانس کے بڑے بڑے مقرروں سے واقف نہیں وہ یونانی مقرروں کے حسن و قبح کا نسبتہً کم ہی اندازہ کرسکتا ہے۔ ملک جرمانیہ کے لئے قدیم و جدید خطابت کی تاریخ خاص طور پر مفید و کارآمد ہوگی، اور اس ضمن میں ایلبرٹی نے اپنی کتاب "مسالک مقررین" Alberti: Die Schuele des Redners (لائپزگ ۱۸۹۰ء) لکھ کر تحقیقات کی گویا ابتدا کر دی ہے۔

ایتھنز میں عام طور پر لوگ دوسروں کے لئے تقریریں مرتب کرتے تھے اور اس سے خصوصیات انسانی کا خاکہ کھینچنے کا تقریر لکھنے والے کو بہت اچھا موقع ملتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے تقریر لکھتا جسے دوسرے کو کسی جلسے کے روبرو پڑھنا ہوتا تو اثر پیدا کرنے کی غرض سے لکھنے والے کے لئے یہ بسا ضروری تھا کہ وہ نفس تقریر کو مقرر کی خصوصیات کے ساتھ بالکلیہ مطابق کر دے۔ مثلاً لی سیاس جو ہمیشہ دوسروں کے لئے تقریریں مرتب کیا کرتا تھا، اس فن میں مشہور آفاق تھا۔ ایتھنز میں یہ بات بالکل عام ہوگئی کہ تقریر نویسی کے لئے خصوصیات انسانی کا مطالعہ کیا جائے جس سے سرور یہ نویسی کو دو طرح سے فائدہ پہنچا۔ اول تو بہت سوں نے اس میں مہارت پیدا کرلی اور دوسرے عوام الناس کیلئے ایک جدید آلۂ تفریح پیدا ہوگیا۔ جب کبھی کوئی "نااہل شخص" اپنی روزانہ کی اجرت لینے کی غرض سے تقریر کرنے لگتا (لی سیاس ۲۴) تو ہر کس و ناکس کو یہ معلوم ہوجاتا کہ یہ تقریر لی سیاس ہی نے لکھی ہوگی، اور سننے والے اُسے شاہکار سمجھ کر اس سے خوب حظ اٹھاتے، اور انھیں یہ "نااہل" بالکل ایک ایکٹر کی طرح نظر آتا جس کا پارٹ لی سیاس نے لکھ دیا ہو۔ اس سلسلے میں

باب ۱۲

اگر ہم ایسقراطیس کی زندگی پر غائر نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے اور اُن مقرروں کے مابین عظیم الشان تباین نظر آئیگا وہ ۴۳۶ ق م میں پیدا ہوا اور ۹۸ سال زندہ رہ کر ۳۳۸ ق م میں راہی ملک عدم ہوا۔ اوائل زندگی میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دیموس تھنیس نے اولمپیودوروس کے خلاف جو تقریر کی تھی اس کی بابت بلاس (Blass) وائل (Weil) کے دلائل کو پورے طور پر نہیں سمجھا (بلاس ۳، ۴۹۴)۔ بلاس کہتا ہے کہ اس تقریر کے اسلوب بیان میں دیموس تھنیس کا سا علو نہیں ہے۔ وائل کے نزدیک اس خصوصیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فن کے داؤ پیچ سے خوب اچھی طرح سے واقف تھا، لیکن بلاس کے قول کے مطابق وائل نے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا کہ دیموس تھنیس یا کسی دوسرے بڑے خطاب نے بُرا اسلوب محض فریب کے لئے استعمال کیا ہو۔ لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ جب کوئی امر بالکل عیاں اور بیّن ہو تو پھر اُس کے ثبوت کی کیا حاجت ہے۔ دیموس تھنیس نے کالیستراتوس کی زبان سے ایسے الفاظ کہلوائے جو اُس کی ذاتی خصوصیات کے بالکل مطابق تھے۔ اگر کالیستراتوس ایک پاجی اور بدذات شخص تھا اور اس کی زبان بھی خراب اور دہقانی تھی، تو دیموس تھنیس، جو محض ایک تقریر نویس تھا، اُس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلوانے میں حق بجانب تھا جو، صرف غیر فصیح ہوں بلکہ جن سے اس کا پاجی پن اور بدذاتی دُنیا کے سامنے آجائے ممکن ہے کہ موخر الذکر خصوصیت سے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، لیکن کم از کم عدم فصاحت کا یقیناً کوئی اثر نہیں پڑا ہوگا۔

جو تقریریں عدالتوں اور مواقع عامہ میں کی جاتی تھیں انہیں سے اکثر پہلے سے تیار کیجاتی تھیں۔ عدالتوں میں جو بحث کی جاتی تھی اُن میں سیاسی تقریریں بھی شامل تھیں، اور اُس کی قبل از قبل تیاری اس لئے اور بھی ضروری تھی کہ "پن گھڑی" کے ذریعے سے ان کے واسطے وقت مقرر کردیا جاتا تھا، چنانچہ مختلف مقرروں کو اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ دوران تقریر میں مختلف سوالات کا جواب دے سکیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جمعیت میں تقریر کرنے والے کی حیثیت مقدس ہوتی تھی، اس لئے یہاں کی تقریریں آج کل کی پارلیمنٹی تقاریر کی طرح مکالمے کی شکل اختیار نہیں کرتی تھیں۔ Dem. cor. اس کلیہ سے مستثنیات میں سے ایک ہے۔

باب ۱۲

وہ حکیم سقراط کے ساتھ رہا اور اسنے فلسفے سے اس قدر دلچسپی کا اظہار کیا کہ اُسکے مقربوں اور ہم جلیسوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ غالباً اپنی عمر اسی کے لئے وقف کر دے گا۔ لیکن اس کے بجائے اُس نے ایک دوسرے طرز کی عملی زندگی کو ترجیح دی یعنی پروڈکوس اور گورگیاس کے سامنے سوفسطائیت اور بلاغت کے حصول کی غرض سے زانوئے تلمذ خم کیا، اور کچھ عرصے تک دوسروں کے لئے تقاریر تیار کرنے کے بعد تقریباً ۳۹۰ق م میں مقرری اور عملی فراست کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا۔ قدیم خطابوں اور سوفسطائیوں کی طرح وہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پھرتا نہیں رہتا تھا بلکہ جو لوگ اس کی شاگردی کا فخر حاصل کرنا چاہتے تھے خود انھیں ہی ایتھنز آنا پڑتا تھا۔ سیاسیات میں اُس نے ضرور حصہ لیا لیکن سیاسیات سے یہاں محض اندرونی حکمت عملی یا ایتھنزی مدبروں کے تنازعات سے مراد نہیں سمجھنی چاہئے بلکہ وہ تمام دنیائے یونان کے معاملات سے دلچسپی لیتا تھا۔ وہ ممالک یونان کے باہمی اتحاد کا نہایت جوش و خروش کے ساتھ حامی تھا، اور اُس کا عقیدہ تھا کہ تمام یونانی مملکتوں کو ایسے طرز عمل سے کنارہ کش ہونا چاہیئے جس میں خود غرضی کی جھلک شمہ بھر بھی ہو، بلکہ اس کے برعکس یونانیوں کے لئے بہترین مشغلہ یہی ہے کہ بربریوں، یعنی ایرانیوں، سے برسرِ پیکار ہو جائیں۔ اصل میں انھیں اسباب کے باعث اُس نے اپنے آخری زمانے میں دولت مقدونیہ کے ساتھ، جس نے گویا اپنے علم پر ایرانیوں کی مخالفت کا کلمہ لکھ دیا تھا، سمجھوتہ کرنا چاہا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے جنگ خیئروینیہ کے بعد فاقہ کشی کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔ اس کے مکتب میں طالب علموں کی ایک بڑی تعداد پڑھتی تھی، اور وہ قدیم خطابوں اور سوفسطائیوں کی طرح ایسی ایک رقم خطیر، یعنی تین چار سال کے میقات کے لئے ایک ہزار درہم لیتا تھا۔ اس کی تعلیم گاہ کے سند یافتگاں میں سے لی کرگوس اور ائسخنیس کا شمار ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے شاگردوں کی

فطری قابلیت کا اندازہ لگا لیتا تھا، اور جب وہ یہ دیکھتا تھا کہ سیدھی سادی مقرری اُن کے حسب حال نہیں ہے بلکہ اُس کے بجائے عملی بلاغت اُن کے قدرتی میلانات کے مطابق ہے تو فوراً اُن کا ذہن اس فن کی طرف مبذول کر دیتا، چنانچہ اسی نے ایفورس اور تھیوپومپوس دونوں کو تاریخ نویسی کی طرف مائل کیا۔ اس کے درس میں شریک ہونے والوں میں سے تمودیوس جیسے مدبّر بھی تھے! اور اُس نے ایواغورس والئ قبرص اور اُس کے بیٹے نکوکلیس کو بھی درس دیا تھا؛ آرخی داموس والئ اسپارٹا، دیونی سیوس خود سر ذوسہ اور فیلقوس شاہ مقدونیہ سے بھی اس کے تعلقات نہایت عمدہ تھے۔ اُس نے نہ صرف فن تقریر بازی سکھانے پر اکتفا کیا، بلکہ اُس کی تقریریں جو بعض اہم مواقع پر دی گئی تھیں اُسکے فن کی نہایت درخشاں مثالیں تھیں۔ وہ خود بھی اُنھیں اپنے طرز تحریر کا بہترین نمونہ تصور کرتا تھا، چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی ایک تقریر مسمی "عیدیاں" Panegyricus پر دس سال صرف کئے تھے۔ نثر کی تصنیف کے لئے یہ زمانہ نہایت طویل معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر اسے بنظر غائر دیکھا جائے تو اُسے اپنے طرز کا ایک فنّی نمونہ قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں تھا، خصوصاً اس لئے کہ گورگیاس نے نثر نویسی کو کچھ ایسے راستے پر ڈال دیا تھا کہ اس کے بعد بڑے سے بڑے نثر نویس کو اپنی تصنیف پر مدّت دراز صرف کرنا مناسب معلوم ہوتا تھا۔ عمدہ نثر کے لئے جو قواعد مقرر کئے گئے تھے ان میں سے ایک اہم قاعدہ یہ تھا کہ کسی جگہ دو ایسے الفاظ یک جا نہ کئے جائیں جن میں سے پہلے کا آخری حرف اور دوسرے کا پہلا حرف دونوں حروف علت ہوں۔ ایک اور قاعدہ یہ تھا کہ فقرے کے مختلف حصّوں میں خاص تناسب پیدا کیا جائے تاکہ اُن کے حصّے ایک دوسرے کے مطابق ہو جائیں اور اُن کے معنی اور آواز دونوں میں وزن کی کیفیت پیدا ہو جائے (دیکھو جلد ۲ باب ۲۶)۔ الیسقراطیس کی مشہور ترین تقریر

باب ۳۱

مسمیٰ "عیدیان" Panegyricus ہے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا جا چکا ہے اور جس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ گورگیاس جیسے اُستادوں نے اولمپیا کی عید کے موقع پر جو تقریریں کی تھیں اُن کا جواب لکھا جائے۔ اس تقریر میں وہ یونانیوں کو یہ صلاح دیتا ہے کہ وہ ایتھنز کی سیادت میں ایران پر حملہ کریں اور ساتھ ہی اسپارٹا کے مقابلے میں وہ ایتھنز کو یونان کا سب سے بڑا مربی قرار دیتا ہے۔ یہ تقریر تقریباً ۳۸۰ ق م میں لکھی گئی اور اس کے بعد ایسقراطیس یونان کی ممتاز ترین ہستیوں میں شمار کیا جانے لگا۔ گو اُس نے اس موقع پر اسپارٹا کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا تھا، لیکن ۳۶۵ ق م میں اُس نے آرخی داموس کے لئے ایک تقریر لکھی جس میں اُس نے اسپارٹا کا ساتھ دیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ مسینیہ اسپارٹیوں کی جائز ملک ہے اور جہ سے اسپارٹا کو اس سے دست برداری کی مطلق ضرورت نہیں جب ایتھنز نے امفی پولس کے لئے فیلقوس سے جنگ آزمائی کرنا شروع کی تو اُس نے ایتھنز کے اس طرزِ عمل کی مخالفت کی۔ لیگ کی جنگ کے اثنا میں بھی اُس نے امن و اماں کے موضوع پر ایک تقریر شائع کی جس میں اُس نے یہ کہا کہ اگر ایتھنز کا خارجی اثر بالکل زائل ہو جائے تو بھی تمام یونانیوں کو باہمی اتحاد کر لینا چاہیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تقریر موسومہ اریوپاگی تی کوس ("رکن آریوپاگوس") اس سے تھوڑے ہی دن کے بعد شائع ہوئی ہوگی۔ اس تقریر میں اُس نے ایتھنزیوں کو یہ صلاح دی ہے کہ سولون اور کلس تھنیس سے پہلے اُن کے شہر کا جو دستور تھا اُسے پھر جاری کریں اور اس امر پر زور دیا ہے کہ اگر اریوپاگوس کو اُس کے قدیم اختیارات دوبارہ حاصل ہو گئے تو ایتھنز کی پرانی عظمت از سرِ نو عود کر آئے گی۔ ۳۴۶ ق م میں یعنی صلح نامۂ فلوکراتیس کے بعد ہی اُس نے اپنی تقریر لکھ کر فیلقوس کے پاس روانہ کی اور نہایت لجاجت سے اُس سے یہ استدعا کی کہ وہ یونان کو متحد کر کے ایران کے خلاف تلوار اُٹھائے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ اُس نے اپنے سیاسی خیالات کا ایک ملخص ۳۴۲ / ۳۳۹ ق م میں شائع کیا

باب ۱۲

اور اُس کا نام پان اتھے نائکوس رکھا؛ اس تصنیف میں اور اُن تصانیف میں جو اس سے پیشتر مرتب کی گئی تھیں یہ فرق ہے کہ اس میں وہ یکطرفہ تقریر کے اسلوب کو خیرباد کہہ کر محض مکالمے کی شکل پر اکتفا کرتا ہے اور اس طرح گویا تقریباً سو سال کی عمر میں اس اسلوب کو اختیار کر لیتا ہے جو اُس عہد میں مقبول عام تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے عہد میں جس میں بڑے بڑے ارباب علم و فضل کی کمی نہ تھی، ایسقراطیس کی حیثیت نہایت ممتاز ہے اور فی الواقع وہ زمانۂ حال کی لغت کے مطابق اصلی معنیٰ میں مبصّر امور عامّہ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ بلا شبہہ اُس کے ہمعصروں نے اُس کے سیاسی تخیلات کی تائید نہیں کی لیکن اس سے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اُن سے کہیں آگے بڑھا ہوا تھا۔ زمانۂ مابعد میں خود دیموس تھنیس ایسقراطیس کا ہم خیال بن گیا اور اُس نے اعلان کر دیا کہ جبر و اکراہ سے کام لے کر ایتھنز کو کبھی حکومت نہیں کرنی چاہیئے[۵۵]۔

---

۵۵ ایسقراطیس کے لئے دیکھو بلاس، جو جملہ امور کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ سٹل، کرسٹ، شروڈر، "مسائل ایسقراطیس" Sittl, Christ, Schroeder, Quaest Isocarateae و اونکن "ایسقراطیس و ایتھنز" Onken Isocrates und Athen ہائیڈلبرگ سنہ ۱۸۶۲ء۔

بہت سے مورخوں کو ایسقراطیس سے محض اس وجہ سے تعصب ہے کہ وہ فیلقوس کا مخالف تھا؛ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سے لوگوں کے نزدیک یہ وتیرہ ہر ایتھنزی کو اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ بلاس Blass (۲، ۸۵) کو اس خیال میں اس قدر غلو ہے کہ اُس کی رائے میں ایسقراطیس کی تصنیف میں کسی قسم کا زور نہیں پایا جاتا؛ اس لئے کہ "فیلقوس کی غدارانہ اور رقابانہ حکمت عملی" کے باوجود اُس نے "اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی"۔ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ فیلقوس نہ تو غدار تھا نہ ظالم، اور ہمارے پاس

اب ہم سقراط اور اُس کے مخصوص مسلک کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں، اور ابتدا ہی میں یہ بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس کتاب میں اُس کے اور اُس کے شاگرد فلسفیوں کی بابت محض مجمل بیان ہی پر اکتفا کریں گے۔ سب سے پہلے تو زینوفون کو لیجئے۔ زینوفون جو غالباً ۴۳۰ ق م میں پیدا ہوا، ایک مرفہ الحال اتھینزی خاندان کا رکن تھا۔ اس کے بہت سے سیاسی ہمنوا اپنے آپ کو خوبصورت اور خوب سیرت تصوّر کرتے تھے، لیکن وہ فی الواقع جسمانی اور ذہنی دونوں اعتبار سے تشکیل انسانی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھا۔ زینوفون حکیم سقراط کے وفادار ترین پیرووں میں سے تھا،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مطلق کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہے کہ ایسقراطیس عالی مرتبت شخص نہ تھا، بلکہ اُس کی تمامتر زندگی سے اُس کے اوصاف میں عالی ہمتی نمایاں ہے۔ محض یونانی سیاسیات کے سلسلے میں اس کا مضمون "سیوماخی کوس" (موافق مخالف) گویا اُس کے منہ پر مارا جاتا ہے۔ بلاس (۲، ۲۷) نے اُصول امن کے موافق اس تقریر کی جو مذمت کی ہے اگر اُس میں اُس نے یوبولوس کا اتباع کیا ہے، تو ہمیں یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ یوبولوس پر آج کل جو حکم لگایا جاتا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے، چنانچہ محض یہ امر ایسقراطیس کو ملزم گرداننے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ دیموس تھنیس (Cherr ۴۲) کہتا ہے کہ اتھینزی توسیع سلطنت کے معاملے میں اپنے خودغرضانہ جذبات کو اپنے قابو میں رکھتے تھے، جس پر وائیڈمان (Weidmann) کے مدیروں نے اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس فقرے سے اتھینزیوں کے خصائص کا ایک معقول اندازہ ہوتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحت پر مبنی نہیں ہے اسلئے کہ خودغرضی اور طماعی میں اتھینزی دوسرے یونانیوں سے ہرگز کچھ کم نہ تھے لطف یہ ہے کہ دیموس تھنیس ان کی مدح سرائی اس لئے کرتا ہے کہ اس کے نزدیک اُن کی فطرت ہی میں خودغرضی کا مادّہ نہیں تھا، چنانچہ اگر سنہ۳۵۵ ق م جیسے ابتدائی زمانے میں ایسقراطیس نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ سلطنت قائم کرنا مناسب نہیں ہے اور وہ اُسوقت جب بہت لوگ اس کے ہمنوا تھے تو اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کی طبیعت میں علو اور زہد ضرور ہوگا۔

باب ۱۲

لیکن ایتھنز میں عمومی حکومت قائم ہوتے ہی (جس سے اُسے مطلق کوئی دلچسپی نہ تھی) عملی زندگی کی دیرینہ خواہش کی وجہ سے وہ فوراً ایشیا گیا اور وہاں پہنچ کر شاہزادہ کورش کی ملازمت اختیار کرلی۔ یہی وہ شخص تھا جس نے اجیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر پہاڑی زنجیروں کو عبور کیا اور جو وحشی قبیلوں کے خطوں میں ہوکر بحیرۂ اسود کے کنارے تک پہنچ گیا، اور اُس وقت تک ان سپاہیوں کی حفاظت کرتا رہا جب تک اُن میں سے جو باقی بچے تھے اسپارٹا نے اپنے یہاں ملازم نہ رکھ لیا۔ اس کے بعد اس میں اور اگے سی لاؤس میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوگئے چنانچہ ۳۹۴ ق م میں وہ واپس یونان آگیا اور جنگ کورونیہ کے موقع پر اپنے ہم وطنوں کے خلاف (جنھوں نے اُسے ملک بدر کردیا تھا) لڑا۔ اس کے بعد اسپارٹیوں نے اُسے اولمپیا کے قریب سکی لوس کی جاگیر عطا کردی جہاں وہ ایک جاگیردار کی سی زندگی بسر کرنے لگا، لیکن ۳۷۱ ق م میں تھبزیوں نے پیلوپونیز پر حملہ کیا اور اُسکی جاگیر ضبط کرلی جس کے بعد اُسے گویا دنیا میں روزی کمانے کے لئے دربدر پھرنے کی ضرورت پیش آئی۔ جب ایتھنزیوں نے قطعی طور پر اسپارٹا کا ساتھ دینا شروع کیا تو اُنھوں نے زینوفون کو واپس بلانا چاہا، لیکن بجائے خود آنے کے اُس نے اپنے بیٹوں مسمی گری لوس اور دیودورس کو ایتھنزی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے بھیج دیا جن میں سے اول الذکر میدان مین ٹی نیہ میں سواروں کی لڑائی میں کام آیا۔ زینوفون نے تقریباً ۳۵۹ ق م میں وفات پائی۔

زینوفون کی بعض تصانیف کی نوعیت بالکل تاریخی ہے اور بعض میں تاریخی مواد کو پیش نظر رکھ کر گویا عملی تعلیم دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی تصانیف کی سب سے درخشاں خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے اپنے اُستاد کے طرز تعلیم اور اُس کے خیالات کو "یادداشت ہائے سقراط" (Memorabilia) میں منضبط کردیا ہے، جس میں حکیم سقراط کے مکالمے

باب ۲۱

درج کیے گئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ حکیم سقراط مکالموں کے ذریعے سے تعلیم دیتا تھا، چنانچہ جتنے اُس کے نامور شاگرد ہوئے ہیں ان سب نے اپنے اور اپنے اُستاد دونوں کے اصولوں کو اسی شکل میں ترتیب دیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ائس خنیس، اقلیدس اور فئی دون تینوں نے یہی طریقہ اختیار کیا، اور اسی پر دیو جانس کلبی ساکن اسنوف کا اُستاد انتس تھنیس بھی کاربند ہوا؛ یہی وہ شخص تھا جس نے اصول "کلبیت" کی بنیاد رکھی جس کا ماحصل یہ تھا کہ انسان کو اپنی ذاتی ضروریات سے بالکلیہ آزاد رہنا چاہئے۔ اسی طرح ارسطفوس بھی مکالموں کے ذریعے سے تعلیم دیتا تھا؛ یہ "مسلک سرنی" کا بانی تھا جس کے بموجب انسان کا مقصد حیات عیش و عشرت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب ادبیات کا بیشتر حصہ مکالمات پر مشتمل ہو گیا۔ اتھنزیوں کی یہ خصوصیت تھی کہ جب کبھی کسی قسم کے بحث و مباحثہ کی آواز اُن کے کان میں پڑتی تو وہ فوراً اُسے سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو جاتے، چنانچہ وہ ہمیشہ کسی قسم کے مقابلے سے بدرجۂ اتم محظوظ ہوتے اور یہ جدید طرزِ تعلیم اُن کے لئے خصوصاً اور یونانیوں کے عموماً نہایت پسندیدہ تھا۔ ایک امر ایسا ہے جسے اس وقت تک اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مکالمات سقراطیہ سے درد یہ کے زوال میں سرعت پیدا ہو گئی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عام طور پر دردیوں میں، خصوصاً یوری پدیس کے زمانے کے بعد، یہ گویا قاعدہ بن گیا تھا کہ دردیہ کے سانگی تیزی، طراری اور حاضر جوابی کے ساتھ ایک دوسرے سے گفتگو کریں، چنانچہ عام طور پر قصے کی نوعیت کی زیادہ اہمیت نہیں رہی نیز علی العموم ایک ہی قسم کے افسانے بار بار دُہرائے جانے کی وجہ سے دردیوں میں کسی قسم کی جدت طرازی کی امید رکھنا کم و بیش لاطائل تھا۔ ان اسباب کی بنا پر لوگوں کی دلچسپی کا مرکز رفتہ رفتہ واقعات قصہ کے بجائے کیفیت مباحثہ و تمحیص بن گیا۔ اس دلچسپی سے جو لوگوں کو مباحثوں کے ساتھ ہو گئی، مسائل فلسفہ کے ابتدائی مدارج میں بہت کچھ کام نکالا جا سکتا تھا، اور

جو لوگ ذاتی طور پر بڑے بڑے فلسفیوں کی گفتگو کے وقت موجود نہ رہتے وہ بآسانی تحریری مکالمات پڑھ کر کافی حظ اُٹھا سکتے تھے۔ ان مکالموں میں جو دلچسپی لی جاتی تھی وہ حکیم افلاطون کی Symposium سے معلوم ہوتی ہے۔ الغرض تعلیم یافتہ جماعت کو دریدیوں سے مطلق کوئی دلچسپی نہیں رہی چنانچہ رفتہ رفتہ دائرۂ تعلیم و تعلم میں یہ بالکل بیکار ہو گئے اور خود یہ دردیہ نویسی بھی بتدریج معدوم ہو گئی۔

"یادداشت ہائے سقراط" کا پانچواں حصہ موسومہ بہ "خانہ داری" (Oeconomicos) ہے، جس میں خاندانی زندگی کے بعض نہایت نفیس اصول کا اعادہ کیا گیا ہے اور جس میں سقراط کے دوش بدوش اسپازیہ کی شخصیت کی بھی مدح سرائی کی گئی ہے۔ جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ اسپازیہ کو جو کچھ اہمیت حاصل تھی وہ سب فارقلیس کی بدولت تھی تو ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب معلوم ہوتے ہیں کہ زینوفون کی یہ تالیف دراصل اتھینز کے دو بڑے بڑے مصلحوں کے باہمی تعلق دکھانے کے لئے لکھی گئی ہوگی، ایک تو اتھینزی مدبر فارقلیس، دوسرا اتھینزی فلسفی سقراط۔

زینوفون کی باقی ماندہ تصانیف میں اُس کی تاریخی کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اُس نے اپنی مشہور کتاب "اقدام" (Anabasis) میں اپنے چشم دید اور نہایت دلچسپ واقعات کا اعادہ کیا ہے، اور ہمیں اس کتاب کو تاریخ یونان کے اولیں اسناد میں شمار کرنا چاہیئے۔ اس کی دوسری کتاب ہیلے نیکا (Helenica) مدت دراز سے زیر بحث رہی ہے اور اس کے نقادوں نے اُس پر مضمونیت کا الزام لگایا ہے، لیکن وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ہر مورخ کو تاریخی واقعات سے (جن کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے) انتخاب کرنے کا یقینی حق حاصل ہے، اور اُسے جس امر کی ایسا ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ وہ حق پرست ہو۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک ۱۱ ق م سے ۳۶۲ ق م تک کے

واقعات کا تعلق ہے، کسی نے آج تک زینوفون پر کم از کم غلط بیانی کا الزام تو لگایا نہیں۔ ہمیں اس امر کا یقیناً افسوس ہے کہ وہ اتنا دور اندیش نہ تھا کہ شہر مسینے کی تعمیر کی اہمیت کا صحیح اندازہ کر سکتا، اور اس کے علاوہ جو فروگذاشتیں اُس سے ہوئی ہیں اُن کی بابت ہم اس سے قبل ہی (یادداشت متعلق باب ۱۱ میں) کہہ چکے ہیں کہ وہ قابل معافی ہے۔ بلاشبہ وہ اپنی رائے کا اظہار اسپارٹی نقطۂ نظر سے کرتا ہے، لیکن ہم جانتے ہیں کہ جب کبھی اُس کی نظر میں اسپارٹا راہ کج پر ہوتا ہے تو وہ اُس کی مذمت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ ہم کبھی اسے اس قسم کے کینہ ور الفاظ استعمال کرتے ہوئے نہیں سنتے جیسے طوسی دیدش ہی پر بولوس کے لئے استعمال کرتا ہے۔ بیشک بحیثیت ایک مورخ کے اس میں طوسی دیدش کے سے اوصاف نہیں پائے جاتے، اور جس طرح طوسی دیدش محاصرۂ سرقوسہ جیسے واقعے پر کلیتہً حاوی ہو جاتا ہے، اُس طرح زینوفون کے لئے بالکل غیر ممکن ہے؛ لیکن ہمیں اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اُس کا مقصد طوسی دیدش کی طرح کوئی فنی شاہکار تیار کرنے کا نہیں تھا جہاں طوسی دیدش خطابوں کا شاگرد تھا وہاں زینوفون حکیم سقراط کے مسلک کا پیرو تھا، اور وہ سب جن کا عقیدہ ہے کہ کسی بڑے آدمی کے خصوصیات کے ارتقا کے لئے اُن کی طبیعت میں فطری علو موجود رہتا ہے، وہ اس پر اتفاق کریں گے کہ زینوفون کی طبیعت میں اس قسم کے عناصر ضرور موجود تھے، جس کے باعث وہ طوسی دیدش کی کتاب کے ساتھ اُسکی کتابوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اُسے وقعت کی نظر سے دیکھیں گے۔ زینوفون کی عظمت کا راز یہ ہے کہ اُسے حق کے ساتھ فطری الفت تھی۔ (اور یہ سقراطی مسلک کا ایک ممتاز خاصہ ہے)؛ اُس نے حق کو تاریخ پر منطبق کیا، اور جو چیز ہمیں سب سے زیادہ اُس کا گرویدہ کر لیتی ہے وہ اُس کا سچا اور دلی انکسار ہے۔ جو شخص اپنے دس ہزار ساتھیوں کو بحفاظت تمام یونان واپس لا سکتا تھا، اُس کے لئے یہ بالکل ممکن تھا کہ

وہ اس ملک کے سیاسی اور فوجی امور میں اہم حصہ لیتا۔ زینوفون کا ذہن بھی اس کام کے لئے رسا تھا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے نہ صرف یونان کے معاملات میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا بلکہ شاید اس وجہ سے کہ اُسے اپنے آبائی وطن کی پشت پناہی نصیب نہیں تھی وہ کسی قسم کا حصہ لینا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ممکن ہے کہ بحیثیت اجیر سپاہیوں کے سپہ سالار کے وہ نام پیدا کرتا لیکن اُسے ایک دیس نکالے سپہ سالار کی زندگی مطلق پسند نہیں آئی چنانچہ جہاں تک سیاسیات اور فوجی امور کا تعلق ہے اُس کی زندگی کا باقی حصہ کم و بیش تاریکی میں بسر ہوا۔ انکساری کی جھلک اُس کی تاریخ میں بھی نظر آتی ہے جہاں وہ صرف انھیں امور کو پیش کرتا ہے جن کی بابت اُسے اس کا یقین ہے کہ کم از کم اُس پر مخالفانہ جنبہ داری کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ آخر میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ۴۱۱ ق م سے ۳۶۲ ق م تک کے واقعات کے لئے زینوفون کی تصنیف واحد باوثوق اور صریح تذکرہ ہے[۵۳]

۵۳ زینوفون کے لئے دیکھو باب ۱، یادداشت متعلقہ۔ اس کی بابت مورخوں میں کچھ اس قسم کا تعصب پھیلا ہوا ہے کہ شٹل جیسے مورخ اس کی تصویر مسطوحنیس پر آد از سکتے ہیں (ہیلے نیکا ۲، ۹۳۴) شٹل اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴۲ حاشیہ ۲ پر ہیلے نیکا کے دو فقرے نقل کرتا ہے (۲، ۱، ۳۱، ۲، ۳، ۲۱) اور ان میں نقائص بھی نکالتا ہے، لیکن لطف یہ ہے کہ جو کچھ شٹل کہتا ہے اُس کا ان فقروں میں شائبہ بھی نہیں پایا جاتا، یعنی نہ تو پہلے فقرے میں زینوفون نے لیساندر کو سراہا ہے نہ دوسرے میں اسپارٹیوں کو۔ فون فشترن ("تاریخ" Von Stern Geschichte صفحہ ۴۷) کہتا ہے کہ فاٹر (Vater) اپنی "حیات پیلوپی داس" میں زینوفون کو "قابل نفریں" گردانتا ہے۔ لوگ حکیم سقراط کی تعریف میں تو رطب اللسان ہو جاتے ہیں، لیکن جس مورخ نے سقراط کے اصول کا انطباق کیا، یعنی حق کی موافقت کی اور محض بلاغت و سوفسطائیت کے مخالفت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اسکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اُسنے ایک ایسی کتاب (ہیلے نیکا) لکھی ہے جو اُسکے ذاتی معیار سے کہیں گری ہوئی ہے۔ (شٹل ۱۴۱)

باب ۱۲

اب ہم نہ صرف اُس عہد کے بلکہ تمام دنیائے یونان کے سب سے بڑے اور صاحب فکر مصنف یعنی حکیم افلاطون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ افلاطون ایتھنز کے ایک اعیانی خاندان کا رکن اور خود سرکری تیاس کے عزیزوں میں سے تھا۔ وہ ۴۲۸ ق م میں پیدا ہوا تھا، اور نہ صرف ذہنی لحاظ سے بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی خدا نے اُسے خاص قابلیت ودیعت کی تھی۔ اُس کے عادات و اطوار اعلیٰ درجے کے تھے۔ وہ حکیم سقراط کے شاگردان رشید میں سے تھا، اور جہاں تک سیاسی عقائد کا تعلق ہے، سقراط کے بہت سے شاگردوں اور اُس عہد کے ممتاز ترین ارباب فکر کی طرح اعیانیت پسند تھا، یہی وجہ تھی کہ اس کے لئے اپنے وطن مالوف یعنی ایتھنز میں، بالخصوص آزادی اور عمومیت کی تجدید کے بعد، سیاسی معاملات میں کسی قسم کا حصہ لینا قطعاً ناممکن تھا۔ اُس نے اپنے معلومات وسیع کرنے کے لئے بہت کچھ سفر کیا اور منجملہ دیگر مقامات کے مصر بھی گیا۔ اس نے یہ کوشش کی کہ اپنے سیاسی خیالات کو کسی غیر ملک میں عملی جامہ پہنائے، اور چونکہ اُس کی رائے تھی کہ بہ نسبت کسی مجلس کے ایک مطلق العنان حکمران احکام عقلی کا اتباع زیادہ آسانی سے کرسکتا ہے، اس لئے اُس نے اپنے سیاسی تجربوں کے لئے سسلی کے خودسر کا دربار منتخب کیا۔ شومیٔ قسمت سے باوجودیکہ اُس نے سسلی کا تین بار سفر کیا لیکن نہ تو چالاک دیونی سیوس اوّل اور نہ غیر مستقل اور متلون مزاج دیونی سیوس دوم نے اُس کے اصول کی پیروی کی، اور ہم عنقریب دیکھیں گے کہ دیون کو بھی، جو اُس کے معتقدات کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا اور اُنھیں عملی جامہ بھی پہنانا چاہتا تھا، کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ افلاطون کو دیار مغربی میں قیام سے ایک فائدہ ضرور ہوا، وہ یہ کہ وہ جنوبی اٹلی کے فیثاغورسیوں، خصوصاً آرخی تاس ساکن تارنتوم سے ملا اور اور ایسے لوگوں نے اُس کے فلسفیانہ خیالات پر بہت کچھ اثر ڈالا۔ آخری دو مرتبہ مغرب کی طرف جانے سے اُس کے درس و تدریس میں،

باب ۱۲

جو اس نے ایتھنز میں جاری کر رکھا تھا، بہت کچھ حرج ہوا۔ صلحنامۂ شہنشاہی کے زمانے میں (جس کی بابت یہ امید تھی کہ اس کے باعث طویل جنگ و جدال کے بعد یونانیوں کو تھوڑا بہت آرام مل جائے گا) اُسے کولونوس میں باغیچۂ اکادیموس کے قریب کچھ اراضی مل گئی تھی، اور اس نے اس "اکادیمی" میں اور خود اپنے قدیم باغیچے میں ایک مدرسہ کھول لیا تھا جس میں وہ تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتا اور اُن کے درس و تدریس کا انتظام کرتا تھا۔ افلاطون نے اکیاسی برس کی عمر میں ۳۴۷ ق م میں انتقال کیا۔[۹۵]

۹۵ حکیم الحکما افلاطون در اصل بذات خود ایک دُنیا کے مماثل ہے، اور اُس کے موضوع پر جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اُن سے فی الحقیقت ایک پورا کتاب خانہ بھر جائے گا۔ افلاطون پر آخرترین مباحث، جن میں ان سے پہلے کی لکھی ہوئی کتابوں کے حوالے بھی دئے ہوئے ہیں، ونڈل بانڈ Windelband، کرسٹ Christ اور سٹل Sittl کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ جن مؤرخوں نے نہایت باریک بینی سے اور بال کی کھال نکال کر اس حکیم کی کتابوں کا سنوی تسلسل دریافت کرنے کی کوشش کی ہے ان میں بہت کچھ باہمی اختلاف پایا جاتا ہے؛ مثلاً کرسٹ تو کہتا ہے (صفحہ ۳۴۳) کہ کتاب "فائیڈو" تقریباً ۳۸۸ ق م میں لکھی گئی تھی، لیکن ونڈل بانڈ (صفحہ ۲۲۶) کے نزدیک اس کا زمانہ ۳۷۶ ق م کا ہے۔

اس عجیب و غریب بات کا بہت ہی کم لحاظ کیا گیا ہے کہ دیتاغورس کی طرح افلاطون کا بھی اپولو کے ساتھ رابطہ ہو گیا، بلکہ لوگوں نے تو یہاں تک کہنا شروع کیا کہ وہ اپولو کا فرزند ہے؛ (Vita Plat West, ۳۸۲، جس کا اقتباس، روشر نے اپنی قاموس Roscher's Lexicon ۲۵۳۵ میں دیا ہے۔

تاریخ یونان کے طالب علم کے لئے افلاطون کی کتاب مسمی "دولت عامہ" کی حیثیت اُس کی کتابوں میں نہایت ممتاز ہے، اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممالک یونان کے لئے حکیم افلاطون کس قسم کے سیاسی خیالات کو پسند کرتا تھا۔ در اصل اس کے سامنے بہترین مملکت کا نمونہ گویا مطلقی جامے میں اسپارٹا تھا، لیکن

باب ۳۳

اغلباً اس کی جملہ تصانیف ابتدا میں واقعی فلسفیانہ یادداشتوں پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ آزادی کی مسلسل تحدید کی وجہ سے اس کا حصول بالکل ناممکن ہو گیا تھا۔ افلاطون نے اپنی تصانیف موسومہ "جمہوریہ" و "گورگیاس" دونوں میں مویشی کی پرورش کے اصول کو انسان کی تربیت پر منطبق کیا ہے (۵، ۴۵۹)۔ (اٹیکائی زبان کے لفظی تنوع کے باعث) گلاؤکون افلاطون کے ہر سوال کے جواب میں ہزار طرح سے اثبات میں جواب دے کر نہ تو افلاطون کو تھکاتا ہے نہ زمانۂ حال کے پڑھنے والوں کو، لیکن گلاؤکون کبھی یہ دریافت نہیں کرتا کہ آخر ایسی فوق الفطرت ہستیاں کہاں آباد ہیں جو حکام سیاسی اور سرگروہان عوام سے اسقدر بالاتر ہیں کہ مویشیوں کی طرح ان کی تربیت کی نگرانی کر سکتی ہیں۔ باوجود زمانۂ حال کے اس قسم کے تصانیف جیسے سر طامس مور کی "لامکان" (یوٹوپیا)، ہیرنگٹن کی "اوقیانیہ" (اطلانتس) کمپانیلا Companella کی "بلدیۂ آفتاب" (چیٹا ویل سولے) اور فورئے Fourier اور سین سیمون St. Simon کی تصانیف کے، کابے Cabet اپنی اکاریہ میں یوروپیوں کی نوآبادی قائم نہیں کر سکا، اور زمانۂ حال میں صرف ایک ملک یعنی پاراگوئے میں حلقۂ مسیحی کے مبلغوں نے اندیانیوں کی ایک ایسی نوآبادی قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

اس امر پر علمی دُنیا میں مباحثہ شروع ہو گیا ہے کہ آیا اکادمی کی طرف سے عملی سیاسیات میں ملوکیت، خصوصاً مقدونوی ملوکیت کی تائید کی گئی یا نہیں۔ ج، برنیز Bernays اپنی کتاب "فوکیون اور اس کے زمانے کے نقاد" Phokion und seine neueren Beurtheiler (برلن سنہ ۱۸۸۱ء) میں یہ فرض کر لیتا ہے کہ اس نے تائید کی، لیکن گومپرتز ("اکادمی اور اس کی مفروضہ مقدونیہ پرستی" Gompertz. Die Acadamie und ihr Vermeinter Philomakedonismus مطالعات و انتباہ، سنہ ۱۸۸۲ء) کی رائے اس کے خلاف ہے اور اس نے برنیز کے بعض تفصیلی واقعات کی تصحیح بھی کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مدرسے کا رجحان اس کے

متسمل ہوں گی، لیکن بہت جلد افلاطون نے انھیں مستقل فنی تصانیف کا رتبہ　۱۱ باب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ معدمدرس کے میلانات کے موافق تھا، یعنی وہ ایک طاقتور اور ذی اقتدار مملکت کا ہم نوا تھا، لیکن ممکن ہے کہ اس کے بعض دوربیں شاگرد اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر جمہوری حکومت کے طرفدار ہو گئے ہوں۔ اس اکادمی کے جمہوریت پسندوں میں فوکیون اور ہیر نطینی لیون ممتاز ترین تھے، لیکن دیون اور ارسطو نیموس میں بین تھے (دیکھو باب ۹) اور خلیرون خود سر بن گیا (Ath ۱۱، ۵۰۹)۔ ہرقلیہ کا خود سر کلیارخوس اور اس کے قاتل دونوں حکیم موصوف کے شاگرد تھے؛ بلاس "خودسری" Blass Tyrannis ۱، ۲۵۷ و ۸ ۲۵۔ دیموستھینیس (ارسطقراتیس Dem Aristocr ۱۶۱، ۱۴۷) کے نزدیک افلاطون کے دو شاگردوں یعنی پیتون اور ہرقلیدیس نے کوتیس کو مار ڈالا، لیکن بالآخر اوّل الذکر میلقوس کا ہم نوا بن گیا۔ بلا شبہہ افلاطون نے فیثاغورسیوں سے بہت کچھ سبق حاصل کیا؛ لیکن اس نے ان کی جگہ کوئی سیاسی گروہ نہیں قائم کیا جس کا مقصد ایسے لوگوں کو تیار کرنا تھا جو سیاسیات کے میدان میں عملی حصّہ لیں۔ اس کے بجائے وہ صرف اپنے خیالات کی تبلیغ کرنی چاہتا تھا۔ بلا شبہہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک فوکیون کا تعلق ہے ان خیالات میں سیاسی اہمیت پیدا ہو گئی تھی؛ لیکن ان کا سیاسیات پر جو انطباق کیا گیا وہ درحقیقت فوکیون کی مخصوص شخصی حیثیت کے باعث تھا۔ ارکان اکادمی میں جو باہمی تعامل ہوتا تھا وہ فیثاغورسیوں کے تعامل کی ایک نہایت بھدی نقل تھی؛ بلکہ خود موخر الذکر بھی چوتھی صدی ق م میں اس قدر مرتب و مہذب نہیں تھے جتنا وہ چھٹی صدی ق م میں رہ چکے تھے۔

ہم نے چوتھی صدی ق م کو عہد نثر نویسی کا لقب دیا ہے اور اس کا تباین پانچویں صدی سے دکھایا ہے جس کی ممتاز خصوصیت شاعری تھی۔ اس مقابلہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی ق م کی تاریخ فرانس سے کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح پانچویں صدی ق م میں شعرا مثلاً ائس خیلوس، سوفوکلیس، یوری پدیس اور ارسطوفانیس میدان ادبیات میں ملک کی رہبری کرتے ہیں اسی طرح فرانس میں سترھویں صدی عیسوی میں کورنئی Corneille

باب ۱۲

دے دیا اور اُس کا مقصد اوّل یہ ہو گیا کہ پڑھنے والے اُن کی اسی نوعیت سے استفادہ حاصل کریں۔ بظاہر وہ حکیم سقراط کے مکالمات و مباحث کی یادداشتیں تھیں، مگر اغلب امر یہ ہے کہ خود مولف بھی ان سب مکالموں کو سقراط کی طرف منسوب نہ کرتا ہوگا، بلکہ در اصل عام طور پر دیکھا جائے تو افلاطونی سقراط افلاطون ہی کا دوسرا نام سمجھنا چاہیئے۔ اپنی کتاب کو سقراطی مکالمات کا جو جامہ اُس نے پہنایا اُس کا سبب یہ تھا کہ وہ سقراط کے اسلوب بیان کے مطابق لکھنا چاہتا تھا اور اس گفتگو کو ضبط تحریر میں لانا چاہتا تھا جو سقراط کے مختلف مواقع پر عالمانہ موضوعات پر کی، چنانچہ ممکن ہے کہ افلاطون نے اپنا ایوان اسی بنیاد پر قائم کیا ہو جو واقعاً سقراط ہی نے تیار کی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابتدا میں اس کا خیال ہوا ہو کہ وہ ہو بہو سقراط کی گفتگو کا چربہ اُتار رہا ہے، لیکن بلاشبہہ اسے رفتہ رفتہ یہ یقین ہو گیا ہوگا کہ اُس کا ساختہ پرداختہ سقراط

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ راسین Racine مولی ایر Molière اور اٹھارھویں صدی عیسوی کے مونٹسکیو Montesquieu وولٹیر Voltaire روسو Rousseau اور میرابو Mirabeau رہبران ادبیات قرار دئے جا سکتے ہیں۔ یونان میں تو چوتھی صدی ق م میں اور فرانس میں اٹھارھویں صدی عیسوی میں ناٹک کو مسلسل فروغ حاصل رہتا ہے، لیکن دونوں میں یہ تسلسل محض رواجی اور مصنوعی ہے (کرے بیون Crebillon ، رے نیارڈ Regnard)، تا آنکہ یونان میں سردیۂ جدید اور فرانس میں طبقۂ اوسط کے سرو ریوں اور بومارشے Beaumarchais سے ادبیات میں ایک جدید باب کا اضافہ ہوتا ہے۔ سترھویں صدی عیسوی جیسے بعید زمانے میں فرانس میں اور پانچویں صدی ق م میں یونان میں نثر کو کافی اہمیت حاصل تھی (پاسکال Pascal بوسیوے Bossuet ہیروڈوٹس، طوسی دیدیش)، لیکن عالمگیر انداز سے اثر آفرین نثر دونوں ممالک میں ایک صدی بعد تک دکھائی نہیں دیتی۔

ایسے مسائل پر بھی اپنی رائے ظاہر کر رہا ہے جن پر اصلی سقراط نے شاید کبھی ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا ہوگا۔ ممکن ہے کہ اُس نے اپنے مخصوص طرز کے لئے ایک اور بہانہ ڈھونڈھا ہو۔ سقراط کا مقصد فی نفسہٖ تعلیم دینے کے بجائے تحقیق امور مختلفہ کے طریقے سکھانا تھا، اور افلاطونی مکالمات میں بھی بجنسہٖ یہی طرز اختیار کیا گیا ہے۔ مزید براں ہم دیکھتے ہیں کہ خود افلاطون کی روش میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوگئی اور اُس کے خیالات میں ایک خاص قسم کی ترمیم ہوگئی جس کی وجہ سے اُسکی تصانیف کے مطالعے سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ کونسی کتاب پہلے اور کونسی پیچھے لکھی گئی ہوگی؛ باوجود اس کے ہم آج بھی ممتاز ترین مکالموں کی صحیح تاریخ کا تعین کرنے سے قاصر ہیں۔

افلاطون کی تصانیف اہم فقروں سے بھری پڑی ہیں لیکن شاید اس کے اُصول میں سب سے دلچسپ اصول تصورات کا ہے۔ وہ دو مختلف عالم فرض کر لیتا ہے، یعنی محسوسات کا غیر مکمل عالم اور مُثل (تصورات) کا مکمل عالم۔ جو شخص غیر مکمل دُنیا میں رہتا ہے اُس کے لئے سب سے بڑا مسئلہ تانی الذکر عالم تک رسائی کا ہے۔ افلاطون کے نزدیک انسان ذہن کی ایک خاص قوت کے ذریعے سے ان "مُثل" تک پہنچ جاتا ہے اُس کا خیال ہے کہ روح کے تین اجزا ہیں"، یعنی عقل، ارادہ اور خواہش؛ اور ان میں سے اول الذکر باقی اجزا سے ارفع و اعلیٰ ہے اور جو حقیقۃً خیالات کو اخذ کرتی ہے۔ افلاطون اس امر پر بہت کم روشنی ڈالتا ہے کہ بغیر محسوسات کے ادراک کے محض عقل کے ذریعے سے کیونکر خیالات اخذ کئے جا سکتے ہیں اور ان عام خیالات کا، جو احساس پر مبنی ہوتے ہیں مُثل یا تصورات سے کیا تعلق ہے۔ نہ صرف یہ کہ خود افلاطون نے بھی اس کے متعلق کوئی بات طے نہیں کی تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ بجائے خود لاینحل ہے۔ مختلف مکالمات میں یہ نہایت درخشاں نظریہ بیان کیا گیا ہے کہ باوجودیکہ انسان جو کچھ محسوس کرتا ہے جو اِس نظریہ کے باعث محسوس

باب ۱۲

کرتا ہے، تاہم یہ بالکل ممکن ہے کہ انسان ذات لامحدود کا اندازہ کرے؛ لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی اُن بے شمار کوششوں میں سے ایک ہے جن کا انسان بار بار اعادہ کرتا ہے اور اُسے بار بار ناکامی کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس حکیم نے اپنی اس رائے کا جس کے مطابق روح کے تین حصے کئے گئے ہیں بجملہ بنی نوع انسان پر منطبق کیا، اور اس ضمن میں یہ خیال پیش کیا کہ فرد کی طرح بنی نوع انسان کا مقصد عظیم یہ ہے کہ وہ تصوّرات کی تہ کو پہنچ جائے، چنانچہ اُس نے اپنے سیاسی مسلک کی بنیاد اُسی اصول پر رکھی ہے۔ جس طرح پر انفرادی روح کے تین اجزا یعنی عقل، قوّت ارادی اور خواہش ہوتے ہیں اسی طرح مجموعی طور پر بنی نوع انسان تین طبقوں پر منقسم ہے، ایک وہ جن کی قسمت میں جسمانی محنت لکھی ہے، دوسرے وہ جو اپنی قوت ارادی کے ذریعے سے قوم کی خدمت کرتے ہیں، اور تیسرے وہ جن میں فطرۃً عقل کا غلبہ ہوتا ہے۔ طبقۂ اول میں عوام یا آبادی کا کارکن حصہ شامل ہے، طبقۂ دوم میں جنگ جو اور دفتری لوگ اور طبقۂ سوم میں عقلا اور حکمراں۔ افلاطون کا خیال ہے کہ مطمحی مملکت میں ہر شخص صرف ایک ہی طرح کی فطری قابلیت سے کام لیگا، ایک سے زیادہ نہیں۔ اس تنظیم کا بدیہی نتیجہ یہی نکلے گا کہ قوم مختلف ذاتوں میں منقسم ہو جائے گی؛ چنانچہ افلاطون کے خیال کے مطابق فرد ہمیشہ کسی نہ کسی ورن کا رکن بنا رہتا ہے اور مختلف ورنوں میں اُن کے ایک حد تک محدود ہونے کا ہمیشہ میلان رہتا ہے۔ جو شخص حاکموں یا سپاہیوں کے گھرانے میں پیدا ہوا ہے وہ خود بھی اپنی تربیت اور ماحول کی وجہ سے حاکم یا سپاہی بن جاتا ہے اور اپنی زندگی اسی پیشے میں بسر کرتا ہے؛ اسی طرح اگر کسی شخص کے ماں باپ مزدور ہوں وہ اپنی پیدائشی حیثیت سے زیادہ ترقی نہیں کر سکتا۔ ہر طبقے کیلئے ایک خاص قسم کی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعے سے ورن والوں کو اپنے ورن کے فرائض میں ماہر و مبصّر بنایا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ افلاطونی مملکت کی بجنسہٖ وہی کیفیت ہوگی جو مملکت ہند میں پائی جاتی تھی جہاں کا

باب ۱۳

معاشرہ برہمنوں، چھتریوں اور ویشیوں پر مشتمل تھا۔ حکیم افلاطون نے اپنی کتاب "دولت عامّہ" میں انھیں اصول پر بحث کی ہے، اور اس میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ عملاً ایسی قوم کی زندگی کیسی ہوتی ہوگی ؟ اور جو طرز حیات اس نے پیش کیا ہے اس کا نتیجہ اشتمالی اصول کی ترویج اور انفرادی آزادی کا فقدان ہے۔ اس کا گمان تھا کہ اس کے خواب کی تعبیر کسی دیونی سیوس کے ذریعے سے حاصل ہوگی، لیکن یہاں وہ یونانی فطری خصائص کا کما حقہٗ اندازہ نہیں کرسکا۔ یونانی افراد اپنے افعال واعمال کی مکمل نگرانی کے صرف اسی وقت روادار تھے جب وہ اُسے کسی عملی ضرورت کے وقت لازمی سمجھتے تھے، ورنہ محض مجرد اصول کے تحت وہ آزادی کے کسی قسم کے نقدان کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اسے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ اس قسم کے ادارات کا قیام صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کوئی فاتح آسانی سے مغلوب ہونے والی قوم کو نیچا دکھا دے، لیکن اس قسم کے ادارات یونانیوں کی جیسی غیور اور متمدن قوم کی تہذیب وتنظیم کے واسطے کبھی کارآمد نہیں ہوسکتے تھے؛ واقعتاً بھی ابتدائے تاریخ سے یونانی یا تو خودمختار رہے تھے۔ ورنہ طوعاً وکرہاً چند روز کیلئے کسی خودسر کی ماتحتی قبول کر لیتے تھے۔ جب اپنی زندگی کے اختتام کے قریب حکیم افلاطون کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ کوئی خودسر بھی اس کی پسندیدہ مملکت کے اصول کو جاری نہیں کرسکتا تو اس نے اپنی مشہور ومعروف کتاب "النوامیس" لکھی، جس میں اس نے اپنی مطمح دولت عام کے اصول میں ترمیم کر کے نسبتہً ایک اعیانی مذہبی مملکت کی بنیاد رکھنی چاہی۔ اس کا یہ قول کہ جب تک مملکتوں کے حکمراں فلسفی نہ ہوں یا اُن کے فلسفی حکمراں نہ ہوں اس وقت تک انھیں خوشی حاصل نہیں ہوسکتی، بیشک حقیقت پر مبنی ہے، لیکن اس مقصد کا حصول بیحد دشوار ہے۔

یہاں ہم حکیم افلاطون کے باقی ماندہ مکالمات کو جن میں سے بعض مثلاً قنئی دوادرسم پوزیون کو نظرانداز کئے دیتے ہیں۔ ہمارے

باب ۱۱ موجودہ مقاصد کے اعتبار سے اس کے بہت سے اصول کی اہمیت نہایت کم ہے، اور جو کچھ ہے وہ صرف اس لئے کہ اس کا ایک خاص میلان ہے یعنی وہ ایک مخصوص Ideal یا مطمح نظر کی طرف قدم اٹھاتا نظر آتا ہے۔ بلکہ خود یہ لفظ Ideal اسی کا ساختہ پرداختہ ہے۔ افلاطون کا نام تاریخ دنیا میں اس وقت تک درخشاں و تاباں رہیگا جب تک انسان میں یہ میلان قائم رہے، یعنی جب تک وہ ایسے مقاصد کے حصول کی کوشش میں لگا رہے جن کا وجود علاوہ اس کے دماغ کے کسی جگہہ نہیں ہوا، ایسے مقاصد کے حصول میں جہاں تک اس کی پہنچ قطعاً ناممکن ہے، اور جب تک اعلیٰ مدارج سے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچنے کی کوشش بنی نوع انسان کی دیرینہ آرزو باقی رہے گی۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ خود یہ حکیم الحکما اپنے پیش کئے ہوے مسائل کو سلجھانے سے قاصر رہا تو اس کے نظریوں کی اہمیت اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی بحث محض اس ایک فقرے پر ختم ہو جاتی ہے کہ موضوع مزید غور و فکر کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ افلاطون اُن امنگوں اور آرزوؤں کا واقعی قائم مقام ہے جو یونانیوں کے بیچین دلوں میں موج زن رہتی تھیں اور اسی سقراط کا شاگرد رشید ہے جس نے سرے سے اپنے صاحب علم ہونے ہی کا انکار کر دیا تھا۔ سقراط کا اثر افلاطون کے طعنہ آمیز اسلوب میں بھی ظاہر ہوتا ہے جب ہم افلاطون کی کسی تصنیف کو پڑھتے ہیں تو بعض مرتبہ ہمیں اس کا یقین نہیں ہوتا کہ وہ فی الواقع اپنی تحقیقات کے نتائج تسلیم کرانا چاہتا ہے یا نہیں اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پڑھنے والوں کا مذاق اڑانا چاہتا ہے لیکن اکثر و بیشتر وہ استعارات و تشبیہات کو کچھ اس طرح سے استعمال کرتا ہے کہ اگر تم اس کے الفاظ کو معمولی لغوی معنی پہناؤ تو تم اس کے اصلی مفہوم سے بہت دور ہٹ جاؤ گے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ گو فی نفسہ نظم کو پہلے کی سی مقبولیت حاصل نہیں رہی تھی، لیکن اب بھی اس کی ضرورت برابر محسوس ہوتی تھی، اور جس زمانے کا ہم اس وقت

باب ۱۲

ذکر کر رہے ہیں اس میں خطیب اس ضرورت کو محض ظاہری شکل وصورت کی حد تک پورا کرتے تھے نہ کہ با اعتبار نفس مضمون کے۔ خطابوں کے بعد فلسفۂ افلاطونیہ کا زور ہوا، جو اکثر وبیشتر نثر کے قالب میں نظم ہی پر مشتمل ہے، بلکہ اس امر کا ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ خود قدما بھی اس حقیقت کی تہ کو پہونچ گئے تھے۔ پرانے زمانے میں جس چیز کو "درویہ" کا لقب دیا جاتا تھا وہ دراصل چونا ٹکوں کا ایک مجموعہ ہوتا تھا؛ زمانہ زیر بحث میں متمدن طبقات کے لئے ناٹک کی جگہ فلسفیانہ مباحث اسقدر مروج ہوگئے کہ خود افلاطون کی مکالمات بھی "چوبولوں" کے مجموعوں کی شکل میں مرتب کئے گئے، لیکن ظاہر ہے کہ درویوں اور فلسفیانہ مباحث کے مابین جو یکسانی ہے وہ اسقدر صریح اور بدیہی نہیں ہے کہ درویوں نے جو شکل خود بخود اختیار کی وہ بالالتزام فلسفی مباحث میں بھی پیدا ہو جائے۔ افلاطون کے بعد فلسفے کا مطالعہ اتھینز یوں اور ان غیر ملکیوں کا جو اتھینز میں موجود تھے مشغلہ بن گیا۔ افلاطون سامعین کے سہولت کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ سقراط کا تو یہ دتیرہ تھا کہ وہ راہگیروں کو روک کر ان پر سوالات کی بوچھار کرتا؛ اور اسیں نہ اسے جگہہ کا خیال آتا نہ دہوپ چھاؤں کا؛ لیکن افلاطون نے تعلیم وتدریس فلسفہ کے لیئے ایک سایہ دار مقام منتخب کیا؛ چنانچہ باغیچہ اکادیہ اور میوزوں کا حرم اتھینز کے قابل دید مقامات میں سے ہو گئے۔

الغرض اپنے حکما، کی وجہ سے یونان کی علمی زندگی میں چوتھی صدی ق م کا اتھینز پانچویں صدی ق م کے اتھینز سے زیادہ ممتاز تھا۔ گو سیاسی اعتبار سے اس کی حیثیت ایک اعلے درجہ کی عمومیت کی جیسی تھی، لیکن اب وہ ایسقراطیس اور افلاطون کے ذریعے سے اعیانی تمدن کا ایک لاجواب گہوارہ بن گیا۔ جو طلبہ حقیقت اشیاء کی جستجو کرنا چاہتے وہ اکادمی آتے اور نہایت آزادانہ طور سے استاذ الحکماء افلاطون سے مباحثہ کرتے؛ جو علمی زندگی کے میدان میں جار آئینہ سے مسلح ہونا چاہتے تھے وہ ایسقراطیس کے سامنے اجرت تعلیمی پیش کرکے اس کی تعلیم سے استفادہ حاصل کرتے۔

باب ۱۲

پانچویں صدی ق م میں ایتھنز کی ادبیات میں بھی اعیانی میلان صاف طور نظر آتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اسکے قوائے ذہنیہ و مادیہ دونوں کو شباب حاصل تھا اور جس میں طوسی دیدش نے اپنی تاریخ اور ارسطو فانیس نے اپنے اشعار موزوں کئے اور جس میں سقراط نے اپنی تعلیم و تدریس سے دنیا کو منور کیا، لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز غیر ملکیوں کا اتنا مرجع نہیں تھا جتنا وہ چوتھی صدی ق م میں بن گیا۔ عین اسوقت جب ایتھنز اپنی ذہنی اور فنی عظمت کے معراج کمال کو پہونچ گیا تھا، اسوقت جنگ پیلوپونیز چھڑ گئی جس کے باعث بیس سال کے طویل عرصے کے لئے ایتھنز کے دروازے دنیا یونان کے واسطے گویا مسدود ہو گئے۔ چنانچہ اس جنگ کے بعد ہی عالم یونان اس درخشانی و خوبروئی سے لطف اندوز ہو سکا جو صرف ایتھنز ہی میں نظر آتی تھی۔ ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں ایتھنز ہی وہ مرکز تھا جہاں سے دنیا تصورات گوناگوں کی دولت سے مالا مال ہو رہی تھی، اور تاریخ عالم میں ہمیں ایسا کوئی عہد نہیں ملتا جس میں کوئی ایک شہر ایتھنز کا ہم پلہ نظر آتا ہو۔

الغرض میدان ذہنیات میں ایتھنز بلا شرکت غیرے حکومت کرتا تھا۔ لیکن یہہ حکم اس سے قبل کی صدی پر نہیں لگایا جاسکتا اسلیئے کہ اُس میں ہمیں دنیائے یونان میں ایک کی بجائے تمدن کے چھے مختلف مرکز نظر آتے ہیں۔ لیکن اب سسلی پر تو بربریوں اور خودسروں کا تسلط ہو گیا ہے، اٹلی میں بربریوں کو تفوق حاصل ہے اور یونان کے دور یانی اضلاع خانہ جنگی کی وجہ سے پست پڑ گئے ہیں۔ اب علاوہ ایتھنز کے ایشیا، تھریس و مقدونیہ باقی رہ گئے ہیں لیکن ایتھنز ان سب سے بازی لے گیا ہے۔ بایں ہمہ ہمیں لودوکوس ساکن کنیدوس کو نہیں بھولنا چاہیئے، یہ طبیب، مقنن اور فلسفۂ فطرت کا ماہر تھا جسنے آفرینش مخلوق کے متعلق چند عجیب و غریب نظریئے قائم کئے۔ لیکن ہمیں یہہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ فنون لطیفہ کے میدان میں ایشیا بہت آگے بڑھا ہوا ہے گو عام طور پر فنون لطیفہ اسی زمین میں نشو و نما پاتے ہیں۔

جہاں آزادی کا دور دورہ ہوتا ہے، لیکن انھیں انھی ممالک میں فروغ ہوتا ہے جہاں دولت وافر ہو اور ساتھ ہی لوگوں کو ان سے مس بھی ہو، اور خود مسر و بر بری دونوں کو ان سے دلچسپی ہوتی ہے۔

میدان فنون لطیفہ میں یونان نے جو رتبہ حاصل کیا اُسے اب بیان کیا جائے گا، اور اسکے لئے ہمیں پانچویں صدی ق م کے واقعات پر نظر ڈالنی پڑیگی جس کے آخری تیس سال کی فنی کیفیات پر ہم ہنوز بحث نہیں کر سکے۔ تاریخ فنون میں ہم ان دو عہدوں یعنی پانچویں صدی ق م کے آخری ایام اور چوتھی صدی ق م کے نصف اوّل کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے، اسلئے کہ گو ان دونوں کے درمیان امتیازی کیفیت ضرور ہے، لیکن ہمارے پاس کافی ناقابل انکار اصلی نمونے موجود ہیں جن کی بناء پر ہم اپنی راء قائم کر سکتے ہیں۔

پولیگنوتوس کے بعد سب سے پہلا نقاش جسنے چار دانگ عالم پر اپنا سکہ بٹھا دیا، اگا تھارخوس ساکن ساموس تھا جسنے الکبیادیس کے مکان کو تصاویر سے آراستہ کیا تھا، چنانچہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ خانگی ضروریات کے لئے نقاشی کے استعمال کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے اس کے بعد ابولودورس ساکن ایتھنز نے شاہراہ ترقی پر قدم اٹھایا، اور یہہ پہلا شخص تھا جسنے تختیوں پر عمدہ تصاویر کھینچیں جسکے باعث اب فن تصویر کشی آرائش مکانات سے بالکلیہ آزاد ہو گئی۔ اسے لوگ "نقاش ظلی" کہتے تھے، جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اسی نے پہلی مرتبہ ظل وضوء کو نقاشی کا ایک لازمی جز قرار دیا، اور جیسا اس سے پیشتر بھی کہا گیا ہے، وہ سطح تختی پر بُعد ثالث کا چربہ اتارنے میں کامیاب ہوا۔ ان دونوں نقاشوں نے تو ایتھنز ہی میں اپنا کمال دکھایا، لیکن انکے جانشین ایشیاء کوچک کے باشندے تھے، اور انھی کے زمانے میں فن تصویر کشی گویا جملہ اقوام یونان کی قومی ملک بن گئی۔ ان میں سے اولین نقاش زیوکسس غالباً بحیرۂ اسود والے ہرقلیہ کا باشندہ تھا۔ اس نے سسلی اور اٹلی والوں کے لئے بہت سی تصاویر تیار کیں، لیکن اسکے

باب ۱۲

بعد وہ ایفی سوس چلا گیا۔ یہی وہ مصور ہے جس نے سب سے پہلے ساکن جاندار
کی ہو بہو تصویر اتارنے کی کوشش کی ہے اور اس نے ہیلی نا کی جو تصویر
کروتون والوں کے لئے تیار کی وہ مشہور آفاق تھی۔ اگر یہ واقعہ حقیقت
پر مبنی ہے کہ اس نے اس تصویر کو پانچ مختلف نمونوں سے تیار کیا تھا تو اس سے
یہ صریحاً ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ جسم انسانی اور فنون لطیفہ دونوں کے اصول سے
کچھ زیادہ واقف نہ تھا لیکن اسے بھی غالباً اسی قسم کے بے شمار قصوں کی طرح،
جن سے تاریخ فنون لطیفہ بھری پڑی ہے، نقاشوں کے دل بہلاؤ کیلئے
ایک چٹکلے سے زیادہ وقعت نہیں۔ اس کا مدمقابل پرہازیوس ساکن ایفی سوس،
تھا جس کی اکثر تصاویر دنیا، یونان کے مشرقی حصوں میں ملتی تھیں۔ پرہازیوس
کا موضوع دنیا کی مناظر پر مشتمل تھا اور اس کی کوشش یہ تھی کہ روح کے اندر دلی
مظاہر دل کو اپنی کوچی کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے پیش کرے۔ ذیوکسس اور
پرہازیوس دونوں اپنی دولت کی نمائش کرنا، جو انھوں نے اپنے فن کے
ذریعے سے کمائی تھی، پسند کرتے تھے، اور دونوں نے تقریباً ایک ہی زمانہ یعنی
کم و بیش سنہ ۔ ق م میں وفات پائی۔ یہاں سکیون کے دو نقاشوں کا ذکر بھی
مناسب معلوم ہوتا ہے، جن میں سے ایک تمانتھیس اور دوسرا پاؤزیاس یا انہیں
سے اول الذکر اپنے گنے بنا کے ایثار کی تصویر کی وجہ سے مشہور ہوا جس کے فن
کا تھوڑا بہت اندازہ پومپیائی کی اس دیواری تصویر سے ظاہر ہوتا ہے جس میں
اس موضوع کو دکھایا گیا ہے، اور پاؤزیاس نے چھوٹی چھوٹی تصاویر اور بچوں
کے مرقعوں میں کمال پیدا کیا۔

اس عہد میں سنگ کاری بھی شاہراہ کمال پر گامزن تھی، اور گو اس کا
مبدا اور ایتھنز ہی تھا، لیکن باقی ماندہ حصص یونان میں یہ زیادہ مقبول تھی۔ اس
عہد کا اولین سنگتراش کیفی سو دوتس ساکن ایتھنز ہے، اور یہ وہی شخص ہے
جس نے ائی رینی کا بت (جس کے گود میں پلوتس دکھایا گیا ہے) تیار کیا تھا۔ اس
مجسمے کی نقل اسوقت تک میونخ کے تصویر خانے میں موجود ہے۔ اسکے بعد
سکوپاس ساکن پاروس کا نمبر آتا ہے، جس نے تگیہ کے بت کدہ اتھینے الیا کے از سر نو

باب

تعمیر کے موقع پر اپنے فن پیکر تراشی کے کمالات سے اُسے مزین کیا تھا، اور اُسی نے ۳۵۳ ق م میں موسولوس ساکن کاریہ کی وفات پر اسکے مقبرے موسومہ موسولیوم" کے لئے بھی مجسمے تیار کئے تھے۔ جس بت خانے کا ابھی ذکر کیا گیا ہے وہ کلیتہً سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا، اور اس کے سرمثلث پر جو بُت بنے ہوئے تھے انکے بعض ٹکڑے اسوقت تک موجود ہیں۔ اسکے مشرقی نصفے پر کالیدونی شکار کی اور مغربی پر تیلےفوس اور آکیلیس کی باہمی کشتی کی تصویر کندہ تھی۔ امیزنوں کی لڑائی کی تمثیلیں جو موسولیوم کی بعض تختیوں پر کندہ ہیں اور جو اسوقت تک موجود ہیں وہ سب سکوپاس کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ اسی طرح سنگ مرمر کا ایک حاشیہ جو اب میونخ میں ہے اور جس میں پوسیدون اور امفتریت کو تریتون کے ساتھ دکھایا گیا ہے، وہ سکوپاس کے اسلوب کے مشابہہ قرار دی گئی ہے، اسلیے کہ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اسی نے اس موضوع کو پتھر میں کندہ کیا تھا اور یہی سب سے پہلا شخص ہے جس نے بحری معبودوں کی مختلف حیثیتوں کو پتھر میں پیش کیا تھا۔ نیوبے کے مجموعے کے متعلق قدما میں یہہ امر مابہ النزاع تھا کہ آیا اسے سکوپاس نے موزوں کیا تھا یا پراکسی تےلیس نے؛ یہ مجسمہ روما کے بتکدہ اپولو میں رکھا تھا، اور اس میں نیوبے اور اس کی اولاد کے بت، جو روما میں ۱۵۸۳ء میں دستیاب ہوئے، اور اب فلورنس کے عجائب خانے میں رکھے ہیں، اپنی طرز کے بہترین مجسمے ہیں۔

کیفی سودوتس کا بیٹا پراکسی تےلیس تھا اور اس نے نوجوانوں کے جسم کی شبیہہ بنانے میں کمال حاصل کیا تھا۔ اس کا مشہور ترین مجسمہ کنی دوس والی افرودیت کا تھا، جسے اس نے غسل کے برتنوں پر اپنا لباس رکھتے ہوئے دکھایا تھا۔ افرودیت کے نوع کے بتوں پر اس مجسمے کا بہت بڑا اثر پڑا، جو میدیچی کی وینس اور کاپی تول کی وینس میں صاف نظر آتا ہے۔ اس نے ایروس کے جو مجسمے تیار کئے انمیں سے تھس پیائے اور پاریوم (ہیلیس پونت) والے بہت مشہور ترین تھے، اور اسوقت بھی ویٹی کان اور نیپلز میں ایسے مجسمے

باب ۱۲

موجود ہیں جن سے اسکے اسلوب کا اندازہ ہوتا ہے یا سکے ایو لو ساوُروکتےنوس
("چھلیا سہ کش") کی، جسکے اسلوب کا اکتشاف پراکسی تےلیس نے کیا تھا،
بہت سی نقلیں موجود ہیں یا سنے Satyr نیم انسان نیم حیوان دیوتا کا ایک
مجسمہ تیار کیا تھا جسمیں وہ ایک تپائی پر اپنا ہاتھ رکھے کھڑا ہوا تھا، اور اس کی ایک
مشہور نقل کاپی تول کے نوادر خانہ میں رکھی ہوئی ہے علاوہ ازیں ہمارے
پاس خود پراکسی تےلیس کا بنایا ہوا ایک مجموعہ بھی ہے جس میں ہرمس شیرخوار
باکھوس کو اپنی گود میں اٹھاتا ہوا دکھایا گیا ہے؛ یہ مجموعہ ۱۸۷۷ء میں اولمپیا کے
بت کدۂ ہیرا میں عین اسی جگہ ملا جہاں اسکے سنگتراش نے اُسے تیار کیا ہوگا۔
پراکسی تےلیس نے انفرادی انسانوں کے مجسمے اور عام معاشری زندگی کی
تمثیلیں بھی پتھر میں تراشیں۔ اسکے بتوں سے اس زمانے کی شہوت پرستی کے
میلانات کا خوب اندازہ ہوتا ہے، اور اس کا یونانی فنون لطیفہ پر گہرا
اثر پڑا اسکے بیٹے کیفی سودوتوس اور تمارخوس بھی بت تراش تھے، اور شاہ مر
دیتی کان والے منا ثمر اور یوسی وی پوس کے نشستہ مجسموں سے ان
دونوں کے اسلوب کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے
کہ پراکسی تےلیس کے انداز کی پیروی برابر چوتھی صدی ق م کے نصف آخر تک
کیجاتی ہے۔

اسی جلد میں ہمیں ایک مرتبہ اور یونانی فنون لطیفہ کی طرف رجوع ہونا
پڑیگا چنانچہ ہم فن تعمیر اور سکوکیات کو اسوقت تک چھوڑ دیتے ہیں ؎

؎ آجکل یونانی فنون لطیفہ کے میدان میں اسقدر تحقیقات کی جارہی ہے اور اس میں
اتنے اکتشافات ہو رہے ہیں کہ صف اول کے مبصر بھی ہمیشہ اسسے بروقت اور برمحل
کام میں نہیں لاسکتے۔ اسی لئے میں محض ان معلومات پر اکتفا کرتا ہوں جو میرے لئے
لازمی ہیں۔ نقاشوں کی تاریخ پر حال میں و، کلائن نے ایک بسیط مضمون
"تاریخ نقاشی یونان جریدۂ آثاریات و نوشتیات اسٹریا W. Klein; Studien
جلد ۱۱ و ۱۲۔ اگاتھارخوس Zur griech. Kunstlergeschichte; Archaeolog.-epigr Mittheil aus Oesterreich.

باب ۱۲

مفصلۂ بالا بیان سے یہہ عیاں ہوتا ہے کہ جہاں چوتھی صدی ق م کے نصف اول کی ادبیات کا مرکز ایتھنز ہے وہاں فنون لطیفہ کا جنم بھوم کسی اور جگہہ ہے، اور اسمیں جو جدتیں کیجاتی ہیں وہ ان ممالک میں جیسے ایشیاء کوچک جن میں آزادی سے ذرا کم لگاؤ ہے۔ ظاہر ہے کہ سلطنت ایران میں بھی لوگ فنون لطیفہ سے محظوظ ہو سکتے تھے، اسلئے کہ محض فنون لطیفہ کے لوازمات میں ذہنی قوت نہیں ہے لیکن ایفی سوس یا ہالی کارناسوس میں کسی افلاطون یا ایسقراطیس کا وجود قطعًا ناممکن ہوتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے لئے دیکھو کلائن ۲ ا، ۸۷؛ جہاں Vitr 7. Praef 11 کے الفاظ Scenam fecit کی تشریح کی گئی ہے۔ اپولودوروس کے لئے دیکھو کلائن ۲ ا، ۱۰۱؛ زیوکسس اور پارھازیوس کے لئے ایضًا ۱۰۲ وغیرہ۔ کلائن کا خیال ہے کہ زیوکسس ہرقلیہ واقع بحیرۂ اسود سے آیا تھا۔ تمان تھیس، ایضًا ۱۱ ا، ۲۱۲۔

کروتون کے باشندے اورہیلی نا؛ Cic de Iny ۲، ۱؛ پلینی ۳۵، ۶۴ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ پہلے زبان زد عوام ہوا، اور پھر زمانہ ما بعد کے مصنفوں نے اسپر خوب نمک مرچ چھڑک کر فرضی واقعات کا اضافہ کیا۔ اس باب اور باب ۲۹ کے لئے رائناخ کی کتابچہ لسانیات قدیم Reinach Manuel de philolgie classique جلد ۲، پیرس ۱۸۸۴ء کو دیکھا جائے۔

باب سیزدہم

ایتھنز کی کیفیت تقریباً ۳۶۰ ق م میں

اب ہم از سر نو سیاسی کیفیات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں
کہ آیا ایپامنونداس کی وفات کے بعد ایتھنز دوبارہ ارضِ یونان کا مرکز بن جاتا ہے۔
جہاں تھیبز کی عظمت و سطوت کا انحصار وہاں کے ممتاز شہریوں پر تھا، وہاں
جنگ لیوکترا کے بعد اسپارٹا کی حالت میں بیّن فرق پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں
وہ پرانی بات باقی نہیں رہتی۔ ان دونوں مملکتوں کے زوال کے بعد ایتھنز ہی
ایک ایسا شہر رہ گیا جس میں اب بھی پرانا دم خم باقی تھا، چنانچہ اسے ہر یونانی
عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ ایتھنز ہی تھا جس نے شمالی بادشاہ کے خلاف
اپنی تلوار نیام سے نکالی اور جو اس وقت کے بعد بھی مسلسل فیلقوس کے خلاف
دم بھرتا رہا جب تھیبز کے حرکات کی وجہ سے موخر الذکر نے خاص سرزمین
یونان پر حملہ کر دیا۔ ان اسباب کی وجہ سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم
حالات مقدونیہ پر تبصرہ کرنے سے پیشتر ایتھنز کی اس زمانے کی تاریخ
سے دوچار ہوں جب اس میں اس شمالی سلطنت سے جنگ آزما ہونے کی
تیاریاں کی جا رہی تھیں، اور اسے سمجھنے کے لئے تھوڑے سے واقعات سابقہ
کا اعادہ بہتر ہوگا۔[1]

---

[1] ایتھنز کے اندرونی ارتقا اور سنہ ۳۷۹ ق م سے سنہ ۳۶۱ ق م تک کے سیاسی انقلابوں

تھیبز کی آزادی کے بعد (سنہ ۳۷۹ ق م) میں ایتھنز کی حکومت کا افسر اعلیٰ کالیسترائوس تھا، اور وہی باوجود اسپارٹا کے ہمدرد ہونے کے مسلسل ذی اختیار رہا اور جدید لیگ کے قیام میں پیش پیش رہا۔ ابتدا میں تو اس نے خابریاس اور تموتھیوس کے ساتھ مل کر کام کیا، لیکن بالآخر موخرالذکر کو معزول کرا کر چھوڑا اور اسکی جگہ ایفیکراتیس کو مقرر کرا دیا۔ تھیبز کی تاراجی پلاٹیہ اور صلح کانفرنس کی ناکامی کے بعد ایتھنز نے ابتدا میں تو محض زبانی اور مابعد عملاً اسپارٹا کی ہمنوائی شروع کی، اور جنگ لیوکترا کے بعد اس میں برابر اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ جب اپامنونداس نے پیلوپونیز پر حملہ کیا تو ایتھنزیوں نے اسپارٹا کی مدد کے لئے خود ایفیکراتیس کو روانہ کیا۔ سنہ ۳۶۹ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے باہمی محاربے کے شرائط طے ہو گئے، اور جب پیلوپیداس کی کوشش سے ایرانی تھیبز کے ساتھ مل گئے تو تھیبز نے ایتھنز کے خلاف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حالات کے واسطے شیفر کی حیات دیموس تھینیس Schacfer Demosthenes اشاعت دوم (لائپزگ سنہ ۱۸۸۵ء) جلد ۱؛ اور بیلوخ "سیاسیات اٹیکا" Beloch Attısene Politık (لائپزگ سنہ ۱۸۸۴ء) کا مطالعہ کیا جائے۔

اس عہد اور عہد ماقبل کے اٹیکائی مدبروں کے اختیارات سلب کر لئے گئے اور انھیں سزاموت کا حکم سنایا گیا؛ سنہ ۳۸۲ ق م تھراسی بولوس کا دوست ارگوکلیس، بیلوخ ۱۲۸؛ سنہ ۳۷۹ ق م، کتاب ہذا کے باب ۴، حاشیہ ۸ میں جن لوگوں کا ذکر ہے اُن کا بیان بیلوخ ۱۳۸ میں دیا ہوا ہے؛ سنہ ۳۷۳ ق م تھیموپومپوس کا دوست اتی ماخوس، بیلوخ ۱۴۵؛ سنہ ۳۶۹ ق م اتاغورس کی سفارت سوس، بیلوخ ۱۵۳؛ سنہ ۳۶۲ ق م کالس تھنیس، بیلوخ ۱۵۹۔

ارسطوفون پر چھتیس مرتبہ مواخذہ کیا گیا، لیکن وہ ایک مرتبہ بھی سزا کا مستوجب نہیں گردانا گیا، اور کیفالوس پر کبھی "تحریر خلاف آئین" کا الزام عائد نہیں کیا گیا۔ سنہ ۳۵۹ ق م میں تھریسی واقعات کے متعلق مقدمات دائر کئے گئے Sch D ۱، ۱۶۰۔

اور دیوپیتھی الزامات اور سکندر روالئے فیرائے کے حملے کیلئے دیکھو گرینوس ۲ (۶) ۴۷۹۔

ارسطوفون کیلئے دیکھو دیموستھنیس (Cor.) ۱۶۲؛ ایس خینیس ۱، کیے سیاس ۱۳۹؛ شیفر دیموستھنیس ۱، ۱۴۸ وغیرہ

باب ۳۳

نہایت شد و مد سے تیاریاں شروع کر دیں پہلے تو اتھنز یوں نے اوروپس پر قبضہ کر لیا (اور اسی سلسلے میں کالیستراتوس پر عدم ادائگی فرائض کا الزام لگایا جس سے وہ آخر کار بری ہو گیا)؛ ازاں بعد انھوں نے ایتھنز کی بحری سیادت پر حملہ کرنا شروع کیا، اور خود اپامنونداس کی سرگردگی میں اتھنزی بیڑے کو نیچا دکھایا۔ ان پے در پے ہزیمتوں کے باعث ایتھنز کے معاملات عامہ میں ایک خاص حرکت پیدا ہو گئی؛ تمودیوس نے سیاسیات میں از سر نو حصہ لینا شروع کیا اور تھریس میں ایتھنز کی خدمت کرنے کا تہیہ کیا؛ دوسری طرف کالیستراتوس پر جو اعتبار تھا اس کی بنیاد اب ہل گئی، اور جب اسے آرکیڈیوں کو ایتھنز کا ہم نوا بنانے میں ناکامی ہوئی تو اسکے اثر میں پہلے سے بھی زیادہ کمی پیدا ہو گئی، گو وہ جنگ مین تی نیہ تک اپنے عہدے سے علیحدہ نہیں کیا گیا اسکے زوال کے اسباب کا صحیح تعین نہیں ہو سکتا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فوری سبب یہ ہوگا کہ اسی کے عہد میں ایتھنز کو دیار شمالی کے نہایت ہی شکست پہونچی جب شاہ کوتیس نے تھریسی خرسونیز میں اپنے قدم جمائے تو بیزنطیوں، خالکدونیوں اور زکینر کوسیوں نے غلہ ایتھنز جانے سے روک دیا، جسکی وجہ سے ایتھنز کو مجبوراً پردکاس کے ساتھ ایک نقصان رساں صلح نامے پر دستخط کرنے پڑے۔ لیکن سب سے زیادہ جس بات سے ایتھنز کو پریشانی ہوئی وہ یہ تھی کہ سکندر والی فیرائے نے جزائر سکلادیز کو طاراج کرنے کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا، جزیرہ پے پارے تھوس پر قبضہ کر لیا، اور جب ایتھنز کی طرف سے انکی سرکوبی کے لئے لیوس تھنیس گیا تو سکندر نے اسے چاروں طرف سے گھیر کر ایتھنز کی فوج کو شکست دیدی۔ اسکے بعد وہ اسپارٹی تے لیوتیاس کی طرح پرائیوس پر یکا یک آگرا اور یہاں کے بازار اور صرافے کو خوب اچھی طرح سے لوٹا۔ ایتھنز یوں میں ان مسلسل شکستوں کی وجہ سے بے حد جوش پیدا ہوا اور انھوں نے اول تو یہ تہیہ کیا کہ وہ بحری سیادت کو اپنے قبضے سے ہرگز نہ جانے دینگے، پھر لیوس تھنیس اور کالیستراتوس کو سزائے موت کا حکم سنایا جسکے بعد وہ دونوں اپنا وطن چھوڑ کر

از خود شہر بدر ہو گئے، اور موخر الذکر کی جگہہ ارسطو فون مقرر ہوا جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ وہ بیوتیہ کا دوست ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ذرا توقف کر کے ایتھنز کی سیاسی کیفیت پر نظر دوڑائیں۔

ایتھنز کا اب بھی بجنسہ وہی دستور تھا جو فارقلیس کے عہد میں مروج تھا، چنانچہ مجلس خاص اور ہیلیایہ کے اختیارات میں مطلق کوئی ترمیم نہیں کی گئی تھی۔ اس دوران میں صرف ایک ضمن میں یعنی صدارت کے متعلق ضرور تبدیلی ہوئی تھی، وہ یہ کہ پہلے تو جمعیت کی صدارت بری تانیس کرتا تھا، لیکن اب ان قبائل میں سے جو برسر اقتدار نہیں ہوتے تھے، ایک ایک پروئدروس قرعہ کے ذریعے سے منتخب ہونے لگا اور یہ سب پروئدری مل کر ایک ایسے پیستاتیس منتخب کرنے لگے جو جمعیت کا صدر ہوتا تھا۔ اس پیچیدہ انتخاب کا مقصد یہ تھا کہ مجلس خاص کے اثر کو کم کیا جائے۔ ان عدیدی سازشوں کے باعث، جن کا ایتھنز پانچویں صدی ق م میں شکار بنا ہوا تھا، عوام الناس میں اپنے رہبروں کی طرف سے بے اعتباری پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ اب سپہ سالاروں اور محرکین تجاویز کی ذمہ داری پر پہلے سے زیادہ زور دیا جانے لگا اور بد انتظامی اور تحریکات خلاف دستور کے مقدمات کی تعداد میں گونہ اضافہ ہو گیا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اس سے قبل بھی مدبروں کے خلاف تشدد عوام کی انجھ کمی نہ تھی، چنانچہ ملتیادیس انتی فون اور جنگ ارگی نوسائی والے سپہ سالاروں پر جو الزامات لگائے گئے تھے اُن سے یہی اصول واضح ہوتا ہے۔ لیکن چوتھی صدی ق م میں اس قسم کے مقدمات اور احکام کی تعداد پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی، چنانچہ تھراسی بولوس جیسا شخص مواخذہ سے بال بال بچا؛ ۳۸۲ق م میں تمودیوس کو بعض غیر ملکی دوستوں کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے سزائے موت سے نجات ملی؛ کالیستراتوس جو اپنی حماقت کی وجہ سے ایتھنز واپس آگیا تھا، آخر کار موت کے گھاٹ اتارا گیا؛ تھراسی بولوس کے دوست ارگو قلیس کو سزائے موت دی گئی؛ صلحنامہ شہنشاہی

باب ۱۳

کے بعد دیو لی سیوس اور بہت سے دوسرے سپہ سالاروں اور سفیروں کو نیز ان دوسرے سپہ سالاروں کو جو ۳۶۹ ق م میں ایتھنز کی امداد کے لئے گئے تھے۔ سزائے موت کا حکم سُنایا گیا، اور یہی حال جنگ مین تی نیہ سے پہلے تموراوس کے ساتھی انتی ماغوس، تماغورس (جو سوس کی سفارت پر گیا تھا) اور کالیستراتوس کا ہوا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اس عہد میں کسی شخص کا بحیثیت ایک صلاح کار و سپہ سالار کے ایتھنز کی خدمت کرنا بحد خطرناک تھا، چنانچہ ارسطوفون کو بھی تحریکات خلاف دستور کے الزام میں متعدد مقدمات میں جواب دہی کرنی پڑی، لیکن اپنی خوش قسمتی سے وہ ہر ایک الزام سے بری ہو گیا۔ کم از کم اس واقعہ سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ مقدمات ایسا ہمیشہ ملزم کو سزا کا مستوجب نہیں گردانا جاتا تھا۔ بعض کی رائے میں یہ مقدمات صرف اسلئے دائر کئے جاتے تھے کہ ان کے ذریعے سے جرمانوں کی سزا دیجائے اور رقوم محصلہ سے خزانے بھرے جائیں، لیکن اس میں مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی ہے، اسلئے کہ علی العموم اس قسم کے مقدمات محض کسی سیاسی گروہ کیجانب سے دائر کئے جاتے تھے، اور ان کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ کسی سیاسی مخالف کو نیچا دکھایا جائے۔ اسیطرح یہ خیال بھی مبالغے سے خالی نہیں معلوم ہوتا کہ مستغیث محض اپنی جیبیں پر کرنے کے غرض سے شرفا پر مقدمات لگاتے تھے۔ بلاشبہ اس قسم کے لوگ ایتھنز میں ضرور موجود تھے جو خاموش اور شریف شہریوں کے فطری خوف مقدمہ بازی سے فائدہ اٹھاتے تھے، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کے مستغیثوں کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ اگر اسکے موافق بیس فیصدی رائیں نہ آئیں تو اُسے ایک ہزار درہم بطور جرمانہ کے داخل کرنے پڑیں گے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ جرمانہ کے خوف سے بے بنیاد استغاثوں سے پرہیز کرتے تھے۔ فی الجملہ ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ مخالفت دستور کے مواخذات عامہ میں جو خرابیاں تھیں ان سے کہیں زیادہ انکے محاسن تھے، جن میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ لوگوں کے دھیان میں ہمیشہ محرک کی ذمہ داری کا احساس رہتا تھا۔ جمعیت ایتھنز کے جلسوں میں کبھی اسقدر شور برپا نہیں ہوتا تھا جتنا زمانہ حال کی بعض پارلیمنٹوں میں۔ بلاشبہ بعض مرتبہ یہ جلسے طوفان خیز ہوتے تھے،

باب ۱۱

اور جب جمعیت کسی مقرر کی تقریر سننا پسند نہیں کرتی تھی تو اسے شور و غل کر کے
روک دیا جاتا تھا؛ لیکن عام طور پر لوگ اپنے سے زیادہ فہیم و فریس اشخاص کی
رائے سننا پسند کرتے تھے، اور کسی خطرے کے وقت وہ ہمیشہ کسی ایسے شخص کی
صلاح لینے سے گریز نہیں کرتے تھے جسے وہ اپنے سے بہتر تصور کرتے تھے ۔
علاوہ ازیں ہماری دانست میں صریح بے انصافی کی کوئی ایسی مثال جو چوتھی صدی ق م
میں نہیں ہے جیسی جنگ آرگینوسائے کے بعد دیکھی گئی ۔ واقعہ یہ ہے کہ صرف
وہی لوگ جو دستور ایتھنز سے ناآشنا ہیں وہاں کی حکومت کو انبوہ شاہی کا لقب
دے سکتے ہیں، اور فیلقوس کے قبضہ ایلاتیہ کے بعد ایتھنز میں جو بحث مباحثہ ہوا
اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کی حکومت میں انبوہ عامہ کا بہت ہی کم
اثر تھا ۔

بہر حال ہمیں دستور ایتھنز کے تاریک پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے ۔
اس میں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ اس میں کسی ایسی مستقل حکومت کا قطعی فقدان
تھا جس کے باعث امور تصفیہ طلب میں یکسانی پیدا ہونا ممکن ہوتا ۔ ایتھنز میں خود
عموم کے ہاتھ میں زمام حکومت تھی اور انہیں ہر ایک امر کو منظور یا نامنظور کرنیکا
اختیار تھا، چنانچہ کوئی دنیوی طاقت ایسی نہیں تھی جو انہیں خود اپنی ہی قراردادوں کو
مسترد کرنے یا اپنے من مانے کرنے سے روک سکتی ۔ مثلاً یہ ممکن تھا کہ ایک دن
تو وہ یہ تصفیہ کریں کہ جو شخص فیلقوس کی جان لیگا اُسے عدالت کے سپرد
کر دیا جائے گا، اور دوسرے ہی روز یہ قرارداد منظور ہو جائے کہ فیلقوس کا خاتمہ
کرنے والے کا عزت و احترام کیا جائے گا؛ اور لطف یہ ہے کہ یہ سب کچھ
ایک شخص کی تحریک اور اسکی ذمہ داری پر کیا جاتا یہ بھی امکان سے باہر نہیں
تھا کہ وہ اعلان جنگ کریں، اور میدان کارزار کو بھیجنے کے لئے سپاہیوں
اور ملاحوں کی تعداد بھی مقرر کریں، لیکن اس مہم کے واسطے روپیہ منظور
کرنے کی ذمہ داری کسی پر عائد نہیں ہوتی تھی، اور لطف یہ ہے کہ
چونکہ کوئی شخص کسی غیر منظورہ رقم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا اسلئے ایسی حالت میں
کوئی شخص سرے سے اس مہم کی روانگی کا مطلق ذمہ دار نہیں تھا ۔ یا پھر

باب ۱۵

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بیڑا اور فوج روانہ کرنے کے لئے تو قرارداد منظور ہو لیکن کچھ عرصے کے بعد خزانے میں روپیہ کی کمی کی وجہ سے خرچ کے لئے منظوری دینے سے اغماض کیا گیا ہو، اور کوئی شخص اخراجات کی کفالت کی تحریک پیش کرنے کی ضرورت یا ذمہ داری محسوس نہ کرتا ہو۔ چاہے کوئی تحریک کسی پیشرو تحریک کا فطری نتیجہ ہی کیوں نہ ہو، اسکے لئے ایک ذمہ دار محرک کی ضرورت تھی، اور ظاہر ہے کہ کسی ایتھنزی شہری کو کسی امر کی تحریک کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ الغرض یہ بالکل ممکن تھا کہ عین نازک وقت پیش آنے پر ہی حکومتی کل بالکل رک جائے، اور جیسا ہم عنقریب دیموستھنیس کے احتجاجات سے دیکھیں گے، ایسا اکثر ہوا بھی کرتا تھا۔ جب کبھی کوئی شخص میدان سیاست اور میدان عمل دونوں میں لوگوں کی نظروں میں قابل عزت و احترام ہوتا تو یہ برائیاں اسقدر نمایاں نہ ہوتیں؛ لیکن اگر کوئی ایسا ذی اثر مدبر ہوتا جسکے سپرد سپہ سالاری کی خدمات نہ کیجاتیں تو یہ سب خرابیاں المضاعف ہو جاتیں، اور تجربہ یہی کیفیت چوتھی صدی ق م کے ابتدائی حصہ میں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے خابریاس، تیموتیوس اور ایفیکراتیس جیسے سپہ سالاروں پر کبھی پوری طور سے اعتماد نہیں کیا بلکہ انھیں ہمیشہ شہریوں کی آزادی کے لئے خطرناک تصور کیا جس کی وجہ سے اہم ترین امور کی تحریک کا فرض بجائے ان کے دوسروں کے گردن پر عائد ہوتا تھا۔ بلاشبہہ خارقلیس کی طرح فوکیون مسلسل خدمت استراتی گوس پر مامور تھا اور ساتھ ہی میدان تدبر میں بھی کسی کے پیچھے نہیں تھا۔ لیکن دونوں میں یہ فرق تھا کہ جہاں بہتوں نے خارقلیس کی پیروی کی وہاں فوکیون کا کوئی پیرو نہ تھا، بلکہ اُسے قوم کا مخدوم نہیں خادم کہنا چاہئے۔ پانچویں صدی ق م سے استراتی گوس کی حیثیت میں زوال آگیا تھا (دیکھو جلد ۲، باب ۱۶) اہم ترین تحریکیں کرنے کا فرض جو ابتدا میں آرخون اور پھر استراتی گوس کو حاصل تھا وہ اب ایسے مقرروں کے ساتھ وابستہ ہو گیا جو وطن یا میدان جنگ دونوں میں سے کسی میں بھی ذی اقتدار نہ ہوتے تھے۔ واقعہ یہہ ہے کہ عدالتوں اور سیاسی مجالس دونوں میں فوری جوشش و خروش کا بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ ایک طرف

عدالتوں میں اراکین ہیلیایہ کو تجویز دینے کا مکمل اختیار تھا اور نہ صرف اُن کی تجاویز ناطق ہوتی تھیں بلکہ وہ دلائل و براہین پیش کرنے پر بھی مجبور نہ تھے؛ دوسری جانب میدان سیاسیات میں جمعیت ہر ایک تفصیلی امر پر جزاً و کلاً حاوی تھی۔ جس طرح دائرۂ قانون میں ہیلیایہ کے کسی حکم کے مرافعے کی سماعت کا اختیار کسی دوسری عدالت کو نہیں تھا، اسی طرح سیاسیات میں کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو عوام الناس کی خواہش کے بموجب تفصیلی امور طے کر سکے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قانون و سیاسیات دونوں کی کیفیت ایسی انفرادی قراردادوں کے مجموعوں کی سی ہو گئی، جن کے مابین بعض مرتبہ کسی قسم کی یکسانی یا مناسبت نہ پائی جاتی ہو۔ اس صورت سے جو خرابیاں پیدا ہوتیں اُن کا سب سے زیادہ اثر خارجی معاملات پر پڑتا تھا، اور یہی وہ معاملات تھے جنھیں ایتھنز کے مدبّر اکثر جلب زر اور سوفسطائیت کے اصول پر عمل کر کے انجام دیتے تھے، جس کی وجہ سے ایتھنز کو اُن کی غلطیوں کا اور بھی زیادہ خمیازہ بھگتنا پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خارجی حکمت عملی کی انھیں خامیوں کی وجہ سے ایتھنز کو زوال کا مُنھ دیکھنا نصیب ہوا[۵۲]۔

---

[۵۲] کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آنی توس نے اراکین ہیلیایہ کی رشوت کو مروج کیا، پلوٹارک (Cor) ۱۴۔ دیکھو واخسموت "بلدیۂ ایتھنز" (Wachsmuth. Die Stadt Athen) ۲، ۴، ۳۷۔ ایتھنزیوں کی طماعی کو ل۔ شمٹ نے "اخلاق یونانیان قدیمہ" (L. Schmidt. Die Ethik der alter Griechen) ۲، ۲۴۰ وغیرہ میں اپنے اصلی رنگ میں دکھایا ہے۔

بدگمانی یا بے اعتباری ("ایپستیا") کو دیموس تھنیس خاص طور پر بطور ایک عمدہ صفت کے شمار کرتا ہے ("میلقوسی" ۲، ۲۴؛ "ارسطقراطیس" ۱۱۱)۔ حقیقت یہ ہے کہ دیموس تھنیس کے سکھائے ہوئے بغیر بھی اُن کا اس عادت کی طرف میلان تھا۔

در اصل ایتھنزیوں کو جس قسم کی عمومیت سے نقصان پہنچا وہ عمومیت محض نہ تھی بلکہ اُس کی وہ خاص شکل تھی جو اُس میں رائج تھی جسے شیفلے "عمومیت فاسدہ" کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ لقب دیتا ہے (محیط المحیط سیاسیات (Encyklopaedie der Staatslehre) صفحہ ۳۱۰) اور اس سے وہ ایسی عمومیت مراد لیتا ہے جس میں بلا شرکت غیرے عموم کی حکومت ہو، اور جس میں ہر تفصیلی امر عموم پورے طور پر حاوی ہوں۔ اسی لئے اس قسم کی عمومیت سے کبھی ایسی حکومت کا ارتقا ہونا ممکن ہے جو سیاسی فریق بندی پر مشتمل ہو، اور جس میں یکے بعد دیگرے مختلف سیاسی فریق خود حکومت بن جاتے ہوں یعنی مختلف سیاسی گروہ مختلف اوقات میں ضروریات حکومت پوری کرتے ہوں جیسے آج کل انگلستان میں ہوتا ہے۔ ایتھنز میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی متعین ہمرائے گروہ حکومتی قرار دادوں کے لئے ذمہ دار ہوتا، بلکہ یہ ذمہ داری ہمیشہ کسی نہ کسی فرد واحد پر عائد ہوتی تھی۔ ایتھنز میں فرد کے مقابل غیر منظم مملکت نظر آتی ہے اور اس صورت حال کی وجہ سے جب کبھی فارقلیس یا دیوس تھنیس کی طرح کوئی ذی اثر شخصیت نہیں ہوتی جس میں عوام کی معتمد علیہ بننے کی اہلیت نہ ہو، تو مختلف تجاویز یا قرار دادوں پر فوری جذبات و احساسات کا اثر پڑتا ہے، چنانچہ بجنسہ یہی صورت حال جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام کی کارروائیوں میں نظر آتی ہے۔ میں اس امر پر اس قدر زیادہ زور اس لئے دے رہا ہوں کہ جرمانیہ میں یا تو اسے بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے ورنہ اس کا کافی اندازہ نہیں کیا جاتا مثلاً ویسٹرمان روزنبرگ جب دیوس تھنیس ۱، ۲۴۴ پر حاشیہ لکھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اولنتھوس وغیرہ کے حالات کو مد نظر رکھ کر ایتھنزیوں کو "اس فریق کے قبضے سے حکومت کو نکال لینا چاہئے تھا۔" حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز میں کبھی ایسی حکومت کا وجود نہیں ہوا جسے پارلیمنٹی وزارت کی طرح برخاست کیا جا سکے۔ حکومت تجاویز عوام کے ذریعے سے چلتی تھی، اور ہر وہ شہری جس کے حقوق سلب نہ کئے گئے ہوں کسی تجویز کی تحریک کر سکتا تھا۔ ویسٹرمان روزنبرگ (Westermann Rosenberg) یہی رائے تیسرے فیلقوس کی تقریر کے متعلق بھی ظاہر کرتا ہے جو ۳۴۱ق م میں دی گئی تھی دیوس تھنیس اس تقریر سے عرصہ دراز پہلے سے عوام کا معتمد علیہ تھا اور اسے یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ تحریک پیش کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا لے۔ اگر ناظرین اس طریقے کو معلوم کرنا چاہیں جس سے

باب ۱۳

بلاشبہہ اب بھی ایسے حلیف موجود تھے جو خراج ادا کرتے تھے، لیکن ان خراجیوں کی تعداد میں بہت کچھ کمی ہو گئی تھی، اور اس کے برعکس چونکہ اب ہمیشہ کہیں نہ کہیں جنگ جاری رہتی تھی اس لئے مصارف پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئے تھے۔ ان خراجات کی کفالت کے لئے اُس براہ راست محصول کی ایک مستقل شکل ہو گئی تھی جو سب سے پہلے آرخن نوزی نی کوس کے عہد (۳۷۸-۳۷۷ ق م) میں لگایا گیا تھا۔ چونکہ محصول کی ادائگی میں لازماً تھوڑا بہت توقف ہوا کرتا تھا اس لئے یہ مناسب معلوم ہوا کہ ایسے درمیانی لوگ مقرر کئے جائیں جو بلا واسطہ مملکت کے سامنے وصول رقم کے لئے ذمہ دار ہوں۔ یہ لوگ رقم وصول کرنی میں سے ایک جزو جمع کرتے اور ساتھ ہی ایک دوسرے کے ضامن بھی ہوتے تھے۔ خود شہریوں کا ہی اس میں نفع تھا کہ جس قدر رقم مطلوبہ ہو وہ سب کی سب تمام و کمال جمع ہو جائے اور ساتھ ہی مملکت کو یہ رقوم نسبتہً تھوڑی قسطوں میں مل جائیں۔ ان درمیانی لوگوں کو مجموعی طور پر سیئموراے (جماعت) کا لقب دیا جاتا تھا اور اُن کی جماعتیں سب سے پہلے ۳۷۸-۳۷۷ ق م میں قائم ہوئی تھیں۔ اسی طرح تریرارخیا کو بھی از سرِ نو منظم کیا گیا۔ جنگ پیلوپونیز جیسے بعید زمانے میں بھی ایتھنز میں متموّل لوگوں کی تعداد میں اس قدر کمی پیدا ہو گئی تھی کہ اب ہر سہ طبقہ جہاز کے تیار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ عوام حکومت کے کل پرزے سے گہری دلچسپی لیتے تھے تو اس فوکارٹ کا دلچسپ مضمون "۳۵۲ ق م کی تجویز جو الیوسس میں ملی" جریدہ مراسلات یونان ۱۸۸۹ء

(Fouc art Decret althemen de l'an 352 trouve a)

صفحہ ۳۴۴ پڑھنا چاہیئے Eleusis, Bull de Corr. hell) لیکن ہمیں یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ ایتھنز میں بہت سے ایسے اسباب بھی موجود تھے جن سے پوری مدبات کے اثر کی خرابیوں کا انسداد ہوتا تھا مثلاً "نوامیس" یا "قوانین" کا جو احترام کیا جاتا تھا اس سے یہی نتیجہ مترتب ہوتا تھا لیکن چونکہ نوامیس کا تعلق صرف اندرونی معاملات سے ہوتا تھا اسلئے امور خارجہ میں عوام کے تلوّن کو بہت کچھ دخل تھا، چنانچہ اسی شعبۂ سیاسیات میں اس طرز کار کی خرابیاں زیادہ نمایاں ہیں۔

باب ۱۸

کرنے کی ذمہ داری بجائے ایک ایک شہری کے دو دو شہریوں کے کندھوں پر آ گئی تھی چنانچہ ۳۵۸ قم میں تریرارخیا کے لئے دو دو اراکین کی سیموریا یا جماعتیں ترتیب دی گئیں[۱]۔ لیکن یہ جماعتیں اس مقصد کے حصول کے لئے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئیں۔ تریرآرخ کو دو قسم کے فرائض انجام دینے پڑتے تھے، یعنی وہ خود ہی ایک سہ طبقہ جہاز تیار کرتا اور خود ہی اُس کی کمان کرتا، بلکہ اس جہاز کو وہ خود اپنا تصور کر کے اُس کی خوبروئی اور نفاست پر فخر کرتا تھا۔ لیکن جدید تنظیم کی بدولت تریرآرخی کا تعلق زیادہ ترمالیات سے ہو گیا، اور فرائض کمان داری تریرارخوں میں سے اُس شخص کے ساتھ وابستہ ہونے لگے جسے سیموریا مقرر کرتی چنانچہ کمان دار نہ صرف مملکت کے سامنے بلکہ اُس جماعت کے سامنے بھی ذمہ دار گردانا جاتا تھا۔ اُسے نہ صرف اپنا بلکہ دوسروں کا روپیہ خرچ کرنے کا اختیار ہوتا، اور اگر جہاز کو باوجود اپنے کارہائے نمایاں کے نقصان پہنچتا تو اخراجات کا بار تمام جماعت پر پڑتا، لیکن کارہائے نمایاں کے امتیاز سے کوئی بھی مستفید نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس سے قدیم جذبۂ وطن دوستی میں ضرور فرق آ گیا ہو گا۔ اسی زمانے میں

---

[۱] جماعت تریرارخیا میں جو تبدیلی ہوئی اُس سے نقصان ہی پہنچا، اور خود دیموس تھنیس کی اصلاحات اُس کی خرابیوں کے انسداد میں قاصر رہیں۔ یہ سیموریا جنگ حلفا کی ابتدا میں یعنی ۳۵۸ ؍ ۳۵۷ قم میں قائم کئے گئے اور اسی جنگ میں اینھنزیوں کو بحری معرکے میں شکست ملی۔ ۳۴۰ ؍ ۳۳۹ قم میں دیموس تھنیس نے اصلاح کی (گلبرٹ ۱، ۳۵۴) لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے عظیم الشان بیڑے میں ہو کر تھوڑے سے مقدونوی جہاز ہیلیس پونٹ سے نکل گئے! شیفر: "دیموس تھنیس" (Schaefer: Demosth : کی سمجھ میں اس کا سبب نہیں آتا، لیکن میری دانست میں اگر ہم ان تریرارخیوں کو ایسی شرکتہائے سرمایہ مشترکہ تصور کریں جنھیں سب سے زیادہ فکر اس کی ہوتی تھی کہ اُن کے کسی فعل سے کہیں اُنھیں مالی نقصان نہ پہنچ جائے، تو ہمیں اس کا سبب صاف نظر آ جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جن ایتھنزیوں کے پاس ۲۵ مینائے سے کم مالیت ہوتی تھی اُن پر اس فوراً کا محصول عائد نہیں ہوتا تھا

مالیات کے انتظام میں بھی تبدیلیاں کی گئیں سب سے پہلے نوتامیوں یا محصّلین خراج کی
برخاستگی کے بعد سے کسی قسم کا مرکزی دفتر نگرانیٔ مالیات قائم نہیں رہا تھا، حالانکہ
اس قسم کے دفتر کا وجود مالیات مملکت کے لئے مفید ہوتا۔ اس قسم کے ایک
شعبے کا ذکر جو چوتھی صدی ق م کے نصف دوم کے بعض مصنّفوں اور تحریروں
میں ملتا ہے اور گو اس کے مختلف کتابوں میں مختلف نام دئے ہوئے ہیں
لیکن اغلب یہ ہے کہ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے
کہ یہ شعبہ کب قائم ہوا ہوگا۔ اس کے جواب میں مورّخ مختلف الرائے ہیں،
لیکن چونکہ مالیات کی تاریخ میں اہم ترین زمانہ نوزی نی کوس کا عہد شمار کیا جاتا ہے
(۳۷۸-۳۷۷ ق م)، جس میں لیگ کی از سر نو تنظیم عمل میں آئی اور طرز وصول محاصل
میں تبدیلیاں بھی کی گئیں اس لئے یہ خیال بالکل فطری معلوم ہوتا ہے کہ اسی
عہد میں یا اس کے بعد بہت جلد بڑے بڑے عہدہ داران مالیات مقرر
کئے گئے ہوں گے[۱]۔ ایک جگہ اعلیٰ ترین عہدہ دار کا لقب "منتظم مالگزاریات عامہ"
دیا ہوا ہے، اور یہ ایسے عہدہ دار کا نہایت ہی مناسب خطاب ہے جس کے
فرائض منصبی میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اراکین لیگ کے چندوں کو وصول کرے۔
یہ عہدہ دار ہمیشہ چار سال کے لئے منتخب ہوتا تھا۔

پانچویں صدی ق م میں سلطنت ایتھنز کی حالت چوتھی صدی ق م سے
بالکل مختلف ہے۔ نوزی نی کوس کے زمانے سے مجالس لیگ میں اراکین لیگ کی

---

[۱] فیلنر: "تاریخ مالیات اٹیکا" اکادمی وائنا (Felner: Zur Gesehichte der attischen Finanzwesen, Wieuer Akademic) ۱۸۷۹ء کے مطابق
مالیات کے افسر اعلیٰ کا تقرر ۳۷۷ ق م میں ہوا تھا۔ اسے "جعلی پلوٹارک" اپنے
"سوانح خطبائے عشرہ" Pseudo Plutarch . Vit x. orat. میں ستراتوکلیس کی
تحریک کردہ ایک تجویز عوام میں "ناظم مالگزاری عامہ" کا لقب دیتا ہے۔ اس کی ابتدا کی
تاریخ کی بابت جو اختلاف ہے اُس کے لئے دیکھو بوسولٹ کی رائے "افول میولر" ۴، (۲)،
۲۳۷ وغیرہ میں۔

باب ۳۱

حیثیت ایتھنز سے بہت کچھ آزادانہ ہوگئی تھی۔ نہ صرف مختلف ارکین کے باہمی نقیضوں
کو بلکہ خود ایتھنز اور کسی رکن کے تنازعات کو طے کرنے کے لئے یکساں طریقے وضع کئے گئے تھے۔
علاوہ ازیں خود لیگ کا وجود بھی معرض خطر میں رہتا تھا اور مشکل سے
کوئی سال ایسا گزرتا ہوگا جب ایک نہ ایک شہر، خواہ باضابطہ یا بے ضابطہ
طور پر لیگ سے کنارہ کشی اختیار نہ کرلیتا ہو۔ باوجودیکہ ایتھنز نے اس
پرانے قاعدے کا ازسر نو اعلان کردیا تھا کہ کسی رکن کی لیگ سے علیحدگی
بالکل خلاف قانون ہے، لیکن اسے بالکل نظرانداز کرکے تھبز نے لیگ
سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ ایک خاص معاملہ میں خود ایتھنز سے زیادتی سرزد ہوئی۔ جو عہدنامہ
اُس کے اور اُس کے حلفا کے مابین ہوا تھا اس میں اُس نے یہ وعدہ
کیا تھا کہ وہ حلیفوں کی اراضی کے کسی حصے کا الحاق نہیں کرے گا اور
اُن نوآبادیوں کا احیا جن سے حلیف دلی نفرت کرتے تھے، ازسر نو نہیں
کیا جائیگا۔ گو ممکن ہے کہ اس شرط پر رسمی طور پر عمل درآمد کیا گیا ہو، لیکن
واقعاً ایک مقام پر ایتھنز نے کلیروخی قائم کی جو اُس کے لئے نہایت
مفید ثابت ہوئی۔[۵] ساموس کے سکوں سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ اس جزیرے اور ایتھنز کے حلیفانہ تعلقات جنگ کنیدوس سے

ف۵ ساموس کے لئے دیکھو دیودورس ۱۴، ۹۷؛ زینوفون ۴، ۸، ۲۳؛ گلبرٹ
۲، ۱۵۱؛ کرٹیوس: "تاریخ یونان" ۳، ۹/۷۸ ۷۔ کرٹیوس نے اس موضوع پر 2nd Progr
ویزل ۱۸۴۲ء ولیوبک ۱۸۷۰ء میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے

۳۵۲ ق م میں سستوس ایتھنزی نوآبادی بن گئی۔ ایتھنزیوں نے یہاں جو مظالم
ڈھائے اُن کے لئے دیودورس ۱۶، ۳۴؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۴۲ و ۴۴۴-
۱؛ مے یر نے اپنے مضمون "اٹیکا و لیمنوس میں پیلاسگی عنصر"، جریدہ لسانیات،
(A Meyer: Die Palasger in Attika und auf Lemnos, Philol)
۴۸، ۳ میں یہ خیال پیش کیا ہے۔ ایتھنز نے لیمنوس وامبوس پر مفروضہ زمانے سے پہلے ہی قبضہ کرلیا تھا۔ ایتھنز اور
تھریس کے باہمی تعلقات کیلئے ہوک (Hoeck) کا وہ رسالہ دیکھا جائے جسکا اقتباس اس کتاب کے باب نہم کے حواشی میں کیا گیا

باب ۳۱

شروع ہوتے ہیں، لیکن ۳۹۰ سنہ ق م میں اُس نے اسپارٹا کا ساتھ دیا تھا اور اس کے بعد اُس نے اپنے دروازے ایک ایرانی دستے کے لئے بھی کھول دئے تھے۔ لیکن ۳۶۵ سنہ ق م میں تمودیوس نے اس جزیرے پر از سرِ نو قبضہ کر لیا اور ایتھنزی آبادکاروں نے اُس کے باشندوں کو نکال باہر کیا، چنانچہ جب عرصۂ دراز کے بعد ۳۲۲ سنہ ق م میں پردکاس سامو سیوں کو دوبارہ جزیرے میں لایا تو حق بحقدار رسید کے اصول کے مطابق اُس کا یہ فعل بنظرِ استحسان دیکھا گیا۔ علاوہ اس ناجائز قبضے کے ایتھنز کا جزائر سکیروس، امبروس اور لیمنوس پر بالکل جائز قبضہ تھا، جس کی وجہ سے ہیلیس پونت تک اس کا راستہ بالکل صاف تھا۔ ۳۵۷ سنہ ق م میں اُس نے علاوہ شہر کاردیہ کے تمام جزیرہ نمائے خرسونیز پر قبضہ کر لیا۔ اُدھر بحیرۂ اسود کے وہ اضلاع جو بوسفورس کے چاروں طرف واقع تھے، ایتھنز کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے تھے، چنانچہ ابھی تک پونتوس کی تجارت، جس پر ایتھنز کی گویا موت وزیست کا دار و مدار تھا، اُسی کے قبضے میں تھی۔ ایتھنز تھریسی ساحل پر بہت کم مقامات پر قابض تھا، لیکن پیدنا اور میتھونے اُس کے حلیف تھے، اور گو اُس کا امفی پولس پر قبضہ نہیں تھا، لیکن وہ ہمیشہ اس پر اپنا حق جتاتا رہتا تھا۔ پانچویں صدی ق م کی طرح ایتھنز کے تعلقات تھریس اور مقدونیہ سے برابر بدلتے رہتے تھے۔ الغرض اس وقت بھی ایتھنز مشرق کے عظیم ترین دول میں سے تھا۔ اس کے سہ طبقہ جہازوں کی تعداد بہت کافی تھی چنانچہ سرکاری طور پر اُن کی تعداد ۳۰۰ بیان کی جاتی تھی، اور گو واقعتاً یہ تعداد کبھی پوری نہیں ہوئی لیکن کسی مشرقی دولت کے پاس تو اتنا بڑا بیڑہ بھی نہیں تھا۔ اس کے بہترین سپہ سالار وہی تھے جن کے نام اس تاریخ میں بار بار آتے ہیں، یعنی فوجی مصلح ایفیکراتیس، جنگ ناکسوس کا فاتح خابریاس اور کونون کا بیٹا تمودیوس، جو متمول ہونے کے ساتھ ہی نہایت خوش اخلاق شخص تھا اور جس نے بہت سے بلدیات کو اپنی ترکیبوں سے اپنا ہم نوا بنا لیا تھا۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اب جو مہمیں سر کی جاتی تھیں انہیں بجائے ایتھنزی شہریوں کے

باب ۳۱ | اجیر سپاہی زیادہ تر حصہ لیتے تھے۵۶ اس کے دو اسباب تھے، ایک تو فتح اور

۵۶ اجیر سپاہیوں کے کپتانوں کی حرکات کے لئے دیکھو دیموس تھنیس کی تقریر ارسطقراتیس کے خلاف۔ یہ کپتان ہمیشہ افسری کے خواہاں رہتے تھے (ارسطقراتیس ۱۳۹)؛ ایتھنز انھیں صرف اس لئے ملازم رکھتا تھا کہ اگر وقت پڑے تو دوسری حکومتوں کو انھیں عاریۃً دیدے، اور اس میں کم از کم بالواسطہ ایتھنز کا فائدہ ہی تھا (ارسطقراتیس ۱۰۴)۔ جب دو تھریسی حکمراں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوتے تو وہ ایتھنز کے اجیر سپاہیوں کو نوکر رکھ لیتے، چنانچہ خاریس نے تو ایرانی صوبہ دار دل تک کی خدمت گزاری کی تھی۔ دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۵۔ دیموس تھنیس کی اولنتھوسی تقریر ۲، ۲۸ کے مطابق ایتھنزی سپہ سالار بہ نسبت یورپ کے کسی ایشیائی حکومت کی خدمت کو ترجیح دیتے تھے، جس کا سبب یہ تھا کہ جہاں یورپ میں ایتھنز مال غنیمت پر قبضہ کرسکتا تھا، صلح نامۂ تھہنشاہی کی شرائط کے بموجب ایشیا میں ایتھنز کو کسی شے پر قبضہ کرنے کا حق نہیں تھا جس کی وجہ سے ایشیا میں مختلف افواج کے سپہ سالاروں کو نہایت سینہ زوری سے لوٹ مار کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی مقابلہ کرو Dem. Cherr ۲۴ وغیرہ۔ جب ہم سکندر اعظم کی خصائص کا اندازہ کرنے لگیں تو ہمیں اس صورت حال کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے جب تک ایشیائے کوچک پر ایران کا قبضہ رہا اُسوقت تک ہر شخص گویا اپنے ہمسایہ کا دشمن بنا رہا اور سکندر پہلا شخص تھا جس نے اس ملک میں حقیقی امن و اماں قائم کیا۔ "سفرا" بھیجے جانے پر ملک کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے Plut Phoc ۱۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ اجیر سپاہیوں کے کپتانوں اور فلسکوس جیسے سازشیوں کو ایتھنزی شہریت کے حقوق دے کر ان کی عزت و توقیر کی جاتی تھی؛ دیموس تھنیس "ارسطقراتیس" ۱۴۲۔

جہاں تک افواج کی ترکیب کا تعلق ہے، دیموس تھنیس کی یہ خواہش حق بجانب تھی کہ تھریسی فوج کا چوتھائی حصہ محض شہریوں پر مشتمل ہو۔ لیکن ان شہریوں کے فرائض کے متعلق اس کے خیالات عجیب وغریب ہیں ("فیلقوسی" ۱، ۴، ۲۵)۔ وہ کہتا ہے کہ انھیں خود سپہ سالاروں کی حرکات و سکنات کی نگرانی کرنی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس

دوسرا عام - پہلا سبب یہ تھا کہ نہ صرف سپہ سالاروں کے نقطۂ نظر سے بلکہ عام سپاہیوں کے لئے بھی جنگ کی حیثیت ایک مخصوص فن کی سی ہو گئی تھی - اس امر کو ہمیشہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جس کے باعث ایتھنزی شہریوں پر بعض اس قسم کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں جن کے وہ ہرگز مستحق نہیں - اگر ایتھنزیوں کی خواہش تھی کہ ایفیکراتیس جیسے شخص کو سپہ سالار بنائیں تو سپاہیوں کی ایک معقول تعداد اُس کے ساتھ کرنی لازمی تھی، جن کے بغیر ظاہر ہے کہ وہ بالکل بے دست و پا ہو جاتا - اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ فنی اعتبار سے ایتھنز کے لئے اجیر سپاہی بالکل لازم و ملزوم ہو گئے تھے - ایتھنزی فوج میں اجیر سپاہیوں کے ہونے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ جنگ آزمائی کے علاوہ ایتھنزی شہریوں کو دوسرے بہت سے امور بھی درپیش رہتے تھے جن کے باعث وہ میدان جنگ میں مسلسل حصہ نہیں لے سکتے تھے - ایتھنزی اپنے وطن مالوف کی حفاظت کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے لیکن کسی غیر ملک میں طویل مدت تک فوجی خدمت انجام دینے کے نہ تو وہ خواہاں تھے اور نہ اُن میں اُس کی قابلیت تھی - اُس زمانے میں ایتھنزیوں کی کچھ اُسی قسم کی حیثیت تھی جیسی زمانۂ حال میں کسی استعماری مُلک کی، اور کون ایسا شخص ہے جو آج کل اُن ممالک پر الزام لگائیگا جو اجیر سپاہیوں کے ذریعے سے کسی نو آبادی کو زیر رکھتے ہیں - الغرض ایتھنز کے لئے ایک مستقل فوج کی انھیں دو وجوہ سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ طرز عمل سے عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی ہوتی، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویوس تھسیس کو امور جنگی میں کافی ملکہ تھا "اولمپیائی" ۳ ۳ میں وہ کہتا ہے کہ قدیم زمانے میں جب شہری مختلف مہمات میں حصہ لیتے تھے تو وہ گویا مدبروں کے آقا ہوتے تھے، لیکن اب اُن کی حیثیت مدبروں کے خدمت گزاروں سے زیادہ وقیع نہیں - اُس نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار "اسطقراتیس" ۲۰۹ میں کیا ہے -

شہر کے چوک اور اکروپولس کے مجسموں کے متعلق دیکھو "شہر ایتھنز" ۲، ۳۸ و ۱۴۸ - ۵۸ -

باب ۱۰

ضرورت تھی، اور جو لوگ اُس پر الزام رکھتے ہیں وہ در اصل اُن خطابوں اور مقرروں کی ہم نوائی کرتے ہیں جو محض اپنے مفاد کی خاطر واقعات ماحول کو نظر انداز کرنے میں کسی قسم کا مضائقہ تصور نہیں کرتے تھے۔ یوں تو ایتھنزی پانچویں صدی ق م میں بھی ملاح گری بھی کرتے تھے، لیکن اب ایتھنزی شہریوں کے لئے ملاح گری فوجی خدمت سے بھی زیادہ آسان ہو گئی۔ بلا شبہہ گو اجیر سپاہیوں اور اُن کے رہبروں کی خدمات ایتھنز کے لئے لازمی ہو گئی تھیں، لیکن اس میں خرابیاں بھی بہت سی تھیں۔ سپہ سالار اپنے وجود کو مملکت کے لئے ضروری تصور کرنے لگے تھے، چنانچہ وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے اور عوام کی خواہشات کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے، اور چونکہ اجیر سپاہیوں کا مقصد اعلیٰ حصول زر تھا اسلئے اُن کے لئے دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر کھانا مل جانا بسا ضروری تھا، چنانچہ اگر ایتھنز سے روپیہ آنے میں دیر ہوتی تو وہ حلفائے ایتھنز سے جبری قرضے وصول کرنے میں مطلق تامل نہیں کرتے تھے۔ یہ صورت حال اسی عہد کے لئے مختص نہ تھی بلکہ جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر بھی ہر سمت سے روپیہ جبراً وقہراً وصول کیا جاتا تھا۔

اگر اُس عہد کے ایتھنزی اپنے سپہ سالاروں کی پیروی صرف میدان جنگ میں کرتے تھے اور انھیں اُن کے احکام کی امن کے زمانے میں مطلق پروا نہیں تھی، تاہم اس میں شبہہ نہیں کہ اُن کی عزت و توقیر میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی تھی بلکہ وہ کسی حوصلہ مند سپاہی کے لئے باعث رشک ہوتی تھی۔ چوتھی صدی ق م کے وسط میں اُن لوگوں کے مجسمے، جنھوں نے مملکت کی خدمات انجام دی تھیں، سر بازار نصب کئے گئے۔ ان ممتاز ہستیوں میں، علاوہ خوسروں کے قاتلوں، سولون اور ایواغورس کے کونون، خابریاس اور تموتیوس کے بت بھی تھے، اور ۳۱۵ ق م میں ایفیکراتیس کا مجسمہ پار تھے نون کے روبرو نصب کیا گیا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ علاوہ ظاہری عزت و توقیر کے بڑے بڑے سپہ سالاروں کا لوگوں پر بہت ہی کم

اثر تھا، اور ایسے خوش قسمت سپہ سالار تعداد میں زیادہ نہیں تھے جن کے مجسمے ایتھنز کی سڑکوں پر نظر آتے ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سو رما پوجا پچاس سال پیشتر کی حد کو نہیں پہنچی تھی۔

پانچویں صدی ق م کے ایتھنزیوں کی خانگی زندگی کی بابت جس قدر معلومات ہمیں ارسطوفانیس کی تصانیف سے حاصل ہوتی ہیں اتنی ہی چوتھی صدی ق م کے خطابوں کی تقریروں سے حاصل ہوتی ہیں۔ انھیں پیش نظر رکھ کر ہم ان مورخوں سے اختلاف کرنے پر مجبور ہیں جن کی رائے میں پانچویں صدی ق م میں ایتھنزی خانگی زندگی کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ ہمارے نزدیک چوتھی صدی ق م میں بد اخلاقی یا عیش پرستی میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا تھا، رہی عام نوجوانوں کی زندگی، اس کی بابت ہمارے خیال میں ہی پرائیدیس (جس نے فرینے کی بر سر عدالت پیروی کی تھی) اور الکبیادیس میں کوئی بین فرق نظر نہیں آتا۔ اگر عام زندگی میں کوئی تبدیلی ہوئی تھی تو وہ صرف یہی کہ عیش پرستی میں ذرا کمی پیدا ہو گئی۔ ایتھنز کی اس سیاسی حیثیت میں جو اسے پانچویں صدی ق م میں حاصل تھی، اب معتد بہ کمی ہو جانے کی وجہ سے ہر شے طبقۂ وسطیٰ کے حسب حال ہو گئی تھی۔ اس واقعے کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مصنفوں نے اس عہد کی عیش پرستی کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے، لیکن اس کے ثبوت میں وہ کیا شہادت پیش کر سکتے ہیں؟ صرف الکبیادیس کا حشم و خدم اور مدیاس طرز زندگی! لیکن ہم جانتے ہیں کہ ۴۱۵ ق م جیسے بعید زمانے ہی میں الکبیادیس کا جملہ مال و اسباب فروخت ہو چکا تھا، اور مدیاس کے خلاف اس کا جانی دشمن دیموس تھنیس صرف یہی زہر اگل سکتا ہے کہ ایتھنز کے مکان کے علاوہ ایلیوسس میں اس کی ایک محل سرا موجود تھی، اس کی بیوی سفید گھوڑوں کی گاڑی میں چڑھی پھرتی تھی اور خود اس کی زین پر چاندی کا کام کیا ہوا تھا۔ بہر نہج ہمیں تو کسی غیر معمولی متمول گھرانے کا پتا نہیں چلا۔ رہی ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت، تو مورخوں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ جنگ خیرونیہ سے پہلے اور اس کے بعد ایتھنزیوں نے

باب ۳۵

جو روش اختیار کی اُس سے اُن کے اخلاقی تنزل کا ہرگز پتا نہیں چلتا۵ بلا شبہ سوفسطائیت سے اخلاقی کمزوری کی طرف ضرور میلان پیدا ہونا چاہیئے تھا، لیکن حکیم سقراط اور اُس کے پیرووں نے اس مسلک کے خلاف اپنا علم جو بلند کیا اُس سے اس نقصان کا ایک بڑی حد تک ازالہ ہوگیا، اور اسمیں شک نہیں کہ افلاطون جیسے شخص کے عمیق غور و فکر اور زینوفون کی تصانیف کی

۵ کرٹیوس اپنی کتاب کی جلد ۳ صفحہ ۵۹۴ و صفحہ ۷۸۱ میں ایتھنز کی عیش پرستی کا ذکر کرتا ہے، لیکن ثبوت میں وہ صرف اُن واقعات کا پیش کرتا کافی سمجھتا ہے جن کا حوالہ ہم نے اس کتاب کے متن میں دیا ہے، اور یہ میرے نزدیک عیش پرستی کے الزام کے ثبوت میں کافی نہیں۔ اس کے برعکس میری اس رائے کا ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ ایتھنز والوں میں نسبتہً سادگی آگئی تھی۔ ممکن ہے کہ بڑے بڑے زمیندار یا متمول تجار عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے ہوں، اور ایتھنز میں اس قسم کی طرز زندگی کو پسند کیا جاتا ہو، لیکن جب بوئغ (Boeckh) ("اٹیکا میں بلدی زندگی" (Haussaulier) اوسولئے (La vie muncipale en Attique) پیرس ۱۸۸۴ء) وغیرہ (دیکھو کتاب ہذا جلد ۲ باب ۲۳) تسلیم کرتے ہیں، چوتھی صدی ق م میں اٹیکا میں بڑی بڑی زمینداریاں نوادرات سے تھیں، اور دیموس تھینیس نے جس جاگیر کے چالیس استاد یا محیط ہونے کا ذکر کیا ہے وہ غالباً اپنی نوع کی تنہا جاگیر تھی۔ تجارت ضرور فروغ پر تھی، لیکن اتنی نہیں جتنی پانچویں صدی ق م میں۔ دیموس تھینیس ("ارسطقراتیس" ۲۰۸) نہایت لفاظی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، لیکن واقعات سے بہت کم سروکار رکھتا ہے۔ دیکھو واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز (Wachsmuth : Die Stadt Athen) ۱، ۶۰۶۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ چوتھی صدی ق م لے بڑے بڑے صناعوں کو جن میں نقاش اور سنگ تراش دونوں شامل تھے، ایتھنز میں روزگار اتنی آسانی سے نہیں ملتا تھا، جتنا ممالک غیر میں۔ ایسی حالت میں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عیش پرستی کی تیسری شکل کیا ہوگی۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ تھیوپومپوس (جزو ۱۱، میولر) کے مطابق خابریاس عیش پرستی اور خراجی کی وجہ سے ایتھنز سے گریز کرتا تھا؛ اسی وجہ سے خابریاس مصر میں، کونون قبرص میں، تمودیوس لسبوس میں اور خاریس رھیگیوم میں رہنا پسند کرتے تھے۔

باب ۲۱

تعلیم و تدریس سے لوگوں پر بہت ہی اچھا اثر پڑا ہوگا۔ کیا قوم کے اُن اخلاق کو فی الواقع خراب کہا جا سکتا ہے جیسے خود دیموس تھنیس کی ('De Corona') میں اس قدر زور و شور سے پیش کئے گئے ہیں؟۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ان باتوں سے یہ انتاج کیا جا سکتا ہے کہ عیش و عشرت کی نمائش اتھینیوں کو مطلق پسند نہ تھی۔ تھیوپومپوس کی شہادت اس لئے اور بھی زیادہ اہم ہے کہ وہ عمومیت کا مخالف تھا، اور اس اصول کو حتی المقدور بُرا بھلا کہنے سے گریز نہیں کرتا تھا، دیکھو باب ۱۵، حاشیہ ۵۔ اتھنز میں چوتھی صدی ق م میں دوسرے مقامات کی بہ نسبت عیش و عشرت کا چرچا کم تھا، اور اتھینی جس خصوصیت سے زیادہ تر ممتاز ہوتے تھے وہ علوم و فنون تھے نہ کہ عیش آرام۔

۵ کرتیوس کا خیال ہے کہ پانچویں اور چوتھی صدی دونوں میں، یعنی تقریباً ۴۲۵ ق م اور ۳۶۰ ق م میں اتھینیوں میں تنزل کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، اس کے نزدیک دونوں صدیوں میں زوال کے اسباب ایک ہی قسم کے تھے، اور وہ اس کے ثبوت میں مفصلۂ ذیل امور پیش کرتا ہے:۔

پانچویں صدی ق م۔ کرتیوس جلد ۲	چوتھی صدی ق م۔ کرتیوس جلد ۳
صفحۂ ۴۲۸ ''تنزل۔'' کاہلی اور کھلنڈری شہری زندگی''	صفحۂ ۴۵۹ ''اخلاقی تنزل''
صفحۂ ۴۲۶: تھوڑے ہی عرصے میں اتھنزی شہریوں کی حیثیت غیر منظم انبوہ سے زیادہ نہ رہی۔	صفحۂ ۴۵۹۔ شہریوں میں ''رکھ رکھاؤ کی کمی''۔
صفحۂ ۴۲۷۔ ''نوجوان لوگ جمعوں نے ورزش گاہوں میں جانا چھوڑ دیا''	صفحۂ ۴۵۸: قدیم رسم و رواج باقی نہ رہنے کے ساتھ ہی ورزشی تعلیم کی بیّن طور پر کمی ہوگئی''
صفحۂ ۴۳۱: ''ٹردل سراسیمہ'' سپہ سالاروں اور خطیبوں کے مابین تنازعات''	صفحۂ ۴۶۱: سپہ سالاروں کو ہر وقت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا''

باب۱۲

اگر ہم ایتھنز کے اندرونی ادارات کا مطالعہ کریں اور اُن کتابوں کو پڑھیں جو اوسو لئے (Haussoulier) فوکارٹ (Foucart) اور دوسرے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ

پانچویں صدی ق م - کرتیوس جلد ۲

صفحۂ ۴۳۶ "معاملات عامہ میں شرکت روز بروز بیکار لوگوں کا مشغلہ ہو گیا۔"

صفحۂ ۴۹۲ "بہت سے لوگ جو تہذیب و تمدن یافتہ تھے، جمعیتوں سے الگ تھلگ رہنے لگے۔"

ہی پربولس اور اُس کی وضع کے لوگ "آزادانہ تعلیم" سے بالکل بے بہرہ تھے۔

چوتھی صدی ق م - کرتیوس جلد ۳

صفحۂ ۴۵۹ "مختلف جمعیتوں میں لوگ محض اپنے دل بہلاؤ اور تفریح طبع کے لئے شریک ہونے لگے۔"

صفحۂ ۴۵۹ "صرف وہی لوگ فصحا و بلغائے عامہ کی پیروی کرتے تھے جنھیں اعلیٰ قسم کے تمدن سے کوئی تعلق نہ تھا اور جنھیں آزادانہ تعلیم میسر نہیں ہوئی تھی۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۳۲ ق م اور سنہ ۳۴۶ ق م میں اخلاقی تنزل کی ایک ہی قسم کی علامتیں نظر آتی ہیں۔ یہ صرف ایک ہی طرح سے ممکن ہے، یعنی اگر ان دونوں تاریخوں کے وسطی زمانے میں ایتھنزی زندگی کا ایک عام احیا ہوا ہو اور نوجوان لوگ ورزشگاہوں میں جانے لگے ہوں، خطابوں اور سپہ سالاروں میں باہمی دوستی ہو گئی ہو اور آزادانہ تعلیم پائے ہوئے لوگ رہبری کے فرائض انجام دیتے ہوں۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ احیا کب ہوا؟ اس کا جواب ہمیں نہیں دیا جاتا؛ ایسی صورت میں جو کچھ واقعات جلد ۳، صفحۂ ۴۵۸ تا صفحۂ ۴۶۱ میں دئے ہوئے ہیں وہ سب بیکار ہیں اور سنہ ۳۴۶ ق م کے قریب کی جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ محض خیالی ہے۔ اس کے برعکس کرتیوس پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے چند واقعات بیان کرتا ہے جن سے ہم ایسے نتائج اخذ کر سکتے ہیں جو اُس کے استدلال سے بالکل متغائر ہیں۔ کرتیوس پانچویں صدی (سنہ ۴۱۱) ق م میں جب مجلس چہار صد کا زوال ہوتا ہے تو اُس زمانے کی نفاست اخلاق کی تعریف کرتا ہے (۲، ۴۳۷)، اور ساتھ ہی چوتھی صدی ق م میں جنگ خلیرونیہ کے بعد (جس سے ماراتھون اور سالامس کی یاد تازہ ہوتی ہے) لوگوں کے عام رجحانات و میلانات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کی بھی تعریف کرتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے دقت طلب مواقع پر شہریوں نے اپنی عمدہ خصلت کا ثبوت جو دیا تو اُس کا اصلی باعث کیا تھا؟ جواب یہ ملتا ہے کہ ۳۲۸ ق م میں تو اس کا سہرا عمومیت کے سر تھا، اور ۴۱۱ ق م میں "آزادانہ تعلیم" پائے ہوئے عدیدیوں کے جانی دشمنوں کے سر۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ تاریخ ایتھنز کے اس حصے میں اگر کوئی امر واقعی متیقنہ ہے تو یہی کہ جب کبھی لوگوں کی اخلاقی کیفیت میں بہتری نظر آتی ہے تو اس کا اصلی سبب عمومیت پسند گروہ ہی ہے۔ "تیس" کے خلاف ایتھنزیوں نے جو بغاوت کی (جلد ۲ صفحہ ۵۲۳ و ۵۲۴) اس سے یہی ثابت ہوتا ہے، اور اس سے بھی زیادہ جو امر قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ تیسری صدی ق م کے واقعات سے بھی ہم اسی استدلال پر مجبور ہوتے ہیں۔ ڈرواے سن ("یونانیت (Droysen Hellenismus) ۳، ۲۲۸ و بعد) کا مضمون جنگ خریمونیہ (۲۶۶ تا ۲۶۲ ق م) کے دوران میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت کا ذکر کرنے سے سوکھتا ہے۔ اس جنگ میں ایتھنزی ایک اور مرتبہ اپنی پرانی مار اتھونی خصائص کا اعادہ کرتے ہیں، اور اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے ڈرواے سن کہتا ہے کہ یہ عوام الناس ہی تھے جنھوں نے اپنی فطری قابلیت کا ثبوت دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نہایت ہی دقیق بحرانی زمانوں میں، جن میں ہو کر ایتھنز کو ۴۱۱ و ۴۰۳ و ۳۲۸ و ۲۶۶ ق م میں گزرنا پڑا، سب سے درخشاں اصول عمومیت ہی کا تھا، اور کیا ہم ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ تسلیم کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ ان صدیوں میں جن کی بابت بہت سے مصنف محض خطابوں کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر ایتھنزی شہریوں کی اخلاقی کمزوری کا الزام لگاتے ہیں فی الحقیقت ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت بہت کچھ ارفع و اعلیٰ تھی؟ ہم دو مثالوں سے یہ دکھائیں گے کہ معروضہ تنزل کے آثار کا انطباق نہیں کس قدر دھوکے میں ڈالنے کے لئے کافی ہے:- (۱) کرتیوس (۳، ۴۵۹) کہتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے ایتھنزیوں کی اخلاقی خرابی کا ثبوت یہ بھی ہے کہ خطاب عوام الناس کے سامنے اپنے کندھے برہنہ کر کے" آتے تھے اور اسے یہ بات نہایت درجہ قابل گرفت معلوم ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس فعل قبیحہ کا مرتکب آخر کون ہوا؟ السس خنیس نہیں، نہ فوکیون،

باب ۱۳ اور خانگی ادارات کے موضوع پر لکھی ہیں، تو ہم یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ نہ ہمنوایان مقدونیہ، بلکہ دیموس تھنیس اور اُس کا دوست آوارہ مزاج تمارخوس (شیفر: "دیموس تھنیس ۲، ۳۳۵")، اور لطف یہ ہے کہ خود دیموس تھنیس اُن لوگوں کا مضحکہ اُڑاتا ہے جو چاہتے ہیں کہ اپنے کندھے برہنہ نہ کریں (periparapr ۲۵۱ ۔ ۲) کرتیوس کہتا ہے (۳، ۴۶۷) کہ اب صلح ناموں پر دستخط تو ہوتے ہیں، لیکن اُن کے ایفا کا مطلق ارادہ نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں یہ نہایت ہی بُری بات ہے، لیکن صلح نامۂ فلوکراتیس کے سلسلے میں خود دیموس تھنیس اس کا مرتکب ہوا (شیفر ۲، ۳۰۳)۔ الغرض اگر ان دونوں معیاروں کی کچھ بھی وقعت ہے، تو ان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمام ایتھنزیوں کے اخلاق خراب نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اگر ہوئے تھے تو صرف اُسی فریق کے جو اپنے آپ کو مخالفین مقدونیہ میں سے شمار کرتا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ حکم بھی غلطی سے مبرّا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانبین کی نیت ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ ایسے موقع پر صلح نامے کو توڑیں، اور خود دیموس تھنیس کا میلان، جو اُس کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تصنیع کے فن میں اُس سبس سے کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا، اور اُس کی خواہش یہ تھی کہ وہ اس میدان میں سب سے بڑھا چڑھا نظر آئے۔ لیکن اس سے اہم تر معاملات میں بھی تاریخ ایتھنز کے دوران میں یہاں کے شہریوں کا ہمیشہ یہی طرزِ عمل رہا ہے جس سے ایتھنزیوں پر اس قسم کا الزام عائد ہو سکتا ہے۔ سپہ سالاروں پر خطابوں نے جو حملے کئے اُن کی مثالیں زانتھی پوس کی مخالفت ملتیادیس، لیکرگوس کی مخالفت لی سکلیس سے ملتی ہیں، تاہم لیکرگوس کو قدیم مسلک کا قائم مقام تصور کیا جاتا ہے۔ دیودوروس ۱۶، ۸۸ میں لیکرگوس کے زبانی لی سکلیس کی مخالفت میں جو تقریر نقل کی گئی ہے اُس سے موخر الذکر کی غداری کا اتنا ثبوت نہیں ملتا، جتنا فن بلاغت کے ایک معمولی کرشمے کا، جس میں ایک زندہ سپہ سالار اور اُن شہریوں کے درمیان تباین ظاہر کیا گیا ہے جو اُس کی رہبری کے دوران میں مارے گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص بغیر واقعات کے اعادے کے کسی مجمع کو کوئی فعل کرنے پر اُکسانا چاہے تو اُس کے لئے اس قسم کے تباین کا اظہار کرنا بالکل کافی ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ میں نے مفصلۂ بالا فقرات میں چند امور کو ثابت کر دیا ہے :-

باب ۱۳

زوال ایتھنز کی حقیقت، جس کا اتنا شور سننے میں آتا ہے، محض قصہ کہانیوں سے زائد نہیں [۵۹]۔ ان مورخوں کی تحقیقات سے اس قابل لحاظ واقعے کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (۱) پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں ایتھنز عام بد اخلاقی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ بلاشبہہ دوسرے مقامات کی طرح ایتھنز میں بھی درا کچہ روی نظر آتی ہے، لیکن صراط مستقیم سے یہ گریز محض تدریج پیدا ہوئی ہے، اور اس میں سوفسطائیت اور خطابت دونوں ممد و معاون ہوئے ہیں۔ (۲) ایتھنز میں اصول عمومیت کی وجہ سے تنزل نہیں ہوا بلکہ در اصل یہ اصول شہر کے اخلاق کی گویا ایک ضمانت ہے۔ اخلاقی تنزل بجائے پوری قوم کے صرف عوام النّاس کے وقتی رہبروں میں پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ (مثلاً راؤخن شٹائن اپنی کتاب "ایسقراطیس" (Rauchenstein Isocrates) صفحۂ ۲، اور وائیڈمان و گریوس "تاریخ یونان" (Weidmann & G G curtius) ۳ (۶)، ۴ ۶۷ و ۵ ۶۷ میں) یہ فرض کر لیتے ہیں کہ دیموس تھنیس نے کچھ عرصے کے لئے ایتھریوں کی اخلاقی سطح درا بلند کر دی۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے، بلکہ جیسا ہم عنقریب دیکھیں گے خود دیموس تھنیس کے اصول ہمیشہ ارفع و اعلیٰ نہیں ہوتے تھے۔ یہاں ان خصائص پر بحث کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا جو ایتھریوں کے ایسے عہد میں تھے جب علمی دائرے میں طور پر عمومی اصول کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے، مثلاً دیکھو "جریدۂ تاریخ" ۱۸۸۹ء صفحہ ۴۰۰ (Historischer Zeitschrift) اور اس کے متبائن شمٹ "اخلاق ایتھنزیاں" (Schmidt Ethik der Griechen) ۲، ۳۵ وغیرہ۔

ایتھریوں نے نیلقوس کے ہاتھوں جو شکست کھائی اس کا سبب ان کی بد اخلاقی نہ تھی۔

[۵۹] ادسولٹے کی کتاب سے جس کا حوالہ حاشیہ ۷ میں دیا ہوا ہے، ایتھنزی رسم و رواج اور ادارات کی بابت ہماری معلومات میں نہایت قابل قدر اضافہ ہوتا ہے۔ مقابلہ کرو فوکارٹ "یونانیوں کے ادارات مذہبی (Foucart Les associations religieuses chez les grecs) پیرس ۱۸۷۳ء، لیوڈرر "دو یونی سیوسی رقاستں"

باب ۱۳

علم ہوتا ہے کہ حکومت خود اختیاری کے نظام نے معاشرے کے چھوٹے سے چھوٹے دائرے میں جگہ کرلی تھی، اور چونکہ معاشرے کے چھوٹے چھوٹے شعبوں کا کام چلانے کی شہریوں کو مشق ہو جاتی تھی اس لئے وہ امور مملکت عمومی اصول پر نہ صرف قائم رکھنے پر قادر ہو جاتے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں اُسے شاہراہ ترقی پر بھی چلا سکتے تھے۔ یہ آزادانہ طریق کارروائی علی الخصوص ڈیموں کے کاروبار میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (Luedars Die Dionysischen Kuenstler)
برلن ۱۸۷۳ء۔ غالباً دیونی سیوسی نقاشوں کا سب سے پہلے جو حوالہ نظر آتا ہے وہ ٹیوپفر
(دو انساب ایٹیکا" برلن ۱۸۸۹ء، صفحہ ۱۸۳ (Toepffer Att
Genealogie Ath) کے بموجب ۹، ۷، ۴۰ میں ملتا ہے۔

ایسے مدارس فلسفہ کے لئے جن کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر تھا، دیکھو وں ولاموویٹز
"انتی گونوس ساکن کارستوس" Von Wilamovitz Antigonus von
Karystos صفحہ ۲۶۳ وغیرہ اور مضمون "ہیروس" روشر کی قاموس "Heros"
in Roscher's Lexicon ۲۵۳۴ وغیرہ میں۔

ایتھنز کے نظام تعلیم کے لئے دیکھو جیرارد: "ایتھنز کا نظام تعلیم پانچویں اور
چوتھی صدی ق م میں" (Girard L'education athenienne au 5 et au
4 siecles av J—Chr) پیرس ۱۸۶۹ء۔ واخسموت. "بلدیہ ایتھنز جلد ۲،
لائپزگ ۱۸۹۰ء میں پرائیوس اور ایتھنز کے عام طرز معاشرت کی بابت مواد
مل جائے گا۔

ایتھنز کی عمومی دستور کی عمدگی کا اس امر سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ اسی کے ذریعے سے چھوٹی چھوٹی انجمنوں کے مالیات کی نگرانی کی جاتی تھی۔ مثلاً یہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ زمانۂ حال میں جنوبی یورپ کے بعض ممالک کے برخلاف جہاں صدیوں کی شخصی حکومت کی وجہ سے اخلاق عامہ خراب ہو گئے ہیں، ایتھنز میں سرکاری روپیہ لوگوں کی ذاتی اغراض پر خرچ کیا جاتا ہو۔ اس صورت حال کے برخلاف زمانۂ حال کا یونان خدمات عامہ کے معاملے میں خصوصاً قدیم ایتھنز کا ایک قابل ثبوت معلوم ہوتا ہے

نظر آتی ہے، چنانچہ یہ دیمے امور مملکت کے لئے بطور نفیس درس گاہوں کے کام دیتے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دیمے اپنی مملوکات عامہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کرتا تھا، اُس کے اخراجات اراضی، مکانات اور محاصل سے نکلتے تھے، اور اس آمدنی کو مخصوص طور پر ان مقاصد پر صرف کیا جاتا تھا جن کا تعلق عبادات عامہ سے تھا۔ ہر دیمے کی جمعیت کو اعلیٰ ترین اختیارات حاصل تھے، اور جملہ عہدہ دار جن کا سرگروہ دیمارخ کہلاتا تھا، دیمے کے مخدوم نہیں بلکہ اُس کے قائم مقام شمار کئے جاتے تھے اور ان کا انتخاب ہر سال قرعہ اندازی سے کیا جاتا تھا۔ دیمے کا مالی انتظام کلیتہً دیموتائے کی جمعیت کے سپرد ہوتا تھا اور وہ چھوٹی سی چھوٹی باتوں کی نگرانی سے بھی گریز نہیں کرتی۔ ان سب باتوں سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ معاملات عامہ میں حصہ لینے کی عادت ایتھنزی تھریوں کی گویا طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، جس سے بلدی سواراج میں یقیناً بہت کچھ سہولت پیدا ہو گئی ہو گی۔ اگر ہم ان امور کو ملحوظ رکھیں تو اس سے ایتھنزی عمومیت کا امکان ہماری سمجھ میں بخوبی آجائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیموں کے انتظام میں جو کامیابی ہوئی، اُس سے ایتھنزیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ انھیں اصول پر مملکت کا انتظام بھی ممکن ہے۔

لوگوں کو سواراج کی جو عادت پڑ گئی تھی اُس کا مظاہرہ ان انجمنوں کی شکل میں بھی ہوا جو بعض مخصوص مقاصد کی انجام دہی کی غرض سے ممالک محروسۂ ایتھنز میں قائم کی گئی تھیں۔ سولون کے زمانے سے ان انجمنوں کو مملوکات پر قبضہ کرنے کا بھی اختیار تھا۔ مملکت کی طرح ان انجمنوں کے بھی مذہبی مرکز تھے، اور اُن کے اراکین میں کسی نہ کسی عبادت یا مذہبی قربانی کے ذریعے سے باہمی تعلق پیدا کیا جاتا تھا۔ یہ انجمنیں نہ صرف تدفین موتیٰ، جہازرانی و تجارت، کان کنی کے اغراض کے لئے بلکہ بحری قزاقی تک کے واسطے بنائی جاتی تھیں۔ معاشرتی اجتماعات کی بھی کچھ کمی نہ تھی، مثلاً ظریفوں کا ایک دائرہ تھا جس کے اراکین نہایت پابندی کے ساتھ ضلع دیومیہ کے حرم ہرقل میں جمع

باب ۱۳

ہوتے تھے، اور یہ اس قدر معروف و مشہور تھا کہ فیلقوس شاہ مقدونیہ اُس کی رو داد کے حصول کے واسطے ایک رقم خطیر خرچ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسی طرح سانگیوں کا ایک دائرہ تھا جو روز بروز زیادہ وقیع ہوتا جا رہا تھا اور جس کے اراکین نے اپنا لقب "فن پسند ان دیونی سیوس" یا "فن پسند" رکھا تھا۔ یہ سانگی تمام ارض یونان میں پھیلے ہوئے تھے؛ بڑے بڑے شہروں میں تو اُن کی مستقل شرکتیں تھیں اور چھوٹے قصبوں میں وہ وقتاً فوقتاً دورہ کرتے رہتے تھے۔ خاص ایتھنز میں ایسی شرکتوں کا پتا اُس کی بحری طاقت کے عروج کے جیسے بعید دور یعنی پانچویں صدی ق م تک میں لگتا ہے اور اُس زمانے سے اُن کی اہمیت میں مسلسل اضافہ ہی اضافہ نظر آتا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت تک ایسی مراسلت موجود ہے جو مجلس انجمن ہمسایگاں کی طرف سے ایتھنزی جمعیت عوام کے نام سے موسوم ہے، اور جس میں ان سانگیوں کو بڑے بڑے استحقاقات، مثلاً ذاتی تامین، آزادی محاصل، فوجی خدمت سے معافی، و دیگر حقوق کا مستحق قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے مقدس فرض کی ادائگی کے قابل ہو جائیں۔ قرض دار سانگی صرف چند مخصوص حالات ہی میں محبوس کیا جا سکتا تھا، اور اگر کسی "فن پسند دیونی سیوس" کو کوئی گزند پہنچتا تو اُس کی ذمہ داری تمام شہر کی گردن پر عائد کی جاتی۔ الغرض آج بھی گانے والوں اور سانگیوں کو اس قدر آزادی حاصل نہیں ہے جتنی انھیں یونان قدیم میں تھی۔ جس طرح سانگی دیونی سیوس کو اپنا مربی و سرپرست تصور کرتے تھے اسی طرح فلسفیوں نے میوزوں یا ملکات کو اپنا محافظ سمجھ رکھا تھا۔ حکیم افلاطون کی اکادمی میں تمام میوزوں کو مساوی الرتبہ قرار دیا جاتا تھا۔ اس انجمن کو قانونی حقوق حاصل ہو گئے اور یہ دوسری فلسفیانہ انجمنوں کے لئے گویا ایک نمونہ بن گئی۔ زمانۂ مابعد میں شہر اسکندریہ کے "میوزیوم" یا "ملکات خانے" نے آئندہ مجالس علمیہ کے لئے ایک شاہراہ قائم کر دی۔ ان سب انجمنوں کا مقصد علاوہ مطالعۂ عامہ کے طعام عامہ بھی تھا چنانچہ زمانۂ حال کے معاشری اجتماعات بھی اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر قائم کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ ان انجمنوں میں اپنے مذہبی مقاصد کے حصول کے لئے

باب ۱۳

ہوتے تھے، اس لئے کہ ایک طرف تو عوام النّاس کو ضروریات مذہبی کا بہت کچھ
شریک احساس تھا، دوسری طرف مملکت، قبیلہ، دیمے اور برادری کے مذہبی انتظامات
ان ضروریات کے لئے مکتفی نہیں ہوتے تھے۔ چونکہ مذہب کو مملکت کے ساتھ
وابستہ سمجھا جاتا تھا اس لئے یہ مملکت کا اختیار تھا کہ غیر ملکیوں کو مختلف معبودوں
کی پرستش خواہ کرنے دے یا نہ کرنے دے۔ لطف یہ ہے کہ خود ملکی بھی ان غیر ملکی
معبودوں کی پوجا پاٹ میں حصّہ لینے لگے، اور پانچویں صدی ق م جیسے بعید
زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب تھریسیوں اور ایتھنزیوں کے باہمی تعلّقات
میں زیادتی ہوئی تو تھریسی معبودواں مسلاگوتی تودی کی عبادت ایتھنز میں عام ہوگئی
اور اس کے پرستار "باپتائے" کہلائے جانے لگے۔ اس پر سرودی شعرا نے
اس کا مضحکہ اڑانا شروع کیا اور یہ مشہور کیا کہ اس کی پوجا میں بداخلاقی کی
حرکات کا ایک بڑا عنصر شامل ہے۔ جنگ پیلوپونیز کے زمانے ہی سے
ادونس کی پرستش عام ہوگئی اور اس میں جملہ ایتھنزی شہری حصّہ لینے لگے
اسی طرح افروجیہ کی "امّ الآلہہ" کی عبادت ایتھنز اور پرائیوس میں مقبول عام
تھی۔ ان دونوں شہروں میں "میتروا" تھے جن میں سے ایتھنز کے میترون میں
سرکاری کاغذات بحفاظت تمام رکھے جاتے تھے۔ چوتھی صدی ق م میں اس
"امّ الآلہہ" کے متعلقین میں سے ایک یعنی سابازیوس کے پجاریوں کی جمعیت
("ثیاسوس") کا حال سننے میں آتا ہے، چنانچہ دیموس تھنیس نے السخنیس
کی والدہ کے خلاف جو زہر اگلا تھا اس میں اس پر ہنسی اڑائی تھی۔ اکثر غیر ملکی مذاہب
کا مرکز پرائیوس تھا۔ اس مقام پر ۳۳۳ ق م کا ایک نوشتہ برآمد ہوا ہے جس میں
کی تیوم (قبرص) کے بعض لوگوں کو قبرصی افرودیت کے نام پر ایک بت خانہ
تعمیر کرانے کی اجازت دی گئی ہے اور اس اجازت کو حق بجانب قرار دینے
کے لئے ای سس کے ایک بت خانے کا، جو پرائیوس میں تھا، حوالہ دیا گیا
ہے۔ تھریس، ایشیائے کوچک، شام اور مصر ان سب ملکوں کے مذہبوں میں
ایک بات مشترک تھی، وہ یہ کہ ان کے رسوم کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے حاضرین
پر حال کی ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس سے وہ یہ سمجھنے لگتے تھے کہ انھیں

باب ۱۰ گویا معبود کا قرب خاص حاصل ہو گیا ہے۔ ان مذہبوں کی تبلیغ کی اجازت بھی تھی، اور "اُمّ الالٰہہ" کے مسلک کی تبلیغ ادھر اُدھر پھرنے والے مبلغوں کے سپرد تھی جنھیں میتر آگیرتائے کہتے تھے۔

یونانی مذہب جو بالکلیہ رسوم ظاہری پر مشتمل تھا، لوگوں کے حقیقی مذہبی جذبات کے لئے مکتفی نہیں ہوتا تھا، اور یہ کیفیت جملہ بلاد یونان میں نظر آتی تھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اسرار ایلیوسس لوگوں کی طبایع میں ایک طرح کا عمق پیدا کرتے تھے، لیکن اُن کی حیثیت مملکتی ادارات کی تھی، اور اسی وجہ سے بہت سے لوگ اُن سے مطمئن نہیں تھے۔ اصل میں لوگ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے معبود کے ساتھ براہ راست تعلّقات پیدا کریں، چنانچہ اسی مقصد کے حصول کے واسطے اُنھوں نے طرح طرح کے مذاہب کی طرف رجوع کیا۔ بعض تو مملکتی مذہب کے سیدھے سادے پیرو تھے جن میں سے بہت سوں کا اُس سے بے شمار پجاریوں کے سلسلے کے ذریعے سے تعلّق تھا؛ ایتھنز کے تمام عالی نسب خاندان اسی زمرے میں آتے تھے لیکن بہت سے ایسے خاندان تھے (جن میں سے اکثر شہر کے ادنیٰ طبقے سے تعلّق رکھتے تھے) جن کی ضروریات مملکتی مذہب سے پوری نہیں ہوتی تھیں اور اسی لئے وہ غیر ملکی پوجا پاٹ میں حصہ لینے لگتے۔ علاوہ ازیں ایسے یونانی بھی تھے جن کے نزدیک انسان خود تحقیق و تدقیق کر کے قابل اطمینان حقایق معلوم کر سکتا ہے؛ ایسے لوگ کسی نہ کسی فلسفیانہ مسلک کے پیرو بن گئے جن میں سے ممتاز ترین مسلک حکیم سقراط کا تھا۔

اس امر سے کہ ایتھنزی شہری اکثر دیہات ہی میں بود و باش کرتا تھا یہ منکشف ہوتا ہے کہ لوگ نسبتہً تندرست ہوتے ہوں گے۔ اُن کی جاگیریں دیہات ہی میں پھیلی ہوتی تھیں، لیکن خواہ ذاتی مملوکات کہیں بھی ہوں، ہر شہری کا تعلّق اسی دیہے میں سمجھا جاتا تھا جس کے دفتری کاغذات میں اُس کا نام شامل تھا۔ اُسے اکثر اپنے دیہے والوں سے کام رہتا تھا، چنانچہ خود شہر ایتھنز میں ایسے مقامات تھے، جہاں ایک دیہے والے مل کر تبادلۂ خیالات

کر سکتے تھے، جیسے بازار کے قریب کسی حجام کی دکان وغیرہ۔ شہر ایتھنز صرف حکومت کا مستقر تھا بلکہ مرکز عبادت عامہ بھی تھا، اور اسی کے ذریعے سے لوگوں میں اتفاق و اتحاد کی لہر دوڑتی تھی؛ پرائیوس کے ذریعے سے مختلف حصہ جات ملک کے مابین تجارتی تعلقات پیدا ہوتے تھے، چنانچہ وہ تجار، میتوئکی اور غیر ملکیوں کا مسکن تھا؛ ایلیوسس مذہبی مرکز تھا جہاں متمول اور معزز ایتھنزیوں نے اپنے اپنے مکانات بنا رکھے تھے۔ علاوہ ازیں اٹیکا میں جگہ جگہ قلعہ بند مقامات بھی تھے جہاں ملک کے نوجوان فوجی خدمت انجام دیتے تھے، اور ان میں عملی فوجی زندگی کی چہل پہل نظر آتی تھی جس میں ممتاز ترین حصہ نوجوان سپاہیوں کا ہوتا تھا۔

گو تمدن زندگی کے مختلف شعبوں میں بعض یونانی شہر (جن میں مشرقی بلدیات بھی شامل تھے) ممتاز حیثیت رکھتے تھے، مثلاً تجارت میں بیزنطہ، نقاشی و سنگ تراشی میں ایفی سوس، ناٹک میں تیوس، فنون لطیفہ، تجارت وخطابت میں ہالی کارناسوس، رھوڈز و کوس؛ گو شاہراہ تمدن کا میلان، جس کا رخ پانچویں صدی ق م میں مغرب کی طرف معلوم ہوتا تھا اب از سر نو مشرق کی طرف پھر گیا تھا؛ تاہم ایتھنز اب بھی یونان کا ملکی فوجی اور ذہنی مستقر بنا ہوا تھا، اور اسے اب بھی یونان کا ذہنی مرکز ہونا تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن اب جمہوریہ ایتھنز کو ایک بالکل مختلف طرز کی حکومت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور وہ دیار شمال میں سے ایک ہے۔

یادداشت متعلق باب سیزدہم

پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے مابین ایک ایسا فرق ہے جو قابل لحاظ ہونے کے باوجود بعض مرتبہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ پانچویں صدی ق م میں ہمیں عدیدیوں اور عموسیوں کے مابین تنازعے کی کیفیت نظر آتی ہے جس میں عدیدی تخوّف اور تشدد کے ساتھ حصّہ لیتے ہیں، اس ضمن میں ہم ناظرین کی یاد الفیالتیس وہی پربولوس کے قتل اور ہتا ئریا "چار سَو اور دو تیس" کے قصّوں سے تازہ کرتے ہیں۔ دراصل عوام النّاس اکثر قانونی وسائل سے، لیکن بعض مرتبہ جبر و قوّت کے ذریعے سے بھی جس حکومت کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایک طرح کی اعیانی انبوہ سری ہے۔ چوتھی صدی ق م میں جبر و قوت سے مطلق کام نہیں لیا جاتا؛ اب عمومیت ایتھنز مکمل طور پر تادیب دادہ ہے، لوگوں کو اپنے جذبات پر قابو آگیا ہے اور وہ مشکل ترین مواقع پر بھی اپنے خود دارانہ انداز اور ٹھنڈے دل کا ثبوت دیتے ہیں۔ بلاشبہ عوام تشدد سے بھی کام لیتے ہیں، لیکن وہ اپنا تمام تر تشدد ذمہ دار رہبروں پر صرف کرتے ہیں۔ یہاں تک تو اُن کا رویّہ بالکل ٹھیک اور درست ہے، لیکن اب ہمیں تصویر کے تاریک پہلو پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ ہر بات کا تصفیہ عدالتوں کے ذریعے سے ہوتا ہے؛ اس میں بھی مضایقہ نہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان عدالتوں میں جملہ کاروبار کیسے انجام کو پہنچتا ہے؟ اراکین ہیلیایہ مختلف قوانین کا انطباق خود اپنی ضمیر کے مطابق کرتے ہیں اور انھیں اصول قانون سے مطلق مس نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے انھیں

یادداشت متعلق باب ۱۱

فریقین مقدمہ تعلیم یافتہ خطابوں اور سوفسطائی وکلا کے ذریعے سے دھوکا دیتے ہیں۔ اس کتاب کے آیندہ باب کے مطالعے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ طریقہ سیاسیات اور خارجی معاملات میں بھی برتا جاتا تھا، اور مختلف سرامیوں کے نزدیک جو کسی فرد کے لئے بھی تقریرنویسی کے فرائض انجام دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے، ممالک غیر کی نوعیت محض فریقان مقدمہ کی سی سمجھتے تھے۔ لوگوں کو اس دھوکے میں رکھا جاتا تھا کہ انھیں صرف امور متنازعہ فیہ کا تصفیہ کرنا ہے، روپے کی منظوری دینی ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے فوج تیار کرنی ہے۔ امفی پولس کی طرح کسی مقام کو چال چل کر تسخیر کرنا ہی مقبول ترین طریقۂ جنگ سمجھا جاتا تھا۔ گو فریق ثانی کو سنگین مجرم سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی تھی، تاہم اتھنزی معاملات خارجہ میں اُتنے ہی حریص اور لالچی نظر آتے ہیں جتنے اُن کے دشمن۔ بلاغت اور سوفسطائیت کا ہر شعبے میں دور دورہ نظر آتا ہے؛ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م اگر نظم کا عہد تھا تو چوتھی صدی ق م میں نثر کا دور دورہ تھا، اور ادبیات کے علاوہ اس صریح تبدیلی کا اثر دوسرے شعبہ جات زندگی پر بھی پڑنا لازمی تھا۔

باب چہاردہم

مقدونیہ

حدود دنیائے یونان کے اندر اتھنزیوں کا کسی قوم سے اس قدر تخالف و تباین نظر نہیں آتا جتنا مقدونوی قوم سے[1] اس میں شک نہیں کہ اگر لفظ "یونانی" کے معنی کو ذرا وسعت دی جائے تو ہمیں اس قوم کو بھی دائرۂ یونان میں شامل کرنا پڑے گا، اس لئے کہ اوّل تو اُن کی زبان اور یونانیوں کی بولی میں کچھ زیادہ فرق نظر نہیں آئے گا، اور دوسرے ہمیں اس کے باور کرنے کی مطلق کوئی وجہ نہیں کہ عام یونانیوں سے اُن کے رسم و رواج کریٹیوں یا ایپائروسیوں کے رسم و رواج کی بہ نسبت زیادہ مختلف ہوں گے۔ لیکن جہاں تک تہذیب و تمدّن کا تعلق ہے، وہ اس زنجیر کی گویا بالکل آخری کڑی ہیں جس کی اتھنز سے ابتدا ہوتی ہے۔ یونانیوں کی بعض ممتاز ترین خصوصیات کا، مثلاً ہر شعبے میں انفرادیت کا غلبہ اور بلدی تنظیم، نشو و نما، اتھنز میں ہوا۔ اس کے برعکس مقدونوی آبادی کا بیشتر حصّہ کاشتکاروں پر مشتمل تھا جس کی وجہ سے بادشاہ اور اعیان سلطنت کے قبضے میں بہت کچھ اختیارات آگئے تھے۔ بعض مؤرخوں کا یہ

---

[1] مقدونیہ کے لئے دیکھو۔ آبیل: "مقدونیہ قبل شاہ فیلقوس" O Abel Makedonien vor Koenig Philipp لائپزگ ۱۸۴۷ء؛ اشیفر: "دیموس تھنیس" A Schaefer: Demosthenes und seine Zeit جلد ۲، باب ۱؛ کرتیوس: "تاریخ یونان" ۳ (۶) ۱ باب ۷ Curtius Griech Gesch حاشی؛ پاؤلی: "محیط المحیط" Pauly's R. E بعنوان "مقدونیہ"

خیال ہے کہ مقدونوی ایسے یونانی تھے جو اپنی تہذیب و تمدن میں ہومری کیفیات سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ مقدونیہ کی طرح ہومری نظموں میں بھی ذاتی اقتدار کا بول بالا ہے اور تحریری قوانین کا کہیں پتا نہیں چلتا۔ ہم پڑھتے ہیں کہ سکندر اعظم کو ہومر سے خاص شغف تھا، اور ہمارا خیال ہے کہ اُس شغف کی بنیاد محض ادبی شوق سے کہیں زیادہ وسیع تھی، اور سکندر سمجھتا تھا کہ ہومری دُنیا اُس کی اپنی دُنیا ہے، درانحالیکہ دیموس تھنیس جیسے شخص کے لئے اس میں تاریکی ہی تاریکی نظر آتی تھی۔ بہرحج سب سے پہلے ہم مقدونیہ اور مقدونوی قوم کی خصائص پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔

تھسلی میں اور اُس کے شمال میں جو خطۂ زمین ہے اُس میں بناوٹ کے اعتبار سے بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے۔ مقدونیہ اور الیریہ کے درمیان زنجیرۂ پندس حائل ہے۔ جس طرح الیریہ کو ایک حد تک ایپائرس کا شمالی جواب کہا جا سکتا ہے اسی طرح مقدونیہ گویا تھسلی ہی کا شمالی نمونہ ہے۔ ایپائرس اور الیریہ دونوں میں تو سلسلہ بسلسلہ دریا بہتے ہیں، جن میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ سمندر میں گرتا ہے؛ لیکن تھسلی اور مقدونیہ دونوں ایسے دریاؤں کے دو بڑے بڑے طاس ہیں جو یک جا ہو کر سمندر میں گرتے ہیں؛ دونوں میں فرق صرف یہی ہے کہ مقدونیہ کا رقبہ تھسلی کے رقبے سے بڑا ہے، اور اس میں ایک چھوٹا اور دو بڑے بڑے دریا بہتے ہیں، یعنی جنوب میں ہالیاکمون، شمال میں اکسیوس اور ان دونوں کے بیچ میں لودیاس، جو سب کے سب تقریباً ایک ہی مقام پر سمندر میں گرتے ہیں۔ ہالیاکمون اور اکسیوس کے دہانے ایک دوسرے سے صرف نو میل کے فاصلے پر ہیں چنانچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دہانے دراصل کسی بڑے دریا کے ڈیلٹا کی شاخیں ہوں گی۔ اکسیوس کی ایک اہم معاون اریگون ندی بھی قابل ذکر ہے۔ اکسیوس کے واصل آب کے مشرق میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جو خالکدیس کی راسوں پر جا کر ختم ہوتا ہے؛ اس کے مشرق میں دریائے استریمون ہے اور اس کے بعد زنجیرۂ پنگائیوم ہے جس کے روبرو جزیرہ تھاسوس

باب ۱۲

واقع ہے۔ خالکدیس سے گویا ملک تھریس کی ابتدا ہوتی ہے؛ ساتھ ہی اس کے مغربی ساحل اور تھسلی کے مشرقی ساحل کے مابین خلیج تھرما واقع ہے جس کی گویا پشت پر مقدونیہ شروع ہوتا ہے۔ اس خلیج کے مقابل ہی میں جزائر سکیا تھوس، سپے پاریتھوس، اِکوس اور دوسرے چھوٹے جزیرے ہیں جو اس کے دہانے کو ایک حد تک بند کئے ہوئے ہیں۔ خاص ملک مقدونیہ کا ساحل کچھ ایسا طویل نہیں ہے، اور یہ مشرق میں تھرما سے مغرب میں کوہ اولمپوس کے دامن تک چلا گیا ہے۔ اس ساحل کے شہروں کی بابت ہم اس امر سے واقف ہیں کہ وہ یونانی بستیاں تھیں اور ان میں مقدونوی عنصر غالب نہیں تھا، اور عہد تاریخی میں صرف اندرون ملک ہی کلیۃً مقدونوی نظر آتا ہے، گو ممکن ہے کہ ابتدائی ایام میں ساحلی علاقے میں بھی مقدونوی آبادی ہو۔ مقدونیہ اور تھسلی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جہاں سمندر سے تھسلی کو جانے کا راستہ تیمپے کی تنگ وادی میں ہو کر گزرتا ہے وہاں مقدونیہ کا ساحل نسبتہً زیادہ کھلا ہوا ہے، چنانچہ ہم اس کو مدنظر رکھ کر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ بہ نسبت تھسلی کے مقدونیہ معاملات دنیا میں زیادہ آسانی سے حصّہ لے سکتا تھا، اور اس حکومت کو جس کے قبضے میں اندرون ملک اور تینوں دریاؤں کے دہانے ہوں گے اُسے بحری معاملات میں نسبتہً زیادہ دلچسپی ہوگی، ساحل کے قریب بوتیائی رہتے تھے جن کے متعلق کریتی النّسل ہونا مشہور تھا؛ ان سے ذرا اندر کی طرف دریائے ہالیا کمون کے کنارے پر ایلی میوتائے تھے؛ ہالیا کمون اور ایری گون کا درمیانی علاقہ یوردیائیوں کے قبضے میں تھا؛ اس دریا اور بالائی اکسیوس کے مابین پیلاگونی، بالائی اکسیوس پر پائیونی اور ہالیا کمون تک مقدونیہ اور الیریہ کی سرحد پر اوریس تائے آباد تھے۔ یہ وہ قبیلے تھے جن کا مجموعی نام بالآخر مقدونوی پڑ گیا۔

ابتدا میں یہ سب ایک مملکت میں متّحد و متّفق نہیں تھے[۱]، بلکہ مختلف

---

[۱] طوسی دیدش ۲، ۹۹ میں مقدونوی شاہی خاندان کی ابتدائی تاریخ کا بیان دیا ہوا ہے۔

۸

باب۱۸

دیہات اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت تھے جن میں سے بعض کے
اختیارات بہت کچھ وسیع تھے۔ ان وسیع الاختیار حکمرانوں میں قبیلۂ لینکستائے
کے حکمران بھی تھے جنھیں کورنتھی ہرقلیوں کی اولاد میں سے ہونے کا فخر
حاصل تھا۔ لینکستائے سے بھی زیادہ ذی اثر آرگیادی خاندان تھا جو غالبًا
ابتدا میں اورسٹیوں پر حکومت کرتے ہوں گے اور جو اپنے آپ کو آرگوسی
ہرقلیوں کی اولاد بتاتے تھے چنانچہ اسی مناسبت سے انھوں نے اپنا نام
"تیمے نوسی"× رکھ لیا تھا، لیکن یہ مناسبت غالبًا "آرگیادی" اور "آرگوس"
کی ظاہری یکسانی کی وجہ سے پیدا کی گئی ہوگی۔ اس خاندان کا سب سے پہلا فرد
جس نے اس ملک میں قدم رکھا، کارانوس بتایا جاتا ہے جس کے لغوی
معنی غالبًا "سردار" کے ہیں، اور یہی وہ گھرانا ہے جس کا اثر رفتہ رفتہ تمام
دیار مقدونیہ پر چھا گیا۔ اس نے اپنا پائے تخت ایدیسہ یا ائے گائے
مقرر کیا جو پالائی لودیاس کے کنارے پر سمندر کے قریب ہی واقع تھا،
اور اسی مقام سے مقدونوی حکمران سمندر کی طرف گویا للچائی ہوئی نظر سے
دیکھتے تھے۔ پہلا مشہور و معروف آرگیادی پردکاس تھا جس کا زمانہ سنہ [illegible] ق م
کے بعد کا ہے۔ ان حکمرانوں کو دو حریفوں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا، ایک طرف تو
اُن قبائل کا جو مرکزی اثر سے آزاد ہونا چاہتے تھے، اور دوسری جانب
غیر ملکیوں خصوصاً الیریائیوں کا جو ہر وقت مقدونیہ پر حملہ کرنے کی فکر میں
لگے رہتے تھے۔ پردکاس کے بعد اس سے پانچواں حکمران امین تاس تھا،
جس کے عہد میں ایرانیوں نے مقدونیہ کو زیر کرنے کی کوشش کی، لیکن اُسکے
بیٹے سکندر نے اُنھیں شکست دے دی۔ لیکن سنہ ۴۸۰ ق م میں، جب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ پردکاس اور کارانوس کے افسانے کے لیے کرتیوس ۱، ۱، ۴ ۷ ۷ - کارانوس "ایشیائے کوچک میں"؛ ریوموں "پیپلے نیکا" ۱، ۴، ۳ -

× تیمے نوس خاندان ہرقلیان میں سے تھا اور کہا جاتا ہے کہ اُس نے آرگوس چھوڑ کر مقدونیہ میں بود و باش اختیار کی تھی (مترجم اردو)

باب ۱۲

ایرانی تمام ملک پر ٹڈی دل کی طرح چھا گئے تو اسی سکندر نے جواب بادشاہ ہوگیا تھا، اُن کی ہمنوائی کا شیوہ اختیار کرلیا، لیکن ساتھ ہی دوسری طرف رخ کرکے یونانیوں کے سامنے اپنے اس دلی لگاؤ کو پیش کیا جو اُسے فطرۃً تمدن کے ساتھ تھا اور اس طرح یونانیوں پر بھی اپنا اثر قائم کرلیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یونانی تہذیب و تمدن مقدونیوں کے لئے کچھ نیا نہ تھا۔ مقدونیہ ایک طرف تو افروجیوں اور تھریسیوں اور دوسری جانب ایپائروسیوں اور تھسالویوں کے درمیان گویا ایک کڑی تھے، اور ان کے ملک میں چھٹی صدی ق م جیسے بعید زمانے میں بھی جو سکے رائج تھے اُن پر یونانی الفاظ کندہ تھے۔ یہی بادشاہ سکندر جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، یونانی قومی میلوں اور عیدوں میں حصہ لیتا تھا اور ذاتی طور پر اُس میں اور اصلی یونانیوں میں مطلق کوئی فرق نہ تھا۔ اُس نے اپنے پائے تخت تھریس کے قریب پیدنا کو منتقل کردیا۔ جیسا جیسا مقدونی حکمران یونان کے نزدیک آتے جاتے تھے، ویسا ہی ان دونوں کے مابین تنازعات اور مناقشات کی کیفیت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ان تنازعات کی ابتدا اسکندر کے جانشینوں کے عہد میں ہوئی جن میں سے سب سے اہم وہی پردکاس تھا جس کا ذکر ہم جنگ پیلوپونیز کے ضمن میں کرچکے ہیں اور جس نے غالباً ۴۵۵ ق م سے ۴۱۳ ق م تک حکومت کی۔ پردکاس نہایت چالاک اور بے دھڑک شخص تھا جس کا واحد مقصد یہ تھا کہ اپنا اقتدار قائم کرکے اپنے ذاتی اختیارات میں اضافہ کرے، چنانچہ کبھی تو وہ ایتھنز کے موافق ہوجاتا تھا کبھی مخالف، اور اس کا طرز عمل کلیتہً اپنے ذاتی مفاد کے تابع تھا۔ پردکاس کی موت کے بعد دوسرے شاہی خاندانوں کے ورثا کی طرح بہت سے اعزا و اقربا کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر ارخی لاؤس تخت پر بیٹھا، اور تخت نشینی کی کوشش میں اُس نے اپنے ایک چچا، ایک چچیرے بھائی اور ایک سوتیلے بھائی کو (جو واقعاً وارث تخت و تاج تھا)، ملک عدم کو پہنچایا۔ ایک مرتبہ تخت پر بیٹھنے کے بعد اُس نے نہایت عمدگی اور قابلیت کے ساتھ یونانی تمدن کے اصول کے مطابق حکومت کی؛ اس نے شہر آباد کئے، سڑکیں تعمیر کیں، فوج منظم کی، اور یوریپیڈیس، زیوکسس، تیموتھیوس وغیرہ کو اپنے دربار میں جمع کیا۔

خاندان کے افراد اور ایسے ہی دوسرے نقاشوں، شاعروں اور حکمرانوں کو اپنے
دربار میں جگہ دے کر دیار یونان میں اپنا نام پیدا کیا۔ اس کے دربار میں اگاتھون
رزمیہ شاعر خوئے ریلوس، موسیقی داں تموتیوس اور نقاش زیوکسس آتے جاتے
رہتے تھے، اور یوری پیدیس کا تو وہیں انتقال بھی ہوا۔ اس کا پائے تخت پیلا
تھا جو آئے گائے کے قریب ہی واقع تھا، لیکن اس کے علاوہ اس نے کوہ اولمپوس
کے دامن میں ایک قلعہ بند شہر دیون بھی آباد کیا۔ آخر کار چودہ سال حکومت کرنے
کے بعد وہ ۳۹۹ ق م میں مارا گیا، اور حسب معمول اُس کی موت پر بھی تخت
کے حصول کے لئے مختلف دعویداروں نے کشت و خون کا بازار گرم کیا،
جس کے بعد اُس کا بیٹا اورستیس ایک شخص ائے روپوس کی تولیت میں
تخت نشیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ائے روپوس خاندان لینکستائے کا ایک
فرد تھا جو کبھی کبھی آرگیا دیوں کے مدمقابل بن جاتے تھے۔ بہر حال یہ متولی
مقدار بادشاہ کو قتل کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا۔ ۳۹۲ ق م میں ائے روپوس
کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد ملک کئی سال طوائف الملوکی میں مبتلا رہا
جس کے بعد آخر الامر امین تاس تخت مقدونیہ پر جلوہ افروز ہوا۔ یہ امین تاس
شاہ سکندر سے چوتھی پشت میں تھا، چنانچہ اُس کی تخت نشینی سے
خاندان تیمے نوسیان کی حکومت از سر نو قائم ہو گئی۔ اس کے عہد حکومت میں
ملک کو شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور الیریائیوں کے حملوں کے
باعث بادشاہ فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ اس کے بعد ایک شخص ارگائیوس
جس کی بابت ہمیں مطلق کوئی معلومات نہیں والی تخت و تاج بن بیٹھا، لیکن
صرف دو سال کے بعد ہی امین تاس تھسلی سے واپس آ کر اپنی میراث پر
قابض ہو گیا اور حکمران ایلی میہ کی بیٹی یوری دیس سے شادی کر لی۔ اس کا
قاعدہ یہ تھا کہ سرزمین یونان میں جو مملکت طاقتور ہوتی اُسی کے ساتھ وہ محالفہ
کر لیتا، چنانچہ پہلے تو اُس نے اسپارٹا سے ہاتھ ملایا اور پھر یاسون والی فرائے
سے دوستی پیدا کر لی۔ سنہ ۳۷۰ ق م کے کچھ ہی عرصے کے بعد تین بیٹے یعنی
سکندر، پردکاس اور فیلقوس چھوڑ کر یہ بادشاہ راہی ملک عدم ہوا۔ اس کے بعد

باب ۱۲

سکندر تخت نشین ہوا، لیکن اُس کے نسبتی بھائی بطلیموس نے جو یوری دِسیس کا ہم نوا تھا، اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس موقع پر تھبز نے مداخلت کی چنانچہ پیلوپی داس سے ایک عہد نامے پر دستخط کرائے جس کے بموجب بطلیموس کو شہر الورُدس تو مل گیا لیکن اُسے سکندر کو شاہ مقدونیہ تسلیم کرنا پڑا لیکن کچھ زیادہ عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ سکندر قاتل کے ہاتھوں اس دنیا سے کوچ کر گیا، اور اس کے بعد یوری دِسیس نے بطلیموس سے جو جدید شاہ مقدونیہ پردکاس، کا متولی بنا تھا، نکاح کر لیا۔ لیکن بطلیموس پر ایک شخص پوسانیاس نے حملہ کر دیا جس پر یوری دِسیس ایفیکراتیس کے پاس، جو پائے تخت کے نواح ہی میں تھا، بھاگ گئی؛ اب پیلوپی داس نے دوبارہ مداخلت کی اور ایک جدید عہد نامے پر دستخط کرائے، لیکن یہ عہد نامہ بھی پہلے ہی کی طرح ناکام ثابت ہوا۔ بطلیموس نے تھبزیوں کو اس موقع پر جو یرغمال سپرد کئے اُن میں سے غالباً بادشاہ کا چھوٹا بھائی فیلقوس بھی تھا جسے کچھ عرصے تک تھبز میں رہنا پڑا۔ ۳۶۵ء ق م میں پردکاس نے بطلیموس کو قتل کر کے زمام حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اُس نے ایتھنزیوں کے ساتھ مل کر تموتیوس کی معیت میں اولنتھوس کے خلاف جنگ آزمائی کی، لیکن عین اس موقع پر ۳۵۹ء ق م میں الیریائیوں نے ملک پر حملہ کر کے بادشاہ کو مع چار ہزار مقدونیوں کے تہ تیغ کر دیا۔ اصلی حقدار تو پردکاس کا بیٹا امین تاس تھا، لیکن

۳؎ اولنتھوس کے خلاف مقدونیہ و ایتھنز نے جو لڑائی ٹھانی اُس کا ذکر دیموستھنیس، دو اوسطفراتیس" ۹۴ وغیرہ میں مندرج ہے؛ دیکھو شیفر: "دو دیموس تھنیس" ۲، ۱۳، ۱۴۔ تمودیوس ۷، پوتی دیہ د تورونے کو تسخیر کیا؛ الیسقراطیس: Antid ۱۰۸۔ اس جنگ میں ایتھنز کو امفی پولس پر فتح حاصل ہوئی؛ Schol Aesch ۲، ۳۱۔ پردکاس کی وفات، دیودوروس ۱۶، ۲۔ فیلقوس کی زندگی کے ابتدائی حصے کے لئے شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۱۱ وغیرہ۔ یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تھبز میں کب تھا؛ شیفر "دیموس تھنیس" ۲، ۱۳۔ Just. ۶، ۹ و ۷ کے بموجب وہ وہاں تین سال رہا۔

اول تو وہ محض بچہ تھا، دوسرے فیلقوس کا اقتدار وسیع تھا، اور اس قسم کے شاہی خاندانوں میں زیادہ سختی نہیں برتی جاتی تھی چنانچہ وہی تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ یہی غنیمت تھا کہ فیلقوس نے امین تاس کو جان سے نہیں مروایا، لیکن فیلقوس کی اس غلطی کا اُس کے بیٹے سکندر نے اپنی تخت نشینی کے وقت انسداد کر دیا۔ الغرض فیلقوس کی تخت نشینی کے بعد تاریخ یونان کی مرکزی شخصیت اسی کی ہے۔

مقدونوی قوم محنتی کاشتکاروں، تیز رو سپاہیوں اور شکاریوں کی قوم تھی؛ کوئی ایسا شخص اپنے دوستوں کے ساتھ دستر خوان پر نہیں بیٹھ سکتا تھا جس نے کم سے کم ایک جنگلی سؤر نہ شکار کیا ہو، اور جنھوں نے کبھی کسی دشمن کو جان سے نہیں مارا تھا وہ اپنے گلے میں رسّی ڈالے پھرتے تھے۔ بلاشبہہ وہ اپنے بادشاہوں کی عزّت و حرمت کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی وہ اپنے اپنے قبیلوں کے سرداروں کے اتباع کو اس پر ترجیح دیتے تھے ان پر اعیانی گروہ کا بڑا بھاری اثر تھا، اور بہت سے اعیان وکبار بادشاہ کے صرف اس لئے مصاحب بن جاتے تھے کہ وہ مال غنیمت میں حصہ دار بنیں اس سے جرمانی قوم کے "مصاحبین سردار" Comitatus کی یاد تازہ ہوتی ہے اُن کے رسم و رواج میں بربری عنصر کی جھلک موجود تھی۔ بادشاہوں کی اکثر کئی کئی بیویاں ہوتی تھیں، اور چونکہ ان میں سے بعض غیر ممالک سے لائی جاتی تھیں اس لئے ان کے ذریعے سے مقدونیہ میں اُن ممالک کے رواج جڑ پکڑ جاتے تھے۔ بالکھوسی رسوم و اسرار سے اس بربریت میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا، جن میں سے بعض ممکن ہے کہ تھریس سے آئے ہوں۔ ان میں شراب نوشی عام تھی۔ ہمارے نزدیک جب مقدونیوں اور جرمانیوں نے اپنے اپنے وطن کو خیرباد کہا اُس وقت ان دونوں کی حالت میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے، اس لئے کہ عظیم الشان شجاعت، بربری رسم و رواج اور شراب خوری دونوں میں عام تھیں۔ مقدونوی وہ قوم تھی جس نے ایسے بادشاہوں کی سیادت میں یونان کو زیر کیا جنھیں خود

یونانی تصور کیا جاتا تھا[۱]۔ ان دونوں کے مابین جھگڑے کی ابتدا اس مسئلے سے ہوئی کہ مقدونیہ اور تھریس کے ساحل پرکس کو سیادت حاصل ہے، اور یہاں سے جو شعلہ اُٹھا اُس نے خود یونان ہی کو آلیا۔

---

[۱] باوجودیکہ "یونانی" اور "مقدونی" ایکدوسرے سے متغائر سمجھے جاتے تھے، تاہم یونانی مقدونیوں کو بربری تصور نہیں کرتے تھے؛ السقراطیس Phil ۱۹ - یہ امر دیموس تھنیس Phil. ۳۱/۳ سے ثابت ہوتا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ یونان میں مقدونیہ سے غلام نہیں آتے تھے! اسکی وجہ یہی تھی کہ تھریسیوں، اخروجیوں وغیرہ کے برخلاف یونانی مقدونی قوم کو بربری تصور نہیں کرتے تھے

یادداشت متعلق باب چہارم

کریٹ اور مقدونیہ کے مابین ایک معاملے میں تباین اور دوسرے امور میں یکسانی پائی جاتی ہے۔ قدیم افسانوں میں تو یہ ایک دوسرے سے متعلق ہیں چنانچہ استرابو (۶، ۹، ۲۷) کہتا ہے کہ بوتیائی دراصل کریٹی ہی تھے، لیکن دونوں کا طرز حکومت ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہے یعنی مقدونیہ میں ملوکیت ہے اور کریٹ چھوٹی چھوٹی جمہوریتوں پر مشتمل ہے اور یکسانی اس لحاظ سے ہے کہ دونوں کا تمدن نہایت درجہ پست حالت میں ہے۔ تاریخی زمانے میں چوتھی صدی ق م تک دونوں ممالک میں سے کسی نے یونانی تمدن کے نشو و نما میں کوئی حصہ نہیں لیا، لیکن زمانہ قبل تاریخ میں بخلاف مقدونیہ کریٹ نے اس تمدن کے ارتقا میں بہت کچھ مدد دی کریٹ اپنے زمانۂ افسانہ جات کے باعث ممتاز ہے، لیکن تاریخی عہد میں صرف دو ممتاز کریٹیوں یعنی تھالےتاس اور اپی منیدیس کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے، لیکن ان دونوں کی حیثیت بھی بہ نسبت تاریخی کے افسانہ آمیز ہی ہے۔ کریٹیوں نے یونانی سرفروشیوں میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا لیکن اسکے برعکس میدان فنون لطیفہ میں انھیں بہت کچھ امتیاز حاصل ہوا، چنانچہ ان کے تاریخی زمانے کے سکّے خاص طور پر قابل لحاظ ہیں، گو یان Jahn گارڈنر Gardner اور ہیڈ Head جیسوں کی رائے میں ان میں بربریت کی جھلک نمایاں ہے۔ دیکھو گارڈنر: انواع Gardner Types جلد ۹، ۱- ۲۵، صہ ۱۶۰-۱۶۷۔ ان سکوں سے کسی تاریخی واقعے کا پتا نہیں چلتا، لیکن ان سے

یادداشت متعلق باب ۲۲

یونانی مذہب پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اور ایسے معبودوں اور سورماؤں کا پتا چلتا ہے، جیسے فیلخانوس (زیوس) جن کی بابت کسی دوسرے ماخذ سے ہمیں معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ جن معبودوں کی ان سکوں پر تصاویر منقوش ہیں وہ درختوں پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ کریٹ کا مشہور و معروف قانون گورتین بھی نہایت اہم ہے، تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اگر سوورونوس Svoronos کی رائے درست ہے ("جریدۂ مراسلات یونان" ۱۸۹۸ء) تو یہ قانون پانچویں صدی ق م کے نصف اول کے بعد موضوع ہوا ہوگا۔ کریٹ کا مقابلہ مختلف دیار یونان، مثلاً تھسلی، آرکیڈیا، اکارنانیہ اور ایتولیہ سے کیا جاسکتا ہے؛ یہ سب کے سب کاشتکاروں اور سپاہیوں سے آباد تھے اور سب کا معیار تمدن پست حالت میں تھا۔ یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ کریٹ کی طرح تھسلی اور آرکیڈیا دونوں میں خوبصورت سکوں کی خاص طور پر قدر کی جاتی تھی۔

باب پانزدہم

فیلقوس شاہ مقدونیہ

ایتھنز اور اُس کے حلیفوں میں باہمی آویزش

۳۵۹ق م تا ۳۵۳ق م

نئے شاہ مقدونیہ کی بابت اُس کے اوائل عہد میں کسی شخص کو یہ وہم و گماں بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے پیش روؤں سے زیادہ قوت حاصل کر سکے گا' اسلئے کہ مقدونیہ کو اتنی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا کہ خود اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو کس مپرسی کے عالم سے نکالنے کے لئے اُسے اپنے تمام ترقوائے عقلی سے کام لینا لازم و لابد تھا۔ جب وہ ۳۵۹ق م میں تخت پر بیٹھا تو اُس نے محسوس کیا کہ مقدونیہ کو الیریائیوں' پایونیوں اور تھریسیوں کی طرف سے خطرہ ہے' اور خود اپنے ہی ملک میں اُسے اپنے مدمقابل آرگائیوں سے دوچار ہونا پڑا جس کی تائید و پشت پناہی کے لئے ایتھنزی کمربستہ تھے۔ لیکن کم عمری کے زمانے کی مشکلات و مصائب نے فیلقوس کی درخشاں فطری قابلیت میں چار چاند لگادئے تھے اور تھبر میں رہکر وہ یونانی طریقوں اور یونان کے فوجی نظام سے کماحقہٗ واقف ہوگیا تھا۔ تخت نشیں ہوتے ہی اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ فوج کو از سر نو منظم کر کے اُسے پہلے سے زیادہ

کارآمد بنایا اور مقدونوی "جتھے" کو ترتیب دے کر (جو در اصل نیزہ بردار سپاہیوں کے ایک بالکل ٹھوس مجموعے کا نام تھا) مقدونوی فوج کو چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔ زاں بعد امفی پولس سے کنارہ کشی اختیار کر کے کچھ عرصے کے لئے ایتھنز کو خاموش کر دیا۔ لطف یہ ہے کہ اس کنارہ کشی سے خود ایتھنز کا بھی کوئی نفع نہیں ہوا، اس لئے کہ اگر ایتھنزی امفی پولس پر قبضہ کرنا چاہتے تو انھیں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا اس لئے کہ امفی پولس والے اپنی آزادی برقرار رکھنے کے دل و جان سے خواہاں تھے۔ بہر حال اس کے بعد اُس نے دوسری طرف رخ کیا اور اپنے مد مقابل آرگائیوس و نیز پایونیوں اور الیریائیوں کو شکست دے کر الیریہ کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا۔ اب وہ اپنی سلطنت کے بحری استحکام کی طرف رجوع ہوا اور اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ بحری اقتدار اور مقدونوی ساحل پر اپنا اثر قائم کرنے ہی سے وہ اپنے ملک کو یونانی مداخلت سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے حصول سے پہلے یہ لازم تھا کہ اُس میں اور یونانیوں میں کشمکش ہو۔ اُس کے حریفوں میں علاوہ قرب و جوار کے یونانی بلدیات کے (جن میں امفی پولس اور اولنتھوس ممتاز ترین تھے) ایتھنزی قوت بھی قابل لحاظ تھی۔ اور جب سے ایتھنزی قبضے سے اُس کے ایشیائی مقبوضات نکل چکے تھے اُسی روز سے وہ مقدونوی اور تھریسی ساحل کے اثر کو بہت کچھ اہمیت دیتا تھا۔[۱]

---

[۱] تھریسی ساحل کے قبضے کے معاملے میں ایتھنز اور فیلقوس دونوں کے دعاوی کی حیثیت مساوی تھی، اور امفی پولس کو جس قدر فیلقوس سے لڑنا پڑتا تھا اُس سے زیادہ ہی ایتھنز کی مخالفت برداشت کرنی پڑتی تھی۔ ہمارے نزدیک ساحلی علاقے پر مقدونیہ کا قبضہ اُتنا ہی فطری صورت حال کے مطابق تھا جتنا ہنسیاٹی لیگ کے قبضے سے شمالی جرمانیہ کے علاقوں کا نکل جانا۔

فیلقوس کی تخت نشینی کے بعد اُس سے جو افعال سرزد ہوئے ان پر شیفر نے اپنی کتاب "دیموس تھینیز" ۲، ۱۷، ۱۸ میں بحث کی ہے۔ باوجودیکہ ایتھنز ارگائیوس کا ہمنوا تھا، لیکن فیلقوس کا برتاؤ ایتھنز کے ساتھ بُرا دہ تھا۔ (دیموس تھینیس، ارسطقراتیس، ۱۲۱)۔

۳۵۹ ق م میں ایتھنز کا سربرآوردہ مدبر ارسطوفون تھا، اور اُس نے قابل و تجربہ کار سپہ سالاروں کے ذریعے سے اپنے وطن مالوف کی قدیم قوت اور اثر قائم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ ان سپہ سالاروں میں سب سے وفادار اور جوشیلا خادم مملکت تموتیوس تھا؛ اس کے علاوہ اپنے اپنے دائرۂ کار میں خابریاس اور ایفیکراتیس بھی ممتاز تھے اور خارجی حکمت عملی میں ان کا خاص حصہ تھا۔ ان سب کی شہرت و اوصاف کے باعث بعض غیر ممالک نے بھی ایتھنز سے اُن کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی، اور چونکہ (زمانۂ وسطی کے اطالوی جنگی رہبروں یعنی کون دوتئے ری کی طرح) غیر ممالک میں خدمت کرنے سے نہ صرف نسبتہً جلد دولت حاصل ہو سکتی تھی بلکہ اپنے لئے چھوٹی موٹی سلطنتیں نکال لینا بھی ممکن تھا اس لئے ایتھنزی رہبر اس طرز کار کو دل سے پسند کرتے تھے۔ اسی لئے خابریاس مصر میں اور ایفیکراتیس پہلے مصر میں اور اس کے بعد ایران اور تھریس میں مصروف کار رہا جن میں سے آخر الذکر ملک کا بادشاہ خود اُس کا خسر کوتیس تھا لیکن جس شخص کے ساتھ ارسطوفون کو خاص اُنس تھا وہ خاریس تھا۔ خاریس کی قوت و جرأت زباں زد خاص و عام تھی، اور تلواروں کے اُن نشانوں پر جو اُس کے جسم پر بنے ہوئے تھے ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا۔ وہ سپاہیوں کو میدان جنگ سے باہر ہر قسم کی آزادی دینے میں مضائقہ نہیں سمجھتا تھا اسی لئے اُسے اُس کے ماتحت بہت پسند کرتے تھے۔ اسی طرح کی عادت و خصلت کا شخص خاری دامُوس یا کن اور یوس تھا جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ہر حکمراں کی خدمت کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ یہ بھی ایفیکراتیس کی طرح کوتیس کا داماد تھا، اور اس کے انتقال پر اُس نے اپنے نسبتی بھائی کرسوبلیپ تیس کو تخت تھریس پر بیٹھنے میں مدد دی۔ ان دونوں نے مل کر ایتھنز کے خلاف جنگ آزمائی کی، اور جس وقت تک ایتھنزی فوج کی کمان کیفی سوذوتوس کے پاس تھی اس وقت تک انھیں کو کامیابی ہوتی رہی۔ لیکن جب خاریس نے خود سپہ سالاری کا جائزہ لیا تو اُس نے کرسوبلیپ تیس کو شہر کاردیہ کے علاوہ

باب ۱۵

تمام خرسونیز ایتھنز کے حوالے کرنے پر مجبور کیا[1]

لیکن واقعات کے نتائج تھریس کے ان اضلاع میں بالکل مختلف نکلے جہاں ایتھنزیوں کو فیلقوس سے دو چار ہونا پڑا۔ یہ وہ اضلاع تھے جو ایتھنزیوں کے لئے اس قدر تو اہم نہ تھے جیسے سواحل ہیلیپونت، لیکن چونکہ اُن کی عزّت و وقار معرض اخطر میں تھے اس لئے ایتھنزی اُن سے ہیلیپونت سے بھی زیادہ گویا چمٹے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایتھنز کے کہنے سے فیلقوس نے امفی پولس پر حملہ کیا۔ ایتھنزی ہمیشہ سے اس شہر کے دعویدار تھے، اور گو اُن کے اس دعوے کو تقریبًا ہر مملکت تسلیم کرنے کے لئے تیار تھی لیکن خود امفی پولس کے باشندے اس کا ابطال کرتے تھے، چنانچہ اُنھوں نے ایفیکراتیس اور تموویوس کے سے سپہ سالاروں کے مقابلے میں بھی اپنی آزادی کی حفاظت کی تھی۔ اب چونکہ ایتھنزی نہ تو اپنی قوت و جبروت سے اور نہ تدبّر و مراعات سے اس شہر پر قبضہ کر سکتے تھے اس لئے اُنھیں خیال پیدا ہوا کہ کیا اچھا ہو اگر فیلقوس اُس پر قبضہ کر کے اُسے ایتھنز کے حوالے کر دے، اور اس کے معاوضے میں ایتھنز کا حلیف شہر پیدنا، فیلقوس کے حوالے کر دیا جائے۔

---

[1] شیفر نے خاری داموس کا ذکر اپنی کتاب "دیموس تھنیس" ا، ۱۵۵ و ۱۹۱۲ میں کیا ہے تھریسی معاملات کی بابت ہماری سب سے بڑی سند دیموس تھنیس کی وہ تقریر ہے جو اس نے ارسطقراتیس کے خلاف دی تھی۔ ہوا یہ کہ ارسطقراتیس نے یہ غیر معمولی تحریک کی کہ خاری داموس کی حفاظت کا بند و بست کیا جائے اس کی مخالفت یوتھکلیس نے کی اور یہ تقریر دیموس تھنیس نے اسی کے لئے ۳۵۲ ق م میں لکھی تھی۔ منجملہ دیگر امور کے اس سے ایتھکا کے قانون تعزیرات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ نیز مقابلہ کرو اپولودوروس کی تقریر پولیکلیس کے خلاف (Dem. L.)، نیز اُس کی تقریر براق کا رہیہ خصوصا Dem. Ar. ۷۳ وغیرہ، اور شیفر "دیموس تھنیس" ا، ۱۲۴۔ تھریس کے جملہ قابل لحاظ واقعات پر ہوک نے اسی مضمون میں بحث کی ہے جس کا ذکر باب ۷ کے حواشی میں کیا جا چکا ہے۔

باب ۵۱

اس کے معنے یہ تھے کہ ایک ایسا شہر جو خود مختار بھی تھا اور ساتھ ایتھنز کا حلیف بھی ایک ایسے شہر کے معاوضے میں فیلقوس کے سپرد کر دیا جائے جو خود ایتھنز کا ماتحت بننا پسند نہیں کرتا تھا، اور چونکہ یہ کارروائی خلاف عقل بھی ہوتی اور شرافت کے اصول کے بھی منافی اس لئے اس عہد نامے کے اصل سے ایتھنزی شہریوں کو مطلع نہیں کیا گیا تھا اور عہد نامہ بھی خفیہ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ جب فیلقوس نے امفی پولس کے خلاف فوج کشی کی تو حقیقت حال سے ناواقف ہونے کے سبب سے وہاں کے باشندوں نے ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلایا، لیکن چونکہ ایتھنزیوں کو یہ امید تھی کہ فیلقوس یہ شہر فوراً ایتھنز کے حوالے کر دے گا اس لئے اُنھوں نے امفی پولس کو مدد دینے سے قطعی انکار کیا۔ اب (۳۵۷ ق م میں) فیلقوس نے امفی پولس کو مسخر کر لیا، لیکن بجائے اُسے ایتھنز کے حوالے کرنے کے نہ صرف خود ہی قابض رہا، بلکہ قبل اس کے کہ ایتھنز پیدنا اُس کے حوالے کرے اُس نے آگے بڑھ کر خود اُس پر بھی قبضہ کر لیا۔ جب یہ خبر بد ایتھنز پہنچی تو وہاں والے نہایت درجہ چراغ پا ہوئے اور ۳۵۷ ق م میں فیلقوس کے خلاف از سر نو لڑائی ٹھان لی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسقراطیس نے اپنے ہم بلدوں کو یہ یقین دلانا چاہا تھا کہ فیلقوس سے جنگ آزمائی کا کوئی خاص سبب پیدا نہیں ہوا، اور غالباً یہ درست بھی تھا۔ کم از کم اس میں شبہہ نہیں کہ فیلقوس سے ایتھنز نے مکاری سے جو وعدہ وعید کئے تھے اُن میں اب بہت بڑا سقم پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے ایتھنزی ایک برے قالب میں نظر آنے لگے اسکے بہت اہم اثرات پڑے جن کا شمار بعد میں کیا جائیگا۔[۵۳]

---

۵۳ امفی پولس کے قبضے کے لئے فیلقوس اور ایتھنز کی باہمی سازشیں تھیوپومپوس جزو ۱۸۹ میں مذکور ہیں۔ مقابلہ کرو دیودورس ۱۶، ۴۔ امفی پولس نے اولنتھوس کے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا۔ دیموس تھنیس "اولمپیائی" ۲، ۶ میں جس "راز" کا ذکر ہے وہ غالباً پیدنا کے متعلق ہوگا۔ اگر اس قسم کے خفیہ معاہدے کبھی ہوتے ہوں (اور زمانۂ حال کے مصنفوں کو اس سے

باب ۱۵ ایتھنز کے حلیفوں میں عرصے سے بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ لیگ کا ابتدائی مقصد

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ نہ باور کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی) تو فیلقوس سے زیادہ مورد الزام
ایتھنز ہی نظر آئے گا، اس لئے کہ جہاں فیلقوس نے کسی کو دھوکا نہیں دیا، وہاں ایتھنز نے
اندر ہی اندر اپنے ہاتھ پیدنا کے خلاف سازش میں رنگے، اور یہ اس وقت جب پیدنا ایتھنز
کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ مقابلہ کرو شیفر، "دیمس تھنیس" ۱/ ۱۰۲۔ اس غداری سے ایتھنز
کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے امفی پولس پر قبضہ کر لیا جائے۔ ممکن تھا کہ ایتھنز
اور امفی پولس کے مابین مخالفہ ہو جاتا لیکن اس سے ایتھنز کا مقصد حل نہ ہوتا۔ دیموس تھنیس
Peri parapr ۱۳۷ کے مطابق ایتھنز امفی پولس کو اپنا ماتحت تصور کرتا تھا، اور یہ
تخیل یونانی نوآبادیات کے قواعد کے بالکلیہ منافی تھا۔ چونکہ عین اس موقع پر انھیں غرسونیز
میں سپاہیوں کی ضرورت ہوتی اس لئے ان کے لئے اس شہر کو مسخر کرنا نہایت دشوار ہوتا،
چنانچہ انھوں نے اسے مسخر کرنے کا فرض فیلقوس کے سر تھوپا۔ باوجود اس بدیہی صورت حال
کے اس زمانے میں کوئی بھی ایتھنز کو اس دوہری غداری پر قابل الزام قرار نہیں دیتا۔ بلکہ
اس کے برعکس فیلقوس کو محض اس لئے بھلا بُرا بتایا جاتا ہے کہ اس نے ایتھنز کی مدد نہیں کی۔
فیلقوس پر دو سبب سے الزام رکھا جاتا ہے، ایک تو وعدہ کرنے کی وجہ سے اور دوسرے
اس وعدے کا ایفا نہ کرنے کی وجہ سے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وعدہ خلافی کی ابتدا اسی کی
طرف سے ہوئی ہوگی۔ واقعہ یہ ہے کہ فیلقوس اور ایتھنز کے مابین امفی پولس اور پیدنا کے متعلق
کوئی معاہدہ ہی نہیں ہوا؛ اس قسم کے معاہدے صرف ایتھنز کے شہری ہی کر سکتے تھے، اور
جن لوگوں نے اس کی بابت گفتگو کی تھی انھیں پیدنا کے قبضے کی وجہ سے عموم ایتھنز کے سامنے
شرائط معاہدہ پیش کرنے میں گویا شرم آتی تھی۔ جب معاہدہ ہی نہیں ہوا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر فیلقوس
پیدنا پر کیسے قبضہ کر لے۔ اس کا طریقہ یہ سوچا گیا کہ چند ایتھنزی اپنی خانگی حیثیت سے پیدنا پر
فریب کاری سے یک بیک حملہ کے بعد قبضہ کر کے فیلقوس کے حوالے کر دیں گے، اس لئے
کہ اگر یہ نہیں تو پھر فیلقوس کو تو شرائط کے بموجب امفی پولس ایتھنزیوں کے حوالے کرنا پڑتا لیکن اسے
اس کے معاوضے میں کچھ بھی نہ ملتا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اگر ایسا کیا جاتا تو ان حملہ آور خانگی ایتھنزیوں
کے ساتھ مملکت ایتھنز کس قسم کا برتاؤ کرتی؟ در حقیقت اس پر نظر کی جائے تو ان کی سزا موت سے

یہ تھا کہ مختلف اراکین متفق ہو کر اسپارٹا سے اپنا بچاؤ کر سکیں، لیکن اب یہ مقصد کسی کے پیش نظر نہیں رہا تھا، چنانچہ اب ایتھنز کے لئے مناسب یہی تھا کہ پہلے سے بھی زیادہ اپنے حلیفوں کے جذبات کا پاس و لحاظ کرتا۔ لیکن اس کے بجائے اس نے ان کے جذبات و احساسات کو بیدردی کے ساتھ ٹھکرادیا جس سے اس کے حریفوں اور مدمقابل دول نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ اپنے عروج کے زمانے میں تھبز نے حتی الامکان اسپارٹا کی مخالفت میں سازشیں کی تھیں، اور اب اس کام کا بیڑا اموسولوس والئ کاریہ نے اٹھایا جس نے حال ہی میں اپنا پائے تخت میلاسا سے اندرون ملک کے شہر ہالی کارناسوس کو منتقل کردیا تھا اور جس کا اثر نہ صرف کوس اور رھوڈز بلکہ خیوس پر بھی تھا۔ الغرض جب ایتھنز فیلقوس کے ساتھ از سرِ نو اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کے مٹی میں مل جانے کے بعد فیلقوس سے ازسرنو جنگ آزما ہوا تو اس کے غیر مطمئن اور بے چین حلیفوں نے خیال کیا کہ اب انھیں اس سے تعلقات ترک کرنے کا موقع ہاتھ آگیا ہے، چنانچہ نہ صرف انھوں نے بغاوت کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کسی طرح سے کم نہ ہوتی۔ ان اسباب کی بناپر اغلب امر یہ ہے کہ اول تو نام نہاد معاہدہ زبانی جمع خرچ سے زائد نہ تھا اور دوسرے خود ایتھنزی اس کا ایفا کسی طرح سے نہیں کر سکتے تھے۔ تھیوپومپوس ۱۸۹ کے مطابق ایتھنزیوں نے امفی پولس اور پیدنا کے متعلق دوہری غداری کی تحریک فیلقوس کے سامنے پیش کی، اور اس رائے سے ویسٹرمان (پاؤلی: "محیط المحیط" Westermann in Pauly's R E. ۵، ۴، ۱۴۱) تک اس سے متفق ہے کہ ایتھنز نے خانگی طور پر تبادلے کے ارادے کا اظہار کیا"۔ الغرض صرف ایک ہی بات باقی رہ جاتی ہے، وہ یہ کہ ایتھنزی فیلقوس کو ایک مشتبہ معاملے میں اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے، اور انھیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی، اور لطف یہ ہے کہ اس قصے کو مورخوں نے بھیڑیے کے بکری کو جال میں پھنسانے کے قصے سے تشبیہ دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فیلقوس ایتھنزیوں سے کہیں زیادہ چالاک تھا۔ امفی پولس کے متعلق اسیقراطیس کے خیالات کی بابت دیکھو Phil ۱، وغیرہ۔

باب ۱۵

اعلان کردیا بلکہ بیزنطہ کو بھی اپنا طرفدار بنالیا (۳۵۷ ق م)۔ لیکن ایتھنز اتنی آسانی سے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ تھا بلکہ اُس نے سیوموریا کے نظام کو تریارخیا پر منطبق کر کے اپنی بحری طاقت کو از سر نو منظم کرنے کا تہیہ کرلیا اور اپنا بیڑا میدان کارزار کی طرف روانہ کردیا۔ لیکن شومیٔ قسمت سے اس مہم میں ایتھنزیوں ہی کو شکست ہوئی اور اُن کے بہترین سپہ سالاروں کو بے وقت موت کا منہ دیکھنا پڑا۔ مثلاً پہلی ہی مہم میں خابریاس خیوس کے قریب مارا گیا۔ اس کے بعد دو مزید بیڑے روانہ کئے گئے، ایک تو ایفیکراتیس کی سرکردگی میں، جس میں اُس کا بیٹا مینیس تھیوس اور تمودیوس بھی موجود تھے، اور دوسرا خارتیس کی ماتحتی میں، اور ان دونوں کو حکم دیا گیا کہ باہم مل کر مہم سر کریں۔ لیکن دونوں بیڑوں کے سپہ سالاروں کی رائیں ایکدوسرے سے اس قدر مغائر تھیں کہ بالآخر خارتیس نے تنہا لڑائی لڑنا شروع کردی جس میں اُسی کو شکست ہوئی، جس پر محض اپنے بچاؤ کی غرض سے اُس نے اپنے ساتھی پر عدم تعاون کا استغاثہ دائر کردیا۔ گو اس کے بعد اُسے تمام مہم کا سپہ سالار بنا دیا گیا لیکن اُسے کسی قسم کی مزید کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ دشمن کو اچھے اچھے مواقع مل گئے، اور چونکہ ایتھنز سے رقم آنا بند ہوگئی اس لئے اُس نے خود بھی باغی ایرانی صوبہ دار ارتا بازو کی ملازمت اختیار کرلی اور اپنی اور اپنے ماتحتوں کی جیبیں بھرنا شروع کردیں۔ لیکن شاہ ایران کی شکایت پر ایتھنزیوں نے اُسے واپس بلالیا، اور جب انھوں نے دیکھا کہ باغی حلیف کسی طرح سے زیر نہیں ہوتے تو (۳۵۵ ق م میں) انھوں نے اُن کے ساتھ صلح کرلی اور اس طرح اس کوشش میں کہ اپنے حلیفوں کی تعداد میں اضافہ کریں اپنے پرانے رہے سہے حلیف بھی اپنے ہاتھ سے کھو دئے۔ رھوڈز اور بیزنطہ اتنے طاقتور ہوگئے تھے کہ وہ فطرتاً ایتھنز سے آزاد ہونا چاہتے تھے، چنانچہ چوتھی صدی ق م کے دوران میں انھوں نے بعض نہایت مشہور و معروف محاصروں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا؛ باقی ماندہ مقامات میں کوس کی مالی حالت اچھی تھی اور خیوس بھی آئندہ مستقل طور پر آزاد رہا۔ اس سے

باب ۱۵

معلوم ہوتا ہے کہ فریقین میں جو تنازعہ ہوا اُس کا ایک سبب فطری واقعات ماحول بھی ہے تھے۔ ان شہروں کی آزادی کے بعد بھی ایتھنز کے تھوڑے سے بہت حلیف باقی رہے جو اُسے سالانہ ۴۵ تالنت خراج ادا کیا کرتے تھے[۱]۔

اس جنگ سے بہت سے نتیجے نکلے۔ سب سے پہلے تو

[۱] ہمیں جنگ حلفا کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ دیودوروس نے جن واقعات کا اعادہ کیا ہے (۱۶، ۷، ۲۱، ۲۲) وہ اصلی واقعات نہیں ہیں، اور دیموس اور دوسرے خطابوں کی تقاریر میں زیادہ مواد نہیں ملتا۔ زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے دیکھو ہوک ۱، ۱، ۳۹ وغیرہ؛ کیوہلر Koehler Athen Mitth. ۶، ۲۱، سلوبت کیلئے بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا" Beloch Att Politik صفحہ ۱۶۲ وغیرہ۔ حلیفوں کی خدمات کی کیفیت کے لئے پلوٹارک: "حیات فوکیون" Plut Phoc ۱۱؛ ایسقراطیس: "صلح" Isocr De Pace ۲۹؛ شیفر: "دیموس تھینیس" ۱، ۱۶۷، ۱۶۸۔ دیودوروس کے خلاف واقعہ اندراجات؛ ایضاً ۱۷۰۔ ارتابازو کے یہاں خاریس کی ملازمت، دیودوروس ۱۶، ۲۲؛ پلوٹارک Arat ۱۶، اور منجملہ دوسرے مورخوں کے شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۷۲۔ موسولوس کو دیودوروس ۱۵، ۹۰۔ کوس کی اہمیت، دیودوروس ۱۵، ۷۶۔ تریا رخیائی اصلاح، شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۶۷، ۱۶۸۔ ایتھنز نے اس جنگ میں "حماقتانہ انداز سے" ایک ہزار تالنت خرچ کر دئے، ایسقراطیس: Areop ۱۔ ایتھنزیوں کو اب بھی خراج سے ۴۵ تالنت کی آمدنی ہوتی تھی، دیموس تھیس Cor. ۲۳۴۔ ان بلدیات کی فہرست جو ہمارے علم کی حد تک ایتھنز کا ساتھ دئے جاتے رہے، شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۵، ۷، ۱؛ لیکن چونکہ اُس کے حوالہ جات محض سرسری ہیں اور ان بلدیات اور ایتھنز کے باہمی تعلقات یکساں نہیں رہے اس لئے اُس فہرست سے ۳۵۵ ق م کے بعد لیگ کی وسعت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بیلوخ (سیاسیات اٹیکا ۳۶۴) کے بموجب ۳۵۶ ق م یا ۳۵۵ ق م میں سپہ سالاروں کی برخاستگی عمل میں آئی اور اس کے بعد فوراً ان پر مقدمے قائم کئے گئے؛ لیکن اکثر مورخوں کے نزدیک دائرۂ مقدمات میں ذرا دیر لگی ہوگی۔

باب ۱۵

اُن سپہ سالاروں کو، جنھیں خاریس نے موردالزام قرار دیا تھا، سزا دی گئی۔ تمودیوس، جس پر ایک سو تالنت جرمانہ کیا گیا، ایتھنز چھوڑ کر خالکس چلا گیا جہاں تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا۔ ایفیکراتیس اور ہیتیس تھیوس بری ہو گئے، لیکن ایفیکراتیس بھی اس کے بعد زیادہ دن تک زندہ نہیں رہ سکا۔ ان کے بعد ایتھنز کے سپہدار یا تو خاریس اور خاری داموس کی طرح ادنیٰ درجے کے رہبران جنگ تھے ورنہ فوکیون کی طرح مقبول عام نہ تھے۔ اس جنگ ہی کی وجہ سے ارسطوفون کو زوال ہوا اور اب وہ رہبری عوام کے عہدے سے کنارہ کش ہو گیا۔ اس کی جگہ یوبولوس نے لی، اور اُس نے فوراً یہ بھانپ لیا کہ ایتھنز کی عظمت محض جنگ کی وجہ سے قائم نہیں رہ سکتی بلکہ اب بہتر یہی ہے کہ مملکت کے وسائل کی خاص طور پر نگرانی رکھی جائے، چنانچہ وہ فیلقوس کے خلاف صرف اُسی وقت جنگ آزما ہوا جب یہ اُس کے لئے بالکل ناگزیر ہو گیا بلکہ شاید بہتر تو یہی ہوتا کہ اس جنگ سے کلیتہً کنارہ کشی اختیار کر لی جاتی۔ ممکن ہے کہ ہمارے اس خیال پر اس نظر سے نکتہ چینی کی جائے کہ حلیفوں سے جو صلح کی گئی وہ صرف اسی لئے کہ فیلقوس کے ساتھ جنگ ذرا زیادہ شدت کے ساتھ جاری رکھی جائے؛ لیکن اگر مقصد یہ تھا تو اُسے پورا نہیں کیا گیا۔ ۳۵۵ ق م سے ۳۴۶ ق م تک جو لڑائی جاری رکھی گئی وہ دوسری لڑائیوں سے اس لئے مختلف تھی کہ اُس سے کوئی خاص نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔ بجائے ایک ایسے تیز بخار کے مشابہ ہونے کے جس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ جلد نکل آتا ہے، وہ ایسی تپ دق کی مانند تھی جو خفیف ہونے کے باعث بالکل غیر محسوس ہوتی ہے لیکن جس سے بیچارے مریض کی قوت لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد ایک اور جنگ بالکل ناگزیر ہو گئی، اور یہ ایتھنز کے لئے اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئی۔ اگر فیلقوس نے تھرموپلی پر حملہ کر کے اس جنگ کو ختم نہ کر دیا ہوتا تو شائد اُس کے اور ایتھنز کے مابین جنگ برابر جاری رہتی اور گو اس میں رفتہ رفتہ مقدونیہ کا پلڑا ہی بھاری ہوتا جاتا تاہم اس کا عرصہ دراز تک

بلشہ۱ کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہ نکلتا۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زمانۂ حال میں یوبولوس کے ساتھ ذرا بے انصافی کا برتاؤ کیا جاتا ہے، اور میں نے اس امر پر اپنے حواشی میں زور دیا ہے[شہ۵]

شہ۵ یوبولوس و تھیوری کون:۔ اس باب کے متن میں میں یوبولوس پر کافی بحث نہیں کر سکا۔ اس لئے کہ کسی جامع تاریخ یونان میں اسے کالیستراتوس یا ارسطوفون سے زیادہ جگہ نہیں دی جا سکتی۔ لیکن حواشی میں اُس کی شخصیت کے ذرا گہرے مطالعے کی ضرورت ہے۔ یوبولوس کی شخصیت کو زمانۂ حال کی تحقیقات نے بہت کچھ ممتاز کر دیا ہے گو ہمارے نزدیک وہ اس امتیاز کا مستحق نہیں ہے۔ کچھ عرصے سے یوبولوس کو "بد قسمت مدبّر" کا خطاب دیا جانے لگا ہے (پاؤلی: "محیط المحیط"، ا، ۱۶۳۴) جس کی وجہ سے دیموس تھینیس سے اُس کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور دونوں کے مابین تبائن دکھایا جاتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر تغیر کا ہے اور اس کا مدار مفصلۂ ذیل پر ہے۔ (۱) تھیوپومپوس کی رائے (۲) ایک قانون جسے یوبولوس کا پیش کردہ بتایا جاتا ہے اور انتظام تھیوری کون جو اُس کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے (۳) اُس کے افعال کی تنقیح۔ میں ان امور پر مفصلۂ ذیل ترتیب سے بحث کروں گا۔

(۱) تھیوپومپوس کے وہ فقرات جن کا اقتباس Ath ۴، ۱۶۶ اور ہارپوکراتیس: "یوبولوس" (اجزائے ۹۵ و ۹۶، میولر) میں مندرج ہیں، دونوں میں سے کسی سے تھیوپومپوس کے الفاظ کا مطلب صاف نہیں معلوم ہوتا؛ لیکن یہ یقیناً تھیوپومپوس ہی ہوگا جس نے یوبولوس کو عیش پرست" بھی کہا اور ساتھ ہی ساتھ "محنتی" بھی؛ کم از کم تھیوپومپوس نے یوبولوس کے عہد کے ایتھنزیوں کو "عیش پرست اور حریص" ضرور کہا اور یہ بھی کہا کہ اس زمانے میں ایتھنزی اہالیان تارنتوم سے بھی بدتر تھے اس لئے کہ تارنتوم والے تو شراب نوشی اور شکم پُری پر ہی اکتفا کرتے تھے، لیکن ایتھنزی تو "خزانۂ عامّہ کی دست بُرد سے بھی محفوظ نہ تھے"۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تھیوپومپوس کو عمومیت سے فطری تنفر تھا اس لئے اُس کی رائے قابل وثوق نہیں کہی جا سکتی؛ اُس نے ایتھنز اور تارنتوم کے مابین جو مقابلہ کیا ہے وہ بالکل لغو ہے" اور در حقیقت ایتھنز میں عیش و عشرت کے باعث لوگوں کی عادت میں کسی قسم کی ڈھیل

باب ۱۵

فیلقوس نے جنگ حلفا کے اثنا میں اپنے معاملات کی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ پڑنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایتھنزیوں پر "نامردی اور بے پروائی" کا الزام اتنا ہی بے بنیاد ہے جتنے تھیوپومپوس کے وہ فقرے جن کا اقتباس جسٹن ۶، ۹ میں دیا ہوا ہے۔ الغرض عموماً ایتھنز پر صرف یہ الزام لگایا جا سکتا ہے کہ وہ روپیہ وصول کرتے تھے۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ فارقلیس کے زمانے سے برابر یہ سلسلہ چلا آتا تھا۔ چنانچہ اگر یوبولوس کے خلاف کوئی الزام لگایا جا سکتا ہے تو یہی کہ اُس نے اس قدیم رواج میں اور بھی خرابیاں پیدا کر دی تھیں، لیکن تھیوپومپوس سے ان خرابیوں کا ثبوت مانگا جاتا ہے تو وہ بالکل خاموش رہتا ہے۔ بلا شبہہ شیفر (" دیموس تھنیس" ۱، ۲۰۰) کے نزدیک "یوبولوس سے پہلے، غالباً حصۂ رسدی میں اعتدال برتا جاتا تھا .... بجٹ خارج از بحث تھی ... . یوبولوس نے مملکت کی آمدنی میں معتدبہ اضافہ کیا .... بجائے اس کے کہ آئندہ جنگ کے اخراجات کے لئے بجٹ میں سے رقم مدّ محفوظ میں منتقل کی جائے یا اس میں سے فیلقوس کے خلاف جنگی تیاریوں میں خرچ کیا جائے، یوبولوس نے غالباً اپنے عہدے کے پہلے ہی سال کے اختتام پر یہ سب روپیہ عید دیونی سیہ کے موقع پر محض تفریح پر خرچ کر دیا" اس فقرے کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کا کم از کم ایک حصہ محض قیاس پر مبنی ہے، اور جو امر واقعے کے طور پر درج کئے گئے ہیں اُن کے لئے صرف فلی نوس کا حوالہ کافی سمجھا گیا ہے Harpocr Theorica ! لیکن اگر ہم اس کی ورق گردانی کریں تو ہمیں صرف یہ ملے گا کہ یوبولوس نے پہلے قاعدے کے مطابق عمل کیا، یعنی اُس نے عوام میں "زرِ عید" تقسیم کر دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ قطعی طور پر کوئی خاص جدّت یوبولوس کی طرف منسوب نہیں کی گئی، لیکن اگر اُس کا نام اس سلسلے میں لیا گیا ہے تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے پردے میں کوئی اور امر بھی پوشیدہ ہوگا، بلکہ اس سے صرف اقتباس دینے والے مصنف کی حماقت ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کی رائے ہے کہ فی نفسہٖ لفظ تھیوری کون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یوبولوس سے کوئی نہ کوئی حرکت ضرور سرزد ہوئی ہوگی، گویا کہ لفظ "تھیوری کون" کی ابتدا یوبولوس سے ہی ہوئی تھی! الغرض اس بیان سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا، اور ہم نے شیفر کا جو اقتباس دیا ہے اُس کی کوئی دوسرا متن تائید نہیں کرتا۔ لیکن اب ہم ایک ایسے امر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو

نگرانی نہایت عمدہ طور پر کی تھی۔ اُس نے اپنی تمام تر توجہ خالکدیس کے

باب ۱۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جو اس سے زیادہ اہم ہے۔" ورنیٰ دیموس تھنیس "(۵۹ ق ۴) کے بموجب اپولودوروس نے ۳۵۰ ق م میں تحریک کی کہ "رقوم عامہ میں سے روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کیا جائے" اور اُسے عموم ایتھنز نے منظور بھی کرلیا؛ لیکن جس زمانے میں یوبولوس رہبر عوام تھا اُس وقت اس قرارداد کو مسترد کردیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ یوبولوس وطن پرستانہ اصلاحات کا مخالف تھا۔ اول تو ہم اس قرارداد کے سلسلے میں یوبولوس کے کسی فعل کا ذکر تک نہیں پاتے، دوسرے (اور یہ امر باوجود نہایت درجہ اہم ہونے کے نظر انداز کردیا جاتا ہے) اس تحریک کا مقصد صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مروجہ قانون کا انطباق کیا جائے جس کے بموجب رقمی بچت کو جنگ کے زمانے میں سپاہیوں پر صرف کرنا چاہیئے تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنگ تو ضرور تھی لیکن آیا بچت بھی تھی یا نہیں۔ اس کا جواب وثوق سے نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ دیموس تھنیس (۳۹، ۱۷) کے مطابق اس سال (یعنی بلاس ا، ۲۸۸ کے بموجب ۳۴۸ق م میں، دوسروں کے نزدیک ۳۵۱ق م) میں اراکین ہیلیائیہ کی تنخواہیں بر آئندہ تھیں۔ بدیں سبب جو مفروضہ سب سے زیادہ قابل قبول ہے وہ یہی ہے کہ جونہی ایتھنزیوں نے دیکھا کہ اپولودوروس کی تحریک کے مطابق عمل درآمد بالکل ناممکن ہے تو انھوں نے اُس شخص کو، جس نے یہ بظاہر نہایت نفیس لیکن بالکل ناممکن العمل تحریک پیش کرکے اُنہیں دھوکے میں ڈالا تھا، اور جو ساتھ ہی ساتھ بدنام بھی تھا، اپنا نشانۂ ملامت بنا کر سزا دے دی۔ اس سے یوبولوس کی مفروضہ خراجی سے مطلق کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۲) یوبولوس کو اس لئے بھی بُرا بھلا کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے وہ قانون منظور کردیا جس کے بموجب جو شخص اس کی تحریک کرتا کہ "تھیوریکا" "ستراتیوتیکا" ہوجائے (یعنی بجائے اس کے کہ غربا کو روپیہ تقسیم کیا جائے وہ سپاہیوں کو بانٹا جائے) وہ سزائے موت کا مستحق گردانا جاتا۔ لیکن اب یہ امر مسلمہ ہے کہ ایسا قانون کبھی منظور نہیں کیا گیا، اور اُس کا وجود محض دیموس تھنیس کی تقریر "اولنتھوس" ۳، ۱۲، کے لفظ "اپولستھائی" ("قتل کرنا"، "برباد کرنا") کی وجہ سے فرض کرلیا گیا تھا؛ لیکن یہاں یہ لفظ محض استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اس امر کو بالکل نظر انداز

باب ۵۱　شہروں کی طرف مبذول کی تھی جو سب کے سب امفی پولس اور پیدنا کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کر دیا جاتا ہے کہ چونکہ دیموس تھنیس کی تحریر (۵۹، ۴) کے بموجب ایک قانون ایسا موجود تھا جس کی بنا پر بچت کا روپیہ بجائے غربا کے سپاہیوں کے خرچ میں آنا چاہیئے تھا اس لئے اس کے بعد یوبولوس کا مفروضہ قانون بالکل ناممکنات سے ہو جاتا ہے ۔ یوبولوس کے خلاف ایک اور الزام بھی عائد کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ تھیورکیون کے افسروں کے سپرد اس کے علاوہ دوسرے فرائض بھی کر دئے تھے، اور جس فقرے میں یہ مندرج ہے (ائس خنیس: "کتے سی فون" ۲۵) اس سے یہ بھی استناج کیا جاتا ہے کہ یوبولوس ضرورت سے زیادہ روپیہ عیدوں اور تہواروں پر خرچ کرتا تھا، اور اس کا اس فقرے میں مطلق پتا نہیں ملتا ۔ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس فرض کی انجام دہی انھیں اختیارات کے ساتھ خود دیموس تھنیس نے بھی کی، اور یہ اس زمانے میں جب خود کتے سی فون نے اُسے سدا بہار کا ایک کمیر البلد انعام کے دئے جانے کی تحریک کی تھی، اور یہ وہی کتے سی فون ہے جسے مالیاتی اصول میں دیموس تھنیس کا مدمقابل سمجھا جاتا ہے ۔ بدیں سبب جب ہم شیفر کی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ یوبولوس نے "تعطیلات کی تعداد میں اضافہ کیا" (دیموس تھنیس" ۱، ۲۰۱) یا یہ کہ "اُس نے خزانے سے روپیہ لے کر تقسیم کیا" اور اس طرح گویا "ہر دل عزیزی مول لی" (۱، ۲۰۴) تو ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ حقیقی واقعات نہیں بلکہ مصنّف کی ذاتی رائے کا محض پرتو ہیں ۔ اس کے برعکس کون سے ایسے واقعات ہیں جن کا ہمیں علم ہے ؟ شیفر: "دیموس تھنیس" (۱، ۲۰۴) کے مطابق جہاز تعمیر کئے، سوارے کو منظم کیا، بری اور بحری افواج میں اضافہ کیا، سرکاری گودام بنوائے اور ساکر پولس کی تزئین کی ("دیموس تھنیس" ۱، ۱۹۲) ۔ ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے سرکاری روپیہ بجائے فوجی تیاری کے محض لوگوں کی تفریح طبع میں صرف کیا ہوگا ؟ اس کا فرض تھا کہ وہ عیدوں اور تہواروں کا انتظام کرے، اور اُس نے (غالباً دیموس تھنیس کی طرح) اس فرض کو ادا کیا ہوگا ۔ (واضح ہو کہ معالمہ ہار پالوس میں دیموس تھنیس نے اپنے بچاؤ کی خاطر یہ ظاہر کیا کہ اُس نے تھیورک کون پر بیس تالنت صرف کئے ہیں ؛ دیکھو آگے ۔)
جب خود اُس روپے سے بالکل معرا تھا اُس وقت دیموس تھنیس فخریہ کہہ سکتا تھا کہ میں نے تہواروں پر بیس تالنت کی خطیر رقم صرف کی ہے، اور اس پر آج کوئی فرد بشر انگشت نمائی کے لئے

مابین واقع تھے، اور اب اُس نے شہر اولنتھوس کی طرف، جو ان بلدیات کا | باب۵۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تیار نہیں ہوتا، لیکن باوجود بیوت کے فقدان کے یوبولوس لوگوں کی تفریح طبع پر رقمی بجبت خرچ کرنے کا ملزم گردانا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جہاں تک تھیوریکون کا تعلق ہے، یہاں گروٹ کی نہایت صائب رائے کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے (جلد ۹، صفحہ ۳۴۴، لندن ۱۸۸۸ء)، وہ یہ کہ "تفریح طبع" یونانیوں کے لئے ایک مذہبی رکن تھا" (ہیروڈوٹس ۹، ۷: "لہو و لعب")۔ شیفر کے مفصلۂ ذیل فقروں سے معلوم ہو جائے گا کہ بیچارے یوبولوس کو کس طرح ہر بات میں نشانۂ ملامت بنایا جاتا ہے (شیفر: "دیموس تھنیس" ا، ۲۱۳): "یوبولوس کی حکومت کا خاصّہ ہے کہ کوئی امر عام جس کی اُس نے ابتدا کی تھی، کبھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا، اور یہ لیکرگوس ہی کی اُن انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بالآخر بحری سلح خانہ اور دوسری اہم تعمیریں مکمل ہوئیں۔ لیکن خود شیفر ("دیموس تھنیس" ۲، ۵۲۸) کہتا ہے کہ ۳۹۹ ق م میں بحری گودیوں اور اسلحہ خانے کی تعمیر "دیموس تھنیس" کی تحریک پر ملتوی کر دی گئی اور اس التوا سے سالانہ دس تالنت کی بچت ہوئی؛ تاہم ان امور عامّہ کی عدم تکمیل کا الزام یوبولوس ہی کے سر تھوپا جاتا ہے۔ جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوبولوس انتظام مملکت میں اس درجہ ہوشیاری برتتا تھا کہ جہاز سازی کے لئے جو لکڑی اُس نے خریدی تھی اُس کا حسابات میں عرصۂ دراز تک اندراج رہا تو پھر نکتہ رس مورخ اُسے "ایک نہایت تعجب انگیز واقعے" سے تعبیر کرتے ہیں (شیفر، ا، ۲۱۳)۔ بلا شبہہ اس واقعے کا اس خیالی یوبولوس کی طرف منسوب کرنا جس کی فرضی تصویر کھینچی گئی ہے، نہایت تعجب آمیز ہے، لیکن جو حقیقی یوبولوس گزرا ہے اُس کے سب کارنامے اسی پائے کے ہیں۔

(۳) اب ہم یوبولوس کے دوسرے کارناموں کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اُس نے مہم یوبیہ کی تائید کی جس کے باعث ایتھنز کا روپیہ اور سپاہی دونوں کام آئے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علاوہ عیدوں اور تہواروں کے اُس نے دوسرے مدات میں بھی روپیہ خرچ کیا۔ دیموس تھنیس شروع ہی سے اس مہم کا مخالف تھا، اور اُس کے

باب ۵۱ | گویا رہبر تھا، اپنی دوستی کا ہاتھ پھیلایا۔ لیکن بجائے اس کے کہ اولنتھوسی اُسے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہمنوا اُس کے اس اصول کی تائید کرتے ہیں (شیفر ۲، ۹۷) "اس کا مقصد یقیناً یہی ہوگا کہ خود سر کا ساتھ دینے کے بجائے ایتھنزی باشندگان خالکس کا ساتھ دیں۔" لیکن خالکس والے پہلے ہی سے اس مہم کی تائید کر چکے تھے (شیفر ۳، ۸۰) اور اگر ایتھنز کا مفاد اسی میں تھا تو یہ کسی حالت میں قابل الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا تھا۔ یوبولوس کے دوران حکومت میں ایتھنزیوں کو فیلقوس کے خلاف ایسی کامیابی ہوئی جس کا ثانی ملنا ناممکن ہے یعنی اُس نے ۳۵۲ ق م میں ایتھنزی بیڑا تھرموپلی روانہ کیا جس کی وجہ سے فیلقوس کو گویا یونان کے دروازے پر ہی رک جانا پڑا اور اُس کی آخری فتح مندی گویا چھ سال کے لئے معرض التوا میں پڑ گئی۔ دیموس تھنیس سے یقیناً ایسا کوئی کارنامہ سرزد نہیں ہوا۔ یہ امر اب قطعی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اس مہم کا اصلی محرک یوبولوس ہی تھا اس لئے کہ وہی اُس زمانے میں عموم ایتھنز کا رہبر تھا، اور پلوٹارخ (۲۱۸) اس کو یوبولوس کی طرف ملا غل وغش منسوب کرتا ہے۔ لیکن شیفر کی رائے یہ ہے کہ اس مہم کی تحریک ایک شخص دیوفانتوس نے کی تھی، جسے دیموس تھنیس (peri parapr. ۷ ۹۳ م) کالیستراتوس اور سولون کے ساتھ ساتھ "تنومند" کا لقب دیتا ہے۔ اب شیفر کہتا ہے کہ یہ لفظ یقیناً اسی مہم کے متعلق ہے جس کی بابت دیوفانتوس نے قرار داد شکریہ کی تحریک کی تھی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس کی تحریک یوبولوس نے نہیں کی۔ اسکا جواب شیفر یہ دیتا ہے کہ "اس مہم کے اخراجات زیادہ ہوجانے کی وجہ سے "یوبولوس نے "مشکل سے" اُس کے موافق اپنی رائے دی ہوگی۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ مفروضہ یوبولوس کی بابت یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے، لیکن واقعی یوبولوس کا قصہ ہی دوسرا ہے۔ جب دیموس تھنیس کرسوبلیپ تیس کے مخالفوں میں سے تھا اُس وقت یوبولوس نے اُس سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن مسئلہ جات تسریس کی بابت مختلف آرا کا ہونا بالکل ممکن تھا، اور خود دیموس تھنیس نے بھی بالآخر اپنی رائے تبدیل کر دی، لہذا محض کرسوبلیپ تیس کا ساتھ دینے کی وجہ سے ہم یوبولوس کو قابل ملامت نہیں قرار دے سکتے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ ۳۴۸ ق م میں یوبولوس نے

نظر استحسان سے دیکھیں وہ اسے فیلقوس کی چالبازی پر محمول کرنے لگے اور

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ فیلقوس کے خلاف ایک لیگ قائم کرنے کی کوشش کی، اور یہ ایسا امر ہے کہ اگر اُس کے نقاد بھی اسے پیش نظر رکھتے تو وہ بھی اُس کے معترف ہو سکتے، لیکن نہیں! وہ کہتے ہیں کہ کام تو اچھا تھا لیکن نیت ضرور بری تھی۔ اشپنفز (۲، ۱۷۹) کے بموجب یوبولوس صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ "باقی تمام یونانیوں کو ایسی جنگ میں کھینچ لے جائے جس کا بار ایتھنز کے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہو گیا تھا اور جس کا نتیجہ روز بروز زیادہ خوفناک نظر آتا تھا"؛ چنانچہ ایسے نقادوں کے نزدیک اس سے یوبولوس کی علو ہمتی نہیں بلکہ عین خود غرضی ظاہر ہوتی ہے۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ خود غرضی سہی، لیکن یوبولوس کے برسر حق ہونے میں تو کسی قسم کا کلام نہیں۔ ہم صرف اسی وقت تو کسی دوسرے کی مدد کے طالب ہوتے ہیں جب ہم خود اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے؛ کم از کم یہ دیموس تھنیس کی رائے ضرور ہے (De Corona ۳۰۱)۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلے کی طرح اس موقع پر بھی یوبولوس نے اپنے آپ کے وطن پرست شہری ہونے کا ثبوت دیا۔ ہم اس کے علاوہ اس امر سے واقف ہیں کہ سفیروں کے مقدمے میں وہ آئس خینیس کا طرفدار تھا، اور اس کے باوجود دیموس تھنیس نے اُس کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک کیا (De Corona ۱۶۲)۔

میرا خیال ہے کہ بحث مندرجۂ بالا میں میں مفصلۂ ذیل امور ثابت کرنے میں کامیاب ہوا ہوں:- (۱) یوبولوس نے تھیوریکون کے ساتھ وہی سلوک کیا جو دوسرے رہبران قوم نے (جن میں خود دیموس تھنیس شامل تھا) کیا۔

(۲) فوجی تیاری میں یوبولوس نے دیموس تھنیس کے برابر بلکہ بصیرت دکھائی۔

(۳) ۳۵۲ ق م میں یوبولوس نے فیلقوس کو یونان میں داخل ہونے سے روک کر اس پر واحد کاری زخم لگایا۔

(۴) دوسرے معاملات میں بھی یوبولوس نے فیلقوس کے خلاف اور ایتھنز کے موافق عمل کیا۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ یوبولوس کا مقابلہ تیز فہم اور تیز طبیعت دیموس تھنیس سے کیا جائے۔ اگر بیلوخ وغیرہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یوبولوس کا طرز عمل فی الحقیقت

باب ۵۱

فیلقوس کے خلاف ایتھنز سے مدد مانگی[۵۶]

لیکن ۳۵۷ ق م میں ایتھنزیوں نے اس مخالفے کو بھی مسترد کردیا، چنانچہ اولنتھوس نے فیلقوس کے ساتھ صلح کرلی جس کے معاوضے میں اُس نے اولنتھوسیوں کو شہر انتھےموس حوالے کردیا اور انھیں یہ پاٹ لگائی کہ وہ پوتی دیہ بھی اُن کے حوالے کردے گا۔ چونکہ ایتھنزی خود تو جنگ حلفا کے باعث فیلقوس کے خلاف جنگی تیاری کما حقہٗ نہیں کرسکتے تھے اس لئے اُنھوں نے کتری پورس ساکن تھریس، پایونی لی کائیوس اور بعض دوسرے فرماں رواؤں کو اُس کی مخالفت کے لئے آمادہ کیا، لیکن ان میں سے کسی نے کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا۔ اس کے برعکس فیلقوس نے بہت کچھ چلت پھرت دکھائی اور پوتی دیہ پر قبضہ کرکے اُسے اولنتھوس کے حوالے کردیا۔ اُدھر جب کرے ندیس نے، جو دریائے استریمون کے مشرق میں زردار پہاڑوں میں تھاسوسیوں کا آباد کردہ ایک مقام ہے، بربریوں کے حملے سے خوف زدہ ہوکر فیلقوس سے اُن کے مقابلے کے لئے مدد مانگی تو اُس نے اس موقع کو غنیمت جان کر فوراً اُس پر قبضہ کرلیا اور اُسے ایک شہر کا رتبہ دیکر اُس کا نام فلیپائی رکھ دیا (۳۵۶ ق م) اس کے بعد اُس نے اُس نواح کے سونے کی کانیں کھدوانا شروع کیں جن سے اُس کی آمدنی میں ایک ہزار تالنت سالانہ کا اضافہ ہوگیا۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ انصاف پر مبنی تھا اور گو اُس میں نفس کُشی اور جزرسی کا عنصر غالب تھا Plut praec. polit ۱۵) تاہم مدافعت کے وقت اُس میں خود رائی اور تشدد کی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی، تو اُس کے جواب میں میں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یوبولوس کو مجرم گرداننے والوں نے قابل قبول الزام اُس پر نہیں رکھا ہے، اور اُس عہد کی تاریخ پر ان حواشی میں ذرا تفصیل سے بحث کرنے میں میرا یہ بھی خیال ہے کہ میں نے اُس عہد کی جو تصویر کھینچی ہے وہ فی نفسہٖ قابل قدر ہے۔

[۵۶] اولنتھوس کے لئے دیکھو تقاریر دیموس تھنیس، نیز لیبانیوس کی تمہید اور زمانۂ حال کے مصنفین کی تفسیریں (خصوصاً وائل Weil) مقابلہ کرو شیفر "دیموس تھنیس" ۲، ۲۳۔

اتفاقاً اس نواح میں نہایت عمدہ لکڑی کے جنگل تھے، اور یہاں سے لکڑی درو کرا کر اُس نے ایک بیڑا تیار کیا جن کے ذریعے سے اُس نے نہ صرف ایتھنز کی تجارت کو سخت نقصان پہنچایا بلکہ بحری قزاقوں کو گرفتار کر کے ساحلی علاقے میں اپنی شہرت میں چار چاند لگا دئے۔ اُس نے مشرق میں آبدیرا اور مارونیہ پر اور مغرب میں (۳۵۲ ق م میں) میتھونے پر قبضہ کر لیا، اور اب قرب و جوار کے علاقوں میں صرف خالکدیس ہی ایسا تھا جو اُس کی سیادت کو ہنوز تسلیم نہیں کرتا تھا[۵]

---

۵ سکس Six نے لیکائیوس کے سکوں پر، جو اس وقت تک موجود ہیں، بحث کی ہے؛ "جریدۂ مسکوکیات" Numis Chr لندن ۱۸۷۵ء۔ ایک اٹیکائی نوشتے میں اس کا نام لیپائیوس لکھا ہے Eph Arch ۱۸۶۴ء صفحہ ۴۱۵) سکس نے لیکائیوس اور اُس کے پایونی جانشینوں کی مفصلۂ ذیل تفصیل دی ہے:۔ لکائیوس تقریباً ۳۵۹ ق م تا ۳۴۰ ق م؛ پتراؤس تقریباً ۳۳۹ ق م تا ۳۱۵ ق م؛ اودولیون تقریباً ۳۱۵ ق م یا ۲۸۶ ق م۔ کتری پورس کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۲۷؛ ڈٹن برگر کا مضمون "ہرمیس" ۱۴، ۲۹۸ میں؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۶۶ (ب) = ڈٹن برگر ۸۹؛ اور ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head . H N ۱۴۱-۲۔

فیلقوس کے قبضۂ پوتی دیہ اور اُس کے اولنتھوس حوالے کرنے کے قضیے کے لئے دیکھو وہ فقرے جن کا اقتباس شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۴، ۲۵ میں دیا ہوا ہے نیز دیموس تھنیس "Halonn" یہ شکایت کرتا ہے کہ ۳۵۶ ق م میں فیلقوس نے اُن ایتھنزیوں کے "مملوکات" پر جو پوتی دیہ میں رہتے تھے، قبضہ کر لیا، ورنہ جیسا شیفر (۱، ۱) تسلیم کرتا ہے، اُس نے اُن کے ساتھ عمدہ سلوک کیا تھا۔ نیز دیکھو باب ۷، ۱، حاشیہ ۲۔

فلیپائی کے قیام کیلئے استیفان ساکن بیزنطہ کا مضمون "فلیپائی"، دیودورس ۱۶، ۸ اور دیگر اقتباسات جن کا اندراج شیفر ۲، ۲۰ میں ہے۔ فیلقوس نے جو بھری ڈاکے ڈالے اور الونےسوس وغیرہ پر قبضہ کیا اس کے لئے دیکھو شیفر ۲، ۲۸، ۲۹؛ مارونیہ کے لئے دیموس تھنیس ۲۳، ارسطقراتیس ۱۸۳؛ میتھونے کیلئے دیودورس ۱۶، ۳۱، ۳۴؛ شیفر ۲، ۲۰۔

ایتھنزی اور فیلقوس تھریس میں؛ ہوک Hoeck ۱، ۱ صفحہ ۲۰ وغیرہ۔

ان واقعات سے دو نتائج ظہور پذیر ہوئے، یعنی اول تو اُن کی وجہ سے اتیھنز کی قوت میں بدیہی زوال اور دوسرے مقدونیہ کے اثر میں بدیہی عروج کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ ان سے یہ ثابت ہوگیا کہ اتیھنز کی سی عمومیت مطلق، خواہ وہ شہریوں کی آزادی کی کتنی ہی محافظ کیوں نہ ہو، فن حرب کی ترقی یافتہ شکل کی وجہ سے دنیز اس امر کے باعث کہ بازار کو مرکز تدبر و تدبیر نہیں بنایا جا سکتا، اب اس قابل نہیں رہی تھی کہ وہ کسی مستقل حکمت عملی کو پورے زور کے ساتھ جاری رکھ سکے یا کسی ہوشیار اور زیرک بادشاہ کا کامیابی سے مقابلہ کر سکے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یونان کی اندرونی کیفیات میں مزید زوال آگیا تو یہ صورت حال اور بھی زیادہ عیاں ہو جائیگی اور ۳۵۲ ق م (یعنی جہاں تک ہم نے اسی باب میں تاریخ بیان کی ہے) وہ سال ہے جب یہ زوال بالکل صاف ظاہر ہونے لگا۔

یادداشت متعلقہ باب پانزدہم

تاریخ عہد فیلقوس (۳۶۰ ق م تا ۳۳۶ ق م) کے اسناد مفصلۂ ذیل ہیں :-

(۱) دیودوروس کے مقالۂ ۱۶ کا مسلسل بیان در اصل کلیتہً فیلقوس کے حالات پر مشتمل ہے۔ لیکن دیودوروس اپنی توجہ بہ نسبت مختلف مملکتوں کی اندرونی کیفیات کے زیادہ تر جنگی کارناموں کی طرف مبذول کرتا ہے، حالانکہ ان مملکتوں، بالخصوص ایتھنز میں یہ کیفیات بدرجۂ اتم اہم تھیں۔ علاوہ ازیں دیودوروس کا بیان صرف تسلسل واقعات کے اعتبار ہی سے نہیں بلکہ دوسرے موضوعات کے خیال سے بھی کچھ قابل وثوق نہیں ہے۔ اُس نے عہد فیلقوس کی تاریخ کی جو تمہید لکھی ہے (۱۶، ۲) وہ بالکل بیکار ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ فیلقوس تو ۳۸۲ ق م میں پیدا ہوا ہو اور اُس کی تعلیم اپامنونداس کے ساتھ ہوئی ہو جو ۴۱۸ ق م میں پیدا ہوا تھا؟ جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ بیزنطہ کا محاصرہ اُٹھانے کے بعد فیلقوس (۱۶، ۷۷) ایتھنزیوں وغیرہ کے ساتھ صلح کر لیتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ خلاف واقعہ بیان (مفصلۂ بالا بیان کی طرح) کسی بعد کے مصنف (شاید خود دیودوروس) کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہو۔ اس کے برعکس اُس نے صلح نامۂ فلوکراتیس کا، جس کی اہمیت میں شبہہ نہیں ہے، ذکر تک نہیں کیا۔ جہاں تک تسلسل واقعات کا تعلق ہے، میں شیفر اور دوسرے مورخوں کی رائے سے متفق ہوں (° ڈیموستھنیس ۲، ۱۸۰، ۱۸۱)

یادداشت متعلق باب ۱۵

کہ دیودوروس نے ۱۶، ۳۷-۴۰ میں جن واقعات کا ایک ہی سال میں ہونا بیان کیا ہے وہ اولمپیاد کے تین سالوں، یا یوں کہو کہ تین سال کے چوبیس مہینوں میں تقسیم کرنے چاہئیں۔ علاوہ ازیں میں شیفر کی اس رائے سے بھی متفق ہوں (" دیموس تھنیس "، ۱، ۴۸۶) کہ دیودوروس نے (۱۶، ۳۶) موسولوس اور ارتیمیزیہ کی وفات کی جو تاریخ لکھی ہے وہ ضرور غلط ہوگی (لیکن دیکھو یودائخ:
Judeich : Persien und Aegypten " ایران و مصر چوتھی صدی ق م میں "
in IV Jahr. ؛ ماربرگ ۱۸۹۲ء صفحہ ۴۴)۔ آخری بات یہ ہے کہ میری رائے میں بعض واقعات کا اعادہ مختلف سنین میں دو دو مرتبہ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیودوروس نے ان واقعات کو مختلف ماخذ سے لیا ہوگا؛ مثلاً ابواب ۳۱، ۳۴، ۳۹ میں میتھونے اور اوئے نیائے کے متعلق بعض واقعات اور جنگ مقدس کے ابتدائی حالات دہرائے گئے ہیں؛ مقابلہ کرو باب ۲۸ باب ۲۹ سے، اور باب ۲۹ باب ۲۷ سے۔ اس کے برعکس ابواب ۴۰ تا ۵۱ میں جو واقعات مندرج ہیں وہ بالکل صحیح ہیں، اور اسی طرح ایشیائی واقعات کا اعادہ بھی صاف اور صریح ہے؛ لیکن تسلسل واقعات کے اعتبار سے یہ بھی بالکل بیکار ہیں۔ دیودوروس کے بیان کے بموجب یہ واقعات ۳۵۱ ق م اور ۳۵۰ ق م میں پیش آئے ہوں گے، لیکن درحقیقت وہ کئی سال کے بعد کے حالات ہیں؛ اور سچ تو یہ ہے کہ ہم اس سے بھی واقف نہیں کہ جو کچھ ان دو سالوں میں ہونا لکھا ہے دراصل اُس میں سے کچھ بھی ان میں ہوا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیودوروس کے علم میں یہ سنین بالکل معرا تھے، چنانچہ جو واقعات ہاتھ آگئے انھیں اُس نے بلا چون و چرا ان میں بھر دیا۔ جنگ مقدس، خصوصاً پرنتھوس و بیزنطہ کے محاصروں کا جو بیان دیودوروس نے اپنی کتاب میں دیا ہے وہ اس لئے قابل قدر ہے کہ اس کے علاوہ ہمیں ان کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔

فولکواردسن (" تحقیقات " Volquardsen : Untersuchungen
۱۰۴ وغیرہ) نے دیودوروس کی اسناد پر بحث کی ہے، لیکن اس کو آخر تک

متعلق باب ۱۵

نہیں پہنچایا ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اُس نے ابواب ۴۰ تا ۱۵ کو
الفوروس کی طرف جو منسوب کیا ہے یہ قرین قیاس نہیں ہے اس لئے کہ
ان میں دیودوروس کی مختص زبان نظر نہیں آتی، جس میں دیودوروس نے بلاشبہ
الفوروس ہی کا اتباع کیا تھا۔ روئیس (۴۰) "مائیوس کا ذکر دیودوروس، پلوٹارک
اور دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس کی کتابوں میں" Reuss
Timaios bei Plut Diodor und Dionys V. Halicar. جریدۂ لسانیات
(۵۴) کی رائے ہے کہ دیودوروس نے جنگ فوکس کے جو حالات بیان
کئے ہیں اُن کا سراغ تمائیوس تک لگایا جاسکتا ہے۔ نیز مقابلہ کرو کالن برگ:
"ماخذ دیودوروس" Kallenberg Diodors Quellen سالیانہ لسانیات
جلد ۱۳۵۔

(۲) مقرر خصوصاً دیموس تھنیس۔ ان سے ہم منفرد واقعات اخذ
کر سکتے ہیں، علی الخصوص ان سے اُس زمانے کے احساسات عامہ کی کیفیات
کے متعلق ہماری معلومات میں اضافہ ہو سکتا ہے نفس واقعات کے متعلق
فی الجملہ مقرر اور خطیب زیادہ تر قابل وثوق نہیں ہوتے، اور یہ حکم صرف
ائس خنیس ہی پر نہیں لگایا جاسکتا جس کی بابت یہ گویا مسلمہ ہے، بلکہ یہ
دیموس تھنیس کی بابت بھی اُسی قدر حقیقت پر مبنی ہے۔ ہم اس امر سے خوب
واقف ہیں آج کل بھی مختلف سیاسی گروہوں کے قائم مقاموں کی تقریروں
کو ہمعصر تاریخ کی سند قرار نہیں دیا جاسکتا، لیکن اکثر نقاد اس اصول کو دیموس تھنیس
پر منطبق کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو ہم یہ محسوس کریں گے
کہ خود اس نے ہمیں اپنے صدق و کذب کی بابت مطلق دھوکے میں نہیں
رکھا۔ اس امر کا بیّن ثبوت کہ جب کبھی وہ کوئی بات بیان کرتا ہے تو اس کا اوّلین
مقصد یہ ہوتا ہے کہ سننے والوں یا پڑھنے والوں پر وہ پوری اثر پیدا کرے، مفصلۂ ذیل
امور سے مل جائے گا:۔ فیلقوسی Philippic ۲، ۱۵ میں وہ ان تھریسی قلعوں
کا ذکر کرتا ہے جو فیلقوس نے ایتھنزیوں سے چھینے تھے، اور کہتا ہے کہ اس سے
اُس نے امن میں خلل ڈالا، حالانکہ اُس وقت تک فیلقوس نے امن کا حلف

یادداشت متعلق باب ۵۱

نہیں لیا تھا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خلاف واقعہ بیان مقرر کے وقتی نسیان
کی وجہ سے نہیں کیا گیا اس لئے کہ وہ ۳۴۶ ق م میں اسی موضوع پر
بحث کر چکا تھا جب اُس نے اپنے ساتھی سفیروں پر یہ الزام لگایا تھا کہ انھوں
نے پیلا پہنچتے ہی کیوں فیلقوس سے حلف نہیں لے لیا اور اسی وجہ سے
فیلقوس اسی تھریسی قلعے پر برابر قابض رہا جس پر اُس نے بغیر حلف دروغی
کئے ہوئے قبضہ کر لیا تھا۔ اس واقعے کو وہ ۳۴۳ ق م میں کسی طرح سے
نہیں بھول سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے یہ دروغ بافی صرف
اس لئے کی کہ اب یہ محض سفراہی کی نہیں بلکہ خود فیلقوس کی ایک تاریک تصویر
بنانا چاہتا تھا چنانچہ اُس نے اُس پر ایسا الزام لگایا جس کا رائے عامہ پر
اثر پڑنا لازم اور لابد تھا۔ اگر دیموس تھنیس ان واقعات کی صریح تردید کرنے پر
قادر ہے جنھیں اُس نے بار بار اپنی زبان سے نکالا ہو تو پھر کیسے کہا جا سکتا
ہے کہ جو کچھ وہ کہے وہ ضرور حقیقت پر مبنی ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ اپنے کسی
بیان کی کسی دوسری جگہ تردید کرے تو ہم اُس کے پہلے بیان کو فی نفسہ غلط
نہیں قیاس کر سکتے، بلکہ (جیسا ہم متعدد مرتبہ دیکھیں گے) واقعی صورت حال
اس سے ذرا مختلف ہوتی ہے۔ عام طور پر اُسے خود اپنے بیان کے
خلاف کوئی بات کہنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا، مثلاً اپنی اولمپیائی تقریر
۱، ۲۹ میں وہ اپنے تجربے کا ایک اصول پیش کرتا ہے جس کے بالکل عکس
کو وہ اولمپیائی ۲، ۲۶ میں حقیقت پر مبنی قرار دیتا ہے۔ وائل (Weil) جو
دیموس تھنیس کے طرز عمل کا بالکلیہ موید ہے اُس کی اس روش کو مطلقاً
کذب و افترا آمیز قرار دیتا ہے۔ ہم اس سے متفق ہیں کہ اُس کی یہ روش اُس کے
پیشۂ تقریر نویسی کی وجہ سے ہے (۱ تقاریر دیموس تھنیس Harangues de Dem.
صفحہ x) تقریر نویس کسی دوسرے کے لئے تقریریں لکھتا تھا، اور اس طرح
گویا موخر الذکر کی سپر کے پیچھے پوشیدہ رہتا تھا، چنانچہ بغیر اس کے کہ اسے کسی قسم
کی شرم و حیا کا احساس ہو وہ بلا غل و غش جو چاہتا لکھ دیتا تھا۔ وہ حق بات
میں رنگ آمیزی کرنے، اُسے ترتیب دینے اور چھپا دینے کے اُن تمام

یادداشت متعلق باب ۱۵

طریقوں سے واقف ہو جاتا تھا اور ان تمام مدارج کو آسانی سے طے
کر لیتا تھا جن میں ہو کر انسان محض مبالغہ آمیزی یا پوشیدگی حقیقت سے
گزر کر محض کذب وافترا تک پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح وکلا کی عادات
وخصلات شاہراہ سیاسیات پر مقررین میں جمع ہو جاتیں، اور (خواہ ہم
کتنا ہی اُسے ناپسند کریں) دیموس تھنیس بھی اپنے ہمعصروں اور ہم پیشہ
لوگوں کے قدم بقدم ہی چلتا تھا۔ جب وہ اپنے ہم بلدوں کے سامنے
تقریر کرنے کھڑا ہو جاتا تھا تو وہ بعض مرتبہ جان بوجھ کر واقعات کو توڑ مروڑ
دیتا اور ترغیب وترہیب کے لئے جھوٹی اور غیر صحیح باتوں کو بیان کرنے
سے نہیں چوکتا۔ دیموس تھنیس جیسے شخص کے لئے، جو تقریر نویس بھی
تھا اور مقرر بھی، جو عوام کا "رہنما" بھی تھا اور ساتھ ہی گمنام طریقے سے
کسی اپولودوروس، کے لئے تقریریں بھی مرتب کرتا تھا (باب ۱۷ حاشیہ ۱)،
یہ بات نہایت درجہ آسان تھی کہ وہ ایک جگہ تو دروغ بافی کی مذمت کرے
اور دوسری جگہ خود غلط بیانی کا مرتکب ہو (peri parapr ۱۸۴) الغرض دیموس تھنیس
کے بڑے سے بڑے مؤید اس واقعے کا انکار نہیں کر سکتے کہ اُس کے اقوال پر
کسی قسم کا انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ خود شیفر کو ("دیموس تھنیس" ۲، ۲۱۵)
دیموس تھنیس کے ایک الزام کا جو اُس نے الس خینیس پر لگایا تھا، کامل
یقین نہیں ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "مجھے اس کا یقین نہیں کہ آیا اس
الزام کی بنیاد واقعات پر ہے یا نہیں"؛ بلاس (۳، ۱، ۱۸۵) مورخوں
کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ دیموس تھنیس کے اقوال کو خوب ٹھوک بجا لیا کریں
اس لئے کہ "وہ ہمیشہ واقعات کو اصلی رنگ میں ظاہر نہیں کرتا"؛ اسی طرح
ویسٹرمان روزنبرگ (Westermann-Rosenberg · Cor ۱۲) کا خیال ہے کہ
دیموس تھنیس کی تقاریر میں جو ایک قسم کی نیش زنی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے
اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے اقوال حقیقت پر مبنی نہیں ہیں، اور
ویسٹرمان روزنبرگ کا یہ اقبال بہت کچھ قابل لحاظ ہے۔ الغرض اصولاً جملہ
مورخ دیموس تھنیس کی حق گوئی کے مسئلے پر متفق ہیں۔ ایک خاص معاملے

یادداشت متعلق باب ۵۱

یعنی صلح نامۂ فلوکراتیس کی تفصیل کی بابت زمانۂ حال کے مورخوں میں آپس میں
جو بحث و تمحیص ہوئی ہے اُس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ اُس عہد کے
واقعات کس درجہ غیر متیقن ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر کسی واقعے
کے دو مؤید ہوں تو بجائے اس کے کہ اُس میں قطعیت پیدا ہو وہ اور بھی زیادہ
دُھندلا اور تاریک ہو جاتا ہے۔

ان سب باتوں کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گو دیموس تھنیس اور ائس خنیس
دونوں کی تقریروں میں بہت سے ایسے واقعات کا بیان ہے جن کی سچائی
میں مطلق کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی، لیکن چوتھی صدی ق م کے
حالات کے لئے ان دونوں کی بجنسہ وہی قدر و قیمت ہے جو پانچویں
صدی ق م کے لئے ارسطوفانیس کی تصانیف کی ہے۔ ان کے ذریعے
سے ہم گویا ایتھنزی زندگی کے مصروف ترین حصے میں پہنچ جاتے ہیں، اور یہ
ظاہر ہے کہ ایتھنزی نیکی کی اتنی ہی قدر کرتے تھے اور گپ شپ کو اتنا ہی پسند
کرتے تھے جتنا دوسری قومیں۔

یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ان تقریروں کی تمہیدوں اور حاشیوں سے
ہمیں بہت کچھ جدید معلومات حاصل ہونا ممکن ہیں۔ یہ ایک حد تک درست
ہے، مثلاً ائس خنیس کی تقریروں کے حواشی میں بہت کچھ کارآمد مواد
ملتا ہے (اشاعت ف، شلٹز Ed. of Aeschines by F Schultz لائپزگ
۱۸۶۵ء) لیکن قدیم حاشیہ نویسوں کا طرز عمل (بجز مستثنیات) وہی ہے جو ارسطوفانیس کے حاشیہ نویسوں
کا، یعنی اُنھوں نے اپنے قیاسات سے کام لیا ہے، اور ظاہر ہے کہ قیاس ہمیشہ درست
نہیں ہوتا۔ زمانہ حال کے نقادوں نے اسکا صحیح اندازہ کیا ہے کہ تین مفروضہ واقعات
جو کلیۃً اسی ماخذ سے لئے جاتے ہیں، اور جن میں سے ایک واقعہ نہایت اہم ہے، قطعاً غلط ہیں، یہ
مفصلہ ذیل ہیں: (۱) یوبولوس کا مفروضہ قانون جسے عام طور پر نہایت شرمناک
تصور کیا جاتا ہے، اور جس میں گویا یہ قاعدہ مقرر کیا گیا تھا کہ جو شخص بھی
تھیوری کون کو اپنے صحیح مصرف کے خلاف خرچ کرے گا اسے سزائے موت
دی جائیگی؛ یہ در اصل دیموس تھنیس کی اولمپیائی تقریر ۳، ۲۸ سے کے لفظ

یادداشت متعلق باب ۵۱

Apolesthai (قتل کرنا یا برباد کرنا) کی غلط تاویل کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے۔ (۲) ۳۴۶ ق م کے صلح نامے کی بابت یہ شرط کہ تمام حلیفوں کو آزادی دی جائے، یہ دراصل اولمپیائی تقریر کے حاشیہ ۳، ۱۲ کے الفاظ eirenes ouses ("حالت امن") کے غلط معانی کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے (۳) یہ مفروضہ کہ تموديوس نے اپنے آپ کو پھانسی دے لی دراصل دیموس تھنیس peri parapr ۲ کی وجہ سے مغالطہ آمیز ہے۔ بہ نسبت دیموس تھنیس کی تقریروں کے اسطقراطیس کی تقریریں زیادہ تر حقیقت پر مبنی ہیں، لیکن ان میں تاریخی واقعات بھی نسبتہً کم ہی ہیں۔

(۴) دوسرے مصنفوں میں سے مفصلۂ ذیل قابل لحاظ ہیں: تھیوپومپوس کے بعض اجزا مثلاً جزو ۱۱۱ میولر، فلوخوروس کے بعض اجزا، پلوٹارک، خصوصاً اس کی حیات دیموس تھنیس، جس میں اس نے یقیناً تھیوپومپوس سے مدد لی ہوگی۔ تھیوپومپوس کو عمومیت پسندوں، خصوصاً دیموس تھنیس سے کچھ زیادہ محبت نہ تھی، تاہم اس سے کسی ہمعصر ممتاز شخصیت کی سوانح حیات کے لئے اچھی خاصی سند کا کام لیا جا سکتا ہے۔ مقابلہ کرو گبہارڈ: "پلوٹارک کی سوانح عمری دیموس تھنیس کے ماخذ و حیثیت" Gebhard. De Plutarchi in Dem. vita fontibus ac fide ۱۸۸۰ء، گبہارڈ یہ فرض کر لیتا ہے کہ پلوٹارک نے اپنی حیات دیموس تھنیس کے لئے، بالخصوص اس کی خانگی زندگی کے واقعات کے لئے اپنا مواد فلاسفۂ مشائین سے لیا ہے؛ شٹرم: "ماخذ تاریخ دیموس تھنیس" Sturm De fontibus Demosthenicae historiae ہالے ۱۸۸۱ء، جو دیودوروس کی کتاب ۱۶ سے بھی بحث کرتا ہے۔ نیز دیکھو سوانح عمری فوکیون، جس میں فلوخوروس سے بہت کچھ مواد اخذ کیا گیا ہے، اور "دس مقرروں کی سوانح حیات"؛ مقابلہ کرو فریکے: "پلوٹارک و نیپوس کی سوانح عمریات فوکیون" Fricke De font. Plut. et Nepotis in vita Phocionis ہالے ۱۸۸۳ء۔ جسٹن (۷ تا ۹) نے اپنے موضوع کے بہت بڑے حصے میں بالکل غلط بحث

یادداشت متعلق باسناد

کر دیا ہے، اور قواعد بلاغت کے نقطۂ نظر سے اُس کی صورت بالکل مسخ کر دی ہے، جس کے باعث اس کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے ایک طول طویل تبصرے کی ضرورت ہوگی۔

(۴) نوشتہ جات، مثلاً "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۵۴۹ = ڈٹن برگر ۸۷ - وہ نوشتہ جات جن کی وضاحت De Corona میں کی گئی ہے، بالکل جعلی ثابت ہوئے ہیں، اور ڈروائےسن Droysen نے تو ان کے جعلی ہونے میں کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی (۱۸۳۹ء)؛ مقابلہ کرو وائل: "تقاریر دیموس تھنیس وغیرہ" Weil Plaidoyers de Demos ۱، ۱۱۴ وغیرہ۔

جب اسناد کی یہ کیفیت ہے، اور اس امر کو ملحوظ رکھ کر کہ آج بھی جب واقعات یقین کی حد تک پہنچ گئے ہیں، مختلف مدبروں کے افعال و اقوال پر بالکل مختلف النوع حکم لگائے جا سکتے ہیں، تو پھر زمانۂ حال کے مورخوں کے اختلاف رائے پر ہمیں مطلق کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ یہاں صرف آخرتریں کتابوں کا ذکر کر دینا کافی ہوگا جن میں اُن تمام کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے جو اُن سے پہلے اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں۔ برُوکنر کی کتاب "فیلقوس و مملکت ہائے یونان" Brueckner : Phil und die hellen Staaten میں مرکزی شخصیت فیلقوس کی ہے، لیکن اس سے بھی ممتاز شیفر کی تصنیف ہے جس کا نام "دیموس تھنیس اور اُس کا زمانہ" Schaefer : Demosthenes und seine Zeit (اشاعت دوم، لائپزگ، ۱۸۸۵ء تا ۱۸۸۷ء تین جلد) ہے جو اپنی صحت اور اپنی علو بیانی کی وجہ سے ممتاز ہے۔ بلاس کی کتاب "خطابت یونان" Blass : Beredsamkeit der Griechen کی تیسری جلد (لائپزگ ۱۸۷۷ء تا ۱۸۸۰ء) "تاریخ ادبیات" و اجتماع مواد کی وجہ سے ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ ٹرل اور گرسٹ کے وہ اجزا بھی جن کا اس موضوع سے تعلق ہے بہت کچھ معلومات سے پُر ہیں، اور یہی کیفیت بچر Butcher کی کتاب "دیموس تھنیس" (لندن ۱۸۸۱ء) کی ہے۔ آخر میں ہمیں وائل کی کتاب کا

یادداشت متعلق باب۵۱

جو دیموس تھنیس کے موضوع پر لکھی گئی ہے (بیرس ۳ جلد ۱۸۸۱ء تا ۱۸۸۶ء) ذکر کرنا باقی ہے، اور یہ اپنے عالمانہ انداز اور غیر جانبدارانہ رائے کی وجہ سے نہایت درجہ قابل لحاظ ہے۔ اسی طرح تو ئبنر Teubner اور وائڈ مان Weidmann کی کتابیں بھی قابل قدر ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس عہد کی تمام دلچسپی کا مرکز فیلقوس اور دیموس تھنیس ہیں، اور ان دونوں میں سے موخر الذکر خاص طور پر باریک ترین مباحث کا مرکز بن گیا ہے۔ اس بحث و تمحیص کے باعث مؤرخوں کی رائے میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، اور اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس شخص کے ذاتی اخلاق اور اس کی مدبرانہ کارروائیوں میں ہمیشہ باہمی مناسبت نہیں پائی جاتی۔ عہد قدیم میں دیموس تھنیس کی حکمت عملی پر تو عام طور پر صاد کیا جاتا تھا لیکن اُس کی اخلاقی حالت کو مشتبہہ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اور بہت سے رومن مؤرخوں نے اس پر ایک بڑے انسان کا حکم لگا دیا تھا (کوئن تی لیوس Quintil ۱۲، ۱، ۱۴)، اور جب ہم یہ ذہن نشین کرتے ہیں کہ خود دوسروں کے دشمنوں تک کی بہت سی حرکات کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا تو یہ حکم بہت کچھ غور طلب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس موجودہ صدی میں دیموس تھنیس کے بہت سے جوشیلے مؤید پیدا ہو گئے ہیں؛ ان میں سے سب سے پہلا شخص نی بور Niebuhr. تھا جس نے ۱۸۰۵ء میں پہلی فیلقوسی کا جرمانی ترجمہ شائع کیا جس کی تمہید میں اُس نے فیلقوس کو بونا پارٹ سے تشبیہہ دی اور کتاب کو زار روس کے نام پر معنون کیا۔ زمانہ حال میں جمہوریت کی طرف جو میلان پایا جاتا ہے اُس کی وجہ سے اس خیال کو پہلے سے بھی زیادہ وسعت حاصل ہو گئی ہے، چنانچہ اب تو دیموس تھنیس کو ایک بہت بڑا آدمی تصور کیا جاتا ہے اور بعض تو اُسے عالی عنش کا خطاب بھی دیتے ہیں۔ علاوہ غیر متعصب وائل Weil کے، دیموس تھنیس کے اکثر باقی ماندہ مفسروں (مثلاً شیفر اور بلاس) کی رائے بھی یہی ہے۔ اس کے برعکس فیلقوس

یادداشت متعلق باب ۵۹

ایک ظالم اور بے وفا حکمراں ہے جو یونانیوں کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنا چاہتا ہے (وائل محیط المحیط پاؤلی (Weil in Pauly's R. F. ۵، ۴۷ ۱۴) - لیکن اس نقطۂ نظر کو قائم رکھنے میں بلاس کو جو مشکل پیش آتی ہے وہ اُس کے دیموس تھنیس کے افعال کی پیچیدہ طریق سے تائید کرنے سے ظاہر ہوتی ہے - وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے (۳، ۱، ۳۳) کہ دیموس تھنیس اپنے مقاصد کے حصول میں ہمیشہ صاف ستھرے طریقوں کو کام میں نہیں لاتا - (اس موقع پر بلاس کے ذہن میں جو خاص امر یعنی ایولودوروس کا واقعہ ہے، اُس کے لئے دیکھو کتاب ہذا باب ۱۷) - تاہم اُس کی یہ رائے ہے کہ کسی مدبر کے خصائص پر صحیح رائے قائم کرنی ہو تو صرف اُس کے مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اس لئے کہ ان مقاصد کے حصول کے طریقوں تک نقاد کی ہمیشہ دسترس نہیں ہوتی"۔ اس خالص اصول کی بابت ہمارے نزدیک ڈوالمان Dahlmann کی رائے زیادہ انصاف پر مبنی ہے (اونکن: عہد قیصر ولہلم Onken : Zeitalter des Kaisers Wilhelm ۱، ۴۶) جو یہ ہے: "ہر شخص خواہ وہ شخصیت پسند ہو یا حریت پسند، اپنے مقاصد کو بیش کرنے پر فخر کرتا ہے؛ چنانچہ اگر ہمیں کسی شخص پر حکم لگانا ہو تو ہمیں اُس کے مقاصد کو اپنی نظر کے سامنے رکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ ہمیں اُن کے حصول کے طریقوں پر نظر رکھنی چاہیئے جن پر وہ عمل کرتا ہو"۔ دیموس تھنیس کے مؤیدوں کو اُس کے مالی طرز عمل کی تائید کرنے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے (مدیاس، ہرپالوس)، اور اس ضمن میں خود بچر 'Butcher' جو بالکلیہ اُس کا ہم نوا ہے، معاملۂ ہرپالوس کی بابت اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ دیموس تھنیس نے روپیہ اپنے ذاتی صرف میں نہیں لیا، اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہے (صفحہ ۱۲۶) کہ "اُس کا یہ طرز عمل ہرگز اعلیٰ معیار پر پورا نہیں اترتا"۔ الغرض پہلے جو یہ سمجھا جاتا تھا کہ دیموس تھنیس کا طرز عمل مطمح معیار پر اترتا ہے، اس کے خلاف آج کل ردعمل پیدا ہو رہا ہے، اور ہم ایک بڑی حد تک

یادداشت متعلق باب ۱۵

قدما کی اس رائے کی طرف مائل ہو چکے ہیں کہ دیموس تھنیس کے مقاصد نیک ہوں، لیکن اس کے ہاتھ ان مقاصد کے حصول کے طریقوں میں ہمیشہ صاف و بے لوث نہیں رہتے تھے۔ بعض محقق تو اُس کے عملی مقاصد کی مناسبت میں بھی شبہہ کرنے لگے ہیں۔ موّرخوں کی رائے میں جو یہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے اس کا باعث اصل میں وہ تحقیقات ہے جو پچھلی صدی میں تاریخ یونان میں کی گئی۔ علاوہ بیونیکے کی کتاب "تحقیقات بلاغت قدیمۂ اٹیکا" Boehneke : Forschungen auf dem Gebiete dei attischen Redner (۱۸۴۳ء، ۱۸۶۴ء) کے شپنگل Spengel Die Demegoria des Damosthenes "تقاریر دیموس تھنیس" (اکاڈمی میونخ، سنہ ۱۸۶۰ء) اور ریور موزر Roehrmoser "صلح نامۂ فلوکراتیس" Ueber den Philokrat Frieden جریدۂ مدارس آسٹریا Zeitschrift f d Oesterr Gymnasien سنہ ۱۸۷۴ء، ایڈرز کا مضمون رسالۂ فلولوگوس ۱۸۳ میں، اور اُس کی اشاعت Ctosphontea "مصنفۂ اِسّ خنیس"، ہارتل Hartel، ہاوپٹ Haupt اور دیگر مصنف جن کا شمار ہرمان Hermann کی "مملکت قدیمہ" Staatsalt ۲ ۷ اور ۲ ۷۳ میں لیا ہے۔ یہ سب کتابیں کارآمد ہیں۔ مسلسل بیانات میں بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا") اور زٹل Zittl واقعات کو غیر جانبدارانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہاں یہ دکھانا مناسب ہوگا کہ دیموس تھنیس پر جو مخالفانہ رائے قائم کی جاتی ہے اس پر صرف مسلمہ رائے کا اثر پڑا ہے نہ کہ اِسّ خنیس، دی نارخوس، اور ہی پریدیس کی تقریروں کا۔ اگر کوئی شخص ان تقریروں کو اسی طرح ملحوظ رکھے جیسے فیلقوس کے مخالف دیموس تھنیس کی تقریروں کو ملحوظ رکھتے ہیں، تو وہ دیموس تھنیس کی ایک نہایت ہی مبالغہ آمیز تصویر کھینچ دیگا۔ میں نے جگہ جگہ اپنی رائے کے اسباب و علل بیان کر دئے ہیں، اور میری قطعی رائے ہے کہ اتھنزی قوم کی عزت و وقعت کرنا اور بات ہے اور دیموس تھنیس کا احترام دوسری چیز ہے۔

باب شانزدہم

جنگ مقدس

میدانِ سیاسیات میں دیموستھنیس کی آمد

۳۵۶ ق م تا ۳۵۲ ق م

جنگ مقدس کے دوران ہی میں معاملات یونان نے کچھ ایسی پیچیدہ صورت اختیار کرلی تھی جس کے اثرات، آزادی یونان کے لئے نہایت مضرت رساں ثابت ہوئے اور اُن کی وجہ سے فیلقوس کو اُس ملک کی آزادی میں مداخلت کرنے کا موقع مل گیا۔ جن واقعات کا اس باب میں اعادہ کیا گیا ہے اُس کی نوعیت پچھلے باب کے واقعات کی نوعیت سے ملتی جلتی ہے۔

ایامنونداس کی موت کے بعد بھی تھبنریوں کے حوصلوں میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ یہ بات تو اُن کے خیال میں آنی نہایت دشوار تھی کہ جو کچھ کامیابی انھیں پچھلے دنوں میں حاصل ہوئی ہے وہ سب اُن کے دو بڑے بڑے رہبروں کی وجہ سے تھی۔ اب بھی تھبنز کا قدیم وقار باقی تھا، اب بھی اُس کے شجاعوں کی جاں بازی ضرب المثل تھی،

باب ۱

اور یہ امر بالکل قرین قیاس تھا کہ تھبز والے اب بھی اپنے آپ کو یونان کا خدائی فوجدار سمجھیں۔ یہی سب اسباب تھے جن کی وجہ سے انھوں نے دکھا دیا کہ وہ پیلوپونیز میں اپنا اثر قائم رکھنے سے باز نہیں رہیں گے۔

قصہ یوں چھڑا کہ میگالوپولس کے رہنے والے بعض آرکیڈی چاہتے تھے کہ اپنے پرانے گاؤں چلے جائیں، لیکن تھبزی انھیں اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اپنا اثر قائم رکھنے کے لئے انھوں نے اپنے سپہ سالار پامنیس کو جنوب کی طرف روانہ کیا اور اُس نے میگالوپولس والوں کو حسب سابق متحد و متفق رہنے پر مجبور کردیا۔ ظاہر ہے کہ پیلوپونیز میں اپنی قوت کی نمائش کرنے کے بعد یہ ناممکن تھا کہ تھبز اپنے ہی نواح میں کسی قسم کی بدامنی یا بےچینی کو برداشت کرسکے۔ تھبزیوں کو فوکس سے دلی نفرت تھی، اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ فوکسیوں نے اُن کے ساتھ ایامنونداس کی سرکردگی میں پیلوپونیز جانے سے انکار کردیا تھا، جس کی اب تھبزی انھیں سزا دینا چاہتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ فوکسی کسی مخالف قانون کی زد میں نہیں آسکتے تھے، چنانچہ تھبزیوں نے کوئی اور بہانہ ڈھونڈھا۔ نہایت ہی قدیم زمانے سے دیلفی کے پجاریوں کا اُصول یہ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے خود اپنی آزاد مملکت قائم کریں، لیکن اس کے برعکس فوکس والے معاملات دیلفی کو اپنی نگرانی میں رکھنا چاہتے تھے۔ ہمیشہ ایسا ہوتا کہ دیلفی والوں کی مملوکہ زمین کہیں نہ کہیں ایسی پڑی ہوتی تھی جسے وہاں کے پجاریوں کے زعم میں کوئی نہ کوئی مملکت بیجا طور پر اپنے مصرف میں لاتی تھی، اور اس قسم کے جھگڑوں سے یہ پجاری اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے کوئی صورت نکال سکتے تھے۔ ایتھنز نے میگارا کے خلاف ۳۲ ۳ ق م میں اسی قسم کی مداخلت کی تھی (جلد ۲، باب ۲۱)؛ اس مرتبہ بھی ایسا ہی بہانہ کرکے تھبزیوں نے فوکس کو نقصان پہنچانا چاہا، اور اس کے لئے امفک تیونیس کو اپنا آلۂ کار

باب ۱۶ | بنایا۔[1]

---

[1] جنگ مقدس کے لئے دیودوروس ۱۶، ۲۳ تا ۴۰، ۵۶ تا ۶۰۔ دیودوروس کے نزدیک یہ جنگ ۳۵۵ ق م سے ۳۴۶ ق م تک جاری رہی۔ نیز دیکھو ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۳، ۴؛ دورس Duris حصہ (۲) جس کا اقتباس Ath ۱۳، ۵۶۰ میں مندرج ہے۔ جنگ مقدس کا حال تھیوپومپوس اور دیموفیلوس ولد ایفوروس نے دیا ہے۔ نیز دی ای نوس نے بھی اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مدت دراز سے فوکس والوں کی زندگی میں اس قدر سادگی آگئی تھی کہ انھیں غلاموں کی سرے سے ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی Ath ۶، ۲۶۴۔ اسپارٹا اور امفکٹیونیس، دیودوروس ۱۶، ۲۹۔ ایتھنزیوں کا ان سے اُس وقت جھگڑا ہوا جب اُس نے ۳۶۳ ق م میں اس کا اعلان کر دیا کہ اُن کی ایک قرارداد قابل نفاذ نہیں ہے؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۵۴ = ڈٹن برگر ۸۷؛ شیفر "دیموس تھنیس" ۱، ۹۰۔ ۴۸۰ ق م کی صورت حال کے لئے دیکھو اس کتاب کی جلد ۲، باب ۱۔ دیودوروس ۶، ۲۹ میں اتھامانیس کا جو ذکر ہے اُس کے بجائے ہیروڈوٹس ۷، ۲۲ اسے نیانیس کا نام لیتا ہے، اور دیودوروس کے جس فقرے کا اقتباس دیا گیا ہے اس میں بھی غالبًا اسی سے مراد ہے۔

جنگ مقدس کے موقع پر تھیبز کی طرف سے جو نوشتہ کندہ کیا گیا "ایتھنائیون" ۳، ۹۷۴ = ڈٹن برگر ۹۵؛ اس میں مندرج ہے کہ بیزنطیوں نے جنگ مقدس کے خرچ کے لئے تھیبز کو روپیہ دیا۔ فلومالوس کی وفات، پوسانیاس ۱۰، ۲، ۴؛ اونیارخوس کی موت، ۱۰، ۲، ۵۔ فیلقوس کا تھسلی پر قبضہ، دیموس تھنیس، "اولمپیائی" ۱، ۱۲۔ ائس خنیس ۲، ۱۳۰ میں فالائکوس کو "خودسر" کا لقب دیتا ہے۔ ایسقراطیس نے اپنی .Phil ۵۳ میں تھبریوں کے متعلق نہایت نفیس الفاظ استعمال کئے ہیں۔ فیلقوس کا تھبز میں پامنیس کے پاس ٹھہرنا، پلوٹارک: "پیلوپی داس" ۲۶۔ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۲۴۴ اور ہوک Hoeck صفحہ ۴۸۔ جہاں تک پامنیس کے تھریس میں ہو کر گزرنے کا تعلق ہے۔

ہمارے نزدیک یہ اُس زمانے کی خاص روش کے مطابق تھا کہ تھبز اپنے ان مقاصد کی تکمیل کر سکا۔ اُس کے تہیے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے حوصلے اب بھی بڑھے ہوئے تھے، لیکن اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اُس نے جو طریقے اختیار کئے وہ ایسے تھے کہ اُنھیں اپامنونداس کبھی اختیار نہ کرتا، اور اُس کے طرز عمل سے اُس کی اخلاقی پستی کا پتا چلتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس زمانے میں وہ "انجمن ہمسایگاں" کا رکن رکین ہوگا ور نہ وہ اُس کے ذریعے سے ایسا کام نہیں نکال سکتا، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا کا کوئی نمایندہ اس انجمن کی مجالس میں نہیں تھا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اس انجمن کی ترکیب و تنظیم اُس وقت بھی کچھ اسی نوع کی تھی جیسی دوریائی ترک وطن سے پہلے اتھی۔ اوّل تو اس کیفیت میں کسی قسم کی ترمیم کا امکان ہی نہ تھا، دوسرے بعض مملکتوں نے یہ فرض کر لیا تھا کہ چونکہ مجلس انجمن کی سیاسی اہمیت میں کمی آگئی ہے اس لئے اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ اپنے مذہبی فرائض حسب سابق انجام دیا کرے۔ ان سب باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ دوریائیوں اور ایونیائیوں کی طرح دولوپیوں کو بھی اس میں شرکت کا مساویانہ حق حاصل ہو گیا۔ الغرض جب کبھی اسپارٹا اور ایتھنز اس مجلس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ایتھنز تھبز سے بعض نوکسیوں کی وجہ سے مخلوط ہے۔ ڈیموستھینیس Peri parapr. ۸۳۔ عہد جنگ مقدس کے فوکسی سکہ جات، ہیڈ: تاریخ مسکوکیات" Head H N

۲۸۸۔ نقرئی سکہ جات، جن پر لفظ "فو" ایک طرف اور اپولو کا سر کندہ تھا؛ تانبے کے سکے جن پر الفاظ "اونی مارخوسئے" یا "فالائے کوئے" کھدے ہوئے ہیں۔ ہیڈ نے Plot Pyth Orae ۱۶ کا اقتباس دیتے ہوئے یہ فرض کر لیا ہے کہ بعض نہایت لطیف نقرئی سکے جن کی ایک طرف ڈیمیتر کا سر اور دوسری جانب ناف کی شبیہ اور لفظ "امفکتیون" ہے، ۳۴۶ ق م میں امن واماں منانے کے موقع پر ڈھالے گئے ہوں گے۔

باب ۱۵

میں دوریانیوں اور ایونیائیوں کی نمایندگی کرتے تھے تو اکثریت کی
اہم سیاسی قراردادیں خارج از بحث رہتی تھیں، اس لئے کہ عین موقع کے
وقت اُن کے قائم مقام ان قراردادوں کے نتائج کی طرف مجلس کی توجّہ
مبذول کرکے انھیں ٹال سکتے تھے۔ لیکن اب جبکہ ان دونوں مملکتوں
نے اس مجلس میں اپنے قائم مقام روانہ کرنا چھوڑ دیا تھا تو یہ بالکل ممکن تھا
کہ ایسا کوئی قبیلہ کسی مذہبی یا سیاسی معاملے میں یونان کا نفس ناطقہ
بن جائے جس کی اُس وقت تو کوئی اہمیت نہ ہو اور چھوٹے چھوٹے
دو ایک گاؤں میں رہتا ہو، لیکن چھ سو سال پیشتر اُس کی اہمیت نسبتہً
زیادہ ہو۔ بالکل ایسا ہی واقعہ سنہ ۳۵۶ ق م میں پیش آیا جب تھبز اور تھسلی کے
اثر میں آکر انجمن ہمسائیگاں نے فوکس پر ایک رقم خطیر جرمانہ کر دی اور اُس
جرمانے میں اضافہ کر دیا جو کادمیہ کے قبضے کی وجہ سے اسپارٹا پر عائد
کیا گیا تھا۔ اسی زمانے میں مجلس کا ایتھنز سے جھگڑا بھی ہو گیا۔ اسپارٹا
پر جرمانے کی تعداد میں اضافہ اور ایتھنز سے جھگڑا اصول لینے سے فوکس
پر جرمانہ کرنے کا واقعہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ ایتھنز اور اسپارٹا دونوں گویا
انجمن سے برسرپیکار تھے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اُن کے نمایندے
مجلس میں نہیں رہ سکتے تھے؛ اب چھوٹے چھوٹے قبیلے تو بیوتیوں اور
تھسالویوں کے ہاتھ میں گویا کٹھ پتلی تھے، رہا تھبز تو جس وقت اُس نے
دیکھا کہ تھسالوی اُس کا ساتھ دیں گے تو وہ فوراً اپنے منصوبے پورے
کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ بلا شبہہ خود تھسالویوں میں بہت سے گروہ تھے
اور فیرائے کے خودسر کے ساتھ تھبز کے تعلقات دوستانہ نہ تھے؛
لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انجمن کے عملی قواعد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ
اگر کسی رکن مملکت کا کوئی باشندہ اجلاس میں موجود ہو تو اُسے اس مملکت کا قائم مقام
سمجھا جائے، چنانچہ ممکن ہے کہ تھسالویوں کی طرف سے وہاں کے نبیلوں
کو قائم مقام نامزد کرنے کا حق تسلیم کر لیا گیا ہو۔ عام طور پر جن فریقوں کو نظرانداز
کر دیا جاتا تھا انھیں اُس سے کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ لیکن اس

خاص موقع پر مختلف واقعات نے صورت حال میں کچھ تبدیلی پیدا کر دی، اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگرچند حوصلہ مند افراد قدیم روایات کو بالائے طاق رکھ دیں تو وہ کیا کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دیودوروس کہتا ہے کہ جنگ مقدس میں تھبزیوں کی حلیف لوکری، تھسالوی، پرھائے بی، دورسی، دولوپی، اتھامانیس، ناگ نے نیس، اکائیانی اور چند دوسری اقوام تھیں، اور ان کے خلاف فوکس کے علم کے ساتھ ساتھ اسپارٹا، ایتھنز اور بعض پیلوپونیزی بلدیات تھے۔ گو یہاں رائے دہی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، لیکن اس فہرست پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن اقوام کا نام اس میں درج ہے ان کی اہمیت کا مدار ان کی فوجی سطوت پر نہیں بلکہ محض رکنیت انجمن ہمسایگاں پر ہے، اس لئے اگر ان کے فوجی اقتدار کو ملحوظ رکھا جاتا تو دولوپی جیسی قوم کا تو اس میں ذکر ہی نہ ہوتا۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دیودوروس کی فہرست سے مجلس انجمن کی حقیقی فرقہ بندی کا اظہار ہوتا ہے، اور جس چیز سے نہایت تعجب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ۳۸۰ ق م کی فرقہ بندی کا ہو بہو چربہ نظر آتا ہے یعنی اس مرتبہ جو مملکتیں ایران کی طرفدار تھیں اب وہی تھبز کی ہم نوا نظر آتی ہیں۔ ۳۵۶ ق م کی طرح ۳۸۰ ق م میں بھی صرف اسپارٹا، ایتھنز اور فوکس ہی ایسی مملکتیں تھیں جو ذلیل سیاسی اور مذہبی مقاصد کو پیش نظر نہیں رکھتی تھیں اور صراط مستقیم سے نہیں بھٹکتی تھیں۔ اگر کہا جائے کہ ۳۵۶ ق م میں دورسی بھی تھبز کے جانبدار تھے، تو اس کے صرف یہی معنی ہوں گے کہ تھبز نے اسپارٹا اور آرگوس کا حق رائے دہی وادی کیفی سوس کے تین گاؤں کی طرف منتقل کر دیا تھا تاکہ ان کے باشندے اپنے طاقتور اور ذی اقتدار ہمسایوں یعنی بیوتیوں کی جانب رائے دیں۔ اس طرح سے اگر تھسالوی بھی تھبز کے ہمنوا ہو گئے تو کثرت آرا اسی کے موافق ہو گی۔ جنگ لیوکترا کے بعد ہی جب تھبزیوں نے اپنا پلہ بھاری دیکھا تو وہ فوراً اس جستجو میں لگ گئے ہوں گے کہ کسی طرح سے اسپارٹا پر جرمانہ کر کے اسے انجمن سے نکال دیں،

باب ۱۷

اور کچھ عرصے کے بعد انھوں نے ایتھنز کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا۔
اس طرح یہ ممکن ہو گیا کہ اگر جنگی تیاریاں غیر مکتفی ہوں تو مذہب کے ذریعے سے
سیاسی مقاصد حاصل کئے جائیں، اور تھبنزی اس گر سے خوب اچھی طرح سے
واقف تھے (دیکھو جلد ۲ باب ۲۳ و جلد ہذا باب ۳)۔ لیکن یہ طریقۂ کار
ایپامنونداس کے بعد تک ملتوی رہا۔ ۳۸۰ ق م میں اسپارٹا اور تھبنز کے
اقتدار کی وجہ سے تھبنزیوں کی معاندانہ کارروائی کو ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا تھا
لیکن اب ۳۵۶ ق م میں صورت حال بالکل مختلف تھی، اور جب
فیلقوس نے عین انھیں اسلحہ سے کام نکالا جنھیں تھبنزیوں نے اپنی
مطلب برآری کے لئے مذہبی سلح خانے سے برآمد کیا تھا تو ان کی مکاری
اور چالبازی اپنی پوری شدت سے نظر آنے لگی، اور اس کی وجہ سے
خود تھبنز کو اپنی اس حرکت سے سخت ترین نقصان پہنچا کہ اس نے
مذہب کے سے مقدس ادارے کو گویا کھلونا بنالیا تھا۔

باوجود ان سب وعدہ وعید کے جو فوکس اور دوسری مملکتوں خصوصاً
ایتھنز کے مابین ہوئے تھے وہ گومگو ہی میں رہ گئے۔ اسپارٹا نے جو مدد بھیجی وہ
بالکل ناقابل لحاظ تھی، اور ایتھنزیوں نے محض بحری کارروائیوں پر اکتفا
کیا۔ لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے فوکسیوں نے محض اپنے
بل بوتے پر جنگ جاری رکھی اور اس میں غیر معمولی استقلال دکھایا
لیکن ہمیں اس سے مطلق متعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب
دوسرے درجے کی یونانی مملکتوں نے صف اول میں آنا شروع کیا۔
شمال میں تھسالویوں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنے مقصد میں
کامیاب نہیں ہوئے تھے (باب ۹)؛ اسی طرح مقدونیوں کو اسی قسم
کی کوشش میں نہایت شاندار کامیابی حاصل ہوئی اور اندرون ملک اسی
کے لئے آرکیڈیوں نے بھی ہتھیار اٹھائے یہ سب یونان کے ترقی آمیز ارتقا
کا فطری نتیجہ تھا اس لئے کہ یہ چھوٹی چھوٹی قومیں قدیم یونانی مملکتوں سے
کہیں تازہ دم تھیں۔ اسی طرح زمانہ مابعد میں اکائیائی اور ایتولی صف اول میں

آ گئے، اور یہ امر بالکل تعجب آفریں نہیں ہے کہ اپنے ہم چشموں کی طرح فوکسی بھی صف اوّل میں آنے کے خواہاں تھے۔

اُنھوں نے فیلومیلوس کے کہنے سے جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ تہیہ کر لیا کہ وہ دیلفی پر بزور شمشیر قبضہ کرلیں گے اُنھوں نے دو شخصوں یعنی فیلومیلوس اور اونی مارخوس کو سپہ سالار مقرر کیا، ان میں سے موخر الذکر کے خاندان نے جنگ کے لئے جھگڑا مول لینے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ فیلومیلوس نے آرخی داموس شاہ اسپارٹا کی تائید حاصل کی اور اجیر سپاہی مہیا کر کے (۳۵۵ ق م میں) دیلفی پر قبضہ کر لیا۔ دوسری طرف تھبز کی حمایت میں لوکرسیوں نے امفکٹ تیونیس کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور فوکسیوں کے خلاف دھاوا بول کر انھیں شکست دے دی۔ اب فوکسیوں نے وہ قرارداد جو اُن کے خلاف منظور ہوئی تھی، دیلفی کے مقدس محافظ خانے سے نکلوا دی، اور اُن کی اس کارروائی پر فتنیہ نے بھی گویا صاد کر دیا۔ لطف یہ ہے کہ دونوں فریقوں کی پشت پناہی کے لئے مذہب کی سند موجود تھی، لیکن فوکس کے پاس امفکٹ تیونس سے بھی زیادہ موثر سند تھی اس لئے کہ خود فتنیہ دیبی اُس کی طرفدار تھی، اور اب صرف اس کی کسر تھی کہ فوکس والے اپنے دعاوی کو بزور شمشیر منوالیں۔ اب تھبزیوں اور تھسالویوں نے "مجلس ہمسایگاں" سے جہاد کا اعلان کرا دیا جس کی وجہ سے یونانی مملکتیں دو مختلف شقوں میں تقسیم ہوگئیں۔ اگر اسپارٹا، ایتھنز اور دوسری یونانی مملکتوں نے جنھیں فوکس کی تائید کرنے کی ہمت تھی، اُسے کافی مدد دی ہوتی تو فوکس کو کبھی شکست نہ ہوتی اور یونانیوں کی دھاک بندھی رہتی۔ لیکن ان سب میں سے صرف اسپارٹا ہی نے فوج روانہ کی، اور وہ بھی صرف ایک ہزار سپاہی! ایتھنز نے تو ایک پیادہ بھی روانہ نہیں کیا، اور بہانہ یہ کیا کہ فوکس بلا مدد غیرے تھبز کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ تھرموپلی کی طرف اپنا ایک بیڑا روانہ کر دیں اور اس طرح تھسالویوں کو فوکس پر حملہ آور ہونے سے روک دیں تو

باب ۱۶

وہ اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہو جائیں گے۔
الغرض اُس عہد کے اصول کے مطابق فوکس نے اجیر سپاہیوں کو بھرتی کرنا شروع کیا، اور جب اُن کی تنخواہ کا مسئلہ پیش ہوا تو اُس نے قرض لینے کے بہانے سے خزانۂ دیلفی پر دست اندازی کا ارادہ کیا۔ اس فعل سے اُس کے دشمنوں میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی اور انھوں نے فی الفور اعلان کر دیا کہ فوکس والے ایک گناہ قبیحہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہاں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یونان میں اس بارے میں بڑا عظیم اختلاف رائے ممکن تھا۔ یونانیوں کا قاعدہ تھا کہ وہ بشرط ضرورت ملکی امور کی انجام دہی کے لئے بت خانوں کا روپیہ نہایت اطمینان سے کام میں لاتے تھے، چنانچہ جنگ پیلوپونیز کی ابتدا ہی میں "متقی و پرہیزگار" اسپارٹیوں اور کورنتھیوں نے اس کا اعلان کر دیا تھا کہ اُن کا ارادہ اولمپیا اور دیلفی کے خزانوں کو اتیھنز کے خلاف جنگی تیاریوں میں خرچ کر دینے کا ہے، اور طوسی دیدیس اس طرز عمل کو مذہبًا روا رکھتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اگر فوکس کو اس جنگ میں فتح ہوئی تو گمان غالب ہے کہ اُسے بھی آئندہ متقی و پرہیزگار تصوّر کیا جائے۔
لیکن ان کے لئے موجودہ صورت حال نہایت درجہ دشوار تھی انھیں بیک وقت تھسالویوں اور تھبزیوں دونوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا جس کے باعث فیلومیلوس کو کبھی تو شمال کی طرف اور کبھی جنوب کی جانب دھاوا بولنا پڑتا تھا اور اُس کی اس آمد و رفت کی وجہ سے ایتھنزیوں کو درۂ تھرموپلی ہمیشہ وا رکھنا پڑتا تھا۔ گو اُس نے تھسالویوں کو شکست دے دی، لیکن (۳۵۴ ق م میں) اُسے تھبزیوں کے ہاتھوں زک اٹھانی پڑی، اور اُنکے ہاتھوں گرفتار ہونے سے بچنے کی خاطر اُس نے کوہ پارناسوس سے گر کر خودکشی کر لی۔ اُس کے جانشین اونی مارخوس نے خزانے کی باقی

رقوم سے روپیہ پیسہ مسکوک کرایا اور جو رقم بچی اُسے تقسیم کر دیا۔ اس پر فوکس کے دشمنوں نے طرح طرح کے قصّے پھیلائے اور بیان کیا کہ کس طرح آرخی داموس، ایتھنزی ہیگیسی پوس اور لیکوفرون و پتھولاؤس (خودسران فیرائے) کے حصّوں میں بڑی بڑی رقمیں آئی ہیں اور کس طرح معمولی معمولی لوگوں نے نہایت نفیس نفیس زرق برق پوشاکیں اور عمدہ عمدہ زیور زیب تن کرنے شروع کئے ہیں۔ ابتدا میں تو تھبزی اپنی برتری اور فوقیت سے اس قدر بھولے کہ ۳۵۳ق م میں انھوں نے پامینیس کی سرکردگی میں پانچ ہزار اجیر سپاہی ارتاباز و کی مدد کے لئے روانہ کئے تاکہ شہنشاہ ایران کے خلاف بغاوت میں اُس کی مدد کریں۔ پامنیس فیلقوس کی معیّت میں برّی راستے سے ہیلیس پونٹ کی طرف روانہ ہوا، اور راستے میں فیلقوس نے ابدیرا اور مارونیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح تھبز اور مقدونیہ کے مابین جو سمجھوتہ تھا اُس سے ہر کس و ناکس واقف ہو گیا۔ لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد (۳۵۳ق م میں) اونی مارخوس نے لوکرسیوں کو شکست دے کر اور خومینوس کی آزادی کا اعلان کر دیا اور اس طرح سے تھبز کی شدید توہین کی، جس سے متاثر ہو کر تھبزی اپنی اُس فوج کو جو انھوں نے مشرق کی طرف روانہ کی تھی، واپس بلانے کا خیال کرنے لگے۔ میدان جنگ میں ایک مدّ و جزر کی سی کیفیت نمودار ہوئی، یعنی کبھی ایک فریق جیتتا کبھی دوسرا، چنانچہ خیرونیہ کے مقام پر تھبز کے ہاتھوں فوکس کو نیچا دیکھنا پڑا، لیکن تھسلی میں میدان فوکسیوں ہی کے ہاتھ رہا۔ الیواسی خاندان کے اراکین کی استدعا پر نو و فیلقوس نے مقدونوی دستوں سے تھسلی والوں کی مدد کی، اور اس طرح میتھونے کے قبضے کے بعد (باب ۵) محض یونانیوں کی خواہش کے بموجب پہلی مرتبہ اُس ملک کے معاملات میں مداخلت کی تھی۔ اس کے بعد فوکس نے تھبز کو بھی نیچا دکھایا اور (۳۵۲ق م میں) اُن سے کورونیہ لے لیا۔ لیکن معاملات نے پلٹا کھایا اور بہت جلد

باب ۱۵

لیکوفردن فیلقوس کے خلاف بالکل بے بس ہوگیا چنانچہ اُس نے اونی مارخوس اور اُس کے اجیر سپاہیوں کو تھسلی واپس بلا لیا۔ فریقین کے مابین ملک ماگ نیسیا کی سرحد پر گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں فیلقوس نے اونی ماخوس کو شکست دے دی۔ شکست خوردہ فوج کے بعض مفروروں نے تو ایتھنزی بیڑے میں پناہ لی جو خاریس کی سرکردگی میں ساحل کے قریب موجود تھا، اور باقی تقریباً تین ہزار شاہ مقدونیہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے جس نے اُن پر مذہبی گناہ کے ارتکاب کا الزام لگا کر سب کے سب کو بیک وقت سمندر میں غرق کرا دیا۔ خود اونی ماخوس کو اُس کے ساتھیوں نے فرار ہوتے ہوئے پکڑ لیا اور مار ڈالا، اور جب اُس کی نعش فیلقوس کے سامنے آئی تو اُس نے اُسے ایک صلیب پر لٹکوا دیا (۳۵۲ ق م)۔ مظفر و منصور بادشاہ نے اس کے بعد فیرائے کو آزاد کیا، پیگاسائے پر قبضہ کیا اور تھرموپلی میں ہو کر جنوب کی طرف بڑھا۔ اُس وقت جو سوال ہر شخص کی ورد زبان تھا وہ یہی کہ آیا وہ یونان پر اپنا فیصلہ کن اثر ڈال سکتا ہے۔ لیکن یکایک اُسے درۂ تھرموپلی کے قریب ایک ایتھنزی بیڑا نظر آیا جس میں ایک بیان کے بموجب چار ہزار پیادہ اور چار سو سوار تھے، اور اسے دیکھ کر فیلقوس نے واپس جانے کا عزم کر لیا۔ لیکن اُس نے ماگ نیسیا کے ملک اور پیگاسائے پر اپنا قبضہ جمے رہنے دیا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے بعد اُس کا پرچم مسلسل خلیج پیگاسائے کی بندرگاہ ہالوس تک تمام تھسلی کے ملک پر برابر اُڑتا رہا۔ اس ظاہری فتح کے بعد ایتھنزیوں اور اونی ماخوس کے جانشین فی لوس کے مابین نامہ و پیام تہنیت کا مبادلہ ہوا۔ الغرض یوبولوس کی قیادت میں ایتھنز کی بروقت مداخلت سے یونان کا وہ حصہ جو تھرموپلی کے جنوب میں واقع ہے، فیلقوس کی دست بُرد سے محفوظ رہا۔ فوکسیوں کا میدان عمل جنوبی حصے تک محدود تھا، اور چونکہ تھیبز اور لوکرس انھیں مغلوب نہیں کر سکتے تھے

اس لئے جنگ مقدس کچھ مدت تک اور جاری رہی یہاں تک کہ چھ سال کے بعد فیلقوس نے ایتھنز کے ساتھ صلح کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

اب ہم ازسرنو ایتھنز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جہاں اب شاہ مقدونیہ کا سب سے زیادہ جوشیلا مخالف افق سیاسیات پر نمودار ہوتا ہے۔

فیلقوس کو ۳۵۲ء ق م میں یعنی جس سال اس کی ترقی کو ایتھنز والوں نے تھرموپلی میں روکا تھا اس سے ایک سال پیشتر میگالوپولس کے برسراقتدار فریق نے پیلوپونیز کے معاملات میں مداخلت کرنے کی دعوت دی تھی اور یہ استدعا کی تھی کہ وہ اسپارٹیوں کے خلاف جو ازسرنو میگالوپولس کی بربادی پر تلے ہوئے تھے، ان کی پشت پناہی کرے یہ زمانہ ۳۵۲ء ق م کا ابتدائی زمانہ تھا، اور اس مرتبہ ایتھنز کی جمعیت عوام میں ایک ایسے شخص کی آواز پہلی مرتبہ سنی گئی جو اس کے بعد بیس سال تک مسلسل نہ صرف ایتھنز بلکہ تمام سرزمین یونان پر اپنی شخصیت کا اثر برابر ڈالتا رہا۔ یہ شخص دیموس تھنیس تھا، اور گو یہ تقریر اس کی پہلی سیاسی تقریر نہیں تھی، لیکن کم از کم پہلی اہم تقریر ضرور تھی [1]

دیموس تھنیس ایتھنز کے ایک زرہ ساز کا لڑکا تھا اور ۳۸۴ء ق م میں پیدا ہوا تھا۔ آٹھ برس کی عمر ہی میں اس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا، اس کے بعد اس کی آبائی جائداد کا انتظام چند متولیوں کے سپرد ہوا۔ لیکن انھوں نے اس کا انتظام اس درجہ خراب کیا کہ دیموس تھنیس، جس کا میلان ابتدا ہی سے فصاحت و بلاغت کی طرف تھا، ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے پر مجبور ہو گیا

---

[1] دیموس تھنیس کی تقاریر کے لئے اس سے پہلے کے باب میں جن کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے انکا ذکر کافی ہے۔ یہاں ناظرین کی توجہ صرف ان امور کی طرف مبذول کرنا کافی سمجھتا ہوں جنھیں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

باب ۱۶

سب سے پہلے ۳۶۴ ق م میں اُس نے اُن متولیوں میں سے ایک یعنی افولوس کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور اس میں اُسے کامیابی ہوئی، لیکن چونکہ فریق ثانی طرح طرح کی چالبازیوں میں ماہر تھا اس لئے شاید دیموس تھنیس کو زر مطالبہ نہیں ملا۔ اس نوعمر مستغیث کی کامیابی کا ایتھنزیوں پر گہرا اثر پڑا، چنانچہ جب اُس نے شہر میں اپنا دفتر کھول کر تقریر نویسی کا پیشہ اختیار کیا تو اُس کے پاس بہت سے موکل آنے لگے۔ ایتھنز میں یہ قاعدہ تھا کہ فریق مقدمہ کو اصالتہً پیروی کرنی پڑتی تھی، چنانچہ اگر کوئی شخص خود تقریر کرنے پر قادر نہیں ہوتا یا تقریر تیار کرنے کا اہل نہیں ہوتا تو وہ کسی دوسرے سے تقریر لکھوا لیتا اور اُسے حفظ یاد کر کے عدالت کے سامنے سنا دیتا۔ ساتھ ہی ساتھ عادلوں کو یہ اختیار بھی تھا کہ وہ اُس کی تقریر کے بعد اُس کے کسی ہمدرد کو بولنے کی اجازت دے دیں، اور عام طور پر یہ اجازت مل ہی جاتی تھی۔ اس ہمدرد مقرر کو قانونی اصطلاح میں سیونےگوروس اور اُس کی تقریر کو دیوترولوگیا کہتے تھے۔ دیموس تھنیس نے سیونوگوروس کا پیشہ اختیار کر لیا اور روز بروز اُس کی شہرت کا ڈنکا چار دانگ یونان میں بجنے لگا۔ کچھ مدت کے بعد اُس نے قانونی تقریر نویسی کے پیشے کو خیرباد کہہ کر سیاسی میدان میں قدم رکھا اور عموم ایتھنز کا "صلاح کار" یا سیوم بولوس بن گیا۔ دیموس تھنیس کی ابتدائی سیاسی تقریروں میں شاید اہم ترین تقریر وہ ہے جو اُس نے لیپ تی نیس کی مخالفت میں کی اس لئے کہ اُس تقریر سے ایتھنز کی زندگی کے ایک مخصوص شعبے پر روشنی پڑتی ہے۔ اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جن لوگوں نے مملکت کی کوئی نمایاں خدمت انجام دی ہو اُن کی اولاد کو ناٹک میں سنگتیے وغیرہ مہیا کرنے سے چھٹکارا مل جاتا تھا، لیکن اب لیپ تی نیس کی تحریک پر ایک قانون منظور ہوا جس کے بموجب مملکت کے مفاد اور اصول مساوات کی خاطر یہ فرائض ہر شخص پر عائد کر دئے گئے، اور آیندہ یہ قاعدہ مقرر ہو گیا کہ معاملات مملکت میں صرف ذاتی قابلیت کو ہی مرجح سمجھا جائے گا۔

اس قانون پر اپسے فون اور تیسی فوس نے خلاف آئین مملکت ہونے کا الزام لگایا اور ان میں سے موخر الذکر نے، جو خابریاس کا بیٹا تھا اور جسے اپنے مخصوص حقوق کے جاتے رہنے کا بہت غم تھا، دیموس تھنیس کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ یہ تیسی فوس اتھنز میں اوباش و بدکار مشہور تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے اُس کی پیروی صرف اُس کی ماں یعنی خابریاس کی بیوہ کی وجہ سے کی ہوگی۔ لیکن جب مقدمہ شروع ہوگیا تو وہ اس کی پیروی محض اصولی نقطۂ نظر سے کرنے لگا اور اسنے کہا کہ مملکت کو چاہیئے کہ جو وعدے وعید اُس نے ایک مرتبہ کر لئے ہیں اُنھیں نبھائے اور اپنی پیروی میں اُس نے بیحد ذکاوت اور قابلیت کا ثبوت دیا۔ ہم اس سے واقف نہیں کہ اُسے مقدمے میں کامیابی ہوئی یا نہیں۔ بہرحال ۳۵۴ھ ق م میں اُس نے جمعیت عوام میں پہلی مرتبہ تقریر کی سلطنت ایران مدت دراز سے زوال کی طرف مائل تھی، لیکن حال ہی میں اُس کے شہنشاہ اردشیر اخوست نے جو ۳۵۸ھ ق م میں تخت نشین ہوا تھا، تھوڑی بہت جان ڈال دی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی توجہ ایشیائے کوچک کی افراتفری کی طرف مبذول کی تھی۔ ہم اس کتاب کے پندرھویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ جب ارتاباز و نے ایشیائے کوچک میں بغاوت کا علم بلند کیا تو خاریس نے اُس کی پشت پناہی کی تھی، لیکن اسے ایشیائے کوچک چھوڑ دینا پڑا تھا۔ اردشیر کی جنگی تیاریوں کی وجہ سے ایران میں یہ مشہور ہوگیا کہ وہ یونان پر حملہ کرنے کی فکر میں ہے اور جب ہیرو داس اسپارٹا آیا (باب ۱) تو اُس وقت ۳۹۶ھ ق م کی طرح یونانیوں کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی تھی خود اتھنز میں بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اب ایران کے خلاف لیگ بنانے اور اُس پر حملہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔

دیموس تھنیس نے اپنی تقریر de Symmorus میں اسی خیال کے خلاف آواز بلند کی۔ اس تقریر کا یہ نام اس لئے پڑا کہ اس میں مقرر نے تحریک کی کہ شہریوں کی اُن انجمنوں کو جن کا مقصد بیڑے کے لئے روپیہ مہیا کرنا تھا

باب ۱۶

(باب ۱۵) از سر نو منظم کرنا چاہیئے۔ دیموس تھنیس کی رائے تھی کہ ایران پر حملہ کرنے سے پہلے ایتھنز کو کیل کانٹے سے پورے طور پر تیار ہوجانا مناسب ہے، اور اس انتظام کے لئے سیومور یا انجمنیں ناکافی ہیں۔ بلاشبہ اُس کے یہ خیالات نہایت ہی عمدہ تھے لیکن اُن کا اُس وقت نفاذ نہیں کیا گیا؛ اس کے بجائے ان تقریروں وغیرہ سے جو ایک قسم کا جوش پیدا ہوگیا تھا اُس میں کمی آگئی اور اس طرح دیموس تھنیس کے مقصد کے حصول میں ایک حد تک کامیابی ہوگئی[۵۳]۔

الغرض جب ۳۵۲ ق م میں میگالو پولس نے ایتھنز سے مدد طلب کی تو دیموس تھنیس نے اُسے منظور کرنے کی رائے دی اور خاص طور پر اس امر پر زور دیا کہ ایتھنزیوں کو اسپارٹا کی مزید ترقی میں حائل ہونا چاہیئے[۵۴]۔

---

۵۳ دیموس تھنیس کی سیاسی تقریروں میں بہت کم ایسا نظر آتا ہے کہ اُن کے اختتام پر امر متعلقہ کی بابت کسی قسم کی بھی تحریک ہو۔ یہی کیفیت او لنتھوسی تقریروں کی ہے جن میں محض کلیوں اور تعمیموں پر بحث کی گئی ہے (اور اسی وجہ سے اُن کی تاریخوں کا تعین نہیں کیا جاسکتا) اور یہی علاوہ پہلی فیلقوسی کے باقی سب "فیلقوسی" تقریروں و تقاریر متعلق میگالو پولس، در ھوڈز و خرسونیز کی ہے۔ بلاس (۲، ۲۷۶ و ۲۷۷) ایسقراطیس کی تحریروں میں بھی اسی خصوصیت کا انکشاف کرتا ہے، لیکن وہاں اس کے اسباب موجود ہیں۔ یہ کمی خاص طور پر ۳۵۱ ق م والی تقریر میں نظر آتی ہے (اس تقریر کی تاریخ کے لئے دیکھو بچر Butcher صفحہ ۴۳ اور یودائخ Judeich صفحہ ۲۴۳) جو رھوڈزیوں کی آزادی پر دی گئی تھی، اور جس میں دیموس تھنیس (ہ ۹) رھوڈزیوں کو آزادی کی تلقین کرتا ہے لیکن اُس کے حصول کے طریقے نہیں بتاتا، اور ظاہر ہے کہ یہی امر مشکل ترین تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں دیموس تھنیس نے الگزیت کے اصول کا ہمنوا ہوکر اس فریق کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی تھی۔

۵۴ اُس تقریر میں جو اس موقع پر دیموس تھنیس نے دی، وہ کہتا ہے (ہ ۸) کہ ممکن ہے میگالو پولس کو اسپارٹا کے رحم پر چھوڑ دیا جائے، لیکن یہ ہرگز مناسب نہ ہوگا

باب ۱۶ | اُس کے نزدیک بہترین طرزِ عمل یہ تھا کہ ایتھنز اسپارٹا اور تھیبز دونوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اس لئے کہ ایسا کرنے سے اسپارٹا کے اقتدار میں معتد بہ اضافہ ہو جائے گا اور وہ فوراً "مسینے کی طرف" بڑھے گا جو ہر حالت میں ایتھنز کے مفاد کے منافی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ۳۴۴ء ق م میں وہ تسلیم کرتا ہے (فیلقوسی ۲، ۱۳) کہ اسپارٹا کے مسینے میں حقوق ضرور موجود ہیں، اور یہ صرف اس لئے کہ اب وہ تمام پیلوپونیزیوں کو، جن میں اسپارٹی بھی شامل تھے، فیلقوس کی مخالفت پر آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ اسی سال وہ ایتھنز کے روایتی طرزِ عمل کے مطابق کہتا ہے کہ تھیبز کو اورخومینوس پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے، لیکن چھ سال بعد ۳۳۸ء ق م میں وہ اُسے اور تمام بیوتیہ کو تھیبز کے حوالے کر دیتا ہے اس لئے کہ اب اُسے تھیبز کی ہمنوائی کی ضرورت تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ دیموس تھینیس عام طور پر زمانے کی سیاسی ہوا کے ساتھ رنگ بدلتا ہے۔ تقریر میگالوپولس (ج ۴) میں و نیز ۳۵۲ء ق م کی تقریر مخالف ارسطقراطیس (۱۰۲) میں وہ کہتا ہے کہ ایتھنز کی عظمت کا راز یہی ہے کہ اسپارٹا اور تھیبز کو زیر رکھا جائے۔ جب اسپارٹا اور تھیبز کی کمزوری ہی ایتھنز کی عظمت کا باعث ہوئی ہو تو وہ اُس کا طریقہ یہ بتاتا ہے کہ اسپارٹا کے خلاف مسینے اور آرکیڈیا کو اور تھیبز کے خلاف فوکس کو ہمیشہ آمادہ رکھا جائے، گویا دیموس تھینیس کے نزدیک اگر اسپارٹا اور تھیبز کے جسم میں کوئی نہ کوئی کانٹا چبھا رہے تو ایسی حالت میں ایتھنز کی شاہراہِ ترقی میں کوئی حائل نہ ہوگا۔ یہ ایتھنز کے عملی سیاست داں کے خیالات ہیں۔ لیکن وہ صرف عملی مدبر ہی نہیں بلکہ حسب ضرورت مطمحیت کا جامہ بھی پہن لیتا ہے؛ مثلاً ۳۴۴ء ق م میں وہ اپنی دوسری فیلقوسی تقریر میں کہتا ہے (ج ۱۲) کہ جہاں آرگوس اور تھیبز نے ہمیشہ اپنی منفعت کو ہی اپنا مقصد اعلیٰ بنایا ہے، ایتھنز اُس سے بالاتر ہے۔ لیکن بعض مرتبہ دیموس تھینیس ایک ہی تقریر میں مطمحی بھی بن جاتا ہے اور تھوڑی سی دیر بعد عملی جامہ بھی زیب تن کر لیتا ہے۔ تقریر " De Corona " میں اس کے لہجے سے عالی منشی پائی جاتی ہے، اور اس طرز تقریر کو ج ۱۹۹ میں انتہائی عروج حاصل ہوتا ہے۔ اس فقرے کو اکثر مورخ

باب ۱۶

کسی نہ کسی طرح سے کم زور رکھے۔ بایں ہمہ ایتھنز اور میگالوپولس کے مابین کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا یہاں تک کہ سنہ ۳۵۱ ق م میں اس آرکیڈی شہر کو خود ایتھنز نے اپنی حمایت میں لے لیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس تقریر کے بعض سیاسی اصول نہایت عمدہ تھے لیکن یہ اصول وہ نہیں تھے جن کی وجہ سے اس تقریر میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ مقرر نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ نقل کرتے ہیں اور اس میں مقرر کہتا ہے کہ اگر ایتھنری یہ بھانپ بھی لیتے کہ آخر کار انھیں شکست ہوتی ہے تاہم وہ محض غسرت منصبی کی ادائگی کی خاطر ضرور فیلقوس سے لڑتے، لیکن اس کے برعکس (۳ ۱۰۳) میں ایک فقرہ ایسا ہے جس کا کوئی لحاظ نہیں کرتا اور جس میں دیموس تھنیس فخریہ لہجے میں کہتا ہے کہ بیوتیہ ایتھنز کا سپر ہے۔ اگر دیموس تھنیس نے یہی بات تھبزیوں سے اس وقت کہی ہوتی جب وہ سنہ ۳۳۸ ق م میں وہ اُن سے فیلقوس کے خلاف مدد کا طالب تھا تو وہ کبھی اُس کا کہنا نہ مانتے اس لئے کہ کسی قوم کا دوسری کے لئے "سپر" یا "حاجب" بننا بہت زیادہ دل خوش کن نہیں۔ دیموس تھنیس کا بڑا بھاری مداح بلاس Blass ہے، لیکن اس کے نزدیک بھی دیموس تھنیس ۲۱ سال ہی کی عمر میں "ایمان دار" ہونے کے بجائے "پرانا کھلاڑی" بن گیا تھا (۳، ۱، ۱۶۹)۔ بلاس بالکل سچ کہتا ہے۔ اُس نے یہاں وہ صفت بیان کی ہے جس کی وجہ سے اُس کے ممدوح کو ایک بڑے مدبّر کا پایہ حاصل نہ ہو سکا۔ اوپر جو کچھ ہم نے کہا ہے اور جو ہم اس کے بعد بیان کریں گے اُس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس میں نہ صرف یہ خصوصیت قائم رہی بلکہ اس میں معتد بہ اضافہ بھی ہوا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ہر بڑے مدبر کو عملی اور مطمحی دونوں اعتبار سے اپنے افعال کو ڈھالنا پڑتا ہے لیکن عام طور پر وہ دیموس تھنیس کی طرح محض وقتی اثر پیدا کرنے کی غرض سے اپنے اُصول کو کام میں نہیں لاتا peri parapr. (۵، ۷۸)۔ دیموس تھنیس کی مدیاس والی تقریر سے ہم دیکھیں گے کہ اس کے اقوال و افعال کس حد تک ایک دوسرے کے مطابق تھے (باب ۷، حاشیہ ۱)۔

باب ۱۶

سب سے پہلے یہ اصول جو پیش کیا (ج ۴) کہ اگر ایتھنز کا بول بالا منظور رہے تو اسپارٹا اور تھبز کو وہیں دبا دینا چاہیئے۔ اس سے اُس پُرانے روایتی بغض و حسد کا اظہار ہوتا ہے جو عرصے سے یونانی مملکتوں میں ایکدوسرے کے خلاف نظر آتا ہے اور جسے عام طور پر اصول توازن قوت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے اصول بہت اچھے ہوتے ہیں اگر کوئی دشمن تاک میں نہ بیٹھا ہو؛ لیکن اس موقع پر اس اصول کا انطباق، جس کی وجہ سے اسپارٹا کے خلاف اشتعال پیدا کیا گیا، نہ صرف اس لئے نامناسب تھا کہ ایتھنز اور اسپارٹا کے مابین دوستی تھی بلکہ مسئلۂ فوکس میں ان دونوں کا مفاد مشترک تھا۔ بہر نوع یہ ہرگز عاقلانہ فعل نہ تھا کہ ایک معمولی سی بات میں ایک دوست کی مخالفت کی جائے اور وہ صرف اس لئے کہ کہیں اس کی طاقت و سطوت میں اضافہ نہ ہو جائے۔ دیموس تھنیس اور ایتھنزیوں کو میگالوپولس میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی؛ لیکن ان کے نزدیک اسپارٹا کو اس شہر کو مختلف حصوں میں منقسم ہونے سے باز رکھنا صرف اس لئے ضروری تھا کہ اُن کے نزدیک وہ اُس کے بعد مسینے پر حملہ کر بیٹھے گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی کو اسکی امید بھی تھی؟ ۳۶۲ ق م میں مین تی نیہ کے مقام پر ایتھنز اور اسپارٹا میگالوپولس کے خلاف دوش بدوش لڑے تو کیا اس کے بعد اسپارٹا کو کوئی غیر معمولی اقتدار حاصل ہو گیا؟ دیموس تھنیس ایتھنزیوں کے عام جذبات سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ کہنے لگا کہ اگر میگالوپولس والے اُن ستونوں کو بالکل منہدم کر دیں جن پر اُن کے اور تھبز کے باہمی عہد نامے کندہ ہیں تو ایسی حالت میں ایتھنز اُن کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتیں میگالوپولس والوں کے لئے کچھ زیادہ قابل قبول نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ میگالوپولس اپنے آزمودہ کار دوستوں اور حلیفوں یعنی تھبزیوں کو منجمد معاہدہ میں چھوڑ دے اور ایتھنز کی مدد کا منتظر رہے؛ اس کے بجائے میگالوپولس نے

باب ۱۶

اس پر تھبز کے ساتھ محالفہ کرنے کو ترجیح دی اور اس کا انھیں بعد میں کبھی افسوس نہیں ہوا۔

دیموس تھنیس کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ جن موقعوں پر ایتھنزیوں کو اپنے حلیفوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیئے تھا، وہاں اُس نے ایتھنزیوں کے دل میں ان کی اہمیت کا غیر ضروری احساس پیدا کر دیا اور یہ خیال پیدا کر دیا کہ اب بھی وہ معاملات یونان میں بہ پنچ اور ثالث بن سکتے ہیں اسی طرح اُس نے میگالوپولس کے معاملے میں اسپارٹا کو بے فائدہ بھڑکایا جس کی وجہ سے گو اسپارٹی فیلقوس کے دشمن تھے انھوں نے مقدونیہ کے خلاف ایتھنز کے ساتھ محالفہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ غالباً اُنھوں نے یہ خیال کیا ہوگا کہ شاید ایتھنز کو صرف اپنا ہی فائدہ مقصود ہے اور دیموس تھنیس ۳۵۲ق م کے طرز عمل کا ہی اتباع کرنا چاہتا ہے۔ اسپارٹی ۳۶۱ق م سے ۳۳۸ق م تک کی گفت وشنود اور اہم ترین واقعات سے کنارہ کش ہی رہے اور انھوں نے صرف فوکس کی مدد پر ہی اکتفا کیا۔ ہمارے نزدیک اسپارٹا کا رزمگاہ یونان سے نکل جانا نہ صرف اُس عہد کے حالات کے مطابق تھا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اسپارٹیوں کی چند در چند قابلیتوں کی وجہ سے یہ دنیائے یونان کیلئے بے حد قابل افسوس تھا۔ اس سے پیشتر کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا کہ یونان کی موت و زیست کا مسئلہ اسپارٹیوں کے تعامل کے بغیر طے ہو گیا ہو۔ ۳۵۰ق م میں اسپارٹا کی اہمیت میں کچھ ایسی زیادہ کمی نہیں ہوئی تھی، اور اگر وہ ایتھنز کے ساتھ ہو جاتا تو اُس سے صورت حال یقیناً مختلف ہو جاتی؛ لیکن وہ علیحدہ ہی رہا اور ایتھنزی رہبر اُسے مفید تر طرز عمل پر آمادہ نہ کر سکے۔

اس باب میں ہم نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود یونانی مملکتوں کی حکمت عملی کی وجہ سے مقدونوی خطرات میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ اب یونانیوں کے باہمی نفاق کے قدیم اسباب میں جدید اسباب بھی شامل ہو گئے ہیں اور مختلف مملکتوں کی انفرادی حیثیت میں بجائے کمی کے زیادتی ہونے لگی ہے۔ تھبز اپنی

باب ۱۶

پرانی حیثیت کا احیا سازشوں کے ذریعے سے کرنا چاہتا ہے اور اس طرح گویا خانہ جنگی کے مخزن بارود میں فلیتے کا کام کرتا ہے۔ اس عام بحران میں اسپارٹا کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کرتا۔ ایتھنز میں ایک اکتیس سالہ نوجوان کو اُس کے ایتھنزی دوست بلاغت و فصاحت کا امام کہہ کر اپنے سروں پر بٹھا لیتے ہیں، اور یہ وہ شخص ہے کہ جب یہ مدبرِ مملکت کے درجے پر پہنچ جاتا ہے اُس وقت بھی دوسروں کے لئے تقریریں لکھنا اور اُن کا معاوضہ وصول کرنا نہیں چھوڑتا۔ گو دیموس تھنیس کو جنگ کا ذاتی تجربہ مطلق نہیں تاہم وہ معاملات عامہ پر ایک خاص اثر پیدا کر لیتا ہے، جس کے ذریعے سے اسپارٹا اور ایتھنز کے قدیم باہمی حسد میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور اُس وقت جب اسپارٹا ایتھنز کو بجائے گزند پہنچانے کے کسی قسم کا فائدہ ہی پہنچاتا۔ اس کے برعکس مقدونیہ پر، جس کے معاملات میں ایتھنز اپنے معمول کے مطابق مداخلت کرتا ہے، ایک نہایت ہی قابل مدبر سریر آرا ہے جو معاملات ملکی اور معاملات جنگ دونوں میں طاق ہے۔ وہ نہ صرف ایتھنزیوں کو نہ صرف مقدونوی ساحل سے نکال دیتا ہے بلکہ خود یونانیوں کی طلبی پر اُن کے معاملات میں مداخلت کرتا ہے اور یونان کے خانگی معاملات میں ایک نہایت ہی اہم حصہ لیتا ہے۔ ان تمام باتوں سے کوئی دوررس مفکر یہ نتیجہ نکال سکتا تھا کہ اگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا تو یونان کی قسمت کا عنقریب فیصلہ ہونے کو ہے[۵]۔

---

[۵] اگر ہم مختلف واقعات کے باہمی تسلسل و تعلق سے آگاہ ہونا چاہیں تو یہ ضروری ہے کہ پہلے ہم مختلف یونانی مملکتوں کے باہمی تعلقات کا اندازہ کر لیں؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمیں ان کی بابت بہت کم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ اُس عہد کی ممتاز ترین مملکتیں تھبز، ایتھنز، مقدونیہ اور ایران تھیں، جن میں سے بہت کم اہمیت اسپارٹا کو حاصل تھی۔ (۱) تھبز و ایران۔ ان دونوں کے درمیان

باب ہفدہم

فیلقوس اور یونانی صلحنامۂ فلوکراتیس اور تسخیر فوکس تک

۳۵۲ سنہ ق م تا ۳۴۶ سنہ ق م

گو فیلقوس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے حیطۂ اختیار کو وسعت دے اور اپنا اثر بڑھائے لیکن زمانے کی تبدیلی کے ساتھ ہی وہ اپنی مخصوص حکمت عملی کو بھی بدلتا رہتا تھا۔ سب سے پہلے تو اُس نے مقدونوی قوم کو متحد کر کے اُسے اپنے پرچم کے زیر سایہ جمع کر لیا، بعد ازاں اُسے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مدت دراز سے اچھے تعلقات چلے آتے تھے، لیکن ۳۵۳ سنہ ق م میں تھبز نے شہنشاہ کے خلاف ارتابازو کو مدد دی (دیودورس ۱۶، ۳۴) لیکن ۳۵۱ سنہ ق م میں وہ شہنشاہ کی مدد مصر کے خلاف کرتا ہے (دیودورس ۱۶، ۴۴) اور اس کے معاوضے میں شہنشاہ اُسے روپیہ دیتا ہے (۱۶، ۴۰) (۲) تھبز اور فیلقوس ۳۵۷ سنہ ق م میں الیواسیوں کی وساطت کی وجہ سے دونوں کے تعلقات اچھے تھے (دیودورس ۱۶، ۱۴) - ان تعلقات میں ۳۵۳ سنہ ق م میں، جب فیلقوس تھسالویوں کی مدد کے لئے آتا ہے، اضافہ ہوجاتا ہے (دیودورس ۱۶، ۳۵) (۳) تھبز و ایتھنز - ۳۶۸ سنہ ق م میں بھی تھسلی کے معاملات میں ان دونوں میں باہمی والفت

الیریائیوں، تھریسیوں اور دوسری بربری اقوام سے بچایا اور یونانیوں کے علی الرغم اپنا اثر سمندر پر بھی قائم کرلیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُسے اپنی ہمسایہ اقوام کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ پائی جاتی ہے (دیودورس ۱۵، ۷) اور یہ وہ زمانہ ہے جب ایتھنز خود سر اسکندر کا حلیف بنا ہوا ہے۔ ایاموندا س ایتھنز کو بزورِ جبر دونوں پر نیچا دکھانا چاہتا ہے۔ جنگ مقدس میں ایتھنز اور تھیبز ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں لیکن دونوں میں مڈبھیڑ نہیں ہوتی۔ سنہ ۳۵۳ ق م میں دیموس تھنیس ایتھنزیوں کا ہمنوا ہوکر کہتا ہے کہ تھیبز کی قوت کو بڑھنے سے روکنا مناسب ہے (تقریر متعلق میگالوپولس)۔ (۴) ایتھنز و مقدونیہ۔ سنہ ۳۵۷ ق م میں امفی پولس کے متعلق دونوں میں جنگ شروع ہوتی ہے اور سنہ ۳۴۶ ق م تک برابر جاری رہتی ہے۔ (۵) ایتھنز و ایران۔ جنگ حلفا کا ایک سبب موسولوس بھی ہے، جو شہنشاہ ایران کا وفادار باجگزار ہے اور جو رھوڈز اور خیوس میں بغاوت پھیلاتا ہے۔ موسولوس کی جانشین ارتے میزیہ کو بھی شہنشاہ ایران سے خاص عقیدت ہے، مقابلہ کرو تقریر متعلق آزادی رھوڈز۔ ایران کے خلاف بغاوت اور اُس سے مفاہمت دونوں موسم کی طرح باری باری سے نظر آتے ہیں۔ سنہ ۳۵۶ ق م میں ایتھنزی باغی ارتابازد کی مدد کرتے ہیں (دیودورس ۱۶، ۲۲)۔ بلاشبہ سنہ ۳۵۱ ق م میں ایتھنز چاہتا ہے کہ شہنشاہ سے معاقدۂ دوستی کرے، لیکن وہ اُس کی مدد کے لئے فوج روانہ نہیں کرتا؛ اسپارٹا کا طرزِ عمل بھی تقریباً یہی ہے (دیودورس ۱۶، ۴۴)۔ (۶) مقدونیہ و ایران۔ ان دونوں کے درمیان تنازعات پیدا ہونے میں ابھی دیر ہے۔ سنہ ۳۴۱ ق م میں شہنشاہ اپنے صوبہ داروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ پرنتھوس کی "جہاں تک بھی ممکن ہو" مدد کریں۔ لیکن فیلقوس نے پہلے ہی سے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ ایران کے خلاف یاسون کے پیش نامے کے مطابق قدم اُٹھائے گا (مقابلہ کرو شیر، دیموس تھنیس ۲، ۲۳۵)۔

مختصراً ہم ان چاروں مملکتوں کے باہمی تعلقات کا مفصلۂ ذیل اندازہ کرسکتے ہیں:۔ تھیبز کی شہرت چار دانگ یونان میں پھیلی ہوئی تھی، اُس کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، وہ آبادی کے لحاظ سے قوی لیکن واقعتاً کمزور تھا اس لئے کہ ہوتی اُسکی سطوت و قوت سے کے

باب ۱۰ معاندانہ کارروائیوں سے ہمیشہ دوچار ہونا پڑتا تھا، اور یہ اُس کی عادت میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مخالف تھے اور اندرون مُلک میں بھی اُس کا کوئی ہمنوا نہیں تھا۔ اتھنز ضرور قوی ہے لیکن وہ اپنے بیرون ملک تعلقات کی وجہ سے اپنی قوت کو حسب دلخواہ کام میں نہیں لاسکتا اور ساتھ ہی اُس کے پاس قابل سپہ سالاروں کی کمی ہے۔ مقدونیہ کا اثر صفر کے برابر ہے لیکن اُس کی فوج اور اُس کے بادشاہ دونوں کے دل بڑھے ہوئے ہیں۔ رہا ایران سو وہ ایک ایسے دیو کی مانند ہے جس پر حالت نزع طاری ہو، باایں اسباب تھبز، اتھنز اور فیلقوس میں تو حوصلہ مندی نظر آتی ہے اور اتھنز اور فیلقوس اور ایران میں وسائل کی فراوانی، لیکن صرف فیلقوس ہی ایسا ہے جس میں قابلیت موجود ہے اب ہم ان تینوں کے مستقبل کے متعلق رائے قائم کریں گے۔ مقدونیہ کا مستقبل درخشاں تھا لیکن صرف اُس حالت میں اگر اُس کا فرماں روا قابل ہو، رہیں تینوں حوصلہ مند مملکتیں، تو یونان کے اندرونی معاملات اور دُنیائے یونان سے تعلقات کے معاملے میں ایکدوسرے سے توازن قائم تھا، چنانچہ اگر ان میں سے دو متفق ہو جائیں تو تیسرے پر یقیناً اثر ڈال سکتی تھیں۔ یہی ہوا، تھبز نے ایک تو فیلقوس کے ساتھ محالفہ کیا اور ساتھ ہی ایران کی طرف بھی جھکا، چنانچہ اُس کی حیثیت میں اہمیت پیدا ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اتھنز پہلے تو فیلقوس اور اپنے باہمی حلیفوں کے خلاف اور پھر میدان جنگ میں فیلقوس کے خلاف اور میدان تدبیر میں تھبز کے خلاف لڑا تو اُسے ۳۴۶ ق م میں آخرکار جھک جانا پڑا۔ اس سال اتھنز نے فیلقوس کو اپنے ساتھ ملانے اور تھبز سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بے سود رہی اور فیلقوس نے برابر تھبز کا ہی ساتھ دیا۔ پھر ۳۳۹ ق م میں دیموس تھینیس نے بڑے بڑے ایثار اور قربانیاں کرکے از سر نو تھبز کو ملانا چاہا، اور آخرکار وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوا چنانچہ اتھنز اور تھبز کے درمیان فیلقوس کے خلاف محالفہ ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود میدان فیلقوس ہی کے ہاتھ رہا۔ پہلے تو اُس نے امفکت یونیس اور تھبز کے ساتھ مل کر اپنا مقصد حاصل کیا تھا لیکن اس کے بعد وہ محض اپنے بل بوتے پر کھڑا ہو گیا لیکن ۳۵۰ ق م کے بعد کے نوشتہ جات اسقدر کم میسر آئے ہیں کہ ہم ان تعلقات کی کارروائیوں کے اثرات کا پورے طور پر اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں

باب ۱

داخل ہوگیا تھا؛ لیکن جب وہ یونان کی طرف پلٹا تو اُن کے ساتھ تعلقات ہونے کے باعث اُسے حدود مقدونیہ سے باہر جانا پڑا، اور صرف یہی نہیں کہ وہ اُن کے دائمی مناقشات میں شریک ہوجائے بلکہ اُن کی تاریخ اور اُن کے خیالات سے واقفیت کے باعث اُس کے مقاصد قدیم شاہان مقدونیہ کے مقاصد سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگئے۔ مدت دراز سے یونانی تمدن کی تشکیل کا مدار یونانیوں اور ایرانیوں کی باہمی مخالفت پر ہوگیا تھا، لیکن اس صورت حال نے کچھ ایسا پلٹا کھایا تھا کہ اب عام طور پر یونانی ایرانیوں کی خدمت گزاری کو باعث فخر و مباہات سمجھنے لگے تھے۔ فیلقوس نے اُن قدیم مقاصد کو جو یونانیوں کی باہمی آویزشوں کے باعث نظر سے اوجھل ہوگئے تھے پیش نظر رکھا اور ایران کے ساتھ جنگ کو اُسی طرح سے اپنا مقصد بنالیا جیسے یاسون والیٔ فیراے نے بنایا تھا اور جیسے بعض عالی دماغ یونانی نے اپنی منتشر قوم کے اتحاد و اتفاق کا واحد ذریعہ قرار دیتے تھے۔ لیکن ایران کے ساتھ جنگ آزمائی کرنے سے پیشتر یہ لازم تھا کہ یونانی اُسے اپنا سپہ سالار تسلیم کرلیں، اور یہی اُس کا فوری مطمح نظر ہوگیا کہ کسی نہ کسی طرح سے اُسے یونانیوں کی قیادت حاصل ہوجائے۔ لیکن اس قیادت کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ اُس کا اقتدار اپنے اپنے عروج کے زمانے میں ایتھنز، اسپارٹا یا تھبز کے اقتدار سے بڑھنے نہ پائے۔ چونکہ ان تینوں مملکتوں نے اپنی قیادت کو سلطنت کے قالب میں ڈھال دینے کی کوشش کی تھی اس لئے اب یونانیوں نے عام طور پر یہ ٹھان لیا کہ فیلقوس بھی اُن کا اتباع کرکے یونان کو اپنی سلطنت کے حدود میں شامل کرنا چاہتا ہے، چنانچہ اب اُنھوں نے اُس کے مقابلے کا تہیہ کرلیا۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ بیلوخ کی "سیاسیات اٹیکا" Beloch Attische Politik (لائپزگ ۱۸۸۴ء) میں بعض نہایت مفید اور قابل قدر خیالات ملیں گے۔

باب ۱۷

لیکن بالفعل فیلقوس کو تھریس کے معاملات کی ابتری کی وجہ سے اس طرف توجہ کرنی لازم تھی، اس لئے کہ یہ ناممکن تھا کہ فیلقوس تو ایشیا چلا جائے اور تھریس مقدونیہ کے جسم میں کانٹا سا چبھا رہے۔

۳۵۲ ق م میں اُس نے پروپونٹس تک بڑھ کر ہیرنطہ سے مخالفہ کرلیا۔ اس سے کچھ عرصے پیشتر اولنتھوس اپنے اور مقدونیہ کے باہمی اتحاد کو بالائے طاق رکھ کر اتیھنز سے مل گیا تھا، چنانچہ اب فیلقوس نے اُس کی طرف رخ کیا تاکہ اُسے اور جزیرہ نمائے خالکدیس کو اپنی سلطنت میں ملحق کرے۔ یہی وہ موقع تھا جب دیموس تھنیس نے قطعی طور پر فیلقوس کی مخالفت اور یونانیوں میں اُس کے خلاف تبلیغ کرنی شروع کی[۱۵] اپنی

---

[۱۵] دیموس تھنیس کی "فیلقوسیاں"؛ شیفر "دیموس تھنیس" ۲، ۵۹ وغیرہ۔

ہم اس حاشیے میں ان کے علاوہ دیموس تھنیس کی زندگی کے دوسرے ایسے واقعات بیان کریں گے جو تاریخ تمدن کے لئے ضروری ہیں۔ ۳۶۲ ق م سے ۳۵۵ ق م تک دیموس تھنیس نے تقریر نویس کی حیثیت سے دو قابل لحاظ تقریریں لکھیں، جن میں سے ایک تو بازیون نامی صرّاف کے بیٹے اپولودوروس کے خلاف فورمیو کے لئے، اور دوسری فورمیو کے ایک گواہ استیفانوس کے خلاف اپولودوروس کے واسطے، اور اس دوسری تقریر میں پہلی تقریر کے بہت کچھ مواد کو باطل ثابت کیا۔ چونکہ اس حرکت سے دیموس تھنیس پر حرف آتا تھا اس لئے اُس کے بعض مداح (مثلاً شیفر) استیفانوس والی تقریر کو اُس کی طرف منسوب نہیں کرتے (بلاس Blass ۳، ۱، ۴۱۲)، لیکن خود بلاس کا بھی یہی خیال ہے کہ اس تقریر کا پہلا حصہ دیموس تھنیس ہی نے لکھا تھا۔ اگر واقعی دیموس تھنیس نے اس تقریر کا ایک حصہ (۱، ۸۳) محض اس تقریر کا ابطال کرنے کے لئے لکھا جو اُس نے اس سے پہلے فورمیو کے لئے قلمبند کی تھی (رک ۲۰ و ۲۲) تو اس کے بعد یہ بات ہماری سمجھ میں نہایت آسانی سے آجاتی ہے کہ قدما کیوں دیموس تھنیس کے پیشے کا بار بار ذکر کرتے ہیں اور اُس سے اپنے تنفر کا اظہار کرتے ہیں۔ بچر Butcher ("دیموس تھنیس" ۱۳۶، ۱۳۷) اُس کے

پہلی فیلقوسی تقریر میں وہ یہ بتاتا ہے کہ اگر اتیھنز اور مقدونیہ کے مابین

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس فعل کو "بدنما" کہتا ہے اور اس کی رائے ہے کہ اس سے دیموس تھنیس کے نام پر حرف آیا، لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس رائے کی کاٹ میں) یہ بھی کہتا ہے کہ اس موقع پر وہ کسی خاص فریق کا وکیل نہیں تھا بلکہ محض "ایک گمنام تقریر نویس تھا اور اپنی روزی اسی پیشے سے کماتا تھا"۔ بلاشبہ اس قسم کی تحریروں کا معاوضہ کافی مل جاتا ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ پہلے تو دیموس تھنیس نے فورمیو کے ذریعے سے اپولودوروس پر حملہ کیا، اس کے بعد اسی اپولودوروس کے لئے استیفانوس کے خلاف تقریر لکھی، وہی استیفانوس جو تقریر نمبر ۱ میں فورمیو کے گواہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ بلاس (۳، ۱، ۳۲) اس پر کہتا ہے کہ اس نے صرف اس لئے کیا کہ تھیوریکا کے صحیح مصرف کے لئے ایسی تحریک جس کے پیش کرنے سے الزام پارالوموں ("خلاف آئین") کے باعث خود دیموس تھنیس جھجھکتا تھا، اپولودوروس نے ازراہ کرم پیش کردی، اور اس کی پاداش میں اسے ایک تالنت جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ یہی سبب ہوا ہوگا کہ دیموس تھنیس نے استیفانوس کی مخالفت میں اپولودوروس کا ساتھ دیا تھا۔ اگر بلاس کا یہ خیال درست ہے تو ہمیں دیموس تھنیس کی ہوشیاری میں تو مطلق کلام نہیں، لیکن اس قسم کی کارروائی سے اس کی وقعت میں ہمارے نزدیک کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اپولودوروس کی تقریباً وہی حیثیت تھی جو آج کل کسی اخبار کے ایسے مدیر کی ہوتی ہے جو محض برائے نام "مدیر مسئول" ہو اور اصلی مدیر کی جگہ حکومت کی قید بھگت رہا ہو؛ ایسے لوگوں کی جیبیں ضرور بھرتی رہتی ہیں، لیکن کوئی شخص ان کے ذلیل خانگی امور میں ان کی تائید کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔ وائل ("تقاریر دیموس تھنیس" Weil Harangues de Demosth صفحہ x) کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کے طرز عمل میں ایک قسم کی دورنگی پائی جاتی تھی جس کی حال میں بالکل اس قدر مدح سرائی کی گئی ہے" لیکن اپنی اس رائے میں وائل نے اُن ذلیل حرکات کو ملحوظ نہیں رکھا جن کا ص ۸۳ میں ذکر ہے۔ ہمیں بھی بہت کچھ شبہ ہے کہ اگر کسی اچھی تحریک کا

باب ۱۲ | جنگ ہو جائے تو اُس کا انتظام کس انداز سے ہونا چاہیئے اُسکے نزدیک

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مؤید بجائے دیموس تھنیس جیسے شخص کے ایک " غریب صراف زادہ" (بلاس ۳، ۱، ۳۲۲) ہوا تو اُس سے اس تحریک کو خصوصیت کے ساتھ عام تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ ہم باب ۱۵ حاشیۂ ۵ میں دیکھ چکے ہیں کہ اپولودوروس کی تحریک اس درجہ لغو تھی کہ دیموس تھنیس جیسا ذمہ دار سیاست داں کبھی اُس کی تائید نہیں کرسکتا تھا۔ ۳۴۹ق م میں دیموس تھنیس اور مدیاس میں لڑائی ہوتی ہے، اور وہ بھی ایک گھونسے کے معاملے پر جو مدیاس نے دیموس تھنیس کے منھ پر رسید کیا تھا۔ دیموس تھنیس نے سرکاری طور پر اُس کا مواخذہ کرنا چاہا، لیکن آخرکار اُسے واپس لے لیا اور تیس مِنیائے ہرجہ وصول کرنے پر قناعت کی۔ اُس کی تقریر جو اُس نے مدیاس کے خلاف کی بہت سے فصیح و بلیغ فقروں سے بھری پڑی ہے، اور اُس میں دیموس تھنیس بار بار کہتا ہے کہ اُس نے محض مفادِ عامہ کی غرض سے عدالت میں چارہ جوئی کی ہے، اور اُس کا اس میں مطلق کوئی ذاتی فائدہ نہیں اس لئے کہ جو جرمانہ مدیاس پر ہوگا وہ بہرحال سرکاری خزانے ہی میں داخل ہوگا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر اُسکی جگہ مستغیث کوئی اور ہوتا تو وہ فریقِ ثانی سے رشوت لے لیتا اور نالش کو داخل دفتر کرا دیتا (۳، ۲، ۲۸، ۳۹، ۴۷، ۱۰۳)۔ ایتھنز میں قاعدہ تھا کہ اگر کوئی شخص مواخذہ کرتا اور پھر اُسے واپس لے لیتا تو اُسے ایک ہزار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑتا، چنانچہ اُس کے واپس لینے میں دیموس تھنیس کو نہ صرف اخلاقی بلکہ مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑا ہوگا، لیکن دیموس تھنیس نے اس نقصان کی تلافی تیس مِنیائے یعنی تین ہزار درہم وصول کرکے کرلی۔ زمانۂ حال کے مورخوں نے اُس کے اس طرزِ عمل کی سیاسی توجیہ کرنی چاہی ہے۔ مدیاس کا جو مواخذہ ہوا اُس کی سزا موت یا جملہ مملوکات کی ضبطی تھی، اور اُس کی قانونی بنا دو آئین مملکت تھے جن کا اقتباس اس تقریر کی ابتدا میں دیا ہوا ہے (۸ و ۱۰)۔ دیموس تھنیس کو یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ ان قوانین کا اُس کے استغاثے سے کچھ زیادہ تعلق نہیں ہے اور اغلب امر مواخذے کا یہی نتیجہ

سب سے ضروری بات یہ تھی کہ تھریس میں ایک لشکر معین رہے جس کے دو ہزار سپاہیوں میں سے کم از کم پانچ سو سپاہی ایتھنزی شہری ہوں۔ دیموس تھنیس کی رائے بالکل درست تھی کہ ایتھنزی شہریوں کو فوج میں بھرتی ہونا چاہیئے، لیکن چونکہ خود ایتھنز ہی کے نواح میں بہت کچھ کرنا تھا اس لئے اُس کے ہم وطنوں نے اُس کی اس رائے پر عمل نہیں کیا۔ اُنھوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ہوتا ہے کہ ملزم پر تھوڑا بہت جرمانہ ہو جائے، چنانچہ اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ ملزم سے خود تیس مینا ئے وصول کر کے مقدمہ داخل دفتر کرا دے۔ اس تقریر پر غور کرنے سے ہمیں بہت سے عجیب و غریب پہلو نظر آتے ہیں، دیموس تھنیس ایک طرف تو اپنی نفرت اور اپنے ذاتی مفاد کے فقدان کا اظہار کرتا ہے؛ پھر تیس مینائے لے لیتا ہے؛ پھر لطف یہ ہے کہ مقدمے کی پیشی سے پہلے ہی اُسے رقم مل جاتی ہے چنانچہ مقدمے کی کبھی سماعت نہیں ہوتی اور اس مشہور و معروف تقریر کرنے کا کبھی موقع نہیں آتا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ "تقریر" میں جن اعلیٰ و ارفع خیالات کا اظہار کیا گیا تھا دیموس تھنیس اُن کے خلاف عملی کارروائی بھی کرے اور پھر اپنی تقریر کو شائع کرنے کی ہمت بھی کرے؛ بظاہر اس تقریر کو صرف اس لئے شائع کیا گیا تاکہ اس سے دیموس تھنیس کے دشمن رام ہو جائیں۔ اُسکی صاف گوئی اس حد کو پہنچتی ہے کہ ۱۵۱ میں وہ کہتا ہے کہ اگر وہ مواخذے کو واپس لے لے تو مدیاس اُسے ایک رقم خطیر پیش کرے گا۔ دیموس تھنیس کو کل تین ہزار درہم ملے؛ ان میں سے دو ہزار تو وہ سمجھو جو کسی زمانے میں مدیاس نے تریارخی کے بہانے اُس سے لئے تھے، اور ایک ہزار وہ جو مواخذہ واپس لینے کی یاداش میں جرمانے کے طور پر ادا کئے جاتے؛ لیکن اس جرمانے کی واقعی ادائگی کا ہمیں مطلق علم نہیں۔

اُسکی "اولمپیائی تقاریر" کیلئے دیکھو شیفر، "دیموس تھنیس" ۲، ۸ ۱۱۸-۱۲۵؛ وائل؛ اُنگر: دیموس تھنیس کی ابتدائی چار تقریروں کا تاریخی تسلسل" Unger Zeitfolge der Vier ersten Dem Reden ' میونخ اکاڈمی ۱۸۸۰ء؛ بوران "سوزیت وغیرہ" Buran Zur chronol. ' انجمن مطالعات وائنا جلد ۷۔

فیلقوس کی مذمت" "اولمپیائی" ۲، ۱۵ وغیرہ۔

باب ۱۰

دیکھا کہ ایرتیریہ کے خود سر پلوٹارکوس اور فیلقوس کے باہمی تعلقات کشیدہ ہیں، چنانچہ ایتھنزیوں نے اپنا فرض سمجھا کہ اُس کے بے شمار دشمنوں کے خلاف اُس کی دست گیری کریں۔ سب سے پہلے توفوکیون اپنی دیرینہ ہوشیاری اور بہادری سے کام لے کر اُس کا ممد و معاون بنا، لیکن اُس کی واپسی پر جب خود پلوٹارکوس اپنی کامیابی کی طرف سے مایوس ہو گیا تو اُس نے اُن سب ایتھنزی سپاہیوں کو جو یوبیہ میں رہ گئے تھے گرفتار کر لیا اور آخر کار ایتھنز کو اُن کے فدیے کے طور پر پچاس ٹالنٹ ادا کرنے پڑے۔ تھریس میں بھی ۳۴۹ ق م میں حالات نے نہایت مکروہ شکل اختیار کر لی۔ فیلقوس نے اولنتھوس سے اپنے سوتیلے بھائی کی (جو اُس شہر میں جا کر پناہ گزیں ہو گیا تھا) واپسی کا مطالبہ کیا، اور چونکہ اولنتھوس نے اُسے اپنی غلامی کا پیش خیمہ سمجھا اس لئے اُس نے ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلایا چنانچہ ایتھنز نے اُس کی استدعا قبول کر لی۔ اس مرتبہ بھی دیموس تھنیس نے ایتھنزیوں کو سمجھایا کہ اگر وہ کامیابی چاہتے ہیں تو انھیں کس طرح لڑنا چاہیئے۔ پہلی اولنتھوسی تقریر میں وہ کہتا ہے جو رقم فاضل بچے وہ تھیوریکون پر خرچ کرنے کے بجائے جنگی تیاری پر صرف کرنی چاہیئے؛ دوسری تقریر میں وہ یہ کہہ کر ایتھنزیوں کا دل بڑھاتا ہے کہ فیلقوس کے اثر کی بنیاد نہایت کمزور ہے اور خود مقدونوی بھی اپنے بادشاہ سے خوش نہیں۔ فیلقوس کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ مقرر کو اصلی صورت حال سے واقفیت نہیں تھی کیونکہ وہ اپنے ہم ملکوں کو جوش دلانے کے لئے ایسے وسائل اختیار کر رہا تھا جو فی الفور تو کارگر ہو گئے لیکن جن سے آخر کار دیموس تھنیس کا مقصد ہرگز پورا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ دشمن کی قوت کے غلط اندازے سے ہمیشہ نقصان ہی پہنچتا ہے۔ اس جنگ میں ایتھنز نے کچھ زیادہ کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے۔ اوّل تو دو ہزار اجیر سپاہی خاریس کی سرکردگی میں اولنتھوس بھیجے گئے، اس کے بعد خاریس کی جگہ خاریدا موس

۱۵۴

روانہ کیا گیا جسے ۳۴۹ ق م میں تھوڑی بہت کامیابی ہوئی لیکن فیلقوس نے بہت جلد اُن شہروں کو جو اولنتھوس کے ہمنوا تھے، یکے بعد دیگرے تسخیر کرلیا، اور باقی بلدیات کو بھی رشوت دے کر ملالیا۔ اب اُس نے خاص اولنتھوس کو محصور کردیا۔ اس شہر کی مدد کے لئے خاریس ایتھنز سے بعض شہری ہوپ لیتوں کو لے کر پہنچا، لیکن اس کمک کے پہنچنے سے پہلے ہی اولنتھوس کے سپہ سالاروں نے فیلقوس سے رشوت لے کر شہر کے دروازے کھول دئے تھے (۳۴۸ ق م) فیلقوس نے شہر میں داخل ہوتے ہی بعض شہریوں کو تو فروخت اور بعض کو دوسروں کے نام ہبہ کردیا، اور حکم دیا کہ اولنتھوس کو مزید تیس یونانی بستیوں کے ساتھ برباد کردیا جائے[۱]

اس زک سے ایتھنزیوں میں بڑی ابتری پھیلی ۳۵۰ ق م میں جنگ یک بیک شروع کردی گئی تھی لیکن اس میں ایتھنزیوں کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی اور نہ انھیں کسی قسم کے فائدے کی امید تھی، چنانچہ کچھ عرصے سے انھیں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ فیلقوس سے صلح کرنا ہی مناسب ہے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے بعض خانگی ذرائع سے اُس کے ساتھ گفت و شنود شروع کردی تھی لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ اُس کی قوت و اقتدار میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے تو انھوں نے اُس کے خلاف کارروائیاں شروع کردیں اور اس کوشش میں لگ گئے کہ کسی طرح اس کے مخالف فریق پیدا ہو جائیں۔ سب سے پہلے تو انھوں نے پیلوپونیزی ریاستوں کو ملانا چاہا، لیکن اس کوشش میں ناکام ہوئے لیکن تھریس میں کرسوبلیپ تیس کو اپنی ہمنوائی

---

[۱] خود دیموس تھنیس کو اُس تقریر سے جو اُس نے ارسطقراتیس کے خلاف دی (۱۰۷) یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولنتھوسی محض بے زبان جانوروں کی طرح فیلقوس کی حرص و آز کے شکار نہیں بنے بلکہ ابتدا میں انھی نے اس کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ بغیر کسی جائز حیلے کے اُسے چھوڑ کر اُس کے دشمنوں سے جاملے اور ساتھ ہی اُس کے بھائی کو جسے وہ اپنا دشمن تصور کرتا تھا اپنے شہر میں پناہ دی اور اسطرح وہ مختلف معاملات میں اُس کی قطعی دشمنی مول لی۔

تیسری فیلقوسی تقریر ۲۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ تھریس میں تیس سے زیادہ بلدیات تباہ کردئے گئے (شیفر، "دیموس تھنیس" ۲، ۱۵۴) ان کا پتا لگانا دشوار ہے۔

باب ۱۷

کرنے کے لئے مل گیا جس کی وجہ سے شمال میں جو صورت حال تھی وہ اُن کے نقطۂ نظر سے تھوڑی بہت رو براہ ہوگئی۔ اُدھر فوکس کے حالات مکروہ شکل اختیار کر رہے تھے جس کا ایتھنز پر اثر پڑنا ناگزیر تھا۔ یہاں اجیر سپاہیوں کی مدد سے فائے لوس برسر اقتدار ہوگیا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر اوپنتی لوکرس پر حملہ کیا اور شہر نارکس پر جو ایاکس کا وطن ہونے کی وجہ سے مشہور تھا، قبضہ بھی کرلیا۔ ۳۵۱ ق م میں فائے لوس کی موت کے بعد فالائے کوس ولد اونی مارخوس کے قبضے میں زمام حکومت آگئی۔ اُس نے پہلے تھبزیوں کے خلاف فوج کشی کرکے اُنھیں تھوڑی بہت زک دی جس سے متاثر ہوکر اُنھوں نے ایران سے مالی مدد کی درخواست کی اور وہاں سے اُنھیں تین سو تالنت اس شرط پر مل گئے کہ وہ ایک ہزار سپاہیوں کا ایک رسالہ ایران کی مدد کے لئے مصر روانہ کریں گے۔ مدبرین فوکس کے سامنے سوال یہ تھا کہ جس وقت بت خانے کا خزانہ خالی ہوجائیگا اُس وقت اجیر سپاہی دانت دکھادیں گے چنانچہ بظاہر تھبزیوں سے اس آویزش کا انجام خاطر خواہ ہونا نہایت دشوار تھا۔ اگر ایتھنز دست کش ہوگیا تو فوکس کو قیامت تک بھی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی تھی، اور وہاں کے مدبروں نے یہ بھانپ لیا کہ ایتھنز تھبز کو کمزور کرنے میں تو کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ایسی کارروائی بھی نہیں کرے گا جس سے تھبز کا کام تمام ہوجائے۔ الغرض اس میں کسی کو اشتباہ نہ تھا کہ آخر کار فوکس کو شکست کا مُنھ دیکھنا پڑے گا۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھ کر فالائے کوس کو اپنے اور اپنے دوستوں کے ذاتی مفاد کی فکر لگ گئی، چنانچہ اُس نے اسپارٹا کے پیام کو جو اُس نے فوکس کی مدد کے لئے بھیجا تھا، ٹھکرادیا اور جب ایتھنزیوں نے درۂ تھرموپلی کو قلعہ بند کرنا چاہا تو اُنھوں نے اُسے اُن کے حوالے کرنے سے انکار کردیا معلوم ہوتا ہے کہ فالائے کوس اور فیلقوس میں سمجھوتا ہوگیا تھا کہ موخر الذکر جو تھرموپلی تک کے علاقے کا گویا مالک تھا، تھرموپلی پر بھی قبضہ کرے۔

خاص ارض یونان بھی خطرے سے خالی نہ تھی۔ اب ایتھنز کے لئے یہ سوچنے کا وقت آگیا تھا کہ وہ کونسی راہ اختیار کرے۔ فوکس کے علاوہ صرف وہی فیلقوس سے برسر پیکار تھا، اور اب اگر فیلقوس فوکس سے سمجھوتا کر کے درۂ تھرموپلی میں ہو کر جنوب کی طرف بڑھا اور ایتھنزی بیڑا بری مدد کے بغیر اُس کا بال بیکا نہ کر سکا تو پھر خاص شہر ایتھنز اُس کی زد میں آجائیگا۔ ان سب امور کو ملحوظ رکھ کر ایتھنزی مدبّروں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ فیلقوس سے کسی نہ کسی قسم کی مفاہمت ہی بہتر ہوگی۔ فریقین کے مابین صلح نامہ اس لئے اور بھی خارج از بحث نہ تھا کہ فیلقوس نے ہمیشہ اپنی آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ الغرض ایتھنزیوں نے فیلقوس کے منظور نظر ارسطودیموس کو اس کے پاس گویا راستہ ہموار کرنے کی غرض سے روانہ کیا؛ اس کے بعد فروری ۳۴۶ ق م ایک سفارت مقدونیہ روانہ کی جس میں منجملہ دس ارا کین کے خود محرّک یعنی فلوکراتیس، ناؤسکلیس، اَئس خنیس اور دیموس تھنیس یہ سب شریک تھے۔ ایتھنزیوں کو معاملات طے کرنے کی اس درجہ تعجیل تھی کہ وہ راستے کی حفاظت کا انتظام کئے بغیر (جس کا اُن سے فیلقوس نے وعدہ کیا تھا) چل کھڑے ہوئے جس کی وجہ سے مقدونیہ اُن کے حقیقی جذبات سے واقف ہوگیا۔ اس سفارت کی روانگی کے بعد واقعات پردۂ خفا میں چھپ جاتے ہیں۔ اس وقت تک تو اَئس خنیس اور دیموس تھنیس میں باہمی اتفاق و اتحاد تھا، لیکن خدا جانے کیوں صلح کی گفت و شنود کے دوران میں ان دونوں میں جھگڑا ہوگیا اور وہ علی الاعلان ایک دوسرے کو دروغ گو اور کاذب کہنے لگے، جس کی وجہ سے ہم اس گفت و شنود کے بہت سے ایسے تفصیلات سے دوچار ہوتے ہیں جن کے حقیقی اسباب اس وقت تک معلوم نہ ہو سکے۔ ہم اس ضمن میں صرف اُن واقعات کا اظہار کریں گے جو قطعی طور پر قابل وثوق ہیں[۵۳]۔ فیلقوس نے ایتھنزیوں کو یہ جواب

[۵۳] عام طور پر مورخ صلح نامۂ فلوکراتیس کے واقعات پر اسلئے زیادہ بحث کرتے ہیں کہ اس پر دیموس تھنیس نے اپنی تقریر (Periparapresbeias de falsa legatione = "بے ایمان سفارت") اور اَئس خنیس نے اپنے جواب میں بہت کچھ کہا ہے۔ شیفر نے اس موضوع پر ۱۴۰ صفحات رنگے ہیں (۲، $\frac{۱۶۵}{۳۰۴}$) لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں؛ اور دیموس تھنیس

باب ۵۱

دیا کہ وہ خود اپنے سفیر روانہ کرے گا چنانچہ اُس نے دو سفیر انتی پاتر اور پارمے نیو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی تقریر سوفسطائیت سے اس قدر بھری پڑی ہے کہ اُسے قابل اطمینان بنیاد مباحثہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں میں اس مقرر کے صرف چند فقروں ہی پر اکتفا کروں گا۔ ہ ۶، ۷ کے مطابق فوکس کی قسمت کا فیصلہ "پانچ روز" میں ہو گیا؛ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس سے پہلے ہی سے وہ یکہ و تنہا رہ گیا تھا اور اُسے گویا فروخت کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے آخری پانچ روز میں کوئی دنیوی طاقت اُسے نہیں بچا سکتی تھی ہ ۱۴۷ وغیرہ میں مقرر کہتا ہے کہ چونکہ جنگ میں تھبزیوں کو فوکس والوں نے اکثر شکست دی تھی اس لئے ایتھنز کے شرائط ذرا بہتر ہونے چاہیئے تھے! ہ ۱۶۰ کے مطابق ایتھنز مغلوب نہیں ہوا بلکہ خود فیلقوس کو نیچا دیکھنا پڑا ہے! اس سے قبل کی تاریخ کو دیموس تھنیس نے جو اپنے حسب حال قطع و برید کی ہے وہ ہ ۲۶۴ سے معلوم ہو گی جس میں وہ کہتا ہے کہ اس جنگ میں جس کا ذکر ہم نے باب ۵ میں کیا ہے، اولنتھوس نے اپنے ہی شرائط صلح فریق ثانی سے منوائے۔ اسی قسم کے ایک دوسرے سلسلے میں (مدیاس، ۱۴۵) وائل پکار اُٹھتا ہے کہ "دیکھو مقرر اور خطاب کیسے تاریخ لکھتے ہیں"۔ اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر دیموس تھنیس مشہور و معروف واقعات کو اس طرح توڑ موڑ سکتا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ ایسے واقعات پر اُس نے دستبرد نہ کی ہو گی جن کی حقیقت سے ہم اس قدر واقف نہیں ہیں۔ ائس خنیس کی "رشوت خواری" کے متعلق میں نے باب ۱۸ کے حواشی میں ذکر کیا ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ ائس خنیس نے بھی مختلف اوقات میں اُتنی ہی دروغ بافی کی ہو گی جتنی خود دیموس تھنیس نے، اور اسی لئے مختلف واقعات کی تفصیلات سے ہمیں کما حقہٗ آگاہی حاصل نہیں ہو سکتی؛ لیکن جن کیفیات سے ہم واقف ہیں اُن سے ہمیں ایتھنز کے سربر آوردہ مدبروں کی خصائص کا اچھی طرح سے اندازہ ہو جاتا ہے اور جہاں تک ان کا تعلق تاریخ تمدن سے ہے، وہاں تک ان خصائص پر یہاں بحث کی جائیگی۔ اس ضمن میں میں صرف شیفر کے اقتباسات دینے پر قناعت کروں گا اس لئے کہ وہ صحت اور تحقیق کا گویا ایک نمونہ ہیں۔ واضح ہو کہ میں نے رور موزر Rohrmoser کی تنقید جس سے میں لفظ بلفظ متفق ہوں، اس وقت تک نہیں پڑھی جب تک میں نے خود اپنی رائے ظاہر نہیں کر دی۔ ایتھنز ہی فیلقوس سے صلح کرنا چاہتے تھے، چنانچہ انھیں نے اس میدان میں پہلا قدم بڑھایا (شیفر: "دیموس تھنیس ۲، ۱۹۲")

ایتھنز بھیجے - ایتھنز میں حلیفوں کی سبھا ندریون نے صلح نامے کے الفاظ کا مسئلہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے شاہ مقدونیہ کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور اُس میں اس قدر تعجیل کی کہ فیلقوس اُن کے لئے راستے بھی محفوظ نہ کرسکا (۱۹۹) اس سفارت میں فلوکراتیس کے علاوہ ائس خنیس اور دیموس تھنیس بھی تھے اور موخرالذکر فلوکراتیس کا دوست ہونے کی وجہ سے شامل کیا گیا تھا۔ مدت کے بعد دیموس تھنیس نے فلوکراتیس سے کسی قسم کے تعلقات ہونے سے انکار کردیا (ف Cor ۰21) یہ بلکہ اُس پر غداری کا الزام لگایا۔ چنانچہ مقدونیہ کے جانی دشمن ہی پریدیس نے اس پر مقدمہ چلایا؛ لیکن دیموس تھنیس کے بڑے سے بڑے دوستوں کو بھی (جس میں وسیٹرمان روزنبرگ) (Westermann-Rosenberg) حواشی متعلق (Cor ۲۱) اور شیفر (دیموس تھنیس" ۲ ' ۱۹۶) بھی ہیں) اس کے باور کرنے میں تامل ہے۔ الغرض ہم مجبور ہوتے ہیں کہ ائس خنیس کا ہی طرز عمل حق بجانب تصور کریں۔ اسکے بعد متعدد نوی سفرا ایتھنز آتے ہیں اور ہم اس سے واقف ہیں کہ انکی شرائط یہ تھیں کہ فوکس، ہالوس اور کرسوبلیپ تیس پر صلح نامے کی دفعات عائد نہ ہوا اور فریقین اُن مقامات پر قابض رہیں جن پر وہ قابض تھے (مقابلہ کرو صلح نامہ جو فیلقوس اور ایتولیہ کے مابین ۲۱۷ ق م میں کیا گیا۔ پولی بیوس (Polybius) ۵ ' ۱۰۳)۔ اس پر ایتھنزیوں نے کوشش کی کہ شرائط میں مفصلۂ ذیل ترمیمات کی جائیں، کہ ایک تو فوکس کو ایتھنز کا حلیف تسلیم کرلیا جائے دوسرے بجائے الفاظ "حالت موجودہ" کے "اپنے اپنے حقوق" درج کئے جائیں۔ اگر ہم اس دوسری شرط پر غور کریں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ اُس سے ایتھنز نے ایک ایسا مطالبہ کیا جس کی وجہ سے یا تو صلح نامہ ہی سرے سے بے معنیٰ ہوجاتا ہے یا اُس کے محرک چاہتے تھے کہ کسی طرح سے گفت و شنود منقطع ہوجائے، اور ہمیں تعجب ہے کہ دیموس تھنیس کے مداح کیوں اس مطالبے کو نہ صرف قابل مباحثہ قرار دیتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو اسے فیلقوس کی منظوری کے قابل تصور کرتے ہیں۔ اُس کا مقصد صرف یہ تھا (شیفر ۲ ' ۲۲۸) کہ فریقین اُن علاقوں پر قابض رہیں گے جن کے وہ حقدار ہیں لیکن یہی وہ امر تھا جس کی بابت تنازعات اور لڑائیاں جاری تھیں؛ چنانچہ ایک ایسے معاہدے سے جسمیں صرف یہ طے ہوا کہ ہر فریق اُن علاقوں پر قابض رہیگا جنکا وہ حقدار ہو، جنگ کا اختتام ہونا ناممکن تھا۔ اسی مقصد کے لئے تو ہر ایک جنگ میں فریقین ایک دوسرے سے لڑتے ہیں کہ یہ معلوم ہوجائے کہ ہر ایک کا کس کس علاقے پر حق ہے، اور لڑائی صرف ایک طرح سے ہی ختم ہوسکتی ہے یعنی یا تو مختلف علاقہ جات مابہ النزاع فریقین میں تقسیم کردئے جائیں، ورنہ یہ لکھ دیا جائے کہ فریقین جن

باب ۱۸ | کلیۃً ایتھنز پر ہی چھوڑ دیا۔ اور ایتھنزیوں نے دیموس تھنیس کی تحریک پر یہ طے کیا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ علاقوں پر قابض ہیں انھیں پر قابض رہیں گے۔ اس صلحنامے میں الفاظ "حالت موجودہ" سے موخر الذکر اصول مقصود تھا۔ اسکے برعکس اگر کوئی فقرہ اس قسم کا مندرج عہدنامہ کیا جاتا کہ "فریقین ان علاقوں پر قابض رہیں جنکے وہ حقدار ہیں" تو یہ ایک انوکھی بات ہوتی جو کبھی کسی عہد نامے میں درج نہیں کی جاتی سوائے اس صورت حال کے کہ عہد نامے کے ساتھ ہی ساتھ ایک عدالت ثالثی بھی مقرر ہو جو مابہ النزاع امور کا قطعی تصفیہ کردے۔ لیکن ایتھنزی کسی ایسی ثالثی کے موافق نہ تھے (دیکھو باب ۱۸)۔ ایتھنزیوں نے اس قسم کے کول فقرے کے اندراج کی جو خواہش ظاہر کی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مقرروں نے ان سے اس کے اصلی معنی پوشیدہ رکھے اور صرف ایک ہی جذبے سے انھیں متاثر کیا یعنی یہ کہ فریقین میں مفاہمت کی بنیاد حق پر ہونی چاہیئے۔ ایتھنز کے باشندوں پر اس قسم کے اعلیٰ خیالات کا ہمیشہ اثر پڑتا تھا لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی یہ بات چلنے والی نہیں ہے تو انھوں نے فیلقوس کے شرائط کو قبول کرلیا اور نہ صرف "اپنے اپنے حقوق" کے الفاظ واپس لے لئے بلکہ فوکس کو بھی عہدنامے کے دائرے سے نکال دیا۔ اس کے بعد انھوں نے حلف کے ذریعے سے اس کی توثیق کردی فیلقوس نے بھی توثیق کی لیکن اس سے پہلے ہی اس نے بعض مقامات پر قبضہ کرلیا تھا اور چونکہ اس کے خیال میں یہ مقامات الفاظ "حالت موجودہ" کے تحت آجاتے تھے اس لئے وہ برابر ان پر قابض رہا۔ اس کے بعد وہ فوکس کی طرف بڑھا اور اسے مغلوب کرلیا۔ اگر کوئی شخص ان سب واقعات پر غیر جانبدارانہ نظر ڈالے تو وہ یہ نتیجہ نکالیگا کہ تھریسی قلعوں پر قبضہ کرکے فیلقوس نے ممکن ہے کہ عہد نامے کی تاویل میں الفاظ "حالت موجودہ" کو اپنے موافق مروڑ لیا ہو اس لئے کہ ان الفاظ سے مراد اس وقت کے حالات سے ہوگی جب ایک فریق نے عہدنامے کا حلف کیا ہو؛ لیکن چونکہ فیلقوس نے یہ اعلان کردیا تھا کہ وہ فوکس کو ایتھنز کا حلیف تصور نہیں کرتا اس لئے وہ فوکس پر فوج کشی کرنے میں حق بجانب تھا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ دیموس تھنیس نے جس کے ساتھ اس کے زمانۂ حال کے مداح بہت سی باتوں میں متفق ہیں کیا حکم لگایا۔ اس کے نزدیک فوکسی ایتھنز کے حلیف تھے اس لئے فیلقوس کو ان پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے تھا؛ اس پر شیفر (۲، ۲۱۳، ۲۱۴) کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کے نزدیک ایتھنز والے واقعی عہدنامہ اور معاہدہ کرنے کے لئے تیار تھے لیکن اسے سخت مایوسی ہوئی جس کی وجہ سے وہ فیلقوس کا جانی دشمن بن گیا۔ صفحہ ۵۰۰ پر بھی وہ انھی خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ فیلقوس نے صریحاً یہ اعلان کردیا تھا کہ وہ فوکس پر چڑھائی کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے اور ایتھنزیوں کو اچھی طرح سے اس کا علم تھا کہ اس کا ارادہ

کہ جو شرائط مقدونوی سفرا نے پیش کئے ہیں اُن پر غور راحت ہو۔ بہرحال مجلس اعلیٰ نے اُن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ دو ج کشتی کر لیکا ہے چنانچہ جب ڈیموس تھینیس کہتا ہے کہ فیلقوس نے فوکس پر حملہ کیا وہ "معاہدے کے خلاف تھا" تو ویسٹرمان ر ور ہیرگ بھی یہ کہہ اُٹھتا ہے کہ ڈیموس تھینیس کی یہ رائے "ایمانداری پر مبنی نہیں"۔ فیلقوس کا فوکسیوں کو اپنا دشمن قرار دینا بالکل درست تھا اور اتھنزی اس سے زیادہ کیا امید کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں جب ڈیموس تھینیس نے یہ مطالبہ کیا کہ باوجودیکہ فیلقوس نے فوکس کی مخالفت کا اعلان کر دیا تھا تاہم اُسے وہاں والوں کی حمایت کرنی چاہیئے تھی تو اُس کا صاف مطلب یہ تھا کہ شاہ مقدونیہ اپنے حلیفوں یعنی امفک تیونیس کا ساتھ چھوڑ دے اور میوفائی کی مثال کسی حالت میں قابل معافی نہ ہوتی۔ جب مقدونیہ کا شمار ممالک یونان میں فوکس کی مخالفت ہی سے ہوا تو اب کیا یہ ممکن تھا کہ اتھنز کے لئے فیلقوس اپنے ہاتھ ملائے اور ایک فریق کو چھوڑ کر دوسرے فریق سے جا ملے؟ ائس خنیس ۲، ۱۳۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتھنزی فیلقوس سے اس قسم کی امید رکھتے تھے۔ مقابلہ کرو شبیدز ڈیموس تھینیس" ۲، ۲۷۰۔ ڈیموس تھینیس کے خیال کے بموجب (شیفر ۲، ۲۷۱) ائس خنیس نے اتھنزیوں کو یہ کہکر دھوکا دیا کہ فیلقوس اپنے رائے بدلنے والا ہے، درانحالیکہ اُس کا خیال کبھی فوکس کی پشت پناہی کرنے کا نہیں ہوا۔ لیکن ائس خنیس کی تقریر موسومہ "بے ایمان سفارت" سے ہم یہ جو اثر ہوتا ہے وہ اُس سے بالکل مختلف ہے وہ یہ کہ اگر تھبزیوں کا پرو کسے نوس (قایم مقام) یعنی ڈیموس تھینیس روڑے نہ اٹکاتا تو ممکن ہے کہ اتھنزی فیلقوس کو فوکسیوں کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ کر سکتے (۲، ۱۴۳)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر تو ڈیموس تھینیس فوکس کا حامی و مددگار تھا لیکن دراصل وہ اُن کا درپردہ دشمن تھا۔ ہم دیکھیں گے کہ ۳۴۳ قم میں اُس نے لوکرسیوں اور تھبزیوں کی موافقت کی تھی اور یہ دونوں فوکس کے دشمن تھے۔ علاوہ ازیں ۳۳۰ قم میں وہ صاف کہتا ہے (Cor) "کہ فوکس والے برسر ناحق تھے" گو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ۳۴۶ قم میں بھی اُس کی رائے یہی تھی۔ کم از کم اس میں مطلق شبہہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہر طرف سازش کا بازار گرم تھا اور ایک دوسرے کے خلاف غداری کی تہمت لگانے کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا چنانچہ یہی استنتاج Just ۸، ۴ سے بھی کیا جا سکتا ہے لیکن خواہ فیلقوس کو تھبزیوں کی مخالفت پر آمادہ کیا جا سکتا ہو یا نہیں کم از کم یہ ضرور ہے کہ فوکس کی مخالفت پر اُسے اتھنزی برا بھلا نہیں کہہ سکتے تھے اور کم از کم اس قسم کا الزام لگانا ڈیموس تھینیس کے شایان شان نہیں تھا۔ وہ اپنی تقریر "بے ایمان سفارت" ۲، ۴۴، ۴۵ میں کہتا ہے کہ اُس نے ائس خنیس کا دروغ بازی کا اندازہ کر لیا تھا اور وہ خود اتھنزیوں کو ہوشیار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کسی نے اُس کا قول سننا گوارا نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک یہ سب غلط بیانی ہے

باب ۱۷ | شرائط کو منظور کر لیا، اور جب فلوکراتیس کی تحریک پر یہ صلح نامہ جمعیت عوام کے سامنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اس لیئے کہ عمومیت کے زمانے میں اتھنری ہر ایک کو تقریر کرنے کی اجازت دیتے تھے اور دیموس تھنیس جو اپنی فصاحت و بلاغت پر فخر کرتا ہے (پلوٹارک: "دیموس تھنیس" ۱۴)، وہ تو ہمیشہ جو چاہتا بول اٹھتا اور لوگ اس کی تقریر سننے پر آمادہ ہو جاتے۔ ایسے شخص کو یا تو ہر وقت اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیئے تھا ورنہ مناسب تھا کہ ہمیشہ اپنی زبان بند رکھے۔

اب ہم تھریسی قلعوں کی کیفیت پر غور کریں گے۔ پہلا مسئلہ جو غور طلب ہے یہ ہے کہ "حسب حال چھوڑنے" کے مسئلے کا انطباق پہلے حلف نامے کے شرائط پر ہوتا تھا یا دوسرے کے، ممکن ہے کہ اس کا جواب صریح طور پر نہ دیا جا سکتا ہو لیکن کم از کم دیموس تھنیس کے نزدیک تو اس میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں تھی اس لیئے کہ اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ اس سے مراد فیلقوس کے حلف سے لی جائیگی، گو بعد میں وہ اپنے اس قول سے پھر گیا تھا۔ پہلے تو اس نے یہ اصول پیش کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو فیلقوس سے حلف لیا جائے ("بے ایمان سفارت" ۱۶۴، ۱۵۰) اور اس میں وہ بالکل حق بجانب تھا؛ اور دوسرے اس نے (فیلقوسی ۳، ۱۵) یہ جھوٹ بولا کہ فیلقوس نے قلعوں پر قبضہ کرتے وقت یہ حلف لیا تھا، وہ اس لیئے کہ اس کی دانست میں اتھنز صرف اسی حالت میں قلعوں پر دعویٰ کر سکتا تھا اگر فیلقوس نے پہلے قبضہ کر لیا ہو اور پھر حلف لیا ہو۔ یہاں میں ایک امر کا مزید اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ روہرموزر Rohrmoser ۱۸۹۷ء میں اس امر کا اعادہ کیا گیا ہے کہ اتھنزیوں کا ان قلعوں پر جو قبضہ تھا وہ مالکانہ نہ تھا بلکہ حلفائے کرسوبلیپتیس کی حیثیت سے تھا جس کے ساتھ فیلقوس اس وقت برسرپیکار تھا؛ چنانچہ اتھنز ان قلعوں پر بطور خود کسی قسم کا دعویدار نہیں بن سکتا تھا۔ بدیں اسباب قانونی مسئلہ تو مطلق مابہ النزاع نہیں تھا، اور یہ بات ہمارے لیئے نہایت تعجب آفریں ہے کہ دیموس تھنیس اور اس کے زمانۂ حال کے موئیدوں نے کیسے اصل واقعات پر پردہ ڈال دیا ہے۔ وہ کہتا ہے ("بے ایمان سفارت" $\frac{150}{152}$) اگر اتھنزیوں کے حلف لینے کے بعد سفرا تھریس کے ان مقامات کو جن پر فیلقوس نے قبضہ کر لیا ہے واپس لینے میں کامیاب نہ ہوئے تو اس سے فیلقوس کی بے ایمانی عیاں تھی؛ ایسی حالت میں سفیروں کو چاہیئے تھا کہ وہ فوراً اتھنز کو اس کی اطلاع دیتے تاکہ وہ قوسبوں کی جنھیں فیلقوس کی طرف سے خطرہ تھا، حفاظت کی تیاریاں کر سکیں۔ دیموس تھنیس کا بیان ہے کہ وہ تو اس قسم کی اطلاع بھیجنا

باب ۱۷

پیش ہوا تو اُس نے یہ قرار دیا کہ ایتھنز اور اُس کے حلفا میں ایک طرف اور فیلقوس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ چاہتا تھا، لیکن فیلقوس نے اُسے اُس کی اجازت نہیں دی۔ یہاں یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فیلقوس کے اس فعل سے، جس کا اُسے ہر حال میں حق تھا، کس طرح اس کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے؟ فوکسی تو مدت سے مشکلات میں پڑے تھے لیکن اُسوقت اُن کا کسی نے خیال نہیں کیا، اور اب ایتھنز اُن کا دم بھرنے کیلئے حاضر ہوتا ہے! پھر اس موقع پر وہ فوکس کو کیسے بچا سکتے تھے۔ اس قسم کے بیانات کسی عمومی جمعیت کے شایان شان ہوں وہاں خارجی معاملات کے متعلق کچھ بھی کہا جاسکتا ہے لیکن تاریخ میں انکا مادہ بیکار معلوم ہوتا ہے ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے فیلقوس پر صلحنامہ فلوکراتیس کی خلاف ورزی کی بابت جو الزام لگایا وہ محض بے بنیاد تھا، اور وہ خود اسکی لغویت سے اچھی طرح سے واقف تھا۔ سوال یہ ہے کہ اُسے ایتھنزیوں کو اسطرح دھوکا دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اسکے متعلق وائڈنر اور بیلوخ نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے (Weidner Aesch Ctesias) صفحہ ۴۳؛ 'Beloch' Att Pol' صفحہ ۱۷۶)

بیلوخ کی تو یہ رائے ہے کہ دیموس تھنیس محض ایک التوائے جنگ کا خواہاں تھا اور اُس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ فیلقوس پر عہد شکنی کا الزام لگائے، وائڈنر کہتا ہے کہ "دیموس تھنیس اپنے مدمقابل سے بازی لے جانا چاہتا تھا، لیکن اس کے برعکس بازی اس کے مدمقابل کے ہاتھ آگئی"۔ اگر ہم کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا چاہیں تو ہمیں ہر امر پر نہایت تفصیل سے غور کرنا پڑیگا؛ لیکن دیکھو باب ۱۶، یادداشت ۵۔

جس قسم کی گفتگو سے دیموس تھنیس حاضرین کو باتوں میں لانا چاہتا تھا وہ منجملہ دوسرے مقامات کے Cor ۱۹ میں نظر آتی ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ تھبزی ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلانے کے لئے مجبور ہو چکے تھے، اور اُس کی کاٹ کرنے کے لئے فیلقوس نے ایتھنزیوں سے امن اور تھبزیوں سے "امداد" کا وعدہ کر لیا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ تھبز اور فیلقوس میں دیر سے مخالفہ تھا، اور عین اس وقت تھبز کو ایتھنز سے مدد مانگنے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ وہ افسانے اور کہانیاں تھیں جو دیموس تھنیس نے ۳۴۳ ق م میں ۳۴۶ ق م کے واقعات کی نسبت ایتھنزیوں کے سامنے کہیں۔

باب ۱

میں دوسری جانب آئندہ امن و امان اور دونوں میں دفاعی مخالفہ ہوگا لیکن فوکس اور ہالوس (واقع تھسلی) کو فیلقوس نے ایتھنز کی حلیف شمار کرنے سے انکار کر دیا۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ جو متنازعہ فیہ تھا وہ یہی تھا کہ فوکس کی کیا حیثیت ہے، اور ہالوس کی بندرگاہ جس کی اہمیت میں کس کو شبہہ ہو سکتا تھا کس کے قبضے میں جائیگی۔ بہرحال فیلقوس کا ایما یہ تھا کہ یہ دونوں مقامات ایتھنز کے دائرۂ اقتدار سے نکل جائیں چنانچہ ایتھنز کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ دیگر مقبوضات کی بابت قرار پایا کہ فریقین اپنے اپنے مقبوضہ مقامات پر حسب سابق قابض رہیں گے۔ ان شرائط کو منظور کر کے ایتھنز گویا امفی پولس سے، جہاں کے باشندوں نے کبھی ایتھنز کی سیادت قبول نہیں کی تھی، دست بردار ہو گیا جمعیت ایتھنز میں بہت سے مقررین نے بجائے فی نفسہٖ صلح کے مسئلے کے ان دونوں امور یعنی فوکس کی علیحدگی اور فیلقوس کے ساتھ محالفے کے مسائل پر اظہار ملامت کیا، اور خود دیموس تھنیس نے بھی یہی رویہ اختیار کر لیا۔ دوسرے دن یعنی ۱۶ اپریل ۳۴۶ ق م کو اسس خنیس اور یوبولوس کی تحریک پر فیلقوس کے شرائط من وعن منظور کر لئے گئے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شرط لگا دی گئی کہ صلح نامے میں فوکس اور ہالوس کا مطلق ذکر نہ ہو بلکہ مقدونوی سفرا کا یہ اعلان کہ ان کا بادشاہ جب چاہے ان دونوں مقامات پر فوج کشی کر سکتا ہے، کافی سمجھا جائے۔ آخرالامر ایتھنز نے حلف کے ذریعے سے اس اعلان کی توثیق کر دی جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے طے یہ ہوا تھا کہ فریقین اپنے اپنے مقبوضات پر حسب سابق قبضہ رکھیں فیلقوس بلا شبہہ خرسونیز کو مقبوضۂ ایتھنز تصور کرتا تھا لیکن یہاں بعض مقامات ایسے تھے جو ابتداءً کرسوبلیپ تیس کے قبضے میں تھے لیکن خارس نے ان میں اپنا لشکر چھوڑ دیا تھا فیلقوس نے سوچا کہ صلح نامے کی توثیق کے بعد وہ ایسے قلعوں پر قبضہ نہیں کر سکیگا چنانچہ اُس نے فوراً اُن کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ چونکہ ایسی صورت حال میں ایتھنز کے لئے یہ ضروری تھا کہ فیلقوس صلح نامے کا حلف جلد از جلد لے لے، اسی لئے ایتھنز نے ایک سفارت اس مقصد کے لئے روانہ کی کہ جہاں کہیں بھی فیلقوس ہو وہیں اُس کی توثیق کرالی جائے۔ اس سفارت میں دیموس تھنیس اور اسس خنیس دونوں شریک تھے اور اول الذکر نے یہ تحریک کی کہ فیلقوس غالباً تھریس میں ہوگا، وہیں اس سے جا کر

ملنا چاہئے، لیکن دوسرے سفیر اس خیال کا سننا بھی گوارا نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ بجائے تھریس کے سفیر سید ھے مقدونیہ گئے اور اُس کے پائے تخت پیلا میں اُس کا انتظار کرنے لگے، جس کے باعث بادشاہ کو موقع مل گیا کہ نہایت اطمینان سے تھریس میں جو جی چاہے کرے اور اپنی مطلب براری کے بعد مقدونیہ آجائے۔ پیلا پہنچ کر فیلقوس نے عہدنامے کی توثیق کی اور اسی طرح تھسالولیوں نے فیرائے میں اُس پر دستخط ثبت کر دئے جس کے بعد ایتھنزی سفیر اپنے گھر واپس آ گئے۔ اُس کے آنے پر ابتدا میں تو ایتھنزیوں نے خوب بغلیں بجائیں اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اب جنگ ختم ہو گئی ہے۔ اُن کا قیاس یہ تھا کہ اب فیلقوس فوکس کے بجائے تھبزیوں کے خلاف جائیگا، لیکن اُن کی یہ امید نہ بر آئی، اور دیموس تھنیس کا بیان ہے کہ اس خام خیالی کا باعث ائسِس غنیس تھا جس نے اُنھیں طرح طرح کے سبز باغ دکھائے تھے۔ لطف یہ ہے کہ ایتھنزیوں کی رائے اب یہ ہو گئی کہ فوکسیوں کو حرم دلفی امفک تیونیس کے سپرد کر دینا چاہئے، اور ظاہر ہے کہ اس کے معنیٰ صرف ایک ہی ہو سکتے تھے، یعنی یہ کہ اب ایتھنز تھبز کی موافقت اور فوکس کی مخالفت پر تُلا ہوا تھا۔ زمانۂ مابعد میں یہ کہا گیا کہ دیموس تھنیس فوکس کے موافق تھا؛ اگر ایسا تھا تو اُسے اس خیال کا ابطال کرنا چاہئے تھا، لیکن اس کے بجائے اُس نے خاموشی اختیار کی۔ "بے ایمان سفارت" والی تقریر میں وہ کہتا ہے کہ میں تقریر کرنی چاہتا تھا، لیکن کوئی بھی اُسے سننے کے لئے تیار نہ تھا؛ لیکن اس قول کا ہمارے پاس مطلق کوئی مزید ثبوت نہیں ہے، بلکہ ہم اس اُصول سے واقف ہیں کہ عام طور پر عموم ایتھنز اپنے صلاح کاروں کی تقریر سننے سے انکار نہیں کرتے تھے حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ عین موقع پر دیموس تھنیس خاموش رہا ہوگا، چنانچہ ایتھنزیوں کے لئے یہ مشکل پیش آئی کہ سرکاری طور پر تو اُنھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ فوکس کو امفک تیونیس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے، لیکن در پردہ اُنھیں یہ امید بھی تھی کہ فیلقوس تھبزیوں کے خلاف فوج کشی کر کے اُن کا خاتمہ کر دے گا۔

اس کے خلاف ردِّ عمل فوراً شروع ہو جاتا ہے۔ جب فیلقوس تھسلی ہی میں تھا تو اُس نے ایتھنزیوں کے پاس پیام بھیجا کہ وہ اپنی فوج بھیج کر اُس کے ساتھ تعاون کریں اور امفک تیونی معاملات کے سلجھانے میں مدد دیں۔ لیکن انھیں

باب ۱

ایک مقرر نے یہ سمجھا یا کہ اُن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ وہ اُس فوج کو جو اُس کی کمک کے لئے شمال کی طرف بھیجی جائے بطور یرغمال کے رکھ لے، چنانچہ اس خیال کو اپنے دل میں جاگزیں کر کے اُنھوں نے شاہ مقدونیہ کے طلب نامے پر لبیک نہیں کہا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ایتھنزیوں کو فیلقوس کے فوکس کو کمک دینے کے خیال سے مایوسی ہو گئی ہو گی۔ فیلقوس کا ارادہ ایتھنز کے دشمنوں سے مل جانے کا ہو یا نہ ہو، اس میں تو مطلق شک نہیں ہو سکتا کہ بے اعتباری کے اس اعلان کے بعد اُسے اپنے قدیم دوستوں سے بگاڑنے اور ایتھنز کی ہمنوائی کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی تھی۔ الغرض اُس نے جنگ مقدس کو محض اپنے بل بوتے پر ختم کر کے فالائے کوس کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور فوکسیوں کی یہ شرط قبول کر لی کہ فالائے کوس اور آٹھ ہزار اجیر سپاہی بحفاظت تمام نکل جائیں گے۔ فیلقوس درۂ تھرموپلی میں ہو کر گزرا اور مجلس انجمن ہمسایگاں سے فوکس کا معاملہ فوراً طے کرنے کا مطالبہ کیا۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ آیندہ سے فوکس کے باشندے مختلف دیہاتوں میں رہیں گے اور بت خانے کے اُس مال و اسباب کا معاوضہ جو اُنھوں نے خورد بُرد کر دیا تھا، پچاس تالنت سالانہ کے حساب سے واپس دیا کریں گے؛ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ فیلقوس کے حکم سے شہر آبائے کے علاوہ باقی تو کسی شہر برباد کر دئے گئے، ساتھ ہی فوکس کی جگہ شاہ فیلقوس انجمن ہمسایگاں کی مجلس کا رکن مقرر ہوا۔ علاوہ ازیں اور خومینوس، کورونیہ اور فوکس کے بعض اجزا تھیبز کے قبضے میں آ گئے اور اول الذکر دو بلدیات کے باشندوں کے گلوں میں طوق غلامی ڈال دیا گیا۔ اس رویّے سے ظاہر ہوتا ہے کہ فالائے کوس اور اُس کے ساتھی سب سے سستے چھوٹے، اور گو دشمنوں کے نزدیک اُن سے ایک عظیم الشان گناہ سرزد ہوا تھا، لیکن اُن کی آزادی حسب سابق قائم رہی؛ درانحالیکہ اورخومینوس اور کورونیہ والوں کے ساتھ، جن کا واحد گناہ یہ تھا کہ وہ اپنی آزادی کے لئے جان لڑا رہے تھے نہایت ہی برا سلوک کیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی معاملات میں تو بست و کشاد کی گنجائش تھی لیکن سیاسیات میں بہت کچھ سختی برتی جاتی تھی، اور اس موقع پر مذہب کو سیاسی کارروائی کے لئے محض

باب ۱۷

ایک سپر بنالیا گیا تھا[۵۴]۔ گو فیلقوس نے اپنے حقوق سے تجاوز نہیں کیا تاہم جنگ مقدس کے اس انجام سے ایتھنزیوں میں بڑا جوش پھیلا اور ہر شخص فیلقوس کے ساتھ نفرت کا اظہار کرنے لگا۔ ایتھنزیوں کی سب سے بڑی شکایت یہ تھی کہ جہاں ایتھنز کو کچھ نہ ملا وہاں تھبز کو بہت کچھ حاصل ہوگیا۔ اُس عظیم الشان میلے میں جو صلح منانے کے لئے دیلفی میں منعقد ہوا، ایتھنزی قائم مقام بھی تھے، لیکن جب ستمبر ۳۴۶ قم میں فیتوی کھیلوں کا زمانہ آیا اور اُن کی صدارت فیلقوس نے کی تو اُس وقت خلاف امید ایتھنز نے اُس کی شرکت سے انکار کردیا، اور اس مرتبہ بھی ایتھنزیوں نے اسی طرح اپنے کھسیانے پن اور بے اعتباری کا ثبوت دیا جیسے فیلقوس کے پاس کمک بھیجنے کے وقت کیا تھا۔ بادشاہ نے تو اس کی پروا نہیں کی، لیکن یونانی کہیں اُس سے زیادہ حساس تھے چنانچہ جب انجمن ہمسایگاں نے یہ رنگ دیکھا تو اُس نے ایتھنز سے صاف الفاظ میں یہ دریافت کیا کہ آیا اُسکی جدید تنظیم اُسے منظور ہے یا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزی اس استفسار کا خاطر خواہ جواب دینے کے لئے تیار نہیں تھے، لیکن دیموس تھنیس نے یہی رائے دی کہ جواب دیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ امفک تیونیس ایتھنز کے مخالف ہوجائیں، اور اگر اس

---

۵۴ فیلقوس نے فوکسیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اُس کی بابت دیموس تھنیس کی رائے («بے ایمان سفارت» peri parapr ۶۴) پرشیفر («دیموس تھنیس» ۲، ۱۸۹) صاد کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے ایسے سخت جھگڑے کے بعد کبھی ایسا اچھا سلوک نہیں ہوا تھا، اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ نہ کسی کو سزائے موت دی گئی اور نہ لوگوں کو غلام بناکر فروخت کیا گیا۔ اکثر فوکسی زراعت پیشہ تھے چنانچہ انھیں بجائے شہروں کے دیہات میں آباد کرنے سے ان کا اتنا معاشی نقصان نہیں ہوا ہوگا جتنا اُن زراعت پیشہ آرکیڈیوں کا جنھیں میگالوپولس رہنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مقابلہ کرو خود ایتھنز کے برتاؤ کا جو اُس نے میلوس، سکیونے (طوسی دیدیس ۵، ۳۲) متی لنہ اور ستوس (دیودوروس ۱۶، ۳۴) کے ساتھ اور تھبز نے پلاٹیہ، اور حومینوس (دیودوروس ۱۵، ۷۹) کے ساتھ اور اسپارٹیوں نے ہرقلیہ (دیودوروس ۱۴، ۸۲) کے ساتھ روا رکھا۔ شیفر («دیموس تھنیس» ۲، ۲۸) خود فیلقوس کی رواداری کی تعریف کرتا ہے۔

باب ۱۷

موقع پر ایک نئی جنگ مقدس چھڑ گئی تو پھر ہر مملکت ایتھنز کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے گی۔ مورخوں کا عام خیال یہ ہے کہ دیموس تھنیس کی کار فرمائی کی وجہ سے ایتھنز نے اس استفسار کا کچھ ایسا جواب بھیجا جس سے انجمن ہمسایگاں کو بھی اطمینان ہو گیا اور ایتھنز کی عزت بھی بچ گئی۔ بہر حال یہاں جنگ مقدس ختم ہو جاتی ہے۔

اس طرح گویا ناٹک کا دوسرا پردہ گر گیا اور فوکس کو تھبز کی حوصلہ مندی اور ایتھنز کی تلوّن کی قرباں گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا؛ دوسرے فیلقوس انجمن ہمسایگاں کا رکن بن گیا جس کی وجہ سے معاملات یونان میں اُسے ایک خاص حیثیت حاصل ہو گئی۔ ایتھنز میں یوبولوس کی سیاسی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور اُس کی جگہ دیموس تھنیس نے لے لی۔ بلاشبہہ دیموس تھنیس اپنے کسی مخصوص طرز کار کو کوئی عملی جامہ نہیں پہنا سکا تھا بلکہ اس کے برعکس اُس نے مختلف معاملات پر جو حکم لگایا وہ یوبولوس کے خیالات کے موافق ہی تھا لیکن اس وقت تک ایتھنزی مدبّروں خصوصًا یوبولوس کی جو حکمت عملی رہی تھی وہ ایسی تھی کہ اُسے کبھی کامیابی نہیں ہوئی تھی اور اُس کے محرّکوں کے نزدیک اُس کی ناکامی ایک "معزز ناکامی" تھی؛ یہ طرز عمل ایتھنزیوں کو مطلق پسند نہیں تھا چنانچہ جو شخص یوبولوس کے طرز عمل میں ہمیشہ نقص نکالتا رہتا تھا اُس کے اثر میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ وہی ایتھنزیوں کا واحد منظور نظر ہو گیا۔ ایتھنزی یہ سمجھنے لگے کہ دیموس تھنیس کے دل میں اُن کے وطن مالوف کی عظمت کا خیال کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، وہی ایک ایسا شخص ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت سے عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے، اور جو اپنی خطابت کی وجہ سے اپنا اثر جما لیتا ہے۔ پھر دیموس تھنیس کوئی پیشہ ور سپاہی بھی نہ تھا جو لوگ اُس کی خودسری کے خیال سے خوف زدہ ہو جاتے۔ لیکن انھیں امور کے باعث اُس کے اثر کا تاریک پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ سیاسی صورت حال اب کچھ اس قسم کی تھی:۔ کہ دیموس تھنیس مقدونیہ کی مخالفت پر تُلا ہوا تھا؛ مقدونیہ کے قول و فعل دونوں میں ایک قسم کی توحیدی کیفیت نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس

باب ۱

ایتھنز میں جو تدابیر کیئے جاتے ہیں وہ بلاشبہہ نہایت عمدہ اور نفیس ہیں ۔ جنگ کے اثنا میں اُنھیں عملی جامہ پہنانے والا کوئی نظر نہیں آتا ۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ فیلقوس کی سیاسی حیثیت میں مطلق تبدیلی نہیں ہوئی تھی پھر بھی ایتھنز کو اس سے کیا فائدہ تھا کہ دیموس تھنیس ایک بڑے مقرر اور خطیب کے تخیل کے قریب آجائے ۔ ایتھنز کے لئے اس سے زیادہ کیا بدقسمتی ہو سکتی تھی کہ اُس کا رہبر یہ نہ دیکھ سکے کہ مدبّر کو صرف اُسی وقت قوم میں جنگ کے لئے جوش پیدا کرنا چاہیئے جب اُس کے افراد نہ صرف بہادر اور جنگ کے لئے تیار ہوں بلکہ اُس کے سپہ سالار بھی قابل اور عالی دماغ ہوں اور ایسے ہوں کہ اُن پر جنگ کے اثنا میں پورا پورا بھروسا کیا جا سکے؛ اور ساتھ ہی ساتھ اُسے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ غنیم کی قوت کا صحیح اندازہ کرنا کامیابی کا ایک بہت بڑا راز ہے ۔

لیکن تھبز کی مخصوص حیثیت کی وجہ سے مقدونیہ سے جنگ چھڑ جانا اور اُس میں ایتھنز کا بھی شریک ہو جانا غیر ممکن نہ تھا ۔ تھبز نے جنگ مقدس کی ابتدا محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کی تھی اور آخر کار بظاہر اُسے اُس کے مقاصد حاصل ہو گئے تھے ۔ لیکن انجمن ہمسایگاں میں اُس کا جو رتبہ اور حیثیت تھی اُسے بہت بڑی ٹھیس لگی تھی اور اُس کی قوت و اقتدار میں بہت کچھ کمی واقع ہو گئی تھی ۔ اس سے قبل اسپارٹا اور ایتھنز کے اخراج کے بعد صرف تھسالوی ہی تھے جو مجلس انجمن میں تھبز کا ساتھ دیتے تھے؛ لیکن وہ ایک بڑی حد تک فیلقوس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح تھے؛ رہا فوکس، تو اُس کی جگہ خود فیلقوس نے لے لی تھی ۔ ان سب باتوں کے باعث خود تھبز میں ایک فریق ایسا پیدا ہو گیا تھا جو مقدونیہ کے اقتدار کا مخالف تھا ۔ بلاشبہہ تھبز کو مقدونیہ کی تائید کی وجہ سے بہت کچھ مل چکا تھا، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مقدونیہ کو محض تھبز کی غلطیوں اور حماقتوں کی وجہ سے ایسی درخشاں کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں ۔ تھبز میں مقدونیہ کے خلاف جن جذبات نے فروغ پایا تھا اُنھیں اب صرف موقع و محل کا انتظار ہے؛ موقع آنے پر تھبز ایتھنز سے مل جائے گا اور دونوں مقدونیہ کے خلاف لڑنے کی ٹھان لیں گے؛

۱۴۲ لیکن اس نازک موقع پر ایتھنز کو بجائے مدبّروں کے کسی بڑے سپہ سالار کی ضرورت ہوگی [۵]

---

۵ دیموس تھنیس نے صلح نامے کے موضوع پر جو تقریر کی اُس کے لئے دیکھو شیفر ۲، ۲۹۶ وغیرہ۔

۳۴۶ق م اور اس سے ذرا پہلے ایتھنز کی حکمت عملی میں بہت سے نقائص تھے۔ اوّل تو عین اُس وقت جب فوکس کو ایتھنز کی مدد کی ضرورت تھی اُسے صرف اس وجہ سے مدد نہیں پہنچائی گئی کہ ایتھنز کے نزدیک بغیر اُس کی مدد کے ہی فوکس تھبز پر غالب آجائے گا، اور اس طرح دونوں کی قوت گھٹ جانے کی وجہ سے ایتھنز کا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر فیلقوس مداخلت نہ کرتا تو فوکس کو ہرگز زوال نہ آتا یہاں اگر ایتھنز کو واقعی فوکس کا بچانا منظور تھا تو صلح نامۂ فلوکرآتیس میں اُسے اس امر پر زور دینا چاہئے تھا، اور اُس کا یہ نہ کرنا اُس کی دوسری غلطی تھی۔ بلا شبہہ دیموس تھنیس اور اُس کے دوستوں کا یہ بیان تھا کہ اُنھیں ائس خنیس کے ذریعے سے معلوم ہوگیا ہے کہ فیلقوس نے خود اُسے یقین دلایا ہے کہ وہ فوکس کو تاراج کرنا نہیں چاہتا، اور اُن کے نزدیک اگر فیلقوس نے اُس سے جھوٹ بولا تو اُس نے گویا ایتھنز کو صریح دھوکا دیا۔ لیکن جب دیموس تھنیس یہ کہتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو اور تمام ایتھنزیوں کو نااہل وناقابل گردانتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ ۳۵۷ق م میں فیلقوس نے اسی طرح کے خانگی مواعید کرکے ایتھنز کو دھوکا دیا تھا جس کی وجہ سے امفی پولس ایتھنزیوں کے اثر سے نکل گیا تھا؛ تو پھر جب فیلقوس بھی وہی ہے اور ایتھنزی بھی وہی اور اُن کے مدبّر بھی وہی اور پھر فیلقوس دوسری مرتبہ انھیں دھوکا دیتا ہے تو پھر ایتھنزی مدبّروں کی بابت ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے عہدوں اور اپنے اقتدار کے اہل نہ تھے۔ اگر یہ مدبّر ایک دوسرے سے وفاداری کا برتاؤ کرتے ہوتے اور خود ایماندار بھی ہوتے تو ہم یہ فرض کرسکتے تھے کہ انھوں نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر فیلقوس پر جو اعتماد کیا تھا اُس کا اُنھیں بُرا معاوضہ ملا اور حق پر ناحق غالب آیا۔ لیکن اگر وہ خود دیموس تھنیس کی طرح بہت زیادہ حق پرست

اُن مدبّروں کی نظروں میں، جن کا ایتھنز میں اثر تھا، صلح نامۂ فلوکراتیس کی نوعیت محض التوائے جنگ سے زیادہ نہ تھی۔ دیموس تھنیس نے "امن" کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ نہ تھے تو پھر ایسے مکّاروں اور چالبازوں کے مماثل تھے جنھیں اپنے سے بھی چھٹا ہوا فریب کار مل گیا ہو۔ فیلقوس کا برتاؤ ایتھنزیوں کے ساتھ اس سے پہلے اچھا تھا، اور اگر اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوگئی تو یہ خود ایتھنزیوں کی ہی غلطی تھی سائنے انھیں اپنا حلیف تصوّر کیا اور اُن سے درخواست کی کہ وہ اُس کے تعامل کے لئے فوج روانہ کریں لیکن انھوں نے یہ کہہ کر اس کی خواہش کو ٹال دیا کہ اگر انھوں نے فوج بھیجی تو وہ اُسے گرفتار کرلیگا (ایسے مواقع پر یونانیوں کے رویّے کے متعلق دیکھو جلد ۲ باب ۵)۔ ایک ایسی مملکت کو جو ایسی غیر ہمدردانہ روش اختیار کرے فریق ثانی پر غداری اور فریب کاری کا الزام لگانے کا کوئی حق نہیں خصوصاً جب موخّرالذکر عہد نامہ ہاتھ میں لئے ہوئے پلٹ پڑے اور اُنکے ساتھ پہلے کا سا سلوک روا رکھے۔
جنگ خیرونیہ پر جو شکست ہوئی اُس کے لئے دیموس تھنیس کی اخلاقی ذمہ داری، باب ۲۹ حاشیہ ۱۔

باب ۵۱

موضوع پر جو تقریر کی اُس میں اُس نے صاف طور پر یہ اعلان کر دیا کہ اُس صلح نامے سے اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایتھنز فیلقوس کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ جنگ جاری رکھے۔ اس میں کسی کو ذرا بھی شبہہ نہیں ہو سکتا تھا کہ شاہ مقدونیہ تھریس کے ایک حصے پر قبضہ کر کے باقی ماندہ تھریس پر اپنا اثر قائم کر لے گا' اور چونکہ وہ صدہا سے برابر ایتھنز ہی یونتوس کے مخرج کی نگرانی کرنے کے مدعی تھے اس لئے فیلقوس کی اس حرکت سے ایتھنز کی سیاسی حیثیت میں بہت کچھ کمی پیدا ہو جاتی۔ ایتھنز فیلقوس کے ساتھ دوستی کر کے بھی خرسونیز پر قابض رہ سکتا تھا۔ لیکن اگر کسی طرح سے فیلقوس کا کام تمام ہو گیا تو ایتھنز کا پایہ پہلے سے بھی زیادہ محفوظ و مامون ہو جائے گا۔ یہی وہ اُصول تھے جن پر دیموس تھنیس کا طرز عمل مبنی تھا۔ اگر محض ایتھنز کے مفاد کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اُس کی اور اُس کے فریق کی تدبیریں بالکل درست معلوم ہوتی ہیں' اور جیسا خود اُس نے ایک مرتبہ کہا اگر ایتھنز بجائے دوسرے یونانیوں کو زیر کرنے کے اُن کی حفاظت وحمایت میں کوشاں ہو تو اُس کی قوت وسطوت میں چار چاند لگ جائیں گے[1]۔ چنانچہ اُس کا طرز عمل نہ صرف ایتھنز کے لئے بلکہ تمام بلاد یونان کے واسطے مفید و سود مند معلوم ہوتا تھا۔ لیکن شومئی قسمت سے اس مقصد کے حصول کی کوشش میں ایتھنز کو ایک اور اصول کا خون کرنا پڑا' اور وہ اصول یونان کی منزلت اور اُس کے روایتی رتبے سے متعلق تھا۔ اُدھر فیلقوس نے تھریس کی فتح کو اپنا مقصد اعظم یعنی جنگ ایران کے لئے لازم وملزوم قرار دیا۔

---

[1] اُس نے یہ خیال اپنی تقریر De corona میں ظاہر کیا جو اُس نے ۳۳۰ ق م میں دی۔ وہ کہتا ہے کہ ایتھنز کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ وہ یونانی ریاستوں کی حمایت کرے' لیکن ساتھ ہی یہ ریاستیں نہ صرف آزاد ہوں بلکہ اُن کے اپنے قوانین علحدہ ہوں۔ وہ اپنی تقریر De Pace ۳۴۶ء میں کہتا ہے کہ فیلقوس کے خلاف جنگ آزمائی کے بہت سے اسباب تھے۔

باب ۱۸

ممتاز ایتھنزیوں میں سے مفصلۂ ذیل اشخاص دیموس تھنیس والے فریق کے رکن اور مقدونیہ کے مخالف تھے:- ہی پری دیس[1]، یکاۂ دنیا دار تقریر میں یکتائے روزگار، جوشیلا محب وطن؛ ہیگیسے سی پوس، دتمارخوس، جن کے طرز عمل پر رائے قائم کرنے کا ہمیں عنقریب موقع ملے گا؛ لی کرگوس ایک قدیم ایتھنزی خاندان کا رکن، ایمان دار ساہوکار، قدیم روایات کا مداح[1]۔

اس سیاسی گروہ کا مخالف وہ فریق تھا جس کے نزدیک ایتھنز کا مفاد اسی میں مضمر تھا کہ مقدونیہ سے دوستی پیدا کی جائے، اور اُس کے ممتاز اراکین میں سے ایک تو خود فلوکراتیس تھا جو کچھ ایسا زیادہ مشہور نہ تھا، اور دوسرے اِئس خنیس جس کا ہم اس سے پہلے تھوڑا بہت ذکر کر چکے ہیں[2]۔

---

[1] ہی پریدیس، ہیگیسے سی پوس اور دتمارخوس کے لئے دیکھو شیفر، "دیموس تھنیس" ۲۲۲ وغیرہ۔ لیکرگوس کے لئے ایضاً ، ۱۳۱ وغیرہ؛ لیوکراتیس کے خلاف جو تقریر کی گئی اُسے ریدانتز Rehdantz نے لائپزگ میں ۱۸۷۶ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ نیز مقابلہ کرو بلاس Blass کی کتاب وینز ڈرویگے: "لیکرگوس" Droege De Lycnrgo Athen لوان ۱۸۸۰ء۔

[2] اِئس خنیس کے لئے دیکھو شیفر، "دیموس تھنیس" ۱، ۲۱۵ تا ۲۵۸؛ وائڈنر Weidner "تقریر خلاف تے سی فون" Ctesiphon. برلن ۱۸۷۲ء، اور بلاس ۳۔ دیموس تھنیس نے اِئس خنیس کے ماں باپ کے متعلق جو قصے مشہور کئے انھیں اب کوئی بھی یاد نہیں کرتا۔ دیموس تھنیس کے حامیوں کے دل میں اُس کی جو وقعت ہے وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ "بے ایمان سفارت" والی تقریر سے کہیں زیادہ بڑا بھلا اِئس خنیس کو De corona والی تقریر میں کہتا ہے اور غالباً اس کی وجہ شیفر ("دیموس تھنیس" ۱، ۲۲۶) کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے کہ Corona والی تقریر میں تو مقرر آزاد تھا کہ جو جی چاہے کہے اس لئے کہ اُس کے بعد کوئی دوسرا بولنے والا نہیں تھا، لیکن De falsa Leg. والی تقریر کے موقع پر اُس کے بعد بولنے کے لئے خود اِئس خنیس تیار بیٹھا تھا۔

باب ۱۵

اسخنیس ایک ایسے خاندان کا فرد تھا جو قدیم ضرور تھا لیکن جس پر اب نکبت و افلاس چھایا ہوا تھا۔ اُس کا باپ اپنی مفلسی کی وجہ سے اجیر سپاہیوں کے رسالے میں بھرتی ہونے پر مجبور رہا اور معلوم ہوتا ہے کہ خارجی مہمات سے واپس آنے پر اُس کے پاس کافی سرمایہ جمع ہوگیا۔ اسخنیس کو تعلیم و تربیت اچھی خاصی حاصل ہوئی تھی؛ اور اس سے فارغ ہو کر پہلے تو وہ سنگتیا بنا، اس کے بعد محرر عام کا پیشہ اختیار کیا، اور بالآخر سیاسیات میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ اس کے کئی بھائی تھے، جن میں سے ایک متعدد مرتبہ ستراتی گوس مقرر رہا، دوسرا یوبولوس کے بعد چار سال تک مالیات مملکت کا افسر اعلیٰ رہا۔ ان دونوں رہبروں کے علاوہ فریق صلح کا ایک ممتاز رکن دیمادیس تھا لیکن وہ جنگ خئیرونیہ کے بعد تک مشہور نہیں ہوا۔ آخری رہنما جس کا اس ضمن میں ذکر کیا جائے گا فوکیون تھا، جو اپنے ساتھیوں میں سب سے ممتاز تھا۔ اس میں یہ خاص بات تھی کہ وہ مدبر بھی تھا اور سپاہی بھی لیکن ان دونوں میدانوں میں کسی کا مرد نہ تھا۔ فوکیون نے حکیم افلاطون کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ وہ تقریر میں ہمیشہ اختصار مدنظر رکھتا تھا۔ گو اُس کی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ: اسخنیس کو جسے وہ "تیسرے درجے کے بہروپیہ" کا لقب دیتا تھا، ہمیشہ ملعون کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ عام طور پر اس امر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اثینیوں کے نزدیک اُسکی طعنہ آمیز تقریریں اس لئے اور بھی باعث تفریح تھیں کہ دیموس تھنیس خود "اول درجے کا بہروپیا" بننا چاہتا تھا اور بن بھی جاتا تھا۔ جب اُس سے سوال کیا گیا کہ ایک مقرر کی اہم ترین خصوصیت کیا ہونی چاہیئے تو اُس نے جواب دیا کہ "زور تقریر" یا "ظاہرداری"؛ اور جب اُس سے دریافت کیا گیا کہ اس سے کمتر اہم خصوصیات کونسی ہیں تو اُس نے پھر یہی جواب دیا! فیلقوس کی موت پر اُس کے طرز عمل اور خود اپنی موت سے پہلے جو جملے اُس کے منہ سے نکلے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس پر ہر وقت ورد یہ آمیز بناوٹ اور ریاکاری کا اصول متسلط رہتا تھا۔

سپہ سالاری کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اسکا بار بار انتخاب کیا جاتا تھا لیکن اُس کے نزدیک ایتھنز کے لئے مناسب ترین طرز عمل یہی تھا کہ فیلقوس کے ساتھ صلح قائم رکھی جائے۔ اس کی خاص صفت یہ تھی کہ ایسے عہد میں جس میں عام خیال اور خصوصاً دیموس تھنیس کے قول کے بموجب رشوت خواری عام تھی، اُسکی ایمان داری اور غیر جانبدارانہ روش دوسروں کے لئے گویا ایک درخشاں نمونہ تھی[۹۵]۔

بہرحال دیموس تھنیس نے باہمی فریقانہ مہم کی ابتدا کی۔ اُس نے ائس خنیس پر یہ الزام لگایا کہ جب وہ فیلقوس کے دربار میں ایتھنزی سفیر کی حیثیت سے گیا تھا تو اُس نے شاہ مقدونیہ سے ایک رقم خطیر بطور رشوت کے لی تھی جس کی وجہ سے اُس نے اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کر کے ایتھنز کو نقصان پہنچانا چاہا۔ لیکن دیموس تھنیس سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ اُس نے استغاثے پر اپنے دستخط کے ساتھ تمارخوس کے دستخط بھی کرا لئے تھے۔ ائس خنیس نے تمارخوس کے خلاف بد اخلاقی کا الزام لگایا جس پر باضابطہ تحقیقات سے الزام درست ثابت ہوا اور تمارخوس کے جملہ حقوق شہریت سلب کر لئے گئے۔ تمارخوس پر یہ مقدمہ چلنے کی وجہ سے ائس خنیس پر جو حملہ ہوا تھا وہ چند روز کے لئے ملتوی ہو گیا۔ لیکن فیلقوس خاموش نہیں تھا، بلکہ تھریس اور تھسلی میں برابر پیش قدمی کر رہا تھا، چنانچہ ایتھنز والوں نے اس سے قبل تھریس میں اپنا تھوڑا بہت اثر قائم رکھنے کے لئے فیلقوس کی جو خوشامد درآمد کی تھی وہ سب بالکل بیکار اور رائگاں گئی؛ نہ صرف یہ

---

[۹۵] دیماڈیس کے لئے شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۲۰ وغیرہ۔ فوکیون کیلئے دیکھو مضمون پالی کی "محیط المحیط" Panly's R. E. میں، اور برنیسر: "فوکیون" Bernays. Phokion برلن ۱۸۸۱ء۔ پلوٹارک کی "حیات فوکیون" میں بعض اچھے اچھے لطیفے نظر آئیں گے۔ خود دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فوکیون اُس کی تقریروں کی قطع و برید کیا کرتا تھا۔ دیموس تھنیس پینتالیس مرتبہ ستراتی گوس مقرر ہوا۔

باب ۳۱ بلکہ اُس نے معاملات پیلوپونیز میں بھی مداخلت کی اور آرگوس، آرکیڈیا اور مسینے کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ اس پر دیموس تھنیس بھی پیلوپونیز گیا اور وہاں مقدونیہ کے خلاف زہر پھیلا کر فیلقوس کو گویا ایتھنزیوں کے سامنے اپنی شکایت کرانے کا موقع دے دیا، جس کے جواب میں دیموس تھنیس نے ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر اپنی برأت میں کی جسے دوسری فیلقوسی کہتے ہیں، اور اُس میں صاف و صریح انداز سے فیلقوس کو ایتھنز کا جانی دشمن قرار دیا۔ ایتھنز کے سیاسی فریقوں کی باہمی نزاع برابر جاری رہی اور ہی پریدیس نے فلوکراٹیس پر اُسی طرح کے الزام لگائے جیسے دیموس تھنیس نے اس سے قبل الس غنیس پر لگائے تھے۔ مقدونیہ کے خلاف ایتھنز میں جوش و خروش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ کوئی شخص ہی پریدیس کا پیر نکالنے کے لئے تیار نہ تھا، اور اُسے اپنی عزت و آبرو کے ایسے لالے پڑے کہ آخر کار اُسے اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر فرار ہو جانا پڑا۔ الغرض ایتھنزیوں نے اسی بادشاہ (یعنی فیلقوس) پر طرح طرح کے الزام لگانا شروع کئے جس کے ساتھ کچھ ہی عرصہ قبل اُنھوں نے مخالفہ کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ فیلقوس اس قسم کی کارروائیوں کا حال صدائے احتجاج بلند کئے بغیر نہیں سن سکتا تھا، چنانچہ اُس نے فیثون کی سرکردگی میں ایک مخصوص سفارت ایتھنز روانہ کی اور ایتھنزیوں سے استدعا کی کہ وہ اپنے دعاوی پیش کریں تاکہ اُسے اُن کا پورے طور پر علم ہو جائے اور اُن کے پورا کرنے کا موقع مل جائے۔ اس پر ایتھنزیوں نے ہیگیسی پوس کو فیلقوس کے پاس اپنے مطالبات لے کر روانہ کیا؛ ایک تو یہ کہ بادشاہ جزیرۂ ہالونے سوس کو جس پر اُس نے قبضہ کر لیا تھا، ایتھنزیوں کو واپس کر دے، اور دوسرے یہ کہ عہد نامے میں یہ الفاظ بڑھا دئے جائیں کہ "فریقین اُن علاقوں پر قبضہ رکھیں گے جن کے وہ مستحق ہیں"۔ یہ سفارت قطعاً بیکار ثابت ہوئی۔ فیلقوس کی سنجیدگی اور تدبر میں کسے شبہہ ہو سکتا ہے، اور یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس تبدیلی پر راضی ہو جاتا (دیکھو باب ۷، حاشیہ متعلق صلح نامۂ فلوکراٹیس)؟ اس سے ایتھنزیوں کے

باب

دل میں فیلقوس کے خلاف آگ پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ بھڑک اٹھی اور جنگ پسند گروہ کے مقاصد گویا پورے ہو گئے، اُدھر ائس خنیس کے خلاف بے ایمانی کا جو الزام لگایا گیا تھا اُس کی سماعت ہوئی، صفائی کی جانب سے فوکیون اور یوبولوس بطور گواہ پیش ہوئے اور آخرکار ملزم بری ہو گیا (۳۴۳ ق م)۔

فیلقوس برابر پیش قدمی کر رہا تھا، اُس نے اپنے برادر نسبتی سکندر کو ایپائروس کا بادشاہ بنایا، اکارنانیہ پر حملے کی دھمکی دی، ایتولیوں کے ساتھ معاہدہ کیا، اور تھسلی کے چاروں صوبوں پر اپنی طرف سے ایک ایک "تترارخ" یا والی مقرر کر کے اُس ملک کو آئندہ کے لئے مقدونیہ کا مطیع و منقاد بنا دیا۔[۵] جزیرۂ یوبیہ میں بلدیات ایرِتریہ اور اوریوس فیلقوس کے

۵؎ "بے ایمان سفارت" Para presbeia (De falsa Legat) کے موضوع پر دیموس تھنیس اور ائس خنیس دونوں نے تقریریں کیں جن میں سے ائس خنیس کی تقریر میں کاروباری پہلو نمایاں ہے اور دیموس تھنیس کی تقریر میں سوفسطائی (دیکھو باب ۱، حاشیہ ۱)۔ دیموس تھنیس نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ ائس خنیس نے رشوت لی ہے، لیکن اس میں وہ بالکل ناکام ہوا۔ دیموس تھنیس نے سب سے بڑا الزام جو ائس خنیس پر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ اُس کے پاس ایک جاگیر ہے، لیکن وہ نہ تو اُس جاگیر کا موقع محل بتاتا ہے نہ قطعی طور پر یہ کہتا ہے کہ یہ جاگیر اُسے فیلقوس نے دی تھی۔ دیموس تھنیس کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں اولنتھوس سے گواہ بلانا چاہتا ہے، اس لئے کہ شاید وہ جاگیر اسی شہر کے قریب میں کہیں ہوگی، لیکن Schol Aesch. Tim ۳ کے مطابق وہ پیدنا کے قریب واقع تھی۔ اس میں مطلق شک و شبہ نہیں کہ یہ الزام قطعاً بے بنیاد تھا، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اپنی تقریر کے پارہ ۹۸ سے پارہ ۱۴۶ تک دیموس تھنیس یہی راگ الاپتا رہا ہے کہ ائس خنیس نے ضرور بالضرور رشوت لی ہوگی تو ہم چار و ناچار اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ اُس کی رشوت خواری کو ثابت نہیں کر سکا۔
تفصیل کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس"، ۲، ۳۳۰۔

باب ۵

دست نگر تھے، لیکن خالکس برابر ایتھنز ہی کا ہم نوا بنا رہا اور پیلوپونیز میں بھی ایتھنز کی حیثیت اور رتبے میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا۔ اب فیلقوس نے تھریس میں فوج کشی کرنے کی تیاریاں شروع کیں، لیکن جنوب کی طرف چلنے سے پہلے اُس نے ایتھنز سے مفاہمت کرنے کی پھر کوشش کی (۳۴۳ ق م)۔ اُس نے جزیرۂ ہالونے سوس کو ایتھنز کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا اور فریقین کے مابہ النزاع امور کا (جن میں تھریسی قلعہ جات کا مسئلہ بھی شامل تھا) تصفیہ کرنے کی غرض سے ایک ثالثی کو قبول کیا۔ اس کے معاوضے میں اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بحری قزاقی کے انسداد میں ایتھنز اُس کے بیڑے کو بھی اپنے بیڑے کے ساتھ رکھے، جس کے دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہوے کہ مقدونیہ کو بحیرۂ ایجین میں اپنا بیڑا رکھنے کی اجازت دی جائے۔ ان تحریکوں کے ساتھ ایتھنز نے جو روش اختیار کی وہ ایک تقریر سے ظاہر ہوتی ہے جو دیموس تھنیس کی طرف منسوب کی جاتی ہے لیکن جس کا مصنف یقیناً ہیگے سی پوس ہے، اور جس میں اُن کی نہایت بے دردی کے ساتھ تنقید کی گئی ہے[۵۷]۔ ایتھنز نے ثالثی کا مسئلہ تو اس لئے خارج از بحث قرار دیا کہ اُس کے نزدیک ثالثوں کا ملنا ناممکنات سے تھا۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کا یہ مفروضہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ غیر جانبدار ثالث یقیناً مل سکتے تھے۔ اس انکار سے دیموس تھنیس اور اُس کے ساتھیوں کا مطلب صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ دو فریقوں میں سے ایک اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ جن علاقوں کا وہ مستحق ہے وہ اُسے مل جانے چاہئیں، اور جس وقت دوسرا فریق اس پر

---

[۵۶] بیلوخ (۱) سیاسیات ایتکا Beloch . Att. Pol. (۲۱۱) کے نزدیک سنہ ۳۴۳ یا ۳۴۲ ق م ہی میں دیموس تھنیس نے فیلقوس کے خلاف ایک باضابطہ لیگ قائم کرلی تھی۔

[۵۷] تقریر "متعلق ہالونے سوس" سے ہمیں اس نامہ و پیام کا حال معلوم ہوتا ہے جو فیلقوس نے اپنی تھریسی مہم سے پہلے ایتھنز کو بھیجا تھا؛ مقابلہ کرو شیفر "دیموس تھنیس" ۲، ۴۳۱ وغیرہ؛ بلاس ۳، ۴۲، ۱۱۳ تا ۱۲۱۔

تیار ہوتا ہے اور ثالثی کا اصول قبول کرتا ہے تو وہی پہلا فریق محض اس بنا پر کہ اُس کے نزدیک اُسے غیر جانبدار پنچ نہیں مل سکتے، اُسے مسترد کر دیتا ہے اس کے معنی صرف یہ ہوئے کہ اب جتنے مابہ النزاع امور ہیں اُن کا تصفیہ صرف تلوار ہی کرے گی۔ ممکن ہے کہ اتھنزی فیلقوس سے مل کر تھریس میں اپنے حقوق مستحکم کر لیتے، لیکن دیموس تھنیس اور اُس کے ساتھی اس میں محض اس وجہ سے مانع ہوئے کہ انھیں اس کی امید تھی کہ اتھنز کی قسمت نے یاوری کی تو ممکن ہے کہ مقدونیہ کے ساتھ جنگ آزمائی میں اتھنز ہی کا بول بالا ہو اور فیلقوس کو نیچا دیکھنا پڑے۔

اب (۳۴۲ ق م میں) فیلقوس نے اپنے بیٹے سکندر کو (جس کی عمر اس وقت صرف پندرہ سال کی تھی) اپنا قائم مقام بنا کر پائے تخت میں چھوڑا اور خود تھریس کی طرف چل دیا[1]۔ وہاں پہنچ کر اُس نے تھریسیوں کو شکست دی اور بحیرۂ اسود کی طرف بڑھا جہاں کے یونانی شہروں، مثلاً اپولونیہ اور اودیسوس (وارنہ) نے اُس کے سامنے ہتھیار رکھ دئے۔ اُدھر تو یہ ہو رہا تھا، ادھر اتھنزی دیوپیتھس کی سرکردگی میں خرسونیز کے ملک میں اپنی کلیروخیاں (نوآبادیاں) روانہ کر رہے تھے۔ دیوپیتھس نے بعض دوسرے

---

[1] جنگ تھریس کے لئے دیودورس ۱۶، ۷۱، ۴ تا ۷؛ تھیوپومپوس جزو ۲۴۴، ۲۴۰، ۲۴۹ الف؛ اناکسی مینیس جزو ۱۱ تا ۱۳؛ مقابلہ کرو ہوک Hoeck صفحہ ۶۱ وغیرہ جہاں اسناد پر بحث کی گئی ہے۔ فیلقوس نے تھریس میں تین شہر یعنی فلیپوپولس، کالی بے، (پونیروپولس) اور بیتے آباد کئے، جن میں سے موخر الذکر دو کے ناموں سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ وہاں سزا یافتہ مجرم رکھے جاتے ہوں گے۔ لیکن بادی النظر میں یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ بیتے تھریسی نام ہو اور پونیروپولس ("بدبخت نگر") فیلقوس کے نام پر محض یونانیوں کی لطیفہ سنجی ہو۔ دیوپیتھس کے لئے مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۵۱؛ کارد یہ؛ دیموس تھنیس؛ ارسطفر اینا ۱۸۲۹۔

باب ۵۱

شہروں سے روپیہ وصول کیا، کاردیہ کے ساتھ (جو فیلقوس کے زیر حمایت تھا اور جس پر قبضہ کرنے سے ایتھنز کو بہت کچھ فائدہ ہوتا) جھگڑا مول لیا، اور آگے بڑھ کر تھریس کے بعض ایسے مقامات پر بھی قبضہ کر لیا جو پہلے فیلقوس کے مقبوضہ تھے۔ جب فیلقوس نے ایتھنزیوں کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی تو دیموس تھنیس نے "معاملات خرسونیز" پر ایک تقریر کی اور دیو پتھیس کو جملہ الزامات سے بری کرا دیا (۳۴۱ ق م)۔۵ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد اس نے وہ تقریر کی جو تیسری فیلقوسی کے نام سے مشہور ہے جسمیں اُس نے فیلقوس کو یونان کے تمام مصائب و آلام کا مصدر و منبع قرار دیا، اور اس کی جنگی قابلیتوں کو کچھ ایسے سانچے میں ڈھال کر دکھایا کہ اُس سے ایتھنزیوں کے دل میں اپنے محفوظ و مصئون ہونے کا غلط خیال پیدا ہو گیا۔۹

---

۵ خرسونیز والی تقریر اصول مصلحت وقت پر مبنی ہے۔ (۴۴ ، ۵۰) میں دیموس تھنیس یہ فرض کر لیتا ہے کہ فیلقوس کا مقصد شہر ایتھنز کی فتح ہے، اور اس استدلال میں وہ غلطی پر ہے۔ ہم دیو پتھیس کی تائید کے سلسلے میں دیموس تھنیس کا ایڈمنڈ برک سے مقابلہ کر سکتے ہیں جو فن تقریر میں اپنے پیش رو کے برابر تھا، اور جس نے ہندوستان میں برطانوی سیادت قائم کرنے والے وارن ہیسٹنگز پر صرف اس لئے مواخذہ کیا کہ اُس نے توسیع سلطنت کے کام میں بے انصافی کا برتاؤ کیا تھا۔

۹ تیسری فیلقوسی کے لئے شیفر، "دیموس تھنیس" ۲، ۴۶۹؛ بلاس ۳، ۱، ۳۳۶۔ فیلقوسی ۳، ۴۸، ۴۹ میں دیموس تھنیس اپنی اس دلچسپ رائے کا اظہار کرتا ہے کہ فیلقوس نے جنگ قدیم یونانی طرز پر نہیں لڑی۔ میرے نزدیک اس رائے پر اگر بحث کی جائے تو وہ یقیناً مطالعۂ تاریخ کے لئے کارآمد ہوگی، اور چونکہ اس سے قبل کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی ہے اس لئے یہاں میں اپنے ان خیالات کے تتمے کے طور پر اس پر بحث کرتا ہوں جو میں نے اس کتاب کی جلد ۲ باب ۲۳ میں ظاہر کئے ہیں۔ دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فیلقوس نے موسم سرما میں بھی لڑائی جاری رکھی اور کبھی کھلے میدان میں لڑنا پسند نہیں کیا، بلکہ وہ ہمیشہ ہلکے ہتھیاروں والی سپاہ سے کام لیتا تھا اور رشوت دے کر اپنا

اس کے بعد اُس نے تھریس، الیریہ، تھسلی اور پیلوپونیز کا سفر محض | باشیہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کام نکالتا تھا۔ واقعات دراصل مفصلۂ ذیل ہیں:۔ ابتدا میں یونانیوں کا تخیل جنگ ایک خاص قسم کا تھا (مقابلہ کرو پولی بیوس ۱۳، ۳)۔ ان کے نزدیک جنگ محض مذہبی قسمت آزمائی کے مترادف تھی اور اس میں چند معیّن قواعد وقوانین کی پابندی لازمی تھی؛ ان کی فوج کا سب سے اہم جُند ہوپ لیت تھے اور سواروں اور ہلکے ہتھیار والوں کی حیثیت محض ثانوی تھی۔ ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ آرگوس اور اسپارٹا نے لڑائی کے فیصلے کا انحصار تین تین سو چیدہ سپاہیوں کی مڈبھیڑ پر کر دیا گیا۔ یونانیوں میں یہ قاعدہ تھا کہ حالت جنگ کے دوران میں بھی اگر کوئی فریق اپنے دشمن کے ملک پر حملہ کرنا چاہتا تو اُسے پہلے سے اس کا اعلان کر دینا پڑتا؛ آرگوسیوں کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی اُن کا دشمن اس قسم کا اعلان کرتا تو وہ فوراً ماہ کارنیوس کی آمد کا اعلان کر دیتے، جس کے یہ معنیٰ ہوتے کہ اس مہینے میں ہمارے لئے مذہباً لڑنا ممنوع ہے اس لئے مہربانی کر کے اپنی لوٹ مار سے باز آؤ۔ یہ بھی قاعدہ تھا کہ جو مقامات قلعہ بند ہوتے اُن پر دھاوا کر کے قبضہ نہیں کیا جاتا، بلکہ حملہ آور گروہ فصیل میں سوراخ کر کے داخل ہونے کی کوشش کرتا، اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو شہر والوں کو بھوکا مار ڈالتا؛ ہتھیار رکھنے کی شکل میں فریق غالب، مغلوب شہریوں کو جان سے مارنے یا غلام بنا کر فروخت کرنے کا مجاز تھا۔ موسم سرما میں جنگ ملتوی رہتی، اس لئے کہ شہری میدان جنگ میں بارھوں مہینے کیسے رہ سکتے تھے؟ ان قواعد وقوانین کا نفاذ صرف اس لئے تھا کہ جنگ کو یونانی ایک کشتی کی مانند تصور کرتے تھے اور اُس کے لڑنے کے لئے خاص خاص قواعد لازمی تھے، چنانچہ گو بعض مرتبہ لڑائی میں نہایت تشدد اور سختی برتی جاتی تھی لیکن قواعد کی پابندی پھر بھی لازمی سمجھی جاتی تھی۔ کرلیوس کو گو سرمائی مہم کی امید نہ تھی، لیکن اُس کے خیالات بھی اس ضمن میں یونانی تھے (ہیروڈوٹس ۱، ۷۷)، لیکن کورنتھ کے خیالات میں عملی پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ اپنی فیلقوسی تقریر ۳، ۴۸، ۴۹ میں دیموستھنیس اس امر کا بالکل صحیح اندازہ لگاتا ہے کہ فیلقوس پرانے یونانی قواعد کے مطابق جنگ آزمائی نہیں کرتا تھا۔ اُس کے نزدیک جنگ باقاعدہ کشتی

باب۵۱ فیلقوس کے خلاف نفرت پھیلانے کی غرض سے کیا، نہ صرف یہ بلکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کی طرح نہیں تھی بلکہ عملی مقاصد کو پورا کرنے کا بس ایک ناہموار طریقہ تھا۔ لیکن اول تو دیموس تھنیس نے یہ ملحوظ نہیں رکھا کہ یونانیوں نے عموماً اور اتھنزیوں نے خاص طور پر جنگ کے متعلق اُن پُرانے اُصول کو خیرباد کہہ دیا تھا، اور دوسرے اُس نے فیلقوس کی لڑائیوں کی جو تصویر اُتاری ہے وہ اصل سے بالکلیہ ہٹی ہوئی ہے۔ پہلی بات کے متعلق ہمیں یہ کہنا ہے کہ دیموس تھنیس اکبر اور ایفیکراتیس کے زمانے ہی سے (جو دونوں کے دونوں اتھنزی تھے) ہلکے ہتھیار روالے سپاہیوں سے کام لیا جانے لگا تھا اور جنگی مہمات میں داؤں گھات کے ذرائع سے دشمن کو شکست دینے کی کوشش کی جاتی تھی؛ رہا سرمائی مہم کا سوال، تو خود سرقوسہ کی ناکہ بندی موسم سرما ہی میں کی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ فیلقوس نے بہت سے یونانیوں کو رشوت دے کر ہموار کر لیا ہو، لیکن اس میں بھی اُس نے جدت نہیں کی اس لئے کہ اس سے مدت دراز پیشتر تسطاکلیس اور فارقلیس پر رشوت دے کر کام نکالنے کا الزام لگایا گیا تھا، اور طوسی دیدش ۷، ۸۶ پڑھنے کے بعد کسی کو اس میں مطلق شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ سرقوسہ میں نکیاس نے روپیہ دے دے کر اپنے دوست اور ہم خیال پیدا کئے تھے۔ خود دیموس تھنیس کے لئے روپے پیسے کے معاملات ایک طرح کا کھیل تماشا تھے، اور جب ہم اُسے یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ فیلقوس کے رشوت دینے کا یونانی آزادی کے زوال پر عظیم الشان اثر پڑا تو اس سے ہمارے دل پر یہ اثر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس بڑے بڑے واقعات کو کتنی تنگ نظری سے دیکھتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف اتھنزی محبانِ وطن کے ایران اور ہارپالوس سے روپیہ لینے کا ثبوت ہے اور مقدونوی اس میں مطلق ملوث نظر نہیں آتے۔ دیموس تھنیس لوگوں پر رشوت کا الزام لگانے کا اتنا مرد ہے کہ وہ (De Cor. ۱۰۳ میں) اتھنز کے مالدار لوگوں پر الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے خود اُسے رشوت دینی چاہی، جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ رشوت دینے میں صرف فیلقوس ہی کو مہارت نہیں تھی۔ لیکن فیلقوس کے متعلق وہ اس قدر جلد باوری دکھاتا ہے کہ De Corona

باب ۱۸

بزنطہ جیسے اہم شہر (جو اس وقت تک فیلقوس کے زیر اثر تھا) اور جزائر خیوس ور ھوڈز کو ایتھنز کے ساتھ مخالفہ کرنے پر آمادہ کر لیا۔[۱۰] اب شہنشاہ ایران سے روپیہ مانگنے کی غرض سے ایک سفارت روانہ کی گئی اور گو شہنشاہ نے سفیروں کو مالا مال کر دیا لیکن ایتھنز کو کسی قسم کی مدد نہیں دی، چنانچہ سفیر بالکل بے نیل مرام واپس آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں دیموس تھنیس کو تین ہزار دارائیاں ملیں اور دیوپیتھیس کی جیب بھی گرم کی گئی۔

جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے، دیوپیتھیس کو جملہ الزامات سے بری الذمہ کر دیا گیا تھا، اور اب اُسے فیلقوس کے خلاف از سر نو مہم سرکرنے کی اجازت دی گئی۔ اُدھر شاہ مقدونیہ بزنطہ کے خلاف چلا۔[۱۱] وہ اپنا بیڑا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۱۸، ۱۹ میں ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ پیلوپونیز میں "جھگڑے" اور "گڑبڑ" بھی ہوئی تھی اور پھر دو ہی سطریں بعد کو یہ کہنے لگتا ہے کہ شاہ مقدونیہ نے پیلوپونیز میں روپیہ خرچ کر کے "جھگڑے اور تنازعات" برپا کئے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو فیلقوس نے اس جزیرہ نما میں ایسا روپیہ محض شوقیہ خرچ کیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانے میں بعض ایتھنی حلقوں میں رشوت خواری کا ٹیا لگانے کا اُتنا ہی شوق تھا جتنا آج کل بعض مملکتوں میں جاسوسوں کو پکڑنے کا ہے۔ اب دوسرے مسئلے کو لیجئے۔ ہمارے نزدیک جنگ خیرونیہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے فیلقوس کے طریقۂ جنگ کی بالکل غلط تصویر کھینچی ہے۔ اس لڑائی میں جس چیز نے لڑائی کا پلڑا بھاری کیا وہ نہ تو رشوت تھی اور نہ ہلکے ہتھیار والے سپاہی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنزیوں اور تھبزیوں کو ہوپ لیتوں کی باضابطہ لڑائی میں شکست ملی۔ دیموس تھنیس نے شاہ مقدونیہ کے اصلی خصائص کا کبھی اندازہ نہیں کیا اور اسی وجہ سے ہمیشہ ایتھنزیوں کے سامنے اُس کی بابت غلط اظہار رائے کیا، اور ایتھنز نے اُس کا جو اتباع کیا اُس سے ایتھنز اور یونان دونوں کو شدید نقصان پہنچا۔

[۱۰] اپنے سفر کے دوران میں دیموس تھنیس کی جلت پھرت وغیرہ۔ شیفر، دیموس تھنیس ۲، ۴۸۱ وغیرہ۔

[۱۱] پرنتھوس اور بزنطہ کا محاصرہ، شیفر، دیموس تھنیس ۲، ۴۹۶ وغیرہ، ہوگ، ۷۷ وغیرہ،

۳۴۱

پروپونٹس لایا اور بیزنطہ کے حلیف پرنتھوس پر حملہ کر دیا۔ گو پرنتھوس کا محاصرہ تمام جنگی اصول کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا تھا لیکن اس شہر نے نہایت شجاعانہ مدافعت کی اور ایران کی مدد سے آخر کار بچ گیا۔ اب دیموس تھنیس کی صلاح مان کر ایتھنز یوں نے یہ اعلان کر دیا کہ لڑائی فیلقوس کی طرف سے شروع ہوئی ہے اس لئے اُس میں اور ایتھنز دونوں میں باضابطہ جنگ کی حالت پیدا ہو گئی ہے (سنہ ۳۴۰ ق م)۔

فیلقوس چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ بیزنطہ پر قبضہ کر لے، لیکن اس مقصد میں اُسے ناکامی ہوئی۔ ایتھنز یوں نے پہلے خارِیس کو اور اُسکے بعد فوکیون کو شہریوں کی مدد کے لئے روانہ کیا، اور بیزنطی رہبر لیون نے جسے حکیم افلاطون کی شاگردی کا فخر حاصل تھا، اُس کے ساتھ تعاون کر کے اپنے شہر کی نہایت قابلیت کے ساتھ حفاظت کی۔ آخر کار فیلقوس محاصرہ اُٹھا دینے پر مجبور رہا، اور گو ایتھنزی بیڑا ہیلیس پونٹ پر پڑا ہوا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح سے مقدونوی جہاز واپس گھر پہنچ ہی گئے۔ اب ایتھنز یوں میں شاہ مقدونیہ کے آئندہ حرکات و سکنات کی بابت تردد پیدا ہوا۔ ابتدا میں تو انھیں اس خبر سے بہت کچھ تشفی ہوئی کہ فیلقوس نے اتیاس شاہ اسکیشیہ کی کسی بات سے ناراض ہو کر اُس کی سلطنت پر حملہ کر دیا ہے چنانچہ ایک طرف تو اُن کے نزدیک مقدونیہ کو ایک چھوڑ دو میدانوں میں مہمات سر کرنا پڑیں گی، دوسرے ممکن ہے کہ اسکیثی مہم میں فیلقوس کو ناکامی ہو اور اُن کا کام بن آئے لیکن اُن کی امیدوں کے برخلاف اُسے ہر ایک لڑائی میں کامیابی ہوئی اور اُس نے کمال عقلمندی و فراست سے دریائے ڈینیوب کو عبور کرنے کے بجائے تری بالیوں کے ملک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ فیلقوس اپنا بیڑا ہیلیس پونٹ میں ہو کر لے جاتا ہے Ep. Phil
ایتھنز کا اعلان جنگ ۱۳۵ Philoch فیلقوس کی اسکیتی مہم، شلیر، دیموس تھنیس ۲، ۷، ۵
وغیرہ۔ رھوڈس و خیوس کا طرز عمل، ایضاً ۱۶ ۵۔

باب ۱۸

ہوکر اپنے پائے تخت کو آراستہ کیا، لیکن بدقسمتی سے واپسی میں موسم گرما میں اُس خطے کو طے کرتے ہوئے ایک معرکے میں زخمی بھی ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ مہم اپنی اُن شکستوں کی یاد محو کرنے کے لئے سر کی تھی جو اُسے بیز نطہ اور پرنتھوس کے سامنے پہنچی تھیں، اور اس کوشش میں اُسے مکمل کامیابی ہوئی۔

جب شمال میں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے تو دیموس تھنیس ایتھنز کی فوجی تیاریاں تکمیل کو پہنچا رہا تھا۔ اُس نے تریارخیوں کو ایسا منتظم کیا کہ اس کے بعد سپہ سالاروں کی مطلق کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی۔[۱] یوبولوس نے بندرگاہوں، گودیوں وغیرہ کی تعمیر و ترمیم جو شروع کی تھی اُسے دوسرے شعبہ جات حکومت، مثلاً فوج کے مالی ضروریات کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ ۳۳۸ ق م میں لیکرگوس کو ایتھنز کے محکمۂ مالیات کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا، اور وہ اس عہدے پر برابر بارہ سال تک نہایت قابلیت کے ساتھ پہلے تو خود اپنے نام سے اس کے بعد دوسروں کے صلاح کار کی حیثیت سے کار فرما رہا لیکن اس روپیے کے خرچ اور محنت کے باوجود بھی ساحل مقدونیہ کو برباد و ویران کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکلا۔ اس سے کہیں زیادہ کامیاب فیلقوس کی حکمت عملی تھی۔ یونان سے دور ہونے کے باوجود بھی اس کی ٹکٹکی برابر اُسی ملک پر لگی رہتی تھی، چنانچہ اپنی شمالی مہم کے بعد کچھ تو واقعات کے موافق ہونے کی وجہ سے اور کچھ دیموس تھنیس کے مخصوص طرز عمل کے باعث اُسے خالص یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع اچھی طرح سے مل گیا۔

---

[۱] دیموس تھنیس کی تنظیم تریارخی، "سٹیفر؛" "دیموس تھنیس ۲، ۵۲۲؛" "گلبرٹ: مملکت قدیمہ" ۱۳۵ Philoch ۱، ۲۵۴ ، ۳۵۵ Gilbert . St. A کے مطابق دیموس تھنیس کی تحریک پر قرار پایا کہ "روپیہ سپاہیوں کی تنخواہوں پر خرچ کیا جائے۔"

باب ۵

سنہ ۳۴۷ ق م میں دیموس تھنیس کے دشمن مدیاس (جس کے لئے دیکھو باب ۲، حاشیۂ اول) اور ائس خنیس کو مجلس ہمسایگاں میں ایتھنز کی طرف سے قائم مقام بنا کر روانہ کیا گیا۔ جب اس مجلس کی وقعت یونانیوں کی نگاہ میں بہت زیادہ تھی تو معلوم نہیں کہ ایتھنز کے ممتاز ترین مدبر نے اپنے صریح مخالفوں اور دشمنوں کو مملکت کا قائم مقام بنا کر کیوں اس کی رکنیت کے لئے روانہ کرنے دیا۔ دلفی پہنچنے پر ائس خنیس نے اپنا طرز عمل کچھ ایسا اختیار کیا جو دیموس تھنیس کے لئے نہایت ہی ناپسندیدہ ہوا ہوگا، لیکن موخر الذکر نے ترکیب چل کر اس سے بھی اپنا کام نکال ہی لیا۔[1] ائس خنیس کو یہ پتا لگا کہ امفسا کے باشندے، جو تھبز کی دوستی کا

---

[1] امفسا کے ساتھ جو جھگڑا ہوا اس کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۵۲ وغیرہ۔ چونکہ آج کل کے مورخ دیموس تھنیس کی غلط بیانیوں کا یقین کر لیتے ہیں اسی لئے اس جھگڑے کے متعلق بھی غلط خیالات پھیل گئے ہیں۔ امفسا والے لوکرسی ہونے کی وجہ سے فوکس کے دشمن اور تھبز کے دوست تھے۔ جب ائس خنیس نے امفسا کی مخالفت کی تو اس کا طرز عمل قدیم ایتھنزی روایات کے بالکل مطابق تھا اس لئے کہ ایتھنز اور فوکس کے مابین روایتی تعلقات تھے، لیکن جب دیموس تھنیس نے امفسا کی پشت پناہی کی تو اس طرح سے وہ تھبز کی بہتری کا کوشاں ہوا، وہی تھبز جو ایتھنز کو سزا دلوانے کے در پے تھا۔ دیموس تھنیس جس نے اپنی تقریر De Pace میں ایتھنزیوں سے کہا تھا کہ انھیں امفک تیونیس کو اپنا دشمن نہیں بنانا چاہیے، وہی دیموس تھنیس اب امفک تیونیس کے خلاف جا رہا تھا۔ بیشک وہ De Cor. ۱۴۳ میں کہتا ہے کہ جب ائس خنیس ایتھنزیوں سے امفسا کے خلاف تیاری کرنے کے لئے اٹھا تو وہ کہنے لگا کہ "ائس خنیس کیا تم اٹیکا یوں کو امفک تیونوں کے خلاف آمادۂ پیکار کرتے ہو"، لیکن اگر واقعاً اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو اس سے اس کی اسماسر افترا پردازی اور جھوٹ ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ اس نے ائس خنیس کی طرف "عین" طرز عمل منسوب کیا جس کا وہ خود حامی تھا اور جسے ائس خنیس کسی نہ کسی طرح سے

بھرتے تھے، اس خیال میں ہیں کہ ایک نوشتے کے ازسرنو ٹانگنے کے مسئلے پر — باب ۱۸

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ مسترد کرنا چاہتا تھا۔ اس خنیس کی خواہش کے مطابق اگر ایتھنز نے امفک تیونیس کا ساتھ دیا ہوتا تو اُسے جنگ امفک تیون میں حصّہ لینے کی ضرورت پیش نہ آتی، اور اس طرح سے اُسے لیگ ہمسایگاں میں ایک خاص حیثیت حاصل ہو جاتی۔ دیموس تھنیس اس طرز عمل میں مانع ہوا جس کی وجہ سے لیگ کا رہنما فیلقوس اٹیکا کے مخالفین میں صف آرا ہو گیا۔ دیموس تھنیس نے یقیناً پہلے سے بھانپ لیا ہوگا کہ اگر ایتھنز امفسا کے خلاف نہ ہوا تو امفک تیونیس فیلقوس کی مدد مانگنے پر مجبور ہو جائیں گے، اور اُس نے جو طرز عمل اختیار کیا اُس کا ایک ہی پہلو سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ کہ وہ تھیبز کی خدمت کرنا چاہتا تھا تاکہ وقت پر وہ فیلقوس کے خلاف کام آئے۔ ممکن ہے کہ اُس نے خیال کیا ہو کہ تھریس میں فیلقوس کو ناکامی ہوگی۔ بہرحال امفسا کی مخالفت کی خواہ کوئی بھی وجہ کیوں نہ ہو، اس میں تو شبہ نہیں کہ اس خنیس نہیں بلکہ دیموس تھنیس فیلقوس کو یونان میں لانے کا اصلی باعث ہوا۔ اس موقع پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اہم بحران کے موقعوں پر کس طرح فیلقوس چال بازی کرتا ہے اور جب اس کا کوئی جدید طرز عمل اُس کی قدیم حکمت عملی کے مخالف ہوتا ہے تو کس طرح وہ لوگوں کو اپنا ہمنوا کر لیتا ہے۔ بجائے اس کے کہ اپنے نئے مقاصد کا یک بیک اعلان کر کے عوام ایتھنز کو اپنا مخالف کر لے، وہ پہلے پرانی حکمت عملی کا سلسلہ منقطع کر دیتا ہے، چنانچہ ایتھنزیوں کو بعض ایسے اُمور کی ممانعت کی جاتی ہے جن کی اُنھیں پہلے امید تھی۔ یہ اصول تھا جسے پیش نظر رکھ کر اُس نے ایتھنزیوں کو اپنا لشکر فیلقوس کی مدد کے لئے تھسلی بھیجنے سے باز رکھا تھا حالانکہ بحیثیت فیلقوس کے حلیف کے اُن کا فرض تھا کہ وہ اُس کی مدد کریں، اور اسی اُصول کے مدنظر اُس نے ایتھنزیوں کو فیثوی کھیلوں میں شریک ہونے کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ طرز عمل فیلقوس اور انجمن ہمسایگاں دونوں کو سخت بُرا معلوم ہوا، اور جب ایتھنزیوں کو انجمن کے غیظ و غضب کا حال معلوم ہوا تو وہ اُس کے مخالف ہو گئے۔ اس موقع پر بھی یہی ہوا۔ ایتھنز سرکاری طور پر امفسا کا راگ نہیں گاتے، بلکہ صرف اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنے سے باز رہتے ہیں؛ اور اس طرح رفتہ رفتہ وہ تھیبز اور

باب ۱۵ | جس میں تھبزیوں کو یونانیوں کا دشمن بیان کیا گیا تھا' ایتھنز پر استغاثہ دائر کریں'

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ امفسائی فریق کا ساتھ دینے لگتے ہیں' اور جب وقت آتا ہے تو اُن کے ساتھ میدان جنگ میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امفسا کا ساتھ دے کر دیموس تھنیس نے ایتھنز و تھبز کے باہمی محالفے کے راستے میں آسانیاں پیدا کر دیں۔

جب فیلقوس نے امفسا پر قبضہ کر لیا تو اُس وقت بھی دیموس تھنیس ہی صلح کے راستے میں (جس کی تائید میں فوکیون تھا) سد راہ ہوا۔ یہاں شیلفر ("دیموس تھنیس" ۲، ۵۶۰) اُسے مفصلۂ ذیل انداز سے حق بجانب ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے:۔ "جو شخص فیلقوس سے واقف تھا وہ یہ جانتا تھا کہ فیلقوس اب بھی صلح کرنے سے اتنا ہی گریز کر رہا ہے جتنا پہلے'.... ... اور جب ایتھنزیوں کو یہ آشکارا ہو گیا تو اُنھوں نے معاملات کا دار و مدار اپنی قوت بازو پر رکھ دیا"۔ لیکن شیلفر اپنی اس رائے کا اظہار کر کے گویا دیموس تھنیس اور ایتھنزیوں کو ملزم قرار دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایشیائی مہم کے لیے کسی نہ کسی طرح یونانیوں سے مفاہمت کرنا فیلقوس کے لیے لوازمات سے تھا۔ دیموس تھنیس (Cherr. ۶۰ میں) کہتا ہے کہ فیلقوس ایتھنز کو "بالکل تباہ و ویران" کرنا چاہتا تھا' لیکن جنگ خیرونیہ کے بعد شاہ مقدونیہ نے جو برتاؤ ایتھنز کے ساتھ کیا اُس سے فیلقوس کے قول کا بطلان ہو جاتا ہے۔ وائل اپنی "تقاریر دیموس تھنیس (Weil Plaidoyers de Dem.) صفحۂ ۳۹۹ میں شیلفر سے صحیح تر نتیجے پر پہنچا ہے' وہ کہتا ہے کہ "عام خیال کے بموجب فیلقوس نے یونان کا سپہ سالار اعظم یعنی مالک بننے کے خیال کو ترک کر دیا تھا" لیکن ظاہر ہے کہ سپہ سالار اعظم کے معنیٰ مالک کے کسی طرح نہیں لیے جا سکتے' اور اگر یہ واقعہ ہوتا تو دیموس تھنیس اپنی تقریر میں اُسے ضرور ہی لاتا۔ لیکن اُس نے اس کے بجائے کبھی ایتھنزیوں سے یہ نہیں کہا کہ دیموس تھنیس سپہ سالار بننے کا خواہاں ہے' اسلئے کہ اس سے اُن میں بے چینی پیدا ہو جاتی' بلکہ اس کے بجائے اُس نے یہ جھوٹ بولا کہ وہ یونان کا خاتمہ کرنے کے درپے ہے۔ اس سے یونانیوں میں جوش پیدا ہو گیا۔

چنانچہ اُس نے اپنی مملکت کی طرف سے جواب تیار کیا۔ جب استغاثے کی سماعت شروع ہوئی تو ائس خنیس نے یونانی طریقے کے مطابق جو آبا خود امفسا پر یہ الزام لگایا کہ اُس نے ایک ایسے کھیت کی کاشت کی ہے جو اپولو کے نام پر معنون تھا۔ واضح ہو کہ یونان میں اس قسم کے الزامات کے لئے مستغیث کے واسطے ہمیشہ مواد تیار رہتا تھا۔ ائس خنیس نے اس موقع پر ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ تقریر کی، جس پر مجلس نے امفسا کو مورد الزام قرار دیا، اور جب اس شہر نے تمرّد اختیار کیا تو تھسالوی کوتی فوس کی صدارت میں اُس پر لیگ کی جانب سے اعلان جنگ کر دیا گیا۔ اس کارروائی سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لیگ کی تنظیم میں جو تبدیلی کی گئی تھی (جس کا ہم اس سے پیشتر اشارہ کر چکے ہیں) وہ اپنا اثر لا رہی تھی۔ ۳۵۶ ق م میں تھبز کو سیادت حاصل تھی، لیکن جس روز تھسالویوں نے اُس کی دوستی سے منھ موڑا اُسی روز اُس کی سیادت کا بھی خاتمہ ہو گیا؛ اب لیگ کا گویا کلید بردار فیلقوس تھا، اور اُسے تھسالویوں، ماگ نے تیون، اکارنانیوں اور دوسری اقوام کی تائید حاصل تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لیگ کا اور تھبز کا مفاد ایک دوسرے سے جداگانہ ہو گیا، اور اسی لئے امفک تیونیس نے اُس کے حلیفوں یعنی لوکرسیوں پر حملہ کرنے میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس غلط بیانی سے جو مذموم نتائج ظہور پذیر ہوئے اُن کے لئے دیکھو باب ۱۹، حاشیہ ۱۔ اگر ایران کے خلاف مہم سر کرنے کے لئے یونانی فیلقوس کو اپنا سپہ سالار بنا دیتے تو اس سے نجات بھی مل جاتی اور یونانیوں کی آزادی بھی معرض خطر میں نہ آتی اس لئے کہ ایسی صورت میں یونانی ایسے شرائط پیش کر سکتے تھے، اور یہ جنگ خیرونیہ کے بعد بالکل ناممکن تھا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صلح نامۂ فلوکراتیس سے جنگ خیرونیہ تک دیموستھنیس بحیثیت ایک تہیج آفریں مدبر کے بالکل لاثانی ہے، اور اس کا ذکر پڑھنے سے ہمیں گلیڈسٹن کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

باب ۱۸

مطلق مضایقہ نہیں سمجھا۔ ۳۵۶ ق م میں تو تھبزیوں نے مذہب کو اپنا
آلۂ کار بنایا تھا، اب اسی مذہب سے تھبز کے دشمن اپنا کام نکال رہے
تھے۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ ایتھنز اس عہد میں امفک تیونی لیگ کا رہنما
ہوتا، اور اس طرح نہ صرف اراکین لیگ راضی رہتے بلکہ ایتھنز کی
عزت و وقار بھی قائم رہتی، اس کا مفاد بھی ہاتھ سے نہ جاتا، اور شاید
فیلقوس بھی یونان کی طرف پیش قدمی نہ کرتا۔ لیکن یہ طرز عمل اختیار کرنے
کے برعکس دیموس تھنیس تھبز اور امفسا سے بگاڑ نہیں چاہتا تھا،
چنانچہ ایتھنز کلیتہً اس جھگڑے سے الگ تھلگ رہا۔ دیموس تھنیس کا
یہ طرز عمل صرف اس صورت میں سمجھ میں آسکتا ہے اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ
اس کا مقصد تھبز کو ایتھنز کا ہم سمت کرنے کا تھا تاکہ موقع آئے تو اُسے
فیلقوس کے خلاف اپنا ہمنوا بنا لے۔ اس کی وجہ سے ایتھنز تو علیحدہ رہا
اور اُس کی جگہ امفسا کے خلاف لیگ کی طرف سے دوسری مملکتوں کے
لوگ سپہ سالار مقرر ہو گئے، اور چونکہ انھوں نے لڑائی میں کسی قسم کا
جوش و خروش نہیں دکھایا اس لئے آخر کار ارباب لیگ نے ۳۳۶ ق م
میں خود فیلقوس کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ در اصل یہ دیموس تھنیس کی حکمت عملی
کا ایک فطری نتیجہ تھا جس کی وجہ سے یہ جھگڑا اس قدر طول کھینچ گیا تھا۔
بہرحال شاہ فیلقوس کے پاس لیگ کا طلب نامہ عین اُس وقت پہنچا
جب وہ اُس کا منتظر تھا۔ وہ اُس کو ملتے ہی فوراً جنوب کی طرف چل دیا،
اور ایلاتیہ کے شہر پر، جو فوکس میں دریائے کیفی سوس کے شمال میں واقع
تھا، قبضہ کر لیا۔ اس طرح اُس نے ایک ہی وار میں تین طرف ضرب
لگائی: ایک تھبزیوں پر، جو امفسا کی دوستی کا دم بھرتے تھے، دوسرے
تمام ملک یونان پر، جو امفک تیونیس کی کارروائیوں کو ناپسندیدہ نظروں
سے دیکھتا تھا، تیسرے ایتھنز پر، جو خفیہ طور پر امفسا کا ہوا خواہ اور علانیہ
مقدونیہ کا دشمن تھا۔[۵۱۴]

---

۵۱۴ ایلاتیہ کی تسخیر کی تاریخ مابہ النزاع ہے۔ شیفر کی "حیات دیموس تھنیس" کے مدیر

باب ۱۸

اس موقع پر ہم دیموس تھنیس کی تقریر De corona کے اُس مشہور فقرے سے دوچار ہوتے ہیں جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح ایک روز شام کے وقت ایلاتیہ کی تسخیر کا حال ایتھنزیوں کو معلوم ہوا اور کس طرح اُن میں خلفشار اور ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے روز ایتھنزی ایک مقام پر جمع ہوئے، لیکن جب تک دیموس تھنیس نے کھڑے ہو کر انھیں سیاسی صورت حال سے مطلع نہ کر دیا اُس وقت تک کسی کو کوئی تحریک پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اُس نے کہا کہ ایلاتیہ پر فیلقوس نے جو قبضہ کر لیا ہے یہ ایتھنز کے لئے خطرناک ہے اس لئے کہ وہ ایتھنز کا علانیہ دشمن ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ اُس حکمت عملی سے تھبز پر ایک کاری وار کیا گیا ہے، اس لئے ایتھنزیوں کو چاہیئے کہ وہ مسلح ہو کر بیوتی سرحد تک جائیں اور سفرا کے ذریعے سے اپنے خدمات تھبز کے سامنے پیش کریں۔ چونکہ کسی اور شخص نے کوئی دوسرا خیال ظاہر نہیں کیا اس لئے عوام نے اسی کو منظور کر لیا اور اس طرح آیندہ خارجی طرز عمل کا گویا ایک پیش نامہ تیار کر دیا۔ اس کے علاوہ اس تحریک میں ایک اور اصول مضمر تھا، وہ یہ کہ اُس کے ذریعے سے ایتھنز نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ہولماں Hoffmann کی رائے درست معلوم ہوتی ہے، وہ کہتا ہے کہ "پلوٹارک" دیموس تھنیس" ۱۸ کے بموجب امفسا کی مہم ایلاتیہ کی تسخیر سے پہلے سر ہو چکی تھی، لیکن الس خینیس ۳، ۱۴۰، ۱۴۶ وغیرہ، اور De Corr ۱۵۲ وغیرہ و ۲۱۶ میں جو واقعات دیئے ہوئے ہیں وہ اس مفروضے کے خلاف پڑتے ہیں اور تھبز کے ساتھ محالفے اور جنگ خیرونیہ کے درمیان بہت سے واقعات پیش آتے ہیں"۔ یہاں De Corr ۱۵۲ میں "قوت و اقتدار" وغیرہ کا جو ذکر ہے اُسکی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں اور یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سوویت کے معاملے میں پلوٹارک پر کلیتًہ انحصار نہیں کیا جا سکتا۔

جنگ آزمائی کے بہترین طریقے کے متعلق دیموس تھنیس اور فوکیون کی رائے، پلوٹارک: "فوکیون" ۱۶۔ تھبز و ایتھنز کے باہمی محالفے کی شرائط، شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۵۲۔

۱۸ب اسی تھبز کی دستگیری کا تہیہ کرلیا تھا جو کبھی ایتھنز کے موافق رہا تھا کبھی مخالف، گویا کہ ایتھنز کے جدید طرز عمل سے ایک قسم کے علاوہ ہمت کا اظہار ہوتا تھا جو ایتھنزیوں کے خیالات کے حسب حال تھی۔ الغرض تھبزی سفارت کا کام دیموس تھنیس اور نوساتھیوں کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ یہ سب تھبز چل دئے۔ یہ سُن کر فیلقوس نے بھی اپنے قائم مقام تھبز روانہ کئے۔ دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فیلقوس کے سفرا نے مطالبہ کیا کہ تھبز کو مقدونی افواج کو کم سے کم اپنے ملک میں ہو کر گزرنے دینا چاہیئے، اور یہ بھی کہا کہ اگر وہ مقدونیہ کے ساتھ مل کر ایتھنز سے لڑیں گے تو وہ مال غنیمت کے ایک معقول حصے کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایتھنز ہی نہیں بلکہ مقدونیہ بھی تھبز کو اپنا ہمنوا بنانے کی فکر میں تھا، چنانچہ عجب نہیں کہ تھبزی سمجھنے لگے ہوں کہ یونان کی قسمت کا دار و مدار انھیں پر ہے۔ اگر ہم غور کریں تو یہی تھبز تھا جو تمام جھگڑے ٹنٹے کی گویا بنیاد تھا۔ اسی نے جنگ فوکس کی ابتدا کی تھی، اسی نے ۳۵۳ ق م میں فیلقوس کو تھریس میں پیش قدمی کرنے کی ہمت دلائی اور تھسلی کے اعیان سے مل کر یونان آنے کی دعوت دی تھی، اور اب ظاہر ہے کہ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ فیلقوس کی وجہ سے اُس کے رُتبے اور حیثیت میں شمہ بھر بھی کمی ہو۔ الغرض انھیں امور کو پیش نظر رکھ کر اپنی قوت و اقتدار کی حفاظت کرنے کی غرض سے اُس نے ایتھنز کی دعوت کو قبول کرکے اُس کے ساتھ محالفہ کرلیا۔ لیکن اس محالفے کی منظوری کے لئے اُس نے جو الفاظ استعمال کئے وہ کچھ اس قسم کے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے بڑا بھاری ایثار اور زبردست قربانی کی ہے۔ چنانچہ ایتھنز اُن کے لئے طرح طرح کی مراعات پر تیار ہو گیا۔ ایتھنزیوں نے اعلان کردیا کہ جنگ کا ایک تہائی خرچہ وہ خود برداشت کریں گے، سمندر پر آئندہ ایتھنز اور تھبز کی حیثیت بالکل مساوی رہیگی، خشکی پر افواج کی کمان کا حق تھبز کو حاصل ہوگا، اور بیوشیہ میں تھبز ہی کی سیادت رہیگی۔ اس اعلان سے

ظاہر ہے کہ ایتھنز نے بہت سے اُصولی اور علمی مسائل پر تسلیم خم کر دیا۔ در حقیقت یہ تھبز کی سیادت کے اصول کو منظور کر کے اُس نے اپنی تمام روایات پر گویا پانی پھیر دیا۔ تھبز اور ایتھنز کی اس باہمی مخالفت سے ایک جدید کیفیت پیدا ہوگئی اور اگر یوناں کی دوسری مملکتیں بھی آن سے مل جاتیں تو اغلب یہ ہے کہ فیلقوس کو مقدونیہ واپس چلا جانا پڑتا۔ لیکن یوناں کی باقی ماندہ اہم ترین مملکتیں یعنی اسپارٹا، مسینیہ، ایلیس، آرکیڈیا اور آرگوس تو بالکل الگ تھلگ رہیں، اور صرف یوبیہ، میگارا، کورنتھ اکائیہ، اکارنانیہ، لیوکاس اور کورکائرا نے ہی سپاہی روانہ کئے۔

ابتدا میں تو ان حلیفوں کو تھوڑی بہت کامیابی ہوئی، لیکن امفسا کی کمک کے لئے دس ہزار سپاہی روانہ کرنے کے بعد اُن کی قوت میں معتد بہ کمی پیدا ہوگئی۔ ہم پڑھتے ہیں کہ موسم بہار ۳۳۸ سنہ ق م میں ایتھنزیوں نے دیموس تھنیس کو اُسکے جوش و خروش کے انعام کے طور پر ایک طلائی گھیرا دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اُس وقت تک صورت حال کی نزاکت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حالات و واقعات کی شکل بدل جاتی ہے۔ فیلقوس نے ایک ایسی ترکیب چلی کہ خاریس نے امفسا والے دروں پر سے اپنا قبضہ ہٹا لیا، اور اس کے بعد اُس نے خاریس سے جنگ آزمائی کر کے نہ صرف امفسا پر بلکہ نوپاکتوس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب شاہ مقدونیہ نے پھر ایتھنز اور تھبز سے صلح کرنے کی کوشش کی لیکن دیموس تھنیس کے کہنے سے ان دونوں شہروں نے لڑائی جاری رکھنا ہی مناسب سمجھا۔ اس کے بعد فیلقوس جو تدابیر جنگی کا ماہر تھا، بڑھا اور بغیر کسی قسم کی مدافعت کے بیوتی میدانوں تک یعنی تھبز کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

الغرض فریقین کے مابین خلیرونیہ کے مقام پر اگست یا ستمبر ۳۳۸ سنہ ق م میں ایک فیصلہ کن لڑائی ہوئی[۱۵] فیلقوس کی فوج میں تیس ہزار پیدل

---

۱۵ جنگ خلیرونیہ بتاریخ ۷ میتاگیت نیون ۳۳۸ سنہ ق م کو لڑی گئی، لیکن چونکہ ہم

باب ۱۸

اور کم از کم دو ہزار سوار تھے، اور گو حلیفوں کی فوج کی تعداد اس سے ذرا زیادہ تھی لیکن فیلقوس کی فوج تجربہ کار اور کار آزمودہ تھی اور اُس کا واحد مرکز فیلقوس کی ذات تھی، جو خود بھی فن حرب میں یکتا تھا اور جس کے زیر دست سپہ سالار بھی نہایت قابل تھے۔ اس کے مقابل حلفا کی فوج سب کی سب شہریوں پر مشتمل تھی جن میں آزادی اور حرّیت کا جوش بھرا ہوا تھا؛ ان میں سے تھبزیوں کی ہمّت اور مردانگی اور شجاعت ضرب المثل تھی،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اس سے واقف نہیں کہ یہ سنہ لوند کا سال تھا یا نہیں اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ تاریخ اگست میں پڑی یا ستمبر میں۔ دیکھو گیوٹلنگ: "مضامین تاریخی" Götting Gesch Abh ۱، ۱۴۷ وغیرہ؛ کرتیوس ۳، ۵۰۸۔ ایگل ہاف کی کتاب "مضامین تاریخی" Egelhaaf Analekten zu Geschich. (صفحہ ۵۴) کے مطابق فیلقوس نے اپنے فوجی جناح کو آگے نہیں بڑھنے دیا تاکہ سکندر اپنے بازو کو بطور میخ کے دشمن کے لشکر میں گھسا دے، کیوخلی و ریوستود "یونانی فن حرب" Koechly und Ruestow, Griech Kriegsw. ۲۳۲۔ اس لڑائی میں ایتھنزیوں کے ساتھ چند اکارنانی بھی تھے، مجموعہ نوشتہ جات اٹیکا C.I.A. ۲ = ڈٹن برگر (۱۰۹)

شیر کے مجسّمے کے لئے دیکھو بیڈیکر Baedeker ۱۲۳۔

یونانی لڑائی میں بہادری کا ثبوت دیتے تھے لیکن کسی طویل مہم کے دوران میں سپہ سالاری کے کام میں ہیٹے تھے۔ انہیں چاہیئے تھا کہ ہیلیس پونٹ میں جو مقدونوی بیڑا پڑا ہوا تھا اُس کا کام تمام کر دیتے؛ انھیں دس ہزار فوج امفسا کو بھیج کر اپنے آپ کو کمزور نہیں کرنا چاہیئے تھا نہ امفسا اور بیوتیہ کے دروں میں فیلقوس کی چال میں آنا چاہیئے تھا۔ لیکن یونان کی جمہوری عظمت کے آخری ایام یونانیوں کیلئے نہایت درجہ فخر و مباہات کا زمانہ تھا، اس لئے کہ وہ میدان میں نہایت بہادری سے لڑے اور صرف اس لئے سر تسلیم خم کیا کہ اُن کا دشمن ایک نہایت قابل سپہ سالار تھا۔ جنگ کا پانسہ مکّاری اور فریب کی وجہ سے نہیں پلٹا اسلئے کہ رشوت یا فریب کاری کا پتا بھی نہیں معلوم ہوتا اور لی سکلیس کے خلاف جو الزام لگایا جاتا ہے اس سے ہم مطلق واقف نہیں؛ شیفر "دیموس تھنیس" ۳، ۷ - دیو دورس ۱۶، ۸۸ میں لفاظی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

باب ۱۸

اور انھیں میں تین سو سپاہیوں کا وہ "قشون مقدس" تھا جو صرف مرنے یا مارنے کے لئے لڑتا تھا۔ تھبزیوں کا سپہ سالار تھیاگنیس تھا اور ایتھنزیوں کی فوج ستراتوکلیس، خاریس اور لی سکلیس کے تحت میں تھی۔ ان تینوں ایتھنزی سپہ داروں میں ستراتوکلیس کو تو قابل کہا جا سکتا ہے، لیکن خاریس کی حیثیت اجیر سپاہیوں کے فوجدار سے زیادہ نہ تھی، رہا لی سکلیس، تو زمانۂ مابعد میں ایک باضابطہ عدالت نے یہ طے کر دیا کہ اس نے اپنے فرائض منصبی کی کارفرمائی میں کوتاہی کی تھی۔ فریقین کی افواج کی تعداد تقریباً مساوی تھی لیکن مقدونوی سپہ سالاروں کی بہتر جنگی تدبیر کی وجہ سے حلیفوں کے مطحی جوش و خروش کو نیچا دیکھنا پڑا۔ ابتدا میں تو ایتھنزی میسرے نے فیلقوس کو شکست دی، لیکن دوسری طرف سکندر تھبزیوں پر غالب آیا۔ لڑائی میں تھیاگنیس ہی نہیں بلکہ "قشون مقدس" کے تمام سپاہی لڑتے ہوئے مارے گئے، جس کے بعد حلیفوں کا پورا لشکر الٹے قدموں بھاگ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں ایک ہزار ایتھنزی مارے گئے اور دو ہزار گرفتار ہوئے۔ دیموس تھنیس نے ایک معمولی ہوپ لیت کی حیثیت سے حصّہ لیا، چنانچہ وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اب ناٹک کا پردہ گرتا ہے۔ فیلقوس کا مقصد پورا ہو گیا۔ یونانی قوم کی ترکیب کے بعد پہلی مرتبہ ایک موروثی بادشاہ نے اول درجے کی یونانی مملکتوں کو شکست دی اور پہلی شکست سے یونان کی قسمت پر مُہر لگ گئی، لیکن یہ شکست ایسی تھی کہ مغلوب فریق کے لئے بھی اُتنی ہی سودمند تھی جتنی ظفرمند فیلقوس کے واسطے۔ یونانی عزّت و وقار کو قائم رکھنے کے لئے اُن تھبزیوں اور اُن کے حلیفوں کی قبروں پر، جو لڑائی میں کام آئے تھے، سنگ مرمر کا ایک شیر نصب کیا گیا جس کے بعض ٹکڑے اس وقت تک محفوظ ہیں۔ یہ جنگ اس قسم کی خارجی یادگار کے صحیح معنی میں مستحق ہے اس لئے کہ فتح و نصرت ہی ہمیشہ عظمت و وقار کا معیار

باب ۱ نہیں ہوا کرتی ۵۱۶

۵۱۶ مقدونیہ اور یونان کا مقابلہ کرنے میں فریقین حد سے بڑھ گئے ہیں۔ دیموس تھنیس کے مؤیدوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یونانیوں کو فیلقوس کی طرف سے اپنی آزادی کا خطرہ معلوم ہوتا تھا؛ ہمارے نزدیک فیلقوس محض اپنی سیادت کو تسلیم کرانا چاہتا تھا اسی لئے ہم نے اس مسئلے پر طویل بحث کی ہے۔ اب دیموس تھنیس کے طرزِ عمل کے خلاف صرف یہ کہا جاتی ہے کہ واقعتاً یہ اُسی پُرانے یونانی طرزِ عمل کا ہی سلسلہ تھا جسکے بموجب ایران کو یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کا گویا اختیار تھا۔ ایران سے روپیہ آتا اور یونان اُس کے معاوضے میں اجیر سپاہی مہیا کرتا۔ جب سکندر نے ایران پر فوج کشی کی تو ملچیوں کے علاوہ شہنشاہ کی ایشیائی رعایا تو خاموش رہی اور جو کچھ اُس کے خلاف کارروائی کی وہ یونانیوں ہی نے کی۔ اگر دیموس تھنیس کی حکمتِ عملی کو کامیابی ہو جاتی تو یہ صورتِ حال، جو ہمارے نزدیک یونانیوں کی عزّت و وقار کے اصول پر مبنی نہیں تھی، مستقل شکل اختیار کر لیتی؛ اور خود یونان کو بدترین خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑتا، اس لئے کہ تھبز اور ایتھنز کے باہمی مخالفے اور تھبز کا بیوتیہ پر مکمّل غلبہ، یہ امور ایسے تھے کہ ان سے اوّل الذکر دونوں مملکتوں میں یقیناً نزاع پیدا ہوتا پھر پیدا ہوتا۔

اس کے برعکس ڈرواۓسن ("یونانیت" ا، ۳۳) کا خیال بھی غلط ہے کہ مقدونیہ کو یونان پر جو فتح و نصرت حاصل ہوئی وہ یونان کے مفاد کے لئے ضروری اور لازمی تھی اس لئے کہ "یونان اپنی مملکتوں کی تنگ زندگی کی وجہ سے گویا مفلوج ہو رہا تھا۔" اس ضمن میں مقدونوی حکومت سے کسی قسم کی بہتری پیدا نہیں ہوئی، اور صرف یہی نہیں کہ یہ تنگی برابر جاری رہی بلکہ شائد اس میں زیادتی بھی ہو گئی۔ اس سے بہتر یہ تھا کہ یونانی مقدونیہ کے ساتھ بخوشی خاطر محالفہ کر لیتے۔ اگر ایسقراطیس کے خیال کے مطابق یونانی فیلقوس اور سکندر سے مل جاتے تو انھیں ایک طرف تو مقدونوی غلامی سے واسطہ نہ ہوتا اور دوسرے ایشیا کی فتح اور اُسکے فوائد کے حصہ دار بن جاتے اس لئے کہ ایسی حالت میں شاہ مقدونیہ کو کسی یونانی شہر میں اپنا لشکر رکھنے کی مطلق ضرورت باقی نہ رہتی۔

باب نوزدہم

فیلقوس کی زندگی کے آخری ایام

۳۳۸ ق م تا ۳۳۶ ق م

گو میدان جنگ میں فیلقوس نے اپنے حریفوں کے ساتھ کچھ ایسا ہی برتاؤ کیا جیسا کوئی وحشی اُس وقت کرتا ہے جب اُسے امید کے خلاف کامیابی ہوتی ہے، لیکن اس کے بعد اُس کا رویہ بدل گیا اور اُس نے اپنے سابق دشمنوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اُس سے اُسکی عقلمندی اور عالی مرتبتی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس شکست سے ایتھنزیوں میں بہت کچھ ہراس پیدا ہو گیا۔ دیموس تھنیس برابر اُن کے کان میں یہ ڈالتا رہتا تھا کہ فیلقوس اُن سے صرف فریب کاری اور رشوت خورانی میں ہی بڑھا ہوا ہے، لیکن جنگ خیئرونیہ سے ظاہر ہو گیا تھا کہ اُس کا مقدونی جتھا آزاد شہریوں کے ہجوم پر بھی غالب آسکتا ہے۔ ایتھنز میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا اس سے متاثر ہو کر ہی پریدیس نے یہ تحریک کر دی کہ غلاموں کو بھی مسلح ہو جانا چاہیئے، اور دیموس تھنیس نے اسی میں اپنی بہتری سمجھی کہ غلہ خریدنے اور روپیہ جمع کرنے کے بہانے شہر سے چلا جائے۔ اُسے غلہ خریدنے کے لئے اس قدر تعجیل کی مطلق ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ

باب ۱۹

ایتھنزی جہازوں کو سمندر پر اب بھی تفوّق حاصل تھا، اور یہ بھی نہیں تو دیموس تھنیس کے علاوہ اور بہت سے لوگ غلّہ خریدنے کے فرض کو انجام دے سکتے تھے؛ لیکن اگر بالفرض فیلقوس کہیں ایتھنز کے قریب تک بڑھ آتا تو دیموس تھنیس جیسے عمومی مقرّر کے غیاب میں ایتھنز کو بڑی بڑی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا، چنانچہ خود اسے بھی اس کا خیال ہونا چاہیئے تھا کہ مملکت کو ایسے نازک اور خطرناک زمانے میں اُس کی خدمات کی ضرورت ہوگی۔ لیکن ہماری دانست میں وہ خود اپنی خدمات کی اہمیت کو اتنا محسوس نہیں کرتا تھا جتنا زمانۂ حال میں اُس کے مدّاح، بلکہ دراصل اُسے اس کا احساس تھا کہ بہ نسبت اخلاقی اثر کے اُس میں مالی اور تجارتی قابلیت کہیں زیادہ ہے۔ ہمارے پاس اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اُس نے ایتھنز محض فیلقوس کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو، اور اگر اُسے بالفرض فیلقوس کا ڈر بھی تھا تو یہ محض بے بنیاد تھا۔ اوّل تو خود فیلقوس اس جلت پھرت اور عزم کی دل سے وقعت کرتا تھا جو دیموس تھنیس نے اس کے خلاف دکھایا تھا، اور دوسرے کو اُس نے تھبز کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا لیکن اُس کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ وہ ایتھنز کے ساتھ درشتی یا سختی سے پیش آئے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولنتھوس کی طرح تھبز اُس کا حلیف تھا اور اب ان دونوں شہروں نے اُس کے خلاف غدّاری کی تھی؛ لیکن دوسری طرف ایتھنز نے کبھی اس تنفّر کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی جو اُسے فیلقوس کے ساتھ تھا۔ الغرض تھبز کو اورخومینوس، تھسپیائے اور پلاٹیہ سے دست بردار ہونا پڑا، اور اُن شہروں کو، جن کے ساتھ اُس نے نہایت خراب برتاؤ کیا تھا، اب دوبارہ آزادی حاصل ہوگئی۔ کادمیہ میں ایک مقدونوی دستہ مسلّط کیا گیا، اور جب وہ لوگ جن کو تھبز نے ملک بدر کیا تھا، واپس آئے تو اُنھوں نے اپنے مخالفوں پر مقدّمہ چلا کر اُنھیں سزائے موت کا مستحق گردانا۔ لیکن ایتھنز کے ساتھ فیلقوس اس سے بہتر سلوک

کرنا چاہتا تھا، چنانچہ اُس نے دیمادیس کو جو اس وقت اسیر جنگ تھا، ایتھنز پیام لے کر بھیجا اور کہا کہ وہ ایتھنز کو برباد نہیں کرنا چاہتا جو مدت دراز سے یونان کے قوائے ذہنیہ کا مرکز بنا رہا ہے اور اس وقت بھی عرصے تک مدافعت کرنے کے قابل ہے۔ جب ایتھنزیوں کو بادشاہ کا عندیہ معلوم ہوا تو انھوں نے ایک ماموریہ جس میں دیمادیس، فوکیون اور ایسخینس شامل تھے اس غرض سے مقرر کی کہ وہ فیلقوس سے اسیران جنگ کی بابت گفتگو کریں اور ساتھ ہی دوسرے معاملات کے متعلق بھی اُن کی مرضی دریافت کریں۔ بادشاہ نے قیدیوں کو تو نہ صرف کسی قسم کا فدیہ لیئے بغیر رہا کر دیا بلکہ انھیں اپنے پاس سے کپڑے بھی دیئے، اور کہا کہ مردوں کی نعشیں وہ براہ راست ایتھنز روانہ کرے گا، اور خود اپنے سفیروں کے ذریعے سے ایتھنز کو اپنے مافی الضمیر کا حال بتا دے گا۔ جب ایتھنزی ماموریہ واپس چلی تو اُس نے اُن کے پیچھے پیچھے انتی پاتر اور نوجوان سکندر کو اپنی طرف سے ایتھنز روانہ کیا تاکہ وہ اُس کی طرف سے ایتھنز کے سامنے شرائط پیش کریں۔ انھوں نے کہا کہ ایتھنز نہ صرف حسب سابق آزاد رہے گا بلکہ دیلوس و ساموس (اور اغلباً لیمنوس و امبروس) پر بھی قابض رہیگا، اور تھبزی مال غنیمت کے ایک حصے کا بھی حقدار ہوگا، نیز آیندہ سے اُسے مقدونیہ اپنا حلیف تصور کرے گا۔ ایتھنزیوں کے لیئے یہ شرائط نہایت درجہ باعث تعجب و حیرت تھیں۔ دیموس تھنیس نے تو اُن سے یہ کہا تھا کہ فیلقوس ایتھنز کا خاتمہ ہی کرنے کے درپے ہے، اور اب وہ بالکل خلاف امید اُن کے سامنے طرح طرح کے تحفہ تحائف پیش کر رہا تھا! ایسی صورت میں، گو وہ محاصرے کے لیئے ہر طرح سے تیار تھے لیکن وہ کسی طرح سے بھی اُس کے نامعلوم خطرات سے دو چار ہونا پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ اُنھوں نے فیلقوس کی یہ شرطیں تسلیم کرلیں؛ نہ صرف یہ بلکہ اُنھوں نے اپنی خلاف اُمید مخلصی اور نجات کی خوشی کے اظہار کے طور پر اُسے حق شہریت عطا کیا اور سر بازار اُس کا ایک مجسمہ نصب کرایا۔ انھیں

باب ۱۹

دو امر کی بابت غلط فہمی ہوئی تھی، ایک تو بادشاہ کی قوت کے متعلق اور دوسرے اُس کے ارادوں کے متعلق؛ اور اب اُنھیں اصلی واقعات و حالات کا پتا لگ گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے اُن کے واقعی جذبات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی، چنانچہ جب مقتولوں کے جنازے پر تقریر کرنے کا سوال پیدا ہوا تو اُنھوں نے اس عزت کے لئے دیموس تھنیس ہی کو مقرر کیا[۱]۔

[۱] غلاموں کو مسلح کرنے کی تحریک Suid apepseph ، دیکھو بیلوخ: "یونانی اور رومانی دنیا کی آبادی" Beloch Bevoelkerung der griech roem Welt صفحہ ۹۸- ہرتزبرگ ("تاریخ یونان" Herzberg Griech Geschichte ہالے، ۱۸۸۴ء، صفحہ ۴۳۶) کی بھی، جو وجود دیموس تھنیس کا بڑا ابھاری موید ہے، یہی رائے ہے کہ اُس کے ایتھنز سے چلے جانے کی وجہ سے نقصان ہوا۔ ہم دیکھیں گے کہ تیسری صدی ق م میں ایتھنز کے رہبر گو ایسے بڑے مقرر یا خطاب نہیں تھے، لیکن اپنی آزادی کی نہایت سختی کے ساتھ حفاظت و کوشش کرنے میں کسی سے کم نہ تھے۔ شیفر ("دیموس تھنیس ۳، ۲۲ تا ۲۹) کہتا ہے کہ یہ فقط فیلقوس کی "خلاف امید عالی حوصلگی" ہی تھی جس کی وجہ سے ایتھنزیوں کا صلح نامے کی طرف میلان ہوا، اور ممکن نہ تھا کہ وہ فیلقوس کے خلاف مدافعت کرتے اور اگر زیادہ دن تک جمے رہتے تو شاید فیلقوس کے قبضے سے "اُس کے ایڑی چوٹی کے زور کی سب کمائی نکل جاتی" (شیفر صفحہ ۱۷)۔ لیکن ہمارے نزدیک دیموس تھنیس نے جو کذب آمیز چالیں چلیں اُن کا بجنسہ یہی نتیجہ نکلا۔ دیموس تھنیس نے اُن سے یہ کہہ رکھا تھا کہ فیلقوس ایتھنز کو بالکلیہ تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کے برعکس بادشاہ ایتھنز کے ساتھ دوستی کو اس قدر اہمیت دے رہا تھا۔ ایتھنز کے زوال جیسے اہم واقعے کا آغاز ہماری سمجھ میں آسانی سے آسکتا ہے، اور یہ بات ہرگز نہیں چھپائی جاسکتی کہ ایک بڑی حد تک اُس کے زوال کا الزام اُس کے ممتاز مدبروں پر عائد ہوتا ہے۔ اگر دیموس تھنیس اپنا دماغ اُتنا ہی صحیح رکھتا اور اُتنی ہی جلت پھرت دکھاتا جیسی ۱۸۱۴ء میں نپولین نے دکھائی، تو باوجود اپنی "ناتجربہ کاری" اور اپنے

باب ۱۹

اس کے بعد فیلقوس معاملات یونان کے مزید تصفیے کی طرف متوجہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے خالکس پر اس سے قبل ہی قبضہ کر لیا تھا، اور اب ایک پُل بنا کر اُسے اقلیمی علاقے کے ساتھ ملا دیا گیا۔ نیز اُس نے کورنتھ میں ایک مقدونوی دستہ چھوڑا۔ ان کارروائیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ آئندہ اگر بالفرض مقدونوی افواج کو تھرموپلی میں ہو کر گزرنے نہ دیا جائے تو بھی وہ خالکس اور کورنتھ ہو کر جہاں چاہتا جا سکتا تھا۔ آرگوسیوں کی دیرینہ آرزو بر آئی تھی اور ٹےنوس کی نسل کا ایک فرد یونان کا رہبر بن گیا تھا، چنانچہ اُنھوں نے اپنے مظفر و منصور بھائی کو خوش آمدید کہا، اور آرکیڈیا، مسینیہ، اور ایلس بھی فیلقوس کے ہوا خواہوں میں شامل ہو گئے۔ اب اسپارٹا کی باری آئی۔ آرخی داموس شاہ اسپارٹا نے تو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ بہر حال پرپن کے (دیکھو حاشیہ ۲) وہ شاید پولین کی طرح ایک بڑا مدبّر بن جاتا۔ لیکن خواہ اس وجہ سے کہ اُسے حقیقی صورت حال سے کما حقہٗ آگاہی نہیں تھی، ورنہ اس لئے کہ وہ آئندہ کے متعلق صحیح رائے قائم نہیں کر سکا اس نے ایتھنزیوں کو اپنے دشمن کے مقاصد و وسائل بتانے میں بڑی بھاری غلطی کی، اور جب مقدونوی حقیقتاً جس کی اُس نے ان سے بُرائی کی تھی بہادر اور دلیر یونانیوں کو نیچا دکھا چکا تو اب وہ طلّہ اور روپیہ بہم کرنے کی فکر میں لگ گیا اور دوسروں کو شہر کو اُسکی مصیبتوں سے چھٹکارا دلانے کے لئے چھوڑ گیا!
فیلقوس نے ایتھنز کے ساتھ جو مہربانی آمیز سلوک کیا وہ اس وجہ سے نہیں کہ اُسے اسی میں اپنا مفاد نظر آیا بلکہ وہ اُس شہر کی اہمیت کی پوری عزت کرتا تھا، مقابلہ کرو pseu Call ۵۲۔ اُس کے جذبات ہی تھے جو یونانیوں کے تھے۔ یونانی ناموری اور شہرت کے بڑے دلدادہ تھے؛ اور یہ نہایت مخصوص انداز سے یوریپیڈیس "مدیا" ۵۳۵ سے ظاہر ہوتا ہے جہاں یاسون چاہتا ہے کہ مدیا اُس کا شکریہ کرے اس لئے کہ اگر وہ اُسے یونان نہ لاتا تو وہ اتنی مشہور کبھی نہ ہوتی۔ بلاشبہ اس بیچاری بے یار و مددگار عورت کی اشک شوئی اس قسم کی باتوں سے نہیں ہو سکتی تھی، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یوریپیڈیس نے یہ پارہ ایتھنزی عموم کے لئے لکھا تھا جو اپنے آپ کو یونان میں شہرت اور ناموری کی کنجی سمجھتے تھے۔

باب ۱۹

سرزمین اٹلی میں تارنتوم کی طرف سے ایک مہم سر کرتے ہوئے اپنی جان دیدی تھی، اب اُس کا بیٹا اگِس بادشاہ تھا۔ اُس نے اپنے وطن مالوف کی لاج رکھ لی، اور جب فیلقوس نے دریافت کیا کہ آیا وہ شہر میں داخل ہو سکتا ہے تو اسپارٹیوں نے مختصراً محض "نہیں" کہہ کر اس کا مقابلہ کیا۔ اس پر گو فیلقوس نے ملک لقونیہ کو تاخت و تاراج کر دیا، تاہم اسپارٹی اُس کی شرائط کو برابر نامنظور کئے ہی چلے گئے۔ اب فیلقوس نے شہر اسپارٹا کو تو چھوڑ دیا لیکن قدیم لقونوی سرحد تک تمام اسپارٹی علاقے پر قبضہ کر لیا، جس میں سے مقبوضہ علاقے کا مشرقی حصہ تو آرگوس کے، اور دریائے یوروتاس کے منبع کے قریب کا ٹکڑا آرکیڈیا کے حوالے کر دیا گیا۔ اسپارٹا کے علاوہ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کے باقی ماندہ باشندوں نے فیلقوس کی عزت و توقیر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اُسکے نام پر اولمپیا میں ایک مخصوص عمارت "فلپیوم" تیار کی گئی، اور اُس میں فیلقوس اور اُس کے والدین کے سونے اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے مجسّمے استادہ کئے گئے۔ جب فیلقوس کورنتھ میں تھا تو اُس نے یونانیوں کے سامنے ایک یونانی لیگ کا خاکہ پیش کیا، جس کے مطابق ہر رکن کو کامل خود مختاری حاصل ہوتی، اور اسے اپنے دستور کا اتباع کرنے کا اختیار ہوتا اور سمندر پر جہاز رانی کا اختیار ہوتا۔ فیلقوس نے یہ طے کیا کہ اس کام کی تکمیل کے لئے تمام یونانی ریاستوں کے Synedroi کورنتھ میں جمع ہوں اور اس جدید لیگ کا محکمۂ عدالت "انجمن ہمسایگاں" بنائی جائے۔ یہ بھی قرار پایا کہ اُس کی رہبری میں یونانی مقدونیوں کے ساتھ ایران پر ان حرکات کی سزا دینے کے لئے فوج کشی کریں گے جو اُس سے یونانی عبادت گاہوں کو نجس کرنے میں سرزد ہوئی تھیں۔ اس طرح یونانیوں کا فیلقوس کے ساتھ بجنسہٖ اُسی قسم کا تعلق پیدا ہو گیا جو ۳۷۷ ق م کی لیگ کے قیام کے وقت حلیفوں کا ایتھنز کے ساتھ ہوا تھا، اور ممکن ہے کہ یہ تعلق یونانیوں کے لئے قابل برداشت ہوتا۔ لیکن یہ حکم خالکس اور کورنتھ میں جو مقدونوی دستے چھوڑے گئے اُن پر

نہیں لگایا جاسکتا۔ بلاشبہہ پرانی لیگ سے یہ نئی لیگ بہتر تھی اس لئے کہ ایک خاص قومی مقصد یعنی جنگ ایران اُس کے پیش نظر تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ یونانی اسے بدرجہا زیادہ پسند کرتے تھے کہ ایران سے روپیہ لے کر اُس کی خدمت کریں بجائے اس کے کہ فیلقوس کی خواہش کے مطابق اُن سے زبردستی رقمیں وصول کریں، اور جب کیفیت یہ تھی تو یہ مقصد محض فضول اور بیکار معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد فیلقوس ایران کے خلاف تیاریاں کرنے کی غرض سے واپس مقدونیہ گیا۔ لیکن قسمت نے یاوری نہیں کی، اور وہی وحشی پن جو مقدونیوں کی گویا گھٹی میں پڑا تھا، اُس کی موت کا بھی باعث ہوا۔ وہ اپنی بیوی اولمپیاس کے غرور و نخوت، اوہام پرستی اور ظلم وستم کی وجہ سے روز بروز اُس سے بیزار و متنفر ہوتا جاتا تھا۔ اوّل تو اُس نے بہت سی عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کئے، لیکن آخرکار اُس نے ایک حسین وجمیل مقدونوی عورت کلیوپاترا سے نکاح کرلیا۔ لیکن عین نکاح کے وقت نئی ملکۂ مقدونیہ کے ایک عزیز اتالوس نے سکندر سے مخاطب ہوکر طعنہ آمیز لہجے میں یہ کہا کہ "او سکندر تو کہیں ولی عہد مقدونیہ تھوڑا ہی ہے، ولی عہد مقدونیہ تو اب پیدا ہوگا!" جس پر نہ صرف اسکندر اور اتالوس کے درمیان بلکہ سکندر اور فیلقوس کے درمیان بھی نہایت سخت کلامی کی نوبت آئی اور آخرکار سکندر اور اُس کی ماں مقدونیہ چھوڑ کر چلے گئے لیکن باپ بیٹا عرصے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں رہے اس لئے کہ ایک کورنتھی مسمی دیماراتوس نے فریقین کے مابین سمجھوتا کرادیا۔ قرار یہ پایا تھا کہ افراد خاندان شاہی کے مابین جس قدر بھی جھگڑا ہے وہ سب سکندر کی بہن کلیوپاترا اور اُس کے ماموں سکندر والی ایپائروس کی شادی کے موقع پر جو اَئیگئی میں ہونے والی تھی، ختم کردیا جائے؛ لیکن بدقسمتی سے قاتل کی تلوار نے شادی کا جوش سب کرکرا کردیا (یعنی جولائی سنہ ۳۳۹ ق م میں) پئوسانیاس نامی ایک نوجوان نے جس کی اتالوس نے ایک موقع پر توہین کی تھی اور جسے بادشاہ خود مطمئن نہیں کرسکا تھا،

باب ۱۹

دو لینکستائی شاہزادوں یعنی ہیرومنیس اور ارمابایوس کی مدد سے فیلقوس کو قتل کر ڈالا۔ لوگوں کا عام خیال تو یہ تھا کہ فیلقوس کے مرنے کے بعد ملک میں بدامنی اور افراتفری پھیل جائے گی، لیکن اس کی بجائے امن و امان قائم رہا اور پئوسانیاس کو فوراً سزائے موت دی گئی۔ لطف یہ ہے کہ پہلا شخص جس نے نوجوان سکندر کو شاہ مقدونیہ تسلیم کیا، خود ایک لینکستائی ہی تھا جس کا نام بھی سکندر تھا، اور اس کے بعد تمام فوج نے بھی اُسے بیک آواز اپنا بادشاہ و حکمراں مان لیا۔[۱۰۵]

۱۰۵ باوجود ان سب باتوں کے جو اُس نے پہلی فیلقوسی ۱۱ (پلوٹارک: دیموس تھنیس ۲۲) اور دوسرے مواقع پر اپنی زبان سے نکالی تھیں، فیلقوس کی موت پر دیموس تھنیس کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۸۷ تا ۹۰۔ بلاشبہ فیلقوس نے خئیرونیہ کے میدان جنگ میں بھی خوشی کا اظہار کیا تھا، لیکن اسکے لئے یہ اس وجہ سے قابل معافی ہے کہ وہ اُس وقت نشۂ فتح وظفر میں مست تھا، اور ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ لڑائی کے بعد ہی اُس نے اپنا طرز عمل بدل دیا۔ دیموس تھنیس فیلقوس کے دشمنوں سے تو ملا ہوا ہی تھا، اسی وجہ سے اُس کے پاس فیلقوس کی موت کی خبر سب سے پہلے آگئی، اور اُس کے آتے ہی اُس نے کام نکالا یعنی عوام کے سامنے ایک تقریر کی جس میں اُس نے اُن سے یہ کہا کہ بھائیو میں نے ایک خواب دیکھا ہے، وہ یہ کہ دیوتا تم پر خاص الخاص مہربانی سے پیش آئے ہیں۔ جب لوگوں کو عام طور پر شاہ مقدونیہ کی موت کی خبر معلوم ہو گئی تو دیموس تھنیس عید کے کپڑے پہن کر ایک گھیرا اپنے سر پر رکھ کر جمعیت عوام میں پہنچا (حالانکہ سات ہی روز پہلے اپنی بیٹی کی موت کی وجہ سے وہ ماتم میں تھا) شیفر تو یہ کہتا ہے کہ دیموس تھنیس نے ٹھنڈے دل سے سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ سب کچھ کیا تھا (۹۰) لیکن ہمارے نزدیک یہ سب بہروپیاپن بالکل بیکار تھا اور اس سے صرف اُس کی بناوٹ ظاہر ہوتی ہے جب یومنیس نے کہا کہ میں نے سکندر کو خواب میں دیکھا ہے (Plut. Eum. ۱۳)

باب ۱۹

فیلقوس کی عمر صرف سینتالیس سال کی ہوئی، جس میں سے اُس نے چوبیس سال حکومت کی۔ اس میں بعض نہایت عجیب و غریب خصائل مجتمع تھے؛ وہ فطرتاً نہایت ہوشیار اور باعمل، اوّل درجے کا سپہ سالار اور مدبّر، مقدونوی وحشیوں کے ساتھ سخت اور متمدن یونانیوں کے ساتھ نرم تھا؛ وہ فطری طور پر سفّاک و بے رحم نہ تھا، اور اُسے ہمیشہ اپنی بات کا پاس رہتا تھا۔ اُس نے وہ کر دکھایا جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا، یعنی بہادر اور شجیع یونانیوں پر مقدونیہ کی سیادت قائم کر دی۔[۵۳]

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ تو یہ اس کے لئے لازمی تھا ورنہ وہ سپہ سالاروں کی سکونت کے مکان کا صحیح تصوّر قائم نہیں کر سکتا تھا، لیکن دیموس تھنیس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ حقیقی زندگی میں ناٹک کا ایکٹ کرے، اور تصنّع اُس کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا۔ شیفر نے اس پر جو رائے ظاہر کی ہے وہ نہایت درست ہے۔

۵۳ فیلقوس کے خصائص۔ ہمارے نزدیک اخلاقی نقطۂ نظر سے فیلقوس کی جو مذمت کی جاتی ہے وہ نہ صرف فی نفسہ بے بنیاد ہے اگر ہم اُس کا مقابلہ اس کے ایتھنزی مخالفوں کے ساتھ کریں تو پھر تو اس کی لغویت میں کوئی اشتباہ باقی ہی نہیں رہتا۔ شیفر نے (دیموس تھنیس ۲، ۴۴۳) اپنی عادتی محنت و کاوش سے اس خاص موضوع کے متعلق تمام مواد یک جا کر دیا ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ دیموس تھنیس کے بیانات (مثلاً De Cor ۶۵) جن کا ثبوت اس وقت تک بہم نہیں ہوا، اور زمانہ مابعد کے مؤرخوں کی رائیں، ان دونوں سے طبیعت پر یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ فیلقوس بے وفا اور ظالم تھا (ملاس ۲، ۵۸)۔ جہاں تک ظلم و ستم کے الزام کا تعلق ہے ہم جانتے ہیں کہ اُس نے مغلوب دشمن کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ یونانیوں کے روایتی سلوک سے کہیں بہتر تھا۔ اجیر سپاہیوں کو تھسلی میں جو زندہ ڈبو یا گیا وہ انجمن ہمسایگان کے حکم سے ہوا، اور اگر شاہ مقدونیہ بیچ میں نہ پڑتا تو فوکسیوں کے ساتھ بھی نہایت بے رحمی کا سلوک کیا جاتا۔ اس کی وعدہ خلافی کا خیال آج کل اس درجہ جاگزیں ہے کہ وائنڈمان کی "حیات دیموس تھنیس" کے مدیر بھی (۱، ۱۷۶) اس پر یکے بعد دیگرے "

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ وعدہ خلافی کا الزام لگاتے ہیں، حالانکہ ایک مرتبہ کی وعدہ خلافی کا بھی ثبوت نہیں۔ اولنتھوس کے معاملے میں جو وعدہ خلافی ہوئی وہ فیلقوس نے نہیں کی (دیکھو باب ۱۷، حاشیہ ۲)۔ ایتھنز نے جس طرح بیدنا کے خلاف غداری کی ویسی غداری کبھی فیلقوس سے سرزد نہیں ہوئی۔ اگر ہم فیلقوس کے افعال پیش نظر رکھ کر اس پر حکم لگائیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ فیلقوس میں بہت کچھ انسانیت کا جذبہ تھا، اور اسے صرف اتنی ہی چالبازی آتی تھی جتنی کہ کسی چھوٹی سی ریاست کو کوئی بڑا طرز عمل کامیاب کرنے کے وقت ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا طرز عمل ہمیشہ "تعویقانہ" رہتا تھا، چنانچہ جب ۳۵۷ق م اور ۳۴۶ق م میں اس نے اسی کے مطابق عمل کیا تو اس سے اس کے ایتھنزی مخالفوں نے اس پر اخلاقی پست ہمتی کا الزام صرف اس لئے لگایا کہ وہ ان کی چالوں میں نہیں آتا تھا۔ اس نے اپنے فعل کو بجنسہٖ اپنے قول کے مطابق بنا دیا جس کی وجہ سے ایتھنزیوں کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور یہ اس کی ایسی صفت تھی جو چھوٹے درجے کے سیاست دانوں میں نہیں پائی جاتی تھی۔ دیموستھنیس (۳۴۹ق م کے تحت) کہتا ہے کہ دیموستھنیس اپنی شہرت کا یونانیوں کی طرح خواہاں تھا (اولنتھوسی ۲، ۱۵، ۱۶)۔ اس کی رشوت خورانی کے لئے دیکھو باب ۱۸، حاشیہ ۹۔ اس کے میدان تدبیر میں فرد فرید ہونے اور اوّل درجے کا سپاہی ہونے میں کسی کو بھی شبہہ نہیں۔ ہمارے نزدیک اس میں سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ جب وہ شراب کا پیالہ منہ سے لگا لیتا تھا تو اسے اس کا چھوڑنا مشکل تھا۔

حال میں فیلقوس کی حکمت عملی پر ذرا غیر جانبداری برتی جانے لگی ہے جیسکی ایک جھلک اس دیباچہ میں نظر آتی ہے جو گٹشمڈ Gutschmid نے کیرسٹ Kaerst کی کتاب "تحقیقات متعلق تاریخ یونان قدیم" Forschungen z. Gesch. Al. d. Gr. (شٹٹ گارٹ ۱۸۸۷ء) پر لکھا ہے اور جو اس کی "تاریخ ایران" (دیکھو پچھلے باب ۲۰) میں ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔ گٹشمڈ دریافت کرتا ہے کہ "کیا یہ ممکن نہیں کہ سکندر نے مقدونی سیادت میں

زوال کا باعث نہیں ہوئی، اور ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے بڑے بڑے نیک و پرہیزگار رہبروں نے ہمیشہ اُسے اس اخلاقی نکبت سے نکالنا چاہا لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زوال کے اصلی اسباب یونانیوں کے فطری خصائص میں مضمر ہیں جن کے سامنے خود اُن کے رہبروں نے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور اُن میں جو قدرتی میلان و رجحان مختلف بلدیات کی ایک دوسرے سے علیحدگی کی طرف تھا اُس کی زائد از ضرورت تائید کی، چنانچہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ یونانی قوم کو متحد کرنے کے عظیم الشان لائحہ عمل کو نظر انداز کر دیا ہو جو تاریخ ماقبل کی رفتار کی وجہ سے گویا اُس کے لئے قائم ہو گیا تھا' اور آیا یہ قیاس میں نہیں آ سکتا کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے باپ کے اُس طرز عمل پر کاربند ہوتا جو اُس کی صحیح الدماغی' استحکام پسندی اور تدبّر پر مبنی تھا اور جس کی تکمیل میں تھوڑی ہی سی کسر رہ گئی تھی' اُس نے ایک نہایت لائق و فائق قوم کو اپنے فطری دائرے سے نکال کر بعض نہایت دشوار گذار راستوں پر نہ لگا دیا ہو۔ ہمارے نزدیک گلشتمڈ کی یہ رائے اصلی واقعات و حالات کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اوّلاً ہمارے نزدیک اُس عہد میں یونانیوں کو کوئی شخص بھی اس سے زیادہ متحد نہیں کر سکتا تھا جتنے وہ واقعاً متحد تھے' اور مقدونوی بادشاہ کے لئے تو یہ کام بدرجۂ اتم ناممکن تھا' دوسرے یہ امر مسلّم ہے کہ فیلقوس خود سمجھتا تھا کہ یونان میں اُس کا کام ختم ہو چکا ہے اور اپنی موت کے وقت اُسی مہم کی تیاری میں مشغول تھا جو سکندر نے بالآخر سر کی' تیسرے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر سکندر اور مقدونوی قوم یونان کو متحد کرنا چاہتے تھے' تو پھر انھوں نے اپنا وقت اُس فریق سے لڑنے میں کیوں نہیں خرچ کیا جو متحد ہونے کا خواہاں نہیں تھا۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سکندر نے بعینہٖ وہی کیا جو اس مقصد کے حصول میں ممد و معاون ہوتا؛ مقابلہ کرو ایسقراطیس 143 Paneg

لیکن ساتھ ہی گلشتمڈ کے خیالات اس لئے نہایت درجہ قابل غور ہیں کہ اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مورخ کس حد تک اس پر اپنے خیال سے آگے بڑھ گئے ہیں جیسے مطابق فیلقوس نے چالیں چل کر اور حیلے دیکر بیچارے معصوم یونانیوں پر مظالم ڈھائے اور انھیں قعر بربادی و ویرانی میں ڈال دیا۔

باب ۱۹

جب فیصلہ کن وقت آپہنچا تو وہ بلدیات بہ یک وقت پیش پیش نہ ہو سکے۔ دوسرے انھی رہبروں نے یونانیوں کے دل میں یہ غلط خیال ڈال دیا تھا کہ اُن کی کامیابی کے لئے محض تدبر اور فوجی تیاریاں کافی ہوں گی، چنانچہ ملکی بحران کے زمانے میں یونانیوں میں کوئی بھی اعلیٰ درجے کا سپہ سالار موجود نہ تھا۔ یونانیوں کی فوجی قوت بالکل منتشر تھی اور جب خئیرونیہ کا میدان کارزار گرم تھا تو بہترین کورنتھی یعنی تمولیون سسلی میں تھا اور قابل ترین اسپارٹی یعنی آرخی داموس اٹلی میں کام آچکا تھا۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس شکست کے جو نتائج مترتب ہوئے اُن کا یونانی کبھی انسداد نہیں کر سکے، یعنی یونان کے جمہوری بلدیات کا باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا، اور جب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے اسباب کچھ اور ہی تھے۔ مقدونیہ نے ایک بڑی حقیقت کو محسوس کر لیا، اور اپنے مفاد کے لئے اُس سے کام نکالا۔ وہ قوت جس سے اقوام عالم متحد رہتے ہیں اور جسے مسلسل پچاس برس تک یونانی مدبروں نے مطلقاً نظر انداز کر دیا تھا اور اسی طرح بیکار سمجھ کر پھینک دیا تھا جیسے کسی بیش قیمت نگینے کا مالک اُسے کم قیمت سمجھ کر پھینک دیتا ہے، وہ قومیت کا اُصول تھا۔ یونانیوں کے سامنے بھی وہی مسائل تھے جو کسی دوسری قوم کے سامنے ہوتے ہیں، یعنی اندرونی آزادی اور بیرونی رتبے اور حیثیت کا قیام؛ ان میں سے پہلے مسئلے کو تو اُنھوں نے ہمیشہ صحیح انداز سے حل کیا تھا، لیکن دوسرے مسئلے کو چوتھی صدی ق م میں بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ جب یونانی جمہوریتیں مغلوب ہو گئیں تو اُن میں جو دور اندیش افراد قوم تھے اُنھوں نے یہ بھانپ لیا کہ یونان کا نام سکندر کے ذریعے سے ایشیا میں درخشاں ہوگا جس کی وجہ سے اُنھوں نے اپنے آپ کو مقدونوی مقاصد اور آرزوؤں کے ساتھ وابستہ کر دیا، اور جب یہ سب علٰحدہ ہو گئے تو ان بلدیات میں جو زمانۂ قدیم سے

آزاد و خود مختار چلے آتے تھے، مقدونوی جوا کندھے پر سے اُتارنے کی مطلق قوت باقی نہیں رہی۔ حق تو یہ ہے کہ آزاد یونانی مملکتیں قومی جذبے کو نظر انداز کرنے کے سبب سے دُنیا میں اپنا رتبہ اور اپنی وقعت کھو بیٹھیں۔

اس جلد کے باقی ماندہ حصے میں سکندر اعظم کے حالات بیان کئے جائیں گے اس لئے کہ ان حالات کے بغیر تاریخ یونان ہرگز مکمل نہیں ہو سکتی۔ ان واقعات کو تاریخ یونان کا تکملہ اس وجہ سے سمجھنا چاہئے کہ ان کے ذریعے سے بہت سے قابل یونانیوں کی مرادیں بر آئیں۔ بلاشبہہ سکندر سے تاریخ کے ایک جدید دور کی ابتدا ہوتی ہے لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اُس سے ایک باب ختم بھی ہوتا ہے، اور ہم اُسے اس ختم ہونے والے باب سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ خود ڈروائےسن ابتداً میں سکندر کی تاریخ کو تاریخ یونان کی ایک بالکل علیحدہ فصل تصوّر کرتا تھا۔ ہمارے نزدیک سکندر کی اہمیت صرف اُسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب ہم اُس کے کارناموں کو دو مسائل یونان میں سے ایک کا، یعنی یونانیوں کے خارجی رتبے اور حیثیت کے مسئلے کا حل تصوّر کریں جس مورّخ نے زرکسز کے حملۂ یونان کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اُسے سکندر کے حملۂ ایران کا ذکر بھی ضرور کرنا چاہئے، ورنہ پانچویں ایکٹ" سے پہلے ہی ناٹک کا پردہ گرانا پڑے گا۔ آریَن کے ذریعے سے ہیروڈوٹس کی ایک بڑی حد تک تکمیل ہو جاتی ہے۔ ہماری موجودہ جلد "دس ہزار" کی مہم سے شروع ہوتی ہے اور سکندر کے کارناموں پر ختم ہوتی ہے جن کے ذریعے سے یونانیوں نے وہ کیا جو" دس ہزار" سے نہ ہو سکتا تھا۔ ان دونوں مہمات کے بیان کرنے والوں کے مابین بھی ایک خاص تعلق نظر آتا ہے، اور ہمارے نزدیک زینوفون آریَن کے لئے

گویا ایک نمونہ تھا۔ اب ذرا آگے بڑھیئے۔ ہیروڈوٹس نے مشرق و مغرب کے مابین جس تباین کا ذکر کیا تھا، سکندر کی مہم کا باعث صرف وہی تباین نہ تھا بلکہ خود دنیائے یونان کے لئے بھی ایک عظیم الشان خطرہ پیدا ہو رہا تھا جسکا ازالہ لازمی تھا۔ میں نے اس کتاب میں ڈرائیرس کا ہم خیال ہوکر، نیز ایک عالم و فاضل سیاح کونٹ لالکروسکی کے دلائل کو پیش نظر رکھکر جو اُس نے "جریدۂ عامہ" Allgem Zeitung ۱۱ر اپریل ۱۸۹۰ء میں ظاہر کئے ہیں) یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایشیائے کوچک میں جو یونانی آبادی تھی وہ امتداد زمانہ سے گھٹی نہیں بلکہ بڑھتی ہی چلی گئی (دیکھو جلد ا، باب)۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آزادی کے ایتھنزی اور تھبزی حامیوں کا اگر بول بالا ہوتا تو ایشیائے کوچک کے ان یونانیوں کو کاری ضرب لگتی، لیکن اپنے باپ کے قدم بہ قدم چل کر سکندر نے انھیں خلاف امید فوقیت اور برتری دے دی۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ سکندر کے مخالفوں کے خیال کے مطابق سکندر یونانی نہیں تھا اور تاریخ یونان در اصل جنگ خئیرونیہ پر ختم ہو جاتی ہے، لیکن مفصلۂ ذیل ابواب کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ ان کا یہ قیاس غلطی پر مبنی ہے۔

تخت نشینی کے وقت سکندر کی عمر بیس سال کی تھی، لیکن اس نوعمری کے زمانے ہی سے اُس کی ذہانت و فطانت اُسے اپنے ہم چشموں میں ممتاز کرتی تھیں۔ اُس کے والد شاہ فیلقوس نے اُسے حکیم ارسطا طالیس سے تعلیم دلوائی تھی جو اُس زمانے کے علمائے یونان کا گویا سرتاج تھا۔ کچھ مدت تک تو شاہزادۂ سکندر پائے تخت مقدونیہ ہی میں ارسطو سے پڑھتا رہا، لیکن فیلقوس کے ایما سے اُس کا مکتب بہت جلد ایک چھوٹے سے گاؤں میئے زا کو منتقل کر دیا گیا تاکہ مستقر سلطنت کے عیش و عشرت کی زندگی سے آزاد ہو کر وہ تعلیم و تعلم کی طرف اپنی توجہ بالکلیہ مبذول کر سکے۔ ساتھ ہی ساتھ جسمانی ورزش کو بھی، جو یونان اور مقدونیہ دونوں میں تربیت کا لازمی عنصر تصور کی جاتی تھی، نظر انداز نہیں کیا گیا، اور اُس کے بوکے فالوس نامی گھوڑے کے سدھانے کے قصّے سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کو شہسواری میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ وہ عادتاً نہایت صاف گو، اور دوستی کا اہل تھا اور اپنے خیرخواہوں پر اعتبار و اعتماد کرنا اُس کا شیوہ تھا۔ اس بارے میں وہ اپنے زمانے کی روش کے بالکل مخالف تھا اس لئے کہ اس عہد میں کسی اچھے مدبّر کی

اہم ترین صفت یہ سمجھی جاتی تھی کہ وہ دوسروں پر بھروسا نہ کرے۔ اُس کے ہر ایک فعل میں عالی ہمتی نظر آتی تھی؛ وہ کسی محنت سے جان نہ چراتا، اور گو وہ کبھی کبھی غصّے سے مغلوب ہو جاتا تھا، لیکن وہ بہت جلد اپنے جذبات پر قابو حاصل کر لیتا، اور جب وہ یہ محسوس کرتا کہ اس سے جلدبازی سرزد ہوئی ہے تو وہ اپنے افسوس کے اظہار میں بھی دریغ نہ کرتا۔ دیکھنے میں وہ خوب رو اور دلکش تھا؛ اُس کے بالوں سے جو سامنے کھڑے اور دونوں طرف گرے ہوئے تھے، زیوس کے مجسّمے کی یاد تازہ ہوتی تھی، اور چلتے وقت اُس کا سر ذرا بائیں جانب جھکا ہوا نظر آتا تھا[۱]

تخت نشینی کے بعد سکندر کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطنت مقدونیہ طاقتور ضرور تھی، لیکن کسی کو اُس کی سطوت و جبروت کا پوری طرح یقین نہیں تھا، بلکہ ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے تھے۔ الریائی اور تھریسی صرف موقع کے منتظر تھے؛ اکثر یونانی مقدونیہ کا جوا اپنے کندھے سے اُتار پھینکنا چاہتے تھے؛ ایران عرصے سے اُس کی ترقی کو کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا، بلکہ بعض کا تو یہ خیال تھا کہ فیلقوس کے قتل میں یہ مُلک بھی ملوّث ہے۔ پھر خود مقدونوی بھی متحد و متفق نہ تھے، اور نہ صرف یہ کہ ایک فریق سکندر کی تخت نشینی ہی کے مخالف تھا بلکہ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو فیلقوس کے زوردار طرزِ عمل اور اُس کی حکمتِ عملی جاری رکھے جانے کا مخالف تھا۔ اگر سکندر اپنے صلاح کاروں

---

۱ سکندر اعظم کے خصائص پر باب ۲۷ میں بحث کی جائیگی۔ اُس کے حلیئے کے متعلق جو کچھ معلومات ہیں وہ فنّی شاہکاروں سے ملتی ہیں؛ اور اُن پر برن Brunn نے بحث کی ہے۔ نیز مقابلہ کرو کیوپ: "مجسّمات سکندر اعظم" Ko.pp Alexanderbildnisse برلن ۱۸۹۲ سنہ

سکندر ۳۵۶ سنہ ق م میں ۶ ہکا تومبایون کو پیدا ہوا تھا (پلوٹارک: "سکندر" ۲، ۱) اور یہ اغلباً وہی وقت تھا جب افیسوس کے بت خانے کو آگ لگی ہے۔ اولمپیاد ۱۰۹، ۲ یعنی ۳۴۲ سنہ ق م میں ارسطاطالیس اُس کا اتالیق مقرر ہوا۔

باب ۲۱

اور مصاحبوں کی رائے کا پاس کرتا تو اُس سے مشکل سے کوئی بھی اہم کام ہو سکتا تھا، لیکن اس کی بجائے وہ صرف اپنی ہی رائے پر چلا اور ایسے راستوں کو اختیار کیا جو مشکلات سے بھرے ہوئے تھے۔

سکندر کے عہد کی ابتدا تشدد اور ظلم سے ہوئی۔ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی ہیرومنیس اور ارھابایوس کو مروا ڈالا، اور گو ممکن ہے کہ اُس کا یہ فعل مملکت کے مفاد کے مطابق ہو، لیکن جب اُس نے اولمپیاس کے کہنے سے فیلقوس کی ایک بیوہ کلیوپاترا کی گود ہی میں اُس کی شیر خوار بچی کو ہلاک کرا دیا تو بس حد ہی ہو گئی۔ اسی طرح اُن سب رشتہ داروں کو جو کسی نہ کسی طرح دعویدار تخت و تاج بن سکتے تھے، موت کے گھاٹ اُتار آگیا۔ آخر کار ۳۳۶ ق م کے موسم خزاں میں سکندر یونان کی طرف چلا۔ چونکہ اس نواح میں سکندر کی مہم کا مرکز ایتھنز ہی بن سکتا تھا اس لئے ایتھنزیوں نے خطرے سے آگاہ ہو کر جملہ امور متعلقہ قلعہ بندی و حفاظت کا کام دیموس تھنیس کے سپرد کر دیا اور اُسی کو تھیوریکون کا صدر مقرر کیا۔[۲] ایتھنزی ذہنیت کی کیفیت یہ تھی کہ دیموس تھنیس کی مدت عہدہ کے اختتام سے پہلے ہی ایک شخص مسمی ٹیسی فون نے یہ تحریک کی کہ اُس کی کارگزاری اور کامیاب مدت عہدہ کے صلے میں اُسے دیونیسیہ عظمیٰ کے موقع پر ایک گھیرا دیا جائے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حساب فہمی سے پہلے اُسے کسی انعام کا مستحق قرار دینا قطعاً خلاف قانون تھا، جس کی وجہ سے اسکی نیس نے ٹیسی فون پر قانون شکنی کا الزام عائد کیا

۲۔ اب دیموس تھنیس تھیوریکون کا صدر تھا۔ اُس کا روپیہ جنگ خیرونیہ سے پہلے تو فوج پر خرچ کیا جاتا تھا (دیکھو باب ۱۵، حاشیہ ۵) لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ عیدیں اور تہوار منانے پر خرچ ہونے لگا تھا (Philoch. 186) ڈیودورس ۱۷، ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹالوس اور ایتھنز میں گفت و شنود ہو رہی تھی۔ واضح ہو کہ سکندر نے بعد میں اٹالوس کو مروا ڈالا۔

باب ۲

چنانچہ آخرکار دیموس تھنیس کو گھیرا نہیں دیا گیا بلکہ اُس کے بجائے وہ مشہور کارروائی ہوئی جس کا ذکر ہم تھوڑی دیر بعد کریں گے۔

بہرحال سکندر بہت جلد تھرموپلی پہنچ گیا اور انجمن ہمسایگاں نے اُسے فوراً ہم ایران کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا۔ اس پر ایتھنز نے اس کے پاس ایک سفارت روانہ کی جس میں انھوں نے نوجوان شاہ مقدونیہ سے اس بات کی معافی چاہی کہ انھوں نے یہ اعزاز اس سے پہلے اُس کے سامنے پیش نہیں کیا۔ اس سفارت میں دوسروں کے ساتھ دیموس تھنیس کا بھی انتخاب کیا گیا، لیکن ظاہر ہے کہ کسی ایسی سفارت میں اس کی عملی شرکت بالکل ناممکن تھی[۵] ایتھنزیوں نے فیلقوس کی موت سے پیشتر یہ قرارداد منظور کرلی تھی کہ جو کوئی شاہ مقدونیہ پر وار کرکے ایتھنز بھاگ آئے گا اُسے علمبرداران انصاف کے سپرد کردیا جائے گا، لیکن جب فیلقوس مرا ہے تو انھوں نے اپنی خوشی وطمانیت کے اظہار کے لئے ایک میلا منعقد کیا اور اُس کے قاتل پیوسانیاس کو مستحق اعزاز واکرام قرار دیا؛ اب انھوں نے گو اپنی اس غلطی کی تلافی کرنی چاہی، لیکن سکندر نے اس سب قصّے کو بالکل نظرانداز کردینا ہی مناسب سمجھا۔ جب وہ کورنتھ پہنچا تو یونانیوں کے ایک اجتماع نے اپنی پرانی قراردادوں کی ازسرنو توثیق کردی جس کے مطابق انھوں نے کسی زمانے میں فیلقوس کی ہمنوائی کی تھی؛ لیکن اسپارٹا بالکل الگ تھلگ رہا اور اُس نے اپنی آن بان قائم رکھی۔ جب سکندر واپس لوٹ رہا تھا تو اُس نے فتنیہ کو ایسے دن اپنے سوال کا جواب دینے پر گویا مجبور کیا جس دن عام طور پر وہ خاموش رہا کرتی تھی؛ چنانچہ اُس کے سوال کے

---

[۵] دیوودورس ۱۷، ۴ سے ایتھنزیوں کے معافی مانگنے کا انکشاف ہوتا ہے۔ سکندر پر وار کرنے والوں کے خلاف قرارداد؛ دیوودورس ۱۶، ۹۲۔ دیموس تھنیس اور فوکیون کا طرزِ کار؛ پلوٹارک: دیموس تھنیس ۲۳؛ فوکیون ۱۶؛ ائس خنیس: "کتے سیاس" ۷۷۔ ایتھنزیوں نے سکندر پر اعزاز کی بوچھار کی؛ دیکھو آرین Arrian ۱، ۲۔

باب ۲۰

جواب میں دیی کو بولنا پڑا کہ "بیٹے تو مغلوب نہیں ہو سکتا"[۵۴]

لیکن سکندر یہ چاہتا تھا کہ ایشیا کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے کسی نہ کسی طرح سے شمالی اقوام پر اپنی قوت و سطوت کا سکہ جمائے، چنانچہ ۳۳۵ قم میں وہ دریائے نستوس پر ہوتا ہوا کوہ ہیمُوس (بلقان) کی طرف چلا۔ اس زنجیرے کو عبور کرنے میں اُسے تھریسی ملے جنھوں نے ان تنگ دروں میں جن میں ہو کر مقدونوی گزر رہے تھے، اپنی گاڑیاں الٹا دیں، لیکن سکندر کے حکم سے اُس کے سپاہیوں نے اپنی ڈھالوں کی گویا ایک سڑک بنا دی جس پر ہو کر یہ گاڑیاں بآسانی ڈھلک گئیں اور سکندر کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے کارناموں کے خوگر نہ تو یونانی سپہ سالار تھے اور نہ یونانی بلدیات؛ اور مقدونوی فوج میں جو بات خاص طور پر قابل امتیاز تھی وہ یہ کہ ایک طرف تو ان میں اجیر سپاہیوں کی سی تادیب تھی اور دوسری جانب وہ اپنے بادشاہ کے دل و جان سے پرستار تھے، اور انھیں خصائص کے باعث مقدونوی لشکر ہمیشہ اپنے مخالفوں پر سبقت لے جاتا تھا۔ بہرحال سکندر زنجیرۂ بلقان کی گھاٹیوں میں سے نکل کر دریائے ڈینیوب کے کنارے پہنچا اور اس دریا کو دشمن کے دوبدو عبور کیا، اور وہ بھی اس طرح کہ اُس کے ایک سپاہی کی بھی جان نہیں گئی۔ وہ اس دریا کے شمال کی طرف پیش قدمی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اُس نے دریا کو دوبارہ عبور کر کے اپنے وطن کی راہ لی۔ اس مہم کا شمالی اقوام پر نہایت زبردست اثر پڑا اور اس کے بعد ہی اطراف و جوانب کے وفود مقدونیہ

[۵۴] اگر سکندر نے فتنیہ سے واقعتاً یہ کہلوایا (دیکھو پارک: "سکندر") تو یہ اس کے لئے مفید ثابت ہوا اس لئے کہ اُسے کبھی شکست نہیں ملی۔ شمال کی طرف پیش قدمی کے دوران میں اُس نے درۂ شپکا کو عبور کیا ہوگا اور دریائے ڈینیوب کے شہر سستریا پہنچا ہوگا اور وہاں سے تھسلی تسوود کے درہ ہو کر واپس آیا ہوگا (کیرسٹ Kaerst. سطور ۱۴۱۴ وغیرہ)۔

کے پائے تخت آنے شروع ہوئے۔ سکندر واپسی میں اگر پانیس اور پایونیائیوں کے علاقوں میں ہو کر گزرا اور وادی ایری گون ہوتا ہوا الیریا کی طرف بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ الیریا کے شہر پے لیوم پر قبضہ کرے، لیکن وہاں کے حکمران کلی توس نے شہر کو آگ لگا دی۔ اب گویا شمالی ممالک میں مقدونیہ کا پوری طور پر اثر قائم ہو گیا تھا، چنانچہ اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر بادشاہ نے جنوب کا رخ کر دیا۔

درحقیقت یہ اُس کے جنوب کی طرف رخ کرنے کا عین وقت تھا اس لئے کہ یونان میں ایک نہایت ہی خطرناک اختلال رونما ہو رہا تھا۔ مقدونیہ کے دشمن اب علی الاعلان دولت ایران کے ساتھ خط و کتابت کر رہے تھے، جہاں ۳۳۶ ق م یا ۳۳۵ ق م سے شہنشاہ داراب سریر آرائے سلطنت تھا۔ اس وقت داراب کی عمر تقریباً ۴۵ سال کی تھی اور وہ فطرتاً ایماندار اور اوسط قابلیت کا شخص تھا۔ دراصل اسے خود اُن یونانیوں نے جنھوں نے ایران میں جا کر بود و باش اختیار کر لی تھی اپنی سلطنت کی حفاظت اور یونانی مخالفین سکندر کی پشت پناہی پر آمادہ کیا تھا۔ سکندر کے ایشیا پہنچنے سے پہلے ہی سے بعض مقدونوی سپہ سالاروں نے ایران پر حملہ شروع کر دیا، اور اب اُن کی مدافعت کے لئے ایک یونانی میم نون روانہ کیا گیا جسے تھوڑی بہت کامیابی ہوئی اور اُس نے افی سوس کے بعض شہریوں کی مدد سے اس شہر پر قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن یہ عیاں تھا کہ اگر کہیں خود شاہ مقدونیہ ایران پہنچ گیا تو صورت حال نہایت ہی نازک ہو جائے گی، چنانچہ اب داراب کی حکمت عملی یہ ہو گئی کہ کسی نہ کسی طرح سے دشمنان مقدونیہ کو مالی امداد دے کر سکندر کی مخالفت پر آمادہ کرے تاکہ سکندر ایشیا نہ آسکے۔ اسپارٹا نے تو ایرانی روپے کو علی الاعلان قبول کر لیا اس لئے اُس نے تو کبھی مقدونیہ کی دوستی کا دم بھرا ہی نہیں تھا جو چھپاتا، لیکن ایتھنز کو پھونک پھونک کر قدم رکھنے تھے، چنانچہ ایتھنزیوں نے یہ فرض کر کے کہ دیموس تھنیس کو مالی

باب ۲۱

معاملات میں تھوڑا بہت تجربہ ہے' اُسے اس امر پر متعین کیا کہ وہ سارد س سے آئے ہوئے روپے کو ایرانی یونانی ایتلاف مضبوط کرنے کی غرض سے تقسیم کر دے۔ چنانچہ اس روپے کا ایک بڑا جز و تھبز روانہ کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں کسی نے یہ مشہور کر دیا کہ سکندر شمالی مہم میں کام آیا ہے اور یہ خبر ایک شعلے کی مانند تمام ارض یونان میں پھیل گئی' چنانچہ بعض تھبزیوں نے سوچا کہ اب بغاوت کے لئے نہایت مناسب وقت آگیا ہے۔ الغرض جو لوگ تھبز چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ بھی واپس آگئے اور اُنھوں نے سب سے پہلے تو دو مقدونوی افسروں کو جو اُنھیں نشیبی شہر میں ملے' جان سے مار ڈالا اور اپنے ہم وطنوں کو یہ یقین دلایا کہ سکندر کا کام تمام ہو چکا ہے۔ اس پر تھبزیوں نے نہ صرف اپنی خود مختاری اور آزادی کا اعلان ہی کر دیا بلکہ گویا تمام ملک بیوتیہ پر تھبزی سیادت کا احیا کرنے کی غرض سے بیوتارخون کا بھی انتخاب کر لیا۔ اس پر بھی کادمیہ میں جو مقدونوی رسالہ تھا وہ وہیں جما رہا۔ لیکن اُس کے اس فعل کا تھبزیوں پر مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ کادمیہ کے جنوب میں ایک میدان تھا' اور یہاں تھبزیوں نے دوہرے پشتے بنا کر کادمیہ کے مقدونویوں کو بالکل علیحدہ کر دیا۔ ان کی بلاد یونان میں واہ واہ اور مرحبا تو بہت کچھ ہوئی لیکن کسی واہ واہ کرنے والے نے کوئی مادی مدد نہیں پہنچائی' چنانچہ آرکیڈی تو خاکنائے سے آگے ہی نہیں بڑھے' اور گو دیموس تھنیس نے ہتھیار روانہ کئے لیکن سپاہی ایک بھی نہیں بھیجا۔ سکندر نے ترکیب یہ کی کہ اپنی نقل و حرکت کو بالکلیہ صیغۂ راز میں رکھا چنانچہ جب تک وہ جھیل کو پائے کے ساحل تک نہیں پہنچ گیا اُس وقت تک بیوتیوں کے فرشتوں کو بھی یہ خبر نہیں ہوئی کہ اُس نے درۂ تھرموپلی عبور کر لیا ہے! اور جب اُن سے کہا گیا کہ سکندر اپنی فوج کو لے کر ملک میں آموجود ہوا ہے تو ان میں سے بہت سوں نے جواب دیا کہ ہاں سکندر ضرور' لیکن مقدونیہ والا سکندر نہیں بلکہ اسئے روپوس کا بیٹا لینکستائی سکندر!

باب ۲۰

ابتدا ہی سے شاہ مقدونیہ کو یہ امید تھی کہ تھبز پر سختی کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ وہ از خود ہتھیار ڈال دے گا؛ لیکن لوگوں میں تو مقدونیہ کی دشمنی سرایت کئے ہوئے تھی؛ اور جب اُن سے ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا گیا تو اُنھوں نے فی الفور یہ جواب دیا کہ صرف وہی شخص تھبز میں داخل ہو سکتا ہے جو یونان کی آزادی کی حفاظت کرنے کے لئے اُس کے دشمنوں کے مقابلے میں اُن سے اور ایرانیوں سے مل جائے۔ باوجود اس کے اگر محاصرہ کچھ دن اور جاری رہتا تو شاید تھبز اطاعت کر لیتا؛ لیکن تیسرے ہی دن سکندر نے دھاوا بول کر بالجبر شہر پر قبضہ کر لیا۔ مقدونوی لشکر نے اوّل تو پشتوں کی پہلی صف پر قبضہ کیا اور پھر تھوڑی سی جنگ آزمائی کے بعد دشمن کو دوسری صف سے بھی بھگا دیا؛ لیکن جب سکندر نے دیکھا کہ اُس کی فوج کے پاؤں اُکھڑے جاتے ہیں تو خود لڑائی کی آگ میں کود پڑا اور تھبزی ہراول کو شکست دے کر شہر میں داخل ہو گیا۔ مقدونوی حملہ اُس درجہ زور دار تھا کہ تھبزی سوار جو میدان میں شکست کھا کر شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے وہ برابر بھاگتے بھاگتے شہر کے

ف۵ فابریکیوس نے تھبز کی توصیف ارضی کا تعین کر دیا ہے (Fabricius Theben ' فرائیبرگ ۱۸۹۰ء)۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰ پر وہ اُس کی تسخیر کا حال لکھتا ہے۔ ان واقعات سے اُن لوگوں کو موقع مل جاتا ہے جو مقدونیوں پر ظلم و ستم کا الزام لگاتے ہیں؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو تھبزی کام آئے وہ دھاوے کے دوران میں مارے گئے، اور آج بھی ایسے مواقع پر محصور شہر والوں کی جانیں معرض خطر ہی میں رہتی ہیں۔ بدیں وجہ ہمارے نزدیک گروٹ (جلد ۹ صفحہ ۳۴۴ لندن ۱۸۸۸ء) اور شیفر ("دیموس تھنیس" ۳، ۱۳۱) غلطی پر ہیں۔ زمانۂ مابعد میں سکندر نے تھبزیوں کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ سلوک روا رکھا۔ یہ قسمت کا عجیب پھیر ہے کہ جو شہر ابتدا میں مقدونیوں کے بلانے کا باعث ہوا اُسی کو اُن سے سب سے زیادہ گزند پہنچا!۔

باب ۲۱

مقابل والے دروازے میں ہوکر دوسری طرف سے پھر باہر نکل گئے
اور بے پناہ ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں چھ ہزار سے زیادہ کام
آئے اور تیس ہزار گرفتار ہوئے۔ سکندر نے گرفتار شدہ لوگوں کی
قسمت کا فیصلہ فوکس، اور خومینوس، تھسپیائے اور پلاٹیہ والوں کے
سپرد کر دیا جو اُس سے مل گئے تھے، اور انھوں نے تھبز کو بالکل
اُسی طرح کی سزا کا مستحق قرار دیا جو خود وہ کسی زمانے میں بیوتیہ کے بلدیات
کو دیا کرتا تھا۔ الحاصل، علاوہ پندار کے مکان اور بت خانوں کے باقی
تمام شہر مسمار کر دیا گیا اور باشندوں کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔

اب اُن شہروں نے، جنھوں نے تھبز کو مدد دینی چاہی تھی، اپنی سابق
قرار دادوں پر پانی پھیرنا چاہا۔ آرکیڈیوں نے اپنے بڑے بڑے مدبروں
کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ بعد میں اُس کا اصلی سبب یہ بتایا گیا کہ چونکہ
دیموس تھنیس نے مطلوبہ دس تالنت روانہ نہیں کئے تھے اس لئے
آرکیڈی فوج آگے نہیں بڑھی۔ بہر حال علاوہ اسپارٹا کے باقی تمام یونانی
مملکتوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ ایتھنزیوں نے تھبز کے زوال کا حال
اُس وقت سنا جب وہ (۳۳۵ ق م میں) مذہبی رازوں کا تہوار منانے میں
مشغول تھے؛[۵۶] انھوں نے یہ خبر بد سنتے ہی عید منانا تو ملتوی کر دیا اور

---

۵۶ جب تھبز پر مصیبت آ رہی تھی اُس وقت کے ایتھنزی طرز عمل پر شیفر ("دیموس تھنیس" ۳، ۱۳۵) نے جو حکم لگایا ہے وہ ہمارے نزدیک انصاف پر مبنی ہے۔ جب تھبز کو ایتھنز کی مدد کی ضرورت تھی اُس وقت وہ میدان میں نہیں اُترا؛ اور جب تھبز کا خاتمہ ہو گیا اُس وقت اُس نے "رحم" کی استدعا کی (شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۱۴۲)۔

شیفر ("دیموس تھنیس" ۳، ۱۴۵) کے نزدیک دیموس تھنیس نے ایرانی روپیہ لینے میں کچھ زیادہ برائی نہیں کی۔ بلا شبہہ کوئی شہری اپنی مملکت کے دشمنوں سے روپیہ لینے اور اُس کے حلیفوں میں تقسیم کرنے میں (جس کی فوج میں خود اُس کے ہم وطن بھرتی ہوں) حق بجانب ہے بشرطیکہ اُس کا مقصد ارفع و اعلیٰ ہو۔ لیکن معاملۂ زیر بحث میں

باب ۱

دیمادیس کو یہ کہہ کر سکندر کے پاس بھیجا کہ اُن کی طرف سے سکندر کو بخیر و عافیت الیریا سے واپسی اور تھبز پر فتح پانے کی مبارکباد دے؛ اس پر سکندر نے اپنے خاص خاص دشمنوں مثلاً دیموس تھنیس، لی کرگوس، خاری داموس وغیرہ کی حوالگی کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ یہ حکم قطعی طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔ خود گروٹ (۹، ۵۱۸) جب اس واقعے پر بحث کرتا ہے کہ یونانیوں کو صرف دو میں سے ایک بادشاہ کا انتخاب کرنا تھا جو اُن کی سرپرستی کرے، اور انھوں نے ایسے حکمران کا انتخاب کیا جس کی سرپرستی محض نام کی ہی تھی، تو وہ ان سب باتوں کو یونانیوں کی ذلت اور تنزل کی طرف منسوب کرتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک گروٹ حق بجانب نہیں ہے، ہمارے نزدیک اگر ایران کے یونانی دوستوں اور حیر خوابوں کی آرزو پوری ہوتی تو دارا اب نہیں بلکہ مین تور اور میم نون جیسے لوگ، جو روپے کے معاوضے میں کسی کی خدمت کرنے میں مطلق کوئی ہرج تصور نہیں کرتے تھے، یقیناً یونانی مملکتوں کے خودسر بن جاتے، اور شاید تیئے ناروم کے انبوہ ہیلاس کے مالک بن بیٹھتے۔ سکندر کے غلبۂ ایران کی وجہ سے ایک طرف تو یونان کی ناگفتہ بہ حالت میں اضافہ نہیں ہوا اور دوسرے وہ چار دانگ عالم میں مشہور ہوگیا۔ دیموس تھنیس نے زوال تھبز کے موقع پر ایرانی روپے کو ہاتھ لگانے کی وجہ سے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد اُس کے ہم وطنوں نے اُس کے ساتھ مالی معاملات میں سختی برتنا شروع کیا، اور آخر کار جب وہ روپے لے کر فرار ہوا تو کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو اُس کے لئے کلمۃ الخیر کہنے کو تیار ہو، چنانچہ اُسے مجرم قرار دیا گیا۔ نیز دیکھو باب ۲۶۔

تھبز کے زوال کے بعد اتھنری سفارت سکندر کے دربار میں؛ آرین ۱، ۱۰، ۳؛ مقابلہ کرو شیفر "دیموس تھنیس" ۳، ۱۳۷ وغیرہ۔ دیموس تھنیس کی ربانی کتوں اور بھیڑوں کا ذکر، پلوٹارک، "دیموس تھنیس" ۲۳۔

خاریداموس ایشیا جاتا ہے اور جب وہ شہنشاہ کے سامنے ایرانی فوج کی اصلی حالت پر رائے ظاہر کرتا ہے تو فوراً اُسے جلاد کے سپرد کر دیا جاتا ہے؛ دیوڈورس ۱۷، ۳۰۔

باب ۲۰

مطالبہ کیا۔ اس مطالبے پر ایتھنز میں جمعیت عوام میں بحث ہوئی؛ فوکیون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا، بلکہ اُس نے کہا کہ اگر شہر کی حفاظت کا واحد طریقہ یہی ہے تو وہ اپنے بڑے سے بڑے دوست کی بھی پروا نہیں کرے گا، چنانچہ اُس نے اس کا عملی ثبوت دیا اور آخرکار خود اپنی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ دیموس تھنیس نے اُس پر یہ سوال کیا کہ یہ کہاں تک مناسب ہے کہ بھیڑیں اپنے نگہبان کتوں کو درندوں کے سپرد کر دیں؟ سب سے زیادہ عملی صلاح دیما دیس نے دی؛ اس نے کہا کہ سکندر سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ اپنے مخالفوں کا قصور معاف کردے، اور ایتھنزیوں نے اس تحریک کو منظور بھی کر لیا، چنانچہ دیمادیس اور فوکیون بادشاہ کے پاس گئے اور اُس سے یہ وعدہ کیا کہ ایتھنزی اُن سب پر مقدمہ قائم کریں گے اور اُنھیں مناسب سزا دیجائیگی۔ ایران سے آئے ہوئے ۳۰۰ تالنت خرچ کرنے کی پاداش میں دیموس تھنیس جلاوطنی کا مستحق تھا، لیکن اریوپاگوس نے تحقیقات کرکے اُسے کوئی سزا نہیں دی۔ ظاہر ہے کہ اس بے رخی سے سکندر کیا متاثر ہوتا، اُسے تو اس سے زیادہ اہم تر امور کی طرف توجہ کرنی تھی؛ علاوہ ازیں اُسے ایتھنز کا اتنا ہی پاس تھا جتنا اُس کے والد فیلقوس کو؛ اور وہ بھی اس شہر کو یونانی تمدن کا مرکز تصور کرتا تھا جس کی عام رائے پر شاعروں، سپہ سالاروں اور مدبروں کی شہرت اور نیکنامی کا مدار تھا۔ سالہا سال بلکہ صدی با صدی تک لوگوں میں اس مدینۃ الحکما کے متعلق یہی خیال جاگزیں رہا، چنانچہ عرصۂ دراز تک ایتھنز کے ساتھ دوسرے یونانی شہروں سے کہیں بہتر سلوک روا رکھا گیا [۱]

---

[۱] ایسقراطس کی پانی گی ریکوس Isocr Panegyricus کا فیلقوس، سکندر اور

یادداشت متعلق باب بستم

عہد سکندر اعظم کی تاریخ کی اسناد پر مفصلۂ ذیل مصنفوں نے بحث کی ہے:-

(۱) سینٹ کروا: "عہد سکندری کے قدیم مورخوں کے بیانات کی تنقید" (Ste-Croix Examen critique des anc historiens d'Alex. le Grand) پیرس سنہ ۱۸۰۴ء

(۲) گائیر: "مورخین عہد سکندری" Geier : De Alexand Scriptor ہالے سنہ ۱۸۳۵ء -

(۳) گائیر: "عہد سکندری کے ہمعصر مورخ" Geier Scrhist Al. M Aetate suppares ill.) لائپزگ سنہ ۱۸۴۴ء -

(۴) ڈروائے سن: "یونانیت" Droysen : Hellenismus ۱، ۲ ونتیجہ -

(۵) اے شینے: "انالیکٹا" A Schoene . Analek لائپزگ سنہ ۱۸۷۰ء، ونیز شیفر نے سالیانہ لسانیات سنہ ۱۸۷۰ء N, Jahrb F. Phil III میں اس پر جو نوٹ لکھا ہے -

(۶) لاؤدین: "ماخذ تاریخ عہد سکندری" Laudien · Ueber die

بقیۂ حاشیۂ صفحہ گذشتہ اُسکے بعض جانشینوں پر بہت بڑا اثر پڑا، اور ہمارے نزدیک اُسمیں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ اُس زمانے کے مہذب ترقی یافتہ وتربیت یافتہ لوگوں میں سے اکثر کی رائے تھی - ہماری دانست میں یہ فارقلیس کی اُس تقریر کا گویا جواب ہے جو طوسی دیدش میں دی ہوئی ہے -

یادداشت متعلق باب

Quellen Z Gesch. Alex. d Gr. لائپزگ ۱۸۶۷ء۔

(۷) فوگل: "حیات سکندر اعظم کی بابت پلوٹارک کے ماخذ"
Vogel: Ueber die Quellen Plutarchs in der Biogr Alex.'s

(۸) کیوہلر: "تنقید ماخذ تاریخ عہد سکندر در دیودوروس، کرتیوس و یوستی نوس"
Koehler· Quellen— Kritik Z. Gesch. Ald. Gr. in Diodor,
Curtius und Justin لائپزگ ۱۸۷۹ء۔

(۹) ملر: "استرابو کے مطابق تاریخ سکندری" Miller: die
Alexandergeschichte nach Strabo ورتسبرگ ۱۸۸۲ء۔

(۱۰) فرینکل، "ماخذ تاریخ سکندری" Fraenkel: Die Quellen der
Alexander-historiker برلن ۱۸۸۳ء۔

(۱۱) کیرسٹ: "تحقیقات تاریخ عہد سکندر اعظم" Kaerst:
Forschungen Z Gesch. Al. d. Gr. شٹٹگارٹ ۱۸۸۷ء۔

(۱۲) گٹشمڈ: "تاریخ ایران از سکندر اعظم تا زوال آرساکیان"
Gutschmid: Gesch. Irans. von Al. d. Gr. bis. Z. Untergange
der Arsaciden ٹیوبنگن ۱۸۸۳ء، صفحہ ۸۳۔

سکندر اعظم کے متعلق جو کچھ معلومات ہیں اُن کے وثوق کئے جا سکتے ہیں۔ آرین باشندۂ نکومیدیہ نے جو شہنشاہ ہیڈرین کے زمانے میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھا، اپنی تاریخ کا مواد اکثر و بیشتر مقدونوی ماخذ سے اخذ کیا تھا، یعنی اس کا انحصار سرکاری و نیم سرکاری کاغذات بالخصوص شاہ بطلیموس و ارسطوبولوس ساکن کاساندریا کی تحریروں پر تھا؛ اور اُس کے خطاب "زینوفون ثانی" سے اُس کے اسلوب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک آرین میں بطلیموسی و ارسطوبولوسی ماخذ کا امتیاز ناممکن ہے، لیکن ہمارا قیاس ہے کہ اُس نے بطلیموس کو جنگی معاملات میں اور ارسطوبولوس کو دیگر امور میں اپنی سند قرار دیا ہوگا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ ارسطوبولوس نے جنگ گوگامیلا کے بعد جو ایرانی کاغذات پکڑے گئے

یادداشت متعلق باب ۲

انھیں اپنی سند بنایا ہوگا (آرین ۳، ۱۱، ۳) - اپنی "حیات سکندر" میں پلوٹارک اپنے معمول کے مطابق صاحب حیات کے ساتھ جانبداری کا اظہار کرتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنے واقعات ارسطوبولوس، اونے سی کریتوس، سکندر کے جہاز کے کپتان اور کلی تارخوس سے اخذ کئے، جس کا ذکر ابھی کیا جائے گا، اور بالواسطہ اس کا بہت کچھ مواد مشائی فلسفی ساتی روس سے اخذ کیا گیا ہے۔ کلیتارخوس پر رُول نے اپنے مضمون "امور متفرق" (جریدۂ لسانیات" جلد ۱۲۷ Ruhl. Vermischte Bemerkungen, N. Jahrb. F. Phil. میں بحث کی ہے؛ کلیتارخوس عوام کی خاطر اپنے خیالات قلمبند کرتا تھا، اور اسی لئے جو کچھ اُس نے لکھا ہے اُس کا پیرایہ دلچسپ ہے۔ بہت سے علما کا خیال ہے کہ دیودوروس ۷ ایں اُس کے اقتباسات دئے ہوئے ہیں، لیکن بریوکر نے اپنی کتاب "طرز تحقیق ماخذ" (Broecker Moderne Quellen-forscher) انز بریوک ۱۸۸۲ء میں بعض قابل غور اعتراضات کئے ہیں۔ دیودوروس میں بعض مواد ایسا ہے جو بعض اہم امور کی بابت بھی نہایت مفید مطلب ہے، جیسے باب ۷ ایں۔ کرتیوس روفوس و یوستی نوس میں بھی کلیتارخوس کے متعلق کچھ معلومات ملیں گی۔ ہم نے جو دو شقیں قائم کی ہیں ان میں سے پہلی زیادہ عملی اور دوسری زیادہ لفظی ہے، اور اس سے دونوں کے صحیح انطباق کے لئے ایک معیار مل جاتا ہے؛ اور اگر ہم پہلی کو بطور زمین کے قرار دیں تو دوسری کو گویا اُس کا تتمہ سمجھنا چاہئے۔

کالس تھنیس نے اُس وقت تک سکندر کی چاپلوسی کی جب تک اُس کی خودداری کو ٹھیس نہیں لگی، لیکن اُس کی واقعی حیثیت کا تعین کرنا مشکل ہے۔ دیکھو باب ۲۵۔ نیز مقابلہ کرو کیرسٹ Kaerst صفحہ ۸۰۔

سکندر نے سرکاری وقایع کا انتظام کر کے ہمارے لئے اپنی مہمات اور کارروائیوں کا ایک صحیح خاکہ چھوڑا ہے؛ مقابلہ کرو ڈروائےسن۔ اسی زمرے میں بے ماتستائی کے روزنامچے، ایرانی دربار ی اخبار کے طرز پر یومنیس کے

یادداشت متعلق باب ۲۰

"اخبار شاہی" اور نیارخوس کا سفرنامہ یہ سب آتے ہیں۔ سکندر کے عرض بیگی خاریس نے جو تاریخ تالیف کی وہ غالباً ذاتی تجربات پر مبنی ہوگی، لیکن اونے سی کریتوس اور اناسی منیس ساکن لمپساکوس کی کتابیں اپنی سچائی کے لئے مشہور نہیں تھیں۔ سکندر کے افسانہ آمیز واقعات "مصنوعی کالس تھنیس" اور یولیبوس والے ریوس نے اپنی کتابوں میں جمع کئے۔

مقابلہ کرو شیفر: "علم تحقیقات ماخذ" :Schaefer Quellenkunde ، $\frac{65}{69}$ ؛ ۲، ۶، ۹، ۱۳۸ ؛ گیرسٹ کا مضمون پاؤلی وِسووا Pauly-Wissova ، $\frac{1412}{1434}$ میں ؛ نیز Niese کی کتاب جس کا اقتباس آگے دیا ہوا ہے، ا، ص $\frac{3}{19}$۔ سکندر کے مورخوں کے اجزا کے لئے دیکھو آریَن کی اشاعت زیر ادارت ک، میولر۔ یولیوس والے ریوس کو کیوہلر Kuehler نے لائپزگ ۱۸۸۸ء میں شایع کردیا ہے۔

باب بست ویکم

سلطنت ایران

اور

مشرقی دنیائے یونان کے تین اجزا

جس سلطنت پر سکندر اعظم کا دانت تھا اُس کا رقبہ خود اُس کے مُلک کے رقبے سے کم از کم پچاس گنا اور آبادی کم از کم بیس گنی تھی[1] اور وہ

---

[1] سلطنت ایران کی اندرونی کیفیت کے متعلّق جو معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ بہ نسبت یونانی مورخوں کے ایرانی اسناد سے زیادہ تر اخذ کی گئی ہیں اور ان کے ذریعے سے ہخامنشی فرماں رواؤں کے متعلق کافی مواد فراہم ہوجاتا ہے؛ دیکھو سپیگل: "قدیمیات ایران" (Spiegel.Eran Alterth.) جلد ۳ - ان ایرانی ماخذ کے بموجب ایرانی آبادی تین طبقوں پر منقسم تھی؛ (۱) اوّل تو مذہبی پیشواؤں کا طبقہ جسیں ایرانی "اثروان" اور یونانی "ماگی" کہتے تھے - واضح ہو کہ سپیگل کے نزدیک ان دونوں کے مترادف ہونے میں کوئی شبہہ نہیں (۳، $\frac{۵۳۹}{۵۹۶}$) (۲) دوسرا طبقہ لڑنے والوں کا تھا جس میں خود شہنشاہ، چند اضلاع کے حکمراں (سپیگل ۳، ۶۱۳) اعیان اور عہدہ دار شامل تھے - لیکن قاعدے کے مطابق شہنشاہ کو مذہبی پیشواؤں کے طبقے میں شامل کرلیا جاتا تھا، جس کی وجہ سے دینی و دُنیوی اقتدار کے مابین

باب ۲۱ ہیلیس پونٹ سے پنجاب تک اور جھیل آرال سے دریائے نیل تک

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کسی قسم کا تنازعہ ناممکن ہو جاتا تھا (۳، ۶۰۲)۔ شہنشاہ گویا قوم کا گلہ بان ہے، اور گو ہخامنشی شہنشاہ نسبًا دیوتاؤں کی اولاد خیال کئے جاتے ہیں لیکن وہ اپنے معبود ہونے کا اعلان نہیں کرتے۔ دارائے اوّل کے زمانے ہی سے ایران کے فرماں رواؤں نے شاہ اعظم اور شہنشاہ کا خطاب اختیار کر لیا تھا۔ اُس کی حیثیت بالکل مطلق العنان بادشاہ کی تھی، اور وہ اپنے آپ کو رعایا سے بالکل الگ تھلگ رکھتے تھے؛ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں تک عزت و وقار کا تعلق ہے اعلیٰ ترین ایرانی اعیان بادشاہ سے کچھ ہی کم شمار کئے جاتے تھے۔ بہت سے اعیان ایسے تھے جو اپنی اپنی گڑھیوں میں خود مختارانہ زندگی بسر کرتے تھے (۳، ۶۲۲) اور سکندر اعظم کے عہد میں بختیاریہ اور سوگدیانا میں یہ صورت حال نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

دارائے اوّل نے چھوٹے چھوٹے فرماں رواؤں کی قوت کا خاتمہ کرنے کی غرض سے صوبہ دار یا "شہریار" "ساتراپ" ("کشاثر پاوان" = محافظین سلطنت) مقرر کئے۔ سلطنت ایران کے طرز حکومت پر شپیگل نے ۳، ۳۶۰ میں بحث کی ہے؛ وزیر اعظم کے لئے دیکھو باب ۲۷۔

شہنشاہ کے فرایض میں یہ داخل تھا کہ عوام کے لئے بڑے بڑے ایوان تعمیر کرائے اور مستحقین کو امداد دے۔ (۳) سلطنت کے تیسرے طبقے میں جیسا ہے، کاشتکار اور سوداگر شامل تھے (شپیگل ۳ ۵۴۷/۵۴۳) شپیگل ۱، ۶۷ تا ۸۰ میں ایرانیوں کی خانگی زندگی پر بحث کرتا ہے۔

اندرون ملک میں بہت کم قصبات نظر آتے ہیں اور اکثر مقامات محض دیہات قرار دئے جا سکتے ہیں، جن میں سے بعض میں ایک قلعہ بھی ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے ہم ایران کے بہت کم قصبات کا نام پڑھتے ہیں، اور لطف یہ ہے کہ خاص پائے تخت کا بھی کوئی مستقل نام نظر نہیں آتا، چنانچہ آریَن (۳، ۱۸، ۱۰) پرسی پولس کو ایک جگہ "پرسائے" اور دوسری جگہ (۶، ۳۰) "بازی لیہ پرسون" کہتا ہے۔ انھیں اسباب کی وجہ سے سکندر اعظم کو اندرون ملک فتح کرنے میں کچھ زیادہ مشکلات پیش نہیں آئیں،

باب ۱۲

پھیلی ہوئی تھی۔ اس عظیم الشان سلطنت میں دریا، پہاڑ، صحرا اور جھیل، زرخیز رقبے اور پہاڑی چراگاہیں، قطبی سردی اور استوائی گرمی کے منطقے، ہر تمدّن رنگ روپ، زبان اور مذہب کے باشندے پائے جاتے تھے، اور ان سب کے مابین صرف ایک ہی رشتۂ اتحاد تھا یعنی خود فرماں روائے ایران کی شخصیت جس کا حکم بمنزلۂ قانون تھا۔ اگر یہ فرماں روا عقلمند ہوتا تو وہ اپنی رعایا کے احساسات اور جذبات کا خیال رکھتا، ورنہ اُسے ہمیشہ کسی نہ کسی حصۂ سلطنت میں بغاوتوں اور خروجوں کے لئے تیّار رہنا پڑتا۔ اس قسم کی بغاوتیں ہمیشہ ہوتی رہتی تھیں، بلکہ یوں کہیئے کہ کوئی منٹ ایسا مشکل سے گزرتا ہوگا کہ کہیں نہ کہیں بغاوت کو فرو نہ کیا جا رہا ہو۔ لیکن اس قسم کی بدامنی سے سلطنت کے استحکام میں مطلق کوئی فرق نہیں آتا تھا اس لئے کہ مختلف صوبوں کے مابین کسی قسم کا اندرونی رشتۂ اتحاد نہ تھا۔ چنانچہ اگر ایک صوبے میں بغاوت رونما ہوتی تو اُس کا دوسرے صوبوں پر مطلق کوئی اثر نہ پڑتا۔ اس سے آگے بڑھیئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک ہی صوبے کے مختلف حصّوں کے مابین بھی بہت کم ظاہری واسطہ تھا۔ اگر کسی صوبے میں باغیوں کو کامیابی ہوتی تو اس کا بیش از بیش نتیجہ یہ نکلتا کہ اُس صوبے سے چند سال کے لئے خراج آنا بند ہو جاتا جس کی وجہ سے خزانۂ عامرہ کی آمدنی میں کمی ہو جاتی۔ لیکن چونکہ شہنشاہ کے پاس بے حساب دولت جمع تھی جسے کبھی خرچ کرنے کی نوبت نہ آتی تھی اس لئے اس کمی کا کوئی معتد بہ اثر نہیں پڑتا تھا۔ جن صوبوں کے باشندے فوج میں بھرتی ہوتے تھے اُنھیں بھی برابر خراج ادا کرنا پڑتا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ صرف چوتھی صدی ق م میں ہی شہنشاہ ایران کو یونانی اجیر سپاہیوں کو تنخواہ دینی پڑتی تھی، لیکن یہ اخراجات شہنشاہانہ آمدنی کا عشر عشیر بھی نہ تھے۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اور جب تک وہ ہندوستان کی سرحد تک نہیں پہنچا اُس وقت تک اُسے تعصبات بہت کم نظر آئے مقابلہ کرو نیزے: "تاریخ ممالک یونان و مقدونیہ" (Niese : Gesch der Griech. und Makedon Staaten جلد ا، صفحہ ۴۹ — ۴۹۶)۔

باب ۱۲

علاوہ ازیں دو واقعات ایسے ہیں جو ایران کی سی وسیع اور بے ڈول سلطنت کی شیرازہ بندی میں ممد و معاون ہوئے۔ اوّل تو یہ کہ مصر کے سوا کسی دوسرے اہم صوبے میں کسی مقامی شاہی خاندان نے علم بغاوت بلند نہیں کیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر مقامات کے قدیم خاندانوں کی بیخ کنی ہو چکی تھی اور رعایا جس طرح پرانے فرماں رواؤں کے تحت مگن تھی ویسے ہی اب ہخامنشی شہنشاہوں کی سیادت میں بھی خوش و خرم تھی؛ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ شہنشاہ کے دوش بدوش ملک کے اعیان و کبار بھی موجود تھے جو بعض مواقع پر اُس کی مطلق العنانی میں حائل ہو سکتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ علاوہ روپے کی وصولی کرنے اور جنگی امور پر توجہ کرنے کے مرکزی حکومت صوبہ واری معاملات میں بہت ہی کم دلچسپی لیتی تھی۔ ہخامنشیوں نے ہر قبیلے کو اپنے مذہب اور رسم و رواج پر عمل کرنے کی پوری پوری آزادی دے رکھی تھی، اور گو بلاشبہہ مصر اس کلیے سے مستثنیٰ تھا لیکن اس استثنا سے خود ایرانیوں کو ہی نقصان پہنچا۔ نیز یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صوبوں کے باشندوں سے جو روپیہ وصول کیا جاتا تھا اُس کی مقدار، اور جو سپاہی طلب کئے جاتے تھے اُن کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی؛ چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رعایائے ایران کی حالت کچھ ایسی زیادہ سقیم نہیں تھی، بلکہ سلطنت کے مختلف قبیلے آرام سے زندگی بسر کرتے تھے؛ لاکھوں میل کے اس رقبے میں نسبتہً امن و امان کا دور دورہ تھا اور لوگ بلا خوف خطر ادھر اُدھر آجا سکتے تھے۔ الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض جمود کے فطری قانون کے تحت ہی سلطنت کا قیام کیوں نہ ہو، لیکن جو اسباب اُس کے عروج کا باعث ہوئے ہوں گے وہ غالباً اس وقت بھی موجود تھے، ورنہ باوجود ان تمام باتوں کے جو اوپر بیان کی گئیں یہ سلطنت ایک دن کی بھی نہ ہوتی۔ اس سلطنت کے بانی مبانی عقل و فہم کے دو پتلوں یعنی کورش و داریوش نے ڈالی تھی، لیکن محض ذاتی فہم و ذکا کے علاوہ ایک عظیم اصول ایسا اور تھا جو اُس کی بنا میں ممد ہوا تھا۔ ایرانی تمدن دوسرے ایشیائی تمدنوں میں سب سے زیادہ ارفع و اعلیٰ تھا

باب ۱۲

اُن کے مذہب میں جو غلو پایا جاتا تھا وہ دوسرے ہمعصر مذاہب میں مفقود تھا، اور اُس قوم میں جو ایسے مذہب کی معتقد ہو اور ساتھ ہی شجیعانہ اور بہادرانہ اوصاف بھی پائے جاتے ہوں اُنہیں باوجود مذہبی بدعات سیئہ کے پیدا ہو جانے اور اُس کے افراد کی شجاعت میں کمی ہو جانے کے اب بھی دوسری اقوام میں ایک خاص امتیاز تھا۔ سلطنت ایران میں کسی ایرانی کو وہی امتیاز حاصل تھا جو دنیائے یونان میں باشندۂ اسپارٹا کو۔ بلاشبہ مذہب کے معاملے میں ایرانی اور سامی کے مابین بہت بڑا تباین نظر آتا ہے، اور قیاس چاہتا ہے کہ سامی تمدن ایرانی نشو و نما میں حائل ہوا ہوگا؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایرانی عروج اور بابل کے سامی مذہب کے (جو سامی مذاہب میں سب سے زیادہ منتشر تھا) کے زوال کا زمانہ ایک ہی تھا۔ علاوہ بریں کورش نے کمال چالاکی سے معبودان بابل کو کبھی برا بھلا نہیں کہا۔ نیز چونکہ پرستاران بیل کا کوئی ایسا ملک نہیں تھا جس میں رہکر وہ ایرانی پیش قدمی کی مستقل مدافعت کر سکتے اس لئے اریائی اور سامی مذاہب کے باہمی تباین کی کوئی سیاسی اہمیت باقی نہ تھی، بلکہ اس کے بجائے تمدن بابل مشرق کے مشترک تمدن کا ایک جزو بن گیا تھا اور اُسے بوجہ اپنی علمی صفات کے ایک خاص پایہ حاصل ہو گیا تھا۔ رہیں دوسری سامی اقوام، ان میں سے یہودیوں کی اہمیت بہت کم ہو گئی تھی اور ایرانی فنیقیوں کو اپنے تجارتی اغراض و مقاصد کے لئے کام میں لاتے تھے جس کے باعث وہ سلطنت کے لئے اور سلطنت اُن کیلئے کارآمد اور سودمند تھی، بلکہ حق تو یہ ہے کہ فنیقی نہ ہوتے تو بہت سے صوبے پہلے ہی نکل جاتے۔

سلطنت ایران کا اثر ان صوبوں میں خاص طور پر معرض خطر میں تھا جہاں کے فطری حالات اور تمدن کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کے میلان آزادی کو تقویت پہنچی، چنانچہ یہ کیفیت ممالک مغرب، ایشیائے کوچک اور مصر میں پیش آئی۔ مصریوں کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ ایک طرف تو

باب ۲۱

اُن کا تمدّن ایرانی تمدّن سے بالکل جداگانہ تھا، اور دوسری جانب اُن کا مُلک بہ آسانی دُنیائے باقیہ سے بالکل الگ تھلگ کیا جا سکتا تھا۔ بایں وجوہ مصریوں کو باہمی متحد کرنا اور مصریوں کا نسبتہً بڑے بڑے لشکروں کی مدافعت کرنا کچھ ایسا مشکل امر نہ تھا۔ ایشیائے کوچک میں ایرانی اثر کو جو خطرہ تھا اُس کے اسباب ذرا مختلف تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ملک دوسرے صوبہ جات ایران کے سلسلے میں ہی واقع تھا، لیکن پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے اُس کے مختلف حصّوں کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنا آسان تھا، اور مُلک یونان کے قُرب کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کے لئے وہ زندگی بالکل ناممکن العمل تھی جس سے کوئی بابلی یا اراخوزی علی العموم مطمئن ہوسکتا تھا۔ یونانیوں میں بہ نسبت مشرقی اقوام کے فطرتاً بے چینی کا مادہ بھرا ہوا تھا، اور اگر بالفرض ایران کی یونانی رعایا حکومت کو دق نہیں کرتی تھی تاہم اُس کے اقوال وافعال سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس کی اپنی بھی کوئی ذاتی رائے ہے، وہ ایسی سلطنت میں جہاں شہنشاہ کے علاوہ کسی فرد کو ذاتی رائے رکھنے کا حق نہ سمجھا جاتا تھا۔ حقیقت میں سلطنت ایران کی کمزوری کا بڑا بھاری سبب یہی تھا۔ بیشک ذہنی اعتبار سے ایران کے مذہب کو بہت کچھ تفوّق حاصل تھا، لیکن چونکہ مُلک پر شخصی حکومت کی جاتی تھی اس لئے اُسے اس مذہب سے کوئی خاص مادّی فائدہ نہیں پہنچتا تھا۔ ہخامنشی خاندان کے افراد میں ایک طرف تو خودغرضی کا مادہ بھرا ہوا تھا اور دوسری جانب ہر قسم کے عیش وعشرت کے سامان کی فراوانی تھی جس کے باعث اُس میں اور ماضی وحال کے دوسرے مطلق العنان خاندانوں کے افراد میں کچھ زیادہ فرق باقی نہیں رہا تھا۔ دوسرے ممالک کی طرح جہاں ذاتی رائے کا مظاہرہ ممنوع ہو، یہاں بھی سازشوں اور سخت گیریوں کا بازار گرم تھا اور شہنشاہ اور شہزادے دونوں اکثر دشمن کی تلوار کا شکار ہوتے تھے۔ پلوٹارک نے اردشیر بہمن کی جو سوانح عمری لکھی ہے اُس کے دیکھنے سے فرماں روایان ایران کی ردی اور ذبوں حالت

کا پتا چلتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی موجودہ خاندان کے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہوئے اُس پر فتح پانا کچھ آسان کام نہ تھا اور اُس کے لئے ایک نہایت زبردست حملے کی ضرورت تھی۔ یہ حملہ اب سکندر نے کر دیا۔

سلطنت ایران کے جن صوبوں کو سب سے زیادہ خطرے کا سامنا کرنا پڑتا تھا وہ مغربی صوبے تھے اور اسّی برس سے اُن کی حالت نہایت درجہ ناگفتہ بہ تھی۔ بغاوتوں کا سلسلہ مصر سے شروع ہوا جہاں سنہ ۴۱۴ ق م میں اس صوبہ والوں نے امیرتالیوس کی سیادت میں علم بغاوت بلند کر دیا اور اس میں وہ اس قدر کامیاب ہوئے کہ ساٹھ برس تک مسلسل وہ اپنی آزادی کو قائم رکھ سکے۔ امیرتالیوس کے بعد بسامطیق تخت پر بیٹھا، اُس کے بعد اخوروس (سنہ ق م تا سنہ ۳۸۷ ق م) اور اس کے بعد بکتانے بوس (سنہ ۳۸۷ ق م تا سنہ ۳۶۹ ق م)۔ ایران سے ایواغورس ساکن قبرس کے چلے آنے کے بعد مصریوں کے لئے اپنی آزادی کا برقرار رکھنا پہلے سے بھی زیادہ آسان ہو گیا۔ سنہ ۳۸۳ ق م میں جب قبرس کو ایرانیوں نے از سر نو مطیع کر لیا تو اُنھوں نے مصر کے خلاف ایک لشکر جرّار روانہ کیا جس پر مصری یونانیوں سے مدد کے خواستگار ہوئے[۲۵] اور ایتھنز نے خابریاس کو اُن کی

---

۲۵ یہ امر ہنوز تحقیق طلب ہے کہ سالامس اور قبرس میں ایواغورس کے نام کا ایک فرماں روا تھا یا دو۔ دیودوروس ۱۵، ۴ (سنہ ۳۸۶ ق م) میں لکھتا ہے کہ ایواغورس اپنے بیٹے بنی تاغورس کو سالامس چھوڑ کر مصر چلا گیا، وہاں سے واپس آنے پر (باب ۱۹، سنہ ۳۸۵ ق م) نکوکلیس کے ہاتھ سے مارا گیا، جس کے بعد نکوکلیس سنہ ۳۷۴ ق م میں فرماں روائے سالامس بن بیٹھا۔ لیکن ہم ۱۶، ۴۲ میں پڑھتے ہیں کہ سنہ ۳۵۱ ق م میں ایواغورس نے پھر تخت نشیں ہونے کی کوشش کی۔ لطف یہ ہے کہ دیودوروس نے کسی دوسرے ایواغورس کا ذکر بھی نہیں کیا، جس کی وجہ سے بعض مورخوں کے نزدیک ۱۵، ۴۶ میں اُس کی موت کا جو تذکرہ ہے وہ غالباً غلط بیانی پر مبنی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں

باب ۱۲ | کمک کے لئے روانہ کیا۔ لیکن ایتھنز اُسے واپس بلا لینے پر مجبور رہوا اور مصر کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (۱۶، ۴۲ ۶ سنہ ۳۵۰ ق م) کہ بنی تاغورس فرملن روا بنا رہتا ہے اور قبرس واپس آنے پر ایواغورس کو سزا دی جاتی ہے۔ لیکن جس ایواغورس نے تاریخ میں نام پیدا کیا ہے اُس نے سنہ ۴۱۱ ق م میں حکومت کرنی شروع کی؛ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ سنہ ۳۵۰ ق م میں "با اختیار" کیا گیا ہو؟ لیکن جب ہم تھیوپومپوس کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے بالکل مختلف تصویر نظر آتی ہے اور اُس کے مطابق ایواغورس کو جس نے قتل کیا وہ ایک شخص مسمّٰی نکوکریون کا غلام تھراسی دایوس تھا۔ پھر ہم السقراطیس کے خطوط میں، جو نکوکلیس والی سالامس کے نام لکھے گئے تھے، دیکھتے ہیں کہ نکوکلیس ہی ایواغورس کا جانشیں ہوا، آرین ۲، ۲۰ و ۲۲ میں پڑھتے ہیں کہ بنی تاغورس سنہ ۳۳۲ ق م میں سالامس کا حکمراں تھا، اور پلوٹارک "حیات سکندر" ۲۹ میں کہ سنہ ۳۳۱ ق م میں یہاں نکوکریون حکومت کرتا تھا۔ ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ (۱) دیودوروس نے نکوکلیس پر ایواغورس کے قتل کا جو الزام لگایا ہے وہ غلط ہے؛ (۲) ایواغورس کا جانشیں نکوکلیس غالباً اُس کا بیٹا ہوگا؛ (۳) ممکن ہے کہ دیودوروس (۱۶، ۴۲) جس بنی تاغورس کے سنہ ۳۵۰ ق م میں حکومت کرنے کا ذکر ہے وہ وہی ہو جو سنہ ۳۳۲ ق م میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا؛ (۴) یہ امر قطعی ہے کہ دیودوروس ۱۶، ۴۲، ۴۶ میں جس ایواغورس کا ذکر ہے اُس کی بابت ہمیں مطلق کوئی معلومات حاصل نہیں؛ نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ سنہ ۳۵۱ ق م میں جو بنی تاغورس حکومت کر رہا تھا وہ کس سنہ میں تخت نشیں ہوا تھا۔ الغرض مقامات اور شخصیات میں جو خلط مبحث نظر آتا ہے اس پر جس قدر تعجب کیا جائے کم ہے۔ تھیوپومپوس کہتا ہے کہ تھراسی دیوس نے ایواغورس اور اُس کے بیٹے بنی تاغورس کو نکوکریون کا بدلہ لینے کی غرض سے قتل کر ڈالا، لیکن سنہ ۳۳۱ ق م میں ہم نکوکلیس کو بنی تاغورس کا جانشین بنتے دیکھتے ہیں اور یہ بھی ممکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس کا بیٹا ہی ہو۔ اب یہ امر مسلّمہ ہے کہ نکوکلیس ایواغورس کے فرزند کا نام تھا، اس لئے ہم سابقہ "نکو" سے یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ نکوکریون بھی اسی خاندان کا رکن ہوگا، جس کے ارکین باوجود یونانیت کے دور دورے کے بعض ایشیائی حکمرانوں کی طرح ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے

باب ۲۱

مدد کرنے کی بجائے اُس نے ایفیکراتیس کو ایران کی مدد کے لئے
شہنشاہ کے پاس بھیج دیا۔ ایفیکراتیس کو فرنا بازو کی فوج میں جگہ دیگئی؛
لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ایرانی صوبہ دار نے ایتھنزی سپہ دار کو اُس کی مرضی
کے مطابق نہیں چلنے دیا؛ چنانچہ موخرالذکر کو اپنی جان تک کے لالے
پڑ گئے اور وہ آخر کار ایتھنز واپس آگیا۔ ہم اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں
کہ تموتیوس ۳۷۳ق م میں ایتھنزیوں کا نشانۂ ملامت بننے سے بال بال
بچ گیا تھا جسکے بعد اُس نے ۳۶۷ق م میں شہنشاہ کے خلاف اریوبارزان کی
مدد کی تھی اور دو سال بعد ایتھنزیوں کی طرف سے جزیرۂ ساموس فتح
کیا تھا؛ لیکن اب وہ ایران کی طرف چلا گیا، گو اُسے بھی مصریوں کے خلاف
کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں
ایشیائے کوچک بھی صوبہ داروں یونانی بلدیات اور نیم یونانی خودسروں
کی بغاوتوں کا میدان کارزار بنا ہوا تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ میزیہ میں
اور دنتیس نے، کاریہ میں موسولوس نے اور افروجیہ میں اریوبارزان

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ تیار تھے۔ نکوکلیس کا حشر بھی اچھا نہیں ہوا Ath ۱۲، ۵۳۱
اور ۳۶۰ق م سے پہلے ہی (جب Isocr Antid ۶۷ کے بموجب وہ چند سال حکمرانی
کرچکا تھا) اُس کا خاتمہ ہوگیا۔ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head: H N ۶۲۴ وغیرہ
میں سکہ جات کی مدد سے سالامس کے حکمرانوں کی فہرست مرتب کی گئی ہے اور اُس میں
ایواغورس دوم ۳۶۱ق م سے ۳۵۱ق م تک حکمران نظر آتا ہے۔ میں نے اس حاشیے میں اس امر پر
ذرا تفصیل سے اس لئے بحث کی ہے کہ اس سے اُس عہد کے لوگوں کے حالات اور اسناد
کے وثوق کا پتا لگتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمعصر مورخ بھی جنھیں صحیح واقعات معلوم ہونے چاہئے تھے،
بعض واقعات کے متعلق ہم لسان نہیں ہیں۔ دیکھو یودائخ: "مطالعات ایشیائے کوچک" Judeich:
Kleinasiatische Studien ۱۸۹۲ء؛ بابلوں Babelon صفحات CXX
CXXII؛ موخرالذکر کی رائے ہے کہ ایواغورس اول نے ۴۱۱ق م سے ۳۷۴ق م تک
اور ایواغورس دوم نے ۳۶۵ق م سے ۳۵۱ق م تک حکومت کی۔

باب ۲۱

نے نیم آزاد حکمرانوں کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔ اس قسم کے ہوشیار حکمرانوں پر ایرانیوں نے عام طور سے چالاکی اور عیاری کو کام میں لاکر غلبہ حاصل کیا؛ مثلاً داتامیس ہی کا قصہ ہے کہ اُس نے پہلے تو شہنشاہ کی خدمت کی، پھر علم بغاوت بلند کیا اور آخر کار ایک ایرانی کے جال میں پھنس گیا۔[1] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی کھلے میدان میں بالکل بیکار تھے۔ ۳۶۱ ق م میں اُن کی اس کمزوری کا اندازہ کرکے تاخوس شاہ مصر نے خابریاس اور اگےسی لاؤس کی مدد سے ایران پر حملہ کر دیا؛ لیکن خود اُس کا اپنا ملک اُس سے بغاوت کر بیٹھا اور اُس کی جگہ نکتا نے بوس دوم کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ ملک افراتفری کا ایسا شکار بنا ہوا تھا کہ اگر اگےسی لاؤس موقع پر موجود نہ ہوتا تو شائد نکتا نے بوس کو بھی تخت سے دست بردار ہونی پڑتی۔ اگےسی لاؤس مصر سے واپس آ ہی رہا تھا کہ راستے میں اُس کا انتقال ہو گیا۔[2]

---

[1] کورنے لیوس نیپوس نے داتامیس کی سوانح عمری کی مصنوعی تزئین میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا، لیکن یہ سوانح عمری پھر بھی تاریخ تمدن کے مطالعے کے لئے نہایت مفید ہے۔ داتامیس کامیسارئیس صوبہ دار لیوکوسیریہ کا بیٹا تھا اور اُس نے ۳۸۴ ق م میں کادوسی کے خلاف جنگ میں اور اس کے بعد اوتوفرادا تیس کے ساتھ باغیوں کی سرکوبی کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بعد ازاں اُس نے تھوئس شاہ پفلاگونیا کو، جسے پفلاگونیا کے ہومری سورما پی لائےمنیس کی اولاد سے ہونے کا فخر تھا، گرفتار کرکے شہنشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ شہنشاہ نے اُس کی قابلیتوں کا اندازہ کرکے اُسے ۳۷۹ ق م اور ۳۷۴ ق م کے ابین مصر کے مقابلے کے لئے اور پھر آس پاس والی کاتاؤنیہ کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ دیودوروس (۱۵، ۹۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ داتامیس نے شہنشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور چونکہ وہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا تھا اس لئے اُس کے خلاف چال چلی گئی اور اُسے قتل کرا دیا گیا۔ دیکھو یہودا نگ ۱۹۰ وغیرہ اور بابلوں XXXVII تا XLIII۔

[2] مصری امور کے لئے دیکھو ویدےمان Wiedemann صفحہ ۷۰۱ وغیرہ۔ تاریخی تسلسل

باب ۲۱

اس طرح سے مغربی صوبے ایران کے کسی کام کے نہ رہے اور خود سلطنت کے وجود ہی کے لئے ایک طرح کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ باوجود اس کے سلطنت ایران تجیس سال کے لئے اور بچ رہی، اور یہ صرف اس لئے کہ اُس کے تخت پر اردشیر سوم (اخوست) کا سا شہنشاہ بیٹھا تھا۔ اردشیر ۳۵۸ ق م میں اپنے خاندان کے اُن افراد کو تہ تیغ کرکے بیٹھا اور اُسے ابتدا میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت افروجیہ کی ولایت ارتاباز و کے قبضے میں تھی جو اریوبارزان کے بعد والی ہوا تھا اور جو غالبًا مشہور و معروف فرناباز و کا بیٹا تھا۔ چونکہ ارتاباز و رھوڈزی بھائیوں منتور و میم نون کا رشتہ دار تھا اس لئے یونان کے ساتھ اُس کا خاص تعلق تھا، چنانچہ جب اُس نے علم بغاوت بلند کیا تو ایتھنزی خاریس اور تھبزی پامنیس نے اُس کا ساتھ دیا؛ لیکن ارتاباز و کو ہی شکست ہوئی اور میم نون کی معیت میں وہ مقدونیہ بھاگ گیا۔ اب کسی زمانے میں منتور نے تخت ایران کی بڑی بڑی خدمات انجام دی تھیں، چنانچہ اُس کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے ارتاباز و از سرِ نو شہنشاہ کا منظورِ لطف ہوگیا۔ لیکن ہمیں ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ شہنشاہ کو ایشیائے کوچک میں مصر و شام سے کم تفکرات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس لئے کہ اوّل الذکر کے یونانی عنصر کو ہمیشہ روپے اور وعدہ وعید کی چاٹ رہتی تھی[۱]۔ الغرض کسی کسی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بالکل غیر متعین ہے، چنانچہ جہاں دیودوروس ۱۶، ۴۸ کے مطابق مصر ۳۵۰ ق م میں فتح ہوا، وہاں انگر کے نزدیک یہ واقعہ ۳۴۶ ق م میں اور بیلوخ کے مطابق (صفحہ ۷۰۸) ۳۴۳ ق م میں پیش آیا تھا۔ Isocr Phil. ۱۰۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۴۶ ق م کے موسم بہار تک مصر مغلوب نہیں ہوا تھا۔ مقابلہ کرو یودائخ Judeich. Persmenu Aeg. ım 4 Jahrh. ایران و مصر چوتھی صدی ق م میں v. Chr. ماربرگ ۱۸۹۲ء۔

[۱] ایشیا میں یونانی ۔ ۳۴۹ ق م میں ایران کی فوج میں یونانی اجیر سپاہی موجود تھے،

باب ۱۲ | طریقے سے شہنشاہ اس قدر طاقتور ہو گیا کہ ۳۵۴ ق م کے قریب کے زمانے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ: زینوفون: "ہیلے نیکا" ۳، ۲، ۱۵۔

دیودوروس ۱۶، ۴۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۵۰ ق م والی مصری مہم میں دس ہزار یونانی بھیجے گئے۔

ایفیالتیس کا اردشیر اخوست کے دربار میں بھیجا جانا؛ دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۸۳۔

منتور اور میم نون ارتا بازو کے "سسرالی رشتہ دار"، "دیموس تھنیس کی تقریر خلاف ارسطقراتیس" ۱۵۷۔ پلوٹارک کی "حیات الکبیادیس" ۲۱ کے مطابق میم نون ارتا بازو کا داماد تھا۔

Isocr Paneg. ۱۰۰ میں اُس افراتفری کا بہت اچھا حال بیان کیا گیا ہے جو ۳۸۰ ق م کے قریب ایشیائے کوچک میں پھیلی ہوئی تھی۔

ایشیائے کوچک کے سکّے

سلطنت ایران کے مغربی حصّے کی سیاسی کیفیات میں جو تنوع پایا جاتا تھا اُس کا اندازہ اُس عہد کے سکّوں سے ہوتا ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کو ایک حد تک خود مختاری حاصل تھی۔ عام طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ سلطنت ایران میں سونے کے سکّے بنانے کا اختیار خود شہنشاہ نے اپنے قبضے میں رکھا تھا، چنانچہ اُسی کے حکم سے ۱۳۰ گرین کی "دارائیاں" بنائی جاتی تھیں؛ ان سکّوں پر خود شہنشاہ کی تصویر کندہ تھی اور اُس کے ہاتھ میں کمان دی ہوئی تھی۔ یہ تو سونے کا سکّہ ہوا؛ شہنشاہ چاندی کی "سگلیاں" بھی مسکوک کرتا تھا جن کا وزن ۸۶، ۴۳ انگریزی گرین ہوتا تھا اور جو ۷ ½ اٹیکائی اوبول کے مساوی سمجھنا چاہیئے؛ (ہیڈ ۶۹۸، ۶۹۹)۔ ان مرکزی سکّوں کے علاوہ مغربی علاقہ جات سلطنت میں صوبہ داروں، مقامی حکمرانوں اور بلدیات کو بھی سکّہ سازی کا اختیار تھا۔ مفصلۂ ذیل حاشیے میں میں نے ان سکّوں کی کیفیت کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ

باب ۱۲ میں یونانیوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ عنقریب وہ یونان پر حملہ آور ہونے والا ہے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کہ جن معیاروں کا جلد ۲ باب ۷ احاشیہ ۱۰ میں ذکر کیا گیا ہے ان میں اب رھوڈزی معیار کا اضافہ ہوگیا ہے (دیکھو اسی جلد کا باب ۳) جس کا استاتر ایٹیکائی استاتر سے ذرا چھوٹا ہے اور اس میں صرف ۱۱۵ یا ۱۲۰ گرین وزن ہے۔ اسکے اور ایجی نیا کے استاتر کے مابین جو تعلق ہے وہ یہ ہے کہ تین رھوڈزی درہم دو ایجی نیائی درہموں کے مساوی ہوتے تھے۔
میں شمالی علاقے سے شروع کروں گا اور گو "صلح نامۂ شہنشاہی" کے ذریعے سے قرب وجوار کے جزائر کی آزادی کا اعلان ہوگیا تھا لیکن اپنے بیان میں انھیں بھی شامل کرلوں گا۔ مقابلہ کرو بابلون XXI۔ خود شہنشاہی سکوں کے علاوہ مفصلۂ ذیل کو بھی تسکیک کا حق حاصل تھا: (۱) وہ بلدیات جو طرابزون سے دہانۂ دریائے نیل تک ساحل پر یا اُس کے قریب کے علاقے میں واقع تھے؛ (۲) مقامی حکمراں؛ (۳) مور وثی صوبہ دار؛ (۴) وہ صوبہ دار جنھیں غیر معمولی اختیارات تفویض کردئے گئے تھے۔
علاقۂ ٹرواسے میں مفصلۂ ذیل شہروں میں سکے ڈھالے جاتے تھے:
ابی دوس میں فینقی معیار رائج تھا (ہیڈ ۴۶۸)۔ ان میں بیس سے زیادہ عمّال کے نام کندہ ملتے ہیں اور اُنکا ا موف نے تعین کرلیا ہے۔ گرگس کے سکوں کے ایک طرف سیبل کی شبیہہ اور دوسری طرف اسفنکس کی شبیہہ بنی ہوئی ہے۔ نیاندریہ، ادفری یوم، رھیتیوم، سکامندریہ میں بھی سکے بنائے جاتے تھے۔ (ہیڈ ۴۷۴، ۴۷۴، ۴۷۴)۔ سگیوم میں، جو اتیھنز کی ایک قدیم نوآبادی تھی، جو سکے بنتے تھے اُن پر "پالاس" دیوی کی شبیہہ کندہ ہوتی تھی اور اس کے چاندی کے سکوں کا وزن اٹیکائی سکوں کے مساوی تھا۔
جزیرۂ تینے دوس کے سکے نہایت نفیس تھے اور اُن پر دُہرا سر اور دُہرا تبر کندہ تھا؛ ان کا معیار فنیقی تھا۔
میتھیمنا میں (ہیڈ ۴۴۶ تا ۴۶۰) معلوم ہوتا ہے کہ انتاندروس کے سکوں کا

باب ۱۲ | چنانچہ اسی دوران میں دیموس تھنیس نے سیوموریائے کے متعلق اپنی مشہور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ معیار ایرانی تھا، اور یہی معیار اپولونیہ (بدریائے رھین داکوس) (سکس وامہوف) استاکوس اور آسوس کے سکوں کا بھی تھا۔ کیزکوس اپنے ایلکٹروں کے سکے چند سال اور ڈھالتا ہے (ہیڈ کا خیال ہے کہ غالباً فرنا بازو نے اپنے عہد میں اس شہر میں دارائیاں بھی ڈھلوائی ہوں گی) اور اس کے بعد اپنے سکوں کا معیار رھوڈزی کرلیتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہی یعنی ۴۱۰ق م میں (دیکھو بابلون XXXIII) یہاں ایک استاتر ۲۱۲ گرین کا ڈھالا جاتا ہے جس پر فرنا بازو کی شبیہہ اور الفاظ "فرنا باگارگارا" کندہ ہیں۔ لمپساکوس میں پہلے تو ایلکٹروں کے سکے تھے پھر اُن کی جگہ سونے کے سکے بننے لگے جو ایلکٹروں والے سکوں کے مطابق تھے؛ ان نہایت خوبصورت سکوں کے لئے دیکھو ہیڈ ۵۷۔ کہا جاتا ہے کہ ان پر بھی فرنا بازو کی شبیہہ کندہ تھی، لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال غلط ہے، فون سیلیٹ Von Seilet سکس Six اور بابلون Babelon کے نزدیک یہ شبیہہ اورونتیس کی ہے، جس کے لئے دیکھو لیو دائخ صفحات ۲۲۱ وغیرہ جس میں رائناخ Reinach کی تحقیقات سے کام لیا گیا ہے۔ لمپساکوس کے چاندی کے سکوں کا معیار ایرانی تھا اور یہی کیفیت پاریوم کی بھی تھی۔ پرگاموم کی ہنوز کوئی اہمیت نہیں تھی اور اس کے سکے بھی چھوٹے تھے۔ تیوتھرانیا کے حکمران خاندان کے (جو دیمار اتوس کے جانشین تھے) متعلق، وینز گامیوم اور میرنا میں گونگی لوس کے جانشینوں کی بابت اور مگنیشیہ میں تمسطاکلیس کے سکوں کے لئے دیکھو بابلون LL LXVIII وغیرہ۔

بی تھی نیا میں خالکدون نے ۴۰۰ق م تک اٹیکائی معیار پر ۳۵۰ق م تک اور اس کے بعد فنیقی معیار پر سکے ڈھالے (ہیڈ ۴۳۸)۔ ہرقلیہ کی قوت و اقتدار میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا، اور اُس کے سکوں میں کلیۃً اسنوف کا اتباع کیا گیا؛ اُس کی تاریخ میں خود سران موسومہ کلیارخوس (۳۶۴ق م تا ۳۵۳ق م) ساتی روس (۳۵۳ق م تا ۳۴۷ق م) تمودیوس و دیونی سیوس (۳۴۷ق م تا ۳۳۸ق م)

تقریر کی جس کا حال اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن جنوبی علاقوں میں | باب ۲۱

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ عہد ممتاز ہیں۔ یہاں کے بعض سکے جو ائی گینی طرز پر بنائے گئے تھے نہایت ہی خوبصورت اور حسین ہیں، تھودیوس اور دیوتی سلیوس کے نام اُن کے سکوں پر کندہ ہیں (ہیڈ ۱۴۴)۔ اس خودسری کی تاریخ کے لئے دیکھو پلاس: "خودسرانہ حکومت" ۱، ۲۵۸ وغیرہ، ۲، ۱۳۹۔

یفلاگونیا میں اسنوف کا رتبہ بہت اعلیٰ ہے اور اُس نے ۳۸۰ق م سے ۳۳۰ق م تک اپنے سکے فیقی معیار کو گھٹا کر بنائے۔ اُس کے سکوں پر صوبہ دار معدن کے نام پہلے تو یونانی حروف میں اور پھر آرامی حروف میں کندہ نظر آتے ہیں، اور جو سکے اس وقت تک موجود ہیں ان پر داتامیس، ابد سے موتی اور اریارتھیس کے نام کندہ نظر آتے ہیں (ہیڈ ۴۳۴)۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی سکے کاپادوسیہ کے لئے بھی اکتفا کرتے تھے، اور یہاں کے تین قسم کے سکے جو داتامیس کے جانشین اریارتھیس اوّل کے عہد (تقریباً ۳۵۰ق م تا ۳۲۲ق م) میں ڈھالے گئے تھے، اس وقت تک موجود ہیں (ہیڈ ۶۳۱)۔

ساحل اقشین پر امی سوس کے سکے ایرانی معیار پر ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۴۲۴)۔ استرابو ۱۲، ۵۴۷ کہتا ہے کہ اتھنزیوں نے اس شہر کی از سر نو آبادکاری کی تھی اور اُس کا نام پرائیوس رکھا تھا، لیکن اس آبادکاری کی تاریخ کا ہمیں علم نہیں۔ اس کے علاوہ امی سوس کے بعض سکوں پر آرامی حروف بھی کندہ ہیں اور بعض پر لفظ "پرائیون" یونانی حروف میں (ہیڈ ۴۲۴)۔ چوتھی صدی ق م میں طرابزون نے بھی ایرانی معیار پر سکے ڈھالے۔

ہیڈ (۵۰۸) کا خیال ہے کہ چوتھی صدی ق م کی ابتدا میں لسبوس میں ایلکتروں کے بجائے کہ مے تھیمنا میں فیقی (؟) معیار کے چاندی کے سکے، متی لنہ میں ایرانی معیار کے چاندی کے سکے مسکوک ہوتے تھے، اور لسبوس کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ پوردوسی لےنے جو واقع ہے اُس میں بھی اُس عہد میں علٰحدہ سکے ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۴۸۹)۔ ساحل پر ایولیائی شہروں میں سے

باب ۱۲ | یونانی صوبوں کے حالات ذرا نازک ہو گئے تھے اس لئے کہ یہاں نہ صرف قبرس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ وادی کائےکوس میں شہر کامبریوم نے (ہیڈ کی تحقیقات کے بوجب) فینقی معیار کے سکے بنائے (ہیڈ ۵۰۰)۔

ایونیہ کے شہر فوکیہ میں سنہ ۳۵۰ ق م کے قریب زمانے تک ایلکٹرون کے سکے بنتے رہے۔ کلازومینے میں سونے کے جو نفیس سکے ملے ہیں انھیں ہیڈ (۴۹۱) سنہ ۳۸۷ ق م کی طرف منسوب کرتا ہے، درآنحالیکہ صلح نامۂ شہنشاہی کے بموجب اس شہر کا الحاق ایران کے ساتھ ہو چکا تھا۔ کلازومینے میں اٹیکائی معیار کے چاندی کے سکے بھی ڈھالے گئے، جن میں سے چند نہایت حسین چودرہمیاں ممتاز ہیں جن پر صناع کا نام 'تھیوداتوس' کندہ ہے، اور مشرقی ممالک میں یہ نہایت ہی کم ہوتا ہے (ہیڈ ۴۹۱)۔ صوبہ دار اورونتیس کا نام جن سکوں پر کندہ ہے ان میں سے بعض کلازومینے یا تارسوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بعض کو لولا کی طرف (جو ادرامی تیوم کے قریب واقع ہے) یا لمپساکوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (ہیڈ ۴۵۵، ۴۹۱)۔ کلازومینے کے قریب لیوکا نے (جسے تاخوس نے سنہ ۳۵۲ ق م میں آباد کیا تھا) چھوٹے سکے ڈھالے جن پر کلازومینے کے مخصوص نشان یعنی راج ہنس کی شبیہ کندہ ہے۔ ہیڈ (۴۹۹) کی رائے میں اریتھرائے میں سنہ ۳۳۰ ق م تک سکے نہیں ڈھالے گئے، اور اس کے بعد اُن کا معیار رھوڈزی ہو گیا۔ تیوس کے سکوں کا معیار فینقی اور کولوفون کے سکوں کا معیار رھوڈزی ہے جس کا ایک نہایت ہی خوبصورت سکہ دیکھنے کے قابل ہے جس پر ایک ایرانی سر کندہ ہے۔ ہیڈ ۴۹۳، شکل ۲۰۷، اِمہوف: شبیہ ہائے سر Imhoof: Portraetkoepfe جلد ۳، ۱) ؛ عام طور پر اس سکے کو کولوفون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے؛ سکس (زر یونانی Six. mounaies grecques لندن ۱۸۸۸ء) اسے یاسوس کی طرف منسوب کرتا ہے اور اس خیال میں کہ یہ سر مشہور و معروف تسافرنز کی شبیہ ہے، لوئین (De Luynes) سے متفق ہوتا ہے۔ رھوڈزی معیار کے ایفی سوس کے سکوں کا ذکر جن پر حروف Syn کندہ ہیں، اوپر کیا جا چکا ہے (باب ۱۱ حاشیہ ۱۱)

بلکہ شہر سیدا نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا تھا' چنانچہ اردستیر نے ان دونوں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ایفی سوس کے جنوب میں جو چھوٹا سا شہر پگیلا یا فی گیلا واقع تھا اُس کے بعض سکے اس وقت تک موجود ہیں (ہیڈ ۵۰۸)۔ چوتھی صدی ق م میں ملطہ نے خود اپنے معیار کے بموجب سکے پائے' لیکن اگر ہم ایک سکے کو ملحوظ رکھیں جس پر الفاظ Eg Didymon iere کندہ ہیں اور جو فینیقی نصف درہمی کے وزن کے مطابق ہے تو ہمیں یہ استدلال کرنا پڑیگا کہ اُس نے فینیقی معیار کو بھی پیش نظر رکھا تھا۔ ملطہ کے بعض سکے اٹیکائی اور ساموسی معیار کے بھی ہیں اور وہ اُس عہد کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جس میں ہکاتوموس اور موسولوس وہاں حکومت کرتے تھے (ہیڈ' ۵۰۳)؛ اس کے بعد (ہیڈ کی رائے کے مطابق' صفحۂ ۵۰۴) غالباً ۳۵۰ق م سے ۳۰۰ق م تک یہاں فینیقی معیار قائم ہوا۔ مگنیشیا بدریائے میاندر میں چوتھی صدی ق م کے وسط سے فینیقی اور ایرانی معیار کے مطابق سکے ڈھالے جانے لگے (ہیڈ ۵۰۱)۔ خیوس میں رھوڈزی یا فینیقی معیار رائج تھا (ہیڈ' ۵۱۴) ؛ تھاسوس میں ابتدا میں تو نام نہاد معیار ساموس کا رواج تھا (جلد ۲' باب) اس کے بعد لیگ کی طرف سے رھوڈزی معیار کے بموجب سکے بننے لگے (باب ۲۱ حاشیہ ۱۱)۔ ۳۶۵ق م میں ایتھنز کے اس حصے پر قبضہ کرنے کے بعد سے سکے بننا ۳۲۲ق م تک یعنی ساموسیوں کے واپس آنے تک برابر بہتا رہا۔ اس ملک میں بعض سکے دستیاب ہوئے ہیں جس پر شہنشاہ ایران کی شکار کے موقع کی تصویر بنی ہوئی ہے اور جس پر فیثاغورث" کا نام یونانی حروف میں کندہ ہے؛ یہ سکے کسی نہ کسی ایونیائی شہر کے ہوں گے؛ اور ممکن ہے کہ بابلوں (صفحۂ LXXVIII اور سکس کی رائے کے مطابق ایفی سوس کے ہی ہوں (سکس یہ بھی کہتا ہے کہ یہ سکے ۴۳۳ق م میں میم نون کے اثر اور ایفی سوسی عامل فیثاغورث کے تعامل سے ایفی سوس میں بنائے گئے تھے)۔ بلاشبہ جو نام کندہ ہے وہ (دوسرے ایسے سکوں کی طرح جن پر "Spithr" کندہ ہے) کسی نہ کسی خودسر کا ہوگا۔ واضح ہو کہ چوتھی صدی ق م میں دو سپتھریڈاتیس نظر آتے ہیں' زینوفون؛ ہیلے نیکا ۳' ۴' ۱۰؛

باب ۱۱ | اس کے خلاف فوج روانہ کی جس میں منجملہ دس ہزار یونانی اجیر سپاہیوں کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ آرین ۱، ۱۲، ۸ - مقابلہ کرو بابلون صفحہ LXXVI جس کے بموجب یہ ستریپ تیس وہ ہے جو سارڈس کا خود سر تھا - بہرنہج یہ سکے رھوڈزی معیار کے ہیں -

کاریہ کے شہر کنیڈوس میں ہمیں ایسے سکے ملتے ہیں جن کا معیار رھوڈزی ہے اور ہالی کارناسوس میں ایسے جن کا معیار فنیقی ہے؛ ان پر لفظ "Syn" کندہ ہے (ہیڈ ۵۲۶) - موخر الذکر شہر میں کاریہ کے بادشاہوں نے جو سکے بنوائے ان کا ذکر بعد میں کیا جائے گا - یاسوس کے سکوں پر لفظ "Syn" کندہ ہے اور ہیڈ کی رائے کے بموجب غالباً اُن کا معیار ایرانی ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ۶۶ اگرین کا سکہ رھوڈزی وزن کی چو درہمی نہیں ہو سکتی جس کا اصل وزن ۷۵ اگرین تھا؟ کاریہ کے حکمرانوں (ہیڈ ۵۲۳) یعنی ہکاتومنوس (تقریباً ۳۹۱ سنہ ق م تا ۳۷۷ سنہ ق م) نے میلاسا میں، موسولوس (۳۷۷ سنہ ق م تا ۳۵۱ سنہ ق م، دیکھو شیفر: دیموس تھنیس (۱)، ۴۸۶) نے ہالی کارناسوس میں، ہدریوس (تا ۳۴۱ سنہ ق م) ادا (تا ۳۴۰ سنہ ق م)، پکسوداروس (تا ۳۳۵ سنہ ق م)، رھوادونتو باتیس (تا ۳۳۴ سنہ ق م) اور ادا (بار دیگر تا ۳۲۴ سنہ ق م) نے رھوڈزی معیار کے سکے بنوائے؛ مقابلہ کرو بابلون صفحہ LXXXV، وکرومبولتز: "صوبہ داران ایشیائے کوچک" Krumbholz: De Asiae min. satrapis لائپزگ سنہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۸۳ - یہ عجیب و غریب بات ہے کہ خاص الینڈ سوس میں ایک سورما مسمی پکسوداروس کی پرستش کی جاتی تھی - دیکھو روشر: Lex. Sp. ۲۵۲۹ - کاریائی جزائر میں سے کالیمنا کے سکوں کا معیار رھوڈزی تھا (ہیڈ ۵۳۴)، اور یہی کیفیت کوس (ہیڈ ۵۳۵) کی بھی تھی - نسی روس کے سکے میں رھوڈز کا گلاب کندہ ہے، لیکن اُس کا درہم ۴۷ گرین کا ہے - لیکن جزیرۂ ماگستے میں، جو رھوڈز کا باجگزار تھا اور جہاں ۴۶ گرین کا درہم پایا جاتا ہے (ہیڈ ۵۳۰) رھوڈزی معیار کے سکے ڈھالے جاتے تھے، گو اُس کی سہ درہمی بجائے ۸۰ اگرین کے ۴۰ ایسی گرین کی تھی - رھوڈز نے اپنے چاندی کے سکوں

لاکراتیس کی ماتحتی میں ایک ہزار تھبنری اور نکوستر توس کی قیادت میں تین ہزار　باب ۲۱

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کے لئے ایک نیا معیار تجویز کیا ہے، لیکن سونے کے سکّوں کا معیار یوبیائی ہی ہے (ہیڈ ۵۳۹)۔ واضح ہو کہ رھوڈز کے سکّے اپنے حسن کے لئے ممتاز ہیں۔

ایران نے جب لیدیہ کو فتح کیا تو اُس کے سکّے بنوانے بند کر دئے، اور افروجیہ کے سکّوں کی ابتدا دوسری صدی ق م سے پہلے نہیں ہوئی۔

لیکیہ کے سکّے پہلی مرتبہ ۵۰۰ ق م کے بعد نظر آتے ہیں، لیکن ہیڈ (۵۷۴) کی رائے ہے کہ ایک طرف تو اُن کا بننا سکندر کے زمانے سے پہلے ہی بند ہو جاتا ہے اور دوسری جانب کاریہ کے حکمرانوں نے لیکیہ میں اس تاریخ سے پہلے ہی سے اپنے سکّوں کو مروّج کر دیا تھا۔ اگر ہم یہ مفروضہ تسلیم نہ کریں تو پھر اُس سوال کا کیا جواب ہے کہ جب لیکیوں نے سکندر کے سامنے از خود ہتھیار ڈالے تو پھر وہ مراعات کے مستحق کیوں نہ گردانے گئے اور کیوں اُنھیں سکّہ سازی کا اختیار نہیں دیا گیا؟ بدیں سبب یہ فرض کر لینا نامناسب نہیں کہ لیکیہ پر کاریہ کے فرماں روا حکومت کرتے تھے، اور یہ واقعہ مزید برآں اس عہد کی فتحی تاریخ کے لئے بھی کار آمد ہوگا؛ دیکھو باب ۲۹۔ گو لیکیہ کے سکّوں کا معیار بابلی تھا (ہیڈ ۵۷۱) لیکن ہمارے پاس شہر فاسیلس کا ایک استاتر موجود ہے جس کا وزن ۷۶ء۱۵۲ اگرین ہے۔ لیکیہ کے حکمرانوں اور سکّوں کے لئے دیکھو بالون صفحات LXXIX تا CXIII۔

ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل پر اور تھوڑا سا اندرون ملک میں بھی برابر بحیرۂ روم کے مشرقی ساحل تک بعض نیم یونانی اقوام رہتی تھیں، اور اس سے سکندر اعظم کا ایشیا کو یونانی قالب میں ڈھالنے کے طرزِ عمل کی جہت بہ آسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پمفیلیہ کے دو شہروں یعنی اسپیدوس اور سیدے میں ایرانی معیار کے سکّے ملتے ہیں جن میں سے اوّل الذکر شہر کے سکّوں پر لفظ Estfendiiys اور ثانی الذکر شہر کے سکّوں پر لفظ Sydetikon کندہ ہیں، بعض سکّوں پر جو نشہ ہے

آرگوسی تھے۔ جب سیدآ کے فرماں روا تینیس نے یہ لشکر جرار دیکھا تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وہ آرامی زبان کے حروف سے کچھ ملتا جلتا ہے؛ مقابلہ
کرو ہیڈ ۵۸۱ و ۵۸۶۔ پمفیلیہ کے دوسری طرف ملک پسیدیا میں دریائے یوریدون
پر شہر سیلگے واقع ہے جس کے سکے بھی ایرانی معیار کے ہیں اور جن میں سے اکثر پر
Stlegiys کندہ ہے۔ سیلگے اور اسپندوس دونوں کے سکوں کی ایک طرف
ایک گوپھنیا نظر آتا ہے اس لئے کہ شہر کے نام سے خود بخود Spendone یا گوپھن
کا خیال پیدا ہوتا تھا؛ سیلگے کے سکوں پر دوسری طرف دو کشتی بازوں کی تشبیہ بنی
ہوئی ہے؛ اس پر Stlegius کندہ ہے جس سے Stlengis کا خیال پیدا ہوتا
ہے جو کشتی بازی میں کام آتا تھا؛ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے اصلی
نام کا لفظ Stlengis سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوگا۔ قیادت ایران کے دور میں
کیلیکیہ کے سکوں پر بھی یونانی نوشتے تھے؛ مثلاً شہر کیلندریدس کے (جو ساموس
کی نوآبادی سمجھا جاتا تھا) سکے ایرانی معیار کے مطابق تھے (ہیڈ، ۶۰۰) اور
یہی کیفیت مالوس کی بھی تھی جس کے سکوں پر امہوف نے ایک کتاب بھی
لکھی ہے۔ مقابلہ کرو ہیڈ ۶۰۵۔ مالوس کے سکوں سے اُس روزافزوں
سیاسی اثر کا پتا چلتا ہے جو ایران کا اُس شہر پر تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی
اس سے یونانی تمدن کے اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس کے
سکوں پر ابتدا میں تو ایک پر دار شبیہ اور ایک راج ہنس کی تصویر تھی لیکن
بعد میں ان کی جگہ شہنشاہ اور بعض یونانی دیوتاؤں مثلاً ہرقل، دیمیتر وغیرہ کی
شکلیں کندہ ہونے لگیں۔ شہر ناگی دوس کے نفیس سکوں پر جن کا معیار
ایرانی ہے، باکھوس اور افرودیت کی شکلیں بنی ہیں (ہیڈ ۶۰۸)؛ مقابلہ کرو
امہوف: "زر یونان" Imhoof: Monn. Grec صفحہ ۳۷۲ وغیرہ، اور بابلوں
صفحہ XXXVII۔ شہر سولی کے سکوں کا معیار بھی ایرانی ہی تھا، اور یہی حالت
اسوس کی بھی تھی جس کے سکوں پر یونانی اور آرامی الفاظ کندہ تھے (ہیڈ ۶۰۴)۔
چوتھی صدی ق م میں تارسوس کے مفصلۂ ذیل صوبہ داروں نے سکے بنوائے:

اُس کا دل بیٹھ گیا اور اُس نے مصری ملکی فوج کے سپہ سالار منتور سے

باب ۱۲

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تری بازو، اور دنتاس (؟)، فرنا بازو، تارکاموس (سکس اسے یہ نام دیتا ہے، لیکن بابلوں کے نزدیک اُس کا نام داتامیس تھا)، مازائیوس (ہیڈ ۶۱۳ تا ۶۱۶)، اور ان سب کے نام سکوں پر آرامی حروف میں کندہ ہیں۔ مازائیوس کے مختلف النوع افعال کے متعلق دیکھو سکس کا رسالہ، اور بابلون صفحہ XLIII تا صفحہ XLIX۔

قبرس کے لئے سکس کا رسالہ اور ہیڈ ۶۲۰ وغیرہ دیکھنے چاہئیں۔ اس کے سکے ابتدا میں تو آئی گینی معیار کے مطابق تھے (ہیڈ اسے ایرانی بتاتا ہے، ۶۶۵)، لیکن چوتھی صدی ق م میں یہ معیار رفتہ رفتہ رھوڈزی ہو گیا۔ سالامس کے سکے نہایت درجہ اہم ہیں۔ ان میں سے بعض پر تو قبرسی زبان کے الفاظ کندہ ہیں لیکن ۳۶۸ ق م کے قریب کے زمانے سے یونانی کتبے دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسی طرح پافوس کے سکوں پر بھی قبرسی کی جگہ یونانی حروف کندہ کئے جاتے ہیں (ہیڈ ۶۲۳۔ سکس کا اتباع کرتا ہے)۔ سولی کے سکوں کے لئے دیکھو ہیڈ ۶۲۶۔ اس کے برعکس کی تیوم کے سکوں پر فینیقی نوشتہ ہے (ہیڈ ۶۲۱)؛ اور چوتھی صدی ق م میں ان پر بابرام، دیمونیکوس، میلے کیاتھون اور پومیاتھون کے نام پڑھنے میں آتے ہیں۔ مقابلہ کرو بابلون CXIV تا CLIII۔

فینیقیہ میں فینیقی معیار مروج چلا آتا ہے، جس کے مطابق درہم ۵۶ گرین کا ہے اور یہاں کے شہروں میں صرف ارادوس ہی ایسا ہے جس نے ایرانی معیار کو اختیار کر لیا ہے۔ ہمارے پاس ببلوس (ہیڈ ۶۶۸)، اور سیدا (ہیڈ ۶۷۰) کے سکے موجود ہیں، گو سکس کا، جو ان سکوں پر مفصل بحث کرتا ہے، خیال ہے کہ موخر الذکر بجائے سیدا کے طرابلس میں مسکوک ہوئے ہوں گے۔ صور کے سکوں پر ہیڈ نے صفحۂ ۶۷۴ پر بحث کی ہے۔ فینیقیہ کے سکوں کے لئے دیکھو بابلون صفحہ CLIV وغیرہ؛ اور ہیراپولس، بامبیکے، غزہ اور عربستان کے سکوں کے لئے بابلون XLIX) وغیرہ۔ ان اضلاع میں بہت سے یونانی اجیر سپاہی موجود تھے، چنانچہ ان کے

باب ۱۲ | سازش کر کے ایرانیوں کو شہر میں داخل کر لیا، جس پر سیدائیوں نے ایرانیوں کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بہت سے سکّوں پر اتھنزی سکّوں کی مماثلت میں پالاس اور الّوؤں کے سر کندہ ہیں گو ان میں اتھنزی سکّوں کی سی نفاست نہیں پائی جاتی۔ (بابلون صفحہ LIX وغیرہ)۔

یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ ہیڈ کے مفروضے کے بموجب (۴۳۹) فنیقی معیار کے سونے اور ایلکٹرون کے سکّے شائد قرطاجنہ میں بھی مسکوک ہوئے ہوں گے، ورنہ تمولیون کے بعد اس کا اپنا کوئی سکّہ نہ تھا۔

اگر ہم معیار کے مطابق اس معلومات کو مرتّب کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ائی گینی معیار (۱۹۴ گرین) کا اتّباع ہرقلیہ پونتیکا اور شاید قبرس میں ہوتا تھا؛ ایرانی معیار (۸۷ گرین) امی سوس، طرابزون، خالکیدون (دبیزنطہ) انتاندروس، اپولونیا بدریائے رھیند اکوس، لمپساکوس، پاریوم، متی لنہ، یاسوس (؟) اسپندوس، سیگیے، سلگے، کیلندریس، مالوس، تارسوس، تاگیدوس، سولی میں یعنی ایشیائے کوچک کے شمال و مغربی اور جنوبی ساحل پر اور شائد جزیرۂ قبرس میں مروج تھا؛ بابلی معیار (۱۶۹ گرین) کے سکّے لیکیہ میں اور اٹیکائی معیار (۱۳۵ گرین) کے خالکدون، سگیوم، کلازومے نائے، ملطہ میں پائے جاتے تھے؛ رھوڈزی معیار رھوڈز، کوس، کنیدوس، فریاں رودایان کاریہ، ساموس، خیوس، ایونیائی صوبہ داردن، ایریتھرائے، الیغی سوس، کولوفون، کیزیکوس، یاسوس اور قبرس میں مروج تھا اور فنیقی معیار (۱۱۲ گرین) کو مالی کارناسوس، ملطہ، تیوس، فیگلے لا، گنیتیا، کامبریوم، میتھیمنا، تینے دوس، خالکدون، اسنوف، فینیقیہ اور شائد قرطاجنہ میں پسند کیا جاتا تھا۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ ملطہ فنیقیہ کا اتّباع کرتا ہے، اور یہاں ہمیں یہ واقعہ خود بخود یاد آتا ہے کہ اس شہر اور اُس مُلک کا باہمی تعلّق کادموس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کہ اس شخص کو فنیقی اپنے ملک کا ایک سورما تسلیم کرتے ہیں اور ملطی اسے قدیم مورّخ خیال کرتے ہیں۔

گارڈنر نے اپنی کتاب انواع نقودِ یونانی Gardner: Types of Greek Coins

باب ۱۲

قبضے میں جانے سے اسے بدرجہا بہتر سمجھا کہ اپنے مکانات کو آگ لگا دیں اور خود بھی اُس میں بھسم ہو جائیں۔ اردشیر کو ٹینیس سے کسی مفاد کی امید تو تھی نہیں، لہٰذا اُسے تو موت کے گھاٹ اُتار آگیا، لیکن منتور کی قابلیت مسلّمہ تھی، چنانچہ اُسے ایک ایرانی رسالے کا سپہ دار بنایا گیا، رہا قیرس، تو اُسے کاریہ کے صوبہ دار ادریوس نے ایتھنزی فوکیون اور ایک شخص مسمی ایواغورس کی مدد سے از سرِ نو مغلوب کر لیا۔ اب اردشیر مصر کی طرف پلٹا۔ اوّل تو نکتانے بوس نے پیلوزیوم کے مقام پر اس کی مدافعت کی، لیکن اُسے ممفس لوٹ جانا اور آخر کار ملک چھوڑ کر حبشہ چلا جانا پڑا۔ یہ دکھانے کے لئے کہ وہ ہر مصری چیز کو غایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اُس نے مقدس آپس کے بیل کو غرق کرا دیا، اور چونکہ مصریوں نے خود اُسے گدھے کا خطاب دے رکھا تھا اور اس جانور کو مصری حقیر ترین اور ارذل ترین جانور تصوّر کرتے تھے، اس لئے اُس کے حکم سے گدھے کو مصری معبود قرار دیا گیا۔ مصر کی یہ فتح سنہ ۳۵۰ ق م اور سنہ ۳۴۲ ق م کے مابین عمل میں آئی ہوگی۔

یونانیوں کا خیال کہ ایرانی اُن کے ملک پر حملہ آور ہوں گے غلط نکلا۔ سنہ ۳۵۰ ق م میں تھیبز کو ایرانی روپیہ ضرور مل گیا اور اس میں بھی کوئی شبہہ نہیں کہ ایرانی مدد ہی کی وجہ سے پرنتھوس بچ گیا۔ لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد یعنی سنہ ۳۳۹ ق م میں اردشیر کو اُس کے وزیر باگواس نے قتل کر ڈالا اور اُس کی جگہ پہلے تو اُس کے بیٹے آرسیس کو تخت پر بٹھایا اور پھر نئے شہنشاہ اور اُس کے تمام اعزہ و اقربا کو قتل کرا کے ایک فرد خاندانِ شاہی مسمی داریوش کدمان کو سنہ ۳۳۵ ق م میں تخت پر بٹھایا؛ یہی اس خاندان کا

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ صفحۂ مصوّرہ نمبر ۸ میں چوتھی صدی ق م کے ایشیائے کوچک کے بعض حسین ترین سکّوں کی تصویریں دی ہیں اور اُن پر ص ۱۶۹/۱۷۶ میں بحث کی ہے۔

آخری بادشاہ "دارا" تھا اور اسی کا سکندر نے کام تمام کر دیا۔[۹۶]

اردشیر کی دوا دوش اور چلت پھرت کی وجہ سے ۳۳۵ ق م میں ایران کا ستارہ بظاہر اوج پر نظر آتا ہے۔ مصر فنیقیہ اور قبرس کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے؛ مغربی ایشیائے کوچک میں پہلے تو منتور اور پھر میم نون ایرانی اثرات کو از سر نو قائم کرتے ہیں اور منتور اتارنیوس کے خود سر کو' جو ارسطا طالیس کا دوست تھا' دھوکا دے کر مار ڈالتا ہے۔ فیلقوس پارمے نیو کو ایشیا روانہ کر کے تھوڑا بہت پانسہ پلٹ دیتا ہے' لیکن وہ بھی فیلقوس کے قتل کے بعد واپس آجاتا ہے اور میم نون ابی دوس کے علاوہ تمام علاقے شہنشاہ ایران کی طرف سے از سر نو فتح کر لیتا ہے۔ واضح ہو کہ ابی دوس برابر مقدونوی علم کا دست نگر رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے اگلی مہم میں مقدونوی کمال آسانی سے ساحل ایشیا پر اتر سکتے ہیں۔

اس طرح معلوم ہوا کہ عنقریب ان دونوں دول کے مابین تنازعات برپا ہونے کو ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران اور یونان کے مابین ایک اصولی تباین ہے۔ ایک طرف تو مطلق العنانی کا دور دورہ ہے اور شہنشاہ کے

لہ اردشیر سوم کے عہد حکومت کی مشکلات کو قسپیگل نے مفصلۂ ذیل انداز سے ترتیب دیا ہے:۔ (۱) یونان کے ساتھ تعلقات (ص ۴۵۹-۴۶۶)؛ (۲) جنگ قبرس (ص ۴۶۶)؛ (۳) کادوسیوں کے ساتھ جنگ' جو بحیرۂ خزر کے جنوب میں گیلان کے علاقے میں رہتے تھے (ص ۴۶۹-۴۷۰)۔ پلوٹارک (حیات اردشیر ۲۴) اور دیودوروس (۱۵ء ۸ء ۱۰) دونوں اس جنگ کو بیان کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اردشیر تین لاکھ پیدل اور دس ہزار سوار ملک کو لیکر اس ناقابل گزار ملک میں داخل ہوا جسمیں برسات کی وجہ سے سڑکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی تھی اور جس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہو گئے تھے۔ تری بازو نے خود اردشیر کو بال بال بچایا یعنی اس نے دونوں کادوسی حکمرانوں کو علیحدہ علیحدہ اس پر راضی کر لیا کہ وہ شہنشاہ کے ساتھ عہد نامہ کر لیں اور لطف یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خیال سے واقف نہ تھا؛ اسی سبب سے تری بازو کی کمان گویا پھر چڑھ گئی۔ (۴) جنگ مصر (ص ۴۷۰-۴۷۴)

قبضے میں محض اُس کے اپنے نفع کی خاطر ہزاروں میل کے قطعات ہیں؛ دوسری جانب بھی ایک بادشاہ ہے لیکن اُسے اپنی رعایا کو مطیع و منقاد کرنے کے لئے اپنے آپ کو ممتاز کرنا لازم ہے۔ یہ ایسا بادشاہ ہے جس کی اطاعت آنکھ بند کر کے نہیں کی جاتی؛ جس کا اثر اُسی قسم کا ہے جیسا ابجرت اقوام کے عہد میں جرمانی بادشاہوں کا، اور جسے سرکش افسروں کو قتل کرنے کا اختیار ہو لیکن تمام فوج کی خواہشات کی مخالفت کرنے کا مطلق اختیار نہیں۔ ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایران کے خاندان شاہی میں ابتری پھیلی ہوئی ہے اور اجیر سپاہیوں پر کلیۃً انحصار ہے؛ اور دوسری جانب مقدونیہ کے بادشاہ میں ہیبا کا نہ ذاتی جرأت اور مال غنیمت ہاتھ لگنے کی خواہش نظر آتی ہے؛ وہ بھی ایسا مال غنیمت جو نیزے کی نوک کے بل حاصل کیا گیا ہو۔ اپنے ذاتی خصائص کے علاوہ سکندر کو ایک اور خصوصیت حاصل ہے؛ یعنی وہ صرف مقدونیوں کا نہیں بلکہ تمام یونان کا؛ یعنی ایک اعلیٰ دارفع تمدن انسانی کا بھی قائم مقام ہے۔ وہ اپنی اس نیابت کو خوب محسوس کرتا ہے اور اسی کی بنا پر اپنی مشرقی مہم کو حق بجانب قرار دیتا ہے؛ وہ حقیقی معنی میں مقدونوی بادشاہ بھی ہے اور ٹھیٹھ یونانی بھی۔ ہیروڈوٹس نے زرکسز اور دارایوش کے عہد والے سکندر کی بابت لکھا ہے کہ وہ یونانی بھی تھا اور شاہ مقدونیہ بھی؛ اور بجنسہٖ یہی حکم سکندر اعظم پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔

اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو سکندر کے حملے کے وقت سلطنت ایران کی کچھ اسی قسم کی حالت تھی جیسی جرمانیوں کے حملے کے زمانے میں سلطنت روما کی۔ دونوں کی شیرازہ بندی کی بنا محض "قانون جمود" پر تھی؛ دونوں کی قوت کا انحصار خود ملک کے باشندوں پر نہیں بلکہ اُن اقوام ہی کے اجیر سپاہیوں پر تھا جو ان سلطنتوں پر دانت جمائے بیٹھی تھیں۔ جس طرح سلطنت روما کی فوج میں ایسے جرمانی سپاہی اور جرمانی سپہ سالار کام کرتے تھے جن کا مقابلہ کوئی رومن مشکل سے کر سکتا تھا، اسی طرح شہنشاہ ایران کا کلیۃً یونانیوں پر مدار ہو گیا تھا جو شہنشاہ کے مسلمہ طور پر وفادار تھے اور

باب ۱۲

منجملہ جن کے ایک میم نون بھی تھا جس کی قابلیت میں کسی کو شک کی گنجائش نہ تھی - اگر ہم ان امور کو ملحوظ رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جنگ کی ابتدا سے پہلے ہی ایک معنی کر کے یونانی ایران پر حاوی ہو چکے تھے؛ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایران میں یونانی عنصر کو جو اہمیت حاصل تھی اُس کا اندازہ خود یونانیوں کو بھی نہ تھا؛ اسی عنصر کی وجہ سے سلطنت کا کاروبار انجام پاتا تھا اور اُس کے افراد اس کام کی اجرت کو اپنے لئے بالکل مکتفی سمجھتے تھے -

اب ذرا ایک قدم اور بڑھائیے - سکندر اور ایران کے مابین جو جنگ ہوئی اُسے ہم ایک خاص زاویۂ نگاہ سے یونانیوں کی خانگی جنگ قرار دے سکتے ہیں - نہ صرف یہ کہ ایرانی فوج میں یونانی بھرے ہوئے تھے بلکہ جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کے یونانی شہروں سے سلطنت ایران کی حفاظت بہترین انداز سے ممکن تھی - عرصۂ دراز سے یونانی تمدن نے ایشیائے کوچک میں کچھ ایسے قدم جمائے تھے کہ اس ملک کو دُنیائے یونان کا ہی ایک حصہ تصور کرنا چاہئے - جنوب مغربی ایشیائے کوچک میں ایران کی باج گزار ایک بہت بڑی ریاست کاریہ قائم تھی جو تمدن و تہذیب کے اعتبار سے یونانی تھی اور جس پر موسولوس حکمران تھا؛ موسولوس نے اپنا پایۂ تخت می لاسہ سے ہالی کارناسوس منتقل کر دیا تھا اور اسی مرکز سے اپنا اثر قرب و جوار کے ساحلی علاقوں اور جزیروں پر پھیلا لیا تھا - اقلیم ایشیا پر اس ریاست میں راس میکالے سے (جو ساموس کے بالکل مقابل واقع ہے) لیکیہ تک تمام ساحل دریائے میاندر کی وادی زیریں اور اُس کے جنوبی معادن؛ دریائے اِندوس کی جنوبی وادی اور غالباً لکیہ کے زنجیرے اور ساحلی علاقے شامل تھے؛ خاص لیکیہ کے شہروں کے علاوہ مفصلۂ ذیل شہر جو ساحل یا اُس کے قریب تھے یعنی کاؤنوس، فیس کوس، کنیدوس، کیراموس، ہالی کارناسوس، یاسوس، ملطہ، میوس، پھی اینے؛ اور اندرون ملک میں میلاسا، الابندہ بدریائے مارسیاس،

تیرالیس اور مگنیشیا بدریائے میانڈر اس ریاست کا جزو بنے ہوئے تھے۔
یہاں کے حکمران کا اثر نہ صرف رھوڈز اور کوس بلکہ خیوس پر بھی تھا۔ گو
یہاں کے فرماں روا نسلاً نیم یونانی تھے لیکن ان اضلاع کا تمدن کلیتہً یونانی
یا ایک بڑی حد تک یونانی تھا، اور یہ چوتھی صدی ق م کے فنی شاہکاروں
سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ اس عہد میں جنوبی
ایشیائے کوچک کے یونانی شہر اپنے تمدن کی تابناکی کے اعتبار سے
شمالی ایشیائے کوچک پر بھی سبقت لے جاتے ہیں۔ لیکن تیسری صدی ق م
میں اس صورت حال میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، مثلاً پرگامم نہایت
تزک و احتشام کے ساتھ صف اول میں نمودار ہوتا ہے اور اس کے
فرماں روا چوتھی صدی والے کاریائی حکمرانوں سے بھی زیادہ یونانی تہذیب
و تمدن کی خدمت کرتے ہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اس گوشۂ ایشیا
میں، جو ہیلیس پونت کے بالکل قریب میں واقع ہے، یورپ کا اثر رونما ہو جاتا
ہے۔ لیکن کاریہ کے زیر اثر جو یونانی تھے وہ ایشیائی دنیائے یونان کا
محض ایک جزو تھے، اور یہ دنیا شمال میں اسوف و طرابزون تک اور
جنوب میں اسوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ واضح ہو کہ موخر الذکر وہی مقام ہے
جہاں سکندر کو اس کی دوسری عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

چوتھی صدی ق م میں یونانی تمدن کے جو حصے نظر آتے ہیں وہ
پانچویں صدی ق م والے حصوں سے مختلف ہیں۔ اس کتاب کی
جلد ۲ باب ۲۶ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ مشرقی اور وسطی یونان میں تمدن
کی چار مختلف موجیں نظر آتی تھیں یعنی ایونیائی، ایولی دوریائی، تھریسی اور
ایتھنزی۔ جیسا ہم اس جلد کے باب ۱۲ میں دیکھ چکے ہیں، اب
ان میں سے صرف تین کا صریح طور پر پتا چلتا ہے: ایونیائی جو کاریہ اور
الیغی سوس میں عیاں ہے؛ دوسری تھریسی جو اب تمام ملک مقدونیہ
میں پھیل گئی ہے؛ اور تیسرے ایتھنزی جس کا دائرۂ عمل اب تقریباً
تمام یوروپی یونان ہو گیا ہے۔ ایونیائی اور تھریسی موجوں سے اُن کا قدیم

باب ۱۲

تنوع جاتا رہا ہے اور اب صرف ایتھنزی تمدن ہی میں عالمگیری میلان پایا جاتا ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ تمدن کے ان تینوں مرکزوں کا داخلی اور سیاسی طرزِ عمل بالکل جداگانہ ہے، یعنی ایتھنز جمہوری ہے، شمالی علاقے ملوکی، اور ایشیا میں مقامی خود مختاری کے ساتھ ایران کی ماتحتی قبول کی جاتی ہے۔ ان امور کو ملحوظ رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف یونان کی جمہوریتوں میں آزادی کے اعلیٰ خیالات سرایت کئے ہوئے ہیں لیکن انھیں آپس کے نقیض سے فرصت نہیں ملتی جس کی وجہ سے اُن کا کوئی خاص قومی مطمحِ نظر نہیں ہے؛ ایران کے ماتحت جو یونانی ہیں وہ بہادر اور شجاع ضرور ہیں لیکن اُن پر ضرورت سے زیادہ تمدنی صیقل ہو رہی ہے اور سیاسی اعتبار سے ان میں کوئی مطمحِ خیال پیدا نہیں ہوا؛ رہے شمالی ملک یعنی مقدونیہ، تھسلی اور تھریس، تو اُن کے جانبازانہ جذبے میں کس کو شبہہ ہو سکتا ہے؛ ساتھ ہی ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن میں فطرتاً حکومت کا مادّہ پایا جاتا ہے اور اُن کے رہبروں میں قومی جذبہ بھی پیدا ہو چلا ہے۔ تینوں حصّوں کے ان خصائص سے تاریخی ارتقا کی کیفیت صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ مقدونی جمہوری یونان کو قومی مطمحِ نظر کے حصول کی خاطر رام کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتے اور اسکے لئے انھیں یونان فتح کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ ایشیائی یونانیوں کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور ایشیائی یونانی سپاہیوں کو مغلوب کرتے ہیں جس کے بعد ایران کا ایوان گویا خود بخود منہدم ہو جاتا ہے۔ ان واقعات کو سمجھنے کے بعد ہمیں اس کے باور کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی کہ جس اُصول کو اس جنگ کے بعد تقویت پہنچی وہ ملوکی اصول تھا نہ کہ جمہوری۔

اسناد متعلق باب بست و یکم

اس کی سب سے اہم سند دیودوروس کی کتاب ۱۶ ہے اور جیسا ہم اس سے پیشتر بیان کر چکے ہیں، اس کے ابواب ۴۰ تا ۵۲ میں محض سوتیہ کے علاوہ ایشیائی واقعات اچھی طرح سے بیان کئے گئے ہیں۔

پلوٹارک کی حیات اردشیر میں سلطنت ایران کا جو حال دیا ہوا ہے اُس سے طالب علم کی بہت کچھ رہبری ہوتی ہے۔ ہاؤگ (: "سوانح حیات یونانیاں میں پلوٹارک کے ماخذ" Haug Die Quellen Plutarchs in den Lebens beschreibungen der Griechen ٹیوبنگن ۱۸۵۴ء) نے واقعات پر حاوی ہونے کے بعد اس مسئلے پر بحث کی ہے۔ اُس مسئلے کی اہم ترین سند کتے سیاس ہے۔ گوکور نے لیوس نیپوس کی "داتامیس" میں جو قصے ہیں اُن کی تفصیل قابل وثوق نہیں، تاہم اُن سے اُس عہد کے حالات معلوم ہوتے ہیں؛ اس کی اشاعت نپردے لوپوس نے کی ہے؛ برلن ۱۸۷۹ء زمانۂ حال کی کتابوں میں سے مقابلہ کرو اے ویڈے مان: "تاریخ مصر" A. Wiedemann· Aegyptische Geschichte گوتھا، ۱۸۸۴ء؛ نیولدیکے: "مقالہ جات تاریخ ایران" Noeldeke Aufsaetze Zur persischen Geschichte؛ اور خاص طور پر شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel Iranische Alterthums Kunde ۳ جلد، لائپزگ ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۸ء۔

اسناد متعلق باب ۲۱

ایشیائے کوچک کے سکوں کی جو تحقیقات کی گئی ہے وہ نہایت کار آمد ہے؛ یہاں میں صرف زمانۂ حال کی تحقیقات کا حوالہ دوں گا۔ سکس (Six) "کاریہ کے صوبہ داروں کے سکے" Monnaies des Satrapes de Carie. جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۷۷ء؛ "خیالات متعلق سکہ جات فنیقیا" Observ. Sur les monnaies pheneciennes جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۷۸ء؛ "سکہ جات پسید یا و ممالک قریبہ" Zur Muenzkunde Pisidiens und angrenzende Laender جریدہ مسکوکیات Zeitsch. f. Num. جلد ۶، ۱۸۷۸ء؛ "جریدۂ قبرس کے سکوں کی ترتیب" Classification des monnaies de Chypre جریدۂ مسکوکیات، پیرس، ۱۸۸۳ء؛ "مازائیوس" Le Satrape Mazaios جریدۂ مسکوکیات، لندن، ۱۸۸۴ء؛ "اسنوف" Sinope جریدۂ مسکوکیات، لندن، ۱۸۸۵ء؛ زرلیکیہ Monnaie lycienne جریدۂ مسکوکیات، پیرس، ۱۸۸۷ء؛ "زریونان" Monnaie grecque جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۸۸ء؛ رائناش: "ایشیائے کوچک کی تین ملوکیتیں" Reinach. Trois royaumes de Asie mineure پیرس ۱۸۸۹ء؛ بابلون: "ہخامنشی ایرانی" Babelon: Les perses achemenides پیرس، ۱۸۹۳ء۔ امہوف بلومر کی کتاب "زریونان" Imhoof Blumer: Monnaies grecques ۱۸۸۳ء، اور مالوس؛ "تاریخ مسکوکیات" Mallos: Ann de Numism. ۱۸۸۳ء دونوں کا تعلق اسی موضوع سے ہے، اور دونوں عظیم الشان ذخیرہ جات معلومات ہیں۔

باب بست و دوم

سکندر مشرق قریب میں

جنگ گرانی کوس

سنہ ۳۳۴ ق م تا سنہ ۳۳۳ ق م

موسم بہار سنہ ۳۳۴ ق م میں سکندر تیس ہزار سوار اور پانچ ہزار پیدل اپنے ساتھ لے کر مقدونیہ سے نکلا۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے اس لشکر میں سے نصف سپاہی بھی مقدونوی الاصل نہ تھے[1] بلکہ اُس کا بیشتر حصہ

[1] سکندری فوج کی ترکیب، دیودورس ۱۷، ۱۷۔ اس فوج میں خاص یونانیوں کی تعداد بہت کم تھی؛ حلیفوں کے سات ہزار پیادوں میں سے بعض تھسالوی بھی تھے اور پندرہ سو تھسالویوں کے علاوہ صرف ۰۰ ۱ یونانی سوار تھے۔ دیودورس ۱۶، ۸۹ اور پلوٹارک: فوکیون ۱۶ کے مطابق فیلقوس نے ان رسالوں کا پہلے سے تعین کر لیا تھا جو یونانیوں سے لینے قرار پائے تھے، اور معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نے اپنے حقوق کا من وعن مطالبہ نہیں کیا۔ واضح ہو کہ نپولین کا طرزِ عمل اس سے بالکل مغائر تھا چنانچہ مقابلہ کرو اُسکے ایک قول کا جو اونکن نے اپنی کتاب عہد انقلاب و شہنشاہی Oncken Zeitalter der Revolution und des Kaiserreiches

باب ۲۲

شمالی اضلاع اور تھسلی کے رنگروٹوں پر مشتمل تھا اور اس میں زیادہ تر بھاری ہتھیار والے سوار اور پیدل نظر آتے تھے۔ پیدل فوج میں جو چیز ممتاز ترین تھی وہ مشہور و معروف مقدونوی "جتھا" تھا جس کے ہر مربع کے طول میں ۱۶ اور عرض میں ۱۶ سپاہی ہوتے تھے جن کے ہاتھوں میں سولہ سولہ فٹ لمبے نیزے ہوتے تھے، چنانچہ پہلی پانچ صفوں کے نیزہ بردار جب اپنے نیزوں کو آگے کی طرف بڑھاتے تو اُن کی نوکیں صف اول سے آگے نکل جاتیں۔ اس لشکر میں صرف پیدل ہی نہیں بلکہ سوار بھی زرہ پوش تھے۔ جب لڑائی میں اس جتھے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی تو پھر سپہ سالار کے حکم سے "ہلکے ہتھیار والے" ہی پاس لیتا کہ میدان میں کود پڑتے۔ چھوٹی موٹی مڈبھیڑ کے لئے اور فوج کے راستوں کی حفاظت کرنے پر جو رسالے متعین کئے جاتے تھے اُن کا زیادہ تر حصّہ شمالی قبائل مثلاً تھریسیوں، پایونیوں اور اگریانیوں سے لیا گیا تھا۔ بہر حال اس لشکر کو لے کر شاہ مقدونیہ بیس دن میں سستوس پہنچ گیا جہاں سے اُس نے ۱۶۰ اسہ طبقہ جہازوں اور باربرداری کی کشتیوں میں بٹھا کر اُسے ابی دوس اُتروا دیا۔ جہاز پر ہی اُس نے پوسئیڈون اور نے ریوسی دیبیوں کے نام کی اور ایشیائی ساحل پر پہنچنے کے بعد زیوس، ہرقل اور اتھے نے کے نام کی قربانی کی۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو اخی لیس کا جانشین کہتا تھا اس لئے الیوم پہنچ کر اُس کے نام پر خیرات کی اور اس کی قبر پر پھول چڑھائے اور اسی طرح اُس کے دوست ہے فیسٹیون نے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (۲، ۸ ۴۹، برلن ۱۸۵۶ء) میں نقل کیا ہے اور جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نپولین نے اپنے جرمانی و دیگر حلیفوں سے خوب ٹھوک ٹھوک کر مادّی فوائد حاصل کئے۔ سکندر کی فوج کے خصوصیات ڈروا ئے سن ۱۱، ۵، ۱۶ تا ۱۷، ۹ میں شمار کئے گئے ہیں نیز مقابلہ کرو بیلوخ: دنیائے یونانی و رومانی آبادی Beloch· Bevoelkerung der Griech. roem. Welt لائپزگ ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۵۰ اصفحہ ۲۲۲۔ اس کا خیال ہے کہ دیودورس کی رائے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

باب ۲۲

پترد کلوس کی قبر پر بھی گل فشانی کی۔ جب وہ الیوم ہی میں مقیم تھا تو اُس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اخی لیس کیسا خوش قسمت تھا کہ اُسے ہومر کا سا وقائع نگار مل گیا!۔

بہرحال یہ سب مذہبی فرائض ادا کرنے کے بعد وہ مشرق کی طرف بڑھا اور دریائے گرانیکوس پر ایک ایرانی لشکر سے دوبدو ہوا جس کی کمان بعض ایرانی اعیان سلطنت کے سپرد تھی[۵۲]۔ اس لشکر میں تقریباً بیس ہزار ایرانی سوار اور تقریباً اتنے ہی پیدل تھے، لیکن موخر الذکر ایرانی نہ تھے بلکہ اُن کا ایک بڑا حصہ دوسری اقوام مثلاً یونانی اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ میم نون نے ایرانی کمانداروں کو یہ صلاح دی کہ وہ لڑائی سے گریز کر کے اس کی بجائے مُلک کو تاراج کرنے پر قناعت کریں اس لئے کہ اس طرف تو شہنشاہ میدان میں موجود نہیں دوسری جا

---

[۵۲] سکندر کے حالات جنگ اسوس تک، آرین ۱،۱۱ تا ۲، ۶۔

کلیکیہ میں ہو کر گزرنے کے متعلق مقابلہ کرو مضمون بنٹ Bent انیسویں جولائی ۱۸۹۰ء صدی ۴۰، صفحہ ۱۰۵۔

قربانی کے لئے (۱،۱۱، ۲) دیکھو سکوں پر حواشی باب ۲۷۔

جنگ گرانی کوس ہی میں سکندر نے التیائیوں کو شکست دینے کے صحیح طرز کا اندازہ کرلیا یعنی اسی لڑائی میں اُس نے سواروں کو میدان میں بھیج دیا۔ اس ضمن میں مشرق کی ہمیشہ ایک ہی حالت رہی ہے یعنی یہ کہ اُس کی قوت کا دارومدار سواروں پر ہوتا ہے چنانچہ ایرانی، پارتھی عرب، ہن، مجیار، ترک سب کے سب گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتے تھے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ بعض التیائی طرز جنگ اُس روز سے آج تک ایک سی ہی چلی آتی ہے مثلاً چھاپہ مارنا، چنانچہ ہم ہیرودوٹس ۶، ۱۳ میں پڑھتے ہیں کہ یہ طریقہ خیوس لسبوس اور تینیدوس میں رائج تھا App Mith. ۶۷ کے مطابق تیگرانیس نے بھی اسی پر عمل کیا اور اس طرح کا پادوسیہ میں تین لاکھ آدمی گرفتار کئے۔ یہی کیفیت آوارہ تاتاران کریمیہ اور ترکمانوں کی بھی تھی۔ پنتزر کا ایک مضمون Allgemeine Zeitung نمبر ۱۶۷ (ضمیمہ) ۱۸۸۹ء میں چھپا ہے اسکا مطالعہ کیا جائے۔

سکندر کی موجودگی کے باعث مقدونوی پلڑا بھاری رہے گا۔ لیکن اس صلاح پر کاربند ہونے میں ایرانی سپہ داروں نے اپنی توہین و تذلیل سمجھی اور فی الفور جنگ آزمائی کا تہیہ کر لیا۔ سب سے پہلے اُن کے سواروں نے دریا کے ڈھلوان کنارے پر قبضہ کر لیا تاکہ وہ مقدونوی پیش قدمی کو روک سکیں۔ مقدونویوں کی طرف پارمے نیو فوری حملے کے اصول کا مخالف تھا، لیکن سکندر نے اُس کے پس و پیش کا جواب یہ دیا کہ جب میں نے ہیلیسپونٹ کو عبور کر لیا ہے تو میں گرانیکوس جیسی چھوٹی سی ندی سے کسی طرح نہیں رک سکتا۔ ہم جانتے ہیں کہ کسی بادشاہ یا سپہ سالار کے لئے موقع پر دو ٹوک تلے لفظ کہہ دینا کتنا انمول ہے، اور یہ صفت سکندر میں بدرجۂ اتم موجود تھی بلکہ اس میں کچھ تھوڑی بہت اسپارٹیوں کی سی جھلک پائی جاتی تھی۔ اُس نے حکم دیا کہ لشکر دشمن کی تیر باری کی پروا نہ کرے اور ندی کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر قبضہ کر لے۔ مقدونیوں اور یونانیوں دونوں کا قاعدہ تھا کہ اپنے سوارے کو لشکر کے جناح پر مقرر کرتے تھے، چنانچہ اسی قاعدے پر عمل درآمد کیا گیا اور جتھے کو وسط میں جگہ دی گئی۔ خود سکندر چکدار زرہ پہنے اور اپنی خود پر کلغی لگائے بہ نفس نفیس فوج کے میمنے کی کمان کر رہا تھا۔ جوں ہی لڑائی شروع ہوئی، سکندر گھمسان میدان میں کود پڑا اور سیدھا اُس سمت کو چلا جہاں ایرانی افسر کھڑے ہوئے تھے۔ لڑتے لڑتے اُس کے نیزے کے پرزے اڑ گئے، اور اُس نے اپنے سائیس کا نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا ہی تھا کہ وہ بھی دشمن کے ایک وار میں ٹوٹ گیا جس پر کورنتھی دیماراتوس نے اپنا نیزہ اُس کے ہاتھ میں دے دیا، جس کے ذریعے سے اُس نے دارا یوش کے داماد سپتھرا داتیس کو ملک عدم پہنچایا اور اس کے بعد روساکس کا، جس نے خود اُس پر وار کیا تھا، خاتمہ کر دیا۔ اسی طرح مقدونوی کلی توس نے (جسے "اسود" کا لقب دیا گیا ہے) ایک ایرانی نبیل، سپتھرا داتیس کا، جس نے سکندر کی پشت کی جانب سے

تلوار اُٹھائی تھی، ایک ہی وار میں ملک عدم کو پہنچا دیا اور اپنے ہر دل عزیز بادشاہ کی جان بچائی۔ ایرانی سواروں میں سے تقریباً ایک ہزار کام آئے، باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ایرانی سپہ سالار اجیر سپاہیوں کو کام میں لانا بھول گئے تھے، چنانچہ یہ میدان کے ایک گوشے میں بے حرکت کھڑے تھے! اب مقدونیوں نے ان میں سے دو ہزار کو تو گرفتار کر لیا اور باقی کو تہ تیغ کر دیا۔ اس طرف مقدونیوں میں سے صرف ۲۵ "یاران شاہی"، ساٹھ سوار اور کم و بیش تیس پیدل کام آئے، اور سکندر نے حکم دیا کہ اوّل الذکر ۲۵ کی یادگار کے طور پر تانبے کے مجسّمے تیار کر کے اُنھیں دیون میں نصب کیا جائے۔ مقدونیوں کے اس قدر کم نقصان کا سبب یہ تھا کہ ایک طرف تو سکندر میں فن حرب کی قابلیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور دوسری جانب اس کے سپاہیوں کے ہتھیار بھی ایرانی سپاہیوں کے اسلحہ سے کہیں بہتر تھے اور وہ سر سے پاؤں تک زرہ بکتر ہی میں ملبوس نہ تھے بلکہ اُن کے نیزے بھی سخت لکڑی کے تھے اور ایرانی نیزوں سے کہیں زیادہ طویل تھے۔ جنگ گرانی کوس میں ایرانی فوج اُس انبوہ کی مانند تھی جس کا کوئی رہبر یا ہادی نہ ہو اور جس میں سپاہی تو حتی الامکان بہادری اور تن دہی سے لڑیں لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۴۹۰ ق م اور ۴۸۰ ق م کی طرح یونانیوں کے اسلحہ کی نفاست ہونے، اُن کے سپہ سالاروں کے فن حرب میں یکتائی اور لشکر میں علو ہمتی اور جوش کی وجہ سے ہی میدان انھیں کے ہاتھ رہا۔ جو سپاہی میدان میں کام آئے تھے اُن کی تجہیز و تکفین نہایت عزت و احترام کے ساتھ کی گئی اور سکندر نے حکم دیا کہ مقدونیوں کے پس ماندوں پر محاصل معاف کر دئے جائیں اور اُن پر آئندہ فوجی خدمت معاف کر دی جائے۔ مجروحوں کو اُس نے خود اپنی ذاتی نگرانی میں لے لیا اور جن یونانیوں کو اُس نے گرفتار کیا تھا اُنھیں اُس نے بیگار میں لگانے کے لئے مقدونیہ روانہ کر دیا۔ اُس نے مال غنیمت میں سے

تین سو زرہ بکتر ایتھنز بھیجے جہاں اُنھیں اکروپولس میں رکھ کر اُن کے متصل یہ کتبہ نصب کیا گیا کہ "یہ زرہیں سکندر ولد فیلقوس اور یونانی سپاہیوں نے (جن میں اسپارٹی شامل نہ تھے) ایرانی بربریوں سے جنگ میں کامیابی کے بعد حاصل کیں"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یونانیوں کے سامنے اپنے آپ کو محض ایک سپہ سالار کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتا تھا اور اب اُس کی یہ خواہش اور آرزو تھی کہ وہ یونانیوں کو عموماً اور ایتھنزیوں کو بالخصوص اپنا طرفدار بنا لے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ایتھنزی اس کا اندازہ کر لیتے کہ سکندر کے ساتھ ساتھ دُنیائے یونان میں ایک جدید تخیل کا آغاز ہو گیا ہے۔ یقیناً ایک ایسے اولوالعزم سپاہی منش بادشاہ کا اپنے مُلک سے نکلنا جس کے راستے میں کسی قسم کی جمہوری رکاوٹ نہ ہو، ایسی جنگ میں حصہ لینا جس کی آرزو ہر محب وطن یونانی کے دل میں عرصۂ دراز سے جاگزیں ہو، اور اُس جنگ کو انتہائی کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچانا، نہ صرف یہ بلکہ عین فتح و نصرت کی ساعت پر رحم دلی اور انسانیت کا برتاؤ کرنا، ان سب باتوں میں ایک خاص قسم کی جدت اور علو پایا جاتا تھا۔ کوئی شخص دیکھے تو خیال کرے گا کہ اس سپہ سالار کی شخصیت، اس نوجوان کی طلب لطیف ہی کی وجہ سے ایتھنزی اپنے تمام اعتراضات کو بالائے طاق رکھ دیں گے اور بجائے بڑے بولوں کے عظیم الشان کارناموں کی دل سے داد دیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر و بیشتر ایتھنزیوں میں اس کی بھی اہلیت نہ تھی۔

گرانیکوس کی فتح کے بعد ایسے واقعات پیش آئے جن کا ثانی یونانی ایرانی تنازعات کی تاریخ میں ملنا دشوار ہے؛ ساردس اور اُس کے صوبہ دار نے ہتھیار ڈال دیئے اور ایشیائیوں نے سکندر کے اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اب بادشاہ نے لیدیہ کے قدیم پائے تخت کی مرمت کی اور پرانے لیدوی قوانین کا (بقول آرین) از سر نو احیا کیا۔ اس کے بعد وہ اکروپولس پر اولمپی زیوس کے بت خانے کے لئے موقع تلاش

باب ۱۲

کر ہی رہا تھا کہ ابر آیا اور عین اُس جگہ ترشح ہونا شروع ہوا جہاں لیدیہ کا قدیم شاہی محل استادہ تھا، چنانچہ سکندر نے اسی مقام کو نئے بت خانے کے لئے مناسب و موزوں قرار دیا۔[1] اُس نے لیدیہ میں ایک جدید انتظام کی بنیاد ڈالی جس کی نقل دوسرے صوبوں میں بھی اتاری گئی، اور اُس کے تحت فوجی اور مالی انتظامات جدا جدا اعمال کے سپرد کئے گئے در انحالیکہ ایرانی عملداری میں جملہ اختیارات صوبہ دار ہی کی شخصیت کے ساتھ وابستہ تھے۔ ان انتظامات کے بعد اُس نے ایفی سوس جاکر وہاں کے عمومی دستور کا احیا کیا اور وہاں سے ملطہ کا رخ کیا جہاں کی حفاظت کی ذمہ داری ایرانیوں کی طرف سے یونانی اجیر سپاہیوں کے سپرد تھی۔ اُن کے سپہ سالار ہیگیستراتوس نے پہلے تو ہتھیار ڈالنے چاہے، لیکن پھر اُس نے اپنی رائے کو اس خیال سے پلٹ دیا کہ ایرانی بیڑا قریب ہی ہے اور اُس سے ضرورت کے وقت ہر قسم کی مدمل سکتی ہے۔ لیکن کسی نہ کسی طرح سکندر اپنا بیڑا پہلے ہی لے آیا اور شہر پر یک بہ یک دھاوا بول کر اُسے مسخر کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے ایرانی بیڑے کے کمزور حملے کی مدافعت کر کے اپنے جہازوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیدیا تاکہ اُس کی موجودگی کی وجہ سے مقدونوی فوج کی قوت تقسیم کار کی وجہ سے گھٹ نہ جائے۔ ملطہ سے وہ ہالی کارناسوس کی طرف بڑھا جہاں ایرانیوں اور یونانیوں کا لشکر میمنون کی سرکردگی میں پڑا ہوا تھا۔ پہلے تو سکندر نے میندوس پر حملہ کیا لیکن اُس میں اُسے ناکامی ہوئی، چنانچہ سکندر نے خود ہالی کارناسوس پر حملہ کر دیا۔ اُس نے اُس کی خندق کو، جو تیس گز عریض تھی، بھروا دیا اور محصورین نے باہر نکلنے کی جو کوششیں کیں انھیں پسپا کر کے منجنیقوں کے ذریعے سے

---

[1] اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ رومامیں سنتا ماریا ماجیورے Santa Maria Maggiore کا گرجا عین اس مقام پر بنایا گیا ہے جہاں ایک سال ۵ اگست کو برف باری ہوئی تھی۔

باب ۲۲

فصیل کے ایک حصّے کو منہدم کر دیا۔ اب محصورین نے ایک ہلال نما دیوار بنائی اور اُس کے پیچھے آ گئے، لیکن آخر کار اُنھیں جگہ چھوڑ کر ہٹنا ہی پڑا اور شہر کو سکندر کے رحم پر چھوڑ کر قریب کے دو قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد شاہ مقدونیہ نے ادا اینت ہرکاتومنوس زوجۂ اُدریوس کو ملکۂ کاریہ بنایا، اور اسیسے مقدونوی سپاہیوں کو جنھوں نے چلنے سے پہلے نکاح کر لئے تھے، یہ حکم دے کر مقدونیہ بھیج دیا کہ وہ وہاں سے مزید لشکر ساتھ لے کر واپس آجائیں۔

اب سکندر شمال کی طرف چلا اور راستے میں لکیہ والوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا چنانچہ فاسےلس کے باشندوں نے اُسے طلائی پھولوں کا ایک گھیرا بھی تذر کیا۔ اسپندوس نے اطاعت کا تہیہ کر لیا تھا، لیکن آخری منٹ میں اُس نے رائے بدل دی اور بجائے پچاس تالنت کے سو تالنت کا جرمانہ ادا کرنے پر مجبور ہوا۔ یہاں سے گزر کر سکندر کو پہاڑی علاقہ حائل ہو جانے کی وجہ سے رکنا پڑا، اور اگر وہ قلعہ بند شہر تلمےسوس کو فتح کرنے کی کوشش کرتا تو اُسے یہاں یقیناً عرصۂ دراز تک ٹھہرنا پڑتا، چنانچہ وہ ساگالاسوس اور کیلائےنائے ہو کر ۳۳۴ــ۳۳۳ ق م کے موسم سرما میں افروجیوں کے مستقر گوردیوم کی طرف براہ راست بڑھتا چلا گیا[۱]۔

---

[۱] کاؤنٹ لانکورونسکی Count Lanckoronski نے تتمۂ اخبار Allgemeine Zeitung اپریل سنہ ۱۸۹۰ء میں تلمےسوس اور ساگالاسوس کے محل وقوع کو بیان کیا ہے۔ لیکن خدا جانے وہ یہ کیوں کہتا ہے کہ سکندر نے تلمےسوس پر قبضہ کیا؟ مقابلہ کرو آرین ۲۷،۲۸۔ تلمےسوس (ترمی سوئی) کے محل وقوع کے لئے دیکھو مرے کی کتابچہ ایشیائے کوچک Murray's Hand-book for Asia Minor صفحہ ۱۲۰؛ ساگالاسوس کے محل وقوع کے لئے ایضاً صفحہ ۱۵۰۔

باب ۲۱

ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ گرانی کوس کے بعد سکندر نے براہ راست اندرونی ملک کا رخ نہیں کیا۔ اس کے متعدد اسباب تھے۔ اوّل تو اُسے مشرق کی طرف مزید پیش قدمی کرنے سے پہلے جنوب مشرقی ایشیائے کوچک میں ایران کی قوت کو مفلوج کرنا لازمی تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے وجوہ ہوں گے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے ایرانی بیڑے کے خلاف کوئی خاص کارروائی نہیں کی چنانچہ اس کے باعث اُسے نقصان پہنچا اور میم نون نے چال چل کر خیوس پر قبضہ کر کے متی لنہ پر حملہ کر دیا۔ اسی حملے کے دوران میں میم نون راہی ملک عدم ہوا جس کے باعث ایرانی مقاصد کو شدید نقصان پہنچا۔ آخر کار متی لنہ نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور ایرانیوں نے اُس پر ایک خودسر حاکم مقرر کر دیا۔ آرین کے قول کے مطابق اُنھوں نے تینے دوس کو بھی صلح نامۂ انتالکداس کی تعمیل کرنے پر مجبور کیا۔ الغرض جس وقت سکندر جمہوریتوں کے قیام میں مصروف تھا اُسی وقت دیموس تھنیس کے نورعین یعنی ایرانی جگہ جگہ خودسرانہ حکومتیں قائم کر رہے تھے اور انتالکداس آنجہانی کی تعظیم و توقیر میں مصروف تھے۔ دس ایرانی جہاز آگے بڑھ کر سفنوس تک آگئے لیکن اُن کے جواب میں پندرہ مقدونوی جہاز خالکس سے نکل کر اُن سے جنگ آزما ہوئے اور آٹھ کو گرفتار کر کے باقی ماندہ دو کو واپس ایشیا چلے جانے پر مجبور کیا۔ ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر ہمارے نزدیک ملطہ اور ہالی کارناسوس میں ایرانی فوج کی موجودگی سکندر کے ساردس سے براہ راست اندرونِ ملک میں چلے جانے سے نہیں روک سکتی تھی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اُس نے جنوبی ساحل کے متوازی جانے کا جو تہیہ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس ضلع میں وہ یونانی آباد تھے جن کی آزادی اس مہم کا مقصد اوّل تھا اور جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو اُس وقت تک وہ کسی حالت میں مشرقی سمت کا رخ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے بعد وہ یک بہ یک شمال کی طرف اندرون ملک کی سمت میں

باب ۱۲

جوبڑھا اور اس طرح گویا دارا کو ایک لشکر مہیا کرنے کا موقع دیا۔ اس کی وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ کلیکیہ کے ناہموار ساحل کو اُس کی فوج مشکل سے عبور کر سکتی تھی؛ واقعہ یہ ہے کہ ایشیائے کوچک کا گویا قلب افروجیہ کا علاقہ تھا اور اس ملک کا ایک خاص تعلق قدیم ترین یونانی تہذیب وتمدن سے تھا، چنانچہ سکندر کے خیال میں اگر اُس ملک نے اُسے اپنا حاکم مان لیا تو بر وقت نہیں تو کم از کم آیندہ کے لئے اُسے بہت کچھ فوائد حاصل ہو جائیں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اسے ایک خاص واقعے سے بہت کچھ مدد ملی۔ افروجیہ کے مستقر گوردیوم میں وہ گاڑی رکھی ہوئی تھی جس میں وہاں کا پہلا بادشاہ گوردیوس بیٹھ کر شہر میں داخل ہوا تھا۔ اس گاڑی کا جوا رسی سے بندھا ہوا تھا، اور لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ جو کوئی رسی کی گانٹھ کھولیگا وہی ایشیا کا فرماں روا بن جائے گا۔ سکندر نے اُسے کھولنے کی کوشش کی اور جب وہ ناکام ہوا تو اُس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور ایک ہی وار میں اُس کے دو ٹکڑے کر دئے۔ اس واقعے سے اس صاحب عزم بادشاہ کی ایک فطری خصوصیت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ یہ کہ سکندر موقع ومحل کے اعتبار سے اپنے خیال پر عمل کر کے اپنی بات رکھ لیتا تھا۔ گوردیوم سے چل کر وہ کلیکیہ کے دروں کو عبور کرتا ہوا تارسوس پہنچا جہاں کے صوبہ دار نے شہر کی کنجیاں فوراً اُس کے حوالے کر دیں (واضح ہو کہ اب بھی کلیکیہ کی آبادی نیم یونانی تھی) یہاں اُس نے دریائے کیدنوس میں غسل کیا جس کے بعد اُسے اتفاقاً تیز بخار آگیا۔ اس کے طبیب خاص فیلقوس ساکن اکارنانیہ نے اُسے مسہل دینا تجویز کیا، اور جیسے ہی وہ دوا اپنے والا تھا اُسے کسی نے ایک خط لاکر دیا جس میں لکھا تھا کہ "سکندر، تو فیلقوس کے فریب سے بچ!" یہ پڑھ کر اُس نے خط تو نہایت خاموشی سے طبیب کے ہاتھ میں دیا اور خود بلا چوں وچرا دوا پی گیا۔ اُس نے اپنے اس فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ اُسے نہ تو کسی کی طرف سے ہراس ہے اور نہ کسی پر شک وشبہہ

تارسوس سے وہ پھر سیدھے راستے سے گریز کر کے انخیالوس گیا جہاں اشور بنی پال مدفون تھا اور یہ وہ بادشاہ تھا جس کی نسبت مشہور تھا کہ اُس نے تارسوس اور انخیالوس کو ایک دن میں آباد کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس کی قبر پر ایک قبہ تھا جس پر کندہ تھا کہ "اے لوگو اپنی زندگی خوشی و خرمی سے بسر کرو اس لئے کہ موت کے بعد جو کچھ ہے اُس کے لئے کوشش بالکل فضول ہے"۔ سولی سے اُس نے کلیکیہ کے پہاڑیوں کو مطیع کیا۔ یہاں اُسے خبر ملی کہ کاریہ کے شہروں، بالخصوص کوس، تریوپیوم اور کائونوس نے اُس کی اطاعت قبول کرلی ہے؛ اس خبر سے اُسے اطمینان ہوا، اس لئے کہ اول تو کاریائی بالطبع بہادر تھے دوسرے ان شہروں کی اہمیت بھی مسلمہ تھی۔ ان نیم بربری ممالک میں جن میں وہ اب مقیم تھا، وہ ہمیشہ یونانی رسم و رواج پر زور دیا کرتا تھا، چنانچہ سولی میں بھی اُس نے یونانی تہوار منائے اور باشندوں کو ایک جمہوری دستور سے مستفید کیا؛ مالوس میں امفی لوخوس ولد امفیاروس کے نام کی قربانی کی اس لئے کہ اس سورما نے ان ممالک میں سفر کیا تھا، اور مالوسیوں کو وہ تمام محاصل کی معافی دی جو وہ ایران کو دیا کرتے تھے۔

یہاں اُسے یہ اطلاع ملی کہ دارا اپنے لشکر سمیت مشرق کی طرف پہاڑوں کی دوسری جانب میدان میں نظر آیا ہے، چنانچہ اُس سے جنگ آزمائی کرنے کی غرض سے وہ آگے بڑھنے لگا۔

باب بست و سوم

اسوس، صور، مصر

۳۳۳ ق م تا ۳۳۱ ق م

سکندر کو دارا کے شکست دینے کی اس قدر بے صبری تھی کہ میدان میں اُس کے حملے کا انتظار کرنے کے بجائے اُس نے نومبر ۳۳۳ ق م میں ساحل کا رُخ کیا اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا جلد از جلد اُس جگہ پہنچ گیا جہاں اُس کے نزدیک سکندر پڑا ہوا تھا۔ ادھر سکندر آہستہ آہستہ نسبتۃً آسان راستے میں سے گزرتا ہوا جنوب کی طرف چل کر شہر میریاندروس پہنچ گیا جو سمندر کے ساحل پر واقع تھا، اور وہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ دارا اُس کی پشت پر موجود ہے۔ یہ سنتے ہی سکندر پیچھے کی طرف پلٹا اور اپنے سپہ سالاروں سے مخاطب ہو کر اُن سے کہا کہ مقدونوی فوج کی بہادری اور ایرانیوں کی کمزوری کی وجہ سے اُسے یقیناً دارا کے لشکر پر غلبہ حاصل ہوگا، اور دارا کی فوج میں جو یونانی ہیں وہ محض اجرت دار ہونے کی وجہ سے اس قدر تن دہی سے نہیں لڑیں گے جتنے مقدونوی فوج کے یونانی سپاہی۔ اُس نے انھیں یاد دلایا کہ کورش کے دس ہزار یونانی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے، درانحالیکہ اِس وقت تو مقدونوی لشکر کو یہ تفوق بھی حاصل ہے کہ ان کے جلو میں ایک نہایت نفیس سواروں کی فوج

اُن کی مدد کے لئے موجود ہے۔ ایرانی لشکر ساحل کے قریب ایک میدان میں پڑا ہوا تھا جو شہر اسوس کے قریب واقع تھا؛ اُس کا مشرقی رخ دریائے پناروس کی وجہ سے محفوظ تھا اور اس میں تقریباً چھ لاکھ سپاہی تھے[1] اس کا زیادہ تر حصہ اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا جن میں تیس ہزار یونانی اور ساٹھ ہزار کردانی بربری تھے، اور فوج کی ترتیب کچھ اس طرح سے کی گئی تھی کہ یونانی دائیں طرف اور بربری بائیں جانب استادہ تھے، ان کے عقب میں باقی ماندہ سپاہی عمیق جتھے بنائے ہوئے کھڑے تھے اور اکثر ایرانی سوار ساحل کے قریب فوج کے دائیں جناح پر پڑے تھے۔ دارا نے حکم دیا کہ میسرے کا ایک حصہ مشرقی پہاڑوں پر پھیل جائے اور اگر ایرانی افسروں میں ذرا بھی قابلیت ہوتی تو یہی لشکر مقدونوی عقب پر حملہ کر کے ان کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ وہ اپنے لشکر کے عین وسط میں ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا حکم الحکام نافذ کر رہا تھا۔ سکندر نے ابتدا میں حکم دیا کہ اُس کے لشکر کا قلب

[1] جنگ اسوس، آرین ۲، ۶ تا ۱۱۔ میدان کے ماحول کے لئے دیکھو نوئی مان: جغرافیہ و تاریخ کلیکیہ، Neumann Zur Landeskunde und Gesch Kilikiens، جلد ۴، سالیانہ لسانیات، جلد ۷، ۱۲۔ عورتوں کے ساتھ سلوک، آرین، ۲، ۱۲؛ پلوٹارک: سکندر، ۲۲۔ ایرانی فوج میں جو یونانی اجیر سپاہی تھے ان میں سے امین تاس اور دوسرے سپہ سالاروں کی ماتحتی میں آٹھ ہزار فرار ہو کر مصر بھاگ گئے۔ آرین ۲، ۱۳؛ دیودوروس ۱۷، ۴۸۔ داریوش کے ساتھ مراسلت، آرین ۲، ۱۴۔ دمشق میں یونانی، آرین ۲، ۱۵۔ بحیرۂ ایجیئن میں ایرانی بیڑہ، آرین ۲، ۱۳، ۴ تا ۶۔ ایتھنز میں احساس عام کی کیفیت Aesch Ctes. ۶۴، جہاں "کچلنے" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس سے جنگ اسوس سے پہلے ایرانیوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا اندازہ ہوتا ہے؛ واضح ہو کہ یہ لفظ اصطلاحی معنوں میں آیا ہے؛ دیکھو زینوفون: "ہیلے نیکا"، ۳، ۴، ۱۲۔ پومپی آئی میں جو پچی کاری برآمد ہوئی ہے اُس میں جنگ اسوس کا نازک ترین موقع دکھایا گیا ہے۔

باب ۲۱

اور میمنہ دشمن پر حملہ کرے، اور میسرہ جو پارمے نیو کی کمان میں تھا، دشمن کے حملے کی مدافعت کے واسطے تیار رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم الشان لشکر کو روکنے کے لئے جو پہاڑوں پر جناحی حرکت کر رہا تھا، صرف چند سو مقدونوی سپاہی بالکل کافی ثابت ہوئے۔ گرانی کوس کی طرح سکندر نے ندی کو دشمن کے دو بدو عبور کیا اور پوری قوت کے ساتھ اس کے مرکز پر حملہ کر کے اُسے تتر بتر کر دیا۔ اس پر ایرانی میسرہ تو میدان چھوڑ کر فوراً فرار ہو گیا، لیکن قریب کے یونانی اجیروں نے ذرا استقلال دکھایا، اور اگر میسرے کی بھگدڑ دیکھ کر دارا تمام لشکر کی پسپائی کا حکم نہ دے دیتا تو شائد وہ اس قدر جلد شکست نہ کھا جاتے، اور سکندر کو بہت بڑا نقصان اُٹھانا پڑتا۔ لیکن دارا کے اشارے سے اُس کی فوج کا وہ حصہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا، اور تمام ایرانی فوج اب گویا مفروروں کی ایک بے ترتیب جماعت بن گئی۔ اس معرکۂ کارزار میں تقریباً ایک لاکھ ایرانی کام آئے جن میں سے دس ہزار کے قریب سوار شامل تھے؛ آرین مقدونوی مقتولوں اور مجروحوں کی تعداد بیان نہیں کرتا لیکن دیودوروس کے بیان کے مطابق صرف تین سو یونانی پیدل اور ڈیڑھ سو سوار اس میدان میں مارے گئے۔ سب سے پہلے تو خود دارا گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہوا، لیکن پھر واپس آگیا اور اپنی ڈھال زمین پر پھینک گھوڑے پر سوار ہو میدان سے پیٹھ توڑ بھاگ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لشکر کے قریب ہی بہت سی گھوڑیاں کھڑی کر دی گئی تھیں تاکہ اپنے بچھیروں کے پاس پہنچنے کے لئے وہ جلد از جلد سواروں کو لیکر گھر کو لوٹیں۔ ظاہر ہے کہ جب مقدونیوں کے کان میں اس قسم کے قصے پڑے ہوں گے اور اُن کی توثیق خود دارا کی بزدلی سے ہو گئی ہو گی تو اُن کے دل میں ایرانیوں کی وقعت ذرا سی بھی باقی نہیں رہی ہو گی۔ جو مال غنیمت سکندر کے ہاتھ لگا اُس میں سب سے زیادہ تعجب انگیز خود دارا کا خیمہ تھا جس میں اُسے اُس کی ماں، بیوی، دو لڑکیاں اور ایک بچہ ملے جنھیں دارا تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اگر سکندر کی جگہ

کوئی دوسرا ہوتا تو وہ یقیناً ان عورتوں کو اپنی محل سرا میں داخل کر لیتا، لیکن سکندر نے اُن کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیا جس سے عہد فروسیت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بہرحال، میدان جنگ سے سکندر نے فنیقیہ کا رُخ کیا جہاں ارادوس اور مار اتھوس کے شہروں نے ہتھیار ڈال دئے۔ جب وہ مار اتھوس ہی میں تھا تو اُس کے پاس دارا کا خط پہنچا جس میں اُس نے اپنے اہالیان خاندان کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ سکندر کے ساتھ مصالحے کی آمادگی ظاہر کی تھی۔ سکندر نے جواب دیا کہ سب سے پہلے دارا کو اُسے ایشیا کا مالک ہونا تسلیم کرنا پڑے گا اس کے بعد گفت وشنود ہوتی رہے گی، ورنہ بہتر یہی ہے کہ جملہ معاملات متنازعہ فیہ ایک دوسری جنگ پر ہی چھوڑ دئے جائیں۔ اب پارمےنیو دمشق کی طرف بڑھا جہاں پہنچ کر اُس نے بہت سے روپے پیسے پر قبضہ کر لیا اور ساتھ ہی اُن یونانیوں کو گرفتار کر لیا جو ایرانیوں سے جا ملے تھے۔ ان میں ایک اسپارٹی، دو تھبزی اور ایک ایتھنزی یعنی مشہور ایتھنزی سپہ سالار ایفیکراتیس کا بیٹا، یہ سب شامل تھے۔ جب یہ قیدی سکندر کے روبرو آئے تو اُس نے فی الفوران سب کی جان بخشی کر دی اور کہا کہ تھبزیوں کو تو میں اُن کے شہر کی بربادی کی وجہ سے اور ایتھنزی کو اُس کے خاندانی ناموس کے باعث چھوڑے دیتا ہوں، رہا اسپارٹی تو اُسے اوّل تو اُس نے حراست میں رکھا لیکن ایک لڑائی میں فتح پانے پر اُسے بھی چھوڑ دیا۔

اب سکندر کی خواہش یہ تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے مصر کو قابو میں کر لیا جائے، لیکن اس مقصد کے حصول کے راستے میں شہر صور حائل تھا[۱]۔ سیدا کے زوال کے بعد اس شہر کی سرسبزی میں روز افزوں ترقی

---

[۱] محاصرۂ صور، آریین ۲، ۱۶، تا ۲۴۔ گلاک: "سکندر کی فوج کشی صور پر" Glueck De Tyro ab Al M oppugnata کیونگزبرگ ۱۸۸۶ء میں اسناد کی تنقید

باب ۱۲

ہو رہی تھی، اور اس کے شہریوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ شائد سکندر کو نیچا دکھانے کے اہل ہیں۔ ابتدا میں تو صوریوں نے یہ کہلایا کہ وہ سکندر کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن جب سکندر نے پیغام بھیجا کہ میں اپنے جد امجد ہرقل کے نام کی قربانی کرنے کی غرض سے شہر میں داخل ہونا چاہتا ہوں تو انھوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم نے اس سے قبل بھی ایرانیوں کو شہر میں نہیں گھسنے دیا تھا اور اب بھی ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ ظاہر ہے کہ سکندر اس قسم کے دلائل کو نہیں تسلیم کر سکتا تھا، اس لئے کہ اگر صوریوں کا کہنا مان لیا جاتا تو وہ گویا برابر خود مختار رہتے اور اپنے جہازوں سے جس طرح جی چاہتا کام لیتے۔ اس نے اس وقت تک ضرور ایرانی بیڑے کو نظر انداز کیا تھا، لیکن اب اس کے مرکز اور مصدر یعنی فینیقیہ کو چھوڑ دینے کے یہ معنی ہوتے کہ دشمن کا بیڑا آزادی کے ساتھ رہے اور یہ امر سکندر کے لئے کسی حالت میں اچھا نہ ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ اسوس کی وجہ سے ایرانی بیڑے کو، جس میں ایک سو جہاز تھے اور جو اس مرتبہ سفنوس تک پہنچ گیا تھا، واپس خیوس چلا جانا پڑا، لیکن اس کے امیر البحر نے یہ چال چلی کہ اس نے خفیہ طور پر آگس شاہ اسپارٹا کو تیس تالنت نذر کر دئے جنھیں لے کر اس کے بھائی اگےسی لاؤس نے اجیر سپاہیوں کے مرکز راس تینے نارم سے نکل کر کریٹ پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ بھی کچھ زیادہ اہم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی گئی ہے اور اس لئے بہت قابل قدر ہے۔ توصیف احوال کیلئے مقابلہ کرو پیچ مان: "تاریخ فینیقیان" Pietschmann Gesch, der Phoenicier برلن ۱۸۸۹ء صفحہ ۶۴ وغیرہ۔ پیچ مان موورز، ریناں ("وفد فینیقیہ" (Renan Mission de Phenicie) اور پرٹز ("فینیقیہ" (Prutz Aus Phoenicien") کی کتابوں سے کام لیتا ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ صور کا نام نہاد مصری بندرگاہ جنوب مشرق کی طرف واقع تھا، تاہم ریناں کی رائے جیسے پیچ مان نے نقل کیا ہے کہ جنوبی بندرگاہ سے آیا ن کا بیان منطبق نہیں ہوتا، ہمارے نزدیک صاف نہیں ہے۔

باب ۲۴

نہ تھا اس لئے کہ کریٹ ایک دور اُفتادہ جزیرہ تھا اور خالکس وکورنتھ کے قبضے کی وجہ سے تمام یونان گویا انتی پاتر کے قبضے میں آگیا تھا۔ لیکن خطرہ یہ تھا کہ ایرانی بیڑہ کہیں اس نواح میں بھی بےچینی پیدا نہ کر دے اس لئے کہ یونان میں مقدونیہ کے خلاف جو جوش تھا وہ بجائے کم ہونے کے برابر بڑھ رہا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ اسوس سے پہلے یونانیوں کا عام خیال یہ تھا کہ عنقریب ایرانی مقدونیوں کو کچل ڈالیں گے اور اس سے ایک طرف تو یونانیوں کی آرزو کا اظہار ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اور یونانیوں کے مابین کس قسم کے تعلقات تھے۔

ان تمام واقعات کی وجہ سے سکندر صور کی طرف پیش قدمی کرنے پر مجبور تھا۔ یہ پیش قدمی اس لئے دشوار تھی کہ ایک طرف تو شہر ایک جزیرے پر واقع تھا اور دوسری جانب سکندر کے پاس تو ایک جنگی جہاز بھی موجود نہ تھا لیکن صور کا بیڑہ آراستہ و پیراستہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بالکل ممکن تھا کہ ایرانی بیڑہ جو بحیرۂ ایجئن میں گشت لگا رہا تھا وقت پر صور کی مدد کے لئے آموجود ہو۔ الغرض جس طرح دیونی سیوس نے موتیہ میں ایک فصیل تعمیر کی تھی اسی طرح سکندر نے بھی اقلیمی ساحل سے جزیرے تک ایک دیوار بنائی لیکن اسمیں سکندر کو دیونی سیوس سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس لئے کہ دیونی سیوس کے برخلاف اسکے پاس ایک بھی جنگی جہاز نہ تھا اور دوسرے جہاں موتیہ کے قریب کا سمندر اُتھلا تھا وہاں صور کے قریب کا سمندر نہایت عمیق تھا۔ بہرنہج ان تمام دقتوں کے باوجود دیوار بننی شروع ہوگئی۔ لیکن جب وہ شہر پناہ کے قریب تک آگئی تو صوریوں نے اُس کی تعمیر کو جبرا روکا اور اُس پر جو لکڑی کے برج بنائے گئے تھے انھیں آتشی کشتیوں کے ذریعے سے بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اسی دوران میں سکندر نے اسّی فنیقی، بارہ قبرصی، دس رھوڈزی اور ۱۴۰ دوسرے مقامات کے جہازوں کا ایک بیڑا جمع کر لیا تھا، اور اب وہ اس قابل ہوگیا تھا کہ سمندر

باب ۱۲

کی طرف سے بھی شہر پر حملہ کر دے۔ صوریوں کی پہلے تو یہ خواہش ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح سے بحری لڑائی ہو جائے، لیکن یہ دیکھتے ہی کہ سکندر نے ایک کافی وقیع بیڑا جمع کر لیا ہے، اُنھوں نے اپنے جہازوں کو دونوں بندرگاہوں میں رکھ چھوڑا جن میں سے ایک کا رخ شمال کی طرف اور دوسرے کا جنوب کی طرف تھا۔ سکندر کو ایک دقت یہ بھی پیش آئی کہ صوریوں نے سمندر میں عین مقدونوی بیڑے کے مقابل بڑے بڑے پتھر ڈال دئے تھے، اور سکندر کے ملاحوں کو نہ صرف آگے بڑھنے کیلئے جنگ آزما ہونا پڑتا تھا بلکہ اُن پتھروں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹانا پڑتا تھا۔ آخرکار صوریوں نے اس بیڑے کے ذریعے سے جو شمالی بندرگاہ میں پڑا ہوا تھا، مقدونوی بیڑے کے اُس حصے پر حملہ کیا جو اُس کے مقابل میں تھا۔ اُنھیں سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ وہ نہایت اطمینان سے اپنے شہر میں بیٹھے بیٹھے تمام میدان کارزار پر نگاہ ڈال سکتے تھے۔ صوریوں نے اپنے بیڑے کو سکندر کی تیزی کی طرف سے متنبہ کر دیا تھا، لیکن سکندر جنوب سے چل کر شمال میں اس پھرتی سے آموجود ہوا کہ صوری جہازوں کو بندرگاہ میں واپس چلا جانا پڑا۔ یہ زک اُٹھانے کے بعد صوریوں نے بحری لڑائی کا خیال ترک کر دیا اور محض اپنی فصیل کی حفاظت کرنے پر اکتفا کیا۔ سکندر نے بحری حرکت کے بعد فوراً شہر پر چاروں طرف سے حملہ کرنا شروع کر دیا تھا، اور اُس نے بہت جلد جنوب کی طرف شہر پناہ کو اس قدر نقصان پہنچا دیا کہ اب ایک جگہ تو ایسی تھی کہ مقدونوی ملاح چاہتے تو اپنی کشتیوں سے سیڑھیاں لگا کر عین شہر پناہ پر چڑھ جاتے۔ سکندر نے اب یہ طے کر لیا کہ وہ اسی راستے سے شہر میں گھسنے کی کوشش کرے گا، اور باشندگان شہر کی توجہ دوسری طرف منعطف کرنے کی غرض سے اُس نے یہ حکم دیا کہ فصیل کے طول اور دونوں بندرگاہوں پر بیک وقت حملہ کر دیا جائے، اور جب اُس کے جہاز جنوبی بندرگاہ کی مدافعت کا خاتمہ کر کے شمالی بندرگاہ میں گھسنے لگے تو وہ خود چند چیدہ چیدہ سپاہیوں کو لے کر جنوبی منہدم فصیل

باب ۲۲

کے راستے سے شہر میں داخل ہو گیا۔ مقدونیوں کو اس لئے اور بھی زیادہ غصہ تھا کہ اُن کے دیکھتے دیکھتے صوریوں نے چند مقدونوی قیدیوں کو فصیل پر لے جا کر مار ڈالا تھا اور اُن کی لاشیں سمندر میں پھینک دی تھیں۔ اس لڑائی میں آٹھ ہزار صوری کام آئے اور دوسری جانب مقدونیوں کے کل چار سو سپاہی مارے گئے جن میں سے "سپر برداروں" کا افسر ادمے توس بھی تھا جو خود بادشاہ کی ہمراہی میں شہر میں داخل ہوا تھا۔ سکندر نے اُن لوگوں کو عام معافی دے دی جو ہرقل کے بت خانے میں جا کر پناہ گزیں ہوئے تھے، جن میں شاہ ازے ملکوس اور قرطاجنی سفرا شامل تھے، اور تیس ہزار صوریوں کو غلام بنا کر فروخت کرنے پر اکتفا کیا۔ سکندر کا یہ سلوک اکراگاس کی فتح کے وقت قرطاجینوں کے سلوک سے کس قدر مغائر تھا اس لئے کہ وہاں تو فاتحوں نے شہر کے زن و مرد کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس کے بعد سکندر نے اپنے جدِ امجد ہرقل کے اعزاز میں عید منائی اور اُس کے بت خانے میں وہ منجنیق بطور چڑھاوے کے رکھ دئے جن کے ذریعے سے فصیل کو شق کیا گیا تھا (اگست ۳۳۲ ق م)۔

جب صور کا محاصرہ ہی ہو رہا تھا تو دارا نے سکندر کے پاس ایک اور پیام بھی بھیجا[۱] جس میں اُس نے اپنی بیوی بچوں کی رہائی کے معاوضے میں دس ہزار تالنت دینے پر آمادگی ظاہر کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی سکندر کے ساتھ کر دے گا اور دریائے فرات تک تمام ایشیائے کوچک سے دست بردار ہو جائے گا۔ یہ پیام سُن کر پارمے نیو کہنے لگا کہ میں سکندر ہوتا تو اُسے ضرور قبول کر لیتا، جس پر سکندر بول اُٹھا کہ بھائی اگر میں پارمے نیو ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا، اور فوراً دارا کو یہ جواب

---

[۱] دارا کے پیغامات صلح، آرین ۲، ۲۵۔

باب ۲۳

دیا کہ ملک اور روپیہ پیش کرنا بالکل بیکار اور بے سود ہے؛ رہا نکاح کا معاملہ تو دارا چاہتا ہے تو سکندر بھی اُس کے لئے آمادہ ہے اور اگر دارا کی کچھ اور خواہش ہے تو وہ شاہ مقدونیہ کے پاس خود آکر اُسے پیش کرے۔

صور کی تسخیر کے بعد مصر کا راستہ بالکل کھلا ہوا تھا، اور اگر راستے میں غزہ حائل نہ ہو جاتا اور اطاعت سے انکاری نہ ہوتا تو سکندر بے کھٹکے مصر پہنچ جاتا[۴۵] غزہ کی تسخیر سکندر کے اثر کے لئے نہایت ضروری تھی۔ یہ شہر سمندر سے بیس فرلانگ کے فاصلے پر ایک سطح مرتفع پر واقع تھا اور اُس کے قریب جو سمندر تھا وہ کچھ ایسا زیادہ عمیق نہ تھا۔ اُس کی شہر پناہ اتنی اونچی اور مضبوط تھی کہ مقدونوی مہندسوں نے یہ حکم دیا کہ اُس کے انہدام کے لئے جتنے اونچے منجنیقوں کی ضرورت ہے اُتنے اونچے منجنیق نہیں بن سکتے۔ یہ سُن کر بادشاہ نے اُس کے دامن سے ایک پشتہ بنوانا شروع کیا اور اُس کے سہارے شہر پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ ابتدائی حملہ ناکام ہوا اور اس میں خود شاہ مقدونیہ بھی زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے دوسری تدبیر کی یعنی تمام شہر کو مٹی کے ایک مدور دیوار سے گھیر لیا جو ڈھائی سو قدم اونچی اور ۱۲۰۰ قدم چوڑی تھی، اور ساتھ ہی ساتھ غالباً کسی خالی جگہ فصیل کے نیچے ایک سرنگ تیار کر لی۔ اس کے بعد شہر پر دھاوا بولا گیا اور چوتھے حملے پر آخر کار اُس پر سکندر کا قبضہ ہو گیا۔ قبضہ ہوتے ہی شہر کے جملہ مرد تو تہ تیغ کر دئے گئے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا دیا گیا (نومبر ۳۳۲ ق م)۔

[۴۵] محاصرۂ غزہ، آرین ۲، ۲۶، ۲۷۔ ہیگیسیاس نے اس ناقص سلوک کو اپنی مقفیٰ عبارت میں بیان کیا ہے جو سکندر نے غزہ کے مدافع باتس کے ساتھ روا رکھا۔ گروٹ (جلد ۱۰، صفحہ ۹۴۲) اسے باوثوق سمجھتا ہے، ڈروائسن نہیں۔ ہمارے نزدیک خطاب لازماً مستند نہیں ہوتے۔

باب ۲۳

یہاں سے چل کر سکندر مصر میں داخل ہوا جہاں کے صوبہ دار مازاکیس نے اپنی بے بسی کا اندازہ کر کے ہتھیار ڈال دئے مصریوں اور ایرانیوں کے مابین ازل سے عناد رہتا تھا، دوسرے بعض یونانی اجیروں نے جو جنگ اسوس کے بعد یہاں بھاگ کر آئے تھے، بہت بُرا برتاؤ کیا تھا؛ اور پھر چونکہ صوبہ دار مصر کے پاس ایک ایرانی سپاہی بھی موجود نہ تھا اس لئے اُسے ہتھیار ڈال دینے کے سوا چارہ کار ہی نہیں تھا۔ جب سکندر ممفس پہنچا تو اُس نے آپس اور دوسرے مصری معبودوں کے نام کی قربانی کر کے مصریوں کو اپنا ہمنوا بنالیا، لیکن ساتھ ہی ساتھ اُس نے یونانی دیوتاؤں کی بھی تعظیم و تکریم میں فروگذاشت نہیں کی اور اُن کے اعزاز میں ورزش موسیقی کے عام مقابلے کا انعقاد کیا۔ واضح ہو کہ موسیقی کے ایسے مقابلے اکثر و بیشتر ناٹک کے کھیلوں پر مشتمل تھے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی ادبیات نے سکندر کی سرپرستی میں کس طرح دیار مشرق میں فروغ حاصل کیا۔

اب سکندر دریائے نیل کے راستے سمندر کی طرف چلا اور شہر کانوپوس کے قریب ایک موقع کو پسند کر کے وہاں ایک جدید شہر کی بنیاد ڈالی اور اُس کا نام اسکندریہ رکھا۔ جب اُس کے چوکوں اور سڑکوں کے نشانات ڈالتے ڈالتے کھریا ختم ہوگئی تو سکندر کے ساتھیوں نے آٹے سے نشان ڈالنے شروع کئے جس پر کسی نے یہ پیش گوئی کی کہ اس جدید اسکندریہ کا مستقبل نہایت شاندار اور درخشاں ہوگا۔ یہاں سے (بہار ۳۳۲ ق م میں) وہ ریگستانی خانقاہ عموّن گیا۔ ظاہر ہے کہ جب سیکڑوں برس سے لوگ اس مقدس مقام کو تبرک کے لئے جاتے ہوں گے تو یقیناً اُس کا راستہ ہر شخص کو معلوم ہوگا، لیکن روایت ہے کہ سکندر کے آگے آگے دیوتاؤں کے فرستادہ دو سانپ اُسے راستہ بتاتے ہوئے چل رہے تھے۔ بہرحال اس بت کدے پر پہنچ کر

باب ۲۲

اُس نے فال گو سے مستقبل کی بابت استفسار کیا تو (آرین کے قول کے بموجب) فال گو نے سکندر کی مرضی کے مطابق جواب دیا جس پر ایک افواہ یہ پھیل گئی کہ اُس نے شاہ مقدونیہ کو زیوس کا فرزند ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس میں ایک مذہبی لٹک ضرور تھی جو اُسے اپنی ماں سے ورثے میں ملی تھی۔ یونانی مصر کو مدت دراز سے بڑے بھاری فہم واستدراک کا منبع تصور کرتے تھے، اور خانقاہ عمون کی شہرت یونانی مذہب کے مصر میں قائم مقام رہنے کی وجہ سے اُس کی شہرت چار دانگ یونان میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہمارے نزدیک یہ امر بالکل حسب حال تھا کہ جب عمون کے پجاریوں کو معلوم ہوا کہ جو واقعات اس وقت تک روایتی نیم معبودوں کے متعلق مشہور تھے وہ خود سکندر کے حالات پر منطبق ہوتے ہیں تو وہ یہ سمجھنے لگے کہ سکندر در اصل اُن کے معبودوں کا بیٹا ہے اور اُنھیں کا فرستادہ انسانوں کے درمیان اپنا کروفر دکھانے کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح ہمارے نزدیک یہ بھی فطری حالات کے مطابق تھا کہ خود سکندر کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ پجاری سچ کہتے ہیں اور وہ واقعی ایک غیر معمولی انسان ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس تیرتھ سے واپس جانے کے بعد وہ اپنے آپ کو یونانیوں کا سپہ سالار سمجھنے کی بجائے ایک ایسا بادشاہ تصور کرنے لگا جس کی قسمت میں دُنیا کی تسخیر لکھی ہوئی ہو۔ اُس نے ممفس آکر حکومت کو از سر نو منتظم کیا اور اس صوبے کے دیوانی معاملات کو پہلے دو اور پھر ایک "نومارخ" کے سپرد کرکے فوج کو متعدد سپہ سالاروں کے متعلق کر دیا۔ اُس نے کلیومنیس ساکن نوکراتس کو جسے اُس نے قریب کے عربی اضلاع کا صوبہ دار مقرر کیا تھا، مصر کا جامع محاصل مقرر کیا۔ آرین کا خیال ہے کہ اُس نے ان تبدیلیوں سے مصر کے اُس انتظام کی پیش بندی کی جو زمانہ مابعد میں رومنوں نے اس اہم صوبے کا کیا تھا[۵]۔

---

۵ سکندر مصر میں، آرین ۳، ۱ تا ۵ - دروائے سن ۱، ۱، ۴، ۳۰ وغیرہ۔

باب ۲۳

مصر سے وہ صور واپس آیا، اور یہاں بھی اُس نے ورزش اور موسیقی کا ایک میلا منعقد کیا۔ اسی مقام پر اُسے ایتھنز کے سفیر ملے جو اپنے وطن سے پارالوس نامی کشتی میں سوار ہو کر آئے تھے، اور انھوں نے اُس سے استدعا کی کہ گرانی کوس کے میدان میں جو ایتھنزی گرفتار ہوئے تھے انھیں رہا کر دیا جائے۔ اُس نے فوراً اُن کی جملہ استدعاؤں کو منظور کر لیا۔ ساتھ ہی اُس نے سو جہازوں کا ایک بیڑا پیلو پونیز روانہ کیا جہاں اس وقت تک برابر بےچینی جاری تھی۔ اُس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک مسمی ہارپالوس کو جنگی ناقابلیت کی وجہ سے خازن مقرر کیا تھا، اور وہ جنگ اسوس سے ذرا پہلے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اسکندریہ کی تعمیر، آرین، ۳، ۱، ۲۔ ارڈمان اپنی کتاب "یونانیوں کا فن تعمیر بلدیات" Erdmann Zur Kunde der hellenistischen Staedtegruendungen (اسٹراس برگ ۱۸۸۳ء) میں اُس کی ابتدا ۲۰ جنوری ۳۳۱ق م کو ہونا بتاتا ہے۔

ایرانی بیڑے کی حرکات و سکنات، آرین ۳، ۲، ۳ تا ۷؛ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۱، ۱، ۳۱۳ تا ۳۱۶۔

زیوس عمون کے نخلستان کو جانا، آرین، ۳، ۳، ۴؛ مقابلہ کرو ڈروائے سن، حسب بالا۔

ڈروائے سن کا خیال ہے کہ اس خانقاہ کے پجاریوں کے عقیدے کے مطابق معاد یقینی تھا اور مذہبی پوجا اور ملوکیت کے مابین ضرور کسی نہ کسی قسم کا تعلق تھا۔ اگر پجاریوں نے سکندر کو عمون را کا فرزند قرار دیا (مقابلہ کرو مے یر "تاریخ مصر" Meyer Gesch Aegyptens ص ۲۵۲/۳۲۷ و ص ۲۹۰) تو ممکن ہے کہ سکندر نے اُن کی بات کو واقعاً یقینی کر لیا ہو۔ اس لئے کہ اس قسم کے خیالات اُس کی فطرت میں داخل تھے۔ حکومت مصر آرین ۳، ۵؛ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۱، ۱، ۳۲۴۔

باب ۲۳ ایک صندوق لے کر فرار ہو گیا تھا۔ اب سکندر نے اُسے بھی معافی دے دی اور اُسے اُس کے پرانے عہدے پر بحال کر دیا۔ لیکن اس مرتبہ پھر بہت سا خزانہ لے کر یونان بھاگ گیا اور وہاں بہت کچھ گڑبڑ مچائی۔[۵۶]

سکندر نے صور سے چل کر قلب ایران کی طرف حرکت کی۔ اس وقت تک تمام ایسے ممالک جن کا یونان سے کچھ بھی تعلق تھا، یعنی ایشیائے کوچک، فنیقیہ اور مصر، یہ سب کے سب اُس کے مطیع و منقاد ہو چکے تھے؛ اب اُن ممالک کی باری آئی جن سے یونانی محض بالواسطہ یعنی اپنے سیاحوں اور سپاہیوں کے ذریعے سے واقف تھے، اور سکندر اُن پر چڑھائی کرنے کے لئے اس وجہ سے مجبور تھا کہ دارا نے اس وقت تک اپنی شکست کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

---

[۵۶] سکندر کی دریائے فرات کی طرف پیش قدمی، آرین ۳، ۶۔

باب بست و چہارم

گوگا میلا

سکندر سردریا کے کنارے

۳۳۱ سنہ ق م تا ۳۲۹ سنہ ق م

تھپساکوس کے مقام پر مازائیوس کی سرکردگی میں ایک ایرانی لشکر پڑا ہوا تھا، لیکن یہ لشکر سکندر کے راستے میں حائل نہیں ہوا، چنانچہ شاہ مقدونیہ نے نہایت اطمینان سے دریائے فرات کو عبور کر لیا۔[1] تھوڑی دیر شمالی سمت چلنے کے بعد وہ پہاڑوں کے قریب مشرق کی طرف مڑا اور دجلہ پر گزرتا ہوا حسب سابق جنوب کی راہ لی۔ اُسے قدیم شہر نینوہ کے قریب گوگا میلا پر شہنشاہ ایران کی ایک عظیم الشان فوج ملی جس میں سردریا اور فرات کے درمیانی علاقے کے اکثر قبائل شامل تھے اور بعض مورخوں کے بیان کے مطابق اس میں دس لاکھ

---

[1] سکندر کی پیش قدمی فرات سے گوگا میلا تک، آرین ۳، ۷ تا ۱۰۔ سکندر اور یار سے نیو، آرین ۳، ۱۰۔ سکندر جنگ کو قدیم یونانی نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا اور وہ اینی کرائیس کی طرح محض اجیروں کا سپہ دار نہیں تھا۔

باب ۱۲

پیادے، چالیس ہزار سوار، دو سو تلوار دار رتھ، پندرہ ہاتھی اور بہت سے یونانی اجیر سپاہی موجود تھے۔ دارا نے اپنا پڑاؤ ایک ایسے میدان میں ڈالا تھا جسے اُس نے خاص طور پر انتخاب کیا تھا اور جہاں رتھ کھڑے کرنے کی غرض سے اونچی نیچی زمین کے ایک حصّے کو ہموار کیا گیا تھا[۵۲]۔ جب سکندر دشمن کے مقابل آیا تو اُس نے سب سے پہلے تو اپنے لشکر والوں کو آرام کرنے کی اجازت دی اور کہا کہ جس دشمن نے میدان جنگ کا انتخاب کیا ہے وہی پھر وقت کا تعین بھی کرے۔ ساتھ ہی اُس نے میدان کا اس نظر سے معائنہ کیا کہ کہیں اس میں خندقیں تو نہیں ہیں اور لکڑیاں تو نہیں گاڑھی گئیں، چنانچہ معائنہ کرنے کے بعد اُسے میدان سے اتنی ہی واقفیت ہوگئی جتنی خود انتخاب کنندہ کو ہوگی۔ جب پارمے نیو نے اُسے یہ صلاح دی کہ ایسے موقع پر شبخون کا طرز عمل ہی مناسب ہوگا تو سکندر نے اس طرح سے "چوری سے فتح پانے" سے انکار کر دیا اس لئے کہ اُس کے نزدیک ہر ایک جنگ بغیر باضابطہ مخالفت کے قدیم یونانی معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ دارا سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ سکندر تو لڑائی کے لئے تیار ہو رہا تھا، لیکن دارا اپنی فوج والوں سے سنتریوں کا مسلسل کام لیکر تھکا رہا تھا جب لڑائی چھڑی تو دارا اپنے فوجی خط کے بالکل وسط میں کھڑا ہوگیا اور اپنے چاروں طرف ایران کے اعیان و کبار اور وہ یونانی اجیر سپاہی کھڑے کر دئے جن کا اُس پر سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ چونکہ سکندر کو اس بات کا اچھی طرح سے احساس تھا کہ دشمن کے سپاہی

---

[۵۲] جنگ گوگامیلا، آرین ۳، ۱۱، ۲۵۔ مقدونیوں نے ایرانیوں کے چہروں پر وار کئے۔ جنگ فارسالوس میں بھی سب سے پہلا شخص جسنے میدان چھوڑا وہ خود مغلوب فوج کا سپہ سالار تھا۔ سکندر کرو تون کو مال غنیمت روانہ کرتا ہے، پلوٹارک: سکندر ۳۴۔

باب ۱۲

تعداد میں اُس کے سپاہیوں سے کم و بیش بیس گنا زیادہ ہیں لہذا اوّل تو اُس نے اپنے میسرے کی سیادت پارسے نیو کو سونپی، جنگ کے اصلی خط کے علاوہ ایک دوسرا خط مدافعت قائم کیا تاکہ ضرورت کے وقت دشمن کی جناحی حرکت کو روک دیا جا سکے۔ ازاں بعد ۱۳ اکتوبر ۳۳۱ء ق م کو اُس نے آخر کار پیش قدمی اس طرح شروع کردی کہ اُس کا میلان اپنے داہنے بازو کی طرف ذرا زیادہ تھا، اور ساتھ ہی برابر اس موقع کی تلاش میں رہا کہ کسی طرح سے ایرانی صفوں کو چیر کر دوسری طرف نکل جائے۔ دارا نے پہلے کی لڑائیوں سے کہیں زیادہ میدان جیتنے کی کوشش کی۔ حملے میں اُسی نے پیش قدمی کی اور پہلے تو اُس نے اپنے رتھ دشمن کی طرف روانہ کئے، لیکن جب اُن سے مقدونیوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا تو اپنے پیادوں کو وار کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم اُس کے لشکر کے لئے مہلک ثابت ہوا اس لئے کہ ایرانیوں کے بڑھتے ہی اُن کی صفیں شق ہوگئیں اور ان دراڑوں میں سکندر اپنے نیزہ برداروں اور "مقدونوی جتھے" کو لے جا داخل ہوگیا۔ مقدونیوں نے ایرانی اعیان واکابر کو اپنا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے وہ اتنے ہی خوف زدہ ہوئے جتنے رود من فارسالوس میں ہوگئے تھے۔ دارا اُسی طرح اس مرتبہ بھی فرار ہوگیا جیسے وہ اسوس کے بعد فرار ہوا تھا، اور اس کے فرار سے لڑائی کی قسمت پر گویا مُہر ثبت ہوگئی۔ سکندر کو دارا کے جانے کے بعد بھی اپنے میسرے کی نگہداشت کرنی تھی، اسلئے کہ اُس پر دشمن کا نہایت زبردست دباؤ پڑ رہا تھا؛ لیکن جب ایرانیوں کو اس محاذ پر بھی شکست مل گئی تو اُس نے فوراً دارا کا تعاقب کرنا شروع کیا۔ جنگ گوگا میلا میں ..۱ مقدونوی پیادے اور ایک ہزار سوار کام آئے؛ اس کے برعکس بیان کیا جاتا ہے کہ تیس ہزار ایرانی موت کے گھاٹ اُتارے گئے اور اس سے کہیں زیادہ گرفتار ہوئے۔

باب ۱۲

اس لڑائی کے بعد دارا کو ایک جدید لشکر مہیا کرنا بالکل ناممکن ہو گیا۔ پہاڑوں کو عبور کرنے کے بعد پہلے تو وہ مدیہ پہنچا' اور چونکہ اس عرصے میں سکندر بابلستان کو زیر کر رہا تھا اس لئے اُسے تھوڑا بہت آرام مل گیا۔ سکندر کے واسطے یہ یقینی نہ تھا کہ اُسے بابل آسانی سے مل جائے گا' لیکن جب وہ اُس مقام پر پہنچا تو شہر نے فوراً ہتھیار ڈال دئے اور بابلیوں نے باہر نکل کر اس کی اطاعت کو قبول کر لیا[۱]۔ اُس نے یہاں کی مقامی خانقاہ کو' جسے زرکسز نے مسمار کر دیا تھا' از سر نو تعمیر کیا اور خالدیہ کے طریق پر بیل دیوتا کے نام پر قربانی کی۔ اس صوبے کا کاروبار تین عہدہ داروں یعنی صوبہ دار' سپہ سالار اور افسر مالیہ کے سپرد کیا گیا اور اس طرح گویا قدیم ترین تمدن کا مرکز اب شاہ مقدونیہ کے قبضے میں آگیا۔ بابل سے وہ سوس گیا جہاں اُسے پچاس ہزار نقرئی تالنت اور بعض ایسے فنی شاہکار ملے جنھیں زرکسز یونان سے لایا تھا' ان میں ہرمودیوس اور ارسطوگی تون کے مجسمے بھی تھے جنھیں سکندر نے فوراً واپس یونان بھجوا دیا۔ سوس میں اُس نے ایک یونانی میلے کا انعقاد کیا جس میں ورزشی مقابلے اور مشعل دوڑ نمایاں تھے' اور چند روز قیام کرنے کے بعد اُس نے ڈسمبر ۳۳۱ ق م میں مشرق کی راہ لی۔ سطح مرتفع ایران پہنچنے کے لئے اُسے بعض ویران پہاڑوں اور متعدد درّوں میں ہو کر گزرنا پڑتا جنھیں صرف پہاڑی درّوں کے ذریعے سے عبور کیا جا سکتا تھا[۲]۔ پہلے تو یہ اکسیوں کے ملک میں

---

[۱] سکندر بابل میں' آرین' ۳' ۱۶۔ سوس کے باقیات کی حالت کو دیولافوا نے اپنی کتاب "قلعۂ سوس" Dieulafoy: L'Acropole de Suse (پیرس' جلد اول ۱۸۸۹ء) میں بیان کیا ہے۔

[۲] سطح مرتفع ایران کے راستوں کے لئے دیکھو گروٹ لندن ۱۸۸۴ء جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۲ وغیرہ ذرو ائے سن ۹۶ ص ۳۵ وغیرہ' ہیکل "تحقیقات ایرانی" ۲' ۲۲ وغیرہ' سٹولتزے "تاریخ جغرافیہ" برلن ۱۸۸۳ء Stolze: Verh. der Ges. f. Erdkunde

باب ۱۲

ہو کر گزرا اور جس کے بعد اُس راستے پر گزر کر جو باہان سے قلعۂ سفید کو جاتا ہے ایک تنگ درے پر آیا جو ہر چہار طرف فصیل سے گھرا ہوا تھا اور جس میں چالیس ہزار پیادے اور سات سو سوار حفاظت کے لئے موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے مقام پر محض دھاوے کر کے قبضہ کرنا ناممکن تھا، چنانچہ سکندر نے یہ ترکیب چلی کہ اپنی فوج کا ایک حصّہ اپنے ساتھ لے کر وہ خود اُس کے عقب میں پہنچ گیا اور سامنے سے کراٹے روس سے حملہ کرا دیا۔ الغرض ایرانی فوج پس پا ہوئی اور سکندر کے لئے اصطخر کا راستہ کھل گیا۔ اُسے اس شہر پر قبضہ کرنے کے بعد اُسے بے شمار روپیہ ملا جس کا دیو دوروس ایک لاکھ بیس ہزار تالنت کا اندازہ کرتا ہے۔ سکندر نے یہاں کے شاہی قلعے میں آگ لگا دی تاکہ تمام ایشیا کو معلوم ہو جائے کہ ایران کے تزک و احتشام اور قوت و سطوت کا خاتمہ ہو گیا اور دُنیا کی قسمت ایک جدید حکمراں کے ساتھ وابستہ ہو گئی۔[۵]

---

[۵] پرسی پولس (اصطخر) اور پاسارگادے کو بعض مرتبہ ایک ہی مقام سمجھا جاتا ہے؛ وہ مورّخ جو ان دونوں مقامات کو ایک دوسرے سے الگ تصور کرتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ موخر الذکر یا تو اصطخر کے قریب تھا ورنہ اسے فسا کے نزدیک تصوّر کرتے ہیں، جو شیراز کے جنوب و مغرب میں واقع ہے؛ مقابلہ کرو شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel, Eran Alterthumk unde جلد ۲، صفحہ ۶۱۶ تا صفحہ ۶۲۱، نولدکے: "مقالہ متعلقۂ تاریخ ایران" Noeldeke لائپزگ ۱۸۸۷ء، صفحہ ۱۳۵ تا صفحہ ۱۴۶؛ Aufs zur pers Geschichte نقشہ جات متعلقۂ یوستی کی کتاب "تاریخ ایران قدیم" Justi Gesch. des alt, Pers. (برلن ۱۸۷۹ء) میں وہنیز سپرونر منکے Spruner—mencke کی کتاب جلد ۴ میں دئے ہوئے ہیں؛ لیکن موخر الذکر کا پیمانہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ بہر نہج پرسی پولس کے کھنڈر اس مقام پر پہچانے جا سکتے ہیں جسے آج کل "تخت جمشید" کا لقب

باب ۲۲

پرسس (لارستان) میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد سکندر ۳۳۰ قم کے موسم بہار میں مدیہ کی طرف چلا۔ اُسے یہ خبر ملی تھی کہ دارا اُس سے پھر جنگ آزما ہونا چاہتا ہے لیکن یہ بالکل غلط تھی۔ دارا شمال کی طرف بھاگ گیا تھا، اور اب ہمدان میں بعض معاملات طے کرنے کے بعد وہ بحر خزر کے دروں میں ہوتا ہوا اُس کے تعاقب میں اُس راستے سے روانہ ہوا[۶] جو بحر خزر کی طرف جانے کے بجائے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ دیا جاتا ہے اور یہ کھنڈر غالباً انھیں عمارات کے ہیں جو ہخامنشی خاندان کے زمانے میں بنی ہوں گی۔ ان عمارات سے کچھ فاصلے پر شمال کی جانب چار مقبرے ہیں جنھیں "نقش رستم" کہتے ہیں، اور اُن سے تھوڑا سا شمال مشرق کی طرف موجودہ مرغاب کے قریب ایک عمارت ہے جو قدیم مورخوں کے بیان کردہ مقبرۂ کورش کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ نیولڈیکے اور بعض دوسرے مستشرق اسی کو پاسارگادے کا مقام خیال کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پاسارگادے ہی ایران کا قدیم پائے تخت تھا اور داریوش اول نے اسے ہٹا کر اپنا مستقر پرسی پولس (اصطخر) کو قرار دیا جسے ابتداً میں یونانی پرسائے کہتے تھے؛ پرسی پولس کا لفظ پلوٹارک نے سب سے پہلے استعمال کیا ہے۔ یونانیوں کو اس شہر کا علم سکندر سے پہلے نہیں ہوا تھا، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حکومت اور شاہی دربار کا مستقر اکثر سوس ہی میں رہتا تھا۔

سکندر نے اصطخر میں جو کچھ کیا اُس کی تزئین افسانوں کے ذریعے سے کی گئی ہے۔ دیودورس ۱۷-۷۰ اور کرٹیوس ۵، ۶ کے بیان کے بموجب پرسی پولس کی فتح کے وقت قتل عام بھی کیا گیا تھا۔

[۶] بحر خزر کے دروں کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۱۳۶ اور ۲، ۵۲۲۔ موردٹ مان Mordtmann کی رائے ہے کہ دارا کو سمنان میں گرفتار اور دولت آباد میں قتل کیا گیا ہوگا۔ زور اکارتا یا تومین اُسی مقام پر آباد ہوگا جس جگہ اس وقت استر آباد ہے ورنہ اُس کے نزدیک ہی ہوگا؛ شپیگل ۲، ۵۳۷۔ ہرکانیہ (درکانہ) اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دریائے گرگان کے لئے دیکھو شپیگل ۱/ ۶۰؛ پارتھیا کے لئے ۲/ ۶۲۰۔ اس صوبے کا صدر مقام ہکاتوم پی لس تھا جو یا تو دامغان کی جگہ ہوگا در یہ شاہ رود کی جگہ۔ شپیگل ۲/ ۵۳۶۔ ماردیوں کے ملک کے لئے شپیگل ۲/ ۵۳۱؛ یہ دماوند کے قریب ہوگا۔ جیلان و مازندران کے لئے شپیگل ۱/ ۶۱، ۶۷۔

سکندر اترک ہوکر وادی مشہد میں داخل ہوا۔ درانگیانا، شپیگل ۲/ ۵۴۱؛ شپیگل کے نزدیک اریاسپائے دراصل درانگیوں کی ایک شاخ تھے۔ سجستان کے نیم دتمنیاتی خاندان کیانیان، خصوصاً زال و رستم کے لئے دیکھو شپیگل ۱/ ۵۶۵ وغیرہ اراخوس، شپیگل ۲/ ۵۴۳۔ اسکندریہ بملاک تفقاز" شپیگل ۲/ ۵۴۲؛ ممکن ہے کہ شہر دراب ساکا رہی ہو جسے آجکل اندراب کہتے ہیں شپیگل ۲/ ۵۴۴ بیز دیکھو شپیگل ۱/ ۱۱۶۴

سکندر کے شمال کی طرف جانے کے راستے کے لئے دیکھو ڈروائسن ۱/ ۲/ ۵۳ وغیرہ؛ بختیاری و سغدینی، ۱/ ۲/ ۳۸۔ شپیگل ۱/ ۴۰۳ کے مطابق یہ دونوں قبیلے ایک قسم کی ایرانی بولی بولتے تھے اور یہاں کے تجارت پیشہ لوگ اور کاشتکار بھی ایرانی الاصل تھے؛ لیکن ان کے ہر طرف غیر ملکی نسلوں کے خانہ بدوش آباد تھے جنھیں ایرانی "ساکائے" یا "شک" کہتے تھے۔ آرین کہتا ہے کہ یہ "اسکیتی النسل" تھے (۳/ ۸/ ۳) اور ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق ایرانی سب اسکیتیوں کو "ساکائے" ہی کا لقب دیتے تھے۔ یہ کسی نسل کے ہی کیوں نہ ہوں دارا کے حلیف تھے (آرین ۱/ ۱)۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ واقعی تورانی صرف وہی لوگ تھے جنھیں "سکیوتھائے" کا لقب دیا جاتا ہے اور جن سے سکندر سیردریا کے قریب لڑا تھا۔ شپیگل مرکندا اور سمرقند کا ایک ہی ہونا تسلیم نہیں کرتا۔

سکندر نے سات شہر آباد کئے؛ شپیگل ۳/ ۸/ ۵۴۔

باب ۲۱

دور کرتا ہے، اور اس طرح سلطنت ایران کے موجودہ پائے تخت یعنی
طہران کے مشرق میں پہنچ گیا۔ یہاں اُسے معلوم ہوا کہ بہت سے ایرانی
سردار دارا کے مخالف ہوگئے ہیں اور وہ خود بعض ذی اقتدار صوبہ داروں
کے قبضے میں ہے جو اُس کے نام سے جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔
ان صوبہ داروں میں سب سے ممتاز باختر کا صوبہ دار بیسوس تھا اور سکندر
کے لئے یہ نہایت اہم تھا کہ کسی طرح سے یہ اُس کے قبضے میں آجائے،
چنانچہ اپنی رفتار کو تیز کر کے وہ تھوڑی سی فوج اپنے ہمراہ لے کر آگے
بڑھ گیا۔ بیسوس اپنے ساتھ ساتھ دارا کو جگہ جگہ لئے پھرتا تھا اور اُسے
اُتار کر خود تخت پر بیٹھ گیا تھا۔ آخر کار تعاقب کرتے کرتے سکندر نے
اُنھیں جا پکڑا اور بہت جلد مدافعت کا خاتمہ کر دیا۔ جب ایرانی سرداروں
نے دیکھا کہ وہ مقدونوی جال میں گرفتار ہونے کو ہیں، تو وہ اپنے بادشاہ
پر ایک کاری ضرب لگا کر اُسے چھوڑ کر چلے گئے، اور جب جولائی
سنہ ۳۳۰ ق م میں سکندر پہنچا تو دارا مر چکا تھا۔ سکندر نے شاہ ایران کی
لاش اصطخر بھیج دی جہاں وہ شاہی مراسم کے ساتھ سپرد خاک کر دی گئی۔
اس کے بعد بحر خزر کے جنوب و مشرقی صوبوں یعنی ہرکانیہ اور فارس نے
ہتھیار ڈال دئے۔ یہاں سے وہ مغرب کی طرف ماردیوں کے ملک
یعنی موجودہ گیلان کی طرف بڑھا جو بحر خزر کے مغرب کی طرف واقع ہے۔
دارا کے یونانی اجیر سپاہی سب کے سب ایرانی فوج سے علٰحدہ ہوگئے
تھے، اور جب اُن کے آخری رسالے نے جس میں ڈیڑھ ہزار نفر تھے
سکندر کی اطاعت قبول کی تو اُس نے اُنھیں فوراً نوکر رکھ لیا اور اُن کی
اُتنی ہی تنخواہ مقرر کر دی جتنی اُنھیں دارا کے خزانے سے ملتی تھی۔ انھی
میں بعض اسپارٹی سفیر بھی تھے، جنھیں اُس نے گرفتار کر لیا۔ اُس نے
ہرکانیہ کے مستقر "زدراکارتا" میں دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد (جہاں
اُس نے یونانی طرز کا ایک ورزشی میلا منعقد کیا)، مشرق کی راہ لی۔
پہلے تو وہ ہریرود کے سیراب شدہ حصے میں رکا جو ایران اور ریگستان کے

مابین واقع ہے اور جس کا موجودہ مستقر مشہد مقدس ہے۔ یہ حصہ اُس زمانے کے صوبۂ آریہ کا مرکز تھا جو سلطنت ایران کا سب سے شمالی صوبہ تھا۔ اُس کا والی ایک ایرانی مسمی ستی بازان تھا، اور اُس نے سکندر کے پہنچتے ہی نہ صرف اُس کی اطاعت قبول کر لی اور چالیس مقدونوی سپر بردار وں کو بطور اپنے محافظ کے اپنے پاس رکھ لیا۔ بادشاہ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ سب سے پہلے وہ بسیوس صوبہ دار باختر کا خاتمہ کرے گا، لیکن اُس کی پیٹھ مڑتے ہی ستی بازان نے چالیسوں مقدونیوں کو تہ تیغ کر دیا چنانچہ سکندر فوراً واپس آیا تاکہ اس بغاوت کو فرو کر دے، ورنہ خطرہ تھا کہ یہ مقام سازشیوں کا جائے پناہ بن جائے گا۔ یہی وہ مُلک ہے جسے آج کل افغانستان کہتے ہیں اور جو ایران، ترکستان اور ہندوستان کے مابین واقع ہونے کی وجہ سے آج بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا سکندر کے عہد میں تھا۔ سکندر کا خیال تھا کہ وہ ستی بازان کو ارتاکوانا میں جو موجودہ ہرات کے قریب ہی واقع تھا، پکڑ لے گا، لیکن وہ اپنا مستقر چھوڑ کر باختر بھاگ گیا۔ بہرحال یہاں سے سکندر پھر جنوب کی طرف زارنگیوں کے ملک درانگیانا میں گیا جہاں کے صوبہ دار بارسنت، جو دارا کے قاتلوں میں سے ایک تھا، ہندوستان بھاگ گیا تھا؛ ہندوستانیوں نے اُسے سکندر کے حوالے کر دیا اور اُس کا وہیں خاتمہ کر دیا گیا۔ اُس زمانے میں اُس مُلک میں جو دریائے ہلمند کے کنارے پر واقع ہے اور جسے اب سیستان کہتے ہیں، ایک قوم آباد تھی جس کا نام یونانی کتابوں میں یوئرگتائے بتایا گیا ہے؛ اُس نے سکندر کو خوش آمدید کہا۔ یہاں (خزاں ۳۳۰ق م میں) سکندر کو معلوم ہوا کہ اُس کے محبوب ترین مصاحب پارمے نیو کے فرزند فلوتاس کو اُس کے خلاف ایک سازش کا علم ہے اور اُس نے اُسے اس وقت تک پوشیدہ رکھا ہے۔ اُس نے مقدونوی رواج کے مطابق اُسے

باب ۲۴

فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا جس نے اُسے سزائے موت کا حکم سنایا[۱]، اور اُس پر سکندر نے نہ صرف اُس کی گردن اُڑا دی بلکہ جب

[۱] گروٹ (لندن ۱۸۸۸ء) فلوتاس کے مقدمے کے دوران میں سکندر کے برتاؤ کو نہایت بُری نظر سے دیکھتا ہے۔ (جلد ۱۰، ۱۲۸) اور فلوتاس کو معصوم خیال کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ واقعی فلوتاس سکندر کے خلاف سازش میں شریک تھا یا نہیں، اور گو اس قسم کے اشارے نظر آتے ہیں، لیکن ممکن ہے کہ ان میں مبالغہ آمیزی ہو۔ ساتھ ہی اس کے جرم کے خلاف بھی قطعی طور پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس بات کا ہمیں اچھی طرح سے علم ہے کہ بہت سے مقدونوی اعیان سکندر کے مخالف تھے اور سازشیں اور قتل مقدونوی سرداروں کے لئے بعید از قیاس نہیں تھے۔ ان امور کے مدنظر اگر ایک مقدونوی عدالت نے فلوتاس کو مجرم قرار دیا تو ہمیں اس تجویز کے خلاف اپنی آواز بلند کرنے کا کونسا حق ہے؟ گروٹ کو کچھ ایسا تعصب ہے کہ وہ اس امر کو ظاہر نہیں کرتا کہ ایک دوسرا سپہ سالار امین تاس جو اس عدالت کے سامنے ماخوذ ہوا تھا، اُسے چھوڑ دیا گیا (آرین ۳، ۲۷) درانحالیکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عدالت نے اپنی آنکھوں پر پٹی ہرگز نہیں باندھی تھی یہ کہ اُس نے نامناسب تعجیل سے کام لیا۔ علاوہ ازیں وہ لوگ جو جا اور بے جا سکندر کو مطعون کرتے ہیں ایک واقعے کا ذکر تک نہیں کرتے جس سے فلوتاس کی سزا حق بجانب ثابت ہوتی ہے۔ فلوتاس نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا تھا کہ اگر بادشاہ کے خلاف کوئی سازش ہو تو وہ اُسے ظاہر کر دے گا اور گروٹ اس واقعے سے منکر نہیں ہے۔ اس طرح گویا سکندر کے ساتھ ایک ایسا افسر رہتا ہے جو سپہ سالار رہنے کے علاوہ مخبر بھی ہے، اور چونکہ اُس نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا اس لئے سازشوں کی کامیابی کا خطرہ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اگر دوران جنگ میں اس قسم کا طرز عمل فوجی عدالت کے سامنے نہیں لایا جائے اور اُس سپہ سالار کو جس نے اس طرز کا کردار رکھا ہے سزا نہ دی جائے تو پھر فوج میں کسی قسم کی تادیب کا تو وجود ہی خاتمہ ہو جائے گا۔ ہمارے لئے یہ حکم لگانا بالکل

وہ ہمدان پہنچا تو گو پارمے نیو کے خلاف کسی قسم کا الزام نہ تھا لیکن اُسے بھی مروا ڈالا۔ اسی دوران میں ستی بازان بھی گرفتار ہو کر قتل کرا دیا گیا۔ اب بادشاہ اراخوزیہ (قندھار) ہو کر شمال و مشرق کی طرف چلا، اور اُس زنجیرے کو عبور کر کے جو وادئ کوفن (دریائے کابل) کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وسط سرما میں ہندوکش کے عظیم الشان زنجیرے کی جنوبی شاخوں تک پہنچ گیا جو ایران اور ترکستان کے مابین واقع ہے سنہ ۳۳۰ ق م کے اختتام یا سنہ ۳۲۹ ق م کی ابتدا میں اُس نے اس پہاڑ کو ۱۳۲۰۰ فٹ بلند ایک برفیلے درے میں ہو کر عبور کیا جس سے ہنی بعل کی پیش قدمی کوہ الپ کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور اندراب کے قریب وہ ترکستان تک پہنچ گیا۔ اس ملک کا مغربی حصہ کچھ ایسا میدان بے آب و گیاہ ہے کہ اُس پر ہو کر صرف خانہ بدوش اقوام ہی گذرتی ہیں، مگر اس کا مشرقی حصہ، جسے اموردریا اور سردریا سیراب کرتے ہیں، اُس زمانے میں آج کل سے کہیں زیادہ زرخیز تھا۔ ان ممالک میں سکندر کے عہد میں بختیاری اور سغد کے سے متمدن اور مہذب قبائل آباد تھے جو مقامی خانہ بدوشوں کو قابو میں رکھے ہوئے تھے۔ یہی علاقہ ایرانی مذہب کے مقامات مقدسہ میں سے ایک تھا اور اگر ایران کو قابو میں رکھنا تھا تو اس ملک پر غلبہ پانا نہایت ہی ضروری تھا۔ سکندر نے بہت جلد شہر بکترا (بلخ)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: ناممکن ہے کہ فلوتاس کے لئے صحیح سزا کونسی ہوتی، لیکن کم از کم اتھنزی تو اس سے کمتر جرم پر اپنے سپہ سالاروں کو سزائے موت کا ہی مستحق سمجھتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فلوتاس کی موت کچھ مستثنیات سے نہیں تھی۔ اس کے برعکس پارمے نیو کا قتل مطلق العنانی محض کا فعل تھا۔ باختر اور سغدین کی مہمات کے لئے دیکھو فون شوارز کی "سکندر اعظم کی مہمات ترکستان" F. Von Schwars. Alexanders des Gr. Feldzuege in Turkestan میونخ سنہ ۱۸۹۳ء مع نقشہ جات۔ اس کتاب کو آریان اور کرتیوس کی ایک اچھی تفسیر کہا جا سکتا ہے۔

باب ۲۲

پہنچ کر ایک پہاڑی قلعے پر قبضہ کر لیا جسے یونانی آورنوس کہتے تھے۔ آمو دریا کو عبور کرنے کے بعد اُسے اطلاع ملی کہ سپی تامیس اور داتا فرنز بیسوس کو اُس کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں چنانچہ اُس نے بطلیموس ولد لاگوس کو اُس پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا؛ لیکن بیسوس لڑے بغیر قابو میں نہیں آیا۔ جب سکندر نے بیسوس سے دریافت کیا کہ اُس نے اپنے آقا سے ایسا بُرا سلوک کیوں کیا تو اُس نے مثلاً جواب دیا کہ اس لئے کہ میں حضور کا معتمد علیہ ہو جاؤں! بہرحال سکندر کے حکم سے پہلے تو اُس کے دُرّے لگائے گئے اور پھر اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ مرکنداا (؟ سمرقند) ہوتا ہوا سر دریا پہنچا جہاں اُس نے ایک شہر کی بنیاد ڈالی جو غالباً موجودہ خوجند ہے۔ اُس کی غیبت میں سپی تامیس نے مرکنداا پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی، اور جب سکندر کو اس کا علم ہوا تو وہ فوراً پلٹ پڑا اور سپی تامیس سے جنگ آزما ہوا۔ اس لڑائی میں سپی تامیس کو ناکامی ضرور ہوئی اور اُسے جنگل کی طرف بھاگ جانا پڑا لیکن مقدونیوں کو بھی زک اُٹھانی پڑی اور اُن کا ایک رسالہ بمقام سفرشان کام آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ سکندر کو اپنے مشکلات کا اُسی وقت علم ہوا جب وہ اُن شمالی ممالک اور ہندوستان پہنچا، اس لئے ان مقامات میں اُسے ایسے قبائل سے دوچار ہونا پڑا جو مطلق العنانی سے کوسوں دور تھے اور جہاں کے حکمراں اور رعایا دونوں نہایت بہادر اور جری تھے۔

باب بست و پنجم

سکندر کی مہمات جنگ دریائے جہلم تک۔

سنہ ۳۲۹ ق م تا سنہ ۳۲۶ ق م

سنہ ۳۲۹ ق م کے ختم پر سکندر نے بلخ کے قریب زریاسپا پہنچ کر موسم سرما بسر کیا[1]۔ یہاں اُسے اسکیتھی سفرا اور فرس مان شاہ خوارزم ملے سفیروں نے تو یہ خواہش ظاہر کی کہ سکندر اُن کے حکمراں کی بیٹی سے شادی کرے اور شاہ خوارزم نے اُس سے مغرب کی طرف کوچ

---

[1] مقابلہ کرو گئیگر: "سکندر کی مہمات سغدیانہ" Geiger: Alex Feldzuege in Sogdiana (Neust a d H. ۱۸۸۴ء) ۔ طے شدہ نہیں ہے کہ "زریاسپا" اور "بکترا" ایک ہی مقام کے دو نام تھے۔ گروٹ اور کیپرٹ Kiepert (۵۹) اس مفروضے کو مانتے ہیں، لیکن ڈروائسن (۱، ۲۶۳) اسے تسلیم نہیں کرتا بلکہ اُس کے نزدیک زریاسپا دراصل اندشوئی کا دوسرا نام ہے جو بلخ کے مغرب میں واقع ہے، اور شپیگل اس بحث کو غیر مختتم سمجھتا ہے۔ مشرقی اور مغربی ایران کے مابین جو فرق ہے اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہئے، اور ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بہ نسبت مشرقی ایران کے مغربی ایران میں مطلق العنانی کہیں زیادہ سرایت کئے ہوئے تھی۔ مقابلہ کرو کیپرٹ کا "جغرافیہ" Kiepert: Geographie ۵۶ و ۵۷ء

باب ۲۵

کرنے کے لئے کہا[1] جس کا سکندر نے یہ جواب دیا کہ ہندوستان کی فتح تک وہ کسی طرح پیچھے نہیں مڑ سکتا۔ جب وہ زریاسپا ہی میں تھا تو اس نے اُن شمالی سرحدی صوبوں میں امن و امان قائم کرنے کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کیں۔ اُسے اس نواح میں دوسرے مقامات سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو یہاں کے باشندے نہایت جری اور بہادر تھے اور ساتھ ہی وہ اپنے مذہب کے پکے بھی تھے، اور دوسری جانب نہ صرف یہاں کے پہاڑی قلعے اس قدر مستحکم تھے کہ اُن تک پہنچنا تقریباً ناممکن تھا بلکہ یہاں کے مفرور بآسانی تمام قریب کے صحرا میں نظر سے اوجھل ہو سکتے تھے۔ سکندر نے مختلف مقامات پر اپنی فوج کے دستے روانہ کئے اور بعض جگہ خود بھی گیا۔ اس دوا دوش سے تنگ آکر آخر کار قبیلۂ ساگے تائے نے، جن کے ملک میں سپی تامنیس نے آکر پناہ لی تھی، ہتھیار ڈال دئے اور اُس کا سر کاٹ کر بطور تحفہ سکندر کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ موسم گرما ۳۲۷ ق م تک برابر انہیں مقامات میں رہا اور جب سردی کا زمانہ آیا تو وہ آگے بڑھ کر اموں دریا کے مقام نوتاکا[2] پہنچا جہاں اس نے ۳۲۷ ق م کی سردی بسر قیام کیا۔

---

[1] فرسمانیس نے سکندر سے کہا تھا کہ اُسے کولکس کے باشندوں اور امے زنوں کے ملک میں ضرور جانا چاہئے۔ خوارزم ("نشیبستان") یعنی نشیبی اموں دریا کے لئے دیکھو فسپیگل ۱، ۷۴؛ کیپرٹ "جغرافیہ قدیم" Kiepert; Lehrb-d-alten Geogr

[2] فسپیگل ۲، ۴۴۵ کے مطابق نوتاکا کے موقع کا قطعی طور پر یقین نہیں ہو سکتا۔ عام طور سے اُسے نخشب یا کرشی کے مترادف تصور کیا جاتا ہے جو بخارا سے جنوب مشرق کی طرف ایک مقام کا نام ہے۔

باب ۲۵

گلی توس کا قتل سکندر کی زندگی کے افسوس ناک ترین واقعات میں سے
ایک ہے، اور یہ اس تبدیلی کا ایک مظاہرہ سمجھنا چاہیئے جو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ سغدیانیوں کی زوردار مدافعت کی بابت شپگل (۳، ۴۹)
کہتا ہے کہ غالباً اس کا سبب مذہبی مخالفت ہوگا اس لئے کہ سپی تامینیس خاص
زردشت کی نسل سے تھا اور خود بھی پیشوائے دین تھا۔

۵۴ گلی توس کا قتل، آرین ۴، ۸، ۹؛ کرٹیوس ۸، ۱، ۲؛ پلوٹارک: "سکندر"
۵۰ تا ۵۲؛ ڈرواسئے سن ۱، ۲، ۷۰ وغیرہ۔

کالس تھنیس اور نوجوانوں کا انجام، آرین ۴، ۱۰ تا ۱۴؛ کرٹیوس ۸، ۵، ۸؛
پلوٹارک: "سکندر" ۵۳ تا ۵۵؛ ڈرواسئے سن ۱، ۲، ۸۸۔

میں ڈرواسئے سن سے اس رائے میں متفق نہیں (۱، ۲، ۱۹۱؛ ۶۳؛
۹۰، ۳، ۲۷۳) کہ سکندر نے مقدونیوں اور یونانیوں سے مشرقی طرز پر اپنی
تعظیم و تکریم جو کرائی تو اس میں وہ حق بجانب تھا۔ ڈرواسئے سن کہتا ہے کہ شاہی
اقتدار کے یہ ظاہری نشانات مشرقیوں کے لئے بے حد اہم تھے اور سکندر
اپنی رعایا میں نامناسب امتیازات روکنے کے لئے مقدونیوں اور یونانیوں
سے بھی اپنی تعظیم و تکریم کرانے پر مجبور تھا۔ اس نقطۂ نظر میں جو مغالطہ ہے وہ یہ
ہے کہ اس سے مملکت سکندری کی اخلاقی حالت کا صحیح اندازہ نہیں کیا گیا
اس لئے کہ بادشاہ کی نظر میں مقدونیوں اور یونانیوں کی حیثیت ایرانیوں سے
کہیں بالاتر تھی، چنانچہ اگر محض وحدت سلطنت کی خاطر اوّل الذکر کو اپنی سطح سے
گرانا ضروری تھا تو پھر یہ سلطنت دنیائے خارجہ کے لئے بالکل بیکار تھی۔ زیادہ سے زیادہ
ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سکندر بھی انسان ہی تو تھا اور انسان خطا کا پتلا ہے۔ ڈرواسئے سن
کہتا ہے (۱، ۲، ۲۷۳ وغیرہ) کہ "یونانیوں نے اُسے اپنا معبود جو تسلیم کیا وہ دراصل
پہلا قدم اُس راستے پر تھا جس میں انھیں ایشیائی اسلوب کی تعظیم و تکریم کا آخر کار عادی
بنا دیا گیا اور تعظیم و تکریم کا یہی عنصر سکندر کے نزدیک اس کے اقتدار کی سب سے بڑی
بنیاد تھی۔" ڈرواسئے سن گویا یہ تسلیم کر لیتا ہے کہ سکندر کی پرستش صرف دکھاوے

باب ۲۱ مختلف النوع واقعات وحالات کے اثر سے اُس کی سیرت میں پیدا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کے لئے تھی، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سکندر کا یہ خیال
صحت پر بھی مبنی تھا۔ دوسرے اُس کا یہ خیال خود یونانیوں کے متعلق ایک مغالطے پر
مبنی ہے۔ وہ یونانی یقیناً نہایت ہی عجیب وغریب انسان ہوں گے جو محض اس عادت
کی وجہ سے سکندر کی الوہیت کا یقین بھی کرنے لگے ہوں گے! حقیقت یہ ہے کہ
یونانیوں کے نزدیک سربسجود ہونا کسی مخصوص عقیدت کے ساتھ وابستہ نہ تھا بلکہ
محض ایک لغو اور قابل تضحیک رسم تھی۔ ایسقراطیس (Paneg، ۱۵۱) یہ کہہ کر کہ
ایرانی "فانی انسانوں کے سامنے سربسجود ہوتے تھے" اُن کی تخریب کرتا ہے؛ اور اب
خود یونانیوں کو بھی اُسی طرح سکندر کے سامنے جھکنا پڑتا تھا! واقعہ یہ ہے کہ ایشیا میں بھی
اس قسم کے رسوم بالکل بیکار تھے، جیسا کہ باگواس اور بے سوس کے واقعات سے
صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ سکندر کو اس بات کا خوب اچھی طرح سے
علم ہوگا، اور اگر اُس نے اسے نظر انداز کر دیا تو اس کی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ
جاہ وحشمت کی آرزو نے اُسے اندھا بنا دیا تھا ورنہ یہ بات اُس کے خیال میں آنا کچھ زیادہ
مشکل کام نہ ہوتا کہ مختلف تمدنوں اور تہذیبوں کے دو اقوام کو اس طرح نہیں مخلوط
کیا جا سکتا کہ ایک کو اپنی اونچی سطح سے گرا کر دوسری کی نیچی سطح پر لایا جائے اور اُس کی
حیثیت واختیار کو سلب کر کے ناحق کر دیا جائے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سکندر
کی لاثانی کامیابی کی وجہ سے اس کا سر پھر گیا ہوگا اور ممکن ہے کہ اسی کی وجہ سے اُس سے
یہ عجیب وغریب حرکات سرزد ہوئے ہوں۔ اُس کی دو مختلف فطرتوں کے مابین
جو قدرتی تضاد تھا اُس کی وجہ سے ایک قسم کا نقیض پیدا ہو گیا؛ وہ صرف ایک معبود
ہونے پر قناعت نہیں کر سکتا تھا بلکہ انسانوں کے ساتھ انسانوں کی طرح بھی برتاؤ کرنے
اور انھیں اپنا آلۂ کار بنا کر محظوظ ہونے کا خواہاں تھا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی الوہیت
مقدونوی اور یونانی زندگی کے راستے میں حائل ہو؛ اور ظاہر ہے کہ الوہیت اور
انسانیت ایک دوسرے کے بالکل متضاد خیالات ہیں۔ ایک ایسے حکمراں کی شان
کے لئے جو خدائی کا دعوٰی کرے یہ شایان نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ساتھ

ہوگئی تھی۔ اس میں شبہہ نہیں کہ دُنیا کی سب سے بڑی سلطنت کی فتح سے　باب ۱۲

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ جن سے وہ اپنی پوجا کرانا چاہے شراب وکباب میں مشغول وسرشار ہو۔ شہنشاہان ایران اس راز سے واقف تھے، سکندر اس سے بخبر۔ کلی توس کا قتل اور کالس تھنیس کی تذلیل دونوں واقعات نشے کی حالت میں پیش آئے اور وہ وقت ایسا تھا کہ بادشاہ کے مصاحبوں اور اُن کے دوستوں کی زبان سے وہ الفاظ نکلے جو شاید خودی کی حالت میں کبھی نہ نکلتے۔ ڈرواۓ سن ارسطاطالیس کے اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ یونانیوں کو بربریوں پر حکومت کرنی چاہیئے (۱، ۲، ۱۵ وغیرہ)، اور یہ پسند نہیں کرتا کہ سکندر کے ذریعے سے "یونانی ایشیا کے مال ومتاع سے استفادہ حاصل کرکے اُسے غربت وافلاس کی حالت میں چھوڑدیں اور اپنی خودغرضی اور جرأت آمیز چالاکی سے ناجائز فوائد حاصل کریں" (۱۶)۔ لیکن سکندر کے فتوحات کا اثر مقدونیوں پر انتہاہی خراب پڑا اور ان میں سے بہت سے "اخراب ترین معنی میں ایشیائی بن گئے" (۱۹)۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کا علاج سر بسجود ہونا نہیں تھا، اور وہ لوگ جو اس حکم کے موافق ہیں جو ڈرواۓ سن نے یونانیوں اور مقدونیوں پر لگایا ہے وہ شاید یہ خیال کریں کہ کاش سکندر نے سرزمین ایشیا پر کبھی قدم نہ رکھا ہوتا۔ ڈرواۓ سن نے سکندر کی کوششوں کے اندرونی معنی یعنی مشرق ومغرب کے مخلوط کرنے کے مقصد کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے۔ لیکن اس کے حصول کے لئے سکندر نے جو طریقے استعمال کئے اُن کی من وعن تائید نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی قوم کسی دوسری قوم پر حملہ آور ہو تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مفتوحہ قوم کو اپنے سے برتر تصوّر کرنے لگے، اور ہمارے نزدیک یونانیوں کا ایشیائیوں پر تفوّق کم سے کم وقتی طور پر ضروری تھا لیکن اپنی نوجوانی کے جوش میں سکندر اپنے زمانے سے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔

ان کے لباس کے لئے دیکھو Plut de Al. M. Fort. ۲۶-

باب ۳۵

اُس کے احساس خودداری میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا تھا اور اگر کسی وجہ سے اُس میں ذرا بھی ٹھیس لگتی تو اُس کے غیظ و غضب میں بے حد جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ مدت سے اُس کے خیالات ایک مقدونوی بادشاہ کے خیالات سے ہٹ کر ایک ایرانی شہنشاہ کے سے ہو گئے تھے، اور اس میں کسی شک کی مطلق گنجائش نہیں کہ حکمران ایران کی الوہی حیثیت کا ایک ایسے شخص پر بڑا اثر ہوا ہو گا جس نے اپنے آپ کو زیوس دیوتا کا فرزند مشہور کر رکھا ہو۔ سکندر کے اس خیال کو ایشیائیوں کی چاپلوسی اور یونانیوں کے مکر و فریب کی وجہ سے بہت کچھ تقویت پہنچی، اور اگر کوئی مقدونوی امیر اُس کی کسی بات کو بھی رد کر دیتا تو یہ اُس کے واسطے قطعاً ناقابل برداشت ہو جاتا۔ اس کا اثر مقدونوی امرا پر امید کے بالکل خلاف پڑا یعنی بجائے اس کے کہ وہ محض شاہی مصاحبوں کی حیثیت اختیار کر لیتے، وہ اپنی رائے پر پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئے۔ ہوا یہ کہ جب بادشاہ سمرقند ہی میں تھا تو شراب و کباب کی ایک دعوت کے موقع پر سکندر اور کلی توس (جس نے گرانی کوس کی لڑائی میں اُس کی جان بچائی تھی) دونوں موجود تھے۔ کلی توس نے اپنے آقا کے روبرو نہ صرف اُس کے اور دیوسکوری دہرقل کے مابین کسی قسم کا مقابلہ یا موازنہ کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اُس کے باپ شاہ فیلقوس کی تعریف کرنے لگا اور کہنے لگا کہ سکندر کسی نہج معبود نہیں ہو سکتا اس لئے کہ معبود تو جو چاہیں کرتے ہیں لیکن سکندر کو اپنے فتوح کے لئے اپنے ہم ملکوں کی مدد پر حصر کرنا پڑتا ہے؛ یہ کہکر وہ یک بیک یہ بول اٹھا کہ اور تو اور میں نے ہی تو حضور پر برا وقت آنے پر حضور کی جان بچائی تھی! یہ سُن کر سکندر بس آگ بگولا ہو گیا۔ کلی توس کو لوگ کمرے سے باہر کھینچ لے گئے لیکن وہ واپس آ گیا اور اُسے دیکھتے ہی بادشاہ نے اُس کے بدن میں ایک نیزہ بھونک دیا۔ یہ حرکت شنیعہ سرزد ہونے کے بعد سکندر کا ضمیر اُس سے سخت ترین نفرین کرنے لگا اور اُس نے چاہا کہ خود اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لے، لیکن اُس کے حالی موالیوں نے

اُسے اپنے ارادے سے باز رکھا۔ وہ اپنی حرکت بد پر اس قدر نادم تھا کہ اُس نے اسی رنج وغم میں تین شبانہ روز دانہ پانی سے پرہیز کیا اور اس کے بعد اُس سے ایسا فعل کبھی پھر سرزد نہیں ہوا۔ اُس نے فوری جذبے کے جوش میں اپنے ایک جاں نثار دوست کا کام تمام کر دیا تھا' اور اُسے اس سے اس قدر ملال ہوا کہ ظلم و ستم کے اس راستے میں اُس کا پہلا قدم دراصل اُس کا آخری ہی ثابت ہوا۔

لیکن باوجود ان تمام باتوں کے سکندر کے اس خیال میں سر مو فرق نہیں پیدا ہوا کہ ایشیا پر ایشیائیوں کی طرح ہی حکومت کرنی مناسب ہے' اور اس کی وجہ سے اُس کا تصادم مقدونیوں اور یونانیوں سے متعدد مرتبہ ہوا۔ اُس نے ایک بڑی حد تک ایرانی لباس اختیار کر لیا تھا' اور یہ امر یونانیوں کے تنفر کے لئے بالکل کافی تھا' لیکن اس سے بھی زیادہ اُس کا یہ حکم تھا کہ ہر شخص' خواہ وہ مقدونی ہی کیوں نہ ہو' اُس کے سامنے آتے ہی سربسجود ہو جائے' اور یہ حکم اُس کے ہمقوموں کے لئے قطعاً ناقابل برداشت تھا۔ زمانۂ حال میں سکندر کے جو مدح خواں ہیں اُن کے نزدیک سکندر اس پر مجبور تھا کہ وہ دربار ایران کے رسوم کا اتباع کرے۔ ہمارے نزدیک بھی اس میں مطلق کوئی بُرائی نہیں تھی کہ جب کبھی وہ ایشیائیوں سے ملے اس وقت وہ ایشیائیوں کا سا برتاؤ کرے' لیکن اُس کا یہ طرز عمل ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس نے یونانیت کو خیرباد کہہ کر بالکلیہ ایشیائی مطلق العنان کی روش کیوں اختیار کر لی۔ سکندر کے لئے یہ بدرجہا بہتر ہوتا کہ وہ اُن رسوم سے دست کش ہو جاتا جن کے باعث امرائے ایران نے اپنے بادشاہ کا کام تمام کر دیا اور جو اُس کے لئے قطعاً بیکار تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ شاید پہلا شخص جس نے الوہیت کا دعوے کیا وہ خود ایک یونانی یعنی لیسانڈر تھا' اور یہ یونانی ہی تھے جنھوں نے سکندر کو کج روی پر اکسایا؛ مثلاً اُس پر سوفسطائی انکسارخوس کا بہت بڑا اثر پڑا جسے کلی توس کی موت کے بعد بادشاہ کو دلاسا دینے کے لئے بھیجا گیا تھا' لیکن اُس نے بھی

باب ۲۱

یہی کہا کہ جو کام ایسی الوہی ہستی سے سرزد ہوا ہو ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ اسی طرح کالس تھنیس ساکن اولینتھوس نے بھی جسے ارسطاطالیس نے سکندر کے وقائع لکھنے کے لئے بھیجا تھا، بادشاہ کی تاریخ کچھ ایسے الفاظ میں لکھی جن سے بجائے مورخ کے وہ شاہ مقدونیہ کا مدح خواں مشہور ہو گیا۔ لیکن کالس تھنیس ایک قدم آگے بڑھ گیا اور اپنے آپ کو گویا سکندر کا ہومر تصور کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے بعد سکندر کی شہرت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ کالس تھنیس کو سکندر کی پوجا نہایت ہی ناپسند تھی اور اسے وہ بادشاہ کی خودنمائی اور خودپسندی پر محمول کرتا تھا۔ ایک میلے کے موقع پر ایسا ہوا کہ سب تو بادشاہ کے سامنے جھکنے میں مشغول تھے اور بادشاہ ہر ایک کو ایک ایک بوسہ بطور نشان عطوفت کے دینے میں مصروف تھا لیکن کالس تھنیس کی باری آئی تو اس نے جھکنے سے صاف انکار کر دیا، اور جب بادشاہ نے اس کا بوسہ نہیں لیا تو وہ فوراً پکار اٹھا کہ بہت خوب ہم بغیر بوسے ہی کے اچھے رہے! اس پر سکندر آگ بگولا ہو گیا اور جب کچھ مدت بعد اسے نوجوانوں کی ایک سازش کا علم ہوا اور ساتھ ہی ساتھ کالس تھنیس بھی اس میں ملوث نکلا تو اسے یہ سزا دی گئی کہ وہ لشکر کے ساتھ ساتھ ایک پنجرے میں بند پھرتا پھرے، چنانچہ وہ اسی حالت میں مر گیا۔

دوسرا اہم واقعہ ایک ایشیائی لڑکی روشنک سے شادی کا قصہ اس طرح پیش آیا۔ سکندر سغدین کے ایک پہاڑی قلعے کا محاصرہ کر رہا تھا جس پر اوکسیارتیس کا قبضہ تھا۔ یہاں کے لوگ اس قلعے کو بالکل ناقابل تسخیر سمجھتے تھے، چنانچہ مدافعت کرنے والوں نے سکندر سے طعنۃً کہلا بھیجا کہ اگر وہ واقعی اس پر چڑھنا چاہتے ہیں تو پہلے انھیں اڑنا سیکھ لینا چاہئے۔ اس پر سکندر نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی سب سے پہلے اس کی چوٹی پہنچیگا اُسے بارہ تالنت، جو اس کے بعد پہنچے گا اُسے گیارہ تالنت انعام ملیں گے، اور اسی طرح بارھویں شخص تک ایک نہایت ہی گراں بہا انعام کا مستحق

باب ۲۵

تصوّر کیا جائے گا۔ اُس کے لشکر والوں میں سے اکثر نے چڑھنے کی کوشش کی اور بعض تو قلعے سے بھی اونچی چوٹی تک پہنچ گئے۔ چنانچہ اوکسیارتیس نے مقدونوی بادشاہ کی برتری کا اندازہ کر کے ہتھیار ڈال دئیے، اور سکندر نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ جس وقت بادشاہ کی نظر اُس کی بیٹی روشنک پر پڑی تو وہ اُس پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا چنانچہ اُسے اپنے عقد میں لے آیا اور اس طرح فاتحوں اور مفتوحوں کے باہمی تعلقات کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کرنے میں مدد دی۔[۵] اس نکاح کے منظر کو ایک نقاش نے بہت خوب پیش کیا ہے، اور اُس کی تصویر اس وقت روما کے ایوان فارسنے زینا میں موجود ہے۔ روشنک کے سوانح حیات میں صرف یہ بات اور معلوم ہے کہ ۳۲۳ ق م میں اُس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بھی سکندر ہی رکھا گیا۔ سکندر کی وفات کے بعد یہی روشنک اپنی سوکن یعنی دختر داریوش کی موت کا باعث ہوئی، اور ۳۱۱ ق م میں اُسے اور اُس کے بیٹے کو کاساندر نے مروا ڈالا۔

جب شمالی صوبوں میں بظاہر امن و امان قائم ہو گیا تو بہار ۳۲۶ ق م[۶]

---

۵ اوکسیارتیس کے قلعے کی بابت شپیگل مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے (۲: ۵۵۶) "یہ امر تقریباً متفق علیہ ہے کہ یہ قلعہ اُس تنگ درّے کے قریب واقع تھا جو کش کے مشرق میں ہے اور جس کا نام بعد میں دربند کلوگا پڑ گیا۔ کش کے لئے دیکھو ڈرواے سن ۳، ۲، ۳۲۴۔ نیز مقابلہ کرو ڈرواے سن ۱، ۲، ۷۷۔ یہ سنجار اسکے جنوب مشرقی ضلع میں پہاڑی زنجیرے کے جنوبی ڈھلاؤ پر واقع ہے۔ سکندر نے جن پہاڑی قلعوں کو فتح کیا اُن کے لئے دیکھو نیزے Niese صفحہ ۱۲۲ حاشیہ ۱۔

۶ ڈرواے سن یہ فرض کر لیتا ہے کہ سغدیوں اور ملک ماوراء النہر دریا کو سکندر نے تقریباً آزاد چھوڑ دیا تھا اسی طرح اس نے ہندوستان کی سرحد پر ایک طرح کا صوبہ ترکیب دیا۔ ان شمالی ممالک میں بہت سے یونانی آباد کئے۔ ڈرواے سن ۱۹، ۲، ۳، ۸ سکندر

باب ۲۱

میں سکندر نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اس مہم کی بابت سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اُسے سر کرنے کی نہ تو کوئی فوجی ضرورت تھی نہ کوئی سیاسی وجہ؛ بلکہ سکندر نے اس ملک کا رخ صرف دُنیا کو یہ دکھا دینے کے لئے کیا تھا کہ وہ درحقیقت ایک سورما اور ہرقل ثانی ہے؛ نیز اُسے غیر معمولی جاں بازیوں کی امید اس سرزمین کی طرف کھینچے لئے جاتی تھی اور وہ ایسے مُلک کو فتح کرنے کا خواہاں تھا جو عجائب و غرائب سے مملو تھا۔ الغرض اُس نے تقریبًا ایک لاکھ بیس ہزار پیادے اور پندرہ ہزار سوار لے کر ہندوستان کا رخ کیا۔ وادی کابل (کوفن) پہنچ کر اُس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ایرانیوں کو اصطخر میں سزا دیتا ہے؛ لیکن باختر اور سغد یں میں وہ دیسیوں کا ہمنوا ہو جاتا ہے اور آئندہ دیگر ممالک میں بھی یہی طرز عمل روا رکھتا ہے۔

ؔ ہندوستان کی طرف کوچ کے لئے دیکھو لاسین: قدیمیات ہند" Lassen ınd Alterthumskunde جلد ۲، جس کے جغرافی نتائج کی تلخیص شپیگل (۲، ۵۶۲) میں دی ہوئی ہے؛ اے کننگھم: قدیم جغرافیۂ ہند" A Cunnıngham Anc Goegraphy of India لندن ۱۸۷۱ء؛ لیف مان: "ہندوستان کی تاریخ قدیم" Lefmann Geschichte des alten Indıans برلن؛ گروٹ؛ لیزیوس: "سکندر اعظم کی مہم ہند" Lezius De Al M Exp. Indica ڈورپ فیلڈ ۱۸۸۸ء؛ شوفرٹ: "سکندر اعظم کی ہندوستانی مہم" Schuffert Schuffert Ae d. Gr. ınd Feldzug ۱۸۸۶ء۔

سکندر کا کوچ باختر سے وادی کابل تک؛ ڈرواسے ٢، ١، ١٠١ وغیرہ۔ ڈرواسے سن اُس درے کا تعین نہیں کرسکا جس میں ہو کر سکندر ہندوستان آیا؛ لیکن شپیگل کہتا ہے کہ یہ درۂ کاوک ہوگا۔ نیسا (آرین ۵، ۱)؛ ڈرواسے سن ٢، ١، ١٠٩، ١١٠۔ ان پہاڑوں میں جو لوگ رہتے ہیں انگور کی کاشت کرتے ہیں؛ مقابلہ کرو شپیگل ۱، ۳۹۶ وغیرہ؛ ۳، ۱۵۔ ممکن ہے کہ شاہ اگا تھوکلیس کے سکوں میں (جن میں باکھوسی شکلیں کندہ ہیں) اسی قوم کا حوالہ ہو۔ (ہیڈ: تاریخ سکوکیات" Head. H. N. ۴۰۷)۔ دریائے کابل سے شمال میں جو مقامات ہیں اُن کے لئے شپیگل ۲، ۵۶۴۔ لیف مان کے نزدیک

اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جن میں سے ایک تو ہیفئستیون اور پردکاس کے تحت براہ راست دریائے سندھ کی طرف روانہ ہوا اور دوسرا حصہ خود بادشاہ کی سپہ سالاری میں دریائے کابل کے شمالی معاونوں کی وادیوں میں ہو کر چلا۔ یہاں اُس نے قلعۂ اورنوس پر قبضہ کر لیا جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ خود ہرقل بھی اُسے مسخر نہیں کر سکا؛ اور اس کے بعد وہ کوہ مور کے قریب نیسا پہنچا جسے یونانیوں کی دانست میں دیونی سوس نے آباد کیا تھا۔ اُسے اس موخر الذکر مقام پر ایک خاص قسم کی بیل،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اورنوس در اصل اورنا کی بگڑی ہوئی شکل ہے (۴۵،۷) لیکن ڈروائے سن کے نزدیک یہ رانی گڑھ ہوگا جو دریائے کابل کے دہانے کے قریب واقع ہے؛ مقابلہ کرو شپیگل ۲، ۵۶۵ [نیز مقابلہ کرو وَا سمتھ تاریخ ہند قدیم V. A. Smith Early History of India باب ۳ ضمیمہ د۔ مترجم اردو] ٹکسا شیلا میں "یونانی لشکر میں ہندوستانی مقیروں کو پہلی مرتبہ دیکھا" (ڈروائے سن، ۱، ۲، ۳ ۲۱۲)۔ ٹکسا شیلا اور پاؤروا در اصل شاہی خاندانوں کے نام ہیں (شپیگل ۲، ۵۶۶؛ کیمیرٹ ۱، ۳۶؛ لیف مان صفحہ ۴۶، ۷ یسکت رو پورس کے باہمی معرکے کے لئے مقابلہ کرو ڈروائے سن ۱، ۲، ۱۲۹ جس میں الفنسٹن کی کتاب "کابل" Elphinstone Kabul ۱، ۱۲۲ کا اتباع کیا ہے؛ شپیگل ۲، ۵۶۷؛ لیف مان صفحہ ۴۶، ۷؛ کننگھم ۱۵۹ وغیرہ۔ "کاتھائیوائی" غالباً کھشتری کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لاسین کہتا ہے کہ سنگالا سے مراد امرتسر ہے؛ مقابلہ کرو لیف مان ۴۹،۷۔ دریاؤں کے ناموں کے لئے دیکھو شپیگل ۲، ۵۷۰؛ سپیرٹ ۱، ۳۶؛ لیف مان ۵۰، ۷۔ ہیداسپیس سنسکرت "وتستا" (ویرو) "چندر بھاگا" کا نام (جس کا تلفظ سامد سوبھاگوس جیسا ہے) یونانیوں نے بدل کر اکے سی نیس (یعنی معالج الالام) رکھ دیا؛ ہیدراؤتیس سنسکرت اراوتی (دریائے راوی)؛ ہی پاسس سنسکرت "وساپا" (آدارو) ان سب کے بعد ستدرو یعنی ستلج آتا ہے جس میں آجکل وساپا یعنی بیاس بہتا ہے واضح ہو کہ دریائے بیاس کی قدیم تہ اب بالکل خشک ہے۔

[ان ناموں کے لئے دیکھو کیمبرج کی تاریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۳۴۶ Cambridge History of India مترجم اردو]

باب ۲۵

سدابہار اور انگور ملے، چنانچہ یہاں یونانیوں نے دیونی سیوس کے اعزاز میں میلے بھی منعقد کئے۔ اس مقام پر فوج کی دونوں شاخیں مل گئیں اور انھوں نے غالباً اٹک کے مقام پر دریائے سندھ کو عبور کیا۔ اس کے مشرق میں سندھ اور جہلم کے مابین جو قطعہ ہے اُس پر تکشاسیلا کا راجہ حکمراں تھا، اور اُس نے سکندر کے پہنچتے ہی اُس سے محالفہ کرلیا۔ لیکن جہلم پار کا راجہ پورس اطاعت کی طرف مائل نہیں تھا، چنانچہ وہ سکندر سے جنگ آزما ہوا اور دریا کے مشرقی کنارے پر اپنے قبضے کو مستحکم کرلیا۔ یہاں سکندر کے لئے گرانی کوس اور اسوس کے طرز کار پر عمل کرنا ناممکن تھا اس لئے کہ جہلم اور پناروس، پورس اور دارا کے مابین زمین و آسمان کا فرق تھا جس کی وجہ سے سکندر مجبور ہوگیا کہ اپنی عمر میں شاید پہلی مرتبہ "چوری سے" یعنی دھوکا دے کر دشمن کو شکست دے وہ اپنے لشکر کے بیشتر حصّے کو ساتھ لے کر ایک ایسے مقام پر چلا گیا جہاں سے وہ بآسانی تمام پورس کی نظر سے اوجھل ہو کر دریا کو عبور کرسکتا تھا، اور کرانی روس کو تھوڑی سی فوج کے ہمراہ پورس کے روبرو چھوڑ دیا تاکہ وہ دھوکے میں آجائے اور سمجھے کہ مقدونوی فوج یہی ہے۔ ہندوستانی اُس وقت تک صحیح صورت حال سے آشنا نہیں ہوئے جب تک سکندر دریا پار نہ ہوگیا؛ جب پورس کو اصلی حالت سے واقفیت ہوئی تو اُس نے اپنے بیٹے کی کمان میں اپنی فوج کا ایک جزو سکندر کے مقابلے پر بھیجا، لیکن لڑائی میں سکندر ہی کو فتح ہوئی اور اُس کا مدمقابل کام آیا۔ اب اُس نے خود پورس پر حملہ کردیا۔ اُس کے سواروں کو دشمن کے سواروں پر فوقیت حاصل تھی، لیکن ہندوستانی فوج کے ایک سو اسّی ہاتھیوں کی وجہ سے مقدونوی فوج خطرے سے خالی نہیں تھی اس لئے کہ گھوڑوں کا خاصّہ ہے کہ ہاتھیوں کو دیکھتے ہی ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اگر پورس

باب ۲۵

حملے میں پیش قدمی کرتا تو بہت ممکن تھا کہ میدان اُسی کے ہاتھ رہتا، لیکن اُس نے سکندر کے حملے کا انتظار کیا۔ سکندر نے ہندوستانی سواروں پر دھاوا بول دیا اور اُنھیں شکست فاش دے دی۔ اس پر ہندوستانی فیلبانوں نے ہاتھیوں کو بڑھا کر اُن کے ذریعے سے ایک مقدونوی حصے پر دباؤ ڈالا، لیکن مقدونوی سواروں نے جناحی حرکت کر کے ہندوستانیوں کو ایک تنگ مقام پر ڈھکیل دیا جہاں پہنچنے کے بعد سراسیمہ ہاتھی خود اپنے لشکر کے لئے بلائے بے درماں بن گئے۔ الغرض ہندوستانیوں کو اس معرکے میں ایک کاری ضرب لگی اور ان کے بیس ہزار نفوس اور ایک سو ہاتھی مارے گئے اور جو بچے تھے اُنھیں مقدونیوں نے گرفتار کر لیا۔ سب سے آخر میں پورس زخم خوردہ ہاتھی پر بیٹھا ہوا، میدان سے گیا۔ سکندر برابر اُس کی بہادری اور تنومندی پر غور کر رہا تھا، اور جب میدان اُس کے ہاتھ رہا تو اُس نے راجہ ٹیکسا تیلا کو اُسے بلانے کے لئے بھیجا تاکہ وہ اُسے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کرے۔ لیکن اُس کے جواب میں پورس نے اُس پر نیزے کا وار کیا، اور جس وقت تک وہ تھک کر گر نہ گیا اُس وقت تک اُس نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ جب وہ سکندر کے روبرو آیا تو اُس نے دریافت کیا کہ تمھارے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے، جس پر اُس نے جواب دیا کہ ویسا ہی برتاؤ جیسا کسی بادشاہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس پر سکندر نے کہا کہ یہ تو میں خود ہی کروں گا تو راجہ نے جواب دیا کہ میرے جواب میں سب ہی کچھ آ گیا، اب اس پر کسی قسم کا اضافہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ سکندر کا خاصہ تھا کہ وہ ہمت و جرأت والوں اور اس قسم کے سیدھے اور سچے جوابوں کی داد دیتا تھا، چنانچہ اُس نے راجہ کی مکمل راجدھانی مع بعض اضافہ جات کے اُسی کے سپرد کر دی اور راجہ اپنی طرف سے ہمیشہ کے واسطے سکندر کا حلیف بن گیا۔

باب ۲۵

اس کے بعد سکندر مشرق کی طرف چلا اور چناب اور راوی کو عبور کرتا ہوا "چھتریوں" (کاتھائیوں) کے ملک میں پہنچ کر اُس نے قلعۂ سنگالا کو مسخر کیا۔ یہاں سے وہ دریائے بیاس کے کنارے پہنچا جو آج کل تو پنجاب کے آخری دریا یعنی ستلج سے مل کر بہتا ہے لیکن اُس زمانے میں اُس کی تہ بالکل جدا گانہ تھی۔ سکندر کبھی ستلج تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ اسے بھی عبور کرنا چاہتا تھا، لیکن عین پیش قدمی کے وقت اُس کے آلۂ کار یعنی فوج نے قدم بڑھانے سے انکار کر دیا۔ غالباً سپاہیوں کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ ایک قدرتی سرحد ہے اور اس کے شمال میں جو اراضی ہے وہ نہایت زرخیز ہے، چنانچہ اگر سکندر اس دریا کو عبور کرے گا تو دوسرے کنارے پر اُسے نئی نئی سلطنتیں ملیں گی اور اُسے نئی نئی قوموں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مقدونی سپاہی اب زیادہ جنگ و جدال کے خواہاں نہیں تھے؛ اُن کیلئے کم و بیش آٹھ برس کی مسلسل لڑائی بالکل کافی تھی؛ اس کے برعکس اُن سپاہیوں کے ہاتھ جو حال ہی میں بھرتی ہوئے تھے، زیادہ مال غنیمت نہیں لگا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ اس وقت تک معاملات میں یکسوئی رہنا ہی بہت غنیمت تھا۔ سکندر اور اُس کا لشکر تھبز اور ایتھنز کے درمیانی فاصلے سے سو گنا دور تھے۔ سکندر نے اپنے سپاہیوں کو ذاتی طور پر آگے بڑھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ اس وقت برابر فاتح و ناصر رہے ہیں اور آیندہ بھی وہ کبھی نیچا نہیں دیکھیں گے؛ اُس نے انھیں اُن کی عزت و آبرو کا بھی واسطہ دیا؛ اُس نے یہ بھی کہا کہ عالی ہمت شخص کے لئے کسی کام کے انجام دینے کے لئے اُس کی نوعیت پر غور کرنا چاہئے؛ اُس نے اپنے نہایت کا خاکہ اُن کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ عنقریب وہ دریائے گنگ پہنچ جائیں گے جو بحیرۂ ہیرکانیہ میں جا کر گرتا ہے جس کے بعد بحر ہند اور بحر فارس آتے ہیں، وہاں سے لیبیہ ہو کر وہ ستون ہائے ہرقل پہنچیں گے اور اس طرح

باب ۳۲

تمام ایشیا اور تمام لبیہ انھیں کے ہو جائیں گے"؛ آخر میں اُس نے انھیں مخاطب کر کے کہا کہ اگر انھوں نے اُس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو تمام پچھلے فتوح بیکار ہو جائیں گے اور اُن کی انجام دہی میں جو جان و مال صرف ہوا ہے وہ بالکل بے نتیجہ ثابت ہوگا۔ یہ سب کہنے کے بعد سکندر رُکا کہ شاید کوئی اُس کا جواب دے، لیکن سب کے سب ساکت رہے۔ اس کے درس جغرافیہ کی بابت بیچارے سپاہی کیا کہہ سکتے تھے اس لئے کہ مختلف ممالک کے متعلق اُن کے معلومات بمنزلہ صفر کے تھے۔ انھیں کچھ اس قسم کا شبہہ تھا کہ شاید خود سکندر بھی اُن کا ہم رائے ہے لیکن اپنے اصلی خیالات کا اظہار نہیں کرتا۔ آخر کار اُس کے اعلیٰ افسروں میں سے ایک یعنی کوئے نوس بولا کہ جہاں پناہ جو آپ فرماتے ہیں سب سچ ہے، لیکن کچھ بھی ہو آپ کے سپاہی اب ایک قدم بھی آگے نہ بڑھیں گے، اور ممکن ہے کہ وہ یہ بھی کہہ دیتا کہ ستر دن کی مسلسل بارش نے سپاہیوں کی قوت کو بالکل سلب کر دیا ہے[شہ]۔ کوئے نوس کے بعد جتنے سپاہی موجود تھے سب یک زبان ہو کر بول اُٹھے کہ ہم سب کوئے نوس کی دل سے تائید کرتے ہیں۔ اس پر سکندر نے جواب دیا کہ اچھا میں صرف چند منتخب جاں بازوں

شہ مارش یہ آرین ۵، ۲۸ و ۹؛ دیودوروس ۱۷، ۹۴۔ آرین ۵، ۲۶، ۱ میں سکندر یہ نہیں کہتا کہ ہر کام کا وجود خود اُس کام کے لئے ہے، لیکن نہ معلوم ڈرواسنے سن (۱، ۲، ۱۵۷) اور سن تینس کیوں اسے فرض کر لیتے ہیں۔ اگر سکندر اس قسم کی کوئی بات کہتا بھی تو اُس کا کون یقین کرتا؟ حقیقت یہ ہے کہ آرین نے اس کی تقریر جو نقل کی ہے اُس میں وہ صرف یہ کہتا ہے کہ "ہر کام کا ایک پیمانہ ہے" (یعنی ہر کام ختم ہونا چاہئے) واضح ہو کہ آرین میں لفظ "غیپاس" کے معنی انجام کے ہیں، مقصد کے نہیں۔ نیز رے (۱۳۹) کہتا ہے کہ سکندر ہندوستان کے اندر زیادہ جانا نہیں چاہتا تھا اور اُس کی یہ تقریر مؤرخوں نے صحیح طور پر نقل نہیں کی ہے بلکہ دراصل کسی لستان کی فکر کا نتیجہ ہے۔

باب ۲۱

کو ساتھ لے کر اپنی پیش قدمی جاری رکھوں گا اور یہ کہہ کر وہ سید ھا اپنے ڈیرے میں چلا گیا جہاں سے وہ مسلسل تین روز تک باہر نہیں آیا۔ اُسے اب بھی یہ امید تھی کہ شاید لشکر مان جائے لیکن یہ امید کبھی پوری نہیں ہوئی۔ اب اُس نے اپنے معبودوں سے قربانی کے ذریعے سے مشورہ کیا، لیکن یہاں سے بھی ٹھیک جواب نہیں ملا، چنانچہ اُس نے آخر کار واپسی کا تہیہ کر لیا۔ یہ فیصلہ سن کر تمام سپاہی جوش سے اُچھل پڑے اس لئے کہ اُن کے سامنے ایک ایسی شخصیت تھی جو ناقابل تسخیر سمجھی جاتی تھی اور جو محض اُن کی اپنی کوشش سے گویا مسخر ہو گئی تھی۔ سکندر نے پلٹنے سے پہلے حکم دیا کہ بارہ عالی شان منارہ نما قربان گاہیں بنائی جائیں اور ایک درزنشی اور واپسی میلا لگا کر مغرب کی راہ لی۔ وہ چناب کو پار کر کے جہلم پہنچا اور دو شہروں یعنی نکائیہ* اور بوکے فالا# کی تعمیر مکمل کر کے گھر کی راہ لی۔

حقیقت یہ ہے کہ سکندر نے دیار ہند کا صرف ایک گوشہ یعنی پنجاب دیکھا تھا۔ اس مُلک کے باشندوں کی ذہنیت اور اُن کا تمدن یونانی ذہنیت اور تمدن سے بالکل مغائر تھا۔ یہ وہ دُنیا تھی جس میں ہو کر دریائے گنگ بہتا تھا اور جس میں باغوں اور سبزہ زار کی فراوانی تھی، وہ دُنیا جس میں راہب اور جوگی دعمیان گیان میں مشغول تھے، وہ دُنیا جس میں مقدس وید اور عظیم الشان رزمیہ نظمیں لکھی گئی تھیں اور جو دو ہزار سال کے بعد یورپی قوموں کو نئے نئے سبق پڑھانے والی تھی۔ اس دُنیا کا صرف کنارہ ہی سکندر دیکھ سکا۔ سکندر جیسے جری اور محقق شخص نے یقیناً یہ معلوم کر کے آٹھ آٹھ آنسو بہائے ہوں گے کہ وہ ایسے مُلک کی گویا دہلیز سے واپس جا رہا ہے جسے وہ ہمیشہ ایک بعید الفہم خطہ سمجھے ہوئے تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان کے قلب میں پہنچنے کے بعد فاتح ایک محقق نہ بن جاتا۔ اُسے قسمت نے

* سکھ چین پور (مترجم اردو) # قبیر جہلم (مترجم اردو)۔

برھم دیو اور مہا تما بدھ کا ملک اچھی طرح دیکھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ اُسے محض اس پر قناعت کرنی پڑی کہ وہ تہذیب و تمدّن کے صرف چار ہی بڑے بڑے مرکزوں یعنی یونان، دیار سامیہ، مصر اور ایران کی حتّی الوسع نگرانی کرے، اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول میں وہ اپنے پیش رووں اور جانشینوں دونوں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک ایسی سلطنت جس میں یہ چاروں مرکز شامل ہوں تاریخ عالم میں بالکل لاثانی ہے، اور سکندر اعظم کے لئے بھی اُس کا ہی بار اٹھانا کچھ آسان کام نہ تھا۔

باب بست و ششم

سکندر کی حکومت کے آخری ایام

اگس و ہرپالوس

۳۲۶ ق م تا ۳۲۳ ق م

سکندر نے محسوس کر کے کہ اب اُسے ضرور واپس ہونا پڑے گا،[1] یہ طے کیا کہ واپسی پر اُسے غیر معلوم ممالک کی تحقیقات کرنی چاہئے۔ ہندوستان آنے سے پہلے اُس کا خیال تھا کہ دریائے نیل اور دریائے سندھ دونوں ایک ہی مقام پر سمندر سے ملتے ہیں، اور جب یہاں آنے پر اُسے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ نہیں ہے تو اُسے دریائے سندھ کے دہانے کا معائنہ کرنے کی آرزو پیدا ہوئی، چنانچہ وہ تھوڑے سے سپاہی اپنے ساتھ لے کر دریائے جہلم پر کشتیوں میں بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ باقی ماندہ فوج دریا کے کنارے کنارے اُس کے ساتھ ساتھ چلے، اور کشتیوں کی کمان نیارخوس کے سپرد ہو۔ آرین کہتا ہے کہ

---

[1] سکندر کا کوچ سمندر کی طرف، آرین ۶، ۱ وغیرہ۔ سکندر کا زخم آرین ۶، ۶ تا ۱۲۔ اوکسیدرکائی اور مالوئی دراصل کشدراکوں اور مالویوں کے مترادف

باب ۲۶

جہازوں کی آوازاور لشکر کی کثرت کی وجہ سے جگہ جگہ قرب وجوار کے گاؤں والے دریا کے قریب آکر تماشا دیکھتے اور اپنی زبان میں گیت گاتے۔ سکندر چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح سے یک بیک کشدراکوں اور مالویوں کے ملک میں پہنچ جائے، چنانچہ وہ نہایت تیزی کے ساتھ جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ اُس جگہ پہنچا جہاں جہلم اور چناب ملتے تھے تو اُس نے اپنا بیڑہ تو جہلم اور راوی کے سنگم کی طرف بھیج دیا اور فوج کو لیکر خود مالویوں کے ملک میں گھس گیا۔ یہاں وہ ایک شہر میں پہنچا جہاں کے باشندے دیکھتے ہی اُس کے حملے کی مدافعت کرنے کی غرض سے قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ جب سکندر نے یہ دیکھا تو وہ مٹھی بھر ساتھی لے کر سیڑھی کے ذریعے سے فصیل پر چڑھ گیا۔ لیکن جیسے ہی وہ چوٹی پر پہنچا فصیل ٹوٹ گئی اور سکندر اور اُس کے ساتھی یکہ وتنہا رہ گئے۔ اب بجائے انتظار کرنے کے وہ فوراً اوپر سے کود پڑا اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ الفاظ ہیں، دیکھو شلیگل ۲/۶۹ ۵، لیف مان ۹ ۴۷۔ آریوں کا شہر جس میں سکندر زخمی ہوا، غالباً ملتان تھا (کننگھم) دیکھو ڈرواسے سن ۱/۲۴۳ ۱۸ تا ۱۸۵۔

آرین ۶/۱۵ میں جن زاتھرائے کا ذکر ہے اُنھیں بعض مؤرخ دیودورس (۱۷/۱۰۲) والے "سودرائے" کے مترادف سمجھتے ہیں، لیکن اول الذکر کشتریوں کا اور ثانی الذکر شدروں کا ہم معنی معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ سب قیاس ہی قیاس ہے۔ ڈروائے سن کے نزدیک سغدینی دراصل شدر ہی تھے۔ سندینی اسکندریہ کے موقع کا تعین نہیں ہو سکا، ڈروائے سن ۱/۲۴، ۹۰؛ لیف مان ۵۲۔ موزی کانوس دراصل موتیک نامی ایک خطے سے مشتق ہے۔ ڈروائے سن کا خیال ہے کہ برہمنوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے جنوبی قبائل سکندر کے مخالف تھے (۱/۲۴ ۴۱۹ وغیرہ) شلیگل (۲/۵۰۲) کے نزدیک پٹالہ کا محل وقوع کا تعین نہیں ہو سکا لیکن لیف مان (۵۰۲) اُسے حیدرآباد سندھ سمجھتا ہے۔ دریائے سندھ کے مشرق کی طرف ہٹ جانے کے متعلق دیکھو لیف مان ۵۰۳، جو کننگھم کا اتباع کرتا ہے۔

باب ۲۱

کچھ دیر تک وہ اور اُس کے ساتھی جن میں سے پیوکستاس، اریاس اور لیوناتوس خاص طور پر قابل ذکر ہیں، دشمن کا نشانہ بنے رہے۔ خود سکندر کے سینے میں زخم آیا اور وہ زمین پر گر پڑا، جس پر پیوکستاس نے اُس مقدس ڈھال سے اُس پر سایہ کر لیا جو ائیلیوم کے بتکدۂ اتھینے سے لی گئی تھی اور جس کا سپر بردار خود وہ تھا۔ اس مدت میں بعض دوسرے مقدونوی بھی قلعے میں گھس گئے اور شہر والوں کو بلا کم و کاست تہ تیغ کر دیا۔ جو نیزہ بادشاہ کے سینے میں لگا تھا اُسے کاٹ کر نکالا گیا اور جب اُسے اُٹھا کر لے جا رہے تھے تو راستے میں اس قدر خون نکلا کہ سکندر بے ہوش ہو گیا اور اُس کی وفات کی خبر پھیل گئی، چنانچہ جب راوی کے کنارے وہ اپنے سپاہیوں کے سامنے پہنچا اور اُنھیں دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ ہلایا تو وہ فرط مسرت سے پھولے نہیں سمائے اور شکر ادا کرنے لگے کہ محض لاش کی شکل میں نہیں بلکہ جیتا جاگتا بادشاہ اُن کی طرف آ رہا ہے۔ اُن کے قریب پہنچ کر وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا، اور جب وہ لشکر کے وسط میں پہنچا تو سپاہیوں کے جوش کی انتہا نہیں رہی، چنانچہ کبھی تو وہ اُس کے گھٹنے کبھی ہاتھ کبھی دامن چھوتے اور رنگ برنگ کے فیتوں اور پھولوں کی بوچھار کرتے۔ پھر یہ اب وہ دریائے سندھ کے راستے شاہ موزی کانوس کے ملک میں پہنچا۔ اس حکمراں نے پہلے تو اُس کی اطاعت کا وعدہ کیا لیکن پھر بغاوت پر کمر بستہ ہو گیا، جس کی وجہ سے سکندر نے اُسے گرفتار کر کے سزائے موت کا حکم سنایا۔ اب اُس نے اپنے لشکر کا ایک تہائی حصہ کراتیروس کی کمان میں براہ ایران مغرب کی طرف روانہ کیا اور خود پٹالے کے راستے، جہاں دریائے سندھ کے دو حصے ہو جاتے ہیں، سمندر کی طرف کوچ کر کے آخر کار کنارے پر پہنچا اور یہاں کے مد و جزر کی کیفیت کا بغور معائنہ کیا۔

اب اُس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس کی نظیر ملنی دشوار ہے، یعنی اپنا بیڑہ تو سمندر کے راستے جدید ممالک کی تحقیقات کے لئے فرات اور دجلے کے دہانے کی طرف بھیجا اور خود فوج لیکر ساحل گدروزیہ کے متوازی چلا تاکہ بیڑے کے ساتھ رسل و رسائل جاری رکھ سکے۔ یہ کوچ نہایت ہی تکلیف دہ تھا اور اس کا راستہ بلوچی ریگستان سے ہو کر تھا جو دُنیا کے گرم ترین خطّوں میں شمار کیا جاتا ہے[1]، جس کی وجہ سے اُسے گدروزیہ کے پایۂ تخت پورہ (بام پور) پہنچنے، یعنی پانچ سو میل طے کرنے کے لئے دو ماہ کا طویل زمانہ درکار ہوا جس میں فوج والوں کو طرح طرح کی سختیاں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں۔ سکندر کے لئے صرف یہ امر اطمینان دِہ تھا کہ وہ ایک طرح سے سمی رامس اور کورش دونوں پر سبقت لے گیا اس لئے کہ اوّل الذکر تو صرف بیس سپاہیوں سمیت اپنی منزل مقصود تک پہنچی تھی، اور کورش کے پاس صرف سات سپاہی رہ گئے تھے، درانحالیکہ سکندر جتنے سپاہی لے کر چلا تھا اُس میں سے اب بھی ۷۵ فی صدی زندہ اور تندرست تھے۔ اس سفر میں کئی باتیں ایسی پیش آئیں جو قابل ذکر ہیں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب فوج ایک بے آب و گیاہ حصے میں ہو کر گزر رہی تھی، تو ایک سپاہی سکندر کے پاس ٹوپی میں بھر کر تھوڑا سا پانی لایا اور کہا کہ یہاں صرف یہی پانی دستیاب ہوا ہے۔ بادشاہ نے یہ سنتے ہی ٹوپی ریت میں اُلٹ دی تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ اُس کی

---

[1] ریگستان میں ہو کر پیش قدمی، آرین ۶، ۲۱ وغیرہ؛ ڈر وائےسن ۱، ۲، ۲۱۳ وغیرہ۔ "عربیس" دراصل دریائے پرالی کا ہی نام ہے؛ دیکھو شپیگل ۲، ۲، ۵۷۔ ابھی تک شہر رمباکیہ کا تعین نہیں کیا گیا جس کے قریب اسکندریہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی شپیگل ۳، ۵۷۔ گدروزیہ، ایضاً ۳، ۵۷۔ لفظ "پورہ" ہندی الاصل ہے۔

سکندر کا پانی کو پھینک دینا؛ آرین ۶، ۲۶، ۳۔

باب ۲۱

معمولی سے معمولی سپاہی کی حیثیت میں سرمو فرق نہیں۔ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ مقامی رہبر راستہ بھول گیا، چنانچہ خود سکندر نے تلاش کر کے راستہ دریافت کیا۔ بادشاہ پورہ سے کرمان گیا جہاں اُسے کراتیروس مل گیا۵۳ اُس نے کرمان پہنچ کر شکرانے کے طور پر قربانیاں کیں اور اپنے محافظ دستے میں جس میں اُس وقت تک صرف سات افسر یعنی لیوناتوس، ہفاستیون، لیزی ماخوس، ارسطونوس، پردکاس، بطلیمایوس ولد لاگوس، اور پی تھون تھے اپنے بچانے والے پیوکستاس کو بھی شامل کر لیا۔ یہاں نیارخوس بھی اُسے آملا اور اپنے تجربات کے قصے سنا کر اُسے محظوظ کیا۵۴ کرمان سے سکندر پسارگاوا گیا جہاں اُس نے اپنی سلطنت کا از سر نو جائزہ لیا۔ اُس کے طویل غیاب میں اُس کی سلطنت میں بڑی افراتفری پھیل گئی تھی اور طرح طرح کے نقائص اُس کی بنیاد کو کھائے جاتے تھے، مثلاً اُس نے سنا کہ بریاکسز نامی ایک ایرانی نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا ہے، اور اصطخر کے صوبہ دار اور کسی نمیس نے بعض مقدس مقامات کو لوٹ لیا ہے، جس پر اُس نے ان دونوں کو تلوار کے گھاٹ اُتروا دیا اور موخر الذکر کی جگہ پیوکستاس کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اسی طرح سوس کے صوبہ دار اور اُس کے بیٹے کو بھی بد عنوانیوں پر سزائے موت دی گئی۵۵

---

۵۳ کراتیروس کا کوچ، آرین ۶، ۱۵، ۵؛ ڈیوڈورس ۱۷، ۶۱، ۱۹۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ کراتیروس درۂ بولان اور قندھار ہو کر گیا ہوگا۔ اس راستے کی اہمیت آج بھی اُتنی ہی ہے، چنانچہ انگریزوں نے اسے ریل بنا کر ہندوستان سے ملا دیا ہے اور کوئٹہ میں اپنی چھاؤنی بنا دی ہے۔ ساتھ ہی ضرورت ہو تو کوئٹہ کے مغرب میں جو مصنوعی سرنگ ہے اُس میں ہو کر قندھار فوج فی الفور روانہ کی جا سکتی ہے۔

۵۴ نیارخوس کا سفر؛ ڈیوڈورس ۱۷، ۱۰۶؛ ۲۲ تا ۲۲؛ نیز ... صفحہ ۱۵۲۔

۵۵ کرٹیس ۱۰، ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح سکندر کا یہ کوچ اور صوبہ داروں کی سزادہی خود اُس کی سیرت کی تہذیب میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

باب ۲۶

سکندر کا قاعدہ تھا کہ جہاں وہ ملزموں کو سزا دیتا تھا وہاں وفاداروں کو انعام واکرام سے مالامال بھی کر دیتا تھا، اور اُس کی عظیم الشان سلطنت کی رعایا اس بات کو اچھی طرح سے سمجھے ہوئے تھی کہ اُس کی نظروں میں ایشیا اور یورپ دونوں کی وقعت مساوی ہے۔ سوس پہنچنے پر اُس نے کرۂ زمین کے اُن دو بڑے حصوں کو چشم زدن میں ملا دینا چاہا۔[۱] دو ایرانی لڑکیوں یعنی دارا کی بڑی بیٹی برسینہ (ستاترہ) اور اخوست کی چھوٹی بیٹی پروشیاتی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اسی طرح اُس نے دارا کی دوسری بیٹی ہفاسٹیون کی نذر کی، اور کراتیروس، پردکاس، بطلیمایوس، یومنیس، نیارخوس، سلیوکوس بہت سے دوسرے امرائے کبار کی بھی (جنکی تعداد اسّی کے قریب ہوتی ہے) اعلیٰ طبقے کی ایرانی لڑکیوں کے ساتھ شادیاں کر دیں اور اُن کے اعزاز میں بڑی دھوم دھام سے محفل شادی منعقد کی جس میں سکندر نے اُن دس ہزار مقدونیوں کو جنھوں نے ایشیائی عورتوں سے نکاح کئے تھے، تحائف سے مالامال کر دیا۔ پھر جب اُسے معلوم ہوا کہ باوجود مال غنیمت ہاتھ لگنے کے اب بھی بہت سے سپاہی مقروض ہیں تو اُس نے یہ اعلان کیا کہ جو لوگ اُسے اپنے اپنے قرضوں کی مقدار سے آگاہ کر دیں گے اُن کے قرضے وہ شاہی خزانے سے ادا کرے گا۔ اوّل تو اس ڈر سے کہ شائد اس ضمن میں طرح طرح کی باتیں پوچھی جائیں، بہت کم سپاہی سامنے آئے، لیکن جب لوگوں نے دیکھا کہ واقعی بادشاہ اُن کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے تو لوگ جوق جوق آ آکر اپنے قرضوں کی فہرست پیش کرنے لگے۔ سکندر نے اپنی دریادلی کا یہ ثبوت دیا کہ خزانۂ عامرہ سے بیس ہزار تالنت اُن قرضداروں میں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ گروٹ کے نزدیک جو بات سکندر کی مخالفت میں کہی جائے اُس کی صحت میں کبھی شبہ نہیں۔

[۱] سوس میں شادیاں، ڈرو ائے سن ۱/۲۱، ۲۴۳ وغیرہ۔

باب ۲۶

تقسیم کرا دئے اور کسی کے نام تک کا اپنے دفتر میں اندراج نہیں کیا۔ اسی سلسلۂ شادمانی و مسرت میں اُس نے پیوکستاس، ہفائستیون، نیارخوس اور شاہی کشتی کے ناخدا اونی سیکرتیوس کو اُن کی کارگزاریوں کے عوض طلائی گھیرے انعام میں دیئے۔

لیکن باوجود اس مہربانی اور تلطف کے مشرقی عناصر کی ترویج کی وجہ سے مقدونیوں میں بےچینی پیدا ہو گئی۔ اس سے پہلے بھی ہتائری سوارے میں ایک مشرقی رسالہ تھا جس میں باختری، سغدینی، اور بعض دوسری مشرقی اقوام کے قائم مقام شامل تھے، اور اسی طرح فوج کے بہترین حصے یعنی اگیما میں بہت سے ایشیائی موجود تھے جو مقدونوی نیزوں سے مسلح تھے۔ لیکن اب سکندر کے حکم سے ان کے علاوہ تیس ہزار ایشیائی نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرنے کیلئے منتخب کیا گیا، اور یہ اضافہ آزمودہ کار مقدونوی سپاہیوں کے لئے قطعاً ناقابل برداشت تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب بادشاہ جولائی ۳۲۴ ق م میں سوس سے چل کر اوپس پہنچا تو یہ بےچینی عملی شکل میں رونما ہو گئی، اور جب خود اُس نے یہ اعلان کیا کہ وہ عنقریب معمر سپاہیوں کو یورپ واپس بھیج دے گا تو تمام سامعین ہمزبان ہو کر کہنے لگے کہ بہتر ہو اگر جہاں پناہ ہم سب کو بیک وقت واپس روانہ فرما دیں[ش]۔ اوّل تو سکندر نے

ش اوپس - تل منجور؛ آرین، ۷، ۸، ۱ ... ۲۵ - سکندر کی تقریر کو، جو آرین ۷، ۹، ۱۰ میں دی ہوئی ہے گروٹ اُس کی خودنمائی اور خودپرستی پر محمول کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا اس تقریر میں کہیں بھی غلط بیانی کا شائبہ ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں واقعات ہی کا اعادہ کیا گیا ہے، اور اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو "خودنمائی" صرف اپنے متعلق بعض صحیح واقعات کے اعادے پر ہی مشتمل ہو گی۔

بھائی بندی؛ آرین ۷، ۹، ۲۔ زمانۂ مابعد میں اس لفظ سیونگینیس کے معنی دربار شاہی کے مراتب کے ہو گئے مثلاً ... Reinach: Mithradate ... صفحہ ۲۵۳

باب ۱۲

ان شوریدہ پشتوں کے رہبروں کو پکڑوا کر تلوار کے گھاٹ اُتروا دیا، لیکن جب اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اُس نے امن و امان پیدا کرنے کی دوسری ترکیب چلی۔ اُس نے اُنھیں یاد دلایا کہ جب اُس کا باپ فیلقوس تخت نشیں ہوا تھا تو مقدونیوں کی کیا حالت تھی، کس طرح اُس نے اُن کی حالت کو سُدھارا، کیسے اُس نے ایشیا آکر ظفر و نصرت کا دروازہ کھول دیا، کیسے اُس نے اپنی ذات کے لئے کچھ نہ رکھا بلکہ جو کچھ ملا اُس میں اُن سب کو اپنا سہیم و شریک بنایا، اور کس طرح اُن کے دوش بدوش ہر قسم کی تکلیفیں اور صعوبتیں اُٹھانے میں کبھی عار نہ کیا۔ "اگر یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی تم لوگ اپنے اپنے گھر واپس جانا چاہتے ہو اور اپنے بادشاہ کو مفتوحہ بربریوں کے مُلک میں یکہ و تنہا چھوڑے جاتے ہو تو تمھیں اختیار ہے، چلے جاؤ"۔ یہ کہہ کر وہ سیدھا اپنے ڈیرے میں گیا اور وہاں مسلسل دو روز تک بند پڑا رہا؛ تیسرے دن اُس نے چند ایسے ایرانیوں کو، جن پر وہ اعتماد و اعتبار کر سکتا تھا، بلایا اور اُن سے کہا کہ آج سے تم سب میرے بھائی اور عزیز ہو۔ اس وقت تک مقدونوی گومگو میں تھے اور جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق ہو رہے تھے، لیکن جب اُنھوں نے سنا کہ سکندر نے ایرانیوں کو اپنا بھائی بند بنایا ہے تو اُن کی مایوسی کی کوئی حد نہ رہی اور وہ اپنے ہتھیار شاہی خیمے کے سامنے ڈال کر بآواز بلند کہنے لگے کہ جب تک سرکار ہم پر مراحم خسروانہ سے پیش نہیں آئیں گے اُس وقت تک ہم یہاں سے ٹس سے مس نہیں ہوں گے۔ یہ سن کر بادشاہ اپنے خیمے سے باہر نکلا۔ اُسے دیکھ کر سواروں کا ایک افسر کالی نیس نے اُسے مخاطب کر کے کہا کہ "جہاں پناہ! جس چیز سے ہمیں سخت ترین روحانی اذیت پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ حضور نے ایرانیوں کو تو اپنا عزیز اور رشتہ دار بنا لیا ہے لیکن آج تک ہمیں کبھی ایسے خطابات سے سرفراز نہیں فرمایا"۔ اس پر سکندر نے جواب دیا کہ "بھائیو! تم سب میرے عزیز اور رشتہ دار ہو، اور

باب ۲۶

آئندہ میں ہمیشہ تمھیں اسی نام سے مخاطب کیا کروں گا۔" یہ سن کر چاروں طرف سے واہ واہ، مرحبا کے نعرے بلند ہوئے اور اس مفاہمت کے اعزاز میں ایک بڑی دعوت ترتیب دی گئی جس میں بادشاہ سے ملے ہوئے تو مقدونوی بیٹھے اور اُن کے بعد ایشیائی۔ نیز سکندر کے حکم سے یونانی پجاریوں اور ایرانی مذہبی پیشواؤں نے اپنے معبودوں کے نام پر چڑھاوے چڑھائے اور دعا کی کہ دونوں قوموں کے باہمی اعتبار و اعتماد میں روز افزوں ترقی ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس مبارک دن یورپ اور ایشیا کی باہمی مفاہمت اور ایک دوسرے کے اعزاز و احترام کی ابتدا ہو گئی ہے۔

یہاں سے سکندر نے تقریباً دس ہزار ایسے مقدونیوں کو جو یا تو بہت بوڑھے تھے یا کسی وجہ سے میدان جنگ میں کام نہیں دے سکتے تھے، ایک ایک تالنت انعام دے کر کراتیروس کے تحت رخصت کر دیا، اور یہ حکم دیا کہ ان کے جو بچے ایشیا میں پیدا ہوئے ہیں اُن کی پرداخت ایشیا ہی میں کی جائے اور بڑے ہونے پر اُنھیں یورپ بھیجا جائے۔ جب یہ سب کچھ ایشیا میں ہو رہا تھا تو اُدھر یورپ میں (۳۳۱ ق م میں) آگس شاہ اسپارٹا میگالوپولس پر حملہ آور ہوا[۵۹] اور ساتھ ہی ساتھ ایتھنز نے بھی بغاوت کی دھمکی دی، چنانچہ بظاہر محسوس ہوتا تھا کہ شاید مغربی برّاعظم میں سیادت مقدونیہ کے دن گنے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر انتی پاتر سیدھا پیلوپونیز پہنچا اور نہ صرف یہ کہ

۵۹۔ آگس کی مہم کا آرین نے ذکر نہیں کیا، لیکن کرتیوس (۶،۱)، دیودوروس (۱۷، ۶۲، ۶۳) اور جسٹن (۱۲، ۱) نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی کہیں کہیں اس کے حوالے نظر آتے ہیں۔ مقابلہ کرو ڈروزن کے س ۱۹۱، ۵ ۳۹ ۱ ۲ ۲۶۶ وغیرہ۔ نیز Niese کے نزدیک (۱، ۷ ۴۹ وغیرہ) جنگ میگالوپولس ۳۳۱ ق م میں ہوئی ہوگی۔

اُس کے ہاتھوں اگس کو شکست ملی بلکہ میدان کارزار میں خود شاہ اسپارٹا کام آگیا۔ اس طرح انتی پاتر مقدونیہ کے عزت و وقار کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوا تھا اور آڑے وقت میں اپنے ملک کے کام آیا تھا۔ لیکن اُس میں سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ وہ اولمپیاس مادر سکندر کے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی جھگڑا مول لیتا رہتا تھا اور اُس کے خلاف شکایتوں کا طومار باندھتا رہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ سکندر اپنی ماں کی مخالفت تو کر ہی نہیں سکتا تھا، اور جب اُس کے کان میں انتی پاتر اور اولمپیاس دونوں کی شکایتیں پہنچیں تو وہ بولا کہ "انتی پاتر کو معلوم ہو کہ میری پیاری ماں کا ایک آنسو اُس کے ہزار خطوط سے بھی زیادہ میرے دل کو نرم و گرم کرنے کے لئے کافی ہے"، اور اُس نے فوراً یہ تہیہ کر لیا کہ جلد یا بدیر وہ مقدونیہ کی حکومت میں ضرور تبدیلی کرے گا، چنانچہ جب مقدونوی سپاہیوں کے واپس جانے کا موقع آیا تو اُس نے یہ حکم بھی بھیج دیا کہ انتی پاتر حکومت کا جائزہ فوراً کراتیروس کو دے دے۔

اوپس سے سکندر ہمدان گیا جہاں اُس نے ورزش اور موسیقی کا ایک عظیم الشان مقابلہ منعقد کیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے دوستوں کے ساتھ شراب و کباب میں مشغول ہو گیا۔ اس موقع پر ہیفاستیون یک بیک بیمار پڑ گیا اور قبل اس کے کہ سکندر اُس تک پہنچے اُس نے جان دے دی۔ سکندر کو اُس کی موت نہایت درجہ شاق گزری اور وہ اپنے محب کی لاش سے مل کر زار زار رویا۔ ہمدان سے لاش کو بابل لے گئے جہاں اُسے ایک چتا پر رکھ کر جس کی قیمت کا اندازہ دس ہزار تالنت (یعنی تقریباً چار کروڑ روپیہ) کیا جاتا ہے اُس کی لاش کو جلا دیا گیا۔

۳۲۴ ق م کے موسم سرما میں سکندر نے کوسائیوں کے خلاف مہم سر کی جو سوس کے قریب ہی رہتے تھے، اور وہاں سے

باب ۲۶

وہ بابل گیا تاکہ اس شہر کو مرکز بناکر قرب و جوار کے علاقوں کو اپنا مطیع و منقاد کرے۔ جب شہر کے قریب پہنچا تو وہاں کے پجاری اُس سے ملنے کے لئے آئے اور استدعا کی کہ "برائے خدا آپ شہر میں داخل نہ ہوجیئے ورنہ آپ کو کوئی بڑا بھاری نقصان پہنچ جائے گا"۹ جب اُنھوں نے دیکھا کہ وہ اُن کے کہنے کی پروا نہیں کرتا تو اُنھوں نے اُس سے عرض کی کہ "اچھا اگر حضور شہر میں داخل ہوتے ہی ہیں تو بجائے مشرق کے مغرب کی طرف سے داخل ہوجیئے"! لیکن اُن کی صلاح پر عمل کرنے کی بجائے اُس نے سمجھا کہ شاید وہ اُس کے راستے میں حائل ہوتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ میں بابل میں داخل ہوں۔ اُس کا شُبہہ اس خیال سے اور بھی زیادہ مضبوط ہوا کہ شائد اُنھوں نے شاہی حکم سے بے پروائی برت کر بیل دیوتا کے بت کدے کی تعمیر سے گریز کیا ہے۔

بہرحال ان سب باتوں سے بے پروا ہوکر وہ بابل میں داخل ہوا، اور یہاں اُس کی وفاشعاری کا اعلان کرنے کے لئے اُسے قریب و بعید ممالک کے سفیر ملے جس سے اُس کی کامیابیوں میں گویا چار چاند لگ گئے۔ ان سفیروں میں یونانی، حبشی، اسکیتھی، کلٹی، ہسپانوی، لیبیائی، بروتیئی، لوکانی، قرطاجنی، ترسینیائی (یعنی اٹروری) اور شائد رومن سفیر شامل تھے۔ آرین کہتا ہے کہ بطلیمایوس اور ارسطوبولوس دونوں میں سے کوئی رومنوں کا نام نہیں لیتے اس لئے وہ ان میں شامل نہ ہوں گے، لیکن اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید یہ دونوں مورخ انھیں ترسینیائیوں میں شامل سمجھتے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص نے نہ صرف دنیائے ایران بلکہ دوسرے ممالک بھی اس قدر تھوڑے زمانے میں

---

۹ بابلی پجاریوں کی تنبیہ بالکل یونانی طرز کے بموجب ہے (آرین ۵، ۱۶، ۵)، اور اُس کے الفاظ کچھ اس قسم کے ہیں کہ "بہتر ہوا اگر کوئی مصیبت نازل نہ ہو"۔

فتح کر لئے تھے اُسے دیکھ کر اور اُس کے حالات سُن کر دوسری قومیں جتنا بھی عش عش کریں کم ہوگا' اور لوگ ضرور یہ کہتے ہوں گے کہ جس شخص نے محض نوعمری ہی کی حالت میں یہ سب کر دکھایا ہے وہ آگے چل کر خدا جانے اور کیا کیا نہ کرے گا۔

سکندر بحری مہمات کی ضرورت کی طرف سے بھی غافل نہ تھا' چنانچہ اُس نے بحیرۂ ہیرکانیہ (بحیرۂ خزر) پر ایک بیڑا تیار کرایا جس کا مقصد یہ تھا کہ اس جھیل کے چاروں طرف جو ممالک آباد ہیں اُن کی تحقیقات کی جائے۔ اُسے بابل میں بہت سے فینقی جہاز ملے جنھیں خشکی کے راستے دریائے فرات تک پہنچایا گیا تھا؛ ان کے علاوہ خود بابل میں بھی بہت سے جہاز بنوائے گئے اور ایک بندرگاہ تعمیر کی گئی جس میں ایک ہزار کشتیوں کے لئے جگہ تھی۔ سکندر اس بیڑے کے ذریعے سے ملک عرب کو فتح کرنا چاہتا تھا جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ اس میں طرح طرح کی قیمتی اور نفیس پیداوار ہوتی ہیں' چنانچہ اُس نے تین جہاز انکشاف و تحقیقات کے لئے روانہ کئے' لیکن ان میں سے ایک بھی اس جزیرہ نما کا دورہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ خود سکندر نہر پالاکوپاس ہو کر ساحل پہنچا اور اُس کے قریب اُس نے ایک شہر آباد کیا۔ یہاں ایک واقعہ پیش آیا جس سے اُس زمانے کے خیالات کا پتا لگتا ہے۔ ایک مرتبہ وہ ایک کشتی پر بیٹھا تھا کہ اُس کا عمامہ جو بمنزلہ تاج تھا' اُڑ کر پانی میں گر گیا۔ اس پر ایک شخص فوراً دریا میں کود پڑا اور عمامے کو اپنے سر پر رکھ کر واپس کنارے کی طرف تیر آیا۔ سکندر کے لئے یہ بہت ہی بُرا شگون سمجھا گیا کہ اُس کا تاج کسی دوسرے کے سر پر رکھا جائے' اور بعد میں یہ مشہور ہوا کہ یہ شخص سلیوکوس تھا جو سکندر کے بعد مُلک شام کا بادشاہ بنا۔ سکندر چاہتا تھا کہ اپنی فوج کو از سرِ نو منظم کرے اور مختلف رسالوں کی قوت میں اضافہ کرے۔ اُس کا یہ خیال تھا کہ "جتھے" کی ابتدائی تین صفوں اور اور آخری صف میں تو مقدونوی کھڑے کئے جائیں جن کے ہاتھوں میں

باب ۲۶

لمبے لمبے برچھے ہوں، اور اندرونی بارہ صفوں میں ایرانی ایستادہ کئے جائیں جن کے ہاتھ میں تیر کمان اور چھوٹے چھوٹے نیزے ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ ایشیائیوں کو یورپ لاکر آباد کرے۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی اور یہ سب منصوبے خاک میں مل گئے[۱۰]

۳۲۴ ق م میں سکندر نے یونانیوں سے دو مطالبے کئے جن کی وجہ سے اُن میں بہت کچھ بےچینی پیدا ہوگئی۔ پہلا مطالبہ تو یہ تھا کہ وہ اُسے اپنا معبود تسلیم کریں[۱۱] اور دوسرا یہ کہ جتنے شہریوں کو جلا وطن کیا گیا ہے اُنھیں واپس بلا لیا جائے[۱۲] ہمیں اس کا تو علم نہیں کہ پہلا مطالبہ کس ذریعے سے یونانیوں کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن سکندر یہ ضرور چاہتا تھا کہ اُس کا اعلان نہایت درجہ تزک واحتشام سے کیا جائے۔ یونانیوں نے خاموشی سے سرِ تسلیم خم کیا اور اسپارٹا نے اپنے مخصوص انداز سے یہ پیام بھیجا کہ اگر سکندر چاہتا ہے کہ لوگ اُسے اپنا معبود بنا لیں تو اُسے ہماری طرف سے اس کی اجازت ہے! ہم نہیں جانتے کہ سکندر کے مقاصد کے حصول کے واسطے اس قسم کا فعل شنیعہ کیوں ضروری تھا اور اُسے یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ معبود ہونے سے وہ برترین انسان کی حیثیت سے گر کر ارزل ترین معبود بن جائے گا، اور اس قسم کی معبودیت صرف اُس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک قوّت وسطوت قائم رہے۔ دوسرے

---

۱۰ فوج کی اس تنظیم سے "جس سے امتیاز خصوصی جاتا رہتا" - دیکھو ڈرو ائے سن ۱، ۲، ۳۴۲ وغیرہ۔

۱۱ اسی سے سکندر کے معبود تسلیم کرنے پر متفق و متحد ہونے کے لئے کہا جائے Plut. Apoph. Lac.

۱۲ جلا وطنوں کی واپسی کے لئے دیکھو ڈرو ائے سن ۱، ۲، ۲۷۴-۲- ڈٹن برگ ۱۱۹ والے نوشتے میں یہ مذکور ہے کہ سکندر "ساموسیوں کو اُن کی مملوکات" واپس دینا چاہتا تھا۔ یونانیوں کے سپہ سالار کیلئے اس قسم کا حکم دینا کیسے ممکن تھا؟ مقابلہ کرو شیفر "دیموس تھنیس" ۱، ۹۹۔ اوسے نیادا سے پراچولی قصہ؛ پلوٹارک "سکندر اعظم" ۴۹؛ ڈرو ائے سن ۱، ۱، ۲۹۶۔

باب ۲۲

سکندر نے کانور کے ذریعے سے سنہ ۳۲۴ ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر یونانیوں کو پیام بھیجا کہ جلا وطنوں کو واپس بلا لیا جائے ۔ ان میں سے بیس ہزار خود اس میلے کے موقع پر موجود تھے، اور اس قسم کے اعلان سے یقیناً اُن کی خوشی و مسرت کی انتہا نہ رہی ہوگی؛ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ اس کا اثر مختلف ریاستوں پر بُرا پڑا ہوگا، اور گو ممکن ہے کہ یہ حکم انصاف پر مبنی ہو، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سکندر کو سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا، مقنن نہیں؛ چنانچہ اُس کا قانونی پیرایہ حد درجہ مشکوک و مشتبہ تھا جس کی وجہ سے اُس کے نفاذ میں طرح طرح کی دقتیں اور دشواریاں پیش آئیں ۔ ایتولیہ اور ایتھنز کی حکومتوں نے یہ کیا تھا کہ جن لوگوں کو ملک بدر کیا گیا اُن کی جائداد پر حکومت قابض ہو گئی تھی، اور ان دونوں کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ جلا وطنوں کی واپسی پر وہ اپنی قدیم ملکیت کا مطالبہ کریں گے ۔ مثلاً ایتولیوں کے قبضے میں اکارنانی شہر اوئے نیادائے تھا جس پر اُنھوں نے سنہ ۳۳۰ ق م میں قبضہ کر لیا تھا، اسی طرح ایتھنز سنہ ۳۶۵ ق م اور سنہ ۳۶۰ ق م میں ساموس کے اصلی مالکوں کو نکال کر اور اپنی نوآبادیاں قائم کر کے اس جزیرے پر قابض ہو گیا تھا ۔ ایتھنز نے سکندر کی معبودیت کے مسئلے سے کہیں زیادہ اس مسئلے کی بابت مستقل مزاجی دکھائی اور سکندر کے اس حکم کی تعمیل سے صاف انکار کر دیا کہ چار ہزار ایتھنزی آباد کاروں کو اپنی جدید زمینداریوں سے بے دخل کر دیا جائے ۔ یہ سب ہو ہی رہا تھا کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے ایتھنزیوں کو معلوم ہو گیا کہ سکندر کا ستارہ اب زوال کی طرف مائل ہے اور اس کے احکام کی مخالفت ناممکن نہیں ہے ۔

ہوا یہ کہ سکندر کا خازن ہارپالوس پانچ ہزار تالنت (یعنی تقریباً ڈیڑھ کرور روپیہ) لے کر فرار ہو گیا، اور موسم بہار سنہ ۳۲۴ ق م میں تیس جہاز اور چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ پرائیوس پہنچا ۔ اُس کا اس پر وثوق تھا کہ ایتھنزی اپنے ایک ہم وطن کی درخواست کو قبول کریں گے، چنانچہ

باب ۱۸

اُس نے اپنے اُترنے کی اجازت کی استدعا کی۔ جب ایتھنزیوں نے اُسے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو وہ تینئ نارومم گیا جہاں اُس نے بہت سا روپیہ خرچ کر دیا اور کئی جہازوں اور ستعدد سپاہیوں کو برخاست کر دیا۔ اب اسی زمانے میں سکندر کا حکم یونان پہنچا کہ جلاوطنوں کو واپس آنے کی اجازت دی جائے، جس کی وجہ سے ہارپالوس کو یقین ہو گیا کہ یونانیوں اور خاصکر ایتھنزیوں کی بےچینی کی وجہ سے صورت حال پہلے سے کچھ بہتر نظر آتی ہے، چنانچہ فوج وہیں چھوڑ کر یہ سیدھا ایتھنز گیا جہاں اُسے اس مرتبہ خوش آمدید کہا گیا۔ یہ سن کر سکندر کے ایک دوسرے خزانہ دار نے، جس کا نام فلوکسے نوس تھا، ہارپالوس کی واپسی کا مطالبہ کیا، لیکن ایتھنزیوں نے صاف انکار کر دیا اور دیموس تھنیس کی صلاح پر یہ طے کیا کہ تاوقتیکہ سکندر اپنا خاص مندوب ایتھنزیوں کے پاس روانہ کرے اُس کا روپیہ تو حکومت اپنے قبضے میں کرے اور خود اُسے نظربند کر لے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کو اس قسم کا طرز عمل روا رکھنے کا پورا اختیار حاصل تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ نہایت ہوشیاری سے چال چل رہے تھے، اس لئے کہ کس کو معلوم اس دوران میں کیا کیا ہو گا کیا نہ ہو گا۔ بہرنہج روپیہ اکروپلس منتقل کر دیا گیا اور ہارپالوس کو نظربند کر دیا گیا لیکن ایک روز ہارپالوس یک بیک غائب ہو گیا اور اپنی قید و بند سے آزاد ہو کر پہلے تو وہ تینئ نارومم گیا اور وہاں سے کریٹ کی راہ لی جہاں آخرکار اُس کے ایک ہمراہی نے اُس کا کام تمام کر دیا۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ جو روپیہ اکروپلس میں جمع کیا گیا تھا اُس میں روز بروز کمی ہوتی جا رہی تھی۔ اُس کے منتقل ہونے کے وقت اُس کی نگرانی کے لئے ایتھنزیوں نے ایک خاص مامور یہ مقرر کیا تھا، جس کا دیموس تھنیس رکن ہی نہیں بلکہ شاید صدر بھی تھا۔ ہارپالوس نے اُس کے کان میں یہ بات ڈال دی تھی کہ اُس کے پاس سات سو ٹالنٹ (یعنی تقریباً ۱۹ لاکھ روپے) ہیں

باب ۲۶

اور یہ افواہ آگ کی طرح تمام ایتھنزی علاقے میں پھیل گئی تھی لیکن دیموس تھنیس نے کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ فی الواقع کس قدر رقم اکروپولس منتقل کی گئی گو لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ نسبتہً کم رقم وہاں منتقل ہوئی ہے اور آخر کار پتا چلا کہ صرف ۳۵۰ تالنت ہی اکروپولس میں موجود ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ باقی ماندہ تقریباً دس لاکھ روپے کا کیا حشر ہوا؟ دیموس تھنیس نے جب سنا کہ لوگوں میں اس کی بابت چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں تو اُس نے اریوپاگوس سے (جس میں بڑی حیثیت کے معتبر اراکین نشست کرتے تھے) مکمل تحقیقات کرنے کی استدعا کی اور کہا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میں نے اس رقم کا ایک حبہ بھی خورد برد کیا ہے تو میں اپنے آپ کو سزائے موت کا مستحق گردانوں گا۔ اریوپاگوس نے متعدد خفیہ نشستیں کر کے تحقیقات کی تاکہ جملہ امور کو ایسا طے کیا جائے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اس میں سب سے اہم جو کاغذ پیش ہوا وہ ایک بہی کھاتہ تھا جو ہارپالوس کے خازن نے فلوکسے نوس کے پاس بھیج دیا تھا اور وہاں سے وہ ایتھنز پہنچا دیا گیا تھا۔ اس کھاتے میں رقم کو اکروپولس منتقل کرنے تک کا مکمل حساب تھا اور یہ بھی مندرج تھا کہ کس قدر رقم منتقل کی گئی، اور ساتھ ہی بہت سے ایتھنزیوں کے نام اور لیتے لکھے ہوئے تھے جن کی ہارپالوس نے مٹھی گرم کی۔ لیکن اس فہرست میں دیموس تھنیس کا نام کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہارپالوس کے بہی کھاتے سے یہ کسی طرح سے معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اکروپولس کو انتقال کے بعد رقم ۷۰۰ سے ۳۵۰ تالنت کیسے رہ گئی، چنانچہ اس مبحث پر مزید شہادت کی ضرورت داعی ہوئی۔ بہرنہج اس تحقیقات کی تکمیل اور اُس کی روداد پیش ہونے پر معلوم ہوا کہ دیموس تھنیس نے بھی ہارپالوس سے ۲۰ تالنت وصول کیے ہیں۔ اس ابتدائی کارروائی کے بعد ملزم عمومی عدالت کے سامنے پیش ہوئے، جس نے محض وکلائے فریقین کی بحث سننے پر قناعت کی۔ واضح ہو کہ جن لوگوں نے

باب ۱۲

دیموس تھنیس پر استغاثہ دائر کیا تھا اُن میں نہ صرف "مقدونیہ پسند گروہ" کا ایک رکن دینارخوس تھا بلکہ خود دیموس تھنیس کے فریق کا ایک فرد ہی پریدیس بھی تھا۔ بالآخر دیموس تھنیس نے یہ تسلیم کر لیا کہ اُس نے ۲۰ تالنت (یعنی تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ) لیا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ حجت بھی نکالی کہ دراصل یہ رقم اُس نے ایک پرانے قرضے کے تادیئے میں لی ہے جو اُس نے ایک مرتبہ اپنی صدارت کے زمانے میں تھیوری کون کو دست گرداں دی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قدر بڑی رقم تمام ایتھنزیوں کے میلوں اور عیدوں کے لئے سال بھر کے واسطے کافی تھی۔ بہرنہج اُس پر یہ الزام ثابت ہو گیا کہ اُس نے محافظ زر کی حیثیت سے رشوت لی ہے، چنانچہ اُس پر پچاس تالنت جرمانہ کیا گیا، اور جب اُس نے جواب دیا کہ وہ کسی طرح سے اس قدر بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا تو اُسے قید خانے میں ڈال دیا گیا جہاں سے وہ کسی نہ کسی طرح سے فرار ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے ایتھنزیوں کو اسی قسم کے الزام پر مجرم گردانا گیا اور سزا دی گئی[۳۰]

---

[۳۰] مقدمۂ ہارپالوس کے واقعات شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۳۲۰ وغیرہ اور اے کارتولت کی کتاب "مقدمۂ ہارپالوس" A. Cartault: De causa Harpalica (پیرس، ۱۸۸۱ء) میں جمع کر دئے گئے ہیں۔ یہاں میں صرف اہم ترین نکات پر غور کروں گا۔

(۱) پہلا سوال تو یہ ہے کہ آیا دیموس تھنیس نے اپنی مٹھی گرم کی تھی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُس نے مذکور روپیہ لیا جس کا وہ خود بھی مُقر ہے اور اُس کے مداح بھی، مثلاً شیفر اپنی "حیات دیموس تھنیس" (۳، ۳۲۲) میں اس کا اقرار کرتا ہے۔ اس رقم کی مقدار ۲۰ تالنت تھی، چنانچہ ہارپالوس کے منشی نے بہی کھاتے میں جو اندراج نہیں کیا اُس سے کچھ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا، اور معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے یہ رقم اُس وقت لی تھی جب روپیہ ایتھنزی اموروں کے حوالے کیا جا رہا تھا۔

(۲) دیموس تھنیس کو حق بجانب کرنے کی کوشش۔ Hyp. Dem. 10 کے مطابق (شیفر

اب ایتھنزیوں نے سکندر سے استدعا کی کہ وہ انھیں جلا وطنوں کی | باب ۲۴

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - ۳' (۳۲۳) اُس نے یہ کہا کہ میں نے تھیوری کون کو ۲۰ تالنت قرض دیئے تھے اور جب ہارپالوس کا روپیہ آیا تو اُس میں سے وہ رقم نکال لی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ طرزِ عمل کس نہج سے حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہارپالوس والی رقم دراصل سکندر کی ملک تھی اور اکروپولس میں محض امانت کے طور پر جمع تھی جس کی نگرانی دیموس تھنیس اور دوسرے امور وں کے سپرد کی گئی تھی (شیفر ۳' ۳۱۰) ایسی حالت میں کیا یہ معیار ایمانداری کے مطابق تھا کہ ان امورول میں سے ایک نہایت اطمینان سے کسی پہلے کے قرضے کی واپسی کے لئے اس امانت میں سے روپیہ منہا کر لے؟ لیکن ہماری رائے میں اغلباً دیموس تھنیس نے تھیوریکون کے حساب میں حکومت کو روپیہ کبھی قرض نہیں دیا ہوگا اس لئے کہ اول تو اُس زمانے میں ۲۰ تالنت اس قدر بڑی رقم سمجھی جاتی تھی کہ دیموس تھنیس اُسے کسی طرح سے خفیہ طور پر منتقل نہیں کر سکتا تھا' دوسرے اس قسم کی دادوستد کا ذکر تھیوریکون کے حساب و کتاب میں ضرور ہوتا اور ہارپالوس کے بیس تالنت تھیوریکون کے ذمے رہتے۔ ان امور کو ملحوظ رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دست گرداں رقم کا کل قصہ محض من گھڑت تھا' اور دیموس تھنیس یقیناً ۲۰ تالنت کو' جو اُس کے اپنے نہ تھے' مختلف مصارف میں لے آیا۔ (۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ ایتھنز کا ایک وطن دوست' ہی پریدیس' اپنے رہبر دیموس تھنیس کے مخالفوں میں کیوں شامل ہوا؟ اس کا جواب دیموس تھنیس کے مداح یہ دیتے ہیں کہ گو ہی پریدیس کو دیموس تھنیس کے بے گناہ ہونے کا یقین تھا لیکن وہ اُس سے صرف اس لئے ناراض تھا کہ اُس نے سکندر کے خلاف کافی زور نہیں دکھایا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خود دیموس تھنیس نے روپیہ لینے کا اقرار کر لیا تو پھر ہی پریدیس اُسے کس طرح سے معصوم قرار دے سکتا تھا۔ ہمارے نزدیک ہی پریدیس کی روش کا سمجھنا نہایت آسان ہے' وہ یہ کہ خود وطن پرست دوست فریق یہ مشہور کرنا نہیں چاہتا تھا کہ وہ بحیثیت ایک سیاسی گروہ کے تغلب کا مرتکب ہوا ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ دیموس تھنیس نے روپیہ اُس فریق کے اخراجات کے لئے خود صرف کیا ہوگا'

باب ۲۶ واپسی پر مجبور نہ کرے، جس پر بادشاہ نے اپنے معمول کے مطابق

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ لیکن جب اُس کے اراکین نے یہ دیکھا کہ اُس سے اُنھیں کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا تو پھر اُنھوں نے یہ طے کیا کہ اس تحقیقات میں جس میں گویا اُن کے فریق کی ایمان داری کو کسوٹی پر رکھا جا رہا تھا اُنھیں علی حصّہ لینا چاہیئے۔ اگر گروہ کی ایمانداری پر بٹہ نہیں لگتا تھا تو دیموس تھنیس کو اپنے ناموس کی قربانی کرنی ضروری تھی۔ لطف یہ ہے کہ ہی پریدیس کی مخالفت کے باوجود اُس کے اور دیموس تھنیس کے باہمی تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسکے علاوہ دیموس تھنیس کے خلاف غلط استغاثے کے نظریے سے مستغیث کی سیرت پر بہت بڑا حرف آتا ہے اس لئے کہ اگر مستغیث کی نیت یہ ہے کہ کسی پر تغلب کا جھوٹا الزام لگائے تو اُسے پہلے اُس کی ذہنیت کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ فوکیون جیسے شخص پر تغلب کا الزام لگانا مضحکہ آمیز ہوتا؛ لیکن دیموس تھنیس اُس کی تو نوعیت ہی جداگانہ تھی! (۴) جب دیموس تھنیس کے جرم پر بحث کی جاتی ہے تو علی العموم صرف نصف الزام زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اُس پر جو الزام لگایا گیا وہ یہ تھا کہ اوّل تو اُس نے روپیہ خورد برد کیا اور دوسرے اُس نے یہ نہیں ظاہر کیا کہ ہارپالوس کی کس قدر رقم اکروپلس میں جمع کی گئی تھی یا یہ کہ اُس کے محافظوں نے اُس کی کما حقہٗ حفاظت نہیں کی۔ (دموس خطابوں کی نسوانح زندگی" Vita X or. ۸۴۶) شیفر "دیموس تھنیس" ۳، ۳۲۲۔ جہاں تک فرض منصبی کی ادائگی کا سوال تھا اُس کی سزا یقینی تھی اور اُس کا تعلق روپیہ خورد برد کرنے کے الزام سے کوئی نہ تھا۔ خود شیفر بھی (۳، ۳۱۷) اُس کی بابت یہ کہتا ہے کہ "ہم نہیں جانتے کہ دیموس تھنیس یہ اطلاع دینے سے کہ اصل میں کس قدر روپیہ جمع ہوا تھا کیوں باز رہا؛ ممکن ہے کہ اُس کا مقصد صرف یہ ہو کہ اُن لوگوں کو پناہ دے جنھوں نے واقعی اپنی جیبیں بھری تھیں اور روپیہ جمع کر کے اُنھیں عوام النّاس کے غصّے اور سزادہی سے بچا لے" ہمارے نزدیک اس قسم کے عذرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس کا طرز عمل کسی طرح سے حق بجانب نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر ایسا ہو تو گویا لوگوں کو اُس عہدہ دار پر

باب ۶۱ | ایتھنز کے ساتھ مہربانی آمیز سلوک کیا اور اُن کی درخواست کو قبول کر لیا، چنانچہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ پورا اعتماد قائم رہتا جیسے اپنے جائزہ والے روپے کے اُڑ جانے کا پورا علم تھا اور جس نے محض رحم کھا کر صرف اس لئے تغلب کرنے والوں کی شکایت کا حکم اپنی زبان پر نہیں آنے دیا تھا تاکہ اُنھیں روپیہ واپس کرنے کی مہلت مل جائے۔ اگر اُس کا واقعی مقصد یہی تھا تو اُس نے چوروں کو اس کی اطلاع ضرور کر دی ہوگی اور خود بھی گویا اُن کا معین و مددگار ہوگا۔ لیکن ایسی حالت میں یعنی اگر چوروں کا ساتھی خود ایک عہدہ دار حکومت تھا، تو پھر اُنھیں لوٹ اُگلنے کی ضرورت کیا تھی۔ الغرض دیوس تھنیس کی نیک نفسی کا صرف ایک نتیجہ ہو سکتا تھا، وہ یہ کہ لوٹ دل کھول کر کی جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ چالاک دیوس تھنیس نے اس واقعے کو جو پوشیدہ رکھا اُس کا سبب اُس کی نیک نفسی نہیں تھی۔ گروٹ کہتا ہے (۱۰/۲۴۱) کہ دیوس تھنیس پر جو الزام لگایا گیا تھا اُس کی بنیاد واقعات پر نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے کہ ۵۰ ۳ ٹالنٹ جیسی خطیر رقم دوران انتقال میں نہیں چرائی جا سکتی تھی اور اغلباً ہارپالوس کی رقم بجائے دیوس تھنیس کے محکمے کے ایتھنزی عہدہ داران مالیہ کے جائزے میں ہوگی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ رقم اُن عہدہ داروں کے پاس ہونے کی بجائے ایک ماموریہ کے سپرد تھی جس کا ایک رکن دیوس تھنیس بھی تھا؛ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مفصلۂ بالا الزام بالکل درست تھا اور محافظوں کی غفلت کا خود دیوس تھنیس ذمّہ دار تھا۔ علاوہ ازیں گروٹ نے استدلال کا جو پیرایہ اختیار کیا ہے اُس سے یہ استناج ہوتا ہے کہ اوّل تو سرے سے تغلب ہی نہیں کیا گیا، اور اگر کیا گیا تو اُس کے مرتکب "باضابطہ عہدہ داران مالیات" ہی ہوئے اس لئے کہ روپیہ نہ صرف دیوس تھنیس کے محکمے سے باہر تھا بلکہ کوئی خانگی شخص اُسے چھو بھی نہیں سکتا تھا، لیکن کسی نے ان عہدہ داران مالیات پر کوئی الزام نہیں لگایا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ دیوس تھنیس ہی کے ذمّے روپے کی حفاظت کا کام تھا۔ اگر ہم اس صورت حال کو تسلیم کر لیں تو پھر یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جوں ہی ۵۰ ۳ ٹالنٹ کے تغلب کی خبر پھیلی اُسی وقت دیوس تھنیس کی سزا یقینی ہو گئی تھی۔ اُس نے خود روپیہ لیا ہو یا نہیں،

باب ۲۶ | سکندر کی موت اور جنگ لامیہ کے ناکام اختتام تک ایتھنزی برابر جزیرہ ساموس تھا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اور جو شخص قدیم ایتھنزیوں کی طرف سے اور حساب کتاب میں انکی صفائی سے واقف ہے وہ یہ حکم لگا سکتا ہے کہ وہ شخص کم سے کم پچاس تالنت کے جرمانے کا یقیناً مستحق تھا جس نے سکندر کے ۷۰۰ تالنت کے قرضے کا بوجھ کسی وجہ سے ایتھنزیوں کے سر پر ڈال دیا تھا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اس سے کمتر الزام پر انھوں نے مجرم کو سزائے موت دی ہو۔ الغرض دیموس تھنیس پر صرف ۵۰ تالنت کے جرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خاص رعایت ملحوظ رکھی گئی اور غالباً یہ اس لئے کہ شاید اُس نے ۷۰۰ تالنت خود سکندر کے خلاف تیاریاں کرنے میں صرف کئے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ سکندر ایشیائی ریگستانوں میں ناگہانی آفت کا شکار ہو جائے۔ ایسی صورت میں غالباً یونان کسی غیر ملکی اقتدار کے خلاف بغاوت کرے گا۔ اور اگر سکندر کے خزانے کا ایک حصہ ایتھنزیوں کے ہاتھ لگ جائے تو کیا وہ اُسے کام میں نہیں لائیں گے؟ کم از کم فی الفور تو مملکت اُسے کام میں نہیں لا سکتی تھی (گو زمانۂ مابعد میں جو روپیہ بچا اُسے جنگ لامیہ میں کام میں لایا گیا؛ دیودورس ۱۸، ۹ اور اُس وقت اُس کا بڑا افسوس کیا گیا کہ دیموس تھنیس نے روپے کا کچھ حصہ نکال کر خرچ کر ڈالا تھا) لیکن دیموس تھنیس مملکت کی بجائے خود رقم کو خرچ کر سکتا تھا"

(نیز دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۹ باب ۲۰)۔ اس میں ناکامی ہونے کی وجہ سے دیموس تھنیس کو خود ہی اپنے سر پر الزام لے لینا پڑا۔ لیکن جیسا نقلی دیموس تھنیس " اپنے دوسرے خط میں کہتا ہے Pseudo-Dem-Letter 2, 14. وہ زیادہ دن تک محبوس نہیں رہا اس لئے کہ ہر شخص اس امر پر متفق تھا کہ اس نزاع پاس کرنا چاہئے جس کا رکن رکین دیموس تھنیس ہے اور اُن کی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

اس امر پر بحث کرنے میں میں نے اس واقعے کو نظر انداز کر دیا ہے کہ ہائپریدیس ایک دوسرا الزام دیموس تھنیس پر لگاتا ہے یعنی یہ کہ وہ سکندر کا تنخواہ یاب ملازم تھا؛ دیکھو بلاس Blass ۲۴۳، ۲۵ وغیرہ۔ اگر یہ الزام صحیح ہے تو اس میں شبہہ نہیں کہ دیموس تھنیس بنی نوع انسان کے بدترین انسانوں سے ایک تھا لیکن ہمیں ایک ایتھنزی عطاب کے اقوال کو آیت و حدیث سمجھنا نہیں چاہئے۔

پر قابض رہے اور اس لحاظ سے دوسرے یونانیوں سے کہیں زیادہ فائدے میں رہے۔

سکندر اپنے جدید منصوبوں میں سے کسی کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا ہفائستیون کی بیش قیمت چتا کے مئی ۳۲۳ ق م میں بھسم ہونے کے چند ہی روز بعد اُسے بخار آگیا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکا، اپنے سپاہیوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ۲۸ دائے سیوس ۳۲۳ ق م کو وہ راہیٔ ملک عدم ہوا[۱۰۱] اور سکندر کے ساتھ ہی یونان کی درخشان و تاباں ترین ہستی کا ہمیشہ کے واسطے خاتمہ ہو گیا۔

---

[۱۰۱] سکندر کی وفات۔ آرین ۷، ۲۶ میں جو لفظ "Dexiousthai" استعمال ہوا ہے اُس کے معنی ڈر واسے سن (۱، ۲، ۳۳۹) اور دیدو Didot کے لاطینی ترجمے میں "ہاتھ نکالنے" کے دیئے ہوئے ہیں، لیکن اس کے اصلی معنی ہاتھ ہلانے کے ہیں۔ مقابلہ کرو باؤئر: "سکندر اعظم کا یوم وفات" Bauer Der Todestag Alex d gr جریدۂ مدارس آسٹریا Zeitschr Fur d Osterr Gymn ۱۸۹۰ء صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۳۔ تاریخ ۲۹ دائے سیوس تھی۔

یادداشت متعلق باب بست و ششم

گروٹ کے باب ۹۴ کے آخری فقرے پڑھنے کے قابل ہیں لیکن جب وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ "جہاں تک مقاصد اور خیالات کا تعلق ہے، کوئی شخص سکندر سے زیادہ یونانیت سے ہٹا ہوا نہیں ہو سکتا تھا" تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ خود یونانیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ اس پر ہم آیندہ باب میں بحث کریں گے۔

باب بست و ہفتم

سکندر کے اوصاف، کارنامے اور تاریخی اہمیت

سکندر ہر لحاظ سے یونانی تھا۔ اوّل تو وہ نسلاً یونانی تھا اس لئے کہ وہ مقدونیہ و ایپائروس کے شاہی خاندانوں کا جانشین تھا جنھیں خود یونانی اپنا ہم نسل تصور کرتے تھے۔ دوسرے جہاں تک تعلیم و تربیت کا تعلق ہے، شاید ہی کسی آزاد یونانی ریاست کے شہری کو ایسی نفیس اور اعلیٰ تعلیم میسّر آئی ہوگی جیسی لیونیداس، لیزی ماخوس ساکن اکارنانیہ اور ارسطاطالیس سے سکندر کو ملی، اور مشکل سے کسی دوسرے شخص نے اس قسم کی تعلیم سے اُس کے برابر نام پیدا کیا ہوگا۔ سرزمین یونان کے بڑے بڑے مدبروں کو دو شقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک تو وہ جنھوں نے دوسروں کے دلوں میں اپنے طرز عمل کے حق بجانب ہونے کا یقین پیدا کیا اور دوسرے وہ جنھوں نے اپنا کہا محض اپنی قوت اور زور سے دوسروں سے منوایا۔ پہلی نوع کے تحت اس قسم کے مدبر رکھے جا سکتے ہیں جیسے اگےسی لاؤس، سولون، فارقلیس اور ایامنونداس جو یونانیوں کی تینوں سربرآوردہ مملکتوں یعنی اسپارٹا، ایتھنز اور تھیبز کے فرداً فرداً قائم مقام ہیں؛ دوسری نوع میں جو لوگ نظر آتے ہیں اُن کا کام ذرا دقّت طلب تھا، اور اس میں یونانی طور پر شامل ہیں۔ اسی دوسری خلق میں سکندر کو بھی رکھنا چاہئے۔ اگر اُس کا نشو و نما کسی

باب ۲

جمہوریہ میں ہوتا تو شاید وہ اپنا عزیز وقت بیکار جھگڑوں ٹنٹوں میں صرف کرتا، لیکن چونکہ وہ مقدونیہ کے ایک بادشاہ کے محل میں پیدا ہوا تھا اس لئے اُسے اپنے منصوبوں کے حصول میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گو وہ پوتڑوں کا شہزادہ تھا تاہم اُس میں یونانی عنصر اُتنا ہی غالب تھا جتنا شاید خود فارتقلیس میں۔ ہم خود سرؔں کو تاریخ یونان میں شامل کرتے ہیں، اور اگر ہم یونانی اعتبار سے سکندر کو بھی اسی زمرے میں رکھیں تو ہم دیکھیں گے کہ سکندر جملہ یونانی شخصی حکمرانوں سے کہیں بہتر حکمراں تھا۔ دراصل وہ تاریخ یونان کے عروج کے زمانے کا دو طرح سے یعنی اپنے ذاتی اوصاف اور اپنے کارہائے نمایاں کے اعتبار سے گویا قائم مقام ہے اور تاریخ یونان سے سکندر کے ذکر کو نکال دینا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسا جسم سے دل کو کاٹ کر پھینک دینا۔ اگر ہم محض اس ایک بات کو پیش نظر رکھیں، کہ اُس نے یونانیوں کے فطری احساسات میں سے ایک کو پورا کر دکھایا، اور یہ کونسا؟ وہی جس کی وجہ سے اُنھوں نے امتیاز خاص پیدا کیا تھا یعنی یونانی و غیر یونانی کے مابین تضاد کا احساس، تو بھی ہم اُسے تاریخ یونان ہی کا ایک فرد فرید تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ جمہوریتوں نے ایرانیوں سے رشوتیں لی تھیں۔ اس میدان میں بھی سکندر نے یونان کا بول بالا رکھا جس کے باعث اسکا اُس ملک کی تاریخ میں ایک خاص پایہ ہوگیا۔ زمانۂ مابعد میں اُس نے ایک اعلیٰ نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھ کر اس تخالف کو مٹانا چاہا جو ایشیا اور یورپ کے مابین نظر آتا تھا، اور اسکے اس خیال کے باعث بھی ہماری نظروں میں اُس کی وقعت بڑھ جاتی ہے۔

الغرض سکندر کا عہد ہماری دانست میں دو اعتبار سے اہم ہے؛ ایک اُس کے تدبر کی حیثیت سے اور دوسرے اُس کی انسانیت کی حیثیت سے۔ ہمارے نزدیک سکندر کی تصویر دونوں اعتبار سے دل خوش کن ہے اور وہ نقائص جو اُس کی سیرت میں نمایاں ہیں، اُس

باب ۱۸

تصویر کی تابناکی و درخشانی کو ماند نہیں کر سکتے۔ بطور ایک انسان کے سکندر میں ایک ایسا وصف تھا جو اُس کے ہم رتبہ لوگوں میں بہت کم نظر آتا ہے، اور یہ اُس کی سچائی اور حق پسندی تھی۔ ساتھ ہی وہ اپنے باپ کا تابعدار بیٹا اور اپنے ساتھیوں کا وفادار دوست بھی تھا۔[1] اُس کی زندگی کا تاریک ترین پہلو کلی توس اور پارمےنیو کی موت میں نظر آتا ہے؛ ان میں سے کلی توس کا کام اُس نے فوری غیظ و غضب کے جذبے میں تمام کیا اور اس کے بعد خود اپنے اوپر نفرین کی؛ رہا پارمےنیو کا قتل، تو یہ اُسکی پہلی تدبّری غلطی تھی، اور اُس کے تمام سوانح حیات میں یہی ایک تدبّری غلطی ہے جس کا ہمیں علم ہے۔ سکندر کے ذاتی اخلاق بھی بغایت پاک و صاف تھے، اور یہ وصف ایسا ہے جو اُس عہد کی تاریخ میں بہت ہی کم نظر آتا ہے، اس لئے کہ صرف تین ہی ایسے شخص نظر آتے ہیں جن کا نام بد اخلاقی کے ساتھ نہیں لیا جاتا اور یہ اپا منونداس، فوکیون

[1] دیکھو گیوٹلنگ Göttling : اوصاف سکندر اعظم" اُس کے "مقالہ جات تاریخی میں" Zur Charakteristik Al Gr, Gesch Abh وینز پلوٹارک: "سکندر کے کارہائے نمایاں اور اُس کی بہادری"۔ سکندر کے جس قسم کے تعلقات اُس کی ماں سے تھے وہ انتی پاتر کی بابت جو اُس کی رائے تھی اُس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ انتی پاترا اور اولمپیاس کے باہمی تعلقات کچھ اچھے نہیں تھے اور اوّل الذکر بادشاہ سے اُس کی شکایت کیا کرتا تھا (پلوٹارک: "سکندر" ۳۹)۔

اُسے دوستی کو نباہنے کا خاص ملکہ تھا، اور یہ اُسکے اور ہیفائستیون کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ گٹشمٹ اپنی "تاریخ ایران" Gutschmid. Gesch Irans (صفحہ ۱۴۳) میں ہیفائستیون کو "بیکار شخص" کہتا ہے، لیکن اپنی رائے کے ثبوت میں وہ واقعات نقل نہیں کرتا (اور پلوٹارک: "سکندر" ۴۷ سے کسی طرح سے اس کا بیکار ہونا ثابت نہیں ہوتا، درانحالیکہ ڈِردائے سن کے نزدیک وہ عالی منش تھا (۱، ۲، ۱۱۴) ہمارے نزدیک سکندر کو دیادوخی اور اپی گونی کے زمرے میں نہیں رکھنا چاہئے اس لئے کہ موخر الذکر کا مطمح نظر صرف خود غرضی تھا اور وہ سکندر کی نقالی ہی نقالی کرتے تھے۔

باب ۲۱

اور سکندر رہیں۔ اُس کے نزدیک کمینے پن سے زیادہ کوئی بات قابل نفرت نہیں تھی۔ یہ بات ابھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ وہ شراب وکباب کا مشتاق تھا یا نہیں، گو مقدونوی رواج کے مطابق وہ پینے پلانے کا مرد تھا جس کی وجہ سے اُسے بہت کچھ نقصان اُٹھانا پڑا۔ بلاشبہ اُس کے اکثر اوصاف اُس کی تعلیم وتربیت پر مبنی تھے، لیکن اگر اُس میں اُس کی لاثانی فطری قابلیتیں نہ ہوتیں اور اگر اُس نے اس بات کا تہیہ نہ کر لیا ہوتا کہ کچھ ہو، وہ اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرے گا تو شاید اُسے اتنی کامیابی حاصل نہ ہوتی۔

اُس کے دوسرے ذاتی اوصاف کے ساتھ ساتھ اُسے کام کرنے سے گویا عشق تھا، اور چونکہ اسے ایسے امور انجام دینے پڑتے تھے جو اس سے پہلے کسی اور کو انجام دینے نہیں پڑے تھے اس لئے وہ اُن میں دل وجان سے منہمک رہتا اور ذاتی آرام وآسائش کا خیال تک نہ کرتا تھا۔ فرائض منصبی ادا کرنے میں وہ فارقلیس کا مشابہ نظر آتا ہے، اور جس طرح ایتھنزی مدبّر یونانی عموم کا اصلاح کار تھا اسی طرح یونانی حکمرانوں میں سکندر کا ایک خاص رتبہ ہے۔

سکندر کے اوصاف میں ممتاز ترین اُس کا سپاہیانہ انداز اور فوجی قابلیت تھی، اور اس میدان میں اُس کی جو عظمت تھی اُسے اُس کے معترضوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اگر سپہ سالار کی قابلیت کا معیار یہ ہے کہ وہ اُن باتوں کا صحیح اندازہ کرے جو فتح ونصرت کے لئے ضروری ہیں اور اُنھیں پورے زور کے ساتھ تکمیل کو پہنچائے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مقصد کے حصول کے لئے نہایت تن دہی کے ساتھ بہترین ذرائع کام میں لانے کی کوشش کرے، تو اس میں شبہہ نہیں کہ سکندر دنیا کے اعلیٰ ترین اور قابل ترین سپہ سالاروں میں سے تھا۔ اُس کا طرز عمل یہ تھا کہ کسی خاص نقطے پر پہنچنے کے لئے انتہائی جاں بازی سے کوشش کرتا تھا اور وہی نقطہ بالآخر اہم ترین ثابت ہوتا تھا۔ اُس کا اپنے سپاہیوں پر جو اثر تھا

باب ۲

اُس کی نظیر بہت ہی کم سپہ سالاروں میں پائی جاتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ جانتا تھا کہ کن کن مواقع پر سر تسلیم خم کرنا ہی مناسب ہے۔ بعض نقادوں کے نزدیک سکندر اپنی زندگی کو زائد از ضرورت مواقع پر معرض خطر میں ڈال دیتا تھا، لیکن ہمارے خیال میں اُس کی تیز روی اور کامیابی کا راز یہی تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے ایسے سپہ سالاروں تک نے جو اُس سے کہیں زیادہ معمر تھے، بعض مرتبہ اپنی جانوں کو نامناسب انداز سے خطرے میں ڈالا ہے۔ سکندر کا قاعدہ تھا کہ ضرورت کے وقت تامل سے کام لیتا، اور جب اُس کے مقاصد کے لئے جرأت و ہمت کی حاجت ہوتی تو اُس میں کبھی نہ چوکتا۔

ساتھ ہی ساتھ سکندر فوجی انتظامات میں بھی فرد فرید تھا۔[۲] فیلقوس کے عہد سے لے کر سکندر کے بعد تک مقدونوی فوج کا مدار جتھے پر تھا جس میں ہر سپاہی کے ہاتھ میں سوا پانچ گز لمبا نیزہ ہوتا تھا۔ لیکن سکندر نے بہت سے میدانوں میں محض اپنے سواروں کی وجہ سے فتح پائی، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اُنکی تنظیم میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔ یونانی زبان میں وزنی اسلحہ والے پیدلوں کو پیزیٹائرے اور مقدونوی سواروں کو ہیٹائری کہتے تھے،

---

[۲] سکندر کی فوجی تنظیم کے لئے دیکھو ڈروائےسن: "سکندر اعظم کی فوج" J. G Droysen, A des Grossen Armée "ہرمیس" ۱۲؛ نیز ڈروائےسن: "سکندر کا طرز عمل و سپہ سالاری" H Droysen Ueber A Des Gr Heerwesen und Kriegsfuhrung فرائیبرگ ۱۸۸۵ء؛ مقابلہ کرو اُس کا مضمون "جنگ ہائے قدیمہ" جو ہرمان کی کتاب "قدیمیات یونان" Kriegsalterthumer in Hermann's Lehrb dr. Griech Antiquit اشاعت ششم میں شامل ہے؛ نیز باؤئر: "جنگ ہائے قدیمہ" Bauer's Kriegsalt in Muller's Handbuch جو میولر کے کتابچہ میں شامل ہے جلد ۴ ص ۳۱۲-۳۱۸۔

باب ۲

جن میں سے موخر الذکر لفظ کا اصل مفہوم "دوستوں" سے ہے جن سے اصل میں وہ سپاہی مراد تھے جو محض دوستی کی خاطر بادشاہ کی خدمت کرتے اور اُسے دل سے چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ مقدونوی فوج میں ہی پاس پستائے نامی ہلکے ہتھیاروں والے پیدل بھی تھے۔ بہ نسبت اسپارٹا اور دوسری یونانی مملکتوں کے مقدونوی فوج میں مرکزیت زیادہ تھی اور ہر سپاہی اپنے افسر بالا دست کا حکم ماننے پر مجبور تھا، درانحالیکہ اسپارٹا وغیرہ میں اوپر کے طبقے والے افسروں میں فوجی تادیب کی بہت کچھ کمی تھی۔ ہر پلٹن کے چند سپاہی منتخب کر کے شاہی محافظ رسالے میں شامل کئے جاتے تھے جیسے اگے ما کہتے تھے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ رسالہ "ذاتی محافظوں" (سوماتوفی لاکیس) سے علاحدہ تھا جن میں فوج کے قابل ترین افسر شامل ہوتے تھے۔ فوج کے مختلف حصّوں پر افسر بر وقت مقرّر کئے جاتے تھے۔ مقدونوی لشکر میں یونانی بھی نظر آتے تھے، لیکن یہ اکثر و بیشتر پیشہ ور سپاہی ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نے مختلف ریاستوں سے سپاہیوں کی نسبتہً کم تعداد طلب کی تھی، لیکن تھسلی اس سے مستثنیٰ تھی اس لئے کہ اُسے وہ اپنی خانگی جاگیر تصوّر کرتا تھا اور وہاں سے سپاہیوں کی کثیر تعداد بھرتی ہونے میں وہ کچھ مضائقہ نہیں سمجھتا تھا۔ فوج کے ساتھ باربرداری کی قطار بھی چلتی تھی۔ ہر سپاہی کو دس ستاتر (یعنی ۲۰ درہم) ماہوار تنخواہ اور خوراک ملتی تھی جس میں سے وہ بہت کم پس انداز کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انھیں ہر جگہ مال غنیمت بھی دستیاب نہیں ہوتا تھا تو ہم خواہ مخواہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مقدونوی فوج کے سپاہیوں کو مرفہ الحال بننے کا موقع مشکل سے ملتا ہوگا۔ ظاہر ہے جب کبھی فوج کسی مقام پر مثلاً سغدیانہ یا باختر میں چند روز کے لئے پڑاؤ ڈالتی تو وہاں سپاہیوں کی زندگی آرام سے گزرتی۔ جب سکندر کسی مقام پر کوئی نیا شہر آباد کرتا تو وہاں فوج والوں کو اراضی ضرور تقسیم کرتا۔

بہت سے سپاہی جنھوں نے مدّت تک فوجی خدمت انجام دی تھی یا جو لڑائی میں بیکار ہو گئے تھے اُنھیں تحائف دے کر واپس گھر بھیج دیا جاتا۔

سکندر نے اپنے اکثر فتوح سواروں کی مدد سے حاصل کئے۔ یہ واقعہ خاص طور پر اس لئے اہم ہے کہ ایرانی ہمیشہ اپنے سواروں پر فخر کیا کرتے تھے، اور اُن کی فوج کا یہ حصّہ اتنا طاقتور تھا کہ ہوپ لیت اُسے شکست تو دے سکتے تھے لیکن اُن کا خاتمہ نہیں کر سکتے تھے۔ سکندر نے اپنے سواروں کی مدد سے نہ صرف ایرانیوں کو شکستیں دیں بلکہ اُن کا تعاقب کر کے اُن کا خاتمہ کر دیا، اور اس طرح اپنی جنگی حرکات و سکنات کی برتری و فوقیت ثابت کر دی۔

علاوہ ازیں اپنی سلطنت کو منظّم کرنے میں بھی سکندر نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔[۵] ہمارے نزدیک ایشیا میں قدم رکھتے ہی اُسے اپنی سلطنت کے انتظامات کا خیال پیدا ہوا ہوگا، اس لئے کہ جنگ گرانی کوس کے بعد سارڈس پہنچنے پر اُس نے جو انتظامات کئے وہی اُس کے جملہ انتظامات مابعد کی گویا بنیاد تھے۔ یہاں پہنچ کر اُس نے تین مساوی الحیثیت عہدہ داروں کا تقرر کیا، جن میں سے ایک قلعہ دار تھا، دوسرا حاکم اعلیٰ اور تیسرا محصّل مالگزاری، اور ان تینوں کو براہ راست اپنا زیر نگیں بنا لیا۔ علاوہ مصر کے دوسرے صوبوں میں بھی اُس نے اسی حکمت عملی کو جاری

---

[۵] سکندر کے انتظامات۔ سکندر اکثر ایرانی طرز کار کا اتباع کرتا تھا، اس کے لئے دیکھو ڈنکر، ۴ (۴)، ۵۳۴ وغیرہ، شپیگل ۳، ۶۲۸ وغیرہ۔ ایشیائے کوچک کے انتظامات کے متعلق دیکھو ڈروائے سن ۱، ۱، ۲۳۱؛ نیز اسی کا مضمون "متعلق مسئلۂ انتظام اندرونی سلطنت سکندر اعظم" Beitr z Frage uber die innere Gestaltung des Beiches A des Gr.، جریدۂ ۱۸ اکادمی برلن، ۱۸۷۷ء۔

باب ۲۱

رکھا، صرف مصر میں اُس نے ان اُصول سے ذرا ہٹ کر انتظام کیا۔ اُس نے یہاں کے صوبہ دار کو دوسرے ضلعواری حکام کا افسرِ اعلیٰ مقرر کیا، اور اس کے علاوہ اُس نے ایک محصّل مالگزاری اور تین فوجی افسر مقرر کئے، جن میں سے ایک بڑی فوج کا سپہ سالار، دوسرا بیڑے کا امیر البحر اور تیسرا اجیر سپاہیوں کا فوجدار تھا۔ سکندر کا یہ طرزِ عمل جس کی رو سے مالیات، فوج، اور اندرونی حکومت کا انتظام علٰحدہ علٰحدہ افسروں کے سپرد کیا گیا، ایرانی طریقے سے کہیں بہتر تھا، جس میں جملہ امور کا نگران ایک صوبہ دار ہوتا تھا اور اس کے کام کی تنقیح ایسے افسر کرتے تھے جو مختلف حصہ جات مُلک میں دورہ کرتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ سکندر کے طرزِ عمل سے حکومت اور رعایا دونوں کے مفاد کی حفاظت پہلے سے کہیں بہتر ہوتی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ سکندر نے خود مُلک والوں کو وسطی و مشرقی صوبوں کا جائزہ دار مقرر کر کے اس طرح ایشیائیوں کی خود داری کا پاس و لحاظ کیا، لیکن ایسی صورت میں صوبہ دار کے اختیار سے مالیات اور فوجی انتظامات دونوں ہٹا لئے گئے، اور جب تبدیلی کا وقت آیا تو اُس نے از سرِ نو مقدونیوں کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ آخر میں یہ قاعدہ بنا دیا گیا کہ مدیہ، فارس، اور پاروپانی سادا سے کے مُلک میں دیسی حکمراں ہی صوبہ داری کے فرائض انجام دینے لگے۔ خودروشنک کا باپ بھی اُس شمالی مُلک کا حکمراں تھا، اور شاید سکندر نے خیال کیا ہو گا کہ اگر میں اُس کی بیٹی سے شادی کر لوں گا تو وہ میرا ہمیشہ مطیع و منقاد بنا رہے گا۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ صوبوں کی حکومت میں سکندر ہمیشہ واقعات و حالات کا اتباع کیا کرتا تھا۔

اُس نے مرکزی حکومت کو بھی ایرانی نمونے پر منتظم کیا[۵] لیکن اس

---

[۵] مرکزی حکومت۔ اغلب امر یہ ہے کہ سلطنت ایران میں وزیرِ اعظم کا عہدہ مستقل ہو گا

باب ۲۶ | فرق کے ساتھ کہ وہ خود شہنشاہان ایران سے کہیں زیادہ نظم ونسق سلطنت میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اور آج کل کے وزیر اعظم سے بہت کچھ مشابہ ہوگا۔ اسمیں شک نہیں کہ پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے اسناد سے ہمیں اس کی بابت کوئی قطعی معلومات نہیں ملتیں؛ تاہم شپیگل کی رائے درست ہے کہ کتے سیاس "پرسیکا" ۴۹ میں جس "ہزا باری تیس" اور Hesych میں جس "ہزار اپاتیس" کا ذکر ہے وہ در اصل ارمنی "ہزار اپت" کا مترادف ہے اور اس سے مراد شہنشاہ ایران کے وزیر اعظم سے ہے۔ مغربی مصنفوں نے اس کا نام "خلیارخ" رکھا ہے اس لئے کہ اس لفظ کے معنی بھی وہی ہیں جو "ہزاری" کے ہیں۔ مقابلہ کرو نیپوس. con ۳، اور دیودورس ۱۸، ۴۸۔ عام طور پر اس سے محض فوجی عہدے سے مراد لی جاتی ہے، اور بلاشبہہ خارجی اعتبار سے یہ فوجی افسر ہی معلوم ہوتا تھا۔ جیسا نپرڈے Nipperdey نے اُس نفیس حاشیے میں جو اُس نے نیپوس ۴ پر لکھا ہے (ہرمیس ۷، ۱۴۸) ایرانی "یک ہزاری" کو یہ خطاب اس لئے دیا جاتا تھا کہ وہ ایک ہزار سپاہیوں کا کمانڈار تھا۔ سکندر کے خلیارخ فوجی کمانڈار بھی تھے، لیکن انھیں میں سے ہفاشتیون اور اُس کا جانشین پردکاس بھی تھے جن میں سے موخر الذکر سلطنت مقدونیہ کا متولی بنا؛ علاوہ ازیں ہفاشتیون کا رتبہ دوسرے خلیارخوں سے بڑھا ہوا تھا اور اُسے ایک مخصوص پرچم ساتھ رکھنے کا اختیار تھا۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سکندر کے ایک خلیارخ کو دوسرے خلیارخوں پر فوقیت حاصل تھی، اور اگر ہم اُسے پرانے ایرانی ایک ہزاری کا جانشین اور سلطنت سکندری کا وزیر اعظم سمجھیں تو غلطی نہ ہوگی؛ مقابلہ کرو ڈرواۓسن ۲، ۱، ۴۱۔ میولر (دی اسلام" جلد ا صفحہ ۵۰، ۴، برلن) کی رائے ہے کہ وزیر کے عہدے کی ابتدا در اصل شہنشاہ ایران کے "چشم و گوش" سے ہوئی؛ لیکن میولر کی رائے غلط ہے، اس لئے کہ شہنشاہ کے "چشم و گوش" متعدد تھے "یک ہزاری" کے علاوہ سلطنت ایران میں مفصلۂ ذیل وزرا تھے: محصر اعلیٰ آریان، صدر دفتر شاہی اور میر بخشی، جو غالباً خازن اعلیٰ بھی ہوتا تھا۔

باب ۲۱

مداخلت کرتا تھا۔ اُس کا مددگار خاص یومنیس ساکن کارڈیہ تھا جسے بعض مورّخ اُس کے معتمد اعلیٰ کا لقب دیتے ہیں اور جس کا منصب وہی تھا جو وزیر اعظم کا ہوا کرتا ہے۔ یومنیس سرکاری دفتر کا نگراں تھا اور جملہ کاغذات سلطنت اُسی کے جائزے میں رہتے تھے۔ سکندر اُس کی دل سے قدر کرتا تھا، اور بوجہ اپنی قابلیت اور جنگی اہلیت کے وہ اُس اعتبار و اعتماد کا مستحق بھی تھا۔ وہ خود بھی اپنے عہدے کی اہمیت سے واقف تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اُس کے اقتدار کے پیچھے پڑے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ہفائسٹیون، جو بادشاہ کا منظور نظر تھا، اُس کا مدمقابل بن جاتا تھا۔ ہفائسٹیون بادشاہ کا فوجی صلاح کار تھا اور سکندر نے اُسے "خلیارخ" (یعنی "یک ہزاری") کا معزز خطاب بھی عطا کیا تھا جس کی وجہ سے اُس کی حیثیت تقریباً وہی ہوگئی تھی جو سلطنت ایران میں وزیر اعظم کی ہوتی تھی۔ الغرض ایک کا اقتدار اور دوسرے کا اختیار وسیع ہونے کی وجہ سے دونوں کے مابین کبھی کبھی جھگڑا ہو جایا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے بادشاہ کو بہت کچھ وقت اُٹھانی پڑتی تھی۔ ہمارے نزدیک قدیم زمانے کے مورّخ، جن کا نشو و نما اور تعلیم و تربیت جمہوری فضا میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ شپیگل کہتا ہے کہ دیوان شہنشاہی یعنی سرکاری دفتر کا تعلق خزانۂ عام سے تھا (۲، ۶۳۵)۔ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر ہمیں ہفائسٹیون اور یومنیس کے تعلق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہفائسٹیون "خلیارخ" یا وزیر تھا اور یومنیس "ارخی گراماتیوس" یا معتمد اعلیٰ تھا۔ پلوٹارک: "حیات یومنیس" ۲ میں جو قصّہ مندرج ہے اُس میں عدم صحت کا امکان ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یومنیس کا تعلق دفتر میر بخشی اور محافظ خانے سے بھی تھا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یومنیس ہفائسٹیون سے کمتر درجے کا عہدہ دار تھا۔ لیکن چونکہ موخر الذکر مدبر نہ تھا اس لئے کاروباری معاملات کو اکثر یومنیس ہی کو سلجھانا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ اُس کا تعلق حکومت سے قریب تر ہو گیا۔ اسی وجہ سے دونوں کے مابین تنازعات برپا رہنے لگے۔ (آرین، ۷، ۱۴)۔

ہوئی تھی، ان واقعات اور ماحول کا اس قدر صحیح اندازہ نہیں کر سکتے تھے جیسا ہم کر سکتے ہیں، اس لئے کہ بہ نسبت اُن کے ہم وسیع ممالک اور بڑے بڑے درباروں کے حالات سے کہیں زیادہ واقف ہیں۔

ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مختلف صوبوں کے انتظامات میں یکسانی نہیں تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ سکندر کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے اپنی سلطنت کے مختلف حصوں کے انتظام میں جو خصوصیتیں قدیم سے چلی آتی تھیں اُن میں اس حد تک مداخلت نہ کرے جب تک وہ اُس کی حکومت کے سدِّ راہ نہ بنیں۔ یہ تنوّع خصوصیت کے ساتھ مغرب میں نمایاں ہوتا ہے اور یہی وہ حصہ ہے جس کی بابت ہم مشرق سے زیادہ واقف ہیں۔ اُس نے لیدویوں کے قدیم اختیارات کا احیا کیا، لمطہ تک تمام ایولیائی اور ایونیائی شہروں کا انتظام عمومی حکومتوں کے سپرد کیا اور اُن پر خراج (جو قبل ازیں وہ عمّال شہنشاہی کو ادا کرتے تھے) معاف کر دیا۔ اصل میں یہ اضلاع اُس کی پیش قدمی کے مزاحم نہیں ہوئے تھے، اسی لئے اُس نے انکے ساتھ یہ رعایت کی تھی۔ لیکن کاریہ کے یونانیوں اور نیم یونانیوں کو (جن کا ذکر باب ۲۱ میں کیا جا چکا ہے) بزورِ شمشیر فتح کرنا پڑا تھا، چنانچہ یہاں کے انتظام نے ایک دوسری شکل اختیار کی یعنی یہاں کے تخت پر ملکۂ ادا بٹھا دی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فنیقیہ کے اُن حصوں میں جہاں کے باشندوں نے اُسے خوش آمدید کہا تھا، اُس نے مقامی حکمرانوں کو نہیں چھیڑا۔ سلطنت سکندری کا زمانۂ وسطیٰ کی سلطنت جرمنی سے دو اعتبار سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس اعتبار سے کہ دونوں کی نوعیت جاگیری تھی، دوسرے اس وجہ سے کہ دونوں میں ذاتی آزادی کے اُصول کو برقرار رکھا جاتا تھا۔ خود ایرانیوں نے یونانی بلدیات کی آزادی کو روا رکھا تھا؛ سکندر نے ایک قدم آگے بڑھایا، اور ایسے مقامات میں بلدیات آباد کر کے جہاں اُن کا پہلے سے وجود نہ تھا، اس نے نہ صرف یونانی تمدّن کو ترقّی دی بلکہ آزادی اور خود اختیاری کے اصول کو بھی آگے بڑھایا۔

باب ۲۷

سکندر نے جو نئے شہر تعمیر کئے اُن کی تعداد ستر سے زیادہ بیان کی جاتی ہے، اور گو ان میں سے صرف چند ہی ایسے ہیں جن کی آبادی کا ہمارے پاس قطعی ثبوت ہے، لیکن یہ اندازہ غلط نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے برعکس کسی شہر کے اسکندریہ نام ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شہر سکندر ہی نے آباد کیا ہوگا، اس لئے کہ جیسے اُس کے بعد کے حکمرانوں نے اپنے سکوں پر اُسکا نام کندہ کرایا اسی طرح ممکن ہے کہ اُنھوں نے شہروں کے نام بھی اسکندریہ ہی رکھ دئے ہوں[۵۵]۔ ہمارے نزدیک

[۵۵] شہروں کی بنیاد۔ پلوٹارک: De fort. Al ۱، ۵ کے مطابق سکندر نے مختلف مقامات پر ستر شہر آباد کئے۔ اس موضوع پر جو کچھ مواد دستیاب ہوا وہ سب ڈروائے سن نے جمع کردیا ہے (۳، ۲، $\frac{۱۸۷}{۲۵۶}$)؛ میں نے یہاں صرف ضروری واقعات کا شمار کیا ہے، باقی امور کے متعلق ناظرین کرام کو شپیگل اور ڈروائے سن کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ الیوم، استرابو ۱۳، ۳، ۵۹۳۔

اپولونیہ (بلاک افروجیہ) جسے آجکل اولوبرلا کہتے ہیں، کیلائے نائے کے مشرق میں تھا؛ اُس کے سکوں پر سکندر کو بطور "بانی" کے دکھایا گیا ہے؛ ڈروائے سن ۱۹۷؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۵۸۹۔

اسکندرون ونکوپولس؛ ڈروائے سن $\frac{۲۰۰}{۲۰۱}$

ایمانثیا، Liban ant 297 R، ڈروائے سن ۲۰۱۔

سکندر نے صور اور غزہ کی آبادی میں اضافہ کیا؛ لیکن Gos. Bell Jud. ۴، ۶، ۳ میں صرف غزہ ہی کو "یونانی شہر" کا لقب دیا گیا ہے۔

اُن شہروں کے لئے جن کا فلسطین میں آباد ہونا فرض کیا جا سکتا ہے، دیکھو ڈروائے سن ۲۰۲۔

پیلا؛ استرابو ۱۶، ۲، ۱۰؛ ڈروائے سن ۲۰۶۔

اسکندریہ مصری کے لئے دیکھو جلد ۴۔

ایدلیسہ کے قریب جو کارے ہے اُسے ۳۱۲ ق م جیسے بعید زمانے میں بھی

اُس نے مغربی ایشیائے کوچک میں جدید الیوم اور افروجی اپلونیہ آباد کیا | باب ۲۱

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ "مقدونوی نوآبادی" کا لقب دیا گیا ہے۔
گوگا میلا کے میدان میں اسکندریانہ؛ ڈرو اسئے سن ، ۲۱۰۔
پولی بیوس ۱۰، ۲۷ کا قول ہے کہ مدیہ کے ہر چہار طرف یونانی بلدیات تھے اور یہی کیفیت کوسائیوں، اکسیوں اور ماردیوں کی بھی تھی جن کا ذکر آرین "انڈیکا" ۴۰ میں ہے۔
رھاگا سئے کے قریب ہرقلیہ، استرابو ۱۱، ۱۴ ۵۔ ڈرو اسئے سن ۲۱۳۔
اسکندروپول پارتھیا میں، پلینی ۶، ۱۱۳۔
اسکندریہ انطاکیہ (پلینی ۶، ۴۶) بلاشبہہ وہی مقام ہے جسے اب مروشاہجہاں کا لقب دیا جاتا ہے اور جو مرغاب زیریں کا سب سے اہم شہر شمار کیا جاتا ہے۔ یہ قدیم شہر ایک نہایت زرخیز ضلع میں واقع ہے اور مقامی روایت کے اعتبار سے اُسے شاہ طہمورث نے آباد کیا تھا، اور اس سے تورانی خانہ بدوش اقوام کی مدافعت کا کام لیا جاتا تھا۔ شپیگل ۳، ۱۰۔
پردفتھازیا St. B "فرادا"۔ اس کا نام سکندر ہی نے بدلا تھا۔ ڈرو اسئے سن ۲۱۶۔ شپیگل (۳، ۵۴۱) کی رائے میں یہ فرح کے قریب ہوگا، جس کے موقع کے لئے دیکھو شپیگل ۲، ۴۴ ۔ اس کے شمال و مشرق کی طرف قندھار (ڈرو اسئے سن ۲۱۷) کو غالباً سکندر ہی نے آباد کیا تھا؛ شپیگل ۱، ۲۸۔
"قفقازی" اسکندریہ کے محل وقوع کا پورے طور پر تعین نہیں ہوا۔ یہ شہر بامیان کے موقع پر نہیں تھا بلکہ کابل کے شمال میں تھا؛ شپیگل ۲، ۵۴۳۔
باختر اور سغدین میں بارہ شہر، یوستی نوس ۱۲، ۵؛ استرابو کے نزدیک ان ممالک میں صرف آٹھ ہی شہر تھے (۱۱، ۵۱۷)۔ آرین (۴، ۱۶، ۳) کہتا ہے کہ سکندر نے ہفائستیون کو "شہر آباد کرنے کے لئے سغدین روانہ کیا"۔
"اسکندریۂ اقصیٰ"؛ آرین ۴، ۴، ۱؛ پلینی ۶، ۴۹۔ یہ شہر غالباً موجودہ خوجند کے مقام پر ہوگا؛ شپیگل ۲، ۵۴۹۔ شہنشاہ ہرقل کے عہد میں تھیو فی لاکتوس ۷، ۹ دو شہر دل یعنی

جن میں اپولونیہ اپنا مبدأ سکندر کو قرار دیتا ہے ۔ ساتھ ہی یہ معلوم

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ توگست اور چوب دان کا ذکر کرتا ہے جنھیں سکندر نے آباد کیا تھا، اور ان پر بحث کرتے وقت ڈروائے سن شوٹ Schott کا اتباع کرتا ہے ۔ ان ممالک میں سکندر کی بابت جو قصے مشہور ہیں اُن کے لئے دیکھو رتر: "ایشیا" Ritter: Asien ۵، ۸۲۱ وغیرہ۔

بقیہ (آرین ۴، ۲۲) غالباً اُن شہروں میں سے تھا جنھیں سکندر نے ایک ایک منزل کے فاصلے پر بسایا تھا؛ یہ دریائے کابل کے شمال میں واقع تھا (ڈروائے سن ۲۲۹) لیکن قطعی محل وقوع کا پتا نہیں لگا۔

نقیہ اور بوکے فالہ کے محل وقوع کا جو دریائے جہلم پر واقع تھے، صحیح تعین نہیں ہوا؛ ڈروائے سن ۲۳۰۔ (لیکن دیکھو وی اے سمتھ: "تاریخ ہند قدیم" V A. Smith: Early History of India صفحہ ۶۳ و صفحہ ۶۴۔ مترجم اردو)۔

اسکندریہ بدریائے چناب۔ غالباً موجودہ وزیر آباد ہوگا۔ ڈروائے سن ۲۳۰۔

اسکندریہ بدریائے سندھ؛ آرین ۶، ۱۵، ۲؛ ڈروائے سن ۲۳۰۔

اسکندریہ سغدینہ (آرین ۶، ۱۶، ۴) شہر بھکر کے قریب جہاں درۂ بولن کی سڑک کی ابتدا ہوتی ہے، ڈروائے سن ۲۳۰۔ دریائے سندھ کے دہانے، ملک گدروزیا اور کرمان میں جو شہر آباد کئے گئے اُن کے متعلق ڈروائے سن $\frac{۲۳۱}{۲۳۶}$۔

بابل کے قریب شہر؛ آرین ۷، ۲۱، ۷؛ ڈروائے سن ۲۳۷۔

دجلہ کے دہانے پر سکندریہ؛ ڈروائے سن ۲۳۷۔

ان شہروں کو آباد کر کے سکندر نے گویا اُس خواہش کو پورا کر دکھایا جو ایسقراطیس نے کی تھی (Phil, $\frac{۱۲۰}{۱۲۳}$)۔ معلوم ہوتا ہے کہ گروٹ سے یہ پارہ نظر انداز ہو گیا ہوگا، ورنہ وہ سکندر کی اتنی نو آبادیوں کے وجود پر شک و شبہہ کی نظر نہ ڈالتا (۱۰، ۶، ۲۴۰)۔ دیکھو اُس کا مضمون پاؤلی وسووا Pauly-Wissowa جلد ۱ میں جہاں اُس نے اُن شہروں پر

باب ۲۷

ہوتا ہے کہ اس نے ان شہروں کی تعمیر کا اُس وقت حکم دیا ہوگا جب وہ اُن سے آگے بڑھ گیا تھا، اس لئے کہ بظاہر یہ استعمار کے طرز عمل پر اُس وقت تک عمل پیرا نہیں ہوا جب تک وہ جنگ اسوسس کے بعد غیر یونانی ممالک تک نہیں پہنچ گیا۔ ایشیا کے اس حصے میں اسوس کے جنوب میں شہر اسکندریہ (موجودہ اسکندرون) و نکوپولس، اور شام میں ایما تھیہ ہے جو زمانۂ مابعد میں انطاکیہ کا ایک حصہ بن گیا۔ اُس نے صور اور غزہ کی آبادی میں اضافہ کیا جن کے جدید باشندوں کا بیشتر حصہ خاص یونانیوں پر مشتمل تھا۔ ہم فلسطین میں دیوم اور پیلا کا ذکر سنتے ہیں جن سے اُن کے ہمنام مقدونوی شہروں کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک دریائے اورونتیس کے قریب شہر اپامیا کو بھی سکندر ہی نے آباد کیا ہوگا اس لئے کہ اُس نے اُس کے قریب ہی بوتیائی زیوس کے نام کی قربان گاہ تیار کی تھی۔ اس کے بعد مصر کے مشہور و معروف اسکندریہ کا نام آتا ہے جس کی طرف ہم بعد میں رجوع کریں گے۔ دریائے فرات کو عبور کرنے کی جگہ تھپساکوس کے مقام پر نیکے فوریوم آباد کیا گیا اور اس سے ذرا بالاتر ایک معاون کے کنارے سکندر کے راستے میں ایک دوسرا یونانی شہر کارھائے ملتا ہے جسے یقیناً اُسی نے آباد کیا ہوگا۔ یہ امر پایۂ تیقن کو نہیں پہنچا کہ گو گامیلا کے میدان پر کوئی شہر مسمی اسکندریہ بسایا گیا یا نہیں ان شہروں کے بعد آرین صرف شمالی شہروں کا شمار کرنے پر اکتفا کرتا ہے[۱] لیکن ہمارے نزدیک اغلب امر یہ ہے کہ بادشاہ نے اس پہاڑی مُلک میں بھی جو ایران کی سطح مرتفع اور عراق کے مابین واقع ہے ضرور چند شہر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بحث کی ہے جن کا نام سکندریہ تھا (ص ۱۳۶ / ۱۳۹)۔ علاوہ بحث مذکور Puchstein کے مضمون کے جو اُس نے مصری اسکندریہ پر لکھا ہے، دیکھو اندریاس (Andreas) کا مضمون سکندریہ بہ دہانۂ دریائے دجلہ ص ۱۳۹۰ / ۱۳۹۵۔

باب ۲۷

آباد کئے ہوں گے اس لئے کہ پولی بیوس کہتا ہے کہ تمام ملک مدیہ یونانی شہروں سے گھرا ہوا تھا۔ رعاگے کے قریب ایک شہر ہرقلیہ تھا اور پارتھیا میں ایک اسکندروپول۔ ذرا شمال کی طرف دریائے مرغاب پر مرغیانہ ملتا ہے جس کا نام تبدیل ہو کر انطاکیہ یا مرو شاہجہاں پڑ گیا۔ جب ستی برزان کی بغاوت کے بعد سکندر کو آریہ جانا پڑا (باب ۲۴) تو اُس نے ہری رود کے کنارے پر اسکندریہ بسایا جسے اب ہرات کہتے ہیں اور جو اب تجارتی راستوں کا سنگم ہونے کی وجہ سے نہایت اہم ہے۔ جنوب کی طرف درانگیانا میں، جہاں فلوتاس کی سازش کا انکشاف ہوا تھا (دیکھو باب ۲۴)، وہ پروفتازیا آباد کر کے اراخوزیہ کی طرف بڑھا جہاں اُس نے ایک اور اسکندریہ (موجودہ قندھار) کی بنیاد ڈالی اور پاروپامسادے کے ملک میں کوہ ہندوکش کے جنوبی دامن میں ایک اور اسکندریہ بسایا۔ یوستی نوس کہتا ہے کہ سکندر نے بلخستان اور سغدین (مُلک بخارا) میں بارہ شہر سپاہیوں سے آباد کئے، لیکن ان سپاہیوں نے بیس ہزار پیدلوں اور تین ہزار سواروں کی مدد سے بغاوت کر دی۔ استرابو صرف آٹھ شہروں کا ذکر کرتا ہے، لیکن ہم اُن کا پتا لگانے سے بھی قاصر ہیں اور ہمیں صرف اسکندریہ "اقصیٰ" کا جو سر دریا پر تھا (یعنی خوجند) اور ایک اسکندریہ کا جو آمو دریا پر تھا علم ہے۔ مُلک بخارا (سغدین) میں سکندر کے قائم مقام کی حیثیت سے ہفائستیون نے بہت سے شہر آباد کئے، اور زمانۂ مابعد میں ان اضلاع میں بادشاہ کے متعلق جو قصے مشہور ہوئے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بہت سے یوروپیوں کو یہاں لا کر بسایا ہوگا۔ ہمیں اس کا قطعی علم ہے کہ اُس نے دریائے کابل پر ایک نقیہ کی بنیاد ڈالی، لیکن جہلم والے نقیہ اور بوکے فالہ کے محل وقوع کا ہنوز قطعی طور پر تعین نہیں ہوا۔ دریائے چناب پر اسکندریہ (جو شاید زمانۂ موجودہ کا نصیرآباد ہے)، ذرا نیچے کی جانب دریائے سندھ پر اسکندریہ، موزیکانی کے مُلک اور پتالہ کے قلعے بھی اُسی کی طرف

باب ۲۷

منسوب کیے جاتے ہیں۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں مدت دراز تک یونانی خود مختار بادشاہ حکومت کرتے رہے اور یونانی تہذیب و تمدن کا ڈنکا بجتا رہا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سرحدی ممالک میں عہد سکندری میں بہت سے یونانی جا کر آباد ہوئے ہوں گے۔ دریائے سندھ کے دہانے کے مغرب میں اوریتائیون کے ملک میں ہفائستیون اور لیوناتوس نے ایک ایک شہر آباد کیا، اور یہی شاید گدروزیا اور کریان میں دو دو شہروں کے بانی ہوئے۔ اسی طرح بابل کے قریب جھیل رومیہ پر ایک شہر بسایا گیا جس کا تعلق نہر پالاکوپاس کے ساتھ تھا، اور دجلے کے قدیم دہانے کے قریب اس جگہ جو اب مٹی جمنے کی وجہ سے ساحل سے بہت دور جا پڑی ہے، اسکندریہ آباد کیا گیا جسے اب محمرہ کہتے ہیں۔ یہ شہر سکندر کے ان عظیم الشان منصوبوں کا گویا مرکز تھا جنھیں وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں سوچا کرتا تھا جن میں منجملہ دوسرے خیالات کے ملک عرب کے الحاق اور دجلہ و فرات کے ڈلٹاؤں کی ترقی کے مسائل بھی شامل تھے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یونانیوں کے خیال کے بموجب یہ ممکن تھا کہ کوئی جدید شہر کسی قدیم شہر کے محل وقوع پر ہی آباد کیا جائے۔ مذکورۂ بالا شہروں کے ذکر کے علاوہ ہم پڑھتے ہیں کہ بڑے بڑے رسالے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے تھے[۵۶]۔ مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ بعض خیوسی ایلی فانتین کے شہر کو روانہ کئے گئے اور سماریہ کے حاکم کو ہدایت کی گئی کہ وہ آٹھ ہزار سپاہیوں کو مصر لے جائے جہاں پہنچ کر وہ تھبز کے نواح میں آباد کر دئے گئے۔

---

[۵۶] خیوسی مصر میں، آرین ۳، ۲، ۷۔ سماریہ سے مصر کو سپاہی بھیجے جاتے ہیں، (Jos. Ant) ۱۱، ۸، ۶؛ ڈروائے سن ۲۴۹۔ فوجی آبادکاروں کو "کاتوئے کوئی"، معاوضہ رسالوں کو "پارے یدے موئیں" اور دیسی سپاہیوں کو "انخوریوئی" کہتے تھے۔

باب ۲۷

ان شہروں کے قیام میں سکندر کو تین مقاصد ملحوظ تھے، ایک فوجی، دوسرا مالی، اور تیسرا تمدنی[1]۔ فوجی اعتبار سے اُس کا مقصود یہ تھا کہ ان نوآبادیوں کے ذریعے سے سلطنت محفوظ و مامون رہے گی، مالی مقصد یہ تھا کہ ان کی وجہ سے تجارت کو فروغ پہنچے گا اور مختلف اضلاع کے مابین رسل و رسائل میں پہلے کی بہ نسبت آسانی ہو سکے گی، اور تیسرا مطمح نظر یہ تھا کہ تہذیب و تمدن کے اعتبار سے جو قومیں پیچھے پڑی ہوئی ہیں اُن میں تمدن کا پرچم اُڑایا جائے اور مشرق و مغرب کے مابین اتحاد پیدا کیا جائے۔ سوخر الذکر مقصد اُس کے دل میں اس قدر جاگزیں تھا کہ وہ یورپ میں ایشیائیوں کو لاکر آباد کر دینا چاہتا تھا۔ ان بلدیات کے محل وقوع کے تعین میں فوجی و تجارتی حالات بھی ممد و معاون ہوئے ہوں گے لیکن ہم اس موقع پر ان امر پر مفصل بحث نہیں کریں گے۔ بہر حال اُن کے

---

[1] سکندر چاہتا تھا کہ غیر یونانی آبادی شہروں میں رہے تاکہ خانہ بدوشی کی جگہ وہ زراعت کا پیشہ اختیار کرلے (آرین: "انڈیکا" ۴۰)۔ ہمارے نزدیک اس خواہش میں بہبودیِ بنی نوع انسان اور یونانیت دونوں عناصر موجود تھے۔ جدید شہروں کی تنظیم کے لئے دیکھو ڈرواسے سن ۳، ۱، ۳۲۲ وغیرہ۔ موسن (تاریخ روما" Mommsen R. G. جلد ۵، ۵۰۴) کہتا ہے کہ "سکندر نے مشرق میں قدیم مقدونوی موروثی سلطنت کی بجائے یونانی طرز حکومت کو مروج کیا"۔ ڈرواسے سن (۱، ۲، ۲۹۲) اُس اراضی کے مسئلے پر بحث کرتا ہے جو جدید آبادکاروں کو ملی ہو گی۔ پلوٹارک "فوکیون" ۸ میں کہتا ہے کہ سکندر نے فوکیون کے سامنے متعدد شہر پیش کئے۔ قدرتی پیداوار کے متعلق یہاں یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شٹاڈے اپنی "تاریخ بنی اسرائیل" Stade : Geschichte des Volkes Israel ۲، ۲۷۴ میں کہتا ہے کہ شام کے شہروں کو ان شہروں سے تیل جاتا تھا، جس کے یہ معنی ہوئے کہ ان شہروں کے متعلق ایسی اراضی تھی جس کی پیداوار میں وہ یونانی حصہ دار تھے جو اُن میں آکر آباد ہوئے تھے۔

عام مقصد پر غور کرنے کے بعد ہم اُن کے اندرونی انتظامات کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس بارے میں ہمارے معلومات ذرا زیادہ وسیع ہوتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جدید شہریوں کے قبضے میں جو اراضی گئی ہوگی وہ وہی ہوگی جس سے پرانے شہری بیدخل کئے گئے تھے۔ ان پر انے شہریوں کے بے دخل کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی ہوگی اس لئے کہ سکندر گویا قدیم شہنشاہان ایران کا جانشین تھا، چنانچہ وہ اپنے پیش روکی طرح رعایائے ایران کے ساتھ جیسا چاہتا برتاؤ کرسکتا تھا؛ بلکہ اُسے دراصل دوہرا حق تھا، ایک تو بحیثیت فاتح کے اور دوسرے بحیثیت شہنشاہ ایران کے۔ جب اُس نے فوکیون کے سامنے شہر پیش کئے تو اُس نے گویا وہی کیا جو زرکسز نے نمسطا کلیس کے ساتھ کیا تھا۔ بہت سی اراضی جو نئے شہریوں کے حوالے کی گئی ہوگی بلاشبہہ شاہی ملک ہوگی، اور غالباً وہی زمین چھوڑی گئی ہوگی جو بت خانوں کے متعلق تھی۔ سکندر کا مقصد یہ تھا کہ ہر نئے شہری کو کچھ نہ کچھ زمین ضرور مل جائے۔ اس طرز عمل میں خود یونانی نقطۂ نظر سے کوئی جدت نہیں تھی اس لئے کہ قدیم زمانے میں بھی جب یونانی کوئی شہر آباد کرتے تو ضرور کسی نہ کسی سے زمین لے کر اُسے تقسیم کردیتے۔ آخر میں صرف یہ کہنا باقی ہے کہ غالباً اصلی باشندے آبادکاروں کو کچھ نہ کچھ خراج ضرور ادا کرتے ہوں گے۔

ان بلدیات کی تنظیم کے متعلق ہم مصری اسکندریہ کی مثال سے یہ فرض کرسکتے ہیں کہ جب ایک ہی چار دیواری کے اندر مختلف اقوام یکجا ہوتی تھیں تو ہر قوم خود اپنے ہی قوانین پر حصر کرتی تھیں اور اُن کا دارومدار خود انھیں کے قومی رسم و رواج پر ہوتا تھا۔ ہمارے نزدیک ایشیائی یونانیوں کی تنظیم عمومی اصول پر کی گئی ہوگی[۹۵] اس لئے کہ ہماری

۹۵ ایشیا کے بہت سے بلدیات میں سکندر نے عمومیت کا از سر نو احیا کیا؛

باب ۲۷

معلومات کے بموجب نہ صرف سکندر نے اُن شہریوں میں عمومیت کا احیا کیا جو اندرون ایشیا میں واقع تھے بلکہ واقعات کے حسب حال اُن لوگوں کے حقوق کے درمیان جو کسی جدید شہر میں وقت واحد میں سکونت پذیر ہوئے ہوں، کسی قسم کا فرق یا امتیاز روا نہیں رکھا۔

اسکندریہ، مصر اور دوسرے بلاد میں یونانیوں کو فیولوں یعنی قبیلوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، اور غزہ میں ایک مجلس کا حال بھی سننے میں آتا ہے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ افراد کے اُن حقوق میں، جن کا تعلق مرکزی حکومت کے ساتھ تھا یکسانی نہیں تھی۔ مثلاً اسکندریہ میں یہ حقوق نہایت درجہ محدود نظر آتے ہیں۔ ان نئے بلدیات کے جو نام رکھے گئے وہ ایک طرح سے ممتاز ہیں اور بطور نظیر کے استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو شہر باعتبار اپنی اہمیت کے سب پر فوقیت لئے ہوئے تھے اُن کا نام اسکندریہ رکھا گیا، اور زمانۂ مابعد میں بہت سے ایسے شہروں کی بنا ڈالی گئی جن کا نام یہی تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالکل نئی بات تھی کہ کسی شہر کا نام اس کے بانی کے نام پر رکھا جائے۔ اس وقت تک صرف ایک ہی ایسا شخص گزرا تھا جس نے اپنے نام پر شہر آباد کیئے ہوں، اور وہ فیلقوس تھا، جیسے فلپی اور فلپوپولس آباد کیئے۔ ان میں سے ثانی الذکر لفظ کے معنی تو محض "فیلقوس نگر" کے ہیں اور یہ کوئی نام میں نام نہیں، لیکن پہلے نام میں ایک عجیب وغریب بات ایسی ہے جسے اس وقت تک نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لفظ "فلپی" "فلپ" کی جمع ہے، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے آخر مراد کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شہر اتھنز کے مقابلے کے لئے بسایا گیا تھا، اور ممکن یہ ہے کہ اس نام سے یہ مطلب ہو کہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ آرین ۱، ۱۷، ۱۰ (ایفی سوس جس سے اُس کی شہرت ہوگئی) ۲، ۵، ۸ (سولی)۔ اسکندریہ کے لئے دیکھو ڈروائے سن ۳، ۲۳، ۳۴۔

باب ۲۷

زمانہ مستقبل میں "فلپی" "اتھے نائے" سے زیادہ طاقتور ثابت ہوگا لیکن یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یونانی لوگ لفظ "فلپی" سے کیا مطلب سمجھتے ہوں گے؟ کیا اس لفظ کے معنی "متعدد فیلقوسوں" کے لئے جاتے تھے یا یہ صرف ان طلائی سکوں کا نام تھا جو وہاں مسکوک ہوتے تھے؟ بہرنہج اس لفظ میں کوئی نہ کوئی خاص مفہوم ضرور پوشیدہ ہوگا۔ اس وقت تک جتنے اس نوع کے نام تھے وہ سب مختلف دیوتاؤں کے نام پر رکھے گئے تھے، مثلاً ہرقلیہ (جو پانچویں صدی ق م کے بسائے ہوئے دو شہروں کا نام تھا) پوسئید ونیا، پوتی دیا، اپولونیا، ہیرائیہ، تین دارس، دیوم وغیرہ۔ جب سکندر نے پہلے پہل اپنا نام اپنے آباد کردہ شہر کو دیا تو اُس نے اپنی اس خواہش کا گویا اعلان کردیا کہ وہ محض پرانے سورماؤں کی طرح عزت واحترام کا ہی جویا نہیں بلکہ ایک معبود کی طرح اپنی پوجا کرانا چاہتا ہے۔ چنانچہ یونانی قوم نے اُس کی اس خواہش کا اچھی طرح سے اندازہ کرلیا تھا۔ ہمارے نزدیک سب سے پہلا شہر جو سکندر کے نام پر منتسب ہوا وہ مصری اسکندریہ تھا جسے بادشاہ نے زیوس عمون کے نخلستان کی طرف جانے سے پہلے آباد کیا تھا۔ اس سے پہلے لیسانڈر نے بھی اس بت خانے کے پجاریوں سے مشورہ لیا تھا، اور سکندر اچھی طرح جانتا تھا کہ دودونا اور دلفی کے پجاریوں سے کہیں زیادہ آسانی کے ساتھ یہ ہموار کئے جاسکتے ہیں اور دُنیائے مشرق میں اس مرکز کی جو اہمیت اور وقعت تھی وہ شاید دوسرے مرکزوں کی نہیں تھی۔ بہرحال سکندر کے جانشینوں نے بھی بہت سے شہروں کو اپنے ناموں پر معنون کیا، چنانچہ ہمیں جگہ جگہ سلیوکیہ، انطاکیہ، بطلیماکس کے سے نام جگہ جگہ ملتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان شہروں کے قیام کا ایک منشا یہ بھی تھا کہ مشرق ومغرب کے اتحاد کو مستحکم کیا جائے۔

باب ۲۷

ایشیا اور یورپ کے مابین ازل سے جو رقابت فارقلیس اور ہیرو ڈوٹس کے زمانے سے بلکہ ان سے بھی پہلے سے چلی آتی تھی وہ جنگ پیلو پونیز کے آخری دس سال سے برابر کم ہو رہی تھی اور ایشیا کو یورپ کی توانائی کا احساس اور یورپ کو ایشیا کے زر و مال کی قدر ہو گئی تھی۔ زینوفون نے ایرانیوں کو دکھا دیا تھا کہ غیر قومیں یونانی سپاہیوں کو زک نہیں پہنچا سکتیں، چنانچہ اُسی وقت سے ایرانی حکمران اور صوبہ دار یونانیوں کو اپنی اپنی فوجوں میں بھرتی کرنے لگے تھے اور دوسری جانب یہ سپاہی بھی اپنے نئے آقاؤں کی خدمت بغایت وفاداری سے انجام دیتے تھے۔ ہم کہیں نہیں پڑھتے کہ انھوں نے غدّاری کی ہو، یا کم از کم معمولی سپاہیوں کی غداری کا تو ذکر تک سننے میں نہیں آیا، گو بعض مرتبہ اُن کے رہبر ایک طرف سے دوسری طرف چلے جانے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ بہرحال ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ فی الجملہ یونانی سپاہی وفادار تھے۔ سکندر کے مہمات سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ یونانی عنصر کس حد تک ایرانی فوج میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ میدان گرانی کوس میں بیس ہزار اجیر سپاہی تھے، ہمیں ملطہ اور ہالی کارناسوس میں بھی اجیر سپاہی ملتے ہیں؛ اسوس کے میدان کارزار میں ایرانی فوج میں تیس ہزار یونانی تھے اور گوگامیلا کے موقع پر بھی ایرانی صفیں یونانیوں سے خالی نہ تھیں۔ یہ یونانی اجیر ہی تھے جنھوں نے دارا نے ایران کو بیسوس کی سازش سے مطلع کیا اور انھیں میں سے آخری پندرہ سو نے زدر اکارتا کے مقام پر آخر کار ہتھیار ڈال دئے۔ ہمارے نزدیک یہ مبالغہ آمیزی نہ ہوگی کہ دارا کی فوج میں کم و بیش ایک لاکھ یونانی اجیر سپاہی تھے[۹]۔

۹ یونانی اجیر سپاہی؛ گرانی کوس کے میدان میں، ڈرووائے سن ۱/۱، ۱۹۴؛ اسوس پر، ڈرووائے سن ۱/۱، ۲۵۸؛ ... یونانی اجیر سپاہی ایران جا کر آگس کی ملازمت اختیار کر لیتے ہیں، دیو دوروس ۱۷/۱، ۴۸؛ کرتیوس ۴/۱، ۳۹؛ دارا اور بیسوس کے ساتھ یونانی اجیر، ڈرووائے سن ۱/۱، ۴۰۷؛ زدر اکارتا میں، ڈرووائے سن ۱/۱، ۳۸۶۔

ظاہر ہے کہ ان سپاہیوں کی وساطت سے ایشیا اور یورپ کے باہمی
طرح طرح کے تعلقات قائم ہو گئے ہوں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ
مین تور اور میم نون کا سربرآوردہ ایرانیوں سے رشتہ تھا، اور اسی
قسم کی عزیزداری کی وجہ سے بہت سے یونانی شہنشاہ ایران کے
خدمت گزار اور رعایا ہی نہیں تھے بلکہ اب یونانیوں اور مشرقیوں
میں پہلے کی سی رقابت بھی باقی نہیں رہی تھی[15] یہ بالکل ممکن تھا کہ ان
دونوں قوموں کے درمیان جو بُعد باقی تھا اُس میں سکندر اضافہ
کردے اور اپنے اتالیق یعنی ارسطو کے اس مقولے پر عمل کرے
کہ یونانیوں اور غیر یونانیوں کے مابین ایک فطری فرق ہے، لیکن
اُس نے اس کے بالکل برعکس عمل کیا۔ شاید سکندر کے مخصوص طرزِ عمل کی
ایک وجہ یہ ہو کہ یونانی قوم اُس کی مہمات سے الگ تھلگ رہی، اور
جب وہ مشرق میں برسرپیکار تھا تو یونانی اُس کی سلطنت کے
مغربی حصے میں طرح طرح کی فتنہ پردازیاں کر رہے تھے درانحالیکہ
اُن کے برعکس ایرانی صرف میدان جنگ ہی میں اُس کا مقابلہ کرتے
تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سکندر کو ان دونوں اقوام کی مفاہمت پسندیدہ
معلوم ہوتی ہو۔ الغرض اسباب خواہ کچھ بھی ہوں، اُس کا طرزِ عمل یہ تھا
کہ یونانیوں اور ایشیائیوں کے درمیان امن وامان کی کیفیت پیدا
ہو جائے، اور ان دونوں کی باہمی رقابت کو دور کرنے کے لئے
اُس نے جو طریقے اختیار کئے وہ اُس کے غیر فانی کارناموں میں شمار
کئے جانے کے قابل ہیں۔ بلاشبہ ہم اُس کے جملہ تدابیر کے مؤید نہیں
ہو سکتے۔ مشرقی ملبوسات اختیار کرنا فی نفسہ کوئی جرم نہ تھا بلکہ مقامی

---

[15] استرابو (۱، ۶۶) کے مطابق بعض لوگوں نے سکندر کو صلاح دی کہ وہ یونانیوں
کو اپنا دوست اور غیر یونانیوں کو دشمن سمجھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمرے میں
ارسطاطالیس بھی شامل تھا۔

باب ۲۷

آب وہوا کا لحاظ کیا جائے تو ایک نہایت ہی مناسب طرزِ عمل معلوم ہوگا؛ لیکن اسی فعل کو یونانی اور مقدونوی شخصی حکومت اور مطلق العنانی کی طرف سکندر کے رجحان کا ایک مظاہرہ سمجھتے تھے۔ دوسرے اُس کے دعوئے الوہیت کی کسی طرح سے تائید نہیں کی جاسکتی، نہ اس دعوے سے اُسے کسی قسم کا کوئی فائدہ ہوا۔ اوّل تو مصریوں کے علاوہ کوئی ایشیائی کسی انسان کو معبود کا رتبہ دینا پسند نہیں کرتا تھا، اور ان میں سے بعض ایسے تھے جو وقت پر تو کسی کو ابن اللہ کا لقب دے دیتے تھے لیکن موقع پاتے تو ابن اللہ کی جان تک لینے میں دریغ نہیں کرتے تھے[۱]۔ رہے یونانی، تو وہ اس قسم کے دعاوی کی ہنسی اڑاتے تھے۔ بہرنہج ان میں سے کسی چیز کا سکندر کی طرزِ حکومت پر مطلق کوئی اثر نہیں پڑا اور اُس نے کبھی اپنی تجاویز یا آراکو الوہی جامہ پہنانے کی کوشش نہیں کی۔ اُس کی زندگی مسلسل ایسے مقدونوی حکمراں کی طرح کی رہی جسے یونانی طرز کی تعلیم و تربیت دی گئی ہو؛ اور وہ آخر تک برابر بنی نوع انسان کے اعلیٰ مقاصد کا مداح رہا اور نہ صرف اُسکی یہ رائے کبھی نہیں ہوئی کہ یونانی تہذیب و تمدن کو خیرباد کیا جائے بلکہ وہ اکثر یونانی طرز کی ورزش اور موسیقی کے مقابلے منعقد کرتا رہتا تھا۔ بہت سے شہر آباد کرکے اُس نے آزاد یونانی بلدیہ کو ہی اپنی سلطنت کی گویا بنیاد قرار دیا، جس کی ترتیب انواع و اقسام کے عناصر سے ہوئی تھی۔ یوروپی یونانی کی نگاہ میں اُس کی حیثیت محض ایک رہبر کی سی تھی، اور اسپارٹی تو آخر زمانے تک اس سے الگ تھلگ رہے۔

---

[۱] اے۔ مے یر: "تاریخ مصر" E Meyer : Gesch. Aegyptens صفحہ ۵۸، مصری اپنے بادشاہوں کو اپنا معبود تصور کرتے تھے۔ حکمرانوں کی پوجا کے لئے دیکھو اے ہرش فیلڈ: "تاریخ تمدنِ شہنشاہی روما" O. Hirschfeld : Zur Gesch. der roemischen Kaiser-Kultus روداد اکاڈمی برلن، ۱۸۸۸ء، ۱۹ر جولائی۔

اسی طرح بعض ایشیائی یونانی بھی اُس کے خود مختار حلیف تھے (مثلاً بحیرۂ افشین پر ہرقلیہ کا طاقتور بلدیہ) اور ان کے علاوہ ایسے ایشیائی قبائل بھی تھے جو پہاڑوں میں رہتے اور بالکل آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں اس کا پوری طرح سے علم نہیں کہ فوج کی تنظیم میں کیا اُصول مدنظر رکھا جاتا تھا اور غالباً سکندر نے اسکی تکمیل کو کسی دوسرے موقع کے لئے اُٹھا رکھا تھا۔ ہم نے سکّوں کے مسئلے پر ایک حاشیے میں غور کیا ہے[۱۲]۔

ماب ۲۷

[۱۲] سکندر کے سکّے۔ خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کرو ل' میولر؛ "سکہ جات سکندر اعظم" L Mueller Numismatique d' Alexandre le Grand کوپن ہاگن ۱۸۵۵ء؛ امھوف بلومر؛ "سکّہ جات یونان" Imhoof-Blumer Monnaies grecques ۱۸۸۳ء حاصکر ص ۱۲۳/۱۱۸؛ اور تمام بحث کا لب لباب' ہیڈ "تاریخ مسکوکیات" : Head H. N صفحہ ۱۹۷ وغیرہ۔ سکندر کے باپ فیلقوس ہی نے سکہ سازی میں ایک خاص جدت کی تھی۔ وہ فلپی کے سونے کی کانوں کا مالک تھا' چنانچہ اُس نے جو طلائی سکّے بنوائے اُن پر لفظ "فلیپون" کندہ تھا اور انہیں اُن سے پہلے کے سکّوں کی بجائے رائج کیا جن پر الفاظ "تھاسیون ایپائرو" کھدے ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ شہر کا نام نکال دیا گیا اور یہ سکہ تمام قلمرو مقدونیہ میں رائج ہو گیا (ہیڈ "تاریخ مسکوکیات" ۱۹۲)۔ لیکن فیلقوس اپنے نقرئی سکّے فنیقی معیار پر بنواتا تھا جس کی ایک درہمی ۲۲۴ گرین کی ہوتی تھی' جس کی وجہ سے تیس درہموں کی قیمت ایک طلائی استاتر کے برابر ہوتی تھی اس لئے کہ چاندی اور سونے کی باہمی مناسبت ۱ : ۱۲ $\frac{1}{2}$ کے مساوی تھی (ہیڈ : "تاریخ مسکوکیات" ۱۹۲) فیلقوس کے سکّوں پر ایک طرف تو زیوس' اپولو اور ہرقل کی شبیہیں نظر آتی ہیں اور دوسری جانب مختلف قسم کے ورزشی کھیلوں (مثلاً سواری کے گھوڑوں) وغیرہ کی شکل نظر آتی ہے۔ تخت نشینی کے بعد ابتدا میں تو سکندر نے سکّوں کو ہاتھ نہیں لگایا اس لئے کہ اُس کے پاس سونے چاندی کا اس قدر ذخیرہ نہیں تھا کہ جدید سکّے بنوا سکے۔ جب اس کے پاس کافی ذخیرہ ہو گیا تو (جیسا امھوف کا بیان ہے) اُس نے سب سے پہلے نقرئی سکّے بنوائے جن کے

وہ ہمیشہ اُن تمام تحریکات کی پشت پناہی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا ج

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ایک طرف زیوس کی شبیہہ اور دوسری جانب ایک عقاب
اور گرتی ہوئی بجلی کی شکل کندہ ہے جس کے چہار طرف "الگزندروؤ" لکھا ہوا
ہے - اس سلسلے کی جو چو درہمیاں ہیں وہ بھی فینقی معیار ہی کی ہیں (۲۷۰ ۳ گرین)
لیکن درہم، تیو بولی، دوا دبولی اور ادبول یہ سب اٹیکائی معیار کے ہیں اور
زمانۂ مابعد میں سکندر نے اپنے جملہ سکّوں کو اسی معیار پر ڈھالنا شروع کیا۔
سکّوں کے میدان میں یہ اُس کی سب سے بڑی جدّت تھی کہ اس نے چو درہمیوں
اور دوسرے تمام سکّوں کے لئے اٹیکائی معیار کو رائج کر دیا۔ نام نہاد "اسکندری"
سکّوں کی بے شمار تعداد موجود ہے جن سے وہ سکّے مراد ہیں جن پر یہ لفظ "الگزندروؤ"
کندہ ہے؛ مثلاً چو درہمیاں جن کے ایک طرف شیر کی کھال پہنے نوجوان ہرقل اور
اور دوسری طرف زیوس تخت پر بیٹھا نظر آتا ہے؛ اور طلائی سکّے، جن کے ایک
طرف پالاس کا سر اور دوسری طرف ایستادہ نیکے ہے۔ لیکن ابھی تک متبصرین سکہ جات
اس بات پر متفق نہیں ہوئے کہ ان سکّوں میں سے کتنے خود سکندر نے مسکوک
کرائے ہوں گے اور کتنے اُس کے جانشینوں نے، اور عام طور پر یہ مان لیا جاتا
ہے کہ ان سکّوں میں سے اکثر و بیشتر سکندر کے جانشینوں کے ہی زمانے کے
ہوں گے - اپنی فتوحات کے زمانے میں مختلف شہروں کے اتنے سکّے اُس کے
تصرف میں تھے اور اتنی دارائیاں مال غنیمت کے طور پر اُس کے ہاتھ لگی تھیں
کہ مدّت دراز تک اُس کے اپنے سکّے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ انواع سکہ جات
کی بابت گارڈنر کے خیالات (انواع Types صفحۂ ۵۱) دلچسپ ہیں: "سکندر سے پہلے
مقدونیہ کے سکّوں پر وہاں کے موروثی معبودوں یعنی آرلیس اور اپولو کی شبیہیں
کندہ تھیں، لیکن سکندر نے اپنے طلائی سکّوں کے لئے پالاس اور اُس کی
خادمہ نیکے اور اپنے نقرئی سکّوں کے لئے ہرقل اور اولمپوسی زیوس کا انتخاب
کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید اُن تمام اعلیٰ مرتبت معبودوں کو اپنا ہمنوا
بنانا چاہتا تھا جو یوم الیوم کے موقع پر یونانیوں کے ممد و معاون قرار دئے گئے تھے"

باب ۲۷

اُس کے نزدیک کار آمد ہوں۔ ایشیا کے عظیم الشان خزانے، جو اُس کی موت کے بعد بھی تقریبًا ویسے کے ویسے ہی رہے، صرف سپاہیوں کی مٹھی گرم کرنے یا بے ایمان حکام کی جیبیں بھرنے کے لئے نہیں سمجھے گئے، بلکہ سکندر نے انھیں بابلستان کے نظام نہری کی مرمت کو یائی جھیلوں کی نکاسوں کی صفائی اور یونان کے مسمار شدہ بت خانوں کی تعمیر پر لگایا اور اس آخری کام کے لئے اُس نے دس ہزار تالنت بالکل علٰحدہ رکھ دئے۔ ہم پڑھتے ہیں کہ اُس نے کلازومے تائے کی بندرگاہ میں ایک پشتہ بنوایا، اور اس شہر کے قریب جو خاکنائے ہے اُسے کٹوا کر راستہ نکالنے کی کوشش کی۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس لئے کہ اُس کے نزدیک الیوم کی مہم اُس کے لئے گویا ایک نمونہ تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگامیمنون کی فوج کی محافظ تو پالاس تھی، لیکن زیوس کی عنایت کی وجہ سے اُسے کامیابی کا سہرا ملا، اور ہرقل کچھ عرصے پیشتر ٹرائے کو تاراج کر چکا تھا۔ یہاں یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ ایشیا میں قدم رکھنے سے پہلے سکندر نے زیوس اتھینے اور ہرقل کے نام پر قربانیاں کی تھیں؛ یہ آرین ا/۱۱ میں منقول ہے، اور یہ پارہ اس طرز بیان کی ایک نہایت نفیس مثال ہے کہ کس طرح مسکوکیات و تاریخ ایک دوسرے کی مثال پیش کرتے ہیں۔" اب سکندر نے ان معبودوں کی شکلوں سے اپنے سکوں کو مزین کیا جو ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک میں رائج تھے اور جس طرح سکندر کے سپہ سالاروں کو اُس کی جنگی تدابیر اور اس کے مفتوحہ ممالک ورثے میں ملی تھیں اسیطرح یہ معبود بھی گویا اُسی سے انھیں ملے۔ سکندر کے جدید سکوں کے ساتھ ساتھ پرانے بلدی سکے اور بعض صوبہ داروں (مثلاً سلکس کی رائے کے بموجب ماز ائیوس والی بابل) کے سکے بھی رائج رہے، اور اس میدان میں بھی سکندر نے نہایت ہی کم مداخلت کی۔ یہ مقابلہ کرو ڈروائے سن ا/۱۴۲۲ ص ۲۲۳، ۲۲۴۔ شہروں کو محض سکندری سکوں کے استعمال پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ سکندر نے تانبے کے سکے اپنی تمام سلطنت کے لئے نہیں بنوائے بلکہ ان کی تسکیک صرف مقدونیہ ہی کیلئے کافی سمجھی گئی؛ دیکھو بابلوں: "شاہان شوریہ" صفحۂ xiii (Babelon : Rois de Syrie)

باب ۱۷

نیارخوس کو تحقیقاتی مہم پر روانہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر حکمیاتی انکشافات کا بنعایت دلدادہ تھا۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ اُس نے ہندوستانی جوگیوں سے بھی روابط پیدا کئے جس کا مقصد کوئی مادّی فائدہ حاصل کرنے کے بجائے صرف علم پروری تھی۔ وہ شاعروں، فلسفیوں اور نقّاشوں کی دل سے قدر کرتا تھا۔ جب ارسطا طالیس نے موالید ثلاثہ کے میدان میں تحقیقات و تجسّس کرکے اُس کے نتائج بادشاہ کے سامنے پیش کئے تو اُس نے اُسے آٹھ سو ٹالنٹ (یعنی تقریباً تین لاکھ روپے) انعام دیا۔ ہم ڈرواۓ سن (۱، ۲، ۲۹۶) سے متفق ہو کر اس روایت کو باور کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے اس لئے کہ یہ رقم گویا اُن سب علوم و فنون کا انعام تھا جن کا ارسطا طالیس ماہر تھا اور جن میں اس فلسفی نے غیر معمولی قابلیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس میدان میں بھی ہم سکندر کو دُنیا کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کرتے ہیں، اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جنگی مہمات میں مسلسل منہمک رہتا تھا تو ہمارے دل میں اُس کی عظمت المضاعف ہو جاتی ہے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی اُسے مزید جنگی مہمات کی تیاری سے بمشکل فرصت تھی۔

ہم یہ متعدد مرتبہ دیکھ چکے ہیں کہ یونانیوں نے دو قسم کے خیالات کو بہت کچھ ترقی دی، ایک تو اپنی حکومت خود اختیاری کا ارتقا اور دوسرے اُن غیر یونانیوں سے جنگ جن کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو یونانی تصوّر کرتے تھے۔ ایتھنز نے دونوں باتوں کی تکمیل کے لئے کوشش کی لیکن دراصل وہ صرف پہلے ہی مسئلے کو حل کر سکا۔ جو کام ایتھنز سے پورا نہ ہو سکا وہ سکندر نے نہایت تیزی و تابناکی کے ساتھ پورا کر دکھایا، اور ان دونوں مقاصد کی انجام دہی ہی کی وجہ سے وہ دُنیا کے عظیم الشّان انسانوں میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ ہمارے خیال میں مطلق العنانی کی طرف اُس کا جو میلان نظر آتا ہے اُس سے اُس کی

عظمت میں کوئی بدیہی فرق پیدا نہیں ہوتا۔

ہماری رائے میں اگر یونانیوں نے سکندر کی مہمات میں ذرا زیادہ ہمدردی کا اظہار کیا ہوتا تو نتیجہ اس سے بھی زیادہ قابل اطمینان ہوتا، اور اُن یونانیوں میں سے جو روپیہ لے کر ایرانی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے، نصف بھی سکندر سے آ ملتے تو نئی مملکتوں کو اس مقدونوی نمونے کی شخصی حکومت قائم کرنے کی ضرورت پیدا نہ ہوتی جو اُن میں نظر آتی ہے۔ لیکن یونانیوں نے مہمات سکندری میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا جسکی وجہ سے جو کچھ کامیابی اُن میں ہوئی اُس کے مستحق مقدونوی ہی قرار پائے اور بنی نوع انسانی کو اُس سے بدیہی نقصان پہنچا۔ عجیب بات ہے کہ جس قسم کا برتاؤ یونانی اجیر سپاہیوں نے دارا کے ساتھ کیا اس سے بدتر برتاؤ تنخواہ دار مقدونوی سپر برداروں نے یومنیس کے ساتھ کیا جو خود ایک یونانی تھا۔ پردکاس کی موت کے باعث خود مقدونوی ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بلخستان و ہندوستان میں جو یونانی سلطنتیں قائم ہوئیں وہ نسبتہً زمانۂ دراز تک رہیں، جس کی وجہ شاید یہی ہوگی کہ اُن کے رہبر واقعی یونانی الاصل تھے[۳۱]۔ بہر نوع ہم اس کتاب کی چوتھی جلد میں دیکھیں گے کہ خود دیادوخی سلطنت یونانی فکر اور یونانی تمدن کا گویا ایک قدرتی پیداوار تھی۔

سکندر کی غیر معمولی اہمیت اُن افسانوں اور قصوں سے ظاہر ہوتی ہے جو رفتہ رفتہ اُس کے نام کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ ان افسانوں کی ابتدا اُس کی موت کے بعد ہی مصر میں ہوئی اور قدیم اور وسطی دونوں زمانوں میں اُنمیں اضافے ہوتے رہے۔ تخت نشینی کے بعد اُسکی زندگی کا بیشتر حصہ مشرق میں بسر ہوا تھا اسلئے اُسکی بابت جو قصے اور افسانے بعد میں زبان زد خاص و عام ہوئے اُن کا منبع مشرق ہی میں تھا، اور مغرب نے صرف اسپر اکتفا کیا کہ مشرقی تخیل کے اس پیداوار کو لے کر زیادہ قطع و برید کئے بغیر اُن سے محظوظ ہو۔ اس قسم کے ادبیات کی مثالی

[۳۱] شپیگل (۲، ۵۸۱) کہتا ہے کہ ایران کی فتح سے خود اُس ملک کو فائدہ پہنچا۔

باب ۲۷

کے طور پر وہ تاریخ پیش کی جاتی ہے جسے کالس تھنیس کے ساتھ منسوب کیا جاتا تھا اور جس کا یولیوس والے ریوس والا لاطینی ترجمہ اس وقت تک موجود ہے۔ اس افسانے کے مطابق سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں بلکہ ایک مصری بادشاہ نکتائے بوس کا فرزند ہے، جو ایک نجومی کا بھیس بدل کر مصر سے فرار ہوتا ہے اور پیلا آکر پناہ لیتا ہے۔ اپنی ابتدائی مہمات میں سکندر صرف تھبز پر ہی نہیں بلکہ ایتھنز پر بھی قبضہ کرتا ہے، اور وہاں سے اٹلی جا کر رومنوں کو بھی اپنا مطیع و منقاد کرتا ہے۔ اس کی ایشیائی جاں بازیوں کے سلسلے میں بعض عجیب و غریب قصے پرو دئے گئے ہیں، مثلاً بڑے بڑے چیونٹے اس کی سد راہ بنتے ہیں؛ وہ ستون ہلائے ہرقل جاتا ہے؛ وہ ایسے انسانوں سے دوچار ہوتا ہے جن کے چھ چھ ہاتھ پاؤں ہیں؛ ایسی مچھلیاں دیکھتا ہے جو ٹھنڈے پانی میں پکائی جاتی ہیں اور جن کے معدوں میں ایک چمکدار پتھر ہوتا ہے؛ وہ قنطوروں سے جنگ آزما ہوتا ہے؛ وہ انتی گونوس کے بھیس میں میروے کی ملکہ کندا کے سے ملتا ہے*؛ وغیرہ وغیرہ۔ اس فسانے کے بموجب سکندر کو زہر دیا جاتا ہے، لیکن موت سے پہلے اس کا وفادار گھوڑا بوکے فالوس آکر روتا ہے اور اس غلام کو جس نے زہر دیا تھا مار کر خود بھی مر جاتا ہے*۔

اسی قسم کے بہت سے افسانے جن کا منبع و مصدر مصر تھا بہت جلد دیار مشرق میں پھیل گئے۔ بعض کو نظم کا جامہ بھی پہنایا گیا، جن میں سے اہم ترین وہ افسانے ہیں جنھیں فردوسی نے اپنی مشہور و معروف نظم موسومہ شاہنامہ میں شامل کیا ہے۔ لیکن شاید چونکہ فردوسی خود ایرانی النسل تھا اس لئے اس نے سکندر کو بجائے مصری کے ایرانی

* میروے (حبش) کی ملکہ کندا کے دراصل پہلی صدی ق م میں تھی۔ [مترجم اردو]۔
* بوکے فالوس میدان دریائے جہلم ہی میں مر چکا تھا۔ [مترجم اردو]۔

باب ۱۲

بنایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ داراب شہنشاہ ایران فیلقوس رومی (یعنی یونانی) کی لڑکی سے شادی کرتا ہے، لیکن اس کے بعد ہی اُسے طلاق دیکر ایک دوسری عورت سے نکاح کرلیتا ہے۔ اُس کے دو بیٹے ہوتے ہیں، ایک تو سکندر "رومی" شاہزادی کے بطن سے اور دوسرا دارا دوسری بیوی کے بطن سے۔ ہمارے نزدیک ان افسانوں میں جو بات ملحوظ ہے وہ یہ ہے کہ مشرقی اقوام کسی غیر کے ہاتھ سے اپنے زیر ہونے کے قصّے سننا پسند نہیں کرتیں، چنانچہ مصری سکندر کو اپنا اور ایرانی اُسے اپنا ہم وطن بنا لیتے ہیں۔ بہرحال سکندر دارا کے مقابلے کے لئے جاتا ہے اور اُس کی اور اُس کے حلیف فور ہندی کی متحدہ افواج کو شکست دیتا ہے۔ اس کے بعد سکندر مکۂ معظمہ کا رخ کرتا ہے، نیطقون (انتی گونوس) کا بھیس بدل کر ملکۂ قیدافہ[+] سے ملتا ہے، اور دنیا کا چکر لگاتا ہے۔ فردوسی دراصل اُن مہمات کو جو فرضی کالس تھنیس نے بیان کی تھیں، چاروں سمتوں میں تقسیم کردیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سکندر شمال کی طرف حضرت خضرؑ کے ساتھ ظلمات کی طرف گیا لیکن راستے میں بھٹک جانے کی وجہ سے وہ سرچشمۂ آب حیات تک نہیں پہنچ سکا۔ اُس نے پانچ سو گز اونچی پیتل کی دیوار بنائی تاکہ یاجوج ماجوج کی دست بُرد سے بچ سکے جن کے سر گھوڑوں اور اونٹوں کے سے تھے اور جن کے کان اتنے بڑے تھے کہ ایک کو بچھا لیتے تھے اور دوسرے سے خیمے کا کام لیتے تھے۔ باوجود اس تن و توش کے وہ سکندر کو زیر نہیں کرسکتے۔ اس کی لاش کے لئے رومی (یورپ) اور ایرانی جھگڑا کرتے ہیں اس لئے کہ اپنی موت سے پہلے اُس نے ارسطاطالیس کے کہنے سے یہ حکم دیا تھا کہ ایران کے عمائد و کبار کو اُس کی سلطنت کا ایک ایک حصّہ دیدیا جائے۔

+ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مؤلف کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ قیدافہ کسی ملکہ کا نام نہ تھا بلکہ "بادشاہ اندلس" کا نام تھا (مترجم اردو)۔

باب ۲۷

فال گو یہ حکم دیتا ہے کہ اُس کی لاش اسکندریہ میں رہے۔ اسی قسم کے دوسرے قصّے عرب مصنّفوں کی تحریروں میں بھی ملتے ہیں، جن میں سے مسعودی والا قصّہ اس لئے دلچسپ ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ سکندر اور ایک قدیم افسانی سورما "ذوالقرنین" کو ایک دوسرے کا مترادف بتایا گیا ہے۔
ذوالقرنین" کا قصّہ قرآن مجید میں مرقوم ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے یاجوج و ماجوج سے اپنے مُلک کی حفاظت کرنے کی غرض سے دو پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار بنائی۔ لفظ "ذوالقرنین" کے معنیٰ دو سینگوں والے کے ہیں، اور ممکن ہے کہ یہ خطاب "فرزند عمون" کے لئے انسب ہو۔ لیکن بعض مصنّف اس میں شک کرتے ہیں کہ قرآنی "ذوالقرنین" سے مراد واقعی سکندر ہی ہوگا۔ اگر یہ دونوں ایک ہی شخص کے دو نام ہیں تو پھر وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسےٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کی طرح ایک پیغمبر ہوا۔ جب اسلام اپنے پیشرو مذاہب کو آسانی تسلیم کرتا ہے اور اُس نے بانیوں کو پیغمبر مانتا ہے تو پھر (مصنّف کتاب ہذا کے نزدیک) یہ ممکن تھا کہ وہ سکندر کو اُس یونانی قوم کا قائم مقام سمجھے جو اُسے اپنا بادشاہ، سورما بلکہ معبود مانتی تھی۔
عیسائی یورپ نے دوسرے افسانوں کی طرح سکندر کا افسانہ بھی ایشیا سے لیا اور اُسے مختلف مُلکوں کے رزمیہ کارناموں میں سب سے ہر دلعزیز جگہ ملی۔ اُسے مختلف فرانسیسی و جرمانی سانچوں میں ڈھالا گیا جن میں سے بہترین لامبریخت کا قصّہ ہے جو بارھویں صدی عیسوی میں مرتب ہوا تھا۔ اس نظم کا زورِ بیان، سلاست و لطافت نہایت درجہ لائق تحسین ہیں اور اُس میں سورما کی جاں بازیاں بالکل اودیسی کے سے پیرائے میں منظوم کی گئی ہیں۔ سکندر کے ایک خط کی نقل کی گئی ہے جس میں مرقوم ہے کہ کس طرح وہ جنت میں جانا چاہتا تھا اور کیسے وہ آخرکار اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ محض "تکبّر" کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا نہ سلطنت الٰہیہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اہل مغرب کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ انھیں کسی طرح سے

باب ۲۷

مشرقی عجائب و غرائب سے واقفیت حاصل ہو جائے، اور سکندری افسانوں سے یہ خواہش ایک حد تک پوری ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم ان نظموں سے واقعی تاریخ سکندری کی گویا ابتدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ سکندر چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ اکی لیس ثانی بن جائے چنانچہ اُسے کسی ہومر کی ضرورت تھی۔ یونانیوں نے اُس کے رتبے کو اکی لیس سے بھی بڑھا دیا اور وہ سمجھنے لگے کہ اکی لیس اور اگے میم نون دونوں گویا اس میں حلول کئے ہوئے ہیں اس لئے کہ اُس نے جو کچھ کیا وہ ٹروائے والے سورماؤں سے کہیں زیادہ تھا۔ باوجود اس کے یونانیوں نے تو اُس سے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا، لیکن اسلامی ایشیا اور عیسائی یورپ کی قوموں نے جو اُس کے زیر کردہ تمدن کی گویا جانشین تھیں، ایرانیوں اور سامانیوں کے اس فاتح کو ایک ہومر دے دیا اور اس طرح اُس کے مقصد کو اُس کی موت کے بعد پورا کر دیا۔ ہمارے اس موجودہ عہد انتقاد میں اُسکی شخصیت کے متعلق مورخوں کے مابین جو مباحث ہو رہے ہیں اُنسے اس عظیم الشان انسان کی قدر و منزلت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور یہی ایک ناچیز ہدیہ ہے جو ہم اُس کی نذر کر سکتے ہیں[۱۱۹]

---

[۱۱۹] سکندر کی بابت جو قصے مشہور رہے اُن کے لئے دیکھو سپیگل ۲، ۵۸۲۔ فرضی کالس تھنیس کی تصنیف کی ادارت ک۔ میولر نے (پیرس سنہ ۱۸۴۶ء) اور ا، تساخر A Zaoher "فرضی کالس تھنیس" (ہالے سنہ ۱۸۶۷ء) نے کی ہے۔ نیز دیکھو بج؛ سکندر اعظم کی زندگی اور اس کی جاں بازیاں E. A. W Budge The Life and exploits of Alexander the Great کیمبرج یونیورسٹی پریس سنہ ۱۸۹۶ء؛ اسمیں فاضل مصنف نے نہایت عمدگی سے بعض ایتھیوپی (حبشی) قلمی نسخوں جو نوادر خانۂ برطانیہ اور پیرس کے کتاب خانۂ قومی میں موجود ہیں، مرتب کیا ہے اور اُنھیں انگریزی ترجمے کے ساتھ چھاپ دیا ہے۔ (واضح ہو کہ اس کتاب کی

باب بست و ہشتم

سسلی و اٹلی

جس تابناکی و درخشانی کے ساتھ یونانی تہذیب و تمدن نے

(بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ طباعت و اشاعت لیڈی میوک کی مرہون منت ہے)۔ جناب مدیر کہتے ہیں کہ یہ تواریخ محض اُن عربی اصل کے تراجم ہی پر مشتمل نہیں ہیں جو محرروں کے پیش نظر تھے، بلکہ اُن سے عیسائی حبشیوں کا یہ خیال بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک نہایت طاقتور اور فاتح د ناصر بادشاہ کو کیسا ہونا چاہیئے۔ مقابلہ کرو پ۔ میئر: "زمانۂ وسطیٰ کے فرانسیسی ادبیات میں سکندر اعظم کا رتبہ" P. Meyer : Alexandre le Grand dans la litterature francaise du moyen age ۲ جلد، پیرس ۱۸۸۶ء۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ فرضی کالس تھنیس میں خود دیموس تھنیس سکندر کی موافقت میں ایک تقریر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیف مان اپنی "تاریخ ہند" Lefmann : Gesch. Indiens صفحۂ ۷۵۴ میں کہتا ہے کہ "ہندوستان میں اس مقدونوی فاتح کی یاد بالکل محو ہو گئی ہے اور یہاں اُس کی حکومت کا مطلق کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ دیکھو گروینوس: "تاریخ نظم المانی" Gervinus : Gesch. der Deutschen Dichtung جلد ۱، ص ۲۱۱-۲۳۱۔ گو یہ مصنف ہمیشہ عمومی خیالات کا راگ الاپتا ہے تاہم وہ سکندر کے متعلق مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے (صفحۂ ۲۱۳): "اس عجیب و غریب انسان کو حال ہی میں وہ رتبہ دیا گیا ہے جس کا وہ

مشرق میں نشو ونما حاصل کی تھی وہ مغرب میں نظر نہیں آتی، چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مستحق ہے، اور ابھی تک ایسا کوئی مورخ پیدا نہیں ہوا جو سکندر کے کارناموں اور تاریخ عالم کے مابین جو تناسب ہے اس کا صحیح اندازہ کر سکتا ہو۔ مشرق اور مغرب دونوں میں سکندر نے گویا ایک نئی دنیا کا انکشاف کیا، اور دونوں کے شعرا اور ادیبوں نے اس کی ولادت اور اس کی فتوحات کی عزت کا خود اپنے اپنے ملکوں کو مستحق گردانا ہے، دونوں نے انسانی عظمت کے جملہ عناصر کو اس کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کی ہے اور عیسائی وغیر عیسائی اقوام نے جنت کے دروازے اسکے لئے گویا کھول دئے ہیں۔ حضرت مسیح کی بعثت سے سیکڑوں برس پہلے سکندر نے عیسائیوں کے عقیدۂ مساوات بنی آدم کے واسطے گویا راستہ صاف کر دیا اور ان تعصبات کو مٹا دیا جو مدارج انسانی کے متعلق یونانیوں اور مقدونیوں کے دلوں میں جاگزیں تھے اور جن کے مطابق انسان کو یونانیوں اور بربریوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ہماری رائے میں اگر دیار مشرق میں یونانی تمدن نہ پھیل جاتا تو شائد عیسوی مذہب کی بنیاد اس قدر مضبوط ہونا ممکن نہ ہوتا۔ موجودہ جلد کے متن میں مجھے سکندر کے محض ذاتی کارناموں پر اکتفا کرنا پڑا ہے، اور گروٹیوس نے جو آخری بات اٹھائی ہے اس کے ونیز سکندر کی شہنشاہیت کے تاریک پہلو کے لئے چوتھی جلد کا انتظار کرنا پڑے گا۔

سکندر کی اپنے عہد کے لئے ایک نہایت ممتاز شخصیت تھی، اس لئے کہ اسکے زمانے میں بجو اس کا فیشن تھا درآنحالیکہ وہ عمل کا پتلا تھا؛ اس کا عہد شکنی لوگوں سے بھرا تھا اور اس میں عوام الناس کے تنگ ترین خیالات کو رام کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، لیکن جو اس میں عزم و استقلال بھرا ہوا تھا اور وہ بنی آدم کے اعلیٰ ترین جذبات پر انحصار کرتا تھا۔ اس کا بچوں کا سا اعتماد و اعتبار اور مردانہ وار توانائی، اس کی تیز طبیعت اور تیز تر جلت پھرت، اس کی مکمل ذہنی کیفیت اور علوم و فنون کی سرپرستی، اس کا فوجی زندگی سے عشق اور عظیم الشان انتظامی قابلیت،

باب ۲۱ اُسے سسلی میں طرح طرح کی دقتیں پیش آتی ہیں اور اٹلی سے اُسے ہٹ ہی جانا پڑتا ہے [1]

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ان سب صفات و عادات کے یک جا ہونے سے نہ صرف تاریخ یونان بلکہ تاریخ عالم میں اُس کا رتبہ نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ہمارے خیال میں وہ گویا تمام یونانی خصوصیات کا ایک شاعرانہ مجسمہ ہے۔ اس میں اکی لیس اور ایامنونداس دونوں کے خصائص پائے جاتے ہیں، اس لئے وہ یونانی زندگی کا ایک پورا قائم مقام ہے؛ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اُس میں فارقلیس کی سی سیاسی دور رسی حق پرستی وحسن پسندی بھی پائی جاتی ہے۔ قدرت نے اُسے الکبیادیس سے کہیں زیادہ اپنی قوت کا مظاہرہ بنایا؛ لیکن الکبیادیس کے برعکس سکندر کی زمین ثمر آور ثابت ہوئی اس لئے کہ سکندر کو جو تعلیم و تربیت ملی تھی اُس کے ذریعے سے وہ اپنی قابلیتوں سے بڑے بڑے کام نکالنے لگا اور اپنی قلیل زندگی میں اُس نے نقصان کم کیا اور فائدہ زیادہ پہنچایا۔ خود مومسن بھی Mommsen Roem. Gesch. (جلد ۵، صفحۂ ۴۴۶) کہتا ہے کہ سکندر کا عہد یونانی تہذیب و تمدن کی "معراج کمال" کا ایک نمایاں مظاہرہ تھا۔

[1] سسلی کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Holm Geschichte Siciliens in Alterthum ۲ جلد؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ" Meltzer Gesch. der Karthager ایک جلد، برلن ۱۸۷۹ء؛ کاوالاری وہولم سرقوسہ کی آثاری توصیف" Cavallari and Holm Topografia archaeologica de Siracusa پالرمو، ۱۸۸۳ء مع ایک کتاب نقشہ جات؛ جرمانی ترجمۂ لوپوس Lupus "بلدیۂ سرقوسہ بزمانۂ قدیمہ" Die Stadt Syrakus im Alterthom اشٹراس برگ ۱۸۸۷ء۔

اوّل الذکر دو کتابوں میں مخصوص تصانیف کا ذکر دیا ہوا ہے۔ پلوٹارک اور دیودوروس کے استناد کے مابین حکم لگانے کے وقت (مثلاً تمولیون کے حالات کے سلسلے میں) میں نے اوّل الذکر کو ترجیح دی ہے۔ کلاسین Klassen نے

ہم اس کتاب کے گیارھویں باب میں پڑھ چکے ہیں کہ سسلی سے جلاوطن ہو جانے کے بعد دیون کے بہت سے دوستوں نے افلاطون کے شاگرد سپیوسی پوس کے ذریعے سے اُس سے یہ استدعا کی کہ وہ آکر سرقوسہ کو آزاد کرائے جسے دیون نے منظور کرلیا۔ اُسے اجیر سپاہی مہیا کرنے میں کچھ زیادہ دقت اُٹھانی نہیں پڑی اس لئے کہ اُس زمانے میں ہر جگہ اُن کی افراط تھی، اور دیونی سیوس کے خزانے کی کشش ایسے لوگوں کے لئے بہت موثر ثابت ہوئی۔ بہرحال ۳۵۷ ق م میں وہ تین باربرداری کی کشتیوں اور دو تیس چپوؤں والے جہازوں میں آٹھ سو سپاہی اور بہت سا سامان رسد و اسلحہ لے کر زاکینتھوس کی طرف چلا۔ اوّل تو ہوا نے اُسے خلیج سیرتس اعظم پہنچا دیا، لیکن آخرکار اُس نے سسلی کے جنوبی ساحل پر قرطاجنی شہر ہنوا کے قریب لنگر ڈالا جس کا والی ایک یونانی تھا جو دیون کا دوست بھی تھا۔ اُس نے دیون کے اقدام کی مزاحمت سے احتراز ہی نہیں کیا بلکہ سرقوسہ کی طرف اُس نے جو پیش قدمی کی اُس میں ممد و معاون ہوا، اور چونکہ دیونی سیوس اُس وقت اٹلی میں تھا اس لئے اس موقع کو غنیمت جان کر جب دیون فوراً سرقوسہ کی طرف بڑھا تو والیٔ ہنوا نے اس کی اعانت کی۔ راستے میں اس کی فوج میں برابر اضافہ ہوتا گیا تاآنکہ اُس کی تعداد بیس ہزار تک ہوگئی۔ جب وہ سرقوسہ میں داخل ہوا تو ہر کس و ناکس نے اُسے خوش آمدید کہا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ حالات تمولیون کی بابت حن خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں وہ اس رائے کے موافق نہیں ہے، دیکھو سالیانہ N. Jahrbuch ۱۸۸۶ء و ۱۸۸۸ء۔ اس کی رائے میں دیودوروس کے بیان کو جس کی بنا تھیوپومپوس پر ہے، پلوٹارک پر ترجیح ہونی چاہئے اس لئے کہ آخر الذکر کا مآخذ تمائیوس تھا جو خود ایک مخصوص فریق کا پیرو تھا۔ لیکن کیا دیودوروس کا وہ قصہ جس میں وہ للی بائیوم کے مقام پر قرطاجیوں کے خوف زدہ ہونے کی کیفیت بیان کرتا ہے، اور جس کا ذکر متعاقب دیا ہوا ہے، تمائیوس سے نہیں اخذ کیا گیا؟

باب ۲۵

لیکن جزیرۂ اورتی گیہ اور اقلیمی ساحل کے بعض حصّوں پر برابر دیونی سیوس کے اجیر سپاہیوں ہی کا قبضہ رہا۔ دیونی سیوس نے چال چل کر دیون کے ساتھ اثنائے گفتگو میں اُس پر حملہ کر دیا لیکن اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اُس نے دوسری تدبیروں کے ذریعے سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا۔ دیون اُس کا قریب کا عزیز تھا، چنانچہ خود سر نے اپنی رعایا کو یہ باور کرایا کہ در اصل دیون آزادی وحرّیت کا دل سے خواہاں نہیں بلکہ خود سرانہ حکومت کا مؤید ہے اور خود حکمراں بننا چاہتا ہے، اور جب ایک سرقوسی مسمی ہرقلیدلیس چند جہاز اور اجیروں کی فوج لے کر دیونی سیوس کے خلاف جنگ آزما ہوا تو وہ چشم زدن میں دیون سے زیادہ ہردلعزیز بن گیا۔ الغرض ایک طرف تو دیونی سیوس کا اقتدار برابر قائم رہا اور دوسری جانب ہرقلیدلیس اور دیون کے مابین کشمکش شروع ہو گئی لیکن ۳۵۶ ق م میں ایک بحری معرکے میں دیونی سیوس کو شکست فاش ہوئی جس میں مشہور مورخ فلستوس جو اُس کا دوست تھا، کام آیا اور خود دیونی سیوس کو اپنی فوج اپنے ایک بیٹے کے تحت چھوڑ کر اٹلی بھاگ جانا پڑا۔ اب سرقوسیوں نے خیال کیا کہ وہ دیون کے بغیر ہی اپنا کام نکال سکتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اُسے معزول کر دیا اور خود اُسے بھی لیون تینی چلا جانا پڑا۔ لیکن اجیر سپاہیوں کے ایک افسر مسمی نیپ سوس نے، جو نیپلز سے آیا تھا، قلعے سے نکل کر شہر پر چھاپا مارا اور اُس میں وہ کامیاب ہوا۔ اب شہریوں کو یہ محسوس ہوا کہ دیون کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتے اسلئے انھوں نے اُسے واپس بلا لیا اور اُس نے آتے ہی حملہ آور سپاہیوں کو قلعے میں چلے جانے پر مجبور کیا۔ باوجود اسکے عوام الناس کی دانست میں یکسوئی پیدا نہیں ہوئی اور دیون کو اس وقت بھی کما حقہٗ ہردلعزیزی حاصل نہیں ہوئی جب دیونی سیوس کے بیٹے ایولوکراٹیس نے ۳۵۵ ق م میں قلعے کی کنجیاں اُس کے

حوالے کر دیں۔ اب دیون کو اپنے تدبر و فراست کو کام میں لانے کا موقع تھا؛ اُسے چاہیئے تھا کہ فوراً قلعہ مسمار کر کے عمومی دستور کا احیا کر دیتا، لیکن حکیم افلاطون کے چیلے ہونے کی وجہ سے وہ عمومیت کے منافع سے متاثر نہیں تھا اور اُس کی عین خواہش تھی کہ ایک مطلقی دستور کی بنیاد ڈالے۔ اس کے لئے اُسے کورنتھ کے چند صلاح کاروں کی آمد کا انتظار تھا۔ جب روز بروز ہرقلیدیس کی مخالفت بڑھتی گئی تو آخر کار اُس نے اُسے قتل کرا دیا اور اس طرح خود ایک خودسر کی حیثیت اختیار کر لی۔ اُس نے مقتول ہرقلیدیس کے جنازے میں جو تزک واحتشام دکھایا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خصلت میں ایک قسم کی کمزوری تھی جس کے ہوتے ہوئے وہ ہرگز اس عالی مرتبے کا مستحق نہیں سمجھا جا سکتا۔ اُس کا اعتبار واعتماد اجیر سپاہیوں پر روز بروز بڑھتا جاتا تھا، اور آخر کار انھیں میں سے ایک شخص مسمی کالی پوس جو ایتھنز کا باشندہ تھا اس کا سب سے زیادہ منظور نظر ہو گیا۔ کالی پوس کا قاعدہ تھا کہ وہ ہمیشہ دیون کے کان بھرتا رہتا تھا یہاں تک کہ بہت سے لوگ اُس کے مخالف ہو گئے اور اُنھوں نے اُسے جان سے مار ڈالا اور اس طرح اس ردّ عمل کا گویا خاتمہ ہو گیا جو دیونی سیوس کے خلاف ہوا تھا۔ یہ خاتمہ اس لئے اور بھی زیادہ لازمی تھا کہ جو شخص اُس کا بانی مبانی تھا وہ اُس طرز عمل کو بالکل غلط سمجھا تھا اور اُس کے اُصول بھی بالکل غلط تھے۔ اگر اُس کا مطلب یہ تھا کہ لوگ تبدیلی انتظامات میں دلچسپی لینے لگیں تو پھر انھیں سیاسی حقوق واختیارات ملنے چاہیئے تھے یعنی شہر میں عمومی اُصول کی ترویج کی جانی چاہیئے تھی؛ اس کے برعکس اگر دیون صرف یہ چاہتا تھا کہ شہریوں کو محض فلسفیانہ خیالات کی تعلیم دے کر انھیں خوش رکھے تو اس ضمن میں بھی اُس نے کچھ نہیں کیا۔ لیکن برسر اقتدار خودسر کے زوال کے درپے ہونا اور وہ بھی صرف اس لئے کہ خود اُس کا جانشین بن جائے، اور پھر تامل اور جھجھک کا مظاہرہ؛ یہ ایک ایسی حکمت عملی تھی کہ خود

باب ۲

سرقوسیوں کو بھی نوادر سے معلوم ہوتی تھی' جن کے اپنے تجربات نہایت درجہ عجیب وغریب تھے۔

چونکہ کالی پوس (۳۵۴ ق م میں) اپنے پیش رَو کے قتل کا مرتکب ہوا تھا اس لئے پہلے پہل اُس نے آزادی کا جامہ پہن کر حکومت کرنی شروع کی۔ لیکن بہت جلد وہ برہنہ شمشیر بن گیا اور آخرکار ۳۵۲ ق م میں اُسے ہپارنیوس نے' جو نوعمر دیونی سیوس کا سوتیلا بھائی اور دیون کا بھتیجا تھا' اُسے تخت سے اُتار دیا۔ سرقوسہ سے چل کر کالی پوس نے پہلے توکتانہ اور پھر ریگیوم پر قبضہ کیا لیکن ثانی الذکر مقام پر اُسے قتل کر دیا گیا۔ ۳۵۱ ق م میں ہپارنیوس کے انتقال پر اُس کا بھائی نیز ائیوس تخت نشین ہوا اور اُس نے ۳۴۶ ق م تک حکومت کی۔ اسی سال دیونی سیوس سرقوسہ واپس آگیا اور اُس نے شہر پار سر نو قبضہ کر لیا۔ ہپارنیوس' نیز ائیوس اور دیونی سیوس دوم سب کے سب اپنی ناقابلیت اور خرابی اخلاق کے اعتبار سے مساوی الرتبہ تھے۔ آخرالامر اپنی انتہائی مایوسی اور ناامیدی کے وقت سرقوسیوں نے لیون تینی کے خود سر ہکے تاس سے مدد چاہی جو اُن کے نزدیک دیونی سیوس کے برابر ناکارہ نہیں تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہکے تاس سرقوسہ کے لئے کچھ کرے' ایک نئے غنیم نے سسلی پر حملہ کر دیا۔ یہ قرطاجنی ماغون تھا' جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے سرقوسہ کو زیر کرے۔ چونکہ اُس کے ساتھ ہکے تاس بھی ہو گیا' اسلئے سرقوسیوں کو کوئی دوسرا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ اسپارٹا کا تو ذکر ہی کیا تھا' اُس نے تو جمہوریت پسند سرقوسہ کے معاملات میں کبھی زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی؛ لیکن کورنتھ ہمیشہ سرقوسیوں کی آزادی میں کوشاں رہا تھا' چنانچہ قدیم یونانی رواج کے مطابق سرقوسہ نے اپنی مادر وطن کورنتھ ہی کے سامنے دست استمداد پھیلایا۔

جنگ فوکس کے بعد کے امن واماں کے زمانے میں بھی

کورنتھ اس قدر طاقتور نہ تھا کہ وہ اپنی فوج سسلی روانہ کرسکتا، چنانچہ سرقوسہ کی استدعا پہنچنے پر اُس نے صرف ایک سپہ سالار بھیجنے پر اکتفا کیا، جس نے وہ کر دکھایا جو بڑی سی بڑی فوج مشکل ہی سے کرسکتی تھی۔ جب کورنتھیوں سے دریافت کیا گیا کہ کون ایسا ہے جو فوج کے ساتھ سرقوسہ جانے پر راضی ہے تو پینسٹھ برس کا ایک بڈھا اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ تمولیون تھا، جو بعض مخصوص حالات و واقعات کے باعث بیس سال پیشتر ہمدردی عامّہ کا مرکز بن چکا تھا۔ وہ خود اپنے بھائی یعنی کورنتھ کے خودسر تموفانتیس کے قتل میں شریک تھا، لیکن جب اُسکے ضمیر نے اُسے اس کریہ جرم کے ارتکاب کی بابت ملامت کی تو اُس نے یہ تہیّہ کرلیا کہ وہ اب ایماندار لوگوں کے دوش بدوش معاملات بلدی میں حصّہ لینے کے قابل نہیں رہا اور یہ سوچ کر وہ گوشہ نشین ہوگیا۔ اس وقت اُس نے سپہ سالاری کا عہدہ اس لئے قبول کیا کہ اگر وہ ایک دوسری خودسری کا امن و امان کے ساتھ خاتمہ کردے تو اُس کے دامن سے اُس کے پہلے جرم کا دھبّہ چھوٹ جائیگا۔

جب ہکے تاس نے تمولیون سے کہا کہ اُسے جلدی نہیں کرنی چاہیئے تو اس کی وجہ سے تمولیون کا جوش بجائے کم ہونے کے پہلے سے بھی بڑھ گیا اور یہ ظاہر ہوگیا کہ ہکے تاس دراصل اس کورنتھی سے ڈرتا ہے۔ اس وقت تک ہکے تاس نے میدان جنگ میں بہادری دکھائی تھی۔ جب ۳۴۴ء ق م میں تمولیون دس جہاز لے کر چلا ہے تو اس سے پہلے ہی وہ دیونی سیوس کو اورتی گیا اور قلعے کے اندر بھگا چکا تھا۔ تمولیون رھے گیوم ہی میں تھا کہ ہکے تاس اور قرطاجینوں نے یہ اعلان کردیا کہ وہ اُسے سسلی میں نہیں گھسنے دیں گے، لیکن تمولیون قرطاجنی سفیروں کو دھوکا دے کر جہاز میں بیٹھ گیا، اور سسلی پہنچنے پر اُسے توروــمےنیوم کے حکمران اندروماخوس نے خوش آمدید کہا۔ اسی اثنا میں قرطاجینوں نے بندرگاہ سرقوسہ پر قبضہ کرلیا جس کی وجہ سے

باب ۲۸

شہر کی حالت نازک تر ہو گئی، لیکن ہکے تاس کو تمولیون کے ہاتھوں ہدر انون کے مقام پر شکست ملنے کی وجہ سے صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو گئی یعنی ثانی الذکر کو جگہ جگہ حلیف مل گئے اور کتانہ و مامر کوس کے حکمرانوں نے اُس کے ساتھ عہد و پیمان کر لئے۔ آخر کار جب وہ سرقوسہ کی فصیل کے سامنے پہنچا تو دیونی سیوس نے یہ دیکھ کر کہ اب مدافعت کی کوئی شکل باقی نہیں، اُس کے ساتھ ایک عہد نامہ کر لیا جس کی رو سے دیونی سیوس کو تو کورنتھ میں اپنی عمر کے باقی ماندہ ایام گزارنے کی اجازت مل گئی اور سرقوسہ کا قلعہ مع جملہ اسباب و اسلحہ کے تمولیون کے قبضے میں آ گیا۔ اس واقعے کے بعد مدت تک دیونی سیوس کورنتھ میں عزت و وقار کے ساتھ رہا اور اُس نے اپنے عجیب و غریب افعال و کردار کی وجہ سے اپنی پرانی حرکتوں کو محو کرنے کی کوشش کی۔ وہ کبھی بھکاری، کبھی پجاری، کبھی مکتب کا مُلا بن جاتا اور اس قسم کے خوارق میں کوئی بھی اُس کا مدمقابل یا سدراہ نہ بنتا۔ کورنتھیوں نے اس "جلاوطن حکمراں" کو نہ صرف سڑکوں پر دربدر پھرنے کی اجازت دی، بلکہ جب فیلقوس شاہ مقدونیہ کورنتھ آیا تو وہ اُس کا جلیس بن گیا، اور اپنی لفاظی سے اُس نے یہ دکھا دیا کہ وہ کورنتھ کے دوسرے عجوبۂ روزگار یعنی دیوجانس کلبی کا ایک نہایت ہی عمدہ مثنیٰ ہے۔

لیکن تمولیون کو حسب دلخواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ کورنتھ سے جو کمک بھیجی گئی تھی اُسے تھوری والوں نے بردتیوں کے خلاف مدافعت کرنے کے لئے روک لیا، اور جب سرقوسہ کی ناکہ بندی ہکے تاس اور اُس کے قرطاجنی حلیف کر رہے تھے تو تمولیون ہکے تاس کے ہاتھوں ہدر انون کے مقام پر کام آنے سے بال بال بچ گیا جس وقت غنیم اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کتانہ سے تمولیون کو بیدخل کر دے اُس وقت کورنتھیوں نے اورتی گیہ سے نکل کر اخرادینا پر قبضہ کر لیا۔

اب کورنتھ سے کمک بھی پہنچ گئی تھی جس کی وجہ سے تمولیون اس قابل ہو گیا کہ اپنے دونوں دشمنوں یعنی ہکیے تاس اور ماعون کا مقابلہ کرے۔ (۳۴۳ ق م) عجیب بات یہ ہے کہ عین اس موقع پر ماعون غالباً قرطاجنہ کی اندرونی مشکلات کے باعث میدان سے ہٹ گیا جس کی وجہ سے ہکیے تاس کی حالت نازک ہو گئی، اور گو اب بھی وہ سرقوسہ کے پانچ میں سے تین محلّوں پر قابض تھا تاہم تمولیون نے ایک چال چل کر اُسے اُن سے بھی بیدخل کر دیا۔

اب سب سے پہلے تمولیون سرقوسہ کو ایک آزاد خود مختار ریاست بنانے کی کوشش میں لگ گیا۔ یہاں کا قلعہ مسمار کر دیا گیا اور اُس کے موقع پر عدالتوں کا ایوان تعمیر کر دیا گیا۔ چونکہ سرقوسہ اور سسلی کے دوسرے یونانی شہر تقریباً خالی ہو گئے تھے اس لئے تمولیون نے جلاوطن صقالیوں کو اپنے اپنے شہروں کو واپس بلانے کا انتظام کیا۔ تمولیون کے ان حانگی امور کی تنظیم میں مہیب جنگوں اور فتنہ پردازیوں کی وجہ سے بہت کچھ رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ اوّل تو اُسے جزیرے کے مشرقی حصّے کے خودسروں کو نیچا دکھانا پڑا، اس کے بعد قرطاجنیوں کے خلاف فوج کشی کرنی پڑی جنھوں نے (دیودوروس کے سنوی تسلسل کے مطابق) ۳۳۹ ق م میں ایک بڑا لشکر سسلی کی طرف روانہ کیا تھا۔ چونکہ وہ اُن کے خلاف بہت سے سرقوسیوں کو روانہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے اُس نے اُن کی بجائے اجیر سپاہی بھیجے، جن میں سے بعض نے راستے میں غدر کر دیا۔ بہر حال اُس کے اور قرطاجیوں کے مابین دریائے کریمیسوس کے کنارے پر لڑائی ہوئی جس میں موخر الذکر کو زک اُٹھانی پڑی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فتح کا دارومدار خود تمولیون پر تھا اس لئے کہ اُس نے اپنے بھاری ہتھیار والی سپاہ قرطاجنیوں کے خلاف ڈال دی جن کی تعداد نسبتہً بڑی تھی اور جو ہر طرح کے سازوسامان سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ عین اُس وقت جب لڑائی کا میدان

باب ۱۳
گرم تھا، خدا کی طرف سے کڑک اور چمک کا طوفان آگیا جس کے باعث ایک طرف تو غنیم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور دوسری جانب زمین پھسلوان ہو جانے کی وجہ سے بھاری ہتھیار والی سپاہ کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ قرطاجنیوں کے پاس لڑائی کے رتھ بھی تھے، لیکن اُن سے تمولیون کے یونانیوں کو اتنا ہی کم نقصان پہنچا جتنا چند سال بعد ایرانی رتھوں سے سکندر مقدونوی کی فوج کو۔ [۵۲] تمولیون کے ہاتھ بیشمار مال غنیمت لگا۔ چونکہ تمولیون کو جزیرے کے مشرقی حصے کی طرف واپس آنا تھا جہاں اب بھی ہکے تاس برابر اڑا ہوا تھا اور جہاں مامرکوس نے بھی اُس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا، اس لئے اُس کی فوج نے شکست خوردہ غنیم کا دور تک تعاقب نہیں کیا۔ اُدھر قرطاجنہ نے سسلی کو مزید کمک روانہ کی، جس نے تمولیون کے بعض اجیر سپاہیوں کو

---

[۵۲] جنگ دریائے کری می سوس اور سکندر کی مہمات میں یہ بات مشترک ہے کہ تمولیون نے دشمن کے مرکز پر حملہ کر کے اُسے شکست دی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ قرطاجنی ہوپ لیت ایرانیوں سے بہتر سپاہی تھے۔ یہ امر تمولیون کے لئے باعث تعریف ہے کہ جس قوم نے رومنوں کو بار بار شکست دی اُنھیں اُس نے مغلوب کر دیا تھا، اور مورخوں کو اس پر اتفاق کرنا پڑے گا کہ تمولیون کو فن حرب میں کمال حاصل تھا۔ اُس کے اور سکندر کے فوجی حرکات میں یہ فرق تھا کہ تمولیون نے اپنے سوارے پر حصر نہیں کیا، اور چونکہ اُس کے سواروں کی تعداد زیادہ نہ تھی اس لئے وہ شکست خوردہ قرطاجنیوں کا اتنی شدت سے تعاقب نہیں کر سکے جیسے سکندر نے ایرانیوں کا کیا۔ قصہ مشہور ہے کہ جب شکست خوردہ فوج للی بیوم پہنچی تو وہ معبودوں کے غیظ و غضب سے اس قدر خوف زدہ تھی کہ اُس نے سمندر کے راستے فرار ہونا مناسب نہیں سمجھا (دیودوروس ۱۶، ۸۱)، اور اگر ہم تائیوس کے مبالغہ آمیز الفاظ کا سیدھی سادی عبارت میں ترجمہ کریں تو اُس کے یہ معنی ہوں گے کہ چونکہ اُنھیں کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا اس لئے اُن کو افریقہ بھاگ جانے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔

باب ۲۱

شکست بھی دی، لیکن یونانیوں نے اس شکست کو بھی معبودوں کی خوشنودی کی ایک نشانی تصور کیا، اس لئے کہ یہ مغلوب اجیر فوکس کے رہنے والے تھے، اور انھوں نے خیال کیا کہ تمولیون کو یونانی عبادت گاہوں کے اُن لٹیروں سے چھٹکارا مل جانا فی نفسہ اس بات کا ثبوت ہے کہ دیوتا اُس سے ناخوش نہیں۔ الغرض وہ سسلی والوں کی نگاہ میں گویا اسی طرح ایک مقدس ہستی بن گیا جیسے خود ہمارے زمانے میں گاری بالڈی۔ تمولیون نے قرطاجنہ والوں کے ساتھ ایسی شرائط سے صلح کر لی جو اُس کے لئے ناموافق نہ تھے، یعنی آئندہ کے لئے دونوں قوموں کے مابین دریائے ہالی کوس (پلاتانی) سرحد قرار پایا۔ اس سے فراغ پاکر یہ خود دُسروں کی طرف بڑھا، انھیں شکست دی اور مامرکوس کو ملک عدم پہنچایا۔

اب تمولیون نے اپنی توجہ نہ صرف سرقوسہ بلکہ جملہ بلدیات جزیرہ کے اندرونی معاملات کی طرف منعطف کی۔ اُس نے قدیم اور مشہور و معروف شہروں مثلاً کا مارینہ، گیلا، اکراگاس کے باشندوں کی تعداد میں اٹلی اور خاص یونان کے یونانیوں کو لا آباد کرکے اضافہ کیا۔ اُس زمانے میں دُنیائے یونان میں بڑی بےچینی پھیلی ہوئی تھی؛ لوگ مشرق سے مغرب کی طرف اور مغرب سے مشرق کی طرف جا رہے تھے، مختلف مملکتوں کی فوجوں میں بطور تنخواہ دار سپاہیوں کے بھرتی ہو رہے تھے اور جدید نوآبادیوں اور نئی سلطنتوں میں جاکر آباد ہو رہے تھے۔ لیون تینی والوں کو سرقوسہ جانا پڑا۔ اور سسلی والوں کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل ہونا ایسی روزمرہ کی بات ہوگئی تھی کہ بعض بعض مواقع پر بڑے بڑے عموسیوں کو بھی اس اصول پر عمل کرنا پڑتا تھا۔[۳۵]

---

[۳۵] اس قسم کے قومی ترک وطن کی سب سے پہلی مثال "دس ہزار" کی ہے جن سے اجیر سپاہیوں کے ادارے کی بھی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کے بعد ایران و فوکس کے

باب ۲۸

بہرحال تمولیون نے اپنی باقی ماندہ زندگی سرقوسہ میں بسر کی۔ یہاں اُس کی بڑی عزت کی جاتی تھی اور اُسے صقالیوں اور خصوصیت کے ساتھ سرقوسیوں کا حکم سمجھا جاتا تھا۔ اُس کا انتقال ۳۳۶ء ق م میں ہوا۔ مختلف شہروں کی آبادی اور یونانی عنصر کے تحفّظ کے مسئلوں میں اُس کے طرزِ عمل کو ایک گونہ استقلال نصیب ہوا تھا، لیکن اس کے برعکس اُس نے جس آزادی کا بیج بویا تھا اُسے بہت ہی جلد اگاتھوکلیس نے نابود کردیا۔ ہمارے نزدیک تمولیون اس قابل ہے کہ اُسے سکندر وا پامنونداس کا ہم پلہ قرار دیا جائے۔ اپامنونداس کی طرح اُسے جذبۂ حریت وخرق منکسر المزاجی سے، اور سکندر کی طرح یونانیت سے گویا عشق تھا، اور وہ اپنی کامیابی کا راز معبودوں کی مہربانی (اوتوماتیہ) کو تصوّر کرتا تھا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تنخواہ دار فوجوں کا حال پڑھنے میں آتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تھریس اور بعض جزائر مثلاً ساموس سے لوگ دوسرے مقامات میں جاکر آباد ہوئے۔ ۳۴۰ء ۳۳۸ ق م میں یونانی جوق جوق سسلی میں اور ۳۳۴ء ق م میں ایشیا میں داخل ہوتے ہیں؛ اس کے بعد وہ جو ایرانیوں کے دوش بدوش سکندر سے لڑے ہیں وہ یونان واپس آتے ہیں اور اس تنئے نارودم یا کریٹ میں آکر مل جاتے ہیں۔ ۳۲۲ء ق م میں ساموسی اپنے وطن واپس آتے ہیں۔ یونانی اپنی تاریخ کی ابتدا میں بھی خانہ بدوش تھے اور ہمیشہ خانہ بدوش ہی رہے۔ پہلے تو قومی ترک وطن، پھر نوآبادیوں کا قیام، پھر اُن تنخواہ دار سپاہیوں کی جاں بازیاں؛ یہ سب اس قوم کے خصائص میں سے ایک کا دلچسپ مظاہرہ ہیں۔ جب اُنھوں نے اجیر سپاہیوں کا پیشہ اختیار کیا تو عام طور پر اُنھوں نے دیانت داری اور وفاشعاری کے اصول پر عمل کیا جس کے ثبوت میں "دس ہزار" کا طرزِ عمل اور ان اجیر سپاہیوں کا فعل جو داریوش کے ساتھ فرار ہوئے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ فوکس میں بھی عام سپاہیوں کا کردار اچھا تھا اور اُن سے کسی قسم کی زیادتی منسوب نہیں کی جاتی۔

باب ۲۸

جنگی معاملات میں بھی وہ ان دونوں کی طرح یکتائے روزگار تھا۔ چوتھی صدی ق م کا زمانہ دُنیا کی دلچسپ ہستیوں کی فراوانی میں ممتاز ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اُس عہد کے مسائل میں ایک طرح کی اختصاصی کیفیت پیدا ہوگئی تھی اور اُن کے سلجھاؤ کے لئے پہلے کی بہ نسبت کہیں زیادہ ضرور مختلف النوع قوائے ذہنیہ کے کام میں لانے کی ہوگئی تھی[۱]۔ اس عہد میں اپامنونداس

[۱] چوتھی صدی ق م کی ممتاز شخصیتوں کو تین شقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) وہ جو خود اپنے مخصوص دائروں میں ممتاز تھے؛ (۲) وہ جن کی عظمت میں کلام نہیں، لیکن جن میں کوئی نہ کوئی بڑا نقص ضرور پایا جاتا تھا؛ (۳) نسبتہً معمولی رتبے کے لوگ۔ میری رائے میں پہلی شق میں مفصلۂ ذیل رکھے جا سکتے ہیں:۔ اپامنونداس جس کی بصیرت صاف اور تدبیر جنگ یکتا تھی (اور جس کا گویا تتمہ پیلوپداس تھا)؛ تمولیون، ایثار کرنے والا اور قابل سپہ سالار؛ سکندر، جس کے میلانات مطمحیت لئے ہوئے تھے جو اپنی غلطیوں کا علی الاعلان کفّارہ دینا پسند کرتا تھا، جس نے فن حرب میں سب کو نیچا دکھایا تھا، اور تدبیر میں جس کا کوئی ثانی نہیں تھا؛ حکیم افلاطون جو اوّل درجے کا مفکر اور مصنّف تھا؛ زینوفون، جو حق پسند تھا اور جس کے کردار میں حوصلے کا نام نہ تھا؛ اگے سی لاؤس، جو اسپارٹیوں کے لئے گویا ایک نمونہ تھا؛ ایسقراطیس جو قدیم عہد کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سیاست داں تھا۔ دوسری شق میں: فیلقوس، جو بڑا آدمی ضرور تھا لیکن کبھی کبھی ذاتی تعلّقات میں اُس سے بربریت کا اظہار ہو جاتا تھا؛ دیموس تھینیس جو فن خطابت اور ایتھنز کے عشق میں یکتا تھا لیکن اوّل درجے کا سوفسطائی اور جھگڑالو تھا، اور جیسا وائل (خطبات" Weil: Harangues صفحہ ۱۷) کہتا ہے کہ "معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی روح نے خوش وخرم ہونے کی قابلیت کو خیرباد کہہ دیا ہے" اور یہ وہ جذبہ ہے جس کے بغیر کوئی شخص حقیقی معنیٰ میں بڑا آدمی نہیں بن سکتا؛ فوکیون جس میں کافی تدبّر نہ تھا؛ دیون جو ایک کم زور مطمحی تھا؛ دیونی سیوس اوّل جو ایک بڑا حکمران ہوا لیکن اچھا آدمی نہ تھا۔ تیسری شق میں میری دانست میں مفصلۂ ذیل شامل تھے:۔ اگسی حبس اور جملہ ایتھنزی مدبّر

باب ۲۱ (جو قدیم یونانی مملکتوں کا گویا قائم مقام تھا) اور سکندر کے بعد (جس کے تابان و درخشاں کارناموں کا ذکر ہم پڑھ چکے ہیں) تو لیون ہی عظیم ترین شخصیت شمار کئے جانے کے قابل ہے اور ہر آئین مغربی یونان کا سورما کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

ہم باب ۱۱ میں دیکھ چکے ہیں کہ عہد دیونی سیوس اکبر کے اختتام پر دیونی سیوس اور اُس کے زیر دست لوکری اٹلی کے مغربی گوشے کے جنوب ترین حصے پر حکمراں تھے جسے زمانۂ حال میں کالابریہ کہتے ہیں، اور اُس کا شمالی حصہ لوکانیوں کے ماتحت تھا جو کروتون کے شمال میں اُس ضلع میں رہتے تھے جسے فلوک تے تیس کا مسکن سمجھا جاتا تھا۔ خلیج تارنتوم پر تھوریؔ میتاپونتوم اب بھی یونانی ہی تھے اور ہر قلیہ تارنتوم کے ماتحت تھا۔ ہم اس سے واقف نہیں کہ تارنتوم کا علاقہ کہاں تک پھیلا ہوا تھا اور کون کونسی مسایہ اقوام اُس کی مطیع تھیں۔ بحیرۂ ترصینیہ میں پوسئیدونیہ اور شاید لاؤس پر بھی لوکانی اثر غالب ہو گیا تھا اور اس طرح لوکانیوں کا حکم ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک چلتا تھا۔ آخر میں کمپانیہ کا شہر نیپلز برابر آزاد تھا۔

دیونی سیوس اصغر نے اٹلی میں اپنی حکومت کی اُسی طرح امن و اماں سے ابتدا کی تھی جیسے بڑے بڑے جنگجوؤں اور سورماؤں کے بیٹوں کا قاعدہ ہوتا ہے، مثلاً اُس نے رھے گیوم کو اپنے قدیم مرتبے تک پہنچایا، قرطاجنیوں سے امن و اماں کا برتاؤ کیا، اپولیہ میں دو شہر آباد کئے، اور لوکانیوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا گو اس میں اُس نے زیادہ جلت پھرت نہیں دکھائی۔ جب دیون نے اُس پر حملہ کیا ہے تو وہ سال بحیرۂ ایونیہ کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گذشتہ اور سپہ سالار جن میں سے شاید ممتاز ترین الیفکراتیس و تیمودیوس تھے، کونون کی بابت ہمیں بہت کم معلومات ہیں، اور یہی کیفیت یاسون یا سوفیرائے کی ہے۔

شہر کاڈلونیہ میں تھا۔ لیکن سرقوسہ سے خارج ہونے کے بعد اُس کی طبیعت میں ایک فطری کمینہ پن کی لہر دوڑ گئی، اور اُس نے لوکری والوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ اُس کے تارنتوم سے بہت اچھے تعلقات تھے، چنانچہ اُس نے اُنھیں ایک بہت بڑا شمع دان نذر کیا جس میں اُتنے ہی چراغ تھے جتنے ایک سال میں دن ہوتے ہیں اور ارخی تاس کی استدعا پر اُس نے افلاطون کو رہائی دے دی، جو نہ صرف فلسفیانہ اعتبار سے فیثاغورس کا پیرو تھا بلکہ اُس نے سپہ سالاری میں بھی کمال حاصل کیا تھا اور تارنتوم پر کچھ مدت کے لئے حکومت بھی کی تھی۔ اُس کی موت کے بعد تارنتوم والوں کو لڑائیوں اور جنگوں میں زکیں پہنچنے لگیں۔ وہ ابھی سے عیش وعشرت اور نسائیت میں محو ہو جانے کی وجہ سے بدنام ہو چکے تھے اور جب قسمت نے اُن کے صلاح کار، فلسفی اور مدبّر کو اُن کے ہاتھوں سے چھین لیا تو اُنھوں نے اپنی باگ گویا کاہلی اور سستی کے عفریت کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ بجائے اپنی قوت کے اپنی دولت و ثروت پر اعتماد کرنے لگے اور خیال کرنے لگے کہ روپے کی وجہ سے ہر چیز پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ تقریباً اولمپیاد ۱۰۸، ۳ (۲۴۶ سنہ ق م) میں اُنھوں نے اپنی مادر وطن یعنی اسپارٹا سے ایک سپہ سالار بھیجنے کیلئے اُسی طرح درخواست کی جیسے سرقوسیوں نے کورنتھ سے کی تھی، اور اس کے جواب میں اسپارٹیوں نے اپنے بادشاہ ارخی داموس کو اُسی طرح اجیر سپاہیوں کی ہمراہی میں بھیج دیا جیسے اس سے پہلے تمولیون کو بھیجا گیا تھا۔ لیکن ان دونوں سپہ سالاروں کے مابین بہت بڑا فرق تھا، اور دوسری طرف سرقوسیوں کی بہ نسبت تارنتیوں میں کہیں زیادہ نسائیت تھی۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تارنتوم کی حالت ایسی نازک نہیں تھی جیسے سرقوسہ کی۔ چنانچہ تارنتوم نے اس سپہ سالار کو اُتنے جوش کے ساتھ خوش آمدید نہیں کہا۔ ارخی داموس میساپیون کے خلاف لڑا اور جنگ ماندیریوم میں شائد اسی روز کام آیا جس دن فیلقوس نے

باب ۱۲

اپنے دشمنوں کو میدان خئیرونیہ میں شکست دی ہے (۳۳۸ ق م)۔ فاتحوں نے بادشاہ کی لاش کو تارنتوم والوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا؛ اس کے جواب میں تارنتوم نے اولمپیا میں اُس کے نام کا ایک مجسمہ نصب کرایا۔ اجیر سپاہیوں میں بہت سے فوکسی بھی شامل تھے، اور انھیں میں سے ایک فالائے کوس بھی تھا جو مال غنیمت کی تاک میں اٹلی آیا تھا لیکن جب اُسے یہاں ناکامی کا مُنھ دیکھنا پڑا تو وہ جاں بازوں کے اُس میدان کشمکش یعنی کریٹ گیا جہاں وہ اپنے بہت سے ہم خیال لوگوں کی طرح کام آیا۔[۵]

اسی زمانے میں نشیبی اٹلی کے یونانیوں کو ایک دوسرے دشمن یعنی بریتیون یا بروتیون کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس قوم کا ذکر قطعی طور پر سب سے پہلی مرتبہ اولمپیاد ۱۰۶ (۳۵۶ ق م) میں پڑھنے میں آتا ہے، اور انکی بابت قدما کا خیال ہے کہ ان کی نسل ملک کے اصلی باشندوں اور غیر ملکی غلاموں کے میل سے چلی تھی؛ لیکن بعض کے خیال میں وہ در اصل لوکانی النسل تھے۔ بہر نہج ہم اس امر سے واقف ہیں کہ نہ صرف یونانیوں

---

۵ تارنتوم کے لئے دیکھو لورنتز: "معاملات تارنتوم قدیم" Lorentz : Vet. Tar res gestae جلد ۱۔ ایونز کا مضمون موسوم "سواران تارنتوم" Evans : Hoisemen of Tarea tum ' جریدۂ مسکوکیات'، ۱۸۸۹ء جلد ۱ و ۲، جس سے متعاقب استفادہ حاصل کریں گے، تاریخ تارنتوم کے لئے ایک قابل قدر ذخیرۂ معلومات ہے۔ فالائے کوس کے لئے دیکھو لورنتز، ۱، ۱، ۲۳۔ تھبرون کریٹ سے مصر جاتا ہے۔ تئے نارم کریٹ اور مصر کی وجہ سے بحیرۂ روم بھر کے بحری قزاقوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

ارخی داموس، دیودورس ۱۶، ۶۲، ۶۳، ۸۸؛ پہلے تو اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ارخی داموس ۳۴۶ق م میں مرا ہوگا، لیکن پھر وہ اُس کی موت کی تاریخ ۳۳۸ق م بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس کی وفات ماندونیوم میں ہوئی در انحالیکہ لیوی ۸، ۲۷، ۱۵ کے مطابق اُسے ماندیریوم پڑھنا چاہیئے۔

باب ۲۸

کے خلاف بلکہ لوکانیوں کی مخالفت میں بھی انھوں نے اپنا علم بغاوت بلند کیا۔ انھوں نے تریینہ کو تاراج کیا، ہیپونیوم پر قبضہ کر لیا، اور ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح کورنتھیوں کی ایک جماعت نے جو سسلی جا رہی تھی، اُن کے مقابلے میں تھوریوں کی مدد کی تھی۔ بروتیوں کے صفحۂ تاریخ پر نمودار ہونے کی تاریخ و مقام سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا نام محض دیونی سیوس کی سلطنت کے زوال کے باعث ہی پیدا کر سکے۔ اُس کی حکومت کو ۳۵۶ ق م میں ضرب لگی ہے اور اس کے صرف ایک سال بعد یعنی ۳۵۶ ق م میں ہم بروتیوں کے نام سنتے ہیں اور نشیبی اٹلی میں وہ اُس کے گویا جانشین بن جاتے ہیں۔ الغرض جوں ہی اس خود سر کو زوال ہوتا ہے جس نے اس حصے کی یونانی آزادی کا گویا خاتمہ کر دیا تھا، کہ اس عنصر کو عروج ہوتا ہے، جس کی وجہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید مُلک کے اصلی باشندے یہی ہوں گے۔ وہ لوکری کو فتح کرنا چاہتے تھے، لیکن اس میں وہ ناکام ہوئے، گو انھوں نے شاید کاؤلونیہ کو مسخر کر لیا۔ اُن کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں یونانی تہذیب و تمدن کا اثر سرایت کئے ہوئے تھا اور چونکہ وہ دیونی سیوس کی رعایا رہ چکے تھے اس لئے یہ بالکل قرین قیاس بھی ہے۔[۱]

---

[۱] بروتیوں کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی" ۲، ۲۰۰ و ۴۶۶؛ نیسن: توصیف اطالیہ Niessen : Ital. Landeskunde ۱، ۵۲۲، ۵۳۵۔ نیسن صفحہ ۱۵۶ پر یہ کہتا ہے کہ اس قوم کا ذکر سب سے پہلے ۳۵۶ ق م میں سننے میں آتا ہے اور یہاں اُس کا ماخذ دیودوروس ۱۲، ۲۲ ہے۔ لیکن دیودوروس کے ۴۴۵ ق م والے فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴۴۵ ق م کے بعد تک انھوں نے دریائے ترائس والا سیبارس تاراج نہیں کیا، اور اس واقعے کی قطعی تاریخ کا تعین نہیں کیا گیا۔ ترائس کا موجودہ نام تریونتو ہے جو روسانو کے قریب ایک ندی ہے۔

باب ۱۷

چونکہ بروتی قوم کے مساکن اور تارنتوم میں بہت بُعد تھا اس لئے وہ اس شہر کو دھمکی نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے برعکس مسا پی اور لوکانی قوموں سے اُسے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا، چنانچہ تارنتیوں نے ارخی داموس کی موت سے تھوڑے ہی دن بعد ایک دوسری نواح سے مدد حاصل کرلی۔ یونان کے شمال میں جو قومیں آباد تھیں وہ اُسی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ منیرٹ Mannert نے بھی اپنی کتاب ("اطالیہ" Italia میں اس قوم کی بابت بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں۔ اس واقعے پر اس وقت تک کافی زور نہیں دیا گیا ہے کہ بریتیوں کے سیاسی وجود اور سیاسی قوت کی بنیاد دیونی سیوسی خودسری کے زوال پر تھی، اور وہ جنوب ومغربی اٹلی کے یونانی عنصر کی کمر توڑکر گویا براہ راست وبالواسطہ ایسے عناصر کے ابھرنے میں ممد ومعاون ہوا تھا، اور اُس کے زوال کے بعد اس حصۂ جزیرہ نما میں صرف ایک قوت ایسی رہ گئی جو اُس کی جانشینی کرسکے۔ یہ قوت وسیی بریتیوں کی تھی۔ لیکن یہ مدت مدید تک یونانی تہذیب وتمدن سے متاثر ہوتے رہے تھے اور اُن کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں یونانی روح گویا سرایت کئے ہوئے تھی۔ یہاں اُن کے اور لوکانیوں کے مابین جو فرق ہے وہ صاف عیاں ہوجاتا ہے اس لئے کہ ثانی الذکر نے یونانیوں کے سامنے کبھی پورے طور سے سرتسلیم خم نہیں کیا، چنانچہ لوکانیوں کے سکوں میں یونانیت کا اثر نسبتہً کم ہے۔ اسی طرح لوکانیوں نے اپنی آزادی خود حاصل کرلی در انحالیکہ بریتیوں کو اُس وقت آزادی حاصل ہوئی جب اُن کے حکمرانوں کے بُرے دن آئے ورنہ شاید وہ برابر ماتحت قوم بنے رہتے۔ ان اسباب کی وجہ سے مجھے ہیڈ Head ("تاریخ مسکوکیات" H N. ") کے اس خیال سے ذرا اختلاف ہے۔ بریتی قوم اپنی آزادی کی وجہ سے متمدن ہوئی، اور میں نے جو رائے ظاہر کی ہے اُس سے اُس تمدن کا سبب واضح تر ہوجاتا ہے۔ بریتی قوم تیریتہ، ہپونیوم اور تھوری پر ۳۵۶ ق م میں قبضہ کرلیتی ہے (دیودورس ۱۶، ۱۵) اور استرابو ۶، ۲۵۵ کے مطابق ایک ایسے سال میں جس کا تعین ابھی نہیں کیا گیا، تیمیسہ بھی لے لیتی ہے۔

زمانے میں ذی اقتدار بنتی جاتی تھیں، چنانچہ مولوسیوں کے بادشاہ سکندر نے جو اولمپیاس کا بھائی تھا، اب اٹلی کا رخ کیا تاکہ جیسے دیارِ مشرق میں اُس کا بھائی اپنے لئے ایک سلطنت پیدا کر رہا تھا اسی طرح وہ دیارِ مغرب میں اپنا حلقۂ اختیار وسیع کرے۔ یہ تہیہ کر کے وہ ۳۳۴ق م میں پندرہ جنگی جہاز اور بے شمار بار برداری کی کشتیاں لے کر اٹلی آیا۔ پہلے تو وہ مساپیوں سے جنگ آزما ہوا، لیکن پھر اُس نے اُن کے ساتھ مخالفہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ بروتیوں اور لوکانیوں سے لڑا اور اُن کے بہت سے شہر فتح کر لئے جن میں سے کون سن تیہ (کوسنزا) اور کوہ گارگانوس کے قریب سپونتیوم بھی تھے۔ اُس نے تارنتوم کی بھی مخالفت کی، جس کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ نشیبی اطالویوں کے بعض میلوں کو، جو اس وقت تک ہرقلیہ میں منعقد ہوتے تھے، تھوریئی منتقل کرنا چاہتا تھا۔ تارنتیوں کا اثر ہرقلیہ پر بہت تھا، لیکن اُس کے جنوب میں جو شہر تھے وہ اس قدر زیادہ متاثر نہیں تھے۔ اس کے کچھ ہی زمانے کے بعد کون سن تیہ کے قریب سکندر اُن جلاوطنوں کے ہاتھوں دریائے اخیرون کو عبور کرتا ہوا مارا گیا جو اُس کی فوج میں شامل تھے اور ۳۳۰ق م میں اُس کی لاش ایپائروس لائی گئی۔ اُس کی موت کے بعد لوکانی اور بروتی دونوں برابر تارنتوم اور نشیبی اٹلی کے یونانیوں کو دق کرتے رہے[۵۹]۔

---

[۵۹] مولوسی سکندر اٹلی میں، Just ۱۲، ۲؛ مقابلہ کرو ڈرواۓ سن، ۱، ۱، ۱۶۰۔ لیوی نے اُس کی موت کا ذکر لکھا ہے ۸، ۲۴، لیکن یہ پارہ نہایت ہی ناقص ہے اور اس کا مطلب لینورماں Lenormant نے غلط سمجھا ہے، تاریخ یونانی ۱، ۴۴۴ وغیرہ لینورماں کے توصیفی نتائج، جنھیں دوسرے مؤرخوں نے تسلیم کر لیا ہے، میری دانست میں غلط ہیں اور اس کا استناج اس لئے درست نہیں کہ اُس نے اسناد کو ٹھیک سمجھا ہی نہیں۔

سکندر نے تنظیم کی جو کوششیں کیں اُن کے لئے دیکھو استرابو ۶، ۲۸۰، لیکن اگر

باب ۲۱

تقریباً اُسی زمانے میں یونانی تمدن کو رومنوں کے ہاتھ کمپانیہ میں ایک اور زک پہنچی، اور یہ تاریخ روما میں پہلا موقع ہے کہ رومنوں نے یونانیوں کے امور میں کسی قسم کی مداخلت کی ہو۔ جب ۴۲۱ق م میں کیمے کمپانی یعنی اوسکانی اثر میں آگیا تو یہاں کے یونانیوں نے نیپلز جاکر پناہ لی تھی، لیکن اس واقعے کی تھوڑی ہی سی مدت کے بعد اس شہر کو بھی ایک کمپانی عنصر کو خوش آمدید کہنا پڑا۔ جس کی وجہ سے کمپانیوں اور رومنوں کی باہمی جنگ کے موقع پر اُسے بھی مجبوراً اس میں شامل ہونا پڑا۔ ۳۴۳ق م میں روما نے کاپوا سے (یعنی کمپانیوں سے) محالفہ کرلیا جس کی وجہ سے پہلے تو روما و سامنیوم کے مابین اور پھر روما و لاتیوم کے مابین جنگ چھڑ گئی، اور آخر الذکر جنگ کی وجہ سے اکثر لاتینیوں کو رومن شہریت کے حقوق مل گئے۔ جس زمانے میں کاپوا کے ساتھ محالفہ ہوا ہے اُسی زمانے میں کیمے، اکیرائے اور سوئے سولا رومنوں کے قبضے میں آگئے، اور شاید یہی حشر پوتیولی (دکائے آرخیہ) کا بھی ہوا۔ ان فتوحات کی وجہ سے رومن اقتدار گویا نیپلز کی فصیل تک پھیل گیا۔ نیپلز کے یونانیوں کو رومنوں سے کوئی پرخاش نہ تھی، لیکن جب قریب ہی کا شہر نولا، جس کے ساتھ آبادیِ نیپلز کے کمپانی عنصر کے نہایت گہرے تعلقات تھے، روما سے آمادۂ پیکار ہوا، تو نیپلز بھی جنگ میں شامل ہوگیا اور ۳۲۸ق م میں نولا کا طرفدار بن گیا۔ شہر کی حالت اچھی تھی، چنانچہ غنیم اُس کا محاصرہ کامل دو برس کیئے پڑا رہا لیکن اُسے حسب دلخواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی تاآنکہ تیسرے سال عمائد نیپلز سے مل کر وہ جبراً شہر میں داخل ہوگیا۔ اب نیپلز روما کے ساتھ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہم اس واقعے کو پیش نظر رکھیں کہ دریائے اکالاندروس تھوریئی کے علاقے میں ہو کر شائد نہ گزرتا تھا تو پھر یہ بارۂ مشکوک ہو جاتا ہے۔ یونانیوں کے باہمی اتحاد کا مظاہرہ ایک پانئے گیوریس یا دعوت عامّہ کے ذریعے سے ہوتا تھا، لیکن اُس نے کبھی سیاسی حیثیت اختیار نہیں کی۔

باب ۲۴

مستقل مخالفہ کرنے پر مجبور رہا جس کے بموجب اُس کی خودمختاری تسلیم کرلی گئی اور ساتھ ہی اُس نے اعلان کر دیا کہ جنگ کے موقع پر وہ رومنوں کو بحری امداد سے دریغ نہیں کرے گا۔ ؎

وہ سال جس میں روما کو یہ اہم حیثیت حاصل ہوئی (یعنی ۳۲۶ق م) وہی تھا جس میں سکندر ستلج سے چناب واپس جا رہا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سسلیہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو اُس عہد میں سرزمین یونان نیپلز سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی، اور اس رقبے میں یونانی حس اور یونانی قوت کا ہر جگہ بول بالا تھا۔

عہد ماقبل کی طرح (باب ۱۱) اس عہد میں بھی مشرق اور مغرب کے ارتقا میں یکسانی نظر آتی ہے۔ سب سے پہلی یکسانی تو یہی ہے کہ شاہ ایپائروس کی مہم بالکل اسی طرح کی ہے جیسے سکندر کی مہم، لیکن اس سے زیادہ مشابہت کا اندازہ ممکن ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح مشرقیوں نے مشرق و مغرب دونوں پر بیک وقت حملہ کیا، یعنی ایک طرف تو ایرانی اور دوسری جانب قرطاجنی ۴۸۰ق م اور ۴۰۹ ق م میں یونانیوں پر حملہ آور ہوئے، اور اس میں بہت ہی کم شبہہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قوموں میں کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور رہا ہوگا۔ پھر کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ ۳۴۰ق م میں بھی ایسا ہی ہوا ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سرقوسہ پر قرطاجیوں نے حملہ کیا ہو، اور انھیں تمولیون نے شکست دی ہو، لیکن انھوں نے ایرانیوں سے مخالفہ نہ کیا ہو جو اُس وقت مین تور و میم نون کی

؎ کیمپے کے لئے دیکھو بیلوخ "کمپانیہ" صفحہ ۱۳۔ نیپلز و روما کے معاہدے اور ان تاریخی مسائل کی بابت جن کا ان سے تعلق ہے، دیکھو ہولم "تحقیقات متعلق تاریخ کمپانیہ" Holm. Ricerche Sulla Storia antica della Campania کاغذات تاریخی متعلق صوبۂ نیپلز Archivio Stor per le prov napoletane. سال ۱۱، ۱۸۸۶ء۔

باب ۲۲ سیادت میں ایشیا میں بڑے زور و شور سے اپنا کام کر رہے تھے؟۔
یہاں اس باب کے اختتام پر ہم یونانیوں اور بربریوں کے باہمی تعلقات دکھائیں گے۔ اس زمانے اور زمانۂ ماقبل دونوں میں یونان گویا یعنی مشرقی، وسطی اور مغربی حصّوں میں منقسم تھا۔ مغربی مجموعے کی طرح مشرقی یونان کو بھی مدّت دراز سے برابر غیر یونانیوں کی طرف سے خطرہ لگا ہوا تھا، لیکن وسطی حصّہ اپنے جغرافی محل وقوع کے سبب سے اُن سے محفوظ تھا اور اُس کے ارتقا میں اتنا زور تھا کہ بوقت ضرورت مشرقی و مغربی یونان کو بھی مدد دے سکتا تھا۔ لیکن ۳۶۰ء ق م کے بعد اس صورت حال میں بڑی بھاری تبدیلی پیدا ہو گئی، اور وسطی یونان کو اپنے دشمنوں کے سامنے سرنگوں ہو جانا پڑا۔ لیکن فرق صرف یہ تھا کہ یہ دشمن محض بربری نہ تھے، اور اس کے بعد وہی قومیں جو وسطی یونان کی جمہوری آزادی میں سدّ راہ بنی تھیں، وہی مشرقی یونان کی محافظ بن گئیں اور جہاں کہیں وہ گئیں وہیں یونانی مفاد کے لئے صفحۂ تاریخ کو اپنے درخشاں کارناموں سے مزیّن کرتی گئیں۔ کیا عجیب بات ہوتی اگر سکندر والی اپیائروس مغرب میں بھی وہی کرتا جو سکندر والیِ مقدونیہ نے مغرب میں انجام کو پہنچایا۔[۹]

---

[۹] سسلی اور نشیبی اٹلی کے سکے ہیں اُس عہد کی تاریخ کے مسائل حل کرنے میں بہت کچھ مدد دیتے ہیں۔ میں اس مضمون پر یہاں مجمل بحث ہی کر سکتا ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ میں کچھ نہ کچھ نئی بات ضرور پیدا کر سکوں گا۔
ہم دیکھ چکے ہیں کہ سسلی میں علاوہ بعض شہروں کے تانبے کے سکوں کے، صرف دیونی سیوس اکبر ہی اپنی سلطنت میں سکے ڈھالتا تھا۔ اُس نے سرقوسہ کے قدیم سکوں ہی کو جاری رکھا جن کے ایک طرف تو ایک زنانہ سر اور دوسری جانب

باب بست و نہم

تمدن عصر

ہم اب اُس ترقی کا مختصر بیان کرکے، جو یونانیوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ گھوڑوں کی تصویریں کندہ تھیں۔ اُس کے بیٹے نے اُسی کا اتباع کیا۔ اس کے بعد دیون کی باری آئی، جس نے ممکن ہے کہ بعض جدید سکّے مسکوک کرائے ہوں، بلکہ واقعاً الکترون کے ایسے سکّے موجود ہیں جو اُس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جن کے ایک طرف اپولو کا سر اور دوسری جانب مختلف اشیا (مثلاً تپائی) کے تصاویر کندہ ہیں (ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" Head . H. N ۱۵۶) - یہ اندرونی اعتبار سے بعید از قیاس نہیں کہ دیون ہی نے ان سکّوں کو بنوایا ہو، جس کے ثبوت میں یہ امر پیش کیا جا سکتا ہے کہ زاکینتھوس کے ایسے سکّے موجود ہیں (ہیڈ ۳۶۰) جن پر یہی تصاویر کندہ ہیں اور ساتھ ہی ساتھ لفظ "دیونوس" کھدا ہوا ہے؛ یہ سکّے غالباً دیون نے اُس وقت مسکوک کرائے ہوں گے جب وہ زاکینتھوس میں اجیر سپاہی بھرتی کر رہا تھا۔ (پلوٹارک: "حیات دیون" ۲۲)۔ اس خیال کو اس سے پہلے رومانو بھی ظاہر کر چکا ہے (دیکھو میری "تاریخ سسلی" ۲ ' ۴۶۲) اور میں اُس سے متفق ہوں۔ بیشک اس خیال کی مخالفت میں یہ کہا جاتا ہے کہ سرقوسہ میں دیون کا عہد اس قدر مختصر اور اتنا مختلف فیہ تھا کہ اُسے سکّہ سازی میں جدت کرنے کی مہلت کہاں ملی ہو گی اور کس طرح اُس نے سونے کے سکّوں کی بجائے الکترون کے سکّے

باب ۱۹

میدان ذہنیات میں کی، اس کتاب کو ختم کر دیں گے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بنائے ہوں گے، چنانچہ بعض موٴرخوں نے ان سکّوں کو زمانۂ مابعد کی طرف منسوب کیا ہے، اور اسی طرح سے بعض سونے کے سکّوں کو جن کے ایک طرف عورت کا سر اور دوسری جانب یا تو ہرقل شیر کا گلا گھونٹتا ہوا اور یہ کھلا ہوا گھوڑا نظر آتا۔ ہے، زمانۂ ماقبل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ (ہیڈ: سکہ جات سرقوسہ" Head : Coins of Syr. صفحۂ ۲، "تاریخ مسکوکیات" HN ۱۵۴)۔ باوجود ان سب باتوں کے، اس رائے کے بعد جو میں نے باب ۱۲ کے حواشی میں ظاہر کی ہے، اور اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ شیر کش ہرقل اور چھٹا ہوا گھوڑا دونوں میں سے کوئی بھی کسی خود سرانہ حکومت کے نشانات نہیں ہو سکتے، میری رائے میں یہ خوبصورت طلائی سکے عہد دیونی سیوس کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے۔

انھیں کیفیات سے متاثر ہو کر ایونز نے اُن سکّوں کو جن پر گھوڑے اور شیر کش ہرقل کی تصویریں ہوئی ہے، اُس عہد کی طرف منسوب کیا ہے جو ایتھنزیوں پر سرقوسی غلبے کے بعد آیا ("تمغہ جات سرقوسہ" Medallions صفحۂ ۹۵ و ۹۶) وہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح یہ آخری نمونہ، جس کا موجد شاید یو اے نے توس تھا، اٹلی میں "اطالوی یونانیوں کے وفاقی سکّوں میں سب سے پہلے نظر آتا ہے"، اور اس کا اتباع تارسوس اور مالوس میں بھی کیا جاتا ہے؛ دیکھو باب ۱۱ حاشیہ ۳۔ نیز مقابلہ کرو "جریدۂ مسکوکیات" Zeitschrift f. Numism. جلد ۱۷، ص $\frac{۱۶۷}{۱۶۹}$ و تصویر ۱۰۔ اگر مفصلۂ بالا رائے میں بہت کچھ شک و شبہہ کی گنجائش ہے، تو یہ امر بھی یقینی ہے کہ بالکل جدید طرز کے نقرئی سکّے جو اُس عہد کے بعد سرقوسہ میں عام ہیں، تمولیون کے رائج کردہ ہیں۔ یہ وہ سکّے ہیں جن کی پشت پر پیگاسوس کی تصویر ہے جو تمولیون کے شہر کورنتھ کی خاص علامت تھی۔ ان سکّوں کے بعض کے ایک طرف زیوس ایلیوتھیریوس کی شبیہہ ہے جو آزادی دہندہ کے لئے نہایت مناسب نشانی ہے، اور بعض میں کورنتھی طرز کا پالاس کا سر ہے جو کورنتھی خود پہنے نظر آتا ہے۔ آزادی کے اُس عہد کی طرف تانبے کے وہ سکّے بھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ منسوب کرنے چاہئیں جن کے ایک طرف تو زیوس ایلیوتھیریوس یا ہیلانیکوس یا پالاس کی شبیہیں کندہ ہیں (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۵۷) اور دوسری جانب مختلف ہیولات مثلاً گرتی ہوئی بجلی، کندہ ہیں اور جن کی طرف میں ناظرین کی توجہ تھوڑی دیر کے بعد مبذول کروں گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تولیون کے عہد میں بعض دوسرے شہروں کی طرح سرقوسہ کے سیاسی و تجارتی تعلقات کورنتھ سے ہو گئے تھے، لیکن اگاتھوکلیس کے زمانے میں، صورت حال بالکل بدل گئی۔

دیونی سیوس کے خاندان کے زوال کے ساتھ ہی نہ صرف سرقوسہ میں بلکہ تقریباً تمام جزیرۂ سسلی میں آزادی کی ایک لہر دوڑ گئی، اور اس کا سلسلہ بھی ہم سکوں کے مطالعے سے معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ خود سرانہ حکومت کے دور میں صرف سرقوسہ ہی میں ٹکسال تھی؛ لیکن اب بہت سے شہروں میں سکے ڈھالے جانے لگے، اور اکراگاس، گیلا، اور لیونتی نی کے سکے از سرِ نو نظر آنے لگتے ہیں، جن میں سے لیونتی نی کا تعلق کورنتھ سے اس قدر قریب کا ہو جاتا ہے کہ وہ پیگاسوس والے سکے ڈھالنے لگتا ہے (ہیڈ، ۱۳۱)۔ کامارینہ اور مسانہ میں تانبے کے سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ یہ جذبۂ حریت صرف یونانی شہروں ہی میں نہیں بلکہ دیسی شہروں میں بھی نظر آتا ہے۔ ایتنا، اگیریوم اور الائسا اپنے سکوں پر زیوس الیوتھیریوس کی شبیہ کندہ کراتے ہیں؛ الائسا ہرمیوس اور مورگن تینے کے سکوں پر ایک رنانہ سر ہے، اور الائسا کے ایک سکے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سر "مقالیہ" کا ہے۔ یہ گویا پہلی مرتبہ کسی نئی شے پر جزیرے کی مشخصہ شبیہ کندہ کی گئی تھی اور یہ ایسے شہر میں جو بہ نسبت یونانی ہونے کے اپنے مقالی ہونے پر فخر کرتا تھا (ہیڈ ۱۱۰)۔ ان میں سے بہت سے تانبے کے سکے تمولیون کے سکوں ہی سے بنائے گئے تھے؛ ہوتا یہ تھا کہ مقالوی شہر اپنا ٹھپا سرقوسی ٹھپے کے اوپر کندہ کر دیتے تھے، لیکن سرقوسی ٹھپا اس سے بالکل محو نہیں کیا جاتا تھا تاکہ دنیا کو دکھایا جا سکے کہ ان میں جذبۂ حریت کس قدر سرایت کئے ہوئے ہے۔ الائسا کے سکوں سے جن کا ابھی

باب ۲۹ | اور نثر کی ابتدا کی جا رہی ہے۔ یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ سیاسیات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ذکر کیا جا چکا ہے ایک اور عجیب و غریب واقعے کا انکشاف ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض پر ایک کتبہ" الائے زیزون سیوماخیکون" کندہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تھولیون کی سیادت میں کوئی لیگ ہوگی جس کا مقصد یہ ہوگا کہ تمام جزیرے کو آزاد کرادے؛ اس لئے کہ اُسی سکّے پر جس پر لفظ "سیوماخیکون" (بغیر "ال") کندہ ہے اُسی پر مقالیہ کی بھی شبیہہ ہے۔

لیکن سسلی کی مکمل آزادی حاصل نہیں ہوئی، اس لئے کہ جزیرے کا مغربی حصّہ برابر قرطاجنیوں کے قبضے میں رہا، اور یہ بھی سکّوں سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کہ مغربی حصّے میں دیونی سیوسی نمونے کے پرانے سکّے برابر جاری رہے جن پر زنانہ سر اور گھوڑوں کی تصاویر کندہ تھیں (جیسے پانورموس میں)۔ ہرقلیہ، منوا اور ایرکس کے سکّوں پر فنیقی کتبے کندہ تھے؛ انتیلا کے سکّوں پر (جہاں کمپانی رہتے تھے) یونانی کتبہ "کمپانون" نظر آتا ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ ان پر بھی پیگاسوس یا چھٹے ہوئے گھوڑے کی شبیہہ ہے (ہیڈ ۱۲۰)، چنانچہ اس قسم کے گھوڑے کو بعض دیونی سیوس کا مخصوص نشان قرار دیتے ہیں۔

اٹلی میں بہت سے مجموعوں کا امتیاز کیا جا سکتا ہے، جن میں سے تاراس، تھورئی، لوکری اور نیاپولس کو جملہ شہروں کا گویا قائم مقام سمجھنا چاہئے۔ سسلی کی طرح یہاں بھی وہ اثرات جو مشرق سے یعنی یونان سے آکر یہاں پڑے، بہت اہم ہیں۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سسلی کی بہ نسبت اٹلی کے سکّوں میں زیادہ تسلسل پایا جاتا ہے اور پرانے طریقوں کی زیادہ پابندی کی جاتی ہے۔ بہت سے شہر دیونی سیوسی خودسری سے بچ گئے تھے، اور ان میں عام طور پر قدیم طرز کے سکّے برابر مسکوک ہوتے رہے؛ نہ صرف یہ بلکہ غیر ملکی سپہ سالاروں نے، جن کے لئے بیرونی نمونوں کو رائج کرنا دشوار نہ تھا، اٹلی میں یہ اُصول اتنا رائج نہیں کیا جتنا تھولیون اور دیون نے سسلی میں کیا تھا؛ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ سپہ سالار غلام شہروں کی آزادی کے احیا کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ اُن کی آمد کا مقصد

باب ۲۹ | کی طرح ادبیات کی اس شاخ میں بھی ایک قسم کے تبائن کی کیفیت

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ صرف یہ تھا کہ وہ بربریوں کے خلاف یونانیوں کی مدد کریں۔ اس طرح ان سپہ سالاروں نے آزادی کے مقصد کو زیادہ مدد نہیں دی، جس کی وجہ سے ان کا اثر مقامی سکوں پر اتنا نہیں پڑا جتنا تو لیون کا پڑا تھا۔

تاراس کے سکوں پر برابر اُس کے سوار اور مچھلی پر بیٹھی ہوئی "تاراس" کندہ ہوتی رہی۔ ان انواع کی شکل میں جو فرق ہے وہ نہایت قلیل ہے، اور یہ صرف اُن شبیہوں کے بیٹھنے کے ڈھنگ میں اور اُن کے متعلقات میں ہے، لیکن اس میں بھی اے، جے، ایونز A I Evans کو باریک بینی کا بہت موقع مل گیا ہے (دیکھو ۱۱۴ بالا) اور اس سے اُس نے سکوں اور تاریخ کے درمیان نہایت ہی دلچسپ انداز سے تعلق بتایا ہے۔ مثلاً (صفحۂ ۶۶ پر) وہ کہتا ہے کہ تارنتوم کا طلائی سکے میں نوجوان تاراس کے ملتجیانہ انداز سے اپنا ہاتھ اپنے باپ پوسئیدون کے سامنے اُٹھانے سے، جو اُس کے روبرو بیٹھا ہے، یہ مطلب ہے کہ شہر تاراس اپنے مادر وطن یعنی اسپارٹا سے مدد کے لئے استدعا کرتا ہے اور اُس کا ثبوت یہ پیش کرتا ہے کہ راس تینے تارم والا پوسئیدون تارنتوم کا معبود تھا۔ ایونز کا یہ بھی خیال ہے کہ تاراس کے ایک سکے پر "تاراس" کی جو شبیہہ ہے جس میں وہ ہاتھ میں اپنی خُود لئے ہوئے سوچ میں پڑی ہوئی ہے (تصویر ۴، ۱۰، ۱۱) اس سے دراصل شاہ اسپارٹا کی افسوسناک مفات مطلوب ہے جو جنگ ماندیریوم میں ہوئی، اس لئے کہ نشستہ شبیہوں کے ہاتھ میں خود کا ہونا کچھ غیر معمولی بات نہیں، لیکن اس سکے میں تاراس کے قریب دو ستارے بھی نظر آتے ہیں جن کی مراد غالباً اسپارٹا کے رکھشک یعنی دیوسکوری سے ہوگی۔ مسکوکیات پر سیاسیات کا اثر مولوسیوں کے بادشاہ سکندر کے اٹلی میں آنے کے زمانے میں اور بھی زیادہ نظر آتا ہے۔ اس حکمران کے چاندی اور تانبے کے سکے تو ایسا ثر کسی ہی ہیں

باب ۲۹ | نمایاں ہے۔ سیاسی اعتبار سے شہری آزادی کی تکمیل کا سہرا ایتھنز کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ڈھالے گئے تھے، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ اُس کے طلائی سکے اٹلی ہی میں بنے تھے (ہیڈ، ۲۷۲)۔ اس کے ساتھ ہی اس سکندر نے نشیبی اٹلی کے مقامی سکّوں پر بھی اپنا اثر ڈالا جیسے اپولیہ کے شہر روبی (رُووو) کا چھوٹا سا سکّہ جو سکندر کے سکّوں کے بہت مشابہ ہے (ایونز تصویر ۵، ۶ تا ۸) اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ تارنتوم اور راطالوی شہروں کے درمیان ضرور محالفہ ہوگا۔ (واضح ہو کہ روبی ان برتنوں کے لئے بھی مشہور ہے جو اُس کے مقبروں میں برآمد ہوئیں۔

تارنتوم کے ایک دوسرے سکّے پر لفظ "سیوم" کندہ ہے جس سے مراد اُسی لیگ سے ہوگی۔ سکندر کے اثرات کا مزید ثبوت اس امر سے دیا جاسکتا ہے کہ ان سکّوں میں گرتی ہوئی بجلی کی علامت کو اختیار کیا گیا ہے جو دراصل دودونی زیوس کا نشان تھا (ہیڈ ۲۷۲) اور یہ سکندر کے سکّوں اور تارنتوم کے سکّوں دونوں میں نظر آتا ہے۔ ہمیں اس واقعے کا علم ہے کہ سکندر کی خواہش تھی کہ وہ مغرب میں اپنا اثر وسیع کرلے۔ چنانچہ اُس میں اور تارنتوم میں نزاعات پیدا ہوگئے؛ سکّوں پر اُس واقعے کی بھی علامتیں پائی جاتی ہیں، اس لئے کہ اسمیں شبہہ نہیں کہ اُس عہد کے ہیتاپونتوم والے سکّوں پر زیوس کا جوسر اور گرتی ہوئی بجلی کی تصویر ہے، اور لوکری وسسلی کے سکّوں پر جو اسی قسم کی تصویریں ہیں (جن کا متعاقب بیان کیا جائے گا) ان سے مراد اُنھیں نزاعات سے ہوگی (ایونز صفحہ ۸۲؛ ہیڈ صفحہ ۶۴؛ ایونز صفحہ ۸۷)۔

ہیتاپونتوم کے وہ سکّے جن پر زیوس الیوتھے ریوس کی شبیہہ ہے اور جسے ہیڈ (صفحہ ۶۴) ۳۵۰ ق م سے پہلے کے بتاتا ہے، غالباً اُسی عہد کے ہوں گے۔ علاوہ ازیں اب سکّوں پر اُس شہر کے وثنیاتی بانی لیوکی پوس کی شبیہہ بنی ہوئی ہے جس کی کورنتھی خود کی وجہ سے وہ پیگاسی کے مشابہ ہوجاتا ہے۔ سکّوں کی دوسری طرف پہلے کی طرح اناج کی بال بنی ہوئی ہے۔

سر ہے، اور سکندر یونانی قوت وجبروت کی وسعت کا گویا　باب ۲۹

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - ہرقلیہ میں قدیم سکے برابر رائج ہیں جن پر اتھینا اٹیکائی خود پہنے ہوئے اور شیر سے لڑتی ہوئی نظر آتی ہے (ہیڈ ۵۹) لیکن ساتھ ہی بعض سکوں پر کورنتھی خود بھی موجود ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میتاپونتوم کی طرح یہاں بھی تھولیون کی شہرت اور اُس کا اثر اپنا کام کئے بغیر نہیں رہے۔ اس کے برعکس دونوں شہروں کا تارنتوم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ شاید دونوں کے سکے ایک ہی مُہرکن نے بنائے ہوں گے (ایونز ۳ / ۷)۔ ہرقلیہ کے بعض درہموں پر زیتون کی ڈالی پر الو بیٹھا ہوا نظر آتا ہے (ہیڈ ۵۹) جس سے اس شہر اور دور دراز شہر ایلیہ کے مابین تعلق نظر آتا ہے جہاں یہی علامت استعمال کی گئی ہے (ہیڈ ۷۵)۔ پہلے کی طرح ایلیہ کے سکوں پر پالاس کا سر ایتھنزی خود پہنے ہوئے ہے اور دوسری جانب ایک شیر ایک ہرن کو پھاڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ (ہیڈ ۷۵)۔

تھوری میں بھی پرانے نمونے کی پابندی کی گئی ہے جس پر ایک طرف تو اتھینے کا سر ایتھنزی خود پہنے ہوئے اور دوسری جانب اڑتا ہوا بیل بنا ہے (ہیڈ ۷۰)۔ ۳۵۶ ق م کے قریب تھوری بریتیوں کے قبضے میں آگئی (دیودوروس ۱۶، ۱۵) لیکن ہماری رائے میں اُسے بہت جلد آزادی مل گئی ہوگی۔

کروتون کے نقرئی سکے جن کے ایک طرف اپولو کا سر اور دوسری جانب ایک تپائی کی شکل کندہ ہیں، اور جنہیں (ہیڈ ۸۰) زمانۂ ماقبل کا قرار دیتا ہے، غالباً اسی عہد کے تھے (دیکھو بالا باب ۱۱) اس لئے کہ یہ سرقوسہ کے الکترون کے سکوں کے مشابہ ہیں۔ ہم جو کچھ اوپر کہہ آئے ہیں اس کے بعد یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکے دیونی کے عہد کے ہوں اور اُس نے کروتون پر اثر ڈالا ہو۔ دیونی زاکینتھوس کی طرف گیا تھا۔ ہم اس سے پہلے بھی زاکینتھوس اور کروتون کے درمیان تعلقات سے واقف ہیں (دیکھو حواشی باب ۵)۔

ہیپونیوم کو بریتی قوم نے تقریباً ۳۵۶ ق م میں مغلوب کیا تھا۔ اس شہر کے

باب ۱۹ زندہ منظاہرہ ہے، اسی طرح جو شخص ایتھنز کو مقدونیہ کے خلاف

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بعض سکوں کو جن کے ایک طرف زیوس اولمپیوس اور دوسری جانب گرتی ہوئی بجلی پر ایک عقاب نظر آتا ہے، ہیڈ نے عہد سکندر شاہ ایپائروس کی طرف منسوب کیا ہے۔

لوکری نے اپنے سکے چوتھی صدی ق م تک ڈھالنے نہیں شروع کئے اور یہ وہ زمانہ ہے جب اس شہر نے خاندان دیونی سیوس کی غلامی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ اس شہر نے کورنتھی سکوں کو اختیار کر لیا جن کے ایک طرف پالاس کا سر اور دوسری جانب پیگاسوس کی شبیہ کندہ ہے اور جس سے تمولیون کی مہم کے اثرات عیاں ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک بات نہایت درجہ عجیب و غریب ہے، وہ یہ کہ ان سکوں کے تقریباً ساتھ ساتھ لوکری میں ایک دوسرے انداز کے سکے بھی نظر آتے ہیں جن کا اسلوب اور وزن دونوں بالکل مختلف ہیں۔ اول الذکر ۱۳۵ تا ۱۳۰ گرین کی دو درہمیاں ہیں اور ثانی الذکر کا وزن صرف ۱۲۰ تا ۱۱۵ گرین ہے۔ یہ دوسرا معیار اطالوی معیار ہے جو کمپانیہ میں ملتا ہے۔ چنانچہ ہیڈ کی رائے میں یہ اطالوی معیار داخلی یعنی اطالوی تجارت و داد و ستد کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔ لوکری کے ان سکوں کے ایک طرف ایک ریشائیل سر کندہ ہے جو پتوں کا حلقہ پہنے ہوئے ہے اور ساتھ ہی لفظ IEYS کندہ ہیں؛ دوسری جانب ایک بیٹھی ہوئی عورت کی تصویر ہے جس کے ہاتھ میں چوبداروں کی چوب ہے اور الفاظ Eirene Lokron "(یعنی "لوکری کی امن") کندہ ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے (اور اس کی طرف خود ہیڈ نے توجہ مبذول کی ہے "سکہ جات سرقوسہ" :Head Coins of Syracuse صفحہ ۳۳) کہ زیوس کے اس سر میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بال گردن سے ہٹے ہوئے ہیں، اور یہ شبیہ بجنسہ اُسی انداز سے سرقوسہ کے اُن تانبے کے سکوں میں نظر آتی ہے جس کی دوسری جانب گرتی ہوئی بجلی ہے۔ اس موخر الذکر سکے کو پیش نظر رکھ کر ریونز نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ممکن ہے کہ

ابھارنے میں سب سے زیادہ حصہ لیتا ہے وہی فن نغز نویسی اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اس قسم کے سکّوں میں سسلی والوں نے مولوسیوں کے بادشاہ کی طرف اشارہ کیا ہو اس لئے کہ اُس سے اُن کی بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ ہمارے نزدیک یہ مفروضہ بعید از قیاس نہیں۔ ایونز (صفحۂ ۸۰) لوکری اور سکندر کے باہمی تعلقات کے متعلق ایک نقرئی سکّہ پیش کرتا ہے جس پر ایک طرف گرتی بجلی اور "لوک" اور دوسری جانب "نشستہ مولوسی الوہ" کی شبیہیں ہیں۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب ہیں کہ لوکری میں دو اثرات خاص طور پر ظاہر ہوئے، پہلا اثر تو وہ جو پیگاسوس کی شبیہوں سے ظاہر ہوتا ہے اور جس سے جمہوری کورنتھ کی طرفداری ٹپکتی ہے، اور دوسرا اثر وہ جو ان سکّوں سے ظاہر ہوتا ہے جس پر مولوسی علامات نظر آتی ہیں اور جس سے ایک طاقتور اور جری حکمران کی جانبداری معلوم ہوتی ہے۔

ہیدما لوکری کی ایک نوآبادی تھی (Scymn. ۳۰۶)۔ اُس کے سکّے یا تو (۱) کورنتھی استاتر تھے، (جنھیں بعض مسکوکیئین مسانہ کی طرف اس لئے منسوب کرتے ہیں کہ اُن پر حرف Me کندہ ہے (۲) تانبے کے سکّے (ہیڈ۔ ۸۹)۔ ہیڈ کا بیان ہے کہ اس شہر کو ۳۸۸ق م میں دیونی سیوس نے لے کر لوکریوں کے حوالے کر دیا؛ لیکن میں خود دیودوروس ۱۴، $\frac{۱۰۶}{۱۰۷}$ میں اس قسم کا ذکر صرف کاؤلونیہ اور ہیپونیوم کا پاتا ہوں؛ دیودوروس ۱۴، ۷۸ کے مطابق ۳۹۶ق م میں یہاں کے باشندے دیونی سیوس کی رعایا میں شامل دکھائے گئے ہیں اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیونی سیوس نے ان میں سے بہت سوں کو سسلی بھیج دیا۔ ان وجوہ کی بنا پر میری رائے ہے کہ ہیڈ کو یہ نتیجہ نکالنے میں ضرور غلطی ہوئی ہوگی۔

تریںنہ (ہیڈ ۹۰) کے سکّے بھی کورنتھی پیگاسیوں اور تانبے کے سکّوں پر مشتمل ہیں۔ جو کچھ ہم ابھی کہہ چکے ہیں اُس کی بنا پر غالباً ہیڈ نے جو انھیں ۳۵۰ق م سے

باب ۲۹ | ادبیات کی رسمی شکل کا ممتاز ترین قائم مقام ہے، ورنہ اٹالیکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ۳۵۶ قبل مسیح کے زمانے میں رکھا ہے اس میں اُسے غلطی ہوئی ہے بلکہ اس کی بجائے وہ تقریباً ۳۴۲ ق م کے ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ دیودوروس ۱۶، ۱۵ کے مطابق ترینہ کو بریتیوں نے ۳۵۶ ق م میں مغلوب کیا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے بعید زمانے میں اس شہر میں کورنتھی نوع نے کیسے فروغ پایا ہوگا؟ کیا اس کی بجائے ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب نہ ہوں گے کہ ۳۴۲ ق م میں ترینہ تمولیون کی مہم کے اثر سے از سر نو آزاد ہو گیا تھا؟ ہیڈ یہ فرض کرتا ہے کہ ہیپونیوم کو (جس کی حیثیت ترینہ کی سی تھی) آزادی حاصل ہو گئی، اور تھوری کی بابت بھی یہی قیاس کیا جاتا ہے۔ ایک اور قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اُس زمانے میں ترینہ اور ہیپونیوم دونوں کے سکوں پر ایک بحری پری یعنی پندرینہ بیٹھی نظر آتی ہے، اور اس سلسلے میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے قریب واقع تھے۔

اُس زمانے میں رہے گیوم میں بھی (۱) کورنتھی استاتر اور (۲) تانبے کے سکے رائج تھے۔ ثانی الذکر کے ایک طرف تو شیر کا منہ اور دوسری جانب اپولو کا سر نظر آتا ہے، اور یہی علامات ترینہ کے اُن سکوں پر جنھیں ہیڈ (۹۸) تقریباً ۳۰۲ ق م کا بتاتا ہے لیکن جو بلاشبہ چوتھی صدی کے ہیں، اور ایک چھوٹے سے شہر نوکریہ کے سکوں پر بھی بنی ہوئی ہیں (جسے لینورمان: تاریخ یونان ۳، ۸۴ میں نوچیرا بدریائے ساؤتو کے مطابق بتاتا ہے)۔ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہیڈ یہ صحیح نتیجہ نکالتا ہے کہ رہے گیوم، ترینہ اور نوکریہ کے مابین ضرور حلف کی کیفیت ہوگی۔

اپنے خیالات کا یکجائی اظہار کرنے سے پہلے کمپانیہ کے سکوں پر بحث ضروری ہے۔ یہاں نیاپولس میں اُس کے پُرانے سکے جاری ہیں، گو ۳۲۶ ق م اُس نے روما سے مخالفہ کر لیا ہے۔ نولا یونانی تو آبادی نہیں تھی، لیکن جیسا کہ مقبروں سے برآمد شدہ اشیا کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے، اُس کے باشندوں میں یونانیت

سکندر کا اتالیق اپنی توجہ معلومات عامہ کے دائرے کی توسیع کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - سرایت کیے ہوئے تھی، اور اُس میں اب ہم پہلی مرتبہ سکے ڈھلنے لگتے ہیں، یہ تقریباً دو درہمیاں ہیں جو نہ صرف نیاپولس کے سکوں کے ہم وزن ہیں (یعنی تقریباً ۱۱۴ گرین) بلکہ اُن کی تصاویر بھی ایک سا ہیں - اٹلی کے ان وسطی حصوں میں یونانی اثر اس قدر نمایاں ہے کہ خود روما بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ روما میں ۲۶۹ ق م میں ڈموم سن Mommsen پہلی مرتبہ چاندی ڈھالی جاتی ہے اور یہ نئے سکے کمپانی دو درہمیوں کے وزن کے ہیں جن کے ایک طرف ایک سر اور دوسری جانب ایستادہ گھوڑے مع لفظ "رومانو" کے کندہ ہے۔

اب ہم ان سب حالات سے چند عام تاریخی نتائج اخذ کریں گے۔

چوتھی صدی ق م کے وسط میں اٹلی اور سسلی کے یونانیوں کی حالت نہایت زبون ہے۔ دیونی سیوس اوّل کا اقتدار عرصے تک رہا تھا۔ اس نے سسلی میں ایک طاقتور یونانی مملکت قائم کر کے جو قرطاجنیوں کی سدّ راہ بنی، یونانیوں کی بہت بڑی خدمت کی تھی لیکن ساتھ ہی اپنی مطلق العنانی کے طرزِ عمل کی بدولت اُس نے اپنی یونانی رعایا کے اخلاقی اور ذہنی قویٰ کو شدید نقصان پہنچایا، اور اٹلی میں تو غیر یونانیوں سے مخالفہ کر کے انھیں اس قابل کر دیا کہ وہ یونانیوں کے ملک میں دست درازی کریں۔ لیکن اُس کے نالائق بیٹے نے چند روز ہی حکومت کی تھی کہ دیارِ مغرب کے یونانیوں کو چاروں طرف سے مصائب نے آگھیرا۔ دیون کی کوششیں سب عملی اعتبار سے بیکار رہیں، اُس کی کمزوری کی وجہ سے افراتفری اور بھی زیادہ ہوگئی اور مغرب والے بالکل بے یار و مددگار ہو گئے۔ لیکن یونانی مادرِ وطن میں اب بھی تھوڑا بہت دم خم باقی تھا، چنانچہ یہاں سے متعدد مرتبہ اٹلی و سسلی کو بچانے کی کوشش کی گئی۔ تیموليون اور ارخی داموس دونوں نے تقریباً ایک ہی زمانے یعنی ۳۴۵-۳۴۴ ق م میں مہمات شروع کیں، تیموليون کو تو کامیابی ہوئی لیکن ارخی داموس ناکام ہوا۔ اس میں شبہ نہیں کہ

باب ۲۹ | کوشش میں مرکوز رکھتا ہے۔ یہاں سب سے پہلے ہم اٹیکائی نثر،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اس ناکامی کے نتائج ایسے خراب نہیں نکلے اس لئے کہ ارخی داموس کو تارنتوم نے طلب کیا تھا، اور تارنتوم کو ایسا زیادہ خطرہ نہ تھا۔ تاہم اٹلی کو اب بھی مدد کی ضرورت تھی، چنانچہ تقریباً ۳۳۴ یا ۳۳۲ ق م میں سکندر نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اس بادشاہ کی مہم اور تمولیون و ارخی داموس کی مہمات میں بہت بڑا فرق تھا۔ تمولیون نے آزادی کی خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی تھی، اور ارخی داموس کم از کم یونانی قومیت کی خاطر میدان میں آیا تھا، اور اگر اُس کا مقصد ایک حد تک خود غرضانہ تھا، تاہم اس میں بھی شبہ نہیں کہ وہ اسپارٹی نوآبادی کا بھی بول بالا چاہتا تھا۔ لیکن مولوسیوں کے بادشاہ کی کیفیت بالکل جداگانہ تھی اس لئے کہ نہ تو وہ تمولیون کی طرح جمہوریت پسند تھا اور نہ ارخی داموس کی طرح اُسے اپنے ہم وطنوں کی خدمت کرنی مقصود تھی، بلکہ وہ اپنے عظیم الشان مقدونوی بھانجے کی طرح محض اپنے نام و نمود کی خاطر اٹلی آیا تھا اور جس طرح سکندر مقدونیہ مشرق میں اپنی سلطنت کے حدود وسیع کرنا چاہتا تھا اسی طرح سکندر مولوسیان دیار مغرب میں اپنا سکہ جمانے کا خواہاں تھا۔ اس واقعے سے اُس کے اور تارنتوم کی تنازعات کی اصلی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ بھی صاف ہو جاتا ہے کہ کیوں اس جھگڑے کے بعد مغرب کی طرف وسیع تر میدان عمل کی تلاش میں چلا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اُس کی تیزی اور شدت عمل اُس کے راستے میں کہیں حائل نہیں ہوئے بلکہ اسی کے برعکس محض اُس کی خصلت کی وجہ سے بہت سے ایسے بلدیات نے جنھیں تارنتوم سے زیادہ خطرہ تھا اس پر حصر کیا۔ ہیتاپونتوم، لوکری، رمے کیوم، ہپونیوم، تریننہ اور نوکریہ کی کیفیت بس یہی تھی، اور ان شہروں کے سکّوں پر اپیائروسی شبیہوں سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اُن کی اُس کے ساتھ بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ علاوہ ازیں یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اور بہت سے نواحات کو اُس سے امید تھی، جیسے خود سسلی میں جہاں کی حالت تمولیون کی

بالخصوص دیموس تھنیس پر بحث کریں گے، لیکن اس اتھنز کا ذکر بحیثیت مدبر کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک خطیب و مقرر اور ماہرین و مبصر ادبیات کے کیا جائے گا۔[1]

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ موت کے بعد یعنی تقریباً ۳۲۱ء ق م میں بہت کچھ نازک ہوگئی۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہمیں اس جزیرے کے متعلق جو کچھ تھوڑی بہت معلومات حاصل ہیں وہ سب دیودوروس کی تاریخ اگاتھوکلیس سے ماخوذ ہیں، لیکن اس سے ایک بات صاف ہو جاتی ہے، کہ سرقوسہ میں عدیدی ترقیع کا اثر برابر بڑھ رہا تھا اور ممکن تھا کہ سکندر جیسا سپاہی اُس کے خلاف عموم کا طیف بن جائے؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد اگاتھوکلیس جیسے شخص کے ساتھ اس قسم کے اموریں رواداری برتی گئی۔ کم از کم یہ تو یقینی ہے کہ بیرونی مدد سے بہت کچھ کام نکل آتے۔ خود تمولیون بھی تو غیر ملکی تھا۔ جس وقت لوگ تمولیون کی خصلت سے واقف ہوئے اُسی وقت تپے شرموں سے بے شرموں کو بھی اُس کی اخلاقی طبیعت کی نفاست کے سامنے سر جھکانا پڑا، اور اس کے برعکس مقامی شہری جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے، اُن کے حکم کی بعض تیاک شہری بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک ایک ایسا شہر جو سالہا سال کے انقلابوں کے بعد کہیں ترقی کے راستے پر گامزن ہوا تھا، اُس کے لئے ایک زبردست حکمران کی ضرورت تھی یہی وجہ تھی کہ وہاں والوں نے سکندر والی ایپائروس کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ کیں، اور خود سرقوسہ میں مولوسی علامات جیسے زیوس کا سر، گرتی بجلی اور عقاب کی شبیہیں سکوں پر بنائی گئیں جن کی طرف ایونز (صفحہ ۸۳) ہماری توجہ مبذول کرتا ہے۔

[1] یہاں میں جو کچھ دیموس تھنیس کی بابت کہوں گا وہ صرف وہی باتیں ہوں گی جس کی طرف اس وقت تک کم توجہ کی گئی ہے یا جو اس وقت تک بالکل ہی نظر انداز کر دی گئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - (۱) دیموس تھنیس ایک مقرر کی حیثیت سے - اس کا
اسلوب اس وجہ سے قابل غور ہے کہ وہ اس طرز بیان سے گریز نہیں کرسکا
جسے مصنوعی بلاغت کہا جاتا ہے اور جس سے آجکل کے مقرر اور خطاب
گریز کرتے ہیں - بیشک وہ خالی کھوکھلے جملوں میں کبھی نہیں پڑتا اور کبھی ایسی بات
اپنی زبان سے نہیں نکالتا جس کا تعلق امر زیر بحث سے براہ راست نہ ہو کبھی اپنے
سننے والوں کو اُس دُھندلی فضا میں نہیں لے جاتا جس میں اشاروں کنایوں
یا طوالت کے ذریعے سے مبہم احساسات پیدا ہوتے ہوں، لیکن صریح
خیالات پیدا نہیں ہوتے لیکن وہ اکثر سوفسطائی بھی بن جاتا ہے - اُس کے
زمانۂ حال کے معترضوں کا بھی خیال ہے کہ وہ اکثر دھوکا دینا چاہتا ہے - بلاس
Blass کہتا ہے کہ یہ عین فطرت کے مطابق ہے (۳، ۱، ۱۸۵) اس لئے کہ آخر
دیموس تھنیس ایک وکیل ہی تو ہے؛ دیکھو بلاس ۳، ۱، ۱۳۷ و ۱۶۱ - وہ کہتا ہے کہ
دیموس تھنیس وقتاً فوقتاً چھوٹی چھوٹی باتوں میں واقعی حقیقت سے گریز کرجاتا ہے
مثلاً جب وہ کہتا ہے کہ فیلقوس نے امن و امان کا حلف لینے کے بعد تھریسی قلعے
مسخر کئے" . . . " لیکن یہ محض ثانوی امور ہیں' اور انھیں مقرر کسی بات کے
ثبوت کے لئے نہیں بلکہ محض زور بیان کی رو میں کہہ جاتا ہے" بلاس ۳، ۱، ۱۸۵)
لیکن بلاس کا یہ استدلال کم از کم فیلقوسی ۳، ۱۵ پر تو یقیناً صادق نہیں آتا اسلئے
کہ تیسری فیلقوسی میں دیموس تھنیس کا مکمل استدلال اسی بات پر مبنی ہے کہ
فیلقوس نے کہا تو یہ کہ ہم میں تم میں امن ہے، لیکن عمل دشمنوں کا سا کیا - اور اگر
دیموس تھنیس محض "زور بیان میں" اپنے مدمقابل پر دروغ حلفی کا الزام ایسی حالت
میں لگا سکتا ہے جب وہ جانتا ہے کہ اُس نے دروغ حلفی نہیں کی، تو یہ یقیناً
نہایت ہی خطرناک بات ہے - بلاس ۳، ۱، ۸ میں بالکل سچ کہتا ہے کہ
" دیموس تھنیس ہمیشہ واقعات کے مطابق تقریر نہیں کرتا' اور حقیقت یہ ہے
کہ وہ مورخ کے مخصوص میدان میں قدم نہیں رکھنا چاہتا' نہ وہ یہ چاہتا ہے کہ شہنشاہی

معلوم ہوتی ہے۔ جس طرح حکیم افلاطون کی کتابوں سے ہمارے سامنے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ طرز عمل کا ہوا خواہ بن جائے" چنانچہ ہم نے بلاس کے اس حکم کو جہاں تک ہو سکا ہے پیش نظر رکھا ہے۔ بلاس نے اسی تھنیس پر جو حکم لگایا ہے (۳، ۲، ۲۳۴) کہ دھوکے اور فریب کی چالبازیوں کی وجہ سے اُسے ہم طبیعتاً شریف نہیں کہہ سکتے اور نہ اُسے بڑے بیمار ہی مقرروں میں شمار کیا جا سکتا ہے، تو بجنسہ یہی بات دیموس تھنیس کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے، اور قدما کے اس مشہور خیال کا بھی کہ ازائیوسس اور دیموس تھنیس دونوں اس وقت بھی شک کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جب وہ بظاہر حق کے جانبدار تھے، یہی مطلب ہے۔ دیموس تھنیس کی سوفسطائیت کا گویا شاہکار تیسری فیلقوسی ہے، جو اسلوب کے نقطۂ نظر سے نہایت اعلیٰ درجے کی تقریر ہے لیکن جس میں فیلقوس کی قوت کے متعلق دو نہایت نمایاں غلط بیانیاں ہیں (ؐ ۱۱ و ؐ ۱۵) ایک حال کی بابت اور دو ماضی کے واقعات کی بابت؛ دیکھو بالا باب ۸۱، حاشیہ ۹۔

* حیات برک" (لندن سنہ ۱۸۷۹ء صفحہ ۱۴۸) میں مورلے کے بعض فقروں سے دیموس تھنیس کی شخصیت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے؛ یہ وہ مقام ہے جہاں وہ برک کے آخری تحریرات متعلق انقلاب فرانس پر اس رائے کا اظہار کرتے ہیں: "اب یہاں برک کے اُصول وخیالات کی بجائے ہم چند مخصوص افعال اور بعض مخصوص طرز عمل کی طرف میلان کی فریقانہ تحریک پر آتے ہیں۔ ہمیں اس خاص طرز عمل کی پسندیدگی و ناپسندیدگی کا اختیار ہے؛ لیکن یہاں ہمارے نزدیک بحیثیت ایک مفکر کے اور بحیثیت سیاسی فہم و ادراک کے معاملوں سے برک کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور اُس کی حیثیت بجنسہ وہی رہ جاتی ہے جو دیموس تھنیس کی جب وہ فیلقوس کے خلاف زمین آسمان ایک کرتا تھا، یا شسرو کی جب وہ مارک انطونی کے خلاف

باب ۲۹ عمیق ترین موضوعات کی بابت ذہنی ادراک کا مکمل نمونہ آجاتا ہے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ زہر اُگلتا تھا" اکثر جرمن مورخ اس سے بے حد مشتعل ہوں گے کہ ایک لبرل مدبّر اپنی رو میں آکر ایتھنزی مدبّر کو " دیموس تھنیس جو آسمان و زمین ایک کرتا تھا" کہتا ہے گویا کہ اُس کے جوش و خروش کو وہ اعلیٰ درجے کے اخلاق نہیں سمجھتا۔ بہت سے علما اب بھی خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی یونانی مدبّر کے طرزِ عمل کے موافق ہوں اور وہ مدبّر اپنے کسی مخالف کو بدمعاش کہتا ہوا پایا جائے تو وہ مخالف ضرور بدمعاش ہوگا؛ چنانچہ جو کچھ دیموس تھنیس نے فیلقوس کی بابت کہا ہے اُس پر وہ آمنّا و صدّقنا کہنے کے لئے تیار ہیں۔ اُنھیں چاہیئے کہ انگلستان کے ایک ممتاز مدبّر یعنی لارڈ روزبری نے جو کچھ پٹ اور فوکس کے باہمی تنازعے کے بارے میں لکھا ہے اُسے پڑھیں اور سمجھیں؛ اور وہ اپنی "حیات پٹ" (صفحہ ۲۹) میں کہتے ہیں: "اصل میں انتہائیت کے زور ہی سے خطاب اور اور مقرر بنتے ہیں اور اُن کے لئے یہ بالکل لابد اور لازمی ہے۔ یہ اتفاق شاذ ہی ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ میں ایسے مقرر کوئی اعلیٰ درجے کی تقریر کرسکیں جنھیں یہ یقین نہ ہو کہ نہ صرف وہ حق پر ہیں بلکہ اُن کا مدمقابل قطعاً ناحق پر ہے اور یہ کہ اُن کے مخالف ساتھ ہی اوّل درجے کے نامعقول اور پاجی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس سے کمتر زور، اس سے کمتر گرمی سے بنی نوع انسان کے متنوع خصائص میں تہیّج پیدا کرنا ناممکن ہے"۔ ہمارے نزدیک بجنسہ یہی حکم دیموس تھنیس وائس خنیس پر بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیموس تھنیس کو ہمیشہ نہیں تو کم از کم وقتاً فوقتاً یہ یقین تھا کہ ائس خنیس اور فیلقوس دونوں ۱۰ اوّل درجے کے بدمعاش تھے"، اور کم از کم اوّل الذکر کے متعلق تو اس نے یہ صاف صاف کہہ دیا تھا؛ لیکن اگر ہم اُس کی اس رائے کو دو ہزار برس کے بعد انھیں الفاظ کو دُہرائیں تو یہ ہماری انتہائی سادگی کی دلیل ہوگی۔

اس امر پر بھی پورے طور پر بحث نہیں کی گئی ہے کہ دیموس تھنیس نے چند

اسی طرح کسی جمعیت عوام یا عدالت قانونی کے سامنے بحث و تمحیص کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مخصوص قواعد اسلوب کی کس طرح تعمیل کی۔ یہ موضوع محض علمی دلچسپی کا موضوع نہیں ہے۔ لارڈ بروم کی رائے میں (جس کا اقتباس بلاس نے ۳، ۱، ۷۷ میں دیا ہے) قدیم زمانے کے خطاب آج کل کے مقرروں سے مواد کے لحاظ سے بہت پیچھے اور اسلوب کے لحاظ سے بہت آگے تھے۔ لارڈ بروم یہ بھی کہتا ہے (بلاس ۲، ۱، ۹۸) کہ دیموس تھنیس کے بیان میں اگر ایک لفظ کا بھی اضافہ کیا جائے تو اُس سے نفس مطلب میں کمزوری یا اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، لیکن بروم دیونی سیوس کے ایک قول کا صحیح انطباق نہیں کر سکا جس میں اُس نے دیموس تھنیس کی اُس کوشش کا ذکر کیا ہے کہ اُس نے مقفّیٰ عبارت مرتب کرنے کی کوشش کی اس لئے کہ بروم کی تحریر تک اُس کی کافی وضاحت نہیں ہوئی تھی، اور بلاس نے اُس وقت تک اس کی مثالیں نہیں دی تھیں۔ دیموس تھنیس نے یا تو اس طرز کو تقریر کرنے کے وقت استعمال کیا ورنہ اُس کی اشاعت تک استعمال نہیں کیا؛ اگر ان تقریروں نے اشاعت تک موجودہ شکل اختیار نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اتنا بڑا مقرر نہیں تھا جتنا بڑا مصنف، اور اگر تقریر ہی میں اُس نے کمال حاصل کر لیا تھا تو دوسری بات ہے۔ بلاس کہتا ہے: "ہمارا خیال ہے کہ دیموس تھنیس کی نثر اور پندار کی نظم میں اُس سے کم فرق ہے جتنا پندار اور ہومر کے درمیان نظر آتا ہے" اور بلاشبہ یہاں بلاس کی اس سے مراد مقفّیٰ عبارت سے ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سیاسی تقریریں یا عدالتی بحث نظم سے مختلف ہو گئی ہے۔ آپ اشعار سے ایک خاص اثر پیدا کر سکتے ہیں لیکن کوئی تحریک کرنے کے لئے اشعار سے کام نہیں چل سکتا۔ اگر ہم اس اُصول کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر وزن کا خیال تقریر کے وقت رکھا گیا تھا تو بلاس کی رائے گویا دیموس تھنیس پر بحیثیت ایک مدبر کے ایک حملہ ہے اور بروم کی رائے کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے، بلکہ اگر دیموس تھنیس کے اسلوب کا

باب ۳۹ | درخشاں ترین نمونہ دیموس تھنیس ہے - زمانۂ حال کے علمانے قدیم

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - اتباع کیا جائے تو بجائے زور کے کمزوری پیدا ہونے
کا اندیشہ ہے - اگرچہ چند مخصوص حالات کے تحت مسلسل سات چھوٹے چھوٹے
اجزا سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے (دیکھو Pind. Ol. ا'م) تو پھر ایسے
مواقع کو نظر انداز کر دینا نہایت ہی تنگ نظری ہوگی - یہی رائے حروفِ علت
کی تکرار گریز پر بھی صادق آتی ہے - اصل میں ان باریکیوں کا بانی ایسقراطیس ہے
لیکن یہ اُس کی پہلے سے تیار کی ہوئی نفیس تقاریر ہیں تو بجا ہیں (اور جب خود
ایسقراطیس نے اثر پیدا کرنا چاہا تو وہ ان قواعد سے گریز کر کے نسبتہً سادہ عبارت
لکھنے لگا)' لیکن کسی جمعیت عوام یا عدالت کے سامنے تقریر یا بحث کے دوران
میں اس قسم کے قواعد سے بڑی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور اسی قسم کا اثر پیدا
ہونے کا اندیشہ ہے جیسے اگر آجکل کا کوئی پارلیمنٹی مقرر بے قافیہ نظم میں کسی
جماعت مقننہ کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہو جائے - اصل میں دیموس تھنیس
کی تقریروں سے جو کچھ بھی اثر پیدا ہوا' اُس کی وجہ کچھ اور ہی تھی - اگر وہ ایسقراطیس
کے قوانین اسلوب کا مکمل اتباع کرتا تو وہ انھیں نقالوں کی طرح ہو جاتا جو
بغیر سوچے سمجھے دوسروں کے بنائے ہوئے قاعدوں کا مختلف النوع حالات
میں اتباع کرتے ہیں' جیسے سترھویں اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں قدیم طرز
کے درویہ نویسوں نے "تین وحدتوں" کا اتباع کرنا چاہا' اور ایسی صورت
میں وہ باعتبار اسلوب کے افلاطون کی سطح سے بہت کچھ گر جاتا - لیکن اس کا
کسی طرح یقین نہیں ہے کہ دیموس تھنیس کی مقفیٰ عبارت مع اوقاف
و اوزان کے درحقیقت تمہید' انتاج اور بعض مرکزی پاروں سے کچھ بھی آگے
بڑھتی ہے - حقیقت یہ ہے کہ دریوں تک میں ایتھنزی اس سے کہیں زیادہ
تنوع کے خواہاں تھے ہمارے نزدیک باوجود بلاس کی تحقیقات کے
دیموس تھنیس کی تکمیل اسلوب کا مسئلہ ابھی تک اپنی ابتدائی حالت میں ہے
اور علمائے متعلقہ ابھی تک اس تحقیقات پر ذرا سوچ سمجھ کر بھروسہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کرتے ہیں۔

۲۔ تقریر "متعلق تاج" اٹس خنیس کی تقریر کے برعکس اس تقریر میں کوئی منطقی تسلسل نہیں پایا جاتا، گو اس قسم کا تسلسل دریافت کرنے کے لئے بیحد کاوش اور جانفشانی کی گئی ہے؛ مقابلہ کرو و۔ فوکس: "تجزیہ تقریر دیموس تھنیس متعلق تاج" W. Fox: Die Kranzrede des Demosthenes analysirt لائپزگ سنہ ۱۸۸۰ء، اور والٹ مان کی اشاعت کے صفحۂ ۱۰۸ و ۱۰۹ حاشی۔ ان خیالات سے طبیعت پر اتنا کم اثر ہوتا ہے کہ اکرشہوف نے تو اس تقریر کے دو مسودوں کو جو ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط کر دئے گئے تھے، پہچان لیا ہے (اکاڈمی برلن سنہ ۱۸۹۳ء) بوالو Boileau کا قول ہے کہ "اکثر بے ترتیبی ہی فنی داویئہ نگاہ سے ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے" چنانچہ شاعر ہی اپنا مقصد بے ترتیبی سے حاصل نہیں کرتے بلکہ مقرر بھی اس طریقے سے اپنا اثر سامعین پر ڈالتے ہیں بشرطیکہ ایک ہی مسئلہ بار بار پیش کیا جائے، اور اس پر جو مباحثہ ہو اس کے دوران میں وقتاً فوقتاً سامعین کو ذہنی غذا بہم پہنچائی جائے۔ بجنسہٖ یہی کیفیت دیموس تھنیس کی تقریر "متعلق تاج" کی ہے۔

ایک نہایت ہی نفیس تمہید کے بعد دیموس تھنیس ایک ایسے مسئلے پر بحث کرتا ہے جسے استغاثہ کی طرف سے چھوا بھی نہیں گیا یعنی صلحنامۂ فلوکراتیس (۶۹-۵۲) اور اسے اٹس خنیس پر ایک وار کر کے ختم کرتا ہے۔ اب وہ خاص استغاثے پر آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں آلوائی گل کا مستحق ہوں، اور یہ ثابت کرنے کے پہلے خارجی (۶۰-۱۰۱) اور پھر داخلی (۱۰۱-۱۰۹) سیاسیات پر بحث کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ قانونی مسئلے پر آتا ہے (۱۱۰-۱۲۵) اور ایک جگہ اٹس خنیس کو اسی دوران میں برا بھلا کہتا ہے (۱۲۱)۔ یہاں تقریر کو ختم کر دینا چاہئے تھا، لیکن چونکہ اٹس خنیس نے اس کی تخریب کی ہے اس لئے اب اسے اٹس خنیس کے متعلق ضروری باتیں بیان کرنی لازمی ہیں۔ یہاں وہ اٹس خنیس پر نہایت پر زور حملہ کرتا ہے (۱۲۶-۱۳۱)؛

باب ۲۹ تفصیل کے ساتھ مطالعہ کیا ہے، اور ہم بھی اُس کے تقاریر کی مختصراً جانچ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - اس کے بعد ائس خنیس کو بحیثیت ایک سیاست داں کے سامنے رکھ کر اُس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ امفسا کے معاملے کی وجہ سے وہی سکندر کے یونان آنے کا باعث ہوا (۱۴۱-۱۵۹) - اس موقع (۱۶۰) سے کام نکال کر اب دیموس تھنیس خود اپنی طرف رجوع ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ جب فیلقوس کا ایلاتیہ پر قبضہ ہو گیا تھا تو اُس نے کیا کیا (۱۶۹) وغیرہ؛ مشہور علو ۱۷۹؛ ائس خنیس کو ایکٹر بتاتا اور اس کی تضحیک (۱۸۰)؛ اور کہتا ہے کہ محض کامیابی کی وجہ سے کسی پر حکم لگانا کسی طرح مناسب نہیں (۱۹۲ وغیرہ)؛ اور پھر ایک نہایت ہی نفیس انداز میں کہتا ہے کہ اگر بالفرض اتیھنز کو اسکا کسی طرح پہلے سے علم ہو جاتا کہ اُسے جنگ میں شکست ملیگی پھر بھی وہ اپنے فرض سے ہرگز نہ چوکتا اور بہر حال جنگ کی ابتدا کرتا - ۲۰۸ میں وہ فقرہ ہے جسے روزن برگ "بغایت موثر" اور "علو بیانی کا نمونہ" کہتا ہے اور اس کے بعد ائس خنیس کی انتہائی توہین و تذلیل شروع ہوتی ہے (۲۰۹) جس پر روزن برگ بالکل صحیح اندازہ کرتا ہے کہ "ایک ہی قسم کے خیالات سنتے سنتے شاید سامعین تھک گئے ہوں گے اور خود مقرر کو اس کا احساس ہونے لگا ہوگا" (لیکن کیا ان خیالات کا بہت زبردست اثر پڑا"؟) "کہ سامعین کسی قسم کی دل خوش کن بات سننا چاہتے ہیں" - اسکے بعد پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے، کہ جگہ جگہ لوگوں کے محظوظ ہونے کے لئے یا تو کسی کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے ($\frac{242}{244}$) ورنہ کوئی مزاح آمیز بات کہہ دی جاتی ہے- اب دیموس تھنیس "قسمت" کا ذکر کرتا ہے اور اُسے ائس خنیس اور اُس کے والدین پر ہزل گوئی کا بہانہ بناتا ہے ($\frac{256}{265}$)؛ لیکن ۲۷۰ میں وہ "معاملات عامۂ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس کی بابت "کچھ اور بیان کرنا چاہتا ہوں" لیکن اس سے قبل سامعین دو مرتبہ اور محظوظ کئے جاتے ہیں (۲۸۴ و ۳۱۳) -

اس تقریر میں دیموس تھنیس کی خوبی یہ نہیں ہے کہ اس نے جملہ مواد کو

باب ۲۹ | لڑنا چاہتے ہیں اس لئے کہ خطابت ایک ایسا فن ہے جو یونانیوں کے ساتھ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ منطقی اعتبار سے مرتب و منظم کیا ہے، بلکہ ہر شخص اسے تسلیم کرتا ہے کہ یہ تقریر فی ۱۶۰ سے از سرِ نو شروع ہوتی ہے۔ اس کا طرز بیان دراصل یہ ہے کہ ضروری امور کا اعادہ کیا گیا ہے اور ان اعادوں سے پیشتر جگہ جگہ دل خوش کن اور مناسب قصے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سامعین کو تر و تازہ رکھا جائے اور کبھی حملہ یا مدافعت، کبھی ہمدردی اور کبھی سب و شتم، کبھی سروری اور کبھی دردی بیان کے ذریعے سے اُن کی توجہ مبذول کی جائے۔ دیموس تھنیس "گریز" کا اُستاد ہے (جس کا ذکر ایسقراطیس Phil ۲۶ کے تحت کرتا ہے) اور یہ گریز نہ صرف طرز بیان میں بلکہ مواد واقعات میں بھی کیا جاتا ہے۔ اُس کی شخصیت میں فارقلیس اور ارسطوفانیس دونوں جمع ہوتے ہیں، اور اس مجموعے سے استہزیوں کی ایک بڑی کثرت بہت کچھ محظوظ ہوتی تھی۔ اُسے کامیابی کا اس قدر یقین ہے کہ وہ اسخنیس کے لگائے ہوئے الزامات کے جواب دینے کی تکلیف گوارا نہیں کرتا، اور اُسے اپنے سامعین پر اس درجہ اعتبار ہے کہ ۲۰۹ اور ۸ ۲ میں وہ منتہائے عروج سے منتہائے کمال کو ایک بڑی زقند لگانے میں مضائقہ نہیں سمجھتا۔ دیموس تھنیس ایک ایسا مقرر ہے، اپنی آواز، لہجے اور حرکات کو یک بیک بدل سکتا، اور ساتھ ہی تسلسل بھی جاری رکھ سکتا تھا، چنانچہ اگر ہم اُسے ایک اول درجے کا ایکٹر کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ مقابلہ کرو وائل Weil کے خیالات اس حصے پر۔

دیموس تھنیس کی اس خاص قابلیت کے اصلی انداز کے لئے ہم آجکل کے زمانے کا ایک ہمشکل واقعہ بیان کریں گے۔ ڈاکٹر بینٹ نے اپنی کتاب موسومہ "پچاس سال گزرے" (لندن ۱۸۹۲ء) میں گرانٹ Grant کی کتاب "اِدھر اُدھر کی یاد Random Recollections" سے اوکونل O'Connel کے فن تقریر کا مفصلہ ذیل بیان اخذ کیا ہے: اوکونل کی تقریر میں شاید سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ وہ ایک موضوع سے دوسرے موضوع تک نہایت ہی

باب ۲۹ | ایک حد تک مخصوص ہے اور گویا اُن کی طبیعت میں سرایت کئے ہوئے ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ آسانی اور سہولت سے پہنچ جاتا ہے اور اُسے سنجیدگی سے مزاح اور زندگی بخش سے درشتی آمیز موضوعات تک اتر آنے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہوتا، بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ارتقا سے بالکل ہی بے خبر ہے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ وہ اپنی تقریر کی ابتدا میں کچھ ایسی باتیں کہتا ہے جس سے سامعین کے دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اور اُن لوگوں میں بھی جو اس قسم کے اثرات عام طور پر قبول نہیں کرتے، ایک قسم کی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے دیکھے ہیں جو علی العموم پسیجتے بھی نہیں، اور ایک ہی لمحے میں جب مقرر سنجیدہ گوئی سے مزاح کی طرف پلٹا تو پھر انھیں سامعین کے ہنستے ہنستے پیٹ دکھ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض مرتبہ وہ اپنی تقریر کو نہایت لطیف و دل خوش کن پیرائے میں شروع کرتا ہے اور پھر یک بیک درد آمیز پیرایہ شروع کر دیتا ہے اور اُس مقام پر جہاں ایک لمحہ پیشتر قہقہوں کی آوازوں سے آسمان گونج رہا تھا، اب موت کی خاموشی چھا جاتی ہے۔ میں نے کبھی کسی کو اس سے زیادہ لوگوں کے احساسات و جذبات کو اپنے قابو میں لاتے ہوئے نہیں دیکھا؟ اور اُس کی تقریر کا اُتنا ہی اثر "دُنیا کی اعلیٰ ترین جماعت شرفا" (یعنی پارلیمنٹ) کے ارکین پر پڑتا ہے جتنا ڈبلن کی ان پڑھ اور چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے جمِ غفیر پر۔ اکثر مقرر اپنے کسی مخصوص انداز میں کمال پیدا کرتے ہیں، مثلاً درد آمیز پیرایہ یا دل خوش کن و مسرت آفریں فقرے، یا کمالِ اسلوب، یا منطقی استدلال؛ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ او کونل کی طرح دیموس تھنیس ہر معنی کر کے لاثانی تھا؟ اور اُسی کی طرح چشم زدن میں ایک لہجے سے دوسرے کو نہایت آسانی سے چلا جاتا تھا، اور یہ ایسا وصف ہے جو بہت کم مقرر اپنے سننے والوں کے احساسات کو ٹھیس لگائے بغیر کام میں لا سکتے ہیں۔ جب دیموس تھنیس اُس ٹھیس کے

اور دیموس تھنیس اس فن کے منتہائے کمال کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ باب ۲۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ استدلال کا خاتمہ کر رہا ہوتا ہے تو وہ بجنسہٖ وہی ترکیبیں اختیار کرتا ہے جو اوکوئنل اختیار کرتا تھا۔ اس کے برعکس ائس خنیس میں صرف ایک ہی ایسی صفت تھی جس میں اُسے کمال حاصل تھا، اور وہ اُس کا رکھ رکھاؤ اور خودداری کا احساس تھا۔

تقریر "متعلق تاج" کی کیفیت تقریبًا وہی ہے جو "بے ایمان سفارت" والی تقریر کی ہے، اور ان دونوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان میں ترتیب وتنظیم کا فقدان ہے (دیکھو واتل Weil کے حواشی)۔ ہمارے نزدیک یہ تقریر ایک اعلیٰ درجے کا فنی کارنامہ ہے۔ یہ موقع محل کی ذہنیت کے اعتبار سے دی گئی ہے اور اس کا مقصد اوّل یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے سامعین کو رام کر لیا جائے۔ اگر اس قسم کی تقریر میں خطابی یا اخلاقی نقائص بھی پائے جائیں تاہم اُس کی عظمت یا کمال میں کسی قسم کا فرق نہیں پیدا ہوتا۔ ۲۴۴ پر دیموس تھنیس کہتا ہے کہ وہ خیئرونیہ کا ذمہ دار نہیں تھا، لیکن یہ صرف زورِ بیان کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے بجنسہٖ وہی کیا جو کوئی دوسرا خطاب کرتا، یعنی تیاریاں کیں (۲۴۶) اور وہ اس بات کو چھپاتا ہے کہ امن میں بغیر یہ سوچے ہوئے سدِّ راہ ہوا کہ ایتھنز کے پاس جنگ کو جاری رکھنے کے لئے کافی تعداد قابل سپہ سالاروں کی ہے بھی یا نہیں ہم اس قسم کی باتوں کو ایک وکیل کی تقریر میں قابل معافی سمجھتے ہیں، اور اسی طرح اُس نے یہ بات جو چھپائی ہے کہ قانونًا کتے سی فون کو سزا ملنی چاہیئے تھی تو یہ اس تقریر کی اخلاقی لغزش ہے، اس لئے کہ کم از کم کسی عمومیت پسند کو تو خلاف قانون کارروائیوں کو معمولی بات نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جب بلاس (۳، ۱، ۳۷۹) کہتا ہے کہ "یہ واقعہ صرف قانون دانوں کے لئے اہم ہوگا کہ ائس خنیس قانونًا ایک حد تک حق پر تھا" تو وہ قانون کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ نہیں کرتا، دیموس تھنیس نے ارسطوقراتیس کے خلاف جو تقریر کی، تو اُس میں قانون کا نسبتًا صحیح تر اندازہ کیا، اور

باب ۲۹

سب سے پہلی چیز جو ہمیں تحسین و آفرین پر مجبور کرتی ہے وہ مفصلہ ذیل اسالیب بیان ہیں:۔ تضاد (Antithesis)، مساوی فقروں کی ابتدا میں تکرار لفظی (Anaphora)، ٹیپ کا لفظ (Antistrophe)، فقرے کے آخری لفظ کی آئندہ فقرے میں تکرار (Anasrophe)، تکرار حرف ربط (Polysyndeton)؛ اسی طرح ہمیں اسالیب خیالی بھی ملتے ہیں، جیسے ندبۂ سادہ، خود مقرر کے قول پر اعتراض (Hypophora) تخاطب اشخاص فرضی (Apostrophe)، دوسروں کی فرضی تقریر (Prospopoeia)، ایسے امور کا یک بیک اخفا جن کا اظہار ممکن تھا لیکن جن کی طرف محض اشارہ ہی کافی سمجھا گیا، کسی فقرے کے بیچ میں رک جانا (Aposiopesis)، تصحیح بیان (Epidiorthosis)، وقتی گھبراہٹ کا حیلہ جس سے سامعین کو معلوم ہوتا ہے کہ مقرر کو کوئی خیال فی البدیہہ پیدا ہوا ہے، کسی شخص کے نام سے لاعلمی کا اظہار جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقرر نے پہلے سے تیاری نہیں کی۔ دیموس تھنیس طعنہ اور تضحیک کا بھی مرد ہے۔ یوں تو کوئی تجربہ کار خطیب ان سب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اور اُس میں اپنی "تاج" والی تقریر کو "بے شرمی کی داستان" بتایا۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اپنا مقدمہ جیتنے کے لئے دیموس تھنیس نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، لیکن یہ ہمارے لئے صحیح معیار نہیں بن سکتا۔ اگر بالفرض والتسلیم ائس خنیس کا رتبہ باعتبار ایک انسان اور باعتبار ایک مدبّر کے دیموس تھنیس سے کم بھی تھا، تاہم یہ ایتھنز اور دوسرے یونانی بلدیات کے شہریوں کا مفاد اسی میں مضمر تھا کہ عدالتیں اصل منشائے قانون کے خلاف تو نہیں جاتیں۔

تقریر متعلق "تاج" (۲۰۰) میں دیموس تھنیس نہایت ہوشیاری سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ ائس خنیس کا احساسات عامّہ سے تعلق نہیں ہے۔

لی کر گوس کیلئے دیکھو ویلوراشو ایتھنز کا مقرر لیکرگوس Duerrach, L'Orateur Lycurgue، پیرس، ۱۸۹۰ء۔

طریقوں کو ہر وقت فی الفور کام میں لا سکتا ہے، لیکن اب ہم اس کا ثبوت دیں گے کہ جس قدر آجکل سمجھا جاتا ہے اُس سے کہیں زیادہ ڈیموس تھنیس اپنی تقریروں کی پہلے سے تیاری کرتا ہوگا۔ اُس کے فن کے تین خصوصیات ہیں اور انھیں من وعن الیسقراطیس سے اخذ کیا گیا ہے (دیکھو باب ۱۲)۔ پہلا تو حروف علّت کی یکجائی سے گریز؛ دوسرے دو سے زیادہ چھوٹے چھوٹے حرفوں کے تسلسلات، جس کی وجہ سے اُس کی تقریر میں ایسے ایموس یا ناٹک کے مکالموں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جن میں دو جزوی اور سہ جزوی رکن بھرے ہوں، در انحالیکہ مزماری نظم میں متعدد چھوٹے چھوٹے اجزا پر بھی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ تیسری خصوصیت نثر کی مسجّع ترکیب ہے جس کے مطابق مختلف مصرعے، جو تقریباً مساوی ہوتے ہیں، دو دو یا دو سے زیادہ باہم دیگر مطابق اجزا میں منقسم ہوتے ہیں جنھیں "کولا" کہتے ہیں۔ اس ترکیب کے باعث مکمل توازن قائم ہو جاتا ہے اور پڑھنے والا خود بخود پنڈار کی نظموں کا خیال کرنے لگتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نفس مطلب کے لحاظ سے ڈیموس تھنیس اتنا باقاعدہ نہیں ہے، اور یہ بے ترتیبی خاص طور پر اُس کی مشہور و معروف تقریر موسومہ "تاج" میں پائی جاتی ہے۔ اس تقریر و نیز اُس سے پہلے کی تقریروں میں ہمیں اُس عہد کے مخصوص تمدن کی بابت اس قدر معلومات حاصل ہوئے ہیں کہ یہاں ہم بعض واقعات کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ مبذول کریں گے۔

جنگ خئیرونیہ کے بعد ڈیموس تھنیس نے ایتھنزی قلعوں کی مرمت کرا کے مملکت کی جو خدمت کی تھی اُس سے متاثر ہو کر ایک شخص مسمیٰ کتے سی فون نے ۳۳۱ ق م میں یہ تحریک کی کہ عید دیونی سیۂ عظمیٰ کے موقع پر ایک (طلائی گھیرایا) تاج اُس کی نذر کیا جائے۔ اس پر ائس خنیس نے کتے سی فون پر قانون شکنی کا الزام لگایا اور اپنے دعوے کی دلیل میں مفصلۂ ذیل واقعات پیش کیے:۔ (۱) ڈیموس تھنیس

باب ۴۹

اس اعزاز کا مستحق نہ تھا۔ (۲) اس نے اپنے عہدے کے زمانے کے معاملات کی حساب فہمی نہیں کرائی اس لئے یہ سب کارروائی خلاف قانون تھی (۳) اس خاص مقدمے میں تماشاگاہ میں اس قسم کے تھیٹرے کا پیش کیا جانا بالکل خلاف قانون تھا۔ الغرض اس اعتراض کی وجہ سے تاوقتیکہ اس الزام کی پوری طور پر تحقیقات نہ کر لی جائے اُس وقت تک یہ پیش کش ملتوی ہو۔ اس کی تحقیقات کی گئی جو برابر چھ سال تک جاری رہی اور گھیرا اُس وقت تک نذر نہیں کیا گیا جب تک سکندر اپنی فوج سمیت باختر نہ پہنچ گیا۔ بظاہر نظر آتا ہے کہ اسکنیس کو دیموس تھنیس پر حملہ کرنے کے لئے بہت اچھا موقع تھا؛ لیکن واقعاً ایسا نہیں تھا، اس لئے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب عوام میں مقدونیہ کے خلاف جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ بالآخر جب بحث کا وقت آیا تو دونوں مقرروں کی تقریریں سننے کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہوئے شاید کبھی دو ایسے باوقعت و مقتدر خطیبوں نے ایک دوسرے کا مقابلہ اس سے زیادہ درشتی سے نہ کیا ہوگا۔ دونوں میں اسکنیس زیادہ قابل تھا، اور اپنی شخصیت، خیالات اور اسلوب بیان میں اُن سب قاعدوں کی پوری پابندی کرتا تھا جو ائمۂ خطابت و بلاغت نے بنا رکھے تھے۔ دیموس تھنیس بعض امور میں اُس سے آگے بڑھا ہوا تھا؛ وہ عقل و فہم میں فرد فرید اور اول درجے کا نقاش تھا، جو وقتی اثر پیدا کرنے کے لئے موضوعہ قواعد بالائے طاق رکھنے پر ہر آن تیار رہتا تھا، لیکن ساتھ ہی ساتھ تفصیل کی تکمیل کرنے کی غرض سے فن پسند ایتھنزیوں کو متاثر کرنے کی ہر تدبیر کو کام میں لاتا تھا۔ اسکنیس نے استغاثے کی طرف سے اپنی تقریر اس طرح شروع کی کہ "حضرات! تاوقتیکہ دیموس تھنیس اپنے زمانے کا حساب کتاب پیش نہ کر دے اُس وقت تک اُسے کوئی انعامی گھیرا نہیں دیا جا سکتا۔" اس کے بعد اُس نے یہ کہا کہ اس قسم کا جلسہ تماشاگاہ میں کرنا قطعاً خلاف قانون ہے؛

اور دیموس تھنیس کسی قسم کے اعزاز کا مستحق نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ بات غلط ہے کہ دیموس تھنیس ہمیشہ فیلقوس کا مخالف رہا ہے، بلکہ اس نے فلوکراتیس کے ساتھ تعاون کر کے امن کرائی، اور فیلقوس کے خلاف اس وقت تک آواز نہیں نکالی جب یہ اُس کی ہردلعزیزی کے لئے ناگوریز ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے ایتھنز اور تھیبز کے مابین ایک نہایت ہی افسوسناک مخالفہ کر کے عین اس وقت انھیں خطرات سے گویا گھیر دیا جب فیلقوس انھیں طرح طرح کی دھمکیاں دے رہا تھا، جس کی وجہ سے بہت سے ایتھنزیوں کو اپنی جانیں تک دینی پڑیں۔ جب سکندر نے ایشیا میں اپنی مہمات شروع کر دئے تھے اُس وقت دیموس تھنیس کو مقدونویوں پر وار کرنے کا بہت بڑا موقع تھا، لیکن اُس نے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ آخر میں اِئس خنیس کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کی زندگی ایسی نہ تھی کہ اُسے اتنے بڑے اعزاز سے بہرہ اندوز کیا جائے۔

ہم اس سے واقف نہیں کہ اس کے جواب میں کتے سی فون نے اپنی برأت میں کیا کیا کہا، لیکن ہم اُن دلائل سے واقف ہیں جو دیموس تھنیس نے اس تقریر کے جواب میں پیش کئے۔ سب سے پہلے تو وہ اِئس خنیس کے اس قول کا ابطال کرتا ہے کہ اُس نے اُسپر (یعنی دیموس تھنیس پر) صرف اس لئے استغاثہ دائر کیا ہے کہ اُس سے کتے سی فون کی تحریک کا خلاف قانون ہو جانا ثابت ہو جائے گا، اور کہتا ہے کہ اگر اُس کے طرزِ عمل میں اِئس خنیس کو اتنے نقائص نظر آتے تھے تو اُسے یہ استغاثہ بہت پہلے دائر کرنا چاہیئے تھا۔ اب چونکہ اِئس خنیس نے یہ استغاثہ دائر کرنے کی جسارت کی ہے اس لئے وہ اپنے استحقاق کو ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس نے ایتھنز کے عزت و وقار کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اُس نے یوبیہ و بیزنطہ

کو دشمن سے جو محفوظ رکھا اُس پر وہ مفصل بحث کرتا ہے اور ترپارخیہ کی تنظیم پر زور دیتا ہے، لیکن اس مسئلے کے قانونی پہلو کو محض سرسری انداز سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس نے قلعہ بندی کے لئے جو روپیہ مملکت کے سپرد کیا تھا صرف وہی طلائی گھیرے کے استحقاق کے لئے کافی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ جو روپیہ بطور نذرانہ کے دیا جائے اُس کا حساب کتاب کیسا؟ اس کے بعد وہ ائس خنیس پر ذاتی حملہ کرتا ہے اور تخریب کے جوش میں اُس کی ماں پر وار کرنے سے بھی نہیں چوکتا؛ آخر میں وہ خود اپنی جلت پھرت کی طرف سامعین کی توجہ مبذول کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو محض کامیابی اور ناکامی کے معیار سے اپنے افعال کو پرکھنا نہیں چاہیئے بلکہ انصاف کو پیش نظر رکھنا چاہیئے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ اگر ایتھنز کو اپنی ناکامی کا علم بھی ہوتا تاہم وہ یقیناً ایتھنز سے جنگ آزما ہوتا۔ اس کے بعد کتے سی فون فوراً بری ہو گیا، اور چونکہ ائس خنیس کے موافق عادلوں کی ⅕ آرا بھی نہیں آئیں اس لئے اُسے ایک ہزار درہم بطور جرمانے کے ادا کرنے پڑے۔ اس پر ائس خنیس نے ایتھنز کو خیر باد کہا، اور پہلے تو الیفی سوس گیا، وہاں سے رھوڈز میں کچھ مدت ٹھہر کر آخر کار ساموس میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

اسے ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ دیموس تھنیس کی تقریر ائس خنیس کی تقریر سے فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے۔ دیموس تھنیس کی تقریر میں باریک ترین نکتے بھی ہمیشہ امور پیش نظر کے متعلق ہوتے ہیں۔ وہ حب وطن کی لئے اختیار کرتا ہے، اور اس میں اس کا مطلق کوئی ثانی نہیں۔ جب کبھی وہ دوسروں پر حملہ کرتا ہے تو صرف تنوع اور افرپیدا کرنے کی خاطر۔ ساتھ ہی ساتھ اس میں بھی شبہہ کی گنجائش نہیں کہ

قانونی اعتبار سے اس تقریر میں بہت سے اسقام ہیں، اور اگر ارکان جیوری خود اپنے ذاتی جذبات سے متاثر نہ ہو جاتے تو بلا شبہہ کتے سی فون ہی کو ملزم قرار دیا جاتا۔ دیموس تھنیس نے اُس خنیس کی ماں کو جو لتیمڑا ہے اس پر مدت دراز قبل حکم لگایا جا چکا ہے۔

دیموس تھنیس اور اُس خنیس کے بعد دو اور مدبروں یعنی لیکرگوس اور ہی پریدیس کی خطابت مشہور آفاق تھی۔ لیکرگوس کی ایک تقریر مشہور ہے جو اُس نے ایک بزدل شخص لیوکری تیس کے خلاف دی تھی، اور اس میں لیکرگوس حب وطن کے جوش میں آکر بہت کچھ بُرا بھلا کہتا ہے۔ ہی پریدیس مقدونیہ کے جانی دشمنوں میں سے تھا، اور اُس کی تقریروں سے، جو مصر میں برآمد ہوئی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ فن خطابت میں یکتائے روزگار تھا اُس نے فرینیے کی طرف سے جو پیروی کی اُس سے پتا لگتا ہے کہ وکالت کے فن میں اُس کا مرتبہ بالکل لاثانی تھا۔

الیسقراطیس کے دو شاگردوں یعنی الیفوروس اور تھیوپومپوس کی تصانیف میں فن بلاغت اور علم تاریخ کا گویا اتصال ہوتا ہے۔ الیفوروس کیمے کا باشندہ تھا، اور اپنے طالب علمی کے زمانے میں ذرا کاہل الوجود تھا جس کی وجہ سے اُسے ہمیشہ کہنے سننے کی ضرورت پڑتی رہتی تھی۔ اُس کا اُستاد اس سے کہا کرتا تھا کہ اگر تمھیں ایسے کام کی تلاش ہے جو تمھاری فطری اہلیت کے عین مطابق ہو تو مناسب ہے کہ تم تاریخ لکھو۔ اُس نے جو تاریخ مرتب کی اُس کی تیس جلدیں تھیں، اور یہ خاندان ہرقل کے مہمات سے شروع ہو کر فیلقوس کے محاصرۂ پرنتھوس پر ختم ہوتی تھی۔ اس کی بابت ہمیں زیادہ تر معلومات دیودوروس کے تصانیف میں دستیاب ہوتے ہیں، اور اغلب یہ ہے کہ دیودوروس نے واقعات پر تبصرہ کرنے میں جو یکسانی دکھائی ہے وہ الیفوروس ہی سے ملخوذ ہے

باب۵۲

ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اُس نے مختلف اشخاص کے خصائص لکھنے میں جانبداری کا برتاؤ کیا ہو۔ اس کے تصانیف کو اُس کے بیٹے دیموفیلوس نے مکمل کیا۔

الیفوروس کے ہم مدرسہ تھیوپومپوس ساکن خیوس کی طبیعت کی اُفتاد اُس سے بالکل مغائر تھی، اور یہاں خود اُستاد کو اس کی روک تھام کرنی پڑتی تھی۔ وہ سنہ ۳۸۰ ق م میں پیدا ہوا، اور جب اُسے مقامی عمومیت پسندوں نے جزیرے سے نکال دیا تو اتھینز چلا آیا۔ سنہ ۳۵۵ ق م میں وہ خیوس واپس گیا لیکن سکندر کی موت کے بعد اُسے پھر جلا وطن کر دیا گیا جس پر وہ مصر چلا گیا۔ ہمیں اُس کی موت کے مقام یا سال کا مطلق علم نہیں۔ وہ اکثر ایک خطیب کی حیثیت سے عوام کے روبرو آیا اور اُس نے موسولوس کی تعریف و توصیف کرنے پر انعام حاصل کیا۔ اُس نے دو کتب تاریخ تالیف کیں، ایک توطوسی دیدش کے سلسلے میں سنہ ۴۱۱ ق م سے سنہ ۳۹۴ ق م کی تاریخ، اور دوسری تاریخ عہد فیلقوس، جن میں سے آخر الذکر بیشمار جملہ ہائے معترضہ کے ذریعے سے جملہ دیار یونان کی مبسوط تاریخ بن گئی۔ اس کے لئے بھی ہمیں دوسروں کی کتابوں کا رہین منت بننا پڑتا ہے، جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ روایات کے بموجب اُس کی طبیعت الیفوروس کی طبیعت سے بالکل مغائر تھی۔ اس کے بیان میں الیفوروس سے زیادہ زندہ دلی پائی جاتی ہے، اور جب وہ واقعات پر تبصرہ کرتا ہے تو خود اپنے ذاتی اثرات کو اس میں نسبتہً زیادہ جگہ دیتا ہے۔ وہ مروّجہ رسم و رواج کو بیان کرنے اور دوسروں کے مقاصد کی تہ کو پہنچنے کا بڑا مشتاق تھا۔ اُسے دوسروں کی بری عادتوں کو مشتہر کر کے انھیں رسوا کرنے میں لطف آتا تھا، چنانچہ اسی سے اتھے نائیوس اپنی کتاب میں جگہ جگہ اُس کے اقتباسات دیتا ہے۔

باب ۲۹

ہمیں یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ الفوروس اور تھیوپومپوس کا مقصد اولین حق پسندی نہیں تھا، لیکن اُن کے مخصوص انداز سے (جس کا ایک جزو تو انھیں دوسروں سے ورثے میں ملا تھا، اور دوسرے کے وہ خود بانی مبانی تھے) ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بحیثیت اصلی مورخوں کے اُن کی سطح طوسی دیدش یا زینوفون سے کہیں زیادہ پست تھی۔

ان خطیبوں کے طریقے کا تباین ارسطاطالیس کی تصانیف میں نظر آتا ہے، جو دیموس تھنیس کے گویا ساتھ ساتھ ۳۸۴ء ق م میں پیدا ہوا اور اُسی کے ساتھ ساتھ ۳۲۲ء ق م میں مرا۔ لیکن ان دونوں کے سوانح حیات میں کس بلا کا تباین پایا جاتا ہے!

ارسطاطالیس[۵۲] نکوماخوس کا بیٹا تھا، جو نسلاً اسکلے پی تھا،

---

۵۲ ارسطاطالیس کے لئے منجملہ دیگر کتابوں و مضامین کے دیکھو زیلی Zell. پاؤلی کی "محیط المحیط" (Pauby' R. E) ۲/۱، ۴، ۱۶۳۴ تا ۱۴۹۹ "تفاخر" کے لئے ارسطاطالیس: "اخلاق نکومیکی" (Ar Eth Nic) ۴، ۳۔

و۔ ہرتز: "از منۂ وسطیٰ کے سکندری افسانوں میں ارسطو کا تذکرہ"

W Hertz Aristoteles in den Alexanderdichtungen des Mtlelalters

میونخ ۱۹۰۱ء؛ نیز پاؤلی ویسووا جلد ۲ میں گرسکے کے لکھے ہوئے جدول نمبر ۱۰۱۲ - ۱۰۵۵ -

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ حال ہی میں "دستور ایتھنز" پر جو کتاب برآمد ہوئی ہے (جس کا ذکر جلد ۲ صفحہ ۳۶۴ میں کیا گیا ہے) وہ ارسطاطالیس کی دستور ایتھنز پر وہی کتاب ہے جس کے اقتباسات بہت سے قدیم لغت نویسوں اور دوسرے علما نے دیئے ہیں اس کتاب کی اندرونی شہادتوں سے پتا لگتا ہے کہ یہ ۳۲۹ء ق م سے ۳۲۲ء ق م تک کے زمانے میں لکھی گئی ہوگی۔ اتھینی دستور اور سیاسی کی تاریخ کے لئے یہ کتاب نہایت ہی وقیع ہے، لیکن بہت سی تفصیلات نقرہ

باب ۲۹

اور ابین تاس شاہ مقدونیہ کا طبیب خاص تھا۔ وہ ستاگیرا میں پیدا ہوا شاید ۳۶۷ قم میں ایتھنز آیا، اور جب افلاطون سسلی سے واپس آیا تو اُس کے درس میں شریک ہو گیا۔ چونکہ اُسکے خیالات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ رہ جاتی ہیں۔ سوال صرف یہ باقی رہ جاتا ہے کہ آیا یہ تالیف خود اس حکیم کی تالیف ہے یا اُس نے اُس مواد کو جمع کر دیا ہے جو اُس کے شاگردوں نے فراہم کیا تھا اور اُس میں (ارسطو نے) اپنے سیاسی خیالات کا اظہار کر کے تواحد کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس دوسرے نظریئے کی تائید کرنی پڑے گی اور یہ صورت نہ صرف "دستور ایتھنز" کی ہے بلکہ اس کے علاوہ اس سلسلے کے ۱۵۷ دوسرے دساتیر کی۔ جب ارسطاطالیس موالید ثلاثہ اور فلسفہ کے مسائل پر اس قدر عمیق مباحث ضبط تحریر میں لانے میں مصروف ہوگا تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس کے پاس ۱۵۷ شہروں کے دساتیر جمع کرنے کے لئے کہاں سے وقت نکلا ہوگا۔ اگر یہ خیال درست ہے تو پھر انفرادی واقعات کی ذمہ داری ارسطو کے سر سے ہٹ جاتی ہے اور ساتھ ہی اُس کی تصانیف میں تاریخی عنصر میں غلطیوں کا امکان بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ "دستور ایتھنز" میں قوانین دراکون کی بابت صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا گیا اور تمسطاکلیس کی شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا گیا کم ازکم ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اس تالیف کے تاریخی حصے کو گہری تنقیدی نظر سے دیکھیں اور اُسی کسوٹی پر پرکھیں جس پر ارسطو سے کمتر درجے کے مولفوں کی کتابوں کو پرکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ "دستور ایتھنز" کے مطالعے سے جو مسئلے ذہن میں آتے ہیں اُن کا جواب دینا لازم ہے۔ ان کے لئے جو مواد ہے اس کا مختصر ترین اور بہترین ملخص بوسولٹ کی "تاریخ یونان" جلد ۲، اشاعت دوم، ص ۱۴ میں ملے گا۔ اس میں جن اشاعتوں کا ذکر ہے اُنمیں سے سینڈیز Sandys کی اشاعت سب سے زیادہ کارآمد ہے، لیکن اس فہرست میں بلاس Blass کی حال کی اشاعت (لائپزگ ۱۸۹۵ء) کا اضافہ کرنا چاہیئے۔

اپنے اُستاد کے خیالات سے بالکل مغائر تھے اس لئے قدیم تذکرہ نویسوں نے اس اختلاف کو استاد و شاگرد کی باہمی رنجش پر محمول کیا ہے اور ارسطاطالیس کو اُس کی ناشکری پر بُرا بھلا کہا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا مطلق کوئی ثبوت نہیں کہ یہ اختلاف ذاتی رنجش کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ خود ارسطاطالیس کہتا ہے کہ فلسفی کے لئے حق پسندی کا پلڑا اُستاد کی محبت سے زیادہ وزنی ہونا چاہیئے "افلاطون میرا دوست ہے، لیکن مجھے سچائی سے جو لگاؤ ہے وہ اُس سے بھی زیادہ ہے۔" اگر یہ واقعہ ہے کہ افلاطون کی زندگی ہی میں ارسطاطالیس نے بھی درس دینا شروع کر دیا تھا تو یہ درس فن بلاغت پر ہوتے تھے اور ان میں وہ (ایسقراطیس کے اصول کے برعکس) اصلی اور واقعی حالات پر زیادہ زور دیتا تھا۔ افلاطون کی موت کے بعد ارسطاطالیس اپنے دوست میزیہ کے شہر اتاریوس کے خودسر ہرسیاس کے پاس گیا جو خود شاید افلاطون کا شاگرد تھا، اور جسے مشہور غدّار مین تور نے جل دے کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد ارسطو متی لنہ چلا گیا۔ ۳۴۲ ق م میں اُسے فیلقوس نے اپنے بیٹے سکندر کی اتالیقی کے لئے مقدونیہ بلوایا اور اُس سے اُس نے یہ مشہور الفاظ کہے کہ "جب میرے بیٹا پیدا ہوا تھا تو میں بڑا خوش تھا، اور مجھے اس سے اور بھی زیادہ خوشی ہوئی کہ وہ تمھارے زمانے میں پیدا ہوا اس لئے کہ تم اب اُسے تعلیم و تربیت دے سکتے ہو۔" غالباً ارسطو نے سکندر کو زیادہ سے زیادہ تین سال تک تعلیم دی۔ ہمیں اُستاد و شاگرد کے باہمی تعلقات کی بابت کسی قسم کے خاص معلومات حاصل نہیں، لیکن اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ ارسطو کا سکندر پر بہت ہی بڑا اثر پڑا ہوگا۔ نوجوان بادشاہ کی تشنگی علم اور اُس کے عملی انطباق کی خواہش کو ضرور اُستاد نے المضاعف کر دیا ہوگا، اور یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تاریخ میں جس شخص نے

باب ۷

سب سے زیادہ شہر آباد کیے۔ اُس کے اُستاد کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے یونانی و غیر یونانی شہروں کا سب سے پہلے غائر مطالعہ کیا۔ اگر اسلوب کے اعتبار سے سکندر کا پایہ اتنا بلند نہیں سمجھا جاتا تھا جتنا اُس کے باپ کا، تو ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ارسطو نے فلسفۂ الیسقراطیس کو زیادہ اہمیت نہیں دی، بلکہ شاید اس خیال کو چھپایا بھی نہیں کہ وہ الیسقراطیس کا مرتبہ کچھ ایسا بلند نہیں سمجھتا۔ وہ خود محض اپنی ذات حقیقی پر غور کرتا تھا، چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ اُس نے اپنے شاگرد کی توجہ بھی اسی کی طرف مبذول کی ہوگی۔ وہ کچھ مدت تک دربار مقدونیہ میں رہا، اور یہاں اُس نے اپنی جائے پیدائش یعنی ستاگیرا کی مرمت کی کوشش میں (جسے فیلقوس نے برباد کر دیا تھا) اپنے اثرات کو کام میں لایا۔ اس کے بعد وہ ایتھنز واپس گیا جہاں اُس نے فلسفے اور خطابت پر درس دینے شروع کیے، اور چونکہ اُس کا طریقہ یہ تھا کہ لی کیوم میں چلتے پھرتے تقریر کرتا تھا اس لیے اُس کے مخصوص مسلک کا نام مسلک "مشائین" پڑ گیا۔ یہ امر بالکل فطری تھا کہ اُس کے درس میں ہر قسم کے افراد شریک تھے اور ان میں سے ہر طبقے کو درس دینے کا طریقہ بالکل جدا گانہ تھا۔ سکندر کی وفات کے بعد ارسطو کے لیے ایتھنز میں قیام کرنا وبال جان ہو گیا، اور اُس پر یوریمدون نامی پجاری نے ایک شخص دیموفیلوس سے مل کر اُس پر لامذہبی کا الزام لگایا اور یہ کہا کہ اُس نے ہرمیاس کے لیے، جو کوئی معبود نہیں بلکہ انسان محض ہے، ایک بھجن مرتب کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس استغاثے سے ارسطو کے گلے کا ٹیکا لگ جاتا، لیکن وہ فوراً شہر خالکس چلا گیا جس کی حفاظت ایک مقدونوی دستے کے سپرد تھی، اور وہیں ۳۲۲ ق م میں وہ راہی ملک عدم ہوا۔

ارسطاطالیس اُن فلسفیوں میں سے تھا جو علم و ادراک میں کمال

رہ سکتے ہوں۔ نہ صرف تعداد کے اعتبار سے بلکہ اہمیت کے لحاظ سے بھی اُس کے تصانیف و تالیفات کا نمبر اوّل ہے۔ اُس نے اپنے زمانے کے علوم انسانی کے میدان کو عبور کیا اور ہر علم کی ترقی میں کوشاں ہوا۔ اُس نے مطمحی افلاطونی دُنیا کے برخلاف ایک حقیقی اور واقعی دُنیا کا خیال پیش کیا ہے۔ وہ گویا "اعتدالِ مناسب" کا قائم مقام ہے اور یہی وہ اُصول ہے جس پر اُس کا تمام فلسفہ مبنی ہے۔ مطمحی گروہ کے نزدیک 'برترین' بالالتزام 'بہترین' بھی ہوتا ہے، اور وہ اسی جانبدارانہ طرز کا قطعاً مخالف ہے۔ ہمارے نزدیک وہ اپنے تناسب کے حس کی وجہ سے یُونانی ذہنیت کا صحیح قائم مقام ہے (جلد ۱، باب ۱)۔ اُس نے جس اولوالعزم شخص کا ذکر کیا ہے وہ تقریباً اُسی نوع کا ایک فرد ہے جیسے طوسی ویدس کی نگاہ میں فارقلیس یا بعض دوسرے مورخوں کی نگاہ میں اپامنونداس۔ اُن تالیفات کی شکل، جو اس وقت تک اُسی کے نام سے مشہور ہیں کچھ زیادہ قابل اطمینان نہیں ہے، اور اغلب امر یہ ہے کہ یا تو یہ محض غلط نویسی کی وجہ سے ہوگا، ورنہ یہ بھی ظن غالب ہے کہ اُن کی اور ارسطاطالیس کی زبان دراصل خود اُس کی نہیں بلکہ اُس کے شاگردوں کی یادداشت پر مشتمل ہیں۔ ہمیں یہ پوری طور پر معلوم ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت خود مولف کی زندگی میں نہیں ہوئی۔ اُس کی لکھی ہوئی کتابیں اُس زمانے کے رواج کے مطابق فلسفیانہ مکالموں کی شکل میں ہیں اور اُن کا اسلوب بیان بالکل مکمّل ہے۔ اُس کے بہت سی تصانیف کے محض اجزا ہی اجزا باقی رہ گئے ہیں۔ اسی زمرے میں ۱۵۲ بلدیات کے وساتیر، ناٹک کی تاریخ موسومہ دیدسکالیہ (جو نوشتوں پر مبنی ہے) رسم و رواج کا ایک مجموعہ، ایک کتاب موسومہ "سکندر" جو دراصل نو آبادیوں کی تاریخ ہے، یہ سب شامل ہیں۔ زمانۂ مابعد کے

باب ۱۹

یونانیوں کا تمام علم و فضل، جسے فی الجملہ "اسکندری" کا لقب دیا جاتا ہے، اُسی کی تحریروں پر مبنی ہے اور گویا اُسی کے خیالات کی تصویر ہے۔ سکندر کی جو حیثیت سیاسیات میں ہے وہی ارسطا طالیس کی ادبیات میں ہے، اور دونوں سے ایک عہد کا اختتام اور دوسرے کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا بھی بجنسہ سکندر کی طرح آنے والے زمانے پر نہ صرف طرز کار کے اعتبار سے بلکہ عملاً بھی بڑا بھاری اثر پڑا۔ عملی اعتبار سے اس لئے کہ اُس نے جو مواد جمع کیا تھا اُس کی مقدار نہایت عظیم الشان تھی، اور طرز کار کے اعتبار سے اس لئے کہ وہ فلسفے اور دوسرے علوم کے مطالعے کے طریقوں کا ذکر کرتا ہے۔ اُس نے منطق، سیاسیات اور عروضیات پر جو کتابیں لکھیں اُن سے اب بھی سند لی جاتی ہے۔ ہم اس جلد کے اختتام سے پہلے اُس کی سیاسیات کا حوالہ دیں گے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ سکندر کی طرح ارسطو کا نام بھی دیار مشرق میں شائد خود دُنیائے یونان کے نام سے زیادہ درخشاں ہے۔ پہلے تو اُس کی تصانیف کا سریانی و ارمنی زبانوں میں اور ان زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوا، اور مسلمان علما و فضلا نے اُس پر نہایت جاں فشانی سے حاشیئے لکھے۔ زمانۂ وسطیٰ میں یہودی عالموں نے اس عربی ترجمے کا لاطینی میں ترجمہ کر کے مغربی عیسائیوں کو اُس کے تبحر اور معلومات سے معمور کیا، جن میں سے مشہور ڈومینکی راہب البرٹ اعظم اور طامس اکوئی ناس نے خاص طور پر اُس کی نشر و اشاعت میں حصّہ لیا۔ وہ زمانۂ وسطیٰ کی مدرسیت کی گویا بنیاد تھا، اور جس طرح عہد سکندری سے شہنشاہی اُصول اخذ کئے گئے اسی طرح ارسطا طالیس کے تحریرات پر کیتھو لک عقائد اور اور پاپائیت کا مدار ہے۔ نشأۃ جدیدہ کے زمانے میں افلاطون نے ارسطا طالیس کی جگہ لے لی جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ارسطا طالیس کا نظام کسی ایسے عہد کے مطابق نہیں ہے جو جوش و خروش سے

لبریز ہو۔ جب دل سے آواز نکلتی ہے تو افلاطون ہی کے خیالات کو تفوق حاصل ہوتا ہے لیکن جب فہم و ادراک کا دور دورہ ہوتا ہے تو لوگ اُسی فلسفی کی بات سنتے ہیں جس نے دُنیائے حقیقی کا غائر مطالعہ کیا ہے۔ اُس کے شاگرد سکندر کی طرح اُس کی شخصیت بھی زمانۂ وسطیٰ کی نظم میں سرایت کرگئی ہے۔

اس عہد میں نثر نے نظم کی جگہ لے لی ہے، اور اگر ان دونوں کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ اب نظم ہماری توجہ کی زیادہ مستحق نہیں رہی ہے۔ یونانی فنی حس نے نظم کی بجائے فنون لطیفہ کی شکل میں مظاہرہ کیا جس میں تعمیر سنگ کاری اور رنگ سازی زیادہ تر ممتاز ہیں۔

تعمیر کاری میں مشرق وسطیٰ اور مغربی یونان سے بازی لے گیا۔[۳۹] اس عہد میں سادہ دوریائی طرز کی بجائے متنوع و خوشگوار ایونی طرز تعمیر کا رواج ہوا، اور ساتھ ہی ساتھ ایک جدید طرز تعمیر یعنی کورنتھی نمایاں ہونا شروع ہوئی، جس کے اکتشاف کا سہرا دائیناکالی ماخوس نامی سنگ کار کے سر رکھا جاتا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے سب سے پہلے جس عمارت میں کورنتھی طرز استعمال کیا گیا تھا وہ اسھینئے آلیہ کا بت خانہ تھا جو اولمپیاد ۹۶ یعنی ۳۹۴ ق م میں تعمیر ہوا تھا، لیکن اس میں اُس کا استعمال محض ثانوی تھا، اور علی العموم یہ طرز تعمیر اس عہد میں دوریانی کے برابر ممتاز نہیں۔ اس کا ایک ممتاز تعمیر کار دیئ نوکراتیس تھا جو مقدونوی یا ایشیائی تھا۔ اُس نے سکندر کے لئے بہت سے ایوانات تیار کئے اور الفی سوس کے

---

۳۹ تعمیر۔ ڈرم "یونانیوں کا طرز تعمیر" Durm Die Baukunst der Griechen ص ۱۸۹ - ۱۹۱ رالیے (Rayet) اپنی کتاب "مطالعہ جات آثاریات" Etudes d' Archeologie ص ۸۶ - ۱۶۹ میں بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ ابتک جو کچھ تحقیقات ہوئی ہے وہ فنون لطیفہ کی تاریخ کیلئے بالکل ناکافی ہے۔

باب

بت خانے کو، جو سکندر کی ولادت کے سال جل گیا تھا، از سر نو تعمیر کیا۔ اس کے علاوہ فیثوس، ہرموگنیس، اور ارگی لیوس (یا تھارگی لیوس) بھی اُس عہد کے ممتاز تعمیر کار گنے جاتے تھے۔ انمیں سے فیثوس سب سے مشہور تھا، اور تینوں ایشیائے کوچک ہی میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ پری اینے والا بت کدۂ اتھینے اور مقبرۂ ہالی کارناسوس فیثوس نے، شہر ترالیس کا اسکلے پیوم، ارگے لیوس نے، مگنیشیہ کا بت خانہ ارتے مس اور تیوس میں معبد دیونی سیوس ہرموگنیس نے تعمیر کئے تھے ہمیں اس کا علم نہیں کہ ملطہ میں اپولو دیدی مایوس کا بت خانے کی تعمیر از سر نو کس نے کی۔ تقریبًا ان سب عمارتوں، یعنی بت کدۂ ایفی سوس، بت کدۂ پری اینے، موسولیوم، مگنیشیہ اور تیوس کے معبد اپولو دیدی مایوس کا بت خانہ سب کے کھنڈر اس وقت تک موجود ہیں اور اُس عہد کے فنی خصوصیات پر ایک دلچسپ روشنی ڈالتے ہیں۔ ہمارے اس مختصر باب میں ان سب عمارتوں کا مفصل حال بیان کرنا ناممکن ہے البتہ یہاں موسولیوم کا ذکر کرنا ضروری ہے جسے اُس زمانے کے ہفت عجائبات عالم میں سے شمار کیا جاتا تھا۔[عہ] موسولیوم دراصل موسولوس شاہ کاریہ کا مقبرہ تھا جسے اُس کی بیوہ ارتے میزیہ نے چوتھی صدی ق م کے تقریبًا وسط میں بنوایا تھا۔ یہ ۱۴۴ فٹ بلند تھا اس کی کرسی نہایت مرتفع تھی، اور اُس پر ایونی وضع کے ستونوں کی قطار سے گھرا ہوا ایک بت خانہ تھا جس کی چھت کی بجائے اہرامی انداز کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے بلند ترین حصے پر شاہ موسولوس کا

عہ موسولیوم کے لئے دیکھو بوٹمیسٹر صفحۂ ۸۹۳ وغیرہ۔ برلن کی انجمن آثاریات کے ایک جلسے میں ٹرینڈلین برگ (Trendellenberg) نے موسولیوم کی تعمیر کی بابت چند جدید خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کینیدوس کے لئے دیکھو جلد ا، صفحۂ ۱۰۳۔

مجسمہ ایک چوکڑی گاڑی پر بیٹھا ہوا نظر آتا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایشیائی طرز کی ایک عمارت تھی جسے یونانی طریقے پر سجایا گیا تھا، چنانچہ اس کی ندرت صرف وقتی طور پر ہی اس نفیس تزئین سے چھپ سکتی تھی، اور اس کا عظیم الشان حجم اور بلندی دونوں ایشیائی خیالات کے عین مطابق تھے۔ اس سلسلے میں بعض دوسرے مورخوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ موسولیوم کا فنی تعلق قریب کے مقبرہائے لیکیہ سے تھا، جن میں عام طور پر ایک مربع کرسی پر ایک طرح کی عبادت گاہ کچھ اس طرح پر بنی ہوئی تھی کہ تمام عمارت کی حیثیت فی الجملہ ایک منار کی سی ہو جاتی تھی (اسی قسم کے مقبرے نیرائیداے کے بھی تھے جن کا ذکر بعد کو کیا جائے گا)۔ اوّل تو مشرقی قومیں بڑی بڑی عمارتوں کی ویسے بھی شوقین ہوتی ہیں، جیسے ایشیائے کوچک کے قلعے جو عام طور پر میناروں کی شکل کے تھے؛ دوسرے ملک کی عام کیفیت بھی اسی قسم کے طرز کی مقتضی ہے۔ لیکیہ میں بڑے بڑے مقبروں کی تعمیر اس لئے بغایت ضروری تھی کہ ان کے قریب میں بڑے بڑے پہاڑ واقع ہونے کی وجہ سے چھوٹے مقبروں کے ماند پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ یہاں ہمیں اپنی اس رائے کا اظہار ضروری ہے کہ اس طرز تعمیر کا فنون لطیفہ پر بڑا اثر پڑا، اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کا اس عہد میں ایشیائے کوچک کی اس اہمیت سے براہ راست تعلق ہے جس کی طرف ہم ناظرین کی توجہ اس سے پہلے مبذول کر چکے ہیں۔ اس قسم کی مناری تعمیر کا رواج یورپ میں بھی ہو گیا، چنانچہ علاوہ چھوٹی چھوٹی عمارتوں کے یہاں بعض نہایت نفیس ایوان بنائے جانے لگے، مثلاً ایتھنز میں لی سکراتیس کا ایوان ۳۳۵ ق م میں محض اس لئے بنایا گیا تھا کہ ایک انعامی تپائی فاصلے سے صاف نظر آ سکے۔ یہ ایوان چھوٹا سا گول بت خانہ ہے جس میں ایک بلند ٹھوس کرسی پر ہر چہار طرف نصف ستون سے بنے ہوئے ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یہ سب عمارت محض ایک تپائی کے اظہار کی غرض سے بنائی گئی ہے،

باب ۲۹

اور اس طرح مقصد تعمیر اور ضخامت ایوان کے مابین کسی قسم کی مناسبت نہیں پائی جاتی، لیکن خود عمارت کے مختلف اجزا میں اس درجہ تناسب ہے کہ اصل مقصد بالکل نظرانداز ہو جاتا ہے، چنانچہ دیکھنے والا تپائی کو صرف چھت کی تزئین کے لئے سمجھنے لگتا ہے اور اس کی وہی حیثیت رہ جاتی ہے جو ان تپائیوں کی تھی جو پہلے زمانے کی عمارتوں میں سر مثلث کی تزئین کیلئے بنائی جاتی تھیں۔ الغرض اس طرح ایتھنز ی فنون لطیفہ منارہ نما عمارتوں کے اس نیم بربری طرز کے رہین منت ہوئے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کی عظیم الشان عمارتوں کا رواج اُس عہد کے دوسرے ممالک میں بھی اثر کئے بغیر نہ رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تھیرون والی اکراگاس کا مقبرہ اسی زمانے میں بنا ہوگا؛ یہ ایک بت خانہ انداز کی عمارت ہے جو ٹھوس اور نسبۃً تنگ کرسی پر بنائی گئی ہے۔ واضح ہو کہ کرتا میں ملپسا کا مقبرہ اور ترلو کے قریب اگل والاستون دونوں زمانۂ مابعد کی عمارتیں ہیں۔ موسولیوم کا بنیادی اصول اواخر زمانۂ وسطیٰ میں ویرونا کے مشہور مقبرۂ خاندان سکالی جرہ میں نظر آیا ہے، جہاں مختلف النوع طرزہائے تعمیر کی ایک بلند و بالا عمارت پر ایک چھوٹا سا مجسمہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ پرگامم میں جنوبی ایشیائے کوچک کے اس مخصوص طرز کی ایک درخشاں ارتقائی کیفیت سامنے آتی ہے۔ جیول باشی کے ہیرون اور نیرائی دا کے کی عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک کے تعمیر کاروں نے ٹھوس کرسی کی یکرنگی کو مٹانے کیلئے منبت کاری کے حاشیے کا اضافہ کر دیا اور پرگامم والوں نے بھی اپنی عمارتوں پر اسی اصول کا انطباق نہایت ہمت اور آزمودہ کاری سے کیا۔ اصل میں پانچویں صدی ق م کے ایتھنز ی فنون اور دوسری صدی ق م کی پرگامم کی عمارتوں کے مابین جو تسلسل ہے وہ چوتھی صدی ق م کے جنوبی ایشیائے کوچک کے فنون سے قائم ہوتا ہے۔

سنگ تراشی میں اُس عہد کا سب سے ممتاز نام لی سپوس
ساکن سکیون کا ہے جس کی زندگی با عتبار زمانہ و نیز سکندرِ اعظم
کی زندگی کے مطابق ہے اور اس سے اُس کا اندرونی تعلق بھی ہے
معلوم ہوتا ہے کہ لی سپوس اولمپیاد ۱۱۶ (۳۱۶ ق م) تک زندہ تھا۔
ابتدا میں وہ لوہار کا کام کرتا تھا، اور جو کچھ قابلیت اُس نے اپنے فن میں
پیدا کی وہ محض مطالعے کے ذریعے سے تھی۔ واضح ہو کہ آخر زمانے
تک وہ محض تانبے ہی کے مجسمے بناتا رہا۔ قدما اُس کی طرف تقریباً
ڈیڑھ ہزار مصنوعات منسوب کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اُس کے مصنوعات کی تعداد دوسرے کاریگروں سے کہیں زیادہ
ہوگی۔ لیکن جو شاہکار اُس کے ہمارے پاس تک پہنچے ہیں اُنکی تعداد
بہت ہی کم ہے۔ وہ خاص طور پر تناور مردانہ جسم کا مصور تھا۔ اُس نے
مختلف دیوتاؤں کے جو مجسمے تیار کئے ہیں ان میں سے زیوس
کے مجسمے خاص طور پر مشہور تھے، اور اُس کا بنا ہوا ایک عظیم الجثہ
مجسمہ تارنتوم میں بھی تھا جسے دیکھ کر لوگ خواہی نخواہی تعریف
و توصیف پر مجبور ہوتے تھے۔ ہم تک کورنتھی پوسئیدون کی ایک
نقل پہنچی ہے جس کی اصل کو غالباً اسی لی سپوس نے بنایا ہوگا۔
اُس کی مصنوعات کی فنی کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے
سورماؤں کے بت ضرور بنائے ہوں گے، لیکن ہم صرف ثانوی
طور پر ہرقل کے مجسموں کا ذکر پڑھتے ہیں۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے
کہ نیپلز میں فارنیزی ہرقل کا مجسمہ جس پر یہ نوشتہ ہے کہ اُسے گلی کون
نے بنایا تھا، وہ دراصل لی سپوس کے مجسمے کی ایک نقل ہی ہے
اُس نے کائروس یعنی موقع و محل مناسب کا جو مجسمہ بنایا وہ نہایت
ہی لطیف تھا، اور اُس کے سر پر آگے کی طرف بڑے بڑے اور
پیچھے چھوٹے بال تھے، جس سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ
موقع ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پھر واپس نہیں آتا۔ ظاہر ہے کہ

باب۱۹

بڑے بڑے صناع اپنے سنجیدہ کاروبار سے تھک کر اس قسم کی
چیزوں میں وقت صرف کر سکتے تھے۔ اسی عہد میں فنون لطیفہ کے
ماہر افراد کی قدر دانی کا لحاظ بھی کرنے لگے، اور انسانی تصویریں بنانے
لگے۔ لی سپوس ہی ایسا سنگ کار تھا جس نے سکندر کے مجسمے
بنائے اس لئے کہ سکندر اُس کے علاوہ کسی دوسرے کو اس کی اجازت
نہیں دیتا تھا۔ سکندر کے انفرادی مجسموں کے علاوہ اُس کے متعدّد
مجموعے بھی بنائے جن میں سے دو کا ذکر خاص طور پر پڑھنے میں آتا ہے
یعنی ایک تو وہ جس میں سکندر دریائے گرانیکوس کے کنارے اپنے
ساتھیوں کی ہمراہی میں نظر آتا ہے اور دوسرا وہ جس میں وہ شیر کا شکار
کر رہا ہے۔ لی سپوس سے بہت پہلے سے فنکار یونانی فنون لطیفہ کا
موضوع بنا ہوا تھا، لیکن لی سپوس نے پہلی مرتبہ غیر رسمی مجموعوں کے
چربے اُتارے۔ یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس موضوع
کو خاص طور پر ایسے صناع نے کیوں پسند کیا جو ہمیشہ زوردار و تنومند
انسانی جسم بنانے کا خواہاں رہتا تھا۔ ہم عنقریب لیوخاریس کا ذکر کریں گے
جس نے لی سپوس کو ان مجموعوں کے بنانے میں مدد دی۔ معلوم ہوتا
ہے کہ لیوخاریس جانوروں کی شبیہیں بنانے میں کمال رکھتا تھا۔
لی سپوس نے حکیم سقراط کا سینے تک کا مجسمہ بنایا جو بہت مشہور تھا،
اور اسی طرح اپوکسیومینوس کا مجسمہ بھی جس میں یہ لڑکا ورزش گاہ کی مٹی کھرچتا ہوا نظر
آتا ہے، مشہور و معروف تھا، اور اُس کی سنگ مرمر کی ایک نقل
اس وقت تک موجود ہے۔ اس مجسمے میں، و نیز اُن تمام مجسموں میں
جن میں صناع نے زندہ اصل کی ہوبہو تصویر اُتارنے کی ضرورت
نہیں سمجھی، لی سپوس نے شبیہہ کے سر کو دوسرے اعضائے جسمانی سے
ذرا چھوٹا کر کے اور بدن کو ذرا نازک بنا کر پولیکلیٹوس کے موضوعہ
قواعد سے ایک گونہ انحراف کیا۔ دراصل یہ تبدیلی لوگوں کے مذاق
میں تبدیلی کی وجہ سے کرنی پڑی نہ کہ فطرت کی نقل اُتارنے کی وجہ سے

اور اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے تو لی سپوس کو ہم حقیقت نگار کا لقب دے سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ بجنسہٖ اسی طرح اٹھارھویں صدی عیسوی میں اعضا کی نزاکت اسی طرح مقبولِ عام تھی، اور یہ کودووِیئے کس کی نقش نگاری سے ظاہر ہوتا ہے۔

لیوخاریس جس نے زندہ اشخاص کے مجسمے بھی بنائے اور ساتھ ہی موسولیوم پر بھی کام کیا، غالباً ایتھنزی تھا۔ اُس کا ایک مجسمہ جس میں اُس نے عقاب کو گنی میڈ لے جاتے ہوئے دکھایا تھا، مشہور آفاق تھا، اور اُس کی ایک نقل سنگ مرمر کے ایک مجموعے میں جو قصر ویٹی کان میں رکھا ہے، اس وقت تک موجود ہے۔

اس عہد کے مشہور و معروف مصنوعات میں جو اس وقت تک موجود ہیں، سب سے اہم وہ منبّت کاریاں ہیں جو لی سکرائیس کے مقبرے پر بنی ہیں اور جن میں ترھینی بحری قزاقوں کی سزایابی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں بیٹھے ہوئے اور جھگڑتے ہوئے لوگوں کو نہایت خوبی سے دکھایا گیا ہے۔ مولوسیوم کے مجسّموں کے باقیات پر، جو اس وقت تک موجود ہیں، سکوپاس، بریاکسس، تمودیوس اور لیوخاریس نے کام کیا ہے اور ان میں سے بعض نیوٹن کی وساطت سے نوادر خانۂ برطانیہ میں پہنچ گئے ہیں۔ ایک کھڑے ہوئے مرد کا مجسمہ ہے جسے خود شاہ مولوسوس بیان کیا جاتا ہے، اور یہ فنی اعتبار سے خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ ساتھ ساتھ حاشیے کے منبّت کے باقیات بھی موجود ہیں جس میں گاڑی دوڑ اور امیزنون و معبودوں کی باہمی لڑائیاں دکھائی گئی ہیں۔ نیوٹن نے قریب کے شہر کنیدوس میں بھی کھدائی کی ہے، اور یہاں سے جو فنی نمونے لندن لائے گئے ان میں نشستہ دیمیتر کا ایک نفیس مجسمہ اور بیٹھے ہوئے شیر کی ایک شبیہہ قابل دید ہیں۔ ان میں سے

باب ۲۹

اوّل الذکر کو تو پراکسی تلیس کی بناوٹ سمجھا جاتا ہے، جس نے کینڈوس کے لئے افرودیت کا مشہور بت تیار کیا تھا۔ اس میں شیر کو سنگ مرمر کے ایک بڑے مقبرے میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا تھا جس کی چھت پر پتھر کی ایک سل رکھی تھی۔ اس سے تھیوڈورک کی قبر کی، جو شہر راوینہ میں ہے، یاد تازہ ہوتی ہے، اور دل پر ایک ایسے فن کا اثر پڑتا ہے جیسے نیم بربری عناصر کو جذب کر لینا پڑا ہو۔

آخر میں ہم لیکیہ کے شہر زانتھوس میں نیرائی وائے کے مقبروں کی طرف آتے ہیں، جن کی شکل اسی قسم کی منارہ نما ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے اسے ہار پاگوس کا مقبرہ سمجھا جاتا تھا اور عام خیال یہ تھا کہ یہ اسی ہار پاگوس کی قبر ہے جس کی شبیہہ اس پر بنی ہوئی ہے اور اسے پانچویں صدی ق م کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اسے چوتھی صدی ق م کا سمجھا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ لیکیہ کے ایک حکمران مسمی ارفارقلیس کا مقبرہ ہے جس نے چوتھی صدی ق م کے ابتدائی زمانے میں شہر تل مے سوس کو فتح کیا تھا۔ اس میں جو منبت کاری کی گئی ہے اس میں ایک محاصرہ اور بعض دوسری لڑائیاں دکھائی گئی ہیں، اور اس میں آگے بڑھتی ہوئی نیرائے وائے کے کپڑوں سے قصر دیشی کا ان کے نیوبیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دراصل اس ایوان میں ایک اونچی کرسی پر، جس کے ہر چہار طرف منبت کاری کی گئی تھی، ایونی وضع کا ایک ستون دار دالان بنا ہوا تھا۔

اس عہد کے فنون کے دلچسپ باقیات میں پختہ مٹی کی وہ مورتیں ہیں جن میں سے بہت سوں کا انکشاف ۱۸۷۰ء کے بعد خاص طور پر ضلع تناگرا میں ہوا ہے۔ یہ شہر تناگرا اٹیکا کی سرحد پر وادی اسوپوس میں واقع تھا، اور یہاں آ کر بہت سی سڑکیں ایک دوسرے سے ملتی تھیں۔ ان سڑکوں کے دو رویہ بے شمار مقبرے برآمد

ہوئے ہیں جن میں سے آٹھ ہزار سے زیادہ تو اس وقت تک کھودے جا چکے ہیں۔ بہت سے مقبروں میں رنگین مورتیں نکلی ہیں جن کی اوسط بلندی آٹھ انچ سمجھنی چاہئے، اور ایسی ہی مورتیں ان مقبروں کے چاروں طرف بھی ملی ہیں۔ خود قبروں کا اندرونی حصہ بھی رنگین استرکاری سے ڈھکا ہوا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ کچھ مدت قبل تک ان میں سے کسی ایسی قبر کو ماہرین آثاریات نے نہیں کھولا تھا جس میں یہ رنگ آمیزی کی گئی ہو یا جس میں مورتیں رکھی ہوئی ہوں، بلکہ ان میں ایسے لوگوں نے دست برد کی تھی جو حکومت کی مداخلت کے بغیر برآمد شدہ اشیا کو اطمینان سے بازار میں فروخت کر کے اپنی جیبیں بھرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مورتوں کی ساخت کا صحیح تعین کرنے کا ہمارے پاس معلق مواد نہیں ہے، لیکن ان کی فنی ترکیب سے پتا چلتا ہے کہ یہ چوتھی صدی ق م کے نصف آخر کی ہوں گی۔ یہ مورتیں بے انتہا خوش نما و حسین ہیں، اور معبودوں کی شبیہیں نہیں بلکہ ان مردوں عورتوں کے مجسمے ہیں جو اپنے زمانۂ صنعت میں بیوتیہ میں رہتے تھے، اور انھیں مردوں کے ساتھ اس لئے دفن کیا گیا تھا کہ یہ مردے موت کے بعد بھی اسی طرح سے حظ اٹھا سکیں جیسے وہ اپنی زندگی میں محظوظ ہوتے رہتے تھے۔ یہی وجہ مقبروں کے اندرونی تزئین کی بھی تھی۔ ان مورتوں کا اسلوب اور مٹی ہمیشہ یکساں نہیں، مثلاً ایک نوع کی ابتدا شہر تھسپے کی طرف منسوب کی جاتی ہے جو بیوتیہ کے مغرب میں تھا، اور دوسری نوع کا مسکن شہر آولس کو بتایا جاتا ہے۔ ان میں زنانی مورتیں خاص طور پر لطیف ہیں، اور ان کی عجیب و غریب ٹوپیاں، ان کے پنکھے جو کھجور کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، اور ان کے نفیس کپڑے انسان کی توجہ مبذول کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی مورتیں ایسی عورتوں کی ہیں جو گھر سے چہل قدمی

باب ٢٩

کے لئے نکلی ہوں۔ اسی قسم کے مجسمے دوسرے مقامات کے مقبروں سے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ شہر یالرمو (سسلی) کے قریب سولنت کی مورتیاں تو مدت سے معروف تھیں؛ حال ہی میں بہت سی مورتیاں ایشیائے کوچک سے نکلی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی تناگرا والی پتلیوں سے مقابلہ نہیں کرسکتی[۵]۔

یونان کے تمام اضلاع سکّوں کی خوبروئی میں چوتھی صدی ق م کی ابتدا سے سکندر کی مہمات تک ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں۔ نشیبی اطلی، تاراس، ہرقلیہ، تھورئی، کروتون اور تر ینہ کے سکّوں پر، سسلی، سرقوسہ کے مشہور سکّوں پر، شمالی یونان یا ینی کا یوم آنفی پولس، اور فیلقوس شاہ مقدونیہ کے سکّوں پر بجا فخر کرسکتے ہیں۔ یونان خاص میں تھبز، لیگ ہمسایگاں، اور ایلس و آرکیڈیا کے سکّے فنی اعتبار سے ممتاز ہیں۔ جنوب میں کریٹ کے سکّوں کی طرف ہماری توجہ مبذول ہوتی ہے، اور ایشیا اپنے فنون کا مظاہرہ خاص طور پر کیزیکوس ولمپساکوس میں، و نیز بعض صوبہ داروں کے سکّوں میں کرتا ہے۔ بعض مقامات میں، جن میں دیار مغرب کو امتیاز حاصل ہے، صنّاعوں اور کاریگروں کو اپنے نام اپنے ساختہ سکّوں پر مثبت کرنے کی

---

[۵] لی سیوس اور لیو غاریس کے لئے دیکھو بُو مثیسٹر کے مضامین۔
نیرائے وائے کے مقبرے کے لئے، ایضاً ١٠١٣ وغیرہ؛ لیکیہ والے فارطیس اور تل مے سوس کی باہمی جنگ کا ذکر تھیو پومپوس ١١١ میں دیکھا جائے۔
تناگرا کی پتلیوں کے لئے، ا، را یے: "مطالعہ جات آثاریات" A. Rayet : Etudes d'Archeolog $\frac{٢٧٥}{٣٢٣}$؛ پوتیئے: "پختہ مٹّی کی پتلیاں" Pottier : Les Statuettes de terre cuite پیرس، ١٨٩٠ء صفحہ ٩، ٧ وغیرہ؛ مرے۔ کتابچۂ آثاریات یونان Murray : Hand book of Gr. Archeology صفحہ ٣١٠ وغیرہ۔

باب ۱۹

اجازت تھی[۱]۔

اس عہد کی رنگ کاری میں سب سے ممتاز نام اپیلیس کا ہے جو ایونیہ کا باشندہ یعنی ایفی سوس یا کولوفون کا رہنے والا تھا۔ اُسے فیلقوس شاہ مقدونیہ نے پہلا بلوایا، لیکن سکندر کی مہمات کی ابتدا ہی میں یہ واپس ایشیائے کوچک چلا گیا اور ایفی سوس میں رہنے لگا۔ وہ سکندر کا درباری رنگ کار تھا، اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ نے اپنی ایک تصویر کے معاوضے میں اُسے بیس تالنت جیسی خطیر رقم دی۔ سکندر کی موت کے بعد وہ دوسرے میدانوں، مثلاً دینیات، کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنے لگا۔ اُسکی بنائی ہوئی انادو مینے کی تصویر مشہور آفاق تھی، اور یہی عیب جوئی کی تمثیلی تصویر کی بھی کیفیت تھی جس میں بہت سے لوگوں کی شبیہیں بنی تھیں۔ اس تصویر کا ذکر لوسین نے کیا ہے، جس کے بیان کو پیش نظر رکھ کر زمانۂ مابعد کے بہت سے نقاشوں، خصوصاً بوتی چیلی نے اسی موضوع پر پھر اپنی کونچی چلائی ہے۔ ہمیں لی سپوس کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس عہد کے صناعوں کو معموں میں باتیں کرنے کا بڑا شوق ہوگا۔ عہد قدیم کے صناعوں میں اپیلیس مشہور آفاق تھا۔ اگر ہم قدیم روایات پر بھروسا کریں تو اُسکی تصاویر اصل سے بہت کچھ مشابہ تھیں لیکن عوام کی دانست میں بہترین تصویر وہی تھی جس میں نظری دھوکا ہو۔ وہ اپنے انکسار کے سبب سے

---

[۱] چوتھی صدی ق م کے نفیس ترین سکوں کا بہترین مجموعہ گارڈنر کی "انواع سکہ جات یونان" Gardiner Types of Greek Coins تصاویر ۷ تا ۱۰ کیمبرج ۱۸۸۳ء میں ملیگا۔ سکہ سازوں کے ناموں کے لیے فون سالیٹ Von Sallet اور وائل Weil کی مشہور تصانیف خصوصاً ایونز کی کتاب "سرقوسہ کے تمغے اور ان کے صناع" Syracusan medallions and their engravers لندن ۱۸۹۲ء دیکھنی چاہئیں۔ ایونز Evans نے بالکل جدید اور اہم نتائج اخذ کیے ہیں۔

باب ۱۵

زیوکسس اور پرہاسیوس پر فوقیت لئے ہوئے تھا اور شائد اسی وجہ سے سکندر کی نظر میں اُس کی وقعت بڑھ گئی ہو گی۔

اپیلیس کا مشہور ترین مد مقابل پروتوگنیس یا تو کاریہ ورنہ لیکیہ کا باشندہ تھا لیکن اُس نے اپنی بود و باش جزیرۂ رھوڈز میں اختیار کر لی تھی۔ اُس کی وثنیاتی تصاویر اور ذاتی شبیہوں کا ذکر سننے میں آیا ہے جس میں سے ایک تصویر ارسطاطالیس کی ماں کی بھی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کا مقصد یہی تھا کہ نقل تو کرے لیکن اُس میں تھوڑے سے مبالغے کا پیرایہ بھی ہو۔ لیکن ہمیں اس کا علم نہیں کہ یہ قول کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے اُس عہد کے دوسرے رنگ کاروں کا بھی ذکر پڑھنے میں آتا ہے جن میں سے یوفرانور صرف رنگ کار ہی نہیں بلکہ سنگ کار بھی تھا، اور اُسی نے ایتھنز کے چوک میں زیوس الیوتھے ریوس کی پیشگاہ پر رنگ آمیزی کی تھی۔

اُس عہد کی رنگ کاری کے نمونے صرف برتنوں پر پائے جاتے ہیں، اور انھیں سے اس عہد کے اعلیٰ درجے کے شعور کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم یہ پتا نہیں لگا سکے کہ اُن کا واقعی صناع کون کون تھا۔ بعض برتن سرخ شبیہوں سے مزین ہیں اور بعض میں مختلف اللون شبیہیں بنی ہوئی ہیں، بعض میں سنہری رنگ استعمال کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ایسے برتن بھی ہیں جو اعلیٰ درجے کی گلکاری کا نمونہ ہیں اور جن پر شبیہیں مثبت کی ہوئی ہیں۔ ان میں سے نفیس ترین وہ برتن ہیں جو ایتھنز کے قریب کے مقبروں، کریمیہ، کمپانیہ اور اپولیہ میں برآمد ہوئے ہیں۔ اپولیہ والے بہت سے برتن نیپلز کے نوادر خانے میں ہیں اور ان میں بعض نہایت حسین دستوں والے ظروف ہیں جن پر شبیہیں بنی ہیں۔ نولا کے پیلے اعلیٰ درجے کے سیاہ روغن کی وجہ سے ممتاز ہیں، اور کریمیہ

باب ۱۵

میں جو برتن دستیاب ہوئے ہیں اُن میں سے بہت سے غالباً ایتھنز ہی سے آئے ہوں گے۔ اُس عہد کے حسین ترین ظروف میں سے دو پیٹرزبرگ میں ہیں، یعنی ایک تو مارکوئیس کمپانا والا برتن جسے کیمے کا بیان کیا جاتا ہے اور جس پر الیوسس کے معبودوں کی مورتیں سنہری منبت میں بنی ہیں، اور دوسرے آرہی بالوس جو کرچ میں ملا ہے؛ اس پر داریوش اور دوسرے ایرانیوں کے شکار کی تصویر ہے، جن کے نام بھی حاشیے پر لکھے ہوئے۔

سکندر کے عہد حکومت سے پہلے اور اُس کے بعد بھی مشرقی یونان ہر قسم کے ذہنی ارتقا میں یونان خاص کی ہمسری کرتا ہے، اور اپنے کارہائے نمایاں کی درخشانی و تابانی میں کسی طرح اُس سے کم نہیں۔ فنی اعتبار سے یہ تمدن اسکیتھیہ تک پھیلا ہوا ہے، اس لئے کہ وہ اشیا جو سلطنت بوسفوروس، خصوصاً پانتی کاپیوم میں دستیاب ہوئے ہیں، اکثر چوتھی صدی ق م کے آخری تین دہائیوں کی

ے رنگ کاری۔ دیکھو فون روڈن کے مضامین بؤمئیسٹر میں، بالخصوص صفحہ ۱۹۶۸ وغیرہ۔

یوفرانور کے لئے دیکھو تھؤ: بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth . Die Stadt Athen "، ۲: ۵۸۸، ۱ ۴۸۴۔

ظروف؛ فون روڈن: "ظرف سازی" Von Rohden · Vasenkunde " بؤمئیسٹر، خصوصاً صفحہ ۲۰۰۴ وغیرہ۔

اکثر ظروف ایولیہ، تارنتوم کی ساخت ہیں۔ ہمیں استرابو ۵، ۲۴۳ سے پتا چلتا ہے کہ ۲۱۲ ق م کے بعد بھی کمے میں یونانی وضع کے ظروف بنتے تھے۔

ظروف کے متعلق عام معلومات کے لئے دیکھو کولی نیون: "کتابچۂ آثاریات یونانی" Collignon : Manuel d'Archeologie grecque، پیرس، صفحہ ۲۹۴ وغیرہ۔

میں بنے ہوں گے، اور ان میں سے کم از کم طلائی اشیا ضرور مقامی ساخت کے ہوں گی۔ اس اعتبار سے عہد زیر بحث میں سسلی و اٹلی ذرا پیچھے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں بربریوں سے لڑنا پڑا ہے، چنانچہ انھیں اس کا موقع ہی نہیں ملا کہ حکمت یا فنی ارتقا کے میدان میں اپنے لئے جگہ پیدا کریں۔

یونان کا قانون عامہ

۱۔ میں اب اس جلد کو یونان کے قانون دستوری پر اپنے چند خیالات کا اظہار کر کے ختم کرتا ہوں، اور یہ مبحث یونان کے عہد جمہوریت کے اختتام پر کسی طرح نامناسب نہ ہوگا، خصوصاً اس لئے کہ اس وقت تک اس پر کافی بحث نہیں کی گئی ہے۔ یونانی مملکت، یعنی "پولس" کا تخیل دو مختلف عناصر پر مشتمل ہے، یعنی ایک تو خارجی آزادی اور دوسرے اندرونی تنظیم۔ اوّل الذکر کو یونانی "اوتونومیا" یعنی "خود مختاری" کہتے تھے، اور دوسرا عنصر ایک "آرخے" یا "اقتدار اعلیٰ" پر مبنی تھا، جس سے مراد یہ تھی کہ مملکت میں کسی کو ایسے احکام صادر کرنے کا اختیار حاصل ہے جس پر عمل کرنا ہر ایک شہری کا فریضہ ہے، جس سے دوسرے الفاظ میں مراد یہ ہوئی کہ مملکت میں حکومت کا وجود لازمی ہے۔ جو لوگ اس حکومت کو چلاتے تھے وہ اپنے افعال کے ذمہ دار تھے۔ قدیم ترین ایام میں یہ اقتدار پادشاہوں کے ساتھ وابستہ تھا، اور چونکہ اُن کے اختیارات صرف رسم و رواج سے محدود تھے اس لئے یہ تحدید مبہم تھی، تاہم

تتمہ

یہاں بھی ذمّہ داری کا عنصر ایک حد تک موجود تھا۔ زمانۂ مابعد میں
ایتھنز میں آرخنوں نے بادشاہوں کی جگہ لے لی، اور اس مملکت کے
دستور سے ہمیں کما حقہٗ واقفیت حاصل ہے؛ لیکن امتداد زمانہ سے
آرخنوں کے اختیارات میں روز بروز تحدیدیں ہونے لگیں، اور اُن کا
حیطۂ اقتدار نہایت ہی تنگ ہوگیا۔ اُن کی بجائے اقتدار اعلیٰ
رفتہ رفتہ عوام کے ساتھ وابستہ ہوگیا، گو عملاً اُسے افراد ہی کے
ذریعے سے استعمال کیا جاتا تھا، جو اپنی تحریکات (یعنی "لیپسے فزماتا")
کے پورے طور پر ذمّہ دار تھے۔ مقابلہ کرو جلد ۲ باب ۱۶، جہاں
یہ امر بالکل صاف کر دینا چاہیئے کہ بولے کی قرارداد کو کبھی تحریک
کا رتبہ نہیں دیا گیا بلکہ اُس کی نوعیت محض ایک رائے کی سمجھی جاتی تھی،
اور چونکہ لیپسے فزما میں ذمّہ داری کا عنصر نہایت نمایاں تھا اس لئے
اُس کی تحریک صرف ایک ہی شخص کی جانب سے ہوتی تھی۔ بدیں سبب
ایتھنز میں جس کا جی چاہتا حکومت کا کام چلا سکتا تھا، بشرطیکہ وہ عوام پر
اپنا اثر قائم کرسکتا، اور یہ حکومت ذاتی اثر اور حکومت عامّہ کے مابین
ایک طرح کی مخلوط حکومت تھی۔ کلس تھنیس کے زمانے کے بعد دفتری
"اقتدار" (جو رومن امپیریوم کے ہم شکل تھا) بہت ہی کم رہ گیا سچ پوچھو
تو عمّال ایتھنز کو سدّ راہ ہٹانے اور راستہ ہموار کرنے کا ہی اختیار تھا
اور اُن کے حیطۂ عمل میں ایسے اثباتی ہدایات دینے کا وجود نہ تھا
جن سے شہریوں کی پابندی کی جائے۔ اس قسم کے ہدایات کا منبع
صرف عوام ہی بن سکتے تھے۔ لیکن یہ امر نہایت ہی اہم تھا کہ اس مقصد
کے لئے جلسہ عوام طلب کئے جاتے تھے، اور دستور ایتھنز میں کسی
قسم کے نیابتی طریقے کا وجود نہ تھا۔ یہ وہ بات ہے جسے فریمین
نے اپنی تاریخ حکومت وفاقی " Freeman : History of Federal
Government جلد ۱ (لندن ۱۸۶۳ء) میں دکھایا ہے۔ یونانی صرف
ایک خاص معاملے میں استثنا کرتے تھے، یعنی جلسہ قوم کے تعامل کے بغیر

تتمہ قوانین منظور کر لئے جاتے تھے؛ اس کے لئے دیکھو جلد ۲ باب ۱۶
قوانین کا منفذ عقل و دانش کو سمجھا جاتا تھا، اور عوام کے خیال میں
یہ صرف خاص خاص افراد میں پائی جاتی تھی۔

۲۔ یونان میں بہت سی آزاد مملکتیں تھیں، اور چونکہ یونانی اپنے
ملکی حقوق کو اپنے قائم مقاموں کے واسطہ سے استعمال کرنا نہیں
جانتے تھے اس لئے باہمی اتفاق کا ذریعہ ملنا ناممکن ہو گیا۔ جب
قانون عامہ کی بنیاد ہی جملہ ارباب رائے کی قرار دادوں پر تھی تو پھر
اس پر رائے دینے کا کونسا طریقہ قابل قبول ہو سکتا تھا؟ یہ ممکن تھا کہ
مختلف ریاستیں جملہ امور طے کریں، لیکن پھر سوال یہ تھا کہ اگر بالفرض
کسی امر مشترک کی بابت ایک ریاست دوسری ریاست کے
خلاف اپنی رائے کا اظہار کرے تو پھر کیا ہوگا اور کس کی قرار داد کو
تفوق حاصل ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی لیگ کا قیام صرف اس
شرط پر ممکن تھا کہ خود مختار ریاستیں اپنے چند حقوق اپنے قائم مقاموں
کے تفویض کر دیں، اور اس پر ان میں سے کوئی بھی تیار نہ تھی۔ بعض
حالتوں میں محالفے ضروری ہو جاتے تھے، جیسے جنگ کے
زمانے میں، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جنگ میں کسی قسم کے مرکزی انتظام
کا قیام کس درجہ دشوار گزار امر تھا، اور جیسا پلاٹیہ کے واقعات سے
معلوم ہوتا ہے خاص میدان جنگ میں بھی محکوم ہمیشہ مطیع نہیں ہوتا
تھا۔ اگر مختلف ریاستیں ایک پوری مہم کے لئے فوج بھیجتی تھیں
تو اصول یہ برتا جاتا تھا کہ ہر ایک رسالہ اپنی ہی ریاست کے سامنے
اپنے افعال و کردار کے لئے ذمہ دار ہو (دیکھو جلد ۲ باب ۲۴)،
چنانچہ عام طور پر سپہ سالار کے اختیارات صفر کے برابر رہ جاتے
تھے۔ یہی وجہ ہے کہ محالفوں میں کبھی زور نہیں پیدا ہوتا تھا،
اور جب ایتھنز والوں نے اپنی "عہدیت" کو "سلطنت" کی شکل میں
بدلا ہے تو وہ اس کے پورے مفہوم سے اچھی طرح سے واقف تھے،

تتمہ

اور اسی طرح جب اسپارٹیوں سے ہو سکتا وہ بھی اپنے حلیفوں کے ساتھ آمریت کا برتاؤ کرتے تھے، چنانچہ ایسقراطیس Phil. 47 اسے "سیادت" ("دی ناستیہ") کا لقب دیتا ہے۔ یونانیوں میں معمولی سی معمولی بات بھی بغیر جبر کے پوری نہیں ہوتی تھی۔ ڈیوس تھنیس (؛ آزادی رہوڈز Rhod.Eleuth ۲۹) یونانی قانون عامہ کی تعریف کرتا ہے کہ یونان کی مملکتوں میں ہمیشہ قوی اور طاقتور کا بول بالا رہتا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ جیسا دوسری ایتھنزی لیگ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے مختلف مملکتوں کے باہمی معاملات میں نیابت کا اصول تسلیم کیا جاتا تھا، لیکن دوسری ایتھنزی لیگ زیادہ دن تک قائم نہیں رہی، اور اس کے اراکین میں سے ایک یعنی تھبز نے شائد کبھی اکثریت کی قراردادوں کی پروا نہیں کی۔ لہذا خود حلیفوں کا مفاد اس میں مضمر تھا کہ سیوماخیا یعنی "سیادت" کی جگہ آرخے یعنی سلطنت قائم ہو۔ لیکن یونانیوں کے نزدیک "آرخے" سے مختلف تحتانی ریاستوں کی آزادی میں فرق آتا تھا، اور کوئی یونانی اس قسم کی مداخلت کا زیادہ مدت تک روادار نہ تھا۔

۳۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یونان میں ایسے اضلاع موجود تھے جن کے درمیان یا تو مستقل محالفے پہلے سے تھے ورنہ جن کے لوگ مستقل محالفوں کے خواہاں تھے۔ یہ وہ علاقے تھے جن پر ایک ہی "پولس" یا مملکت کا قبضہ نہیں تھا بلکہ مختلف مملکتوں میں منقسم تھے، لیکن جو اپنے آپ کو یک جدی سمجھتے تھے۔ یہاں مختلف "پولس" مل کر ایک "کوئے نون" یا وفاقیت بنتے تھے اور اکثر ان کی ایک متفقہ مجلس بھی ہوتی تھی جسے "سینیڈریون" کہتے تھے۔ ایسے اضلاع تھسلی، بیوتیہ، فوکس، اکائیہ، آرکیڈیہ، کریٹ، وغیرہ تھے۔ لیکن اس مجلس میں نیابت کا کوئی مستقل اصول نہیں تھا، اور فی الجملہ عام رجحان یہ نہیں تھا کہ تصفیۂ عامہ پر زیادہ تر امور چھوڑے جائیں

تتمہ

جزیرۂ کریٹ میں جس کی یکرنگی کی وجہ سے ارسطاطالیس اُسے کریٹی دولت عامہ کا لقب دیتا ہے "اس قسم کی مرکزی مجلس (سنکریٹسموس) کا خیال صرف بیرونی خطرے کے وقت پیدا ہوتا تھا، اور جب جزیرے کو خطرات سے دوچار ہونا نہیں پڑتا تھا تو وہی بلدیات ایک دوسرے سے لڑنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح مفصلۂ بالا دوسرے اضلاع میں بھی خانہ جنگی کی کیفیت غیر معمولی نہیں، اور جس وقت اُن کے بلدیات میں سے کوئی اتحاد و اتفاق کو زیادہ مستحکم کرنے کی کوشش کرتا تو فوراً باہمی مناقشے اور خون ریزی شروع ہو جاتی۔ عام طور پر خود مختار بلدیات کا مستقل اتفاق اس قدر غیر ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ارسطاطالیس اپنی "سیاسیات" میں اس کا ذکر تک نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ اگر اس قسم کا اتحاد پسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا تو ارسطاطالیس اُس کے تذکرے سے کبھی بھی نہ چوکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس قسم کے "کوئے نون" یا وفاقیت پر بالکل قلم نہیں اُٹھاتا، اور جب "پولس" سے وہ بحث کرتا ہے وہ بس اتنا بڑا ہونا چاہیئے کہ وہاں کے شہری ایک دوسرے سے واقف ہو جائیں (دیکھو ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۷، ۴، ۷)۔ اُس نے حق وسائیتر کو بیان کیا ہے وہ اسی قسم کے "پولس" کے متعلق ہیں، لیکن زمانۂ حال کے اکثر مؤرخوں نے اس بات کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے، چنانچہ جن اداراے کو وہ اور دوسرے یونانی محض "پولس" کے لئے مناسب سمجھتے تھے، اُن کا آجکل "ہم نسل" قوم پر انطباق کیا جاتا ہے۔ اُس کے نزدیک "پولس" کی اس کیفیت سے یونان کی کافی حفاظت ہو سکتی ہے اور موجودہ صورت حال سے وہ اس قدر کم متردد ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک باوجود فیلقوس اور سکندر کے اُسے یونان کی آزادی کی بابت کسی قسم کا ڈر نہیں ہے (۷، ۶، ۱)

جب تک باہر والوں نے مختلف مملکتوں کے اندرونی انتظامات میں مداخلت نہیں کی اُس وقت تک پولس کی قدیم حیثیت برقرار رہی، اور ارسطاطالیس اچھی طرح جانتا تھا کہ مقدونیوں کی یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ اندرونی معاملات میں مداخلت کریں۔ بلاشبہہ افلاطون یونانی پولس سے

تتمہ

بالکل ناامید ہو چکا تھا، لیکن یہ صرف اس لئے کہ اُس کے محدود "پولس" کے ذریعے سے اُس کی ضروریات پوری ہونا بالکل ناممکن تھا۔ عین اُس عہد میں جسے ہم یونانی آزادی کا آخری زمانہ سمجھتے ہیں، ارسطاطالیس یونانیوں کے روایتی نقطۂ نظر کی طرف از سر نو رخ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پولس یونانی ضروریات کے لئے بالکل مکتفی ہے۔ لیکن ارسطاطالیس کہتا ہے کہ صرف ایک ہی چیز ایسی ہے جو اُس سے پوری نہیں ہوتی، وہ یہ کہ اگر یونان دوسری اقوام پر حکومت کرنے کا خواہاں ہے تو اُسے ایک مشترک دستور بنانا پڑے گا۔ لیکن شاید اس لئے کہ وہ خود اس دستور کا تعین اپنے خیال میں نہیں کر سکا، وہ یہ نہیں بتاتا کہ یہ دستور کس نوع کا ہونا چاہیئے۔ اُس کا مطلب دراصل مقدونیہ سے ہے۔ بلاشبہ یونانی مملکتیں اپنے شہریوں کو خوش و خرم کر سکتی ہیں، لیکن اُنھیں دوسری اقوام پر حکومت کرنے کی جو خواہش ہے اُسے دوسروں کے سپرد کر دینا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک ارسطاطالیس کا یہ خیال غلط نہیں تھا۔

۴۔ الغرض جب ایسے اضلاع میں پہلے سے زیادہ مرکزیت قائم کرنے کی کوشش کی گئی جہاں کی خود مختار مملکتوں کو اپنے باہمی تعلق کا احساس تھا، تو یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر یہ مشترک مفاد کن اصول پر مبنی ہوگا؟ یہ مملکتیں ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ اپنے مشترک مقاصد کو اپنے قائم مقاموں کے سپرد کر دیں چنانچہ علی العموم مختلف اطراف کے شہری جمع ہوتے تھے، مل کر بیٹھتے تھے اور قرار دادیں منظور کرتے تھے اور اس طرح گویا مختلف "پولس" مل کر ایک بن جاتے تھے۔ یہ صورت حال ایتولیہ اور اکائیہ اور شائد آرکیڈیا میں پائی جاتی تھی (دیکھو باب ۹، حسب بالا)۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کی تنظیم نہایت ہی غیر مکمل حالت میں تھی، اس لئے کہ اگر اُس کے جلسوں میں نسبتًہ کم آدمی آئے تو پھر اس کا اخلاقی دباؤ کیا باقی رہے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ علی العموم صرف مرفہ الحال شہری ان میں حصہ لینے کے سفر کی تکلیف گوارا کرتے تھے۔ ان اتحادوں میں وہ اندرونی عضوی ارتقا کی کیفیت نہیں

تتمہ

پائی جاتی تھی جو ہیر پولس میں نمایاں تھی بلکہ یہ ادارے متعدد پولسوں
کو باہمی متحد کر کے بنے تھے ۔ علاوہ ازیں یہ اتحاد صرف اس
حالت میں ممکن تھا جب آبادی حصۂ ملک کے مختلف حصوں یا
چھوٹے چھوٹے شہروں میں مساوی طور پر پھیلی ہوئی ہو، اس لئے کہ
جب اس رقبے میں متعدد شہروں کو تفوق حاصل ہوتا تو وہ ہمیشہ
ایک دوسرے کے سدراہ ہوتے رہتے (دیکھو آرکیڈیا کا حال
باب ۹)، اور جب ایک ہی کو فوقیت ہوتی تو وہ باقی سب پر غلبہ
حاصل کرنے کی کوشش کرتا، جس کی وجہ سے لڑائی جھگڑے پیدا
ہو جاتے ۔ بیوتیہ میں، باوجود نسلی یکرنگی کے، اور خومینوس تقریباً
اتنا ہی تھبز کا مخالف تھا جتنا متی لنہ ایتھنز کا ۔ ایسے اضلاع میں
چھوٹے بلدیات کو بڑے بلدیات سے ہمیشہ نفرت رہتی تھی،
اور بڑے چھوٹوں پر جبر کرنے پر مجبور ہوتے تھے ۔ ایسا بھی ہوتا
تھا کہ اگر کسی چھوٹے شہر کے شہری سر تسلیم خم نہیں کرتے تھے تو
شہر ان سے خالی کرا لیا جاتا تھا اور ان کی جگہ دوسرے آباد کر دئے جاتے
تھے ۔ پھر جب موقع ہوتا تو اصلی باشندے واپس آجاتے اور از سر نو
مدافعت کرتے تاآنکہ سب کے سب تہ تیغ کر دیے جاتے ۔
(دیو دوروس ۱۵، ۵، ۹) ۔

الغرض جب باوجود ہزار کوشش کے مختلف اضلاع کا اندرونی اتحاد
ناممکن تھا تو تمام ملک یونان کے اتحاد کی کونسی شکل پیدا ہو سکتی تھی؛
اور مختلف اضلاع کے حصوں میں تو تھوڑا بہت تعلق بھی پایا جاتا تھا
یونان کی آبادی کے مختلف عناصر میں تو کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا
اس لئے کہ تمام یونان کی کبھی کوئی "کوئے نون" یا وفاقیت قائم نہیں
ہوئی۔ ل. شمٹ نے خوب کہا ہے کہ یونانیوں میں کبھی نہ کوئی
کیف ہاؤزری Kyffhauser پیدا ہوا نہ باربروسہ Barbarossa
ایسی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی ایک مملکت نے غلبہ حاصل کر لیا اور

تتمہ

اگر اسپارٹا اور ایتھنز کی سیادت محو بھی ہوگئی تھی تاہم جب تھیبزیوں نے اپنے دعاوی آزادیٔ یونان کے عین برخلاف یہ مطالبہ کیا کہ ایتھنز اپنا بیڑا ساحل پر کھڑا کر دے تو اُس وقت یہ ثابت ہوگیا کہ بلا ناقابل برداشت جبر و اکراہ کے یونانی مملکتوں کے مابین کسی قسم کا اتحاد ممکن ہی نہیں۔

۵۔ یونانیوں کی یہ کوتاہ نظری کہ پولس اُن کی ضروریات کے لئے بالکل مکتفی ہے، عام حالات کے اعتبار سے اُس وقت بھی نقصان رساں تھی جب اُنھیں کسی بیرونی دشمن کا مقابلہ کرنا نہیں تھا۔ یہ یقینی بات ہے کہ مستقل محالفے یونانی زندگی کا جزو لاینفک بن گئے تھے، لیکن ان کا وجود کلیتہً فریقین کی مرضی پر منحصر تھا، اور انھیں یہ اختیار تھا کہ جب چاہیں وہ ان محالفوں کو منسوخ کر دیں۔ بدیں سبب جس مملکت کو تفوق حاصل تھا وہ ہمیشہ یہ دیکھتی رہتی تھی کہ کہیں دوسرے بلدیات کے سر میں علحدگی کی تو نہیں سمائی، یعنی دوسرے الفاظ میں اُس کا اور ان کا دونوں کا مفاد ایک ہی ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ان دونوں کو کسی خاص تجارتی حکمت عملی میں اپنا مفاد نظر آئے، لیکن بالعموم اُس کی بنا محض سیاسی ہوتی تھی مثلاً اعیانی بلدیات دوسرے شہروں کی اعیانی حکومت پر بھروسہ آسانی سے کر سکتے تھے، اور اگر ان شہروں میں اعیانی حکومت نہیں تھی تو پھر اُسے قائم کیا جاتا تھا اور برسر اقتدار فریق کو جلا وطن کر دیا جاتا تھا ورنہ سازش اور بغاوت کا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس صورت حال کا عجیب و غریب نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تمام یونان ایک ہی دستور کے تحت رہتا تو شاید اُس کے مختلف حصوں میں اتنی مداخلت نہ کی جاتی جتنی موجودہ حال میں جب ہر ایک پولس بجائے خود بالکل آزاد تھا، اس لئے کہ اس آزادی ہی کی وجہ سے برسر اقتدار مملکت اپنے کمزور ہمسایوں کے اندرونی امور میں وقتاً فوقتاً دخل اندازی میں مضائقہ نہیں سمجھتی تھی۔ تمام ملک ایک ہی سلسلے میں منسلک نہیں تھا، جس کی وجہ سے جب خود مختار حصے ایک دوسرے سے

متصادم ہوتے تھے تو افراد کو کہیں زیادہ نقصان پہنچتا تھا بہ نسبت اُس صورت حال کے کہ تمام ملک مختلف ریاستوں کی وفاقیت کی شکل میں ہوتا۔

۶۔ الغرض گو یونان میں کسی قسم کا مکمل اتحاد عمل اس لئے ناممکن تھا کہ تمام ملک میں واحد اقتدار اعلیٰ کا وجود ناقابل برداشت خیال کیا جاتا تھا، تاہم سیاسی دائرے کے اندر بھی کسی نہ کسی قسم کا اتحادِ عمل پسندیدہ سمجھا جاتا تھا، اور یہ اصول تسلیم کرلیا گیا تھا کہ اس اتحاد عمل کے لئے کسی سربراہ کار، کسی قائد، کسی رہبر کی ضرورت ہے۔ چوتھی صدی ق م کے بعد، اور یہ وہ زمانہ تھا جب سیادت کے اس مسئلے پر بہ خاص و تمام غور کررہا تھا، اس کو اصطلاح میں "ہیگے مونیا" یا قیادت کہتے تھے۔ آجکل کے زمانے میں جب کوئی شخص تاریخ یونان کے مسائل پر غور کرتا ہے تو وہ اس لفظ کو اس سے زیادہ وسیع معنیٰ میں سمجھتا ہے جس میں خود یونانی سمجھتے تھے، چنانچہ آجکل اُس کا مفہوم بہ نسبت قدیم مفہوم کے زیادہ عام سمجھا جاتا ہے۔ پانچویں صدی ق م میں اس لفظ کے معنیٰ صرف جنگ کے زمانے کی قیادت کے تھے، اور اس سے زمانۂ امن کی سیادت سے مطلب نہیں لیا جاتا تھا۔ طوسی دیدش ا، ۹۵ وغیرہ کے مطابق جنگ میکاسلے کے بعد الونیائیوں نے ایتھنزیوں سے استدعا کی کہ وہ ایرانیوں کے خلاف اُن کے "قائد" بن جائیں اس لئے وہ اس "قیادت" کو دوریانیوں کے قبضے میں نہیں چھوڑنا چاہتے تھے، چنانچہ ایتھنزیوں نے اُن کی استدعا کو منظور کرلیا (طوسی دیدش ا، ۹۶)۔ بلاشبہ اُس زمانے میں یہ اصول تسلیم کرلیا گیا تھا کہ زمانۂ امن میں بھی مختلف مملکتوں کا مفاد مشترک ہوسکتا ہے جو محض مذہبی مرکزوں، بت خانوں اور فال گاہوں سے پورا نہیں ہوسکتا، اور اس مفاد کا سب سے اہم جزو زبردست کی دست بُرد سے زیردست کی حفاظت پر مشتمل ہے۔ یہ فرض یونان کی سب سے

تتمہ

طاقتور مملکت پر عائد ہوتا تھا۔ لیکن وہ مملکت جسے یہ عزت نصیب ہوتی تھی اُسے "قائد" کا لقب نہیں دیا جاتا تھا بلکہ اُسے "پروستاتیس" یا "محافظ یونان" کہتے تھے۔ مثلاً ہیروڈوٹس ۵ (۱، ۶۹) کہتا ہے کہ کریسوس کو اس کی خبر ہے کہ اسپارٹا "یونانیوں کا محافظ ہے"، اور ۵، ۴۹ میں ارسطاغورس اسپارٹیوں سے کہتا ہے کہ "یونانیوں کی حفاظت کرو" لفظ "حفاظت" سے یہاں جو مفہوم ہے وہ وہی ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ ایتھنز میں جو غیر ملکی "میتوئکی" آباد تھے اُن کا "محافظ" ایک ایتھنزی شہری ہوتا تھا، مختلف مدبر "شہریوں کی حفاظت" کرتے تھے (دیموس تھنیس: اولمپیائی تقریر ۳، ۲۷) "سہیران عموم" عموم کے محافظ ہوتے تھے (زینوفون: "ہیلے نیکا" ۳، ۲، ۲۷)۔ اس "محافظ" کا ان لوگوں پر قابو نہیں ہوتا جن کی حفاظت اُس کا فرض ہے، بلکہ وہ اُن کا قائم مقام ہوتا ہے اور وہی اُن کے مفاد کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر ہم اس خیال کو تمام یونان پر منطبق کریں تو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ اسپارٹا کا یا اُس مملکت کا جو فی الوقت "محافظ یونان" ہو یہ بڑا بھاری رتبہ سمجھا جاتا تھا، اور بجائے اس کے کہ محافظ مملکت کو حقوق زیادہ حاصل ہوتے، اُس کے فرائض بڑھ جاتے تھے۔ یونانی مصنفوں کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں بانی اسی اُصول کے لئے (جو "قیادت" یا ہیگے مونیہ کے اصول سے بالکل مغائر تھا) برابر لفظ "حفاظت" یا "پروشتاناسے" استعمال کرتے تھے۔ مثلاً زینوفون (ہیلے نیکا ۵، ۱، ۳۶) کہتا ہے کہ "اسپارٹا محافظ امن" تھا، اور دیموس تھنیس یہ کہ ایتھنزیوں کو "قوم کی اور آزادی کی حفاظت کرنی چاہیے" (۱۵، ۳۰)۔ الیسقراطیس اپنی تصنیف موسومہ "امن" ۴۶، میں بھی اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ آزادی کے محافظ سے مراد اس کے "پروستاتیس" سے ہی تھی۔ یونانیوں کا نقطہ نظر یہی تھا: جملہ بلدیات بالکل آزاد تھے؛ لیکن اس کی ہمیشہ ضرورت

تتمہ

رہتی تھی کہ ایک ایسا "محافظ" ہو جو زیر دست کو زبردست کے ظلم و تعدی سے بچائے۔ مثلاً دیموس تھنیس ("ارسطقراتیس" ۱۲۴) کہتا ہے کہ اتھنزیوں کا دعوی ہے کہ وہ یونانیوں کی آزادی کے محافظ ہیں" (Dem. Cor ۲۰۰)" اور یہ کہ "اتھنز اس قابل ہے کہ دوسروں کی حفاظت کرسکے" (Isocr Panegr ۵۷) ارسقراطیس (Phil ۱۶) کہتا ہے کہ فیلقوس کو چاہیئے کہ وہ "یونانیوں کی حفاظت کرے اور بربریوں کے خلاف فوج کشی کرے" اور اسی طرح ایک دوسرے موقع پر (۱۷) وہ لفظ اپی ستراتیس کا استعمال کرتا ہے۔ زینوفون ("ہیلے نیکا" ۴، ۸، ۸) کہتا ہے کہ متی لنہ والے تمام جزیرۂ لسبوس کے "محافظ" بن جائیں گے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ (مثلاً دیموس تھنیس: فیلقوسی ۳، ۲۳ میں) یہ لفظ حاکم کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن ذرا اسکے معنی میں۔ مقابلہ کرو زینوفون ۴، ۱، ۸۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے اسی مادے سے کوئی ایسا حاصل مصدر نہیں ہے جو "پروستاتیس" کے مفہوم کو واضح کرے۔ ابتدا میں تو اس کے لئے کوئی لفظ ہی نہ تھا، لیکن زمانۂ مابعد میں (Isocr Paneg ۲۰۴) لفظ "قیادت" یا "ہیگے مونیہ" اس معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور اس سے بھی بعد کے زمانے میں (Dexippa P. Phot صفحہ ۶۴) لفظ "کیدے مونیہ" کا "حفاظت ملکی" کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ لیکن اگر مجھ سے غلطی نہیں ہوئی اور کوئی مجرد لفظ اس مادے سے نہیں نکلا تو یہ بہت ہی قابل لحاظ بات ہے۔ اگر ایسا لفظ ہوتا تو اس سے ایک مستقل عہدے کا مفہوم واضح ہوتا اور یونان کی گویا "صدارت" کا خیال عام خیال پر تقویت پا جاتا۔ یہی وہ بات ہے جو یونانیوں کو کسی طرح مرغوب نہیں تھی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ بعض ضرورت کے وقت "پروستاتیس"

تتمہ

آسمو جود ہو' اور اُس کے فرائض محض واقعات و حالات کے مطابق ہوں۔ پر وکلیس (زینوفون ۶، ۵، ۳۴) اس لفظ کو بالکل مختلف معنوں میں اس وقت استعمال کرتا ہے جب وہ ایتھنز یوں کو اسپارٹیوں سے مل جانیکی ترغیب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایتھنز یوں کو اسپارٹیوں کے دوبدو نہیں بلکہ دوش بدوش کھڑا ہونا چاہیئے۔

۷۔ رفتہ رفتہ یونانیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ایک واقعی مشترک دستور میں بھی بہت سے فائدے ہیں' لیکن کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو یہ بتا سکے کہ یہ دستور کن شرائط پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ ان کے خیالات بس اُسی حد تک جا سکے کہ پہلے لفظ ہیگے مونیہ سے مراد قیادت بزمانہ جنگ سے تھی (مثلاً ہیرو ڈوٹس ۷، ۸ ۱۵ تا ۱۶۰)' لیکن اب اس لفظ کا انطباق زمانۂ امن میں بھی ہونے لگا۔ اس لفظ کے عام سیاسی معنی زینوفون تک پیدا نہیں ہوتے (اور یہ ایک ایسی بات ہے جس پر اس وقت تک کافی توجہ نہیں کی گئی) بلکہ خود اس نے بھی اس لفظ کو یک بیک استعمال نہیں کیا تھا۔ ۳، ۵، ۱۴ میں یہ فوجی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے' جب وہ کہتا ہے کہ ایتھنز یوں کو اسپارٹا کے خلاف بمنزلۂ "شاہ قائد" کے ہو جانے کا موقع ہے۔ ۴، ۱، ۸ اور ۴، ۲، ۱۳ میں بھی یہ لفظ فوجی مفہوم ہی میں استعمال کیا جاتا ہے' اور میں ۷، ۱، ۳۳ تک اس کے وہ معنی نہیں دیکھتا جو زمانۂ حال کے مصنفوں نے اس پر لگائے ہیں۔ ایسقراطیس اُسے پرانے معنی ہی پہناتا ہے (مثلاً Panegyr ۱۸، ۲۰ وغیرہ)' لیکن ایک جگہ یعنی ۱۰۳ میں اس کے سیاسی معنی لئے جاتے ہیں۔ نیز دیکھو "امن" ۴۶۔ .Dem. cor ۶۵ میں اس سے مراد تمام یونان کی قیادت کی نہیں' گو یہ سیاسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

الغرض گو یونانیوں کی رائے تھی کہ اُن کے مُلک کے لئے یہ اچھی بات ہے کہ ایک ایسا محافظ ہو جو مظلوموں کی حفاظت کرے'

تتمہ

لیکن اس قسم کا کوئی مستقل عہدہ قائم نہیں کیا گیا۔ لیکن چوتھی صدی ق م
سے پہلے تو صرف عام یونانی جنگوں میں ہی ہیگے مونیہ یعنی قیادت
کے اصول پر ایک سربراہ کار مقرر کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد
تھیبز جیسی مملکتوں میں زمانۂ امن میں بھی اس قسم کے عہدے کی
خواہش کی جانے لگی، اور لوگوں میں یہ خیال جاگزیں ہونے لگا
کہ سیاسیات میں بھی ایک واحد مملکت ملک کی رہبری کر سکتی ہے،
لیکن یہ خیال صرف نظریئے تک ہی محدود رہا چنانچہ جب کبھی اس
سیاسی قیادت کے اصول پر عمل ہوا، فوراً مختلف قسم کے مشکلات
حائل ہو گئے۔ مثلاً اسپارٹا نے، جو یونان کا قدیم "محافظ" تھا، کبھی
کسی دوسری مملکت کو "قائد" تسلیم نہیں کیا، گو چند ہی روز کے لئے
یعنی ۳۳۸ ق م میں ایتھنز کو تھیبز کی قیادت کے سامنے سرِ تسلیم خم
کر لینا پڑا۔

اس کتاب کی چوتھی جلد میں ہم دیکھیں گے کہ اس عہد کے بعد
یونان کے اتحاد کے لئے کس کس قسم کی قابل تعریف کوششیں
کی گئیں۔

۸ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک خاص قسم کے "آرخے"
یا "اقتدار" کو یونانی ہمیشہ تسلیم کرتے تھے، اور یہ سیادت بحری تھی
جس کا دعویٰ ایتھنزیوں نے پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں کیا تھا۔
اس "سیادت بحری" کی سرزمین یونان میں ایک طویل تاریخ ہے جو
وثنیاتی دور تک چلی جاتی ہے (دیکھو جلد ۱، باب) ۔ لیکن ہم کو اس
قدیم سیادت بحری کے متعلق (جس کا بانی مینوس سمجھا جاتا تھا) بہت ہی
کم معلومات حاصل ہیں، خصوصاً ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ
آیا اس لفظ سے مراد کسی ایک شہر کے عملی تفوق سے تھی، یا یہ کہ اسکے
ساتھ چند سیاسی حقوق بھی اس سے اسی طرح سے مستقل طور پر وابستہ
تھے جیسے ایتھنز کی سلطنت میں۔ یہاں مناسب ہے کہ ہم اس

تتمہ

واقعے پر زور دیں کہ ابتدائی بحری تفوق کو جس کی تاریخ بہت کچھ مشکوک ومشتبہ ہے، کراتوس کہتے ہیں جس سے مراد ایسا دائرۂ اقتدار ہے جو فی الواقع ہو اور اس کے برعکس پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں جو سیادت ہے اُسے "آرخے" کہتے ہیں یعنی ایسی حکمرانی جو قوانین کے مطابق ہو۔ ان دونوں میں ایک مناسبت تھی، وہ یہ کہ جہاں تک ہمارا مبلغ علم ہماری رہنمائی کرتا ہے دونوں محض بحیرۂ ایجین تک ہی محدود تھے۔ Isocr. Paneg. ۷۲ کے مطابق "سیادت بحری" کی ابتدا ایتھنزیوں نے اُس وقت کی جب ایونیانیوں نے انھیں جنگ ایران کی سپہ سالاری پیش کی۔ ایتھنزیوں نے اُس کی اس طرح تاویل کی کہ الفاظ "بحری" کے لغوی معنیٰ لے کر بحیرۂ ایجین کی سطح ایتھنز کا مملوکہ قرار دے دیا، چنانچہ جیسا ہم جلد ۲ باب ۲۴ میں دیکھ چکے ہیں کہ جب اسپارٹا نے اپنی فوج سمندر کی راہ اپی دوروس بھیجی (طوسی دیدش ۵، ۵۶) تو ایتھنز نے اُسے اپنی مملوکہ سمندر میں مداخلت بیجا قرار دیا۔ نیز اُن کا یہ دعویٰ اسپارٹیوں کی اُن سخت کارروائیوں سے ہوتا ہے جو جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں اسپارٹیوں نے کیں (دیکھو طوسی دیدش ۲، ۶۷)۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایک مرتبہ اسپارٹیوں نے اُن تمام قیدیوں کو جنھیں اُنھوں نے بحیرۂ ایجین میں قید کیا تھا، جان سے مار ڈالا، اور یہ صرف اس لئے کہ ایتھنزیوں نے بحیرۂ ایجین کے ایتھنزی علاقہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جو شخص دشمن کی اراضی پر پکڑا جائے اور اپنے آپ کو دوست ثابت نہ کر سکے تو وہ دشمن قرار دیا جائے گا۔ بلاشبہ اسپارٹیوں کا یہ طرز عمل اس مفروضے پر بھی نہایت ہی ظالمانہ ہوتا۔ لیکن اگر ایجین کو ایتھنزی علاقہ نہ سمجھ لیا جاتا تو پھر اسپارٹی گرفتاروں کو چھو بھی نہیں سکتے تھے۔ ۴۰۴ ق م میں ایتھنز کو زوال کے ساتھ اُس کے بحری تفوق کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

تتمہ

لیکن اس کے بعد جلد ہی اُس نے پھر اپنے پر پرزے جھاڑے اور اس کا از سر نو دعویٰ کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایتھنز نے اسکو صاف کر دیا کہ آئندہ اُس کی یہ خواہش ہرگز نہیں کہ صرف وہی لوگ ایجئین میں اپنے جہاز چلا سکیں جو اُسے خراج ادا کریں، گو اب بھی ایتھنز میں ایسے لوگ موجود تھے جو اس حق پر زور دیتے تھے اور ایجئین کو "ایتھنزی جھیل" تصور کرتے تھے۔ ایسقراطیس اپنی تقریر "متعلق امن" ۲۱ میں ایتھنزیوں کو صلاح دیتا ہے کہ وہ اس دعوے سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جائیں اس لئے کہ یہ اُن کے سیاسی نشو و نما میں سدراہ ہے۔ وہ اس نامنصفانہ "سلطنت" اور سچی "قیادت" ("ہیگے مونیہ") کے درمیان اس قدر تفاوت دیکھتا ہے کہ وہ (۱۴۲) آخر میں کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو "سلطنت" ("آرخے") کا خیال چھوڑ دینا چاہئے تاکہ انھیں "قیادت" حاصل کرنے کا موقع حاصل ہو جائے۔ یہ قیادت کچھ اسی قسم کا ادارہ سمجھنا چاہئے جیسے اسپارٹا کی ملوکیت جسکے لئے لوگ اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے طیار تھے اور جس سے غلطی کا امکان نہ رہے حقیقی "قیادت" ("ہیگے مونیہ") سے مراد یہ تھی قائد کو ہمیشہ "طیار رہنا" پڑتا تھا تاکہ وقت پر مظلوموں کی مدد کرے۔ گویا کہ ایتھنز کو "پروستاتیس" یا "محافظ" سمجھنا چاہئے۔

۹۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں ایتھنز واقعی اپنے بیڑے کے ذریعے سے دوسروں پر ظلم و ستم کرنا چاہتا تھا، اور اس سے اس دعوے کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے جو پیلو پیداس نے سوس میں کیا (زینوفون ۷، ۱، ۳۶) کہ ایتھنزیوں کو اپنے بیڑے سے دست بردار ہونا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا مطالبہ ایتھنز سے کہنے کے لئے ایران کا واسطہ ڈھونڈنا ایک تو سخت بدتمیزی تھی اور دوسرے حب وطن کے

تتمہ

میں مخالف تھا، اس لئے کہ اگر ایتھنز کے پاس جہاز نہ رہے تو اسکی جگہ کونسی مملکت لے گی؟ لیکن اگر ہم یہ سوچیں کہ بہت سے یونانیوں کی نگاہ میں اپنے جہازوں کا بے جا استعمال کیا تھا تو ہم کم از کم جذبات کو سمجھ سکیں گے جن کے تحت یہ لغو اسکندعا کی گئی تھی۔ اب بھی ایتھنزی یہ کہہ سکتے تھے کہ "سیادت بحری" سے وہ ملک کی ایک بڑی خدمت کر رہے ہیں اس لئے کہ انھوں نے ان سب بلدیات کی حفاظت اپنے ذمے لے لی ہے جو ان پر اعتبار و اعتماد کریں۔ لیکن چونکہ بہت سے ایسے ایتھنزی بھی تھے جن کے نزدیک ایتھنز کو صرف انھیں بلدیات کی حفاظت کرنی چاہئے تھی جو اسے "خراج" ادا کریں اس لئے بہت سے یونانی اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اس طرح ہماری سمجھ میں فیلقوس کا یہ مطالبہ بھی آجاتا ہے کہ بحری حفاظت کے شرائط میں اس کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے (۳۴۲ ق م)۔ ہیگیسیپوس نے اس بنا پر اس مطالبے کو مسترد کر دیا کہ "اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایتھنزی فیلقوس کی مدد کے بدون ایتھنزی سمندر کی حفاظت نہیں کر سکتے" (دیکھو (Sch. D. ۳۴۶ کا حاشیۂ تقریر De Halonn. ۱۴ پر)۔ امر زیر بحث محض سمندر کی حفاظت کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ قیادت بحری کا مسئلہ تھا اور ایتھنزی یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کسی ایسی مملکت کو ایجئن میں بیڑا رکھنے کی اجازت دی جائے جس سے اُس کے اقتدار میں کمی ہو جائے۔ اگر صرف انھیں کا ایک بیڑا وہاں رہتا تو وہ جس انداز سے چاہتے اپنا حق سیادت کام میں لاتے، لیکن دوسرے بیڑے کی موجودگی میں اُس کا خاتمہ یقینی تھا۔

۱۰۔ ایتھنزیوں کے دعاوی اور دوسرے یونانیوں کی

تتمہ

مخالفت سے عہد قدیم اور عہد حاضر دونوں کے چند واقعات ذہن میں آتے ہیں۔ جس طرح ایتھنزیوں نے بحیرۂ ایجئین پر اپنی سیادت کا دعوےٰ کیا اسی طرح فینقی مغربی بحیرۂ روم اور بحر اوقیانوس پر سیادت کے مدعی ہوئے اور وینس نے اڈریاٹک کو بلا شرکت غیرے اپنا سمجھا۔ لیکن جب پرتگیزوں نے بحر ہند اور ہسپانویوں نے امریکی سمندروں کے مدعی ہوئے تو اُس وقت قانون عامہ کے مبصروں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے اور انھوں نے مقالے لکھنے شروع کئے۔ بعد میں پرتگیزوں کی جگہ ہسپانویوں نے لے لی، جس سے ولندیزی ملاحوں میں بےچینی کے آثار نمودار ہوئے، چنانچہ جب ہیگو گروتیوس نے اپنی کتاب "بحری آزادی" (Mare Liberum) ۱۶۰۹ء میں شائع کی تو اُس نے صرف بنی نوع انسان کی خدمت نہیں کی بلکہ خاص طور پر ولندیزی مفاد کی حفاظت بھی کی۔ بحری آزادی کا اصول علی العموم پسند کیا گیا اور ایک انگریز یعنی سیلڈن کی "پابندی بحری" Selden.Mare Clausum کی اشاعت سے اس اصول میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ لیکن عملی میدان میں گروتیوس کی کتاب سے اب بھی مباحث پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور ممالک متحدۂ امریکہ کا یہ خیال کہ بحیرۂ بہرنگ کے نصف مشرقی پر خاص طور پر اپنے قدم جمائے اس ضمن میں نہایت دلچسپ کوشش ہے۔ بعض طاقتور مملکتوں کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ اس قسم کے مخصوص استحقاقات حاصل کریں، اور بحری آزادی کا مسئلہ جس کی وجہ سے یونانیوں میں یہ کچھ جھگڑے ہوئے، اب بھی باوجود گروتیوس کی کتاب کے قطعی طور پر طے شدہ نہیں کہا جا سکتا۔

اصطلاحات تاریخ یونان قدیم

جلد سوم

(۱) تاریخ یونان

The Cyclades	کیکلادیس، جزائر مدور۔
Ethnos	نسل۔
Hero-Worship	سورما پوجا
Hetairi	یاران شاہی۔
Koinon	وفاقیت۔
Mythical	وثنیاتی۔
Nomothetai	مقنن۔
Pentacontaetia	خمسینی۔
Phalanx	فوجی جتھا۔
Politeia	دولت عامہ۔
Prostates	حامی، محافظ۔
Psephisma	قرار داد عوام۔
Sacred Bond	قشون مقدس۔
Social War	جنگ حلفا۔
Stoa Poikile	ایوان بوقلمون۔
Synoikismos	ارتباط باہمی۔

(۲) تاریخ وسیاسیات

Annals	وقائع۔	Disturbance	سیاسی اختلال۔
Anabasis	اقدام۔	Discipline	تادیب۔
Assembly	جمعیت۔	Dictator	آمر۔
Buffer	حاجب۔	Engineer	مہندس۔
Confederation	عہدیت۔	Entente	ایتلاف۔
Casting vote	فیصلہ کن رائے۔	Epigraphy	کتبیات۔
Cavalry	سوارہ	Flank attack	جناحی حملہ۔
Centre (of the army)	قلب۔	Flank movement.	جناحی حرکت
Chronology	سنویت، وقت نگاری۔	Gymnasium	ورزش گاہ
Chamberlain	عرض بیگی۔	Hegemony	قیادت۔
Club	دائرہ۔	Indian (American)	اندیانی۔
Cooperation	تعامل۔	Left wing	میسرہ۔
Chivalry	فروسیت۔	Migration of peoples	ہجرت اقوام
Crisis	بحران۔	Mobocracy	انبوہ سری
Common-wealth	دولت عامّہ	Numismatics	مسکوکیات۔
Commission	ماموریہ۔	Numismatist	سکہ شناس۔
Decarchy	عشاریہ۔	Nobles	اعیان
Defensive	دفاعی۔	Protestantism	احتجاجیت۔
Demagogue	سرانبوہ۔	Publicist	متبصر امور عامّہ
Delegate	مندوب۔	Right wing	میمنہ۔
Dialects	بولیاں۔	Wedge shaped	میخ نما

(۳) جمالیات، فلسفہ، ادبیات وغیرہ

English	اردو
Actor	سانگی۔
Antithesis	تضاد۔
Architecture	تعمیرکاری۔
Artist	صنّاع۔
Allegorical	تمثیلی۔
Basin of a river	ظرف دریا۔
Bed of a river	تہ دریا۔
Blank verse	بے قافیہ نظم۔
Categorical imperitive	امرمطلق۔
Chiaroscuro	ظلّ وضَو۔
Climax	علو۔
Crescendo	زور بیان۔
Cynicism	کلبیت۔
Dactyl	سہ جزوی رکن۔
Daimonion	ندائے غیبی۔
Dramatis personae	اشخاص ناٹک ناٹک منش۔
Engraving	نقش کاری۔
Esoteric	اہل باطن۔
Exoteric	اہل ظاہر
Exclamation	ندبہ۔
Frieze	حاشیہ۔
Fresco	دیواری تصویر۔
Hiatus	تکرار حرف علت
Iambic	دوجزوی رکن۔
Innuendo	کنایہ۔
The Infinite	لامحدود۔
Impeachment	مواخذہ۔
"The Laws"	کتاب النّوامیس
Lyric	مزماری۔
Masterpiece	شہ کار
Museum	نوادرخانہ، ملکات خانہ
Painter	رنگ کار۔
Painting	رنگ کاری۔
Pediment	سرمثلث۔
Perception	ادراک۔
Pyramid	ہرم
Reason	عقل۔
Relief	منبت کاری۔
Rhythmical	مقفّٰی
Range of hills	زنجیرۂ کوہی
Scholasticism	مدرسیت۔
Style	اسلوب۔

School (of Philosophers)	مسلک
Subjective	مضمونی۔
Senses	محسوسات۔
Syllable	کلمہ۔
Sculpture	سنگ کاری۔
Tragedy	دردیہ۔
Tetrology	چوناٹکا۔
Types	انواع۔
Tributary river	معاون دریا
The three Unities	تینوں حدیں
Will	ارادہ۔

فہرست اعلام

تاریخ یونان قدیم جلد سوم

A

ابائے -	Abae
ابریاس -	Abreas
ابی دوس	Abydos
اکان تھوسی -	Acanthian
اکانتھوس	Acanthos
اکارنانیہ -	Acarnania
اکارنانی -	Acarnanian
چناب -	Acesines
اکائیائی -	Achaeans
اکائیہ	Achaia
اخرادینہ -	Achradina
اکراگاس -	Acragas
اکھرائے -	Accerae
ادا -	Ada
ادمے توس -	Admetus
اے گئے -	Aegae
ایجین -	Aegean
ایولس -	Aeolis
اے گوس پوتامی -	Aegospotami
اے روپوس -	Aeropus
ایس خنیس -	Aechines
ایتولیہ -	Aetolia
اے گی تیس	Aegytes
اگامیم نون -	Agamemnon
اگےسی پولس -	Agesipolis
آگیسی لاؤس -	Agesilaus
آگس	Agis
اگریانیس	Agrianes
اگی رہیوس -	Agyrrhius
ایاکس -	Ajax
الابندا -	Alabanda
آلکےتاس -	Alcestas
الکبیادیس -	Alcibiades
آلیہ -	Alea

Alexander	سکندر۔
Alexandretta	اسکندرون
Alexandriana	اسکندریانہ
Alexandria-Eschate	خوجند۔
Alexis	الکسس۔
Amathias	اماتھیاس۔
Ambracia	امبریسہ۔
Amon	عمون۔
Amphictionic League	انجمن ہمسائگان
Amphiaraus	امفیاراؤس۔
Amphipolis	امفی پولس۔
Amphissa	امفسا۔
Amphissaean	امفسائی۔
Amphitrite	امفتریت
Amphium	امفیوم
Amyntas	امین تاس۔
Anabasis	اناباسس۔
Anaxibius	اناکسی بیوس۔
Anchialus	انخیالوس۔
Anaxandridas	انکساندریداس۔
Andocides	اندوکی دیس۔
Androclidas	اندروکلی داس۔
Antalcides	انتالکداس۔
Antandrus	انتاندروس۔
Anthedon	انتھے دون۔
Antimachus	انتی ماخوس۔
Antipater	انتی پاتر۔
Anytus	انی توس۔
Aornus	اؤرنوس۔
Apelles	اپےلیس۔
Aphrodite	افرودیت۔
Aphytos	افی توس۔
Apis	اپیس
Apollo	اپولو۔
Apollodorus	اپولودوروس۔
Apollonia	اپولونیا
Arachosia	ارخوزیہ۔
Arachosia	قندھار۔
Arcadia	ارکیڈیا۔
Arcadians	ارکیڈی۔
Archelaus	ارخے لاؤس۔
Archidamos	ارخی داموس۔
Architas	ارخی تاس۔
Archias	ارخیاس۔
Archinus	ارخینوس۔
Archytas	ارخی تاس۔
Argaeus	ارگائیوس۔
Argelus	ارگےلیوس۔
Argive	ارگوسی۔

Argos	ارگوس۔
Argyraspidae	ارگی راس پدائے۔
Aria	آریہ۔
Ariaeus	آریائیوس۔
Ariaspae	اریاسپائے۔
Arioborzanes	اریوبارزان۔
Aristippus	ارسطی فوس۔
Aristogeiton	ارستوگی تون
Aristonous	ارسطونوس۔
Aristophon	ارسطوفون۔
Aristophanes	ارسطوفانیس۔
Aristotle	ارسطاطالیس۔
Aristodemos	ارسطودیموس۔
Arrhabaeus	ارہابایوس۔
Arrian	ارین
Artabazus	ارتابازو۔
Artacorna	ارتاکورنا (ہرات)۔
Artemis	ارتےمس۔
Artaxexes	اردشیر بہمن۔
Aryballos	اری بالوس۔
Asclepium	اسکلےپیوم۔
Aspasia	اسپازیا۔
Aspendians	اسپندی
Aspendians	اسپندوسی۔
Aspledon	اسپلےدون۔
Atarneus	اتارنیوس۔
Athenaeus	اتھےنایوس۔
Athene-Alea	اتھےنے آلیہ۔
Athenian	ایتھنزی۔
Athens	ایتھنز۔
Atrometus	اترومیتوس۔
Attalus	اتالوس۔
Attic	اٹیکائی۔
Aulis	اولیس۔
Autocles	اوتوکلیس۔
Autophradates	اوتوفراداتیس۔
Axius	اکیسوس۔
Azemilcus	ازےملکوس۔

B

Babylon	بابل۔
Babylonian	بابلی
Bacchus	باکھوس۔
Bactra	بلخ
Bactria	باختر۔
Baptae	باپتائے۔
Barsine	برسینہ۔
Bel	بیل۔
Bessus	بیسوس۔

Boeotarch	بیوٹارخ-
Boeotia	بیوتیہ-
Boeotian	بیوتی-
Bosporus	باسفورس
Bottiaeans	بوتیائی-
Bucephala	بوکے فالہ-
Byzantium	بیزنطہ-

C

Cabiri	کابی ری-
Cadmea	کادمیہ-
Callimachus	کالی ماخوس-
Callias	کالیاس
Callines	کالی نیس-
Callipus	کالی پوس-
Callisthenes	کالس تھنیس-
Callistratus	کالستراتوس-
Calydon	کالی دون-
Camarina	کامارینہ
Camirus	کامی روس-
Campania	کمپانیہ
Candace	کنداسکے
Canopus	کانوپوس-
Cappadocia	کاپادوسیا-
Cardia	کاردیہ-
Carduchi	کاردوچی-
Caria	کاریہ-
Carmania	کرمان-
Carrhae	کارہے-
Carthage	قرطاجنہ-
Carthaginian	قرطاجنی-
Caryae	کاریائے-
Cassander	کساندر-
Caspain Sea	بحرخزر-
Caulonia	کاؤلونیہ-
Caunus	کاؤنوس-
Celaenae	کیلائے نائے-
Cenchreae	کنکریائے-
Centrites	کنتری تیس-
Cephallonia	کیفالونیہ-
Cephalus	کیفالوس-
Cephisodotus	کیفی سودوتوس-
Ceramus	کیراموس-
Cersobleptes	کرسوبلیپ تیس-
Cesiphus	کیسی فوس-
Chabrias	خابریاس-
Chaerephon	خئے ریفون-
Chaeronia	خیئرونیہ-
Chalcedon	خالکیدون-
Chalcidice	خالکدیس-
Chalcidian	خالکدیسی-

خالکس۔	Chalcis
خاریس۔	Chares
خاریدیموس۔	Charidemus
خارون۔	Charon
خاریبدس۔	Charybdis
خرسونیز۔	Chersonese
خیوس۔	Chios
خوسے ریلوس۔	Choerilus
خونے۔	Chone
کیلیکیہ۔	Cilicia
کیمون۔	Cimon
کندولی۔	Cindon
کیساداس۔	Cissadas
کتھائے رون۔	Cithaeron
کی تیوم۔	Citium
کلازومے نائے۔	Clazomenae
کلیاندرریداس۔	Cleandridas
کلیارخوس۔	Clearchus
کلس تھینیس۔	Cleisthenes
کلیومبروتوس۔	Cleombrotus
کلومنیس۔	Cleomenes
کلیوپاترا۔	Cleopatra
کلی توس۔	Clitus
کنیدوس۔	Cnidus
کوسے نوس۔	Coenus
کولی فوس۔	Collyphus
کولونوس۔	Colonus
کونون۔	Conon
کوپائے۔	Copae
کوپائس۔	Copais
دریائے کابل۔	Cophen
کورنّا۔	Corinna
کورنتھ۔	Corinth
کورنتھی۔	Corinthian
کورونیہ۔	Coronea
کوس۔	Cos
کوسنتیا۔	Cosentia
کوتی تو۔	Cottyto
کوتیس۔	Cotys
کراتیروس۔	Craterus
کرے ندیس۔	Crenides
کریٹی۔	Cretan
کریٹ۔	Crete
کریوسس۔	Creusis
کریمیسہ۔	Crimisa
کری نیسوس۔	Crinisus
کری تیاس۔	Critias
کروتون۔	Croton
کتےسی فون۔	Ctesiphon
کتےسی فوس۔	Ctesippus

Cyclades کیکلادیس - جزائر مدوّر
Cylon کیلون -
Cyme کیمے -
Cynurians کینوری -
Cypriot قبرسی -
Cyprus قبرس -
Cyrus کورش -
Cythera کیتھرا -

D

Darius دارا -
Darius Codomannas دارا (خود منش) دارائے سوم -
Delium دیلیوم -
Delos دیلوس -
Democrates دیموکراتیس -
Delphi دیلفی -
Demades دیمادیس -
Demaratus دیماراتوس -
Demarch دیمارخ -
Deme دیمے -
Demophilus دیموفلیوس -
Demosthenes دیموس تھنیس -
Demostratus دیموستراتوس -
Demotae دیموتائے -
Dercyllidas دیرکیلیداس
Diadochi دیادوخی -
Dicaearchia دکائے آرخیہ -
Didymaeus دوی مایوس -
Diodorus دیودوروس -
Diomea دیومیہ -
Dion دیون -
Dionysia دیونی سیہ -
Dionysius دیونی سیوس -
Diphridas دفرداس -
Dium دیوم -
Dorians دوریانی -
Drachma درہم -
Drangiana درنگیانہ -

E

Ecbatana ہمدان
Ecdicus ایک دی کوس -
Edessa ایدیسا -
Elea ایلیہ -
Elean ایلیسی -
Eleutherae ایلیوتھے رائے -
Elimea ایلی میہ -
Elis ایلس -
Epaminondas اپامنونداس -
Ephesus ایفےسوس -
Ephor ایفور -

Ephorus	افوروس-
Epicrates	اپیی کراتیس-
Epidaurian	اپیی دوروسی-
Epidaurus	اپیی دوروس
Epirote	اپیائیروسی-
Epirus	اپیائروس-
Eretria	ایرتیریا
Ergocles	ارگوکلیس-
Erigon	ایریگان-
Eros	ایروس-
Erytharae	ایریتھراے-
Eryx	ایریکس-
Etna	ایتنہ-
Etruscan	اتروری-
Euboea	یوبیہ-
Euboean	یوبیائی-
Euclea	اقلیہ-
Euclides	اقلیدس-
Eudamidas	یودامداس-
Eudoxus	یودوکسوس-
Euergetae	یوئرگتاے-
Euphrates,	فرات-
Euridice	یوریدیس
Euripides	یوری پدیس-
Euripus	یوریپوس-
Eutrasians	یوترسے زی-
Evagoras	ایواغورس-

G

Galaxidorous	گالاکسی دوروس
Garganos	گارگانوس
Gaugamela	گوگامیلا-
Gaza	غزہ-
Gedrosia	مکران-
Gela	گیلا-
Gerontes	گیرونتیس-
Granicus	گرانی کوس-
Greece	یونان-
Gorgias	گورگیاس-
Gylippus	گی لپوس-
Gytheum	گی تھیوم-

H

Hadranon	ہدرانون-
Haemus	ہیئےموس-
Haliartus	ہالیارتوس-
Halicarnassus	ہالی کارناسوس-
Halicis	ہالی آئیس-
Halacmon	ہالیاک مون-
Halus	ہالوس-
Harmodius	ہارمودیوس-
Harpalos	ہارپالوس-

Helycus	ہالی کوس۔
Hecatomnus	ہکاتومنوس۔
Hegesippus	ہیگے سپوس۔
Heliast	ہے لیاست۔
Helleporos	ہیلے پوروس۔
Hellespont	ہیلس پونٹ۔
Helos	ہیلوس۔
Helot	ہیلوت۔
Hephaestion	ہفائستیون۔
Hera	ہیرا۔
Heracles	ہرقل۔
Heraclia	ہرقلیہ۔
Heraclidae	ہرقلیائی۔
Heraclides	ہرقلیدس۔
Heraea	ہیرائیہ۔
Hermae	ہرمے۔
Hermione	ہرمیونے۔
Hermocrates	ہرموکراتیس۔
Hermogenes	ہرموگنیس۔
Herodas	ہیروداس۔
Herodotus	ہیروڈوٹس۔
Heromenes	ہیرومنیس۔
Hetairiae	ہتیائے ریائے۔
Hicetas	ہکے تاس۔
Hiero	ہیئے رو۔
Hipparinus	ہپاری نوس۔
Hipponium	ہپونیوم۔
Hydaspes	جہلم۔
Hypaspistac	ہی پاس پستائے۔
Hypatis	ہی پاتس۔
Hyphasis	بیاس۔
Hyperbolus	ہی پر بولوس۔
Hyperides	ہی پریدیس۔
Hydraotes	راوی۔
Hyrcania	مازندران۔
Hyrcanium Mare	بحر خزر۔

I

Ialysus	یالی سوس۔
Iassus	یاسوس۔
Iberian	ایبریائی۔
Icos	ایکوس۔
Idreius	ادریوس۔
Illyria	الیریہ۔
Illyrian	الیریائی۔
Imbros	امبروس
Ionia	ایونیہ۔
Ionians	ایونیائی۔
Ionic	ایونی۔
Iphicrates	ایفیکراتیس۔

Isaeus	ازائیوس۔
Ischolaus	اسخولاؤس۔
Isocrates	ایسقراطیس۔

J

Jason	یاسون۔
Jaxertes	سیحون۔

L

Lacedaemon	لاسکے دیمون۔
Lacedaemonian	لاسکے دیمونی
Laconia	لقونیہ۔
Laconian	لقونوی۔
Lacrates	لاکراتیس۔
Lagus	لاگوس۔
Lampsacus	لمپساکوس۔
Laos	لاؤس۔
Lebadea	لبادیہ۔
Lechaeum	لیخائیوم۔
Lemnos	لیمنوس۔
Leocrates	لیوکراتیس۔
Leon	لیون۔
Leonnatus	لیوناتوس۔
Leontiades	لیون تیادیس۔
Leontini	لیون تینی۔
Leotychides	لیوتی خدیس۔
Lepreum	لپریوم۔
Leucas	لیوکاس۔
Leuctra	لیوکترا۔
Lindus	لندوس۔
Lissus	لیوس۔
Locrian	لوکری۔
Locris	لوکریس۔
Lucani	لوکانی۔
Ludias	لودیاس۔
Lycaonia	لیکاؤنیہ۔
Lycia	لیسیۂ لکیہ۔
Lycon	لیکون۔
Lycurgus	لائی کرگس، لیکرگوس۔
Lydia	لیدیہ۔
Lyncastaean	لینکاستائی۔
Lyncestae	لنکستائے۔
Lysander	لیساندر۔
Lysias	لی سیاس۔
Lysicles	لی سکلیس۔
Lysimachus	لیسی ماخوس۔
Lysippus	لی سپوس۔

M

Macedonia	مقدونیہ۔
Macedonian	مقدونوی۔
Maeander	میاندر۔
Megalopolis	میگالوپلس۔

Magnesia	مگنیشیہ۔
Magnetes	ماگنےتیس۔
Magon	ماگون۔
Malli	مالی۔
Mamercus	مامرکوس۔
Mandyrium	ماندی ریوم۔
Mantinea	مین تی نیہ۔
Maracanda	سمرقند۔
Margiana	مرغیانہ۔
Margos	مرغاب۔
Marsyas	مارسیاس۔
Massalia	مسالیہ۔
Massene	مسینے۔
Mazaeus	مازائیوس۔
Megara	میگارا۔
Memnon	میم نون۔
Memphis	میم فیس
Mentor	مین تور۔
Messenia	مسینیہ۔
Metapontum	میتاپونتوم
Methone	میتھونے۔
Midias	مدیاس۔
Mieza	میےزا۔
Miletus	ملطہ۔
Mithradates	متھراداتیس۔
Molossi	مولوسی۔
Moronea	مورونیہ۔
Motye	موتیہ۔
Musicanus	موزیکانوس۔
Mycale	میکالے۔
Mylasa	میلاسہ۔
Myndus	میندوس۔
Myriandros	میریاندروس۔
Mytilene	متی لنہ۔
Myus	میوس۔

N

Naples	نیپلز۔
Naryx	ناریکس۔
Naucata	نوتاکا۔
Naucratis	نئوکراتس۔
Nausicles	ناؤسکلیس۔
Nausinicus	نوزی نی کوس۔
Neapolitan	نیپلزی۔
Nearchus	نیارخوس۔
Nectanebus	نکتانے بوس۔
Nereidae	نرئی دے۔
Nestus	نستوس۔
Nicaea	نقیہ۔
Nicanor	نکانور۔
Nicocles	نکوکلیس۔

Nicostratus — نکوستراتوس۔
Niobe — نیوبے۔
Nisaeus — نسیائیوس۔
Nola — نولا۔

O

Odessus — اودیسوس۔
Oeniadae — اوئےنیادائے۔
Olympias — اولیمپیاس۔
Olympus — اولمپوس۔
Olynthic — اولنتھوسی۔
Olynthus — اولنتھوس۔
Onesicritus — اونےسیکریتوس۔
Onymarchus — اونی مارخوس۔
Orchomenus — اورخومینوس۔
Orestae — اورستائے۔
Oritae — اوری تائے۔
Orontes — اورونتیس۔
Ortygia — اورتی گیا۔
Oxus — جیحون۔
Oxyartes — اوکسیارتیس۔
Oxydracae — اوکسیدراکائے۔

P

Paeonians — پیونیائی۔
Pagasaean Gulf — خلیج پاگاسائے
Pagasae — پاگاسائے۔
Pammenes — پامنیس۔
Panathenaecus — پان اتھینائکوس۔
Pandosia — پندوسیا۔
Panegyricus — پانے گےریکوس۔
Pangaeus — پنگائیوس
Panticapeum — پانتی کاپیوم۔
Paralus — پارالوس۔
Parium — پاریوم۔
Parmenio — پارمے نیو۔
Parnassus — پارناسوس۔
Paropamisadae — پاروپامیسادائے
Parrhasius — پرھازیوس۔
Parthenon — پارتھے نون۔
Parthia — خراسان۔
Parysatis — پری زادی۔
Pasargadae — پسارگادائے۔
Patala — پتالہ۔
Pausias — پاؤزیاس۔
Peithon — فیثون۔
Pella — پیلا۔
Pelopidas — پیلوپی داس۔
Peloponnese — پیلوپونیز
Peloponesian war — جنگ پیلوپونیز
Pelusium — پیلوزیوم۔
Peparethos — پیپاریتھوس۔

پردی کاس۔	Perdiccas
پرگاموم۔	Pergamum
فارقلیس۔	Pericles
پیرھابی	Perrhaebi
اصطخر۔	Persepolis
پیوکستاس۔	Peucestas
فالائے کوس۔	Phalaecus
فرنابازور	Pharnabazus
فرسمان۔	Pharasmanes
فیراسئے۔	Pherae
فیلقوس۔	Philip
فلیپیوم۔	Philippeum
فلپی۔	Philippi
فیلقوسی۔	Philippic
فلپوپولس۔	Philippopolis
فلس توس۔	Philistus
فلوکٹے تیس۔	Philoctetes
فلوکراتیس۔	Philoorotes
فلوکسے نوس۔	Philoxenus
فی بداس۔	Phoebidas
فوکسی۔	Phocian
فوکیون۔	Phocion
فنیقی	Phoeincians
فوکس۔	Phocis
برادری، فراتریہ۔	Phratria

افروجیہ۔	Phrygia
قبیلہ، فیولے۔	Phyle
پینا روس۔	Pinarus
پی سستراتوسی۔	Pisistratidae
پلاٹیہ۔	Plataea
افلاطون۔	Plato
پلوٹارخوس۔	Plutarchus
پولیمارخوس۔	Polemarchus
پولیکلے توس۔	Polycletus
پولیکراتیس۔	Polycrates
سرافشان۔	Polytimetus
افشین، پونتوس، بحراسود۔	Pontus
پوسئیدون۔	Poseidon
پوسیدونیہ۔	Posidonia
پؤروا۔	Porous
پوتی دیا۔	Potidea
پراکسی تے لیس۔	Praxiteles
پریدیاس۔	Pridias
پری اینے۔	Priene
پروئدروس۔	Procdros
پرودیکوس۔	Prodicus
پروتوگنیس۔	Protogenes
پری تانیس۔	Prytanes
بطلیمائیوس۔	Ptolemaeus
بامپور۔	Pura

Puteoli	پوتیولی۔
Pydna	پیدنا۔
Pytheus	فیتوس۔
Pythia	فثیہ۔
Python	فیثون۔

R

Rhodes	رھوڈز۔
Roxana	روشنک۔

S

Sabazios	سبازیوس۔
Salamis	سالامس۔
Samian	ساموسی۔
Samnites	سامنی۔
Samos	ساموس۔
Samothrace	ساموتھریس۔
Sardis	ساردس۔
Saronic Gulf	خلیج سارونی۔
Satibarzanus	ستی بارزان۔
Sciathos	سکیاتھوس
Scillus	سکی لوس۔
Scipio the elder	سی پیو اکبر۔
Sciritae	سکی ریتائے۔
Scopas	سکوپاس۔
Scylletium	سکی لے تیوم۔
Scyros	سکی روس۔
Scythian	اسکیتھی۔
Seleucus	سلیوکوس۔
Semiramis	سمی رامس۔
Sestos	سستوس۔
Sicels	صقالی۔
Sicilian	صقالوی۔
Sicyon	سکیون۔
Sicyonian	سکیونی۔
Sidon	سیدا۔
Sinope	اسنوف۔
Sipontum	سیپونتوم۔
Socrates	سقراط۔
Soli	سولی۔
Solon	سولن، سولون۔
Sophodrias	سوفودریاس۔
Sparta	اسپارٹا۔
Spartan	اسپارٹی۔
Spartiate	اسپارٹائی۔
Speusippus	سپوسی پوس۔
Statira	ستاتیرہ۔
Stratocles	ستراتوکلیس۔
Struthas	سترو تھاس۔
Suessula	سوئیسولا۔
Suea	سوس۔
Symmoriae	سیموریائے۔

Syracusan	سرقوسی۔
Syracuse	سرقوسہ۔
Syrtis	سیرتس۔
Syssitia	سی ستیہ۔

T

Tachos	تاخوس۔
Taenarum	تےناروم۔
Tagos	تاگوس۔
Talent	تالنت۔
Tanagra	تناگرا۔
Tarentum	تارنتوم۔
Taxila	تکشاسیلا۔
Taxilas	ابھی۔
Tegea	تگیہ۔
Teleutias	تیلیوتیاس۔
Telmessus	تلمےسوس۔
Temenidae	تیمینوسی
Tempe	تیمپے۔
Tenedos	تینے دوس۔
Tennes	تینس۔
Teos	تیوس۔
Thasos	تھاسوس۔
Thapsacus	تھاپساکوس۔
Theagenes	تھیاگنیس۔
Theban	تھبزی۔
Thebes	تھبز
Theopompus	تھیوپمپوس
Therimachus	تھیری ماخوس۔
Thermaic Gulf	خلیج تھرماسے
Thermopylae	تھرموپلی۔
Thesmophoria	تھسموفوریا۔
Thespiae	تھسپیائے۔
Thessalian	تھسالوی۔
Thessaly	تھسلی۔
Thibron	تھبرون۔
Thimbron	تھمبرون۔
Thisbe	تھسبے۔
Thoras	تھوراکس۔
Thrace	تھریس۔
Thracian	تھریسی۔
Thrasybulus	تھراسی بولوس۔
Thucidides	طوسی دیدش۔
Thurii	تھورئی۔
Tigris	دجلہ
Timanthes	تمانتھیس۔
Timarchus	تمارخوس۔
Timocrates	تموکراتیس۔

Timolaus	تمولاؤس۔
Timotheus	تموديوس۔
Tiribazus	تری بازو۔
Tissamenus	تسامینوس۔
Tissaphernes	تسافرنز
Tithroastes	تتھ راؤس تیس۔
Tralles	ترالیس ۔
Trapezus	طرابزون۔
Triballi	تری بالی۔
Trierachia	تریرارخیا۔
Triphylia	تری فیلیہ۔
Triton	تری تون۔
Triopium	تریوپیوم۔
Troizen	تروائے زین ۔
Troizenian	تروائے زنی۔
Trophonius	تروفونیوس۔
Tyana	تیانہ۔
Tyre	صور

V

Varna	وارنہ۔

X

Xenoi	زینوئی۔
Xenophon	زینوفون ۔
Xerxes	زرکسز۔

Z

Zadracarta	زدرا کارتا۔
Zacynthos	زاکینتھوس
Zarangi	زرنگی۔
Zariaspa	زاریاسپا۔
Zeus Ammon	زیوس عمون۔
Zeuxis	زیوکسس۔

تمت

صحت نامہ

تاریخ یونان قدیم جلد سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۴	۱۴	بعد	بعید	۱۳	۲۴	Munoris	Minoris
۵	۱۰	رہے	رہتے	۱۴	۱۹	اورلمپیا	اولمپیا
〃	۱۶	کام	نام	۱۵	۱۸	پئوساناس	پئوسانیاس
۶	۶	نام	×	۱۸	۲۲	اشپارٹی	اسپارٹی
〃	۲۳	لیساندر ۳۰ وگروہ اسپرٹ	لیساندر گ ۲۰-	۱۹	۱۵	کرکے	کرے
			گروٹے	۲۰	۲۰	سی پوااکبر	سی پیو اکبر
۶	۸	نایازو	فرنابارو	۲۳	۷	شٹرون	شٹرن
۸	۲۱	Zeg	Zug	〃	۸	تعبر	تعبز
〃	۲۳	Herzlberg	Herzberg	۲۴	۲۴	میں	ہیں
〃	۲۴	Alberthu-	Alterthu-	۲۹	۱۲	نقادوں	نقادوں
		mskunde	mskunde	〃	۱۹	گول- بریوکر	گول بریوکس
۱۱	۱	اوروسیتوں	اوروتتیوں	〃	۲۰	und	and
〃	۲۰	جال بازوں	جاں بازوں	۳۰	۸	دونو	دونوں
۱۲	۱۵	مسکمہ	مسلمہ	〃	۱۷	اسا	انمیں
۱۳	۱۹	باریں	بازین	۳۲	۲۳	und	and
〃	۲۳	کرمو کشس	کرسبو لتس	〃	۲۴	Hauq	Haug

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۳	۷	Leben-besehr. شلائٹز	Leben-beschr. شلائٹنز
۳۴	۷	Blars	Blass
۳۶	۱۴	ہتیاے ریاے	ہیتائے ریائے
〃	۱۷	جذیے	جذبے
۳۹	۴	ورالتی	عدالتی
〃	۲۱	۱۶۸۰	۱۶۸
〃	۲۳	Statdt	Stadt
۴۰	۱۴	دی	دیا
۴۲	۵	ترو	تُرو
۴۳	۱۷	تحریک	درخواست
〃	۲۵	یمنائے	مینائے
۴۴	۱۵	ندوواے علیی	"نمائے غیبی"
۴۶	۲۴	رھوڈر	رھوڈز
۴۸	۲۳	رو بلؤسر	امہوف بلؤمر
۴۹	۱۳	مدیدیوں	عدیدیوں
۵۲	۱۳	تھراوس تیں	تھتھراوس تیس
〃	۱۸	الے پیکراتیس کی	الے پیا پیراتیس کی
۵۳	۵	بلاد	بلدیات
۵۴	۱۳و۱۸	پئوسایناس	پئوسانیاس
۵۶	۹و۱۰	سپہ سالار اگےسی پولس	سپہ سالار شاہ اگےسی پولس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
		(ولد پئوسایناس) قائم مقام	(ولد پئوسانیاس) کا قائم مقام
۵۷	۲۱	اسگےسی لاؤسن	اگےسی لاؤس
〃	۲۳	زجہ نون	زینوفون
۵۸	۱۹	حتی الوسیع	حتی الوسع
۶۰	۱۷	گریٹ	کریٹ
۶۴	۲۴	صفوہ	صفحہ ۱۷
۶۵	۱۱	Orinth-thiaci Aristoer.	Corin-thiaci Aristocr.
۷۱	۱۸	پئوسایناس	پئوسانیاس
۷۲	۲۴	Beloech	Beloch
۷۴	۱۸	ایک دی کوس	ایک دی کوس
۷۶	۶	اسپندیوں	اسپندوسیوں
۷۷	۵	تاکسی بیوس	اناکسی بیوس
۸۳	۵	Pesi	Peri
۸۵	۷	کورنتھ	کورنتھ
〃	۱۳	مین لی نیہ	مین تی نیہ
۸۶	۲۲	Fenilles de mantinée	Fouilles de Mantinée
۸۷	۲۳	(tineraire میں ۳۳۰ نقشہ	Itineraire میں نقشہ ۳۳

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۹۲	۸	خود شمال	شمال
〃	۲۰	دو	تین
۹۴	۱	نظر آتی تھی	نظر آنے لگی
۹۵	۳	عہدے	عہد
۹۷	۱	بوراکی	بوراکی
〃	۱۲	کو	کے
〃	۲۰	تنازع	تنازعہ
۹۸	۱۹	اس کتاب کا نواں باب	اس کتاب کے نویں باب کے حواشی اور
۱۰۰	۱۳	تگیاس	نکیاس
۱۰۸	۷	تھ ریا	تھریا
۱۰۹	۱۴	Num O chron	Num chron
〃	۱۶	حرف .	حروف Θ E
۱۱۳	۱۱	سیون ٹاکس	سیون ٹاسس
۱۱۴	۲۳	Deos c.	De soc
۱۱۶	۸	اسپازٹیوں	اسپارٹیوں
〃	۲۱	آزادگی	آوارگی
〃	۲۲	تھبینس بیایئے	تھیس بیایئے
۱۲۴	۴	تھیس بیا	دو
۱۳۰	۲۴	اپامنوندہس	اپامنونداس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۳۱	۱۸	بومتوو	پومتوو
۱۴۰	۱۶	مطمع نظر	سا مطمع نظر
〃	۲۴	میں	نے
۱۴۳	۷	ملی	مل گئی
〃	۱۸	(۳)	۵۳
۱۴۳	۳	کازیاسے	کاریاسے
۱۴۴	۱۹	سگےسی لاؤس	اگےسی لاؤس
〃	۲۳	کارنیوس	×
۱۴۶	۶	پانوں	پاؤں
۱۵۹	۱۷	لے	نے
۱۶۳	۱	قبضہ	قبضہ کرنا
〃	۹	ہوجائے	ہوجائیگی
۱۶۶	۳	نے	نے بھی
۱۷۳	۲۲	۵۳۳ (۱	۵۳۳ ۱،
۱۷۵	۱	ہیرلی کی نیہ	ہیرالاکی نیہ
〃	۱۹	قرطاجنینوں	قرطاجنیوں
۱۷۹	۱۱	لی کی نی	لاکی نی
۱۸۱	۱۰		
۱۸۴	۳		
۱۸۲	۱۲	Grossgrie-chenlend	Grossgrie-chenland
۱۸۹	۲۴	۲۲۲،۱۵	ص ۲۲۲

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۹۱	۲۳	ستراتی گرس	استراتی گوس	۲۴۲	۲۱	وزنبرگ	روزن برگ
۱۹۳	۱۹	ستین	متین	〃	۲۲	فیلقوس کی	فیلقوسی
۲۰۱	۱۰	آزادآنہ	آزادانہ	۲۴۵	۱۹	Akademic	Akademie
۲۰۷	۲۴	۵۴	۵۲	۲۵۵	۱۱	خریموتیہ	خریموندیس
۲۰۹	۱۱	دی گئی	کی گئی	۲۵۶	۱۷	لنکرکوس	لیکرگوس
۲۱۳	۷	بچے تھے اسپارٹا	بچے تھے انھیں اسپارٹا	۲۵۷	۸	Wiedmann & G G. curtius	Wiedmann & Curtius G G
۲۱۵	۲۰	دساز	دراز	۵۸	۸	Geneologie Ath	Geneologic Ath
۲۱۸	۱۸	اول اور	اول نے اور				
۲۲۱	۱۲	کوئی سیاسی	کوئی ایسا سیاسی			کے بموجب	کے بموجب
۲۲۴	۵	منطبق	انطباق			۹، ۷، ۴۰	۹، ۷، ۴۰
۲۲۵	۱۹	عام	عامّہ	۱۶۱	۱۲	ادونس	ادونِس
۲۲۷	۱۷	اکادیہ	اکادیمیہ	۲۷۸	۶	اسلئے	کیوں
۲۳۰	۲۳	ائی رتی	ائی رینی	۲۸۰	۲۴	ہیلیپونٹ	ہیلیسپونٹ
۲۳۲	۲۴	Kunslder-geschichte	Kunstler-geschichte	۲۸۴	۲۴	معاصروں کی کامیابی کے	محاصروں کی کامیابی سے
۲۳۳	۹	feoit	fecit			ساتھ محاصرہ	ساتھ مدافعت
〃	۱۳	ابعد	مابعد			کیا	کی
۲۳۴	۱۲	Schacfer	Schaefer	۲۹۲	۲۰	کرسولیپ نیس	کرسولیپتیس
۲۳۶	۱۳	حب	جب	۲۹۴	۲۳	قفاریر	تعاریر
۲۴۱	۲۴	اُس	ایتھنز	۳۰۱	۲۱	روزنسبرگ	روزنبرگ
۲۴۲	۱۶	ویشٹراں	ویسٹریان	۳۰۲	۱۶	اس ختیس	السن غنیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۰۵	۱۲	اور بہت سے	بہت سے
"	۲۲	اب تو	اب
		دیموس تھنیس	دیموس تھنیس
۳۰۷	۱۳	Ctoso-phontea	Ctesi-phontea
"	۲۵	چیز ہے	چیز
۳۱۱	۱۸	ایتھنر	ایتھنز
"	۲۲	Plot	Plut.
"	۲۴	اماں	امان
۳۱۴	۱۲	اوارے	ادارے
۳۱۹	۱۴	بہلی	پہلی
۳۲۰	۱۴	سیونوگوروس	سیونےگوروس
۳۲۶	۷	دشمن تھے	دشمن تھے
		انھوں نے	لیکن انھوں نے
۳۳۱	۱۲	یونانی نے اپنی	یونانی اپنی
۳۳۵	۱۵	تاکہ	کہ
۳۳۸	۸	یھنزیوں	ایتھنزیوں
۳۴۱	۲۲	دوسرے سے اسی لئے تو	دوسرے سے تو
۳۴۴	۶	مسئلہ	سوال
۳۴۵	۲	یہ سوال یہ	یہ سوال
"	۲۰	اعاہ	امداد
۳۴۶	۲	تمسکی	تسلی
۳۴۹	۱۶	صادر	صاد
۳۵۴	۲۳	Paec	Pace
۳۵۵	۱۳	Lycnrgo	Lycurgo
"	۲۳	یولنے	بولنے
۳۵۷	۲۱	Panly	Pauly
"	"	بوتیز	برنیز
۳۵۸	۲۰	ہالو۔نے سوس	ہالونےسوس
۳۶۱	۱۷	ہوکہ	ہوک
۳۶۲	۱	کارویہ	کاردیہ
۳۶۳	۲	مفصلہ	مفقلۂ
۳۶۹	۱	کہ ایک	کہ دیلغی میں ایک
۳۷۳	۱۶	ہوفال	ہوفمان
۳۸۱	۶	کی	کیا
"	۱۱	چلی	چلا
۳۸۸	۱۵	دیموس تھنیس	فیلقوس
۴۰۵	۹	Scrhist	Scr. hist
۴۱۰	۱۰	بختاریہ اور سوگدیانا	باختر و سغدیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۲۵	۱۵	بنتا	جاری
۴۲۶	۱۱	کیلنمدیدلس	کیلنڈریس
۴۳۳	۱۵	زرکستہ	زرکسنر
۴۳۹	۸	خاص	خالص
۴۴۴	۱۲	ایپن	آرین
۴۴۲	۶	مخالف	متخالف
۴۴۶	۵	نیلت	بنت
۴۴۸	۱	جو	جا
۴۵۰	۱۲	اُسے	مجھے
"	۱۷	یہ ا	x
۴۵۴	۲۱	Mislion	Mission
		ریپرتز	- پرتز
۴۵۶	۱۹	تو ایسی تھی	اس قدر منہدم ہوگئی تھی کہ
۴۵۸	۱۶	سکے	کی
۴۵۹	۱۰	ورزش موسیقی	ورزش اور موسیقی
۴۶۵	۷	نہ	کہ
۴۶۷	۱	جس	اس
"	"	جدبابہان	جو بابہان
۴۶۹	۱۳	بختیاری	اہل باختر
۴۷۳	۹	اکپ	آلپ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۷۵	۱۲	جرلنخ	جو بلخ
۴۷۷	۳	ثنیگل	شپیگل
۴۸۴	۱۵ و ۱۶	Leffman Gesch. des	Leffmann Geschichte des alten Indiens
		برلن	برلن
۴۸۵	۸	نیزرد	تیزرد
"	۲۰	ہیرراوتیس	ہیدراوتیس
۴۹۳	۵	چیاب	چناب
۴۹۸	۲۴	Mithra-dite	Mithri-date
۵۰۵	۱	کانور	نکانور
۵۲۱	۲۳	Beiches	Reiches
۵۲۲	۱۸	اُس	ایک
۵۲۶	۱۸	عزہ	غزہ
۵۳۳	۱۱	نسطاکلیس	تمسطاکلیس
۵۴۵	۲۰	یورپ	یوروپی
۵۴۸	۱۵	Dicht-ang	Dicht-ung
۵۵۱	۲۰	سالیانہ	سالنامہ
۵۵۴	۸	پچل	چل
۵۶۹	۲۲	antica= della	antica della

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶۹	۲۳	صوبہ	صوبۂ تھیلز
۵۷۱	۹	سکوکیات	مسکوکیات
۵۷۵	۱۹	مطلوب	مراد
۵۷۷	۱۳	تھورنی	تھورئی
۵۸۰	۷	سنہ	سر
۵۸۱	۱۰	تاریخ کے	تاریخی
۵۸۳	۱	ایتھنز	ایتھنزی
۵۹۰	۳	آمفسا	امفسا
〃	۷	بتاتا	بتانا
۵۹۱	۱۶	اپنی آواز	جو اپنی آواز
〃	۱۷	تھا	ہے
۵۹۷	۱۳	نہ تھی	نہیں
۶۰۱	〃	Pauby	Pauly
〃	۲۴	نقشہ	تشنہ
۶۱۰	۱۰	والی	والئ
۶۱۳	۱۵،۱۹	مولوسیوم	موسولیوم
۶۱۷	۱۲	لٹوسین	لوسیئن
۶۲۷	۲۴	کیف ناؤزری	کیف ناؤوزری
۶۲۸	۱	دعاوی	دعاوئی
۶۳۰	۱۸	انی	یونانی
۶۳۴	۱۶	کاروائیوں	کارروائیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
		اصطلاحات	
۱	۰	Bond	Band
۲	۰	Masler-piece	Master-piece
〃	۰	متقفی	مقفّی
		اعلام	
۲	۰	ارخوزیہ	اراخوزیہ
۳	۰	اکیسوس	اکسیوس
۵	۰	کلیاندرریداس	کلیاندریداس
〃	۰	کلومنیس	کلیومنیس
〃	۰	کرسے ندیس	کریسے ندیس
۸	۰	Helycus	Halycus
〃	۰	ہی پرلوبوس	ہی پربولوس
۹	۰	لیسہ	لیسیہ
〃	۰	نی سیاس	لی سیاس
۱۲	۰	Phoeincians فیقی	Phoenicians فنیقی
〃	۰	پٹورو	پیٹورو، فوربہدی
		Porous	Porus

تمت

صحت نامہ
تاریخ یونان قدیم جلد سوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۴	۱۴	بعد	بعید	۱۳	۲۴	Munoris	Minoris
۵	۱۰	رہے	رہتے	۱۴	۱۹	اورلمپیا	اولمپیا
″	۱۶	کام	نام	۱۵	۱۸	پئوسائناس	پئوسانیاس
″	″	نام	×	۱۸	۲۲	اشپارٹی	اسپارٹا
″	۲۳	لیساندر ۲۰ و گروٹ	* لیساندر ۲۰-۲ گروٹ	۱۹	۱۵	کرکے	کرے
				۲۰	۲۰	سی ہیوا اکبر	سی پیوا اکبر
۶	۸	نا بازو	فرنا بازو	۲۳	۷	شٹردن	شٹرن
۸	۲۱	Zeg	Zug	″	۸	تمبر	تمبز
″	۲۳	Herzlberg	Herzberg	۲۴	۲۴	میں	ہیں
″	۲۴	Alberthu-mskunde	Alterthu-mskunde	۲۹	۱۲	لقادوں	نقّادوں
				″	۱۹	گول-بریوکر	گول بریوکسر
۱۱	۱	اور ومیتوں	اور ونتیوں	″	۲۰	und	and
″	۲۰	جال بازوں	جاں بازوں	۳۰	۸	دونو	دونوں
۱۲	۱۵	سسکہ	مسلّمہ	″	۱۷	اسا	انہیں
۱۳	۱۹	بارین	بارزین	۳۲	۲۳	und	and
″	۲۳	کرمونکشس	کربمو نکتس	″	۲۴	Hauq	Haug

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۳	۷	Leben-besehr شلائنز	Leben-beschr. شلائتنز
۳۴	۷	Blars	Blass
۳۶	۱۴	ھتیائے ریائے	ہیتائے ریائے
۔	۱۷	جذ بیے	جذبے
۳۹	۴	۰رالتی	عدالتی
۔	۲۱	۱۶۸۰	۱۶۸
۔	۲۳	Statdt	Stadt
۴۰	۱۴	دیکا	دیا
۴۲	۵	تمرو	ٹرو
۴۳	۱۷	تحریک	درخواست
۔	۲۵	یمنائے	مینائے
۴۴	۱۵	ندوواسۓ علیبی"	"نمائے قلبی"
۴۶	۲۴	رھوڈر	رھوڈز
۴۸	۲۳	رو بلؤسر	اھوف بلؤمر
۴۹	۱۳	مدیدیوں	عدیدیوں
۵۲	۱۳	تھراٗوس تیس	ملتھراٗوس تیس
۔	۱۸	الہ پیکرائیس کی	الے پیکرائیس کی
۵۳	۵	بلاد	بلدیات
۵۴	۱۸،۱۳	پئوسا ینیاس	پئوسانیاس
۵۹	۱۰۹	سپہ سالار	سپہ سالار
		اگسی پولس	شاہ اگسی پولس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
		(ولد پئوسایناس) قائم مقام	(ولد پئوسانیاس) کا قائم مقام
۵۷	۲۱	اسگےسی لاؤسن	اگسےسی لاؤس
۔	۲۳	زجہ نون	زینو فون
۵۸	۱۹	حتی الوسیع	حتی الوسع
۶۰	۱۷	گریٹ	کریٹ
۶۴	۲۴	صفحہ	صفحہ ۱۷
۶۵	۱۱	Orınth-thiacı	Corın-thıacı
		Aristoer.	Arıstocr.
۷۱	۱۸	پئوسایناس	پئوسانیاس
۷۲	۲۴	Beloech	Beloch
۷۴	۱۸	ایک دی کوس	ایک دی کوس
۷۶	۲	اسپندیوں	اسپندوسیوں
۷۷	۵	تاکسی بیوس	اناکسی بیوس
۸۳	۵	Pesi	Peri
۸۵	۷	کورنتھ	کورنتھ
۔	۱۳	مین لی نیہ	مین تی نیہ
۸۶	۲۲	Fenilles de mantınée	Fouilles de Mantinée
۸۷	۲۳	(tineraire میں نقشہ ۳۳	Itineraire میں نقشہ ۳۳

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۹۲	۸	خود شمال	شمال	۱۳۱	۱۸	بومتوو	بومتوو
۔۔	۲۰	دو	تین	۱۴۰	۱۶	مطمع نظر	کا مطمع نظر
۹۴	۱	نظر آتی تھی	نظر آنے لگی	۔۔	۲۴	میں	نے
۹۵	۳	عہد سے	عہد	۱۴۳	۷	ملی	مل گئی
۹۷	۱	بوراکی	بوراکی	۔۔	۱۸	(۳)	۵۳
۔۔	۱۲	کو	کے	۱۴۳	۳	کازیاسے	کاریاسے
۔۔	۲۰	تنانع	تنازعہ	۱۴۴	۱۹	گسی لاوس	اگسی لاوس
۹۸	۱۹	اس کتاب کا	اس کتاب	۔۔	۲۳	کارنیوس	x
		نواں باب	کے نویں باب	۱۴۶	۹	پانوں	پاؤں
			کے حواشی اور	۱۵۹	۱۷	لے	نے
۱۰۰	۱۳	تگیاس	نکیاس	۱۶۳	۱	قبضہ	قبضہ کرنا
۱۰۸	۷	تھریا	تھریا	۔۔	۹	ہوجاسے	ہوجائیگی
۱۰۹	۱۴	Num O	Num	۱۶۶	۳	نے	نے بھی
		chron.	chron	۱۷۳	۲۲	۵۳۳(۱	۵ ۳۳،۱
۔۔	۱۶	حرف . .	حروف Θ E	۱۷۵	۱	ہیرلی کی نیہ	ہیرالاکی تیہ
۱۱۳	۱۱	سیون ٹاکس	سیونٹاکسس	۔۔	۱۹	قرطاجنینوں	قرطاجنیوں
۱۱۴	۲۳	Deos c.	De soc	۱۷۹	۱۱	لی کی نی	لاکی نی
۱۱۶	۸	اسپازٹیوں	اسپارٹیوں	۱۸۱	۱۰		
۔۔	۲۱	آزادگی	آوارگی	۱۸۴	۳		
۔۔	۲۲	تعبینس بیاۓ	تعیس بیاۓ	۱۸۲	۱۲	Grossgrie-chenlend	Grossgrie-chenland
۱۲۴	۴	تعیس بیاۓ	دو				
۱۳۰	۲۴	اپامنونداس	اپامنونداس	۱۸۹	۲۴	۲۲۲،۰۱۵	ص ۲۲۲

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۹۱	۲۳	ستراتی گرس	استراتی گرس
۱۹۳	۱۹	ستین	متین
۲۰۱	۱۰	آزادآنہ	آزادانہ
۲۰۷	۲۴	۵۴	۵۲
۲۰۹	۱۱	دی گئی	کی گئی
۲۱۳	۷	بچے تھے اسپارٹا	بچے تھے انہیں اسپارٹا
۲۱۵	۲۰	دساز	دراز
۲۱۸	۱۸	اول اور	اول نے اور
۲۲۱	۱۲	کوئی سیاسی	کوئی ایسا سیاسی
۲۲۴	۵	منطبق	انطباق
۲۲۵	۱۹	عام	عامۃ
۲۲۷	۱۷	اکادیہ	اکادیمیہ
۲۳۰	۲۳	ائی برتی	ائی رہینی
۲۳۲	۲۴	Kunslder-geschichte	Kunstler-geschichte
۲۳۳	۹	feoit	fecit
″	۱۳	ابعد	مابعد
۲۳۴	۱۲	Schacfer	Schaefer
۲۳۶	۱۳	حب	جب
۲۴۱	۲۴	اُس	ایتھنز
۲۴۲	۱۶	ویشتران	ویسٹرمان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۴۲	۲۱	وزنبرگ	روزن برگ
″	۲۲	فیلقوس کی	فیلقوسی
۲۴۵	۱۹	Akademic	Akademie
۲۵۵	۱۱	خریموتیہ	خریمونیدیس
۲۵۶	۱۷	لکرکوس	لیکرگوس
۲۵۷	۸	Wiedmann & G G. curtius	Wiedmann & Curtius G G.
۵۸	۸	Geneologie Ath	Geneologic Ath
		کے بموجب	کسے بموجب
		۹، ۷، ۴۰	۹، ۷، ۴۰
۱۶۱	۱۲	ادونس	ادونیس
۲۷۸	۶	اسلئے	کیوں
۲۸۰	۲۴	ہیلیپونت	ہیلیسپونت
۲۸۴	۲۴	معاصروں کی کامیابی کے ساتھ محاصرہ کیا	محاصروں کی کامیابی سے ساتھ مدافعت کی
۲۹۲	۲۰	کرسولیپ تیس	کرسولیپ تیس
۲۹۴	۲۳	قفاریرہ	تعاریرہ
۳۰۱	۲۱	روزنسبرگ	روزنبرگ
۳۰۲	۱۶	انس ختیس	انس غنیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۰۵	۱۲	اور بہت سے	بہت سے
"	۲۲	اب تو دیموس تھنیس	اب دیموس تھنیس
۳۰۷	۱۳	Ctoso-phontea	Ctesi phontea
"	۲۵	چیز ہے	چیز
۳۱۱	۱۸	ایتھنر	ایتھنز
"	۲۲	Plot.	Plut.
"	۲۴	امال	امالی
۳۱۴	۱۲	اوارے	ادارے
۳۱۹	۱۴	رہیلی	پہلی
۳۲۰	۱۴	سیونوگورس	سیونےگورس
۳۲۶	۷	دشمن تھے انھوں نے	دشمن تھے لیکن انھوں نے
۳۳۱	۱۲	یونانی نے اپنی	یونانی اپنی
۳۳۵	۱۵	تاکہ	کہ
۳۳۸	۸	یمنریوں	ایتھنزیوں
۳۴۱	۲۲	دوسرے سے اسی لئے تو	دوسرے سے تو
۳۴۴	۹	مسئلہ	سوال
۳۴۵	۲	یہ سوال یہ	یہ سوال
"	۲۰	اعادہ	امداد
۳۴۶	۲	تمسکی	تمسلی
۳۴۹	۱۶	صادر	صاد
۳۵۴	۲۳	Paec	Pace
۳۵۵	۱۳	Lycnrgo	Lycurgo
"	۲۳	یولنے	بولنے
۳۵۷	۲۱	Panly	Pauly
"	"	بوتیز	برنیز
۳۵۸	۲۰	ہالو۔نے سوس	ہالونے سوس
۳۶۱	۱۷	ہوکہ	ہوک
۳۶۲	۱	کارویہ	کاردیہ
۳۶۳	۲	مفصلۂ	مفقعلۂ
۳۶۹	۱	کہ ایک	کہ دیلفی میں ایک
۳۷۳	۱۲	ہوفنال	ہوفمان
۳۸۱	۶	کی	کیا
"	۱۱	چلی	چلا
۳۸۸	۱۵	دیموس تھنیس	فیلقوس
۴۰۵	۹	Scrhist	Scr hist
۴۱۰	۱۰	بجناریہ لور سوگریانا	باختر و سغدین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۲۵	۱۵	بنتا	جاری
۴۳۶	۱۱	کیلنمیدلس	کیلندریں
۴۳۳	۱۵	زرکستہ	زرکسیز
۴۳۹	۸	خاص	خالص
۴۴۱	۱۲	ایین	آرین
۴۴۲	۶	مخالف	متالف
۴۴۶	۵	نیست	بنت
۴۴۸	۱	جو	جا
۴۵۰	۱۲	اُسے	مجھے
"	۱۷	یہ ا	x
۴۵۴	۲۱	Mishion	Mission
		رپرتز	— پرتز
۴۵۶	۱۹	تو ایسی تھی	اس قدر منہدم ہوگئی تھی کہ
۴۵۸	۱۶	سے	کی
۴۵۹	۱۰	ورزش موسیقی	ورزش اور موسیقی
۴۶۵	۷	نہ	کہ
۴۶۷	۱	جس	اس
"	۷	جبرباہان	جو با بیان
۴۶۹	۱۳	، بختیاری	لرل باختر
۴۷۳	۹	اکپ	آلپ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۷۵	۱۲	جرلنج	جونلنج
۴۷۷	۳	شیگل	شپیگل
۴۸۴	۱۵ و ۱۶	Leffman : Gesch. des	Leffmann: Geschichte des alten Indiens
		برلعی	برلن
۴۸۵	۸	نیزرو	تیزرو
"	۲۰	ہیرسناوتیس	ہیدراوتیس
۴۹۳	۵	چتاب	چناب
۴۹۸	۲۴	Mithradite	Mithridate
۵۰۵	۱	سکانور	ککانور
۵۲۱	۲۳	Beiches	Reiches
۵۲۲	۱۸	اُس	ایک
۵۲۶	۱۸	عزہ	غزہ
۵۳۳	۱۱	نسطاکلیس	تمسطاکلیس
۴۴۵	۲۰	یورپ	یوروپی
۵۴۸	۱۵	Dicht- ang	Dicht- ung
۵۵۱	۲۰	سالیانہ	سالنامہ
۵۵۴	۸	پھل	چل
۵۶۹	۲۲	antica= della	antica della

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶۹	۲۳	صوبہ	صوبۂ نیپلز
۵۷۱	۹۱	سکوکیات	مسکوکیات
۵۷۵	۱۹	مطلوب	مراد
۵۷۷	۱۳	تھورنی	تھورئی
۵۸۰	۷	سنہ	سر
۵۸۱	۱۰	تاریخ کے	تاریخی
۵۸۳	۱	ایتھنز	ایتھنزی
۵۹۰	۳	آمفسا	امفسا
"	۷	بتاتا	بتانا
۵۹۱	۱۶	اپنی آواز	جو اپنی آواز
"	۱۷	تھا	ہے
۵۹۷	۱۳	نہ تھی	نہیں
۶۰۱	"	Pauby	Pauly
"	۲۴	نقشہ	تشنہ
۶۱۰	۱۰	والی	والے
۶۱۳	۱۵ و ۱۹	مولوسیوم	موسولیوم
۶۱۷	۱۲	لئوسین	لئوسیکی
۶۲۷	۲۴	کیف ماؤنڈی	کیف ماؤنڈ ری
۶۲۸	۱	دعاوی	دعاوئی
۶۳۰	۱۸	اُن	یونانی
۶۳۴	۱۶	کاروائیوں	کارروائیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
اصطلاحات			
۱	۰	Bond	Band
۲	۰	Masler-piece	Master-piece
"	۰	متقفیٰ	مقفیٰ
اعلام			
۲	۰	ارخوزیہ	اراخوزیہ
۳	۰	اکیسوس	اکسیوس
۵	۰	کلیاندرریداس	کلیاندریداس
"	"	کلومنیس	کلیومنیس
"	۰	کرلے ندیس	کرے ندیس
۸	۰	Helycus	Halycus
"	۰	ہی پرلوبوس	ہی پربولوس
۹	۰	لیسہ	لیسیہ
"	۰	نی سیاس	لی سیاس
۱۲	۰	فنیقی Phoeincians	فنیقی Phoenicians
"	۰	پٹورو	پٹوروا فورنہری
		Poreus	Porus

تمت